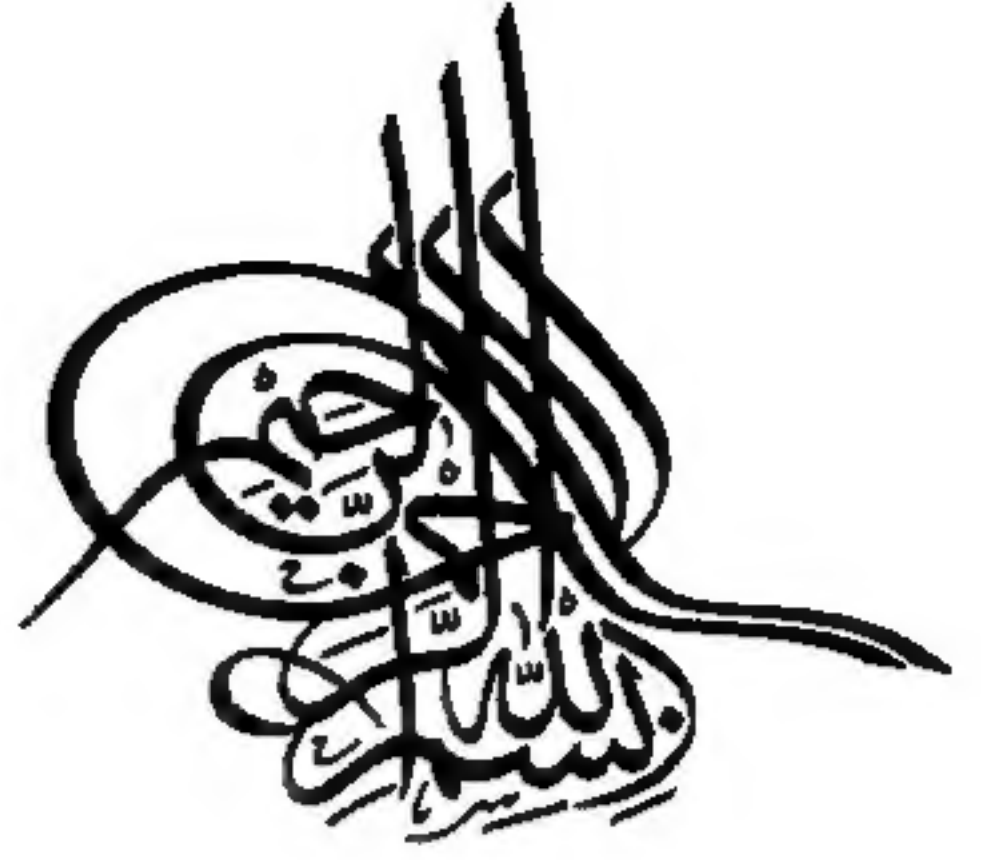


شرح السبكي

شرح السبكي

ابن السبكي
رحمته الله
الشيخ
الشيخ
الشيخ



نَعْتُ الْبَارِي
صَحِيحُ الْبُخَارِي
شَرَحُهُ
عَلَامَةُ غُلَامِ سُلَاقِ سَعِيدِي
الْجُزْءُ الْأَوَّلُ

وَالْعِزَّةُ الْبَارِي
 وَانْتِ تَعْلَمُ كَوْنُ شَمَارِكُ وَتَوَشَّعَارَنَه كَرَسُكُوْنِ (ابراہیم: ۳۴)
 اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے

لَعْنَةُ الْبَارِي

فِي

مَشْرِحِ مَحْجِ الْبَخَارِي

جِلْدِ اَوَّل

الاحادیث: ۳۴۸ — ۱

کتاب بدو الحی، کتاب الایمان، کتاب العلم
 کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الکھض، کتاب التیمم
 تصنیف

عَلَّامَهُ غُلَامُ رَسُولِ سَعِيدِي

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک ٹرال (حیدر) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



الطبع الاول : ذی الحجۃ 1428ھ / دسمبر 2007ء
الطبع السابع : شوال 1434ھ / ستمبر 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد سید عمیر الحسن برنی
مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : 730/- روپے

Farid Book Stall

Phone No: 092-42-7312173-7123435

Fax No. 092-42-7224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

فون نمبر: ۰۹۲-۴۲-۷۳۱۲۱۷۳-۷۱۲۳۴۳۵

فیکس نمبر: ۰۹۲-۴۲-۷۲۲۴۸۹۹

ای میل: info@faridbookstall.com

ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد اول)

| صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان |
|------|-----------|---|-------------|--|------------|
| | 49 | 4 | خطبۃ الكتاب | | |
| 68 | 51 | بچپن میں امام بخاری کا ناپینا ہونا اور پھر ان کی | | | کلمات تشکر |
| | 53 | 5 | | | مقدمہ |
| 69 | 53 | امام بخاری کی تعلیم کی ابتداء اور اپنے استاذ کی تصحیح | 1 | ضرورت حدیث | |
| | | کرنا | 2 | حجیت حدیث | |
| 69 | 53 | 6 | 3 | مدوین حدیث | |
| | | امام بخاری کا علم و فضل اور ان کا مرتبہ اور مقام | 4 | تعریف حدیث | |
| 70 | 56 | 7 | 5 | اقسام حدیث | |
| 71 | 59 | 8 | 6 | اقسام کتب حدیث | |
| 72 | 59 | 9 | 7 | مراتب ارباب حدیث | |
| 73 | 60 | 10 | 8 | حدیث ضعیف کے افراد | |
| 74 | 61 | 11 | 9 | غیر صحیح کی تحقیق | |
| 76 | 62 | 12 | 10 | متن اور سند میں احکام کا فرق | |
| | 62 | 13 | 11 | حدیث ضعیف کی تقویت | |
| 77 | 62 | 14 | 12 | حدیث موضوع کا حکم | |
| | | 15 | 13 | احادیث سے ثابت ہونے والے امور کی تفصیل | |
| 78 | 63 | 16 | 14 | روایات مختلفہ میں مذاہب ائمہ | |
| | 64 | 17 | 15 | مشہور حفاظ | |
| 81 | 64 | 18 | | امام بخاری کی سوانح | |
| 81 | 65 | 19 | 1 | امام بخاری کا نام و نسب | |
| 82 | 65 | | 2 | امام بخاری کے والد کے مفصل حالات | |
| | 67 | | 3 | امام بخاری کی ولادت | |
| 83 | 67 | | | | |
| | 67 | | | | |
| 83 | 68 | | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 20 | امام بخاری کا سانچہ ارتحال | 84 | 23 | حاجی خلیفہ کے نزدیک فتح الباری اور عمدۃ القاری کا موازنہ | 103 |
| 21 | اس اعتراض کا جواب کہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے پھر امام بخاری نے موت کی دعا کیوں کی؟ | 84 | 24 | مصنف کے نزدیک فتح الباری اور عمدۃ القاری کا موازنہ | 103 |
| 22 | بارگاہ رسالت میں مقبولیت | 85 | 25 | حافظ ابن حجر عسقلانی جس باب میں مزید شرح کا ذکر کرتے ہیں اس باب میں ان کا شرح کو بھول جانا | 104 |
| 23 | امام بخاری کے مزار کی برکات | 85 | 26 | حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات میں تعارض اور تضاد | 105 |
| 1 | سبب تالیف | 86 | 27 | حافظ ابن حجر عسقلانی پر تنقید کرنے کا سبب | 106 |
| 2 | تسمیہ | 86 | 28 | مکتبہ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح | 106 |
| 3 | ادب اور اہتمام | 87 | 29 | فیض الباری | 106 |
| 4 | مقبولیت | 88 | 30 | انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری | 107 |
| 5 | موضوع | 88 | 31 | کشف الباری عمانی صحیح البخاری | 107 |
| 6 | اسلوب | 89 | 32 | انعام الباری (دروس بخاری شریف) | 108 |
| 7 | شرائط | 89 | 33 | علماء اہل سنت کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح | 108 |
| 8 | تعلیقات اور ان کے اسباب و اقسام | 90 | 34 | فیوض الباری | 108 |
| 9 | مکررات | 91 | 35 | تفہیم البخاری | 109 |
| 10 | تقطیع | 91 | 36 | زحۃ القاری شرح صحیح البخاری | 110 |
| 11 | اختصار | 92 | 37 | نعمۃ الباری | 110 |
| 12 | تعداد مرویات | 92 | 38 | نعمۃ الباری کی خصوصیات | 111 |
| 13 | تراجم ابواب | 92 | 1 | ۱ - کتاب: الوحی | 115 |
| 14 | صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا موازنہ | 93 | | باب: ۱ | |
| 15 | مسامحات بخاری | 94 | 1 | رسول اللہ ﷺ پر ابتداء وحی کی کیفیت | 115 |
| 16 | بیان سند میں تسامح | 95 | 2 | کتاب: باب اور فصل کے مابین اور مصادیق | 115 |
| 17 | متن حدیث میں تسامح | 95 | 3 | وحی کا لغوی معنی | 115 |
| 18 | استنباط مسائل میں تسامح | 98 | 4 | وحی کا شرعی معنی | 116 |
| 19 | اعتذار | 99 | | | |
| 20 | صحیح بخاری کی شروح | 100 | | | |
| 21 | فتح الباری | 101 | | | |
| 22 | عمدۃ القاری | 101 | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 5 | نزول وحی کی صورتیں اور اقسام | 116 | 21 | حدیث مذکور کی فنی حیثیت | 126 |
| 6 | عنوان میں درج آیت کریمہ کی تفسیر | 117 | 22 | ”احیانا“ کا معنی اور ”صلصلة الجرس“ کی تحقیق | 127 |
| 7 | حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کا متن اور اس کی تخریج | 117 | 23 | آواز جرس کی صورت میں وحی کے دشوار ہونے کی وجہ | 128 |
| 8 | حدیث مذکور کے رجال | 118 | 24 | تشکل جبریل کی تحقیق | 129 |
| 9 | حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کی فنی حیثیت | 118 | 25 | ”لیفصد“ کا معنی اور عنوان باب سے حدیث کی مطابقت | 129 |
| 10 | حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کے راوی کا مختصر تذکرہ | 118 | | باب: ۳ | |
| 11 | حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کا شرف اور اس کی فضیلت | 119 | 26 | سچے خواب وحی سے ہیں | 130 |
| 12 | نیت کا معنی اور نیت کے متعلق حدیث کے دونوں جملوں کا فرق | | 27 | صحیح البخاری: ۳ کے رجال کا تعارف و تبصرہ | 131 |
| 13 | نیت میں مذاہب اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل | 119 | 28 | حدیث مذکور کی فنی حیثیت | 132 |
| 14 | ہجرت کی تعریف اس کی اقسام اور صورتیں | 120 | 29 | شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے عنوانات | 133 |
| 15 | آیا ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہو گئی یا قیامت تک باقی رہے گی؟ | 120 | 30 | ”مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے“ اس کی تشریح علامہ ابن جوزی سے | 133 |
| 16 | ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق اور توفیق | 121 | 31 | ”مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے“ اس کی تشریح مصنف سے | 134 |
| 17 | حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجہ | 122 | 32 | حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح | 135 |
| 18 | امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ | 122 | 33 | ورقہ بن نوفل کا تذکرہ | 137 |
| 19 | صحیح البخاری: ۲ کے رجال خصوصاً امام مالک اور حضرت عائشہ کا تعارف اور ائمہ ستہ کے سنیں وفات | 123 | 34 | صحیح البخاری: ۳ کے رجال کا تعارف | 139 |
| 20 | حضرت عائشہ اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت میں محاکمہ تمام صحابہ میں کون افضل ہے اور ام المؤمنین کے لقب کی توجیہ | 123 | 35 | حدیث مذکور کی فنی حیثیت | 140 |
| | | | 36 | انقطاع وحی کی مدت کی تحقیق | 140 |
| | | | 37 | مشکل الفاظ کے معانی | 141 |
| | | | 38 | صحیح البخاری: ۳ کی سند میں متابعت کی تفصیل | 141 |
| | | | 39 | متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی تعریفیں اور متابع اور شاہد کا فرق | 142 |
| | | | 40 | متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی مثالیں | 142 |
| | | | 125 | باب: ۴ | 143 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 41 | صحیح البخاری: ۵ کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف | 143 | 59 | ہرقل کے اسلام لانے پر اس کو دگنا اجر کیوں دیا جائے گا؟ | 160 |
| 42 | سورۃ القیامہ ۱۹-۱۶ کی تفسیر | 144 | 60 | اس کی توجیہ کہ ہرقل کے متبعین کے اسلام نہ قبول کرنے کا گناہ ہرقل کو کیوں ہوگا؟ | 161 |
| 43 | حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی | 145 | 61 | اس اعتراض کا جواب کہ ہرقل کے نام مکتوب میں جو آیت لکھی گئی تھی وہ اس مکتوب کو بھیجنے کے تین سال بعد نازل ہوئی تھی | 161 |
| 44 | حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت | 146 | 62 | ”یہ ہرقل کا آخری امر تھا“ آیا اس سے مراد اس کی زندگی کا آخری واقعہ ہے یا دعوت ایمان کے سلسلہ میں آخری بات؟ | 161 |
| 45 | دوسندوں کے درمیان ”ح“ لکھنے اور اس کو پڑھنے کی تحقیق | 147 | 63 | حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عسقلانی کی بیان کردہ مناسبت | 162 |
| 46 | صحیح البخاری: ۶ کے رجال کا تعارف | 147 | 64 | حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عینی کی بیان کردہ مناسبت | 162 |
| 47 | رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ نخی تھے اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار | 148 | 65 | حافظ عسقلانی اور حافظ عینی کی مناسبتوں کے درمیان محاکمہ اور مصنف کی بیان کردہ مناسبت | 162 |
| 48 | رمضان میں زیادہ سخاوت کرنے کی توجیہ | 149 | 66 | حدیث مذکور کی زہری سے دو روایتیں اور ان کی تفصیل | 163 |
| 49 | رمضان میں قرآن مجید کے دور کی خصوصیت اور دیگر فوائد حدیث | 149 | | ۲ - کتاب الایمان | 164 |
| 50 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تعارف | 154 | 1 | ایمان کا لغوی معنی | 165 |
| 51 | ہرقل کی مختصر سوانح | 155 | 2 | ایمان کا شرعی معنی | 165 |
| 52 | حضرت وحیدہ کلبی رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح | 155 | 3 | ایمان کی تعریف میں فقہاء اسلام کے مشہور مذاہب | 165 |
| 53 | ابو کبشہ کا تعارف | 156 | 4 | مخرج صحیح مسلم میں ایمان کے مذاہب کے عنوانات | 166 |
| 54 | کلیسا کا نظام پاپائیت | 156 | | باب: ۱ | |
| 55 | کلیسا میں پوپ کا منصب | 158 | 5 | الایمان اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے | 166 |
| 56 | مشکل الفاظ کے معانی | 159 | 6 | امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر | 167 |
| 57 | جب ہرقل کو نبی ﷺ کی نبوت کے صدق کا یقین ہو گیا تو پھر وہ اسلام کیوں نہیں لایا؟ | 159 | 7 | بعض احادیث اور آثار سے امام بخاری کا ایمان | |
| 58 | اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بڑے پادری ضغاطر کا قتل کیا جانا | 160 | | | |

| صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان |
|------|-----------|--|------|-----------|---|
| 181 | 170 | ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 170 | 8 | کے زیادہ ہونے پر استدلال اور ان کے جوابات |
| 182 | 171 | ایمان کی شاخوں کے متعلق متعدد روایات اور ان کی توجیہ | 171 | 9 | حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تعارف |
| 182 | 171 | حیاء کا لغوی، شرعی اور عرفی معنی اور حیاء کو باقی شاخوں سے ممتاز کرنے کی توجیہ | 171 | 10 | عدی بن عدی کا تذکرہ |
| 182 | 172 | باب: ۴ | 172 | 11 | فرائض، شراعی، حدود اور سنن کی تعریفات |
| 183 | 172 | (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں | 172 | 12 | حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف |
| 184 | 173 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا تذکرہ | 173 | 13 | حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب |
| 185 | 173 | باب کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث | 173 | 14 | حضرت معاذ کا تعارف |
| 185 | 174 | ترک معصیت پر ہجرت کے اطلاق کی توجیہ | 174 | 15 | حضرت معاذ کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب |
| 185 | 175 | باب: ۵ | 175 | 16 | حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف |
| 185 | 175 | اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل ہے؟ | 175 | 17 | حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف |
| 186 | 176 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت ابو موسیٰ اشعری کا تذکرہ | 176 | 18 | مجاہد کا تعارف |
| 187 | 176 | باب: ۶ | 176 | 19 | المائدہ: ۴۸ کی تفسیر اور ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کی قوی دلیل کا جواب |
| 187 | 177 | کھانا کھانا بھی خصال اسلام میں سے ہے | 177 | 20 | باب: ۲ |
| 187 | 177 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 177 | 21 | تمہاری دعا (عبادت) تمہارا ایمان ہے |
| 188 | 178 | کھانا کھانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کا مستحب ہونا اور دوسروں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کا واجب ہونا | 178 | 22 | دعا کے معنی کی تحقیق |
| 188 | 179 | حدیث: ۱۱ اور ۱۲ میں بد ظاہر تعارض کا جواب | 179 | 23 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف |
| 188 | 180 | باب: ۷ | 180 | 24 | آیا اسلام اور ایمان مترادف ہیں یا نہیں؟ |
| 189 | 180 | یہ بھی امور ایمان سے ہے کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے | 180 | 25 | آیا ارکان اسلام میں سے کسی چیز کو ترک کرنا کفر ہے یا نہیں؟ |
| 189 | 180 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 180 | 26 | تارک نماز کے متعلق مذاہب |
| 189 | 180 | | 180 | 27 | اس اعتراض کا جواب کہ ارکان اسلام میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟ |
| | | | | | باب: ۳ |
| | | | | | امور ایمان کا بیان |
| | | | | | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت |

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار | صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|------|---|-----------|------|---|-----------|
| | باب: ۱۰ | | | اپنی پسندیدہ چیز کا اپنے مسلمان بھائی کو دینے کا وجوب | 42 |
| 201 | ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے | 61 | 190 | | |
| 202 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 62 | 191 | اپنی برتری اور انفرادیت کو طلب کرنا مذموم ہے | 43 |
| 202 | باب کے عنوان کی مؤید دیگر احادیث | 63 | 192 | حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں | 44 |
| 202 | باب: ۱۱ | | | باب: ۸ | |
| | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت | 64 | 192 | رسول اللہ ﷺ کی محبت امور ایمان سے ہے | 45 |
| 203 | عبادہ بن الصامت کا تذکرہ | | 192 | حدیث: ۱۴ کے رجال کا تعارف | 46 |
| 203 | مشکل الفاظ کے معانی | 65 | 193 | حدیث: ۱۵ کے رجال کا تعارف | 47 |
| 204 | حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث | 66 | 193 | محبت رسول کی اقسام | 48 |
| 205 | حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں | 67 | 193 | محبت رسول کی کیفیت | 49 |
| | باب: ۱۲ | | 194 | صحابہ کرام کی محبت رسول کی چند مثالیں | 50 |
| | فتنوں کے زمانے میں شہر سے بھاگنا بھی امور دین | 68 | 195 | شرح صحیح مسلم میں محبت رسول کی تحقیق | 51 |
| 205 | سے ہے | | | باب: ۹ | |
| | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت | 69 | 195 | ایمان کی حلاوت (مٹھاس) | 52 |
| 206 | ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | | 196 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 53 |
| 206 | ایام فتنہ میں عزالت نشینی کا استحباب | 70 | 196 | ایمان کے استحکام کو مٹھاس سے تشبیہ دینے کی توجیہ | 54 |
| | باب: ۱۳ | | | اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے اسباب اور ان | 55 |
| | نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ | 71 | 197 | کی محبت کے درجات | |
| 207 | کا علم ہے | | | اس ضمن میں احادیث کہ انسان جس سے بھی محبت | 56 |
| 208 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 72 | 198 | کرے اللہ کے سبب سے محبت کرے | |
| | نبی ﷺ کے علم اور تقویٰ کے سبب سے زیادہ | 73 | | اس سلسلہ میں دلائل کہ ایمان کے بعد کفر کرنا آگ | 57 |
| 208 | ہونے کی توجیہ | | 198 | میں جھوٹے جانے کے مترادف ہے | |
| 208 | باب کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث | 74 | | حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا کفر پر آگ میں | 58 |
| | باب: ۱۴ | | 199 | جھوٹے جانے کو ترجیح دینا | |
| | جس نے کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کیا، جس | 75 | | دل میں تصدیق قائم ہو تو زبان سے کلمہ کفر کہنے کی | 59 |
| | طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے سو | | 200 | اجازت کی بحث | |
| 209 | یہ بھی امور ایمان سے ہے | | | اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع | 60 |
| | | | 201 | کرنے کی بحث | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 76 | اعمال کے سبب سے اہل ایمان کی ایک دوسرے پر فضیلت | 209 | 93 | باب: ۱۵ حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی سعید ابن المسیب کا تذکرہ | 219 |
| 77 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ایک شدید ضعیف راوی سے روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید | 210 | 94 | حدیث مذکور کے الفاظ کے لغوی اور شرعی معنی | 219 |
| 78 | مشکل الفاظ کے معانی | 211 | 95 | اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے متعدد عبادات کو افضل عمل فرمایا ہے | 220 |
| 79 | حدیث مذکور کی مؤید دیگر احادیث | 211 | 96 | باب: ۱۹ جب اسلام سے اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہو اور ظاہری اطاعت مراد ہو یا قتل کیے جانے کا خوف مراد ہو | 220 |
| 80 | حدیث مذکور کے مسائل | 212 | 97 | امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر | 220 |
| 81 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 212 | 98 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 221 |
| 82 | حدیث مذکور کے مباحث اور مسائل | 213 | 99 | سفارش کرنے کی تفصیل اور حضرت سعد کی سفارش قبول نہ کرنے کی توجیہ | 222 |
| 83 | حیاء امور ایمان سے ہے | 213 | 100 | زہری کے بھتیجے سے روایت کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید | 223 |
| 84 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 214 | 101 | باب: ۲۰ بہ کثرت سلام کرنا اسلام کی علامات سے ہے | 223 |
| 85 | حیاء کی دو قسمیں | 214 | 102 | حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا تعارف | 223 |
| 86 | حیاء کے متعلق دیگر احادیث | 214 | 103 | باب: ۲۱ خاوند کی ناشکری اللہ کی ناشکری سے کم درجے کی ناشکری ہے | 224 |
| 87 | پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (التوبہ: ۵) | 215 | 104 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 224 |
| 88 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 215 | 105 | خاوند کا بیوی پر عظیم حق اور حدیث کے دیگر فوائد | 225 |
| 89 | تارک نماز کو قتل کرنے یا قتل نہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ترجیح | 216 | 106 | باب: ۲۲ معاصی امر جاہلیت سے ہیں اور کسی شخص کی تکفیر صرف شرک کے ارتکاب کی وجہ سے کی جائے گی | 225 |
| 90 | اسلام میں ظاہر کے مطابق حکم دیا جائے گا اور باطن کو نہیں کھنگالا جائے گا | 217 | 107 | معاصی جاہلیت اور شرک کے معانی اور اس باب کی باب سابق سے مناسبت | 226 |
| 91 | جس شخص نے یہ کہا کہ عمل ہی ایمان ہے | 217 | | | |
| 92 | عنوان باب کی وضاحت اور امام بخاری کی ذکر کردہ آیت کی تفسیر | 217 | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 108 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 226 | 122 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 236 |
| 109 | اغوی معانی اور بعض شرعی احکام | 227 | 123 | پہلی حدیث میں نفاق کی تین علامتیں اور دوسری حدیث میں نفاق کی چار علامتیں بیان کرنے کی توجیہ | 236 |
| 110 | اسلام میں غلامی کا چھن ختم ہونے کی تفصیل | 227 | | باب: ۲۵ | |
| 111 | ”اگر مومنین کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ۔“ (المحجرات: ۹) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو مومن فرمایا | 228 | 124 | لیلۃ القدر کا قیام امور ایمان سے ہے | 236 |
| 112 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً مشہور تابعی حسن بصری اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 228 | 125 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 237 |
| 113 | حدیث مذکور پر اعتراضات کے جوابات | 229 | 126 | لیلۃ القدر کے قیام سے قیام کی کتنی مقدار مراد ہے اور اس رات کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں | 237 |
| 114 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 230 | 127 | باب: ۲۶ | |
| 115 | آیت ظلم کا دوسرے ظلم سے کم ہونا | 230 | 128 | جہاد امور ایمان سے ہے | 237 |
| 116 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور مشہور تابعی علقمہ کا تعارف | 230 | 129 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 238 |
| 117 | ۱۱ انعام: ۸۲ میں ظلم سے مراد شرک ہے یا عام معصیت؟ ہر تقدیر پر دلائل اور اعتراضات کے جوابات | 231 | 130 | جہاد شہادت اور شہید کی فضیلت اور اس اعتراض کا جواب کہ جو مجاہد مال غنیمت کے ساتھ لوٹے اس کے اجر میں کمی ہو جاتی ہے | 238 |
| 118 | منافق کی علامات | 232 | 131 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 239 |
| 119 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 232 | 132 | باب: ۲۷ | |
| 120 | حدیث مذکور میں منافق کی تین علامتوں میں وجہ حصر بعض الفاظ کے معانی اور وعدہ پورا کرنے اور پورا نہ کرنے کی تحقیق | 233 | 133 | رمضان میں نقلی قیام امور ایمان سے ہے | 239 |
| 121 | اس اشکال کے جوابات کہ بعض مسلمان بھی جھوٹ بولتے ہیں خیانت کرتے ہیں اور وعدہ خلافی کرتے ہیں تو کیا وہ بھی منافق ہیں؟ | 233 | 134 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 240 |
| | | | 135 | عبادات سے صرف صغائر کا معاف ہونا | 240 |
| | | | 136 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 240 |
| | | | 137 | باب: ۲۸ | |
| | | | 138 | ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھنا امور ایمان سے ہے | 240 |
| | | | 139 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 240 |
| | | | 140 | رمضان کے روزوں سے پورے روزے مراد ہیں اور جو عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے وہ بھی مغفرت کی بشارت میں شامل ہے | 241 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|---|------|
| 138 | دین آسان ہے | 241 | 154 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 251 |
| 139 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 242 | 155 | ایمان کی زیادتی اور اس کا نقصان | 251 |
| 140 | اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرنے کی ممانعت اور اعتدال اور میانہ روی سے عبادت کرنے کی ترغیب | 242 | 156 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 252 |
| 141 | نماز امور ایمان سے ہے | 243 | 157 | بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ ایمان تو ایک کیفیت ہے اس کا ذرہ برابر وزن کیسے ہو گا اور اس اعتراض کا جواب کہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھے بغیر لا الہ الا اللہ پڑھنے سے کیسے نجات ہوگی | 252 |
| 142 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 244 | 158 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 253 |
| 143 | احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کا جواز | 244 | 159 | بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ حضرت عمر کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہ تھا | 254 |
| 144 | کسی شخص کے اسلام کا حسن | 245 | 160 | کعب احبار کا تعارف | 254 |
| 145 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 245 | 161 | زکوٰۃ امور اسلام سے ہے | 256 |
| 146 | حسن اسلام کے معانی | 245 | 162 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 257 |
| 147 | اسلام لانے کے بعد اگر سابقہ بُرے کام دوبارہ کیے تو پھر وہ بُرے کام معاف ہوں گے یا نہیں؟ | 246 | 163 | حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو تیس سال بعد قبر سے تروتازہ نکالنے کے متعلق مزید حوالہ جات | 257 |
| 148 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 247 | 164 | بعض الفاظ کے معانی اور بعض اعتراضات کے جوابات خصوصاً اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اس سائل کی فلاح کی خبر دی حالانکہ اس نے محرمات سے اجتناب کا اقرار نہیں کیا تھا | 258 |
| 149 | نیک کاموں کے اجر میں اضافہ پر دلائل | 248 | 165 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 258 |
| 150 | باب: ۳۲ | 249 | 166 | جنازوں کے ساتھ جانا امور ایمان سے ہے | 258 |
| 151 | اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو | 249 | 167 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 259 |
| 152 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 249 | | | |
| 153 | حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ نے حواء کے منہ پر اس کی تعریف کی حالانکہ منہ پر تعریف کرنا منع ہے امت پر شفقت کی وجہ سے نبی ﷺ کا مشکل اور دشوار عبادت سے منع فرماتا | 249 | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 168 | قیراط کا معنی اور اس سوال کا جواب کہ معصیت کی وجہ سے جو امر میں کمی ہوگی کیا اس میں بھی احد پہاڑ جتنا وزن مراد ہے؟ | 259 | 181 | سے مالک پیدا ہونے کے معانی | 267 |
| 169 | مسلمانوں کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد نیک سلوک کرنے کی تلقین اور ترغیب کے متعلق احادیث | 260 | 182 | آیا علوم خمسہ نبی ﷺ کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء غیر مقلدین کا نظریہ | 268 |
| 170 | باب: ۳۶ | | 183 | آیا علوم خمسہ نبی ﷺ کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کا نظریہ | 268 |
| 171 | مومن کو اس کا خوف کہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اس کو پتا بھی نہیں چلے گا | 261 | 184 | فی خمس اور علم غیب | 269 |
| 172 | صحابہ کرام کے ضیاع اعمال اور نفاق کے خوف کی توجیہ | 262 | 185 | علم غیب سے مراد | 269 |
| 173 | اصرار کا معنی اور کسی گناہ کے بعد فوراً مغفرت طلب کر لی جائے تو وہ معاف ہو جاتا ہے | 263 | 186 | کیا اکوان غیبیہ پر اطلاع یا بی ممکن نہیں؟ | 271 |
| 174 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 263 | 187 | علوم خمسہ کے مصداق کے متعلق علماء دیوبند کے موقف پر مصنف کا تبصرہ | 271 |
| 175 | ”المرجیہ“ ”سباب“ ”فسوق“ اور ”قتال“ کے معانی | 263 | 188 | اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر نبی ﷺ کے علم تفصیلی محیط ثابت کرنے اور آپ کو عالم الغیب کہنے کا الزام | 272 |
| 176 | اس اعتراض کے جوابات کہ مسلمان سے قتال کرنا معصیت ہے پھر اس پر کفر کا اطلاق کیوں فرمایا ہے اس سے بہ ظاہر خوارج کی تائید ہوتی ہے | 264 | 189 | اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں | 273 |
| 177 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 264 | 190 | اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لیے علم تفصیلی محیط ماننا جائز نہیں | 274 |
| 178 | بعض الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ دو صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی تعین کے علم سے محروم ہو گئے | 265 | 191 | اعلیٰ حضرت کی یہ تصریح کہ رسول اللہ ﷺ کو بعض علم عطا کیا گیا ہے | 274 |
| 179 | باب: ۳۷ | | 192 | علم ذاتی اور عطائی کی بحث | 274 |
| 180 | حضرت جبریل کا نبی ﷺ سے ایمان اسلام احسان اور علم قیامت کے متعلق سوال کرنا | 265 | 193 | رسول اللہ ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے بہت کم ماننے کو بھی غلط اور کم راہی کہنے کا جواب | 276 |
| | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 267 | 194 | نبی ﷺ کا علامات قیامت کی خبر دینا | 276 |
| | ”بارز“ ”بعث“ ”عبادۃ“ ”احسان“ اور ”باندیوں | | 195 | خاص وقوع قیامت کے متعلق نبی ﷺ کے علوم | 280 |
| | | | 196 | رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات | 281 |
| | | | 197 | رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ و علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق ”جمہور علماء اسلام کی تصریحات | 281 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|--|------|
| 197 | ہر چیز کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر | | | انصاری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ۔ | 292 |
| | ان پانچ چیزوں کے علم کی تخصیص کی وجہ | | 284 | حدیث مذکور کی مؤید دیگر احادیث | 292 |
| 198 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | | 285 | اس سوال کا جواب کہ صدقہ کے اجر میں بیوی کے | |
| | باب: ۳۸ | | 285 | منہ میں لقمہ رکھنے کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟ | 293 |
| 199 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | | 286 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 293 |
| | باب: ۳۹ | | | باب: ۴۲ | |
| 200 | اس شخص کی فضیلت جو اپنے دین کو بچانے کے لیے | | 215 | نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کرنا اور | |
| | مشتبہ چیزوں سے بڑی ہوا | | 286 | اس کے رسول کی خیر خواہی کرنا اور ائمہ مسلمین کی | |
| 201 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت | | | خیر خواہی کرنا اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے | 294 |
| | نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | | 287 | اللہ اس کے رسول اس کی کتاب ائمہ دین اور عام | |
| 202 | مشتبہات کے معانی اور محل عقل کے مصداق میں | | | مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا محمل | 294 |
| | اختلاف فقہاء | | 287 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت جریر | |
| | باب: ۴۰ | | | بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 295 |
| 203 | فحش کا ادا کرنا اور ایمان سے ہے | | 288 | بیعت سنت اور بیعت مرد و جہ | 295 |
| 204 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | | 289 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 296 |
| 205 | بعض مشکل الفاظ کے معانی | | 289 | ”وقار“ اور ”مکینہ“ کا معنی اور حضرت مغیرہ | |
| 206 | اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: میں تمہیں | | | بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور کافر کی خیر خواہی کا | |
| | چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن بیان پانچ چیزیں | | | بیان | 296 |
| | فرمائیں | | 289 | ۳ - کتاب العلم | 298 |
| 207 | دینی خدمات کا معاوضہ لینا صحابہ میں مروج تھا | | 290 | باب: ۱ | |
| 208 | ابتداء میں چار قسموں کے برتنوں میں نبیذ پینے | | | علم کی فضیلت | 298 |
| | سے منع فرمانا پھر اس کی اجازت دینا | | 290 | باب: ۲ | |
| 209 | نبیذ کا فقہی معنی اور اس کے متعلق احادیث و آثار | | 290 | جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا | |
| | باب: ۴۱ | | | اور وہ اپنی گفتگو میں مشغول رہا اس نے اپنی | |
| 210 | اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسی عمل کا اجر | | | بات کھل کی پھر سائل کے سوال کا جواب دیا | 298 |
| | ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے | | 291 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 299 |
| 211 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت | | | کسی کی بات کاٹ کر بات کرنا جائز نہیں | 300 |
| | عبد اللہ بن یزید انصاری اور حضرت ابو مسعود | | 5 | نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیاں | 300 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|---|------|
| 6 | اس اعتراض کے جوابات کہ نبی ﷺ نے دینی سوال کے جواب میں تاخیر کی | 300 | 21 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 310 |
| 7 | باب: ۳ بلند آواز سے علمی بابت بتانا | 300 | 22 | حضرت ضمام بن ثعلبہ کا تذکرہ | 310 |
| 8 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 301 | 23 | مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا اور ماکول اللحم کا پیشاب | 311 |
| 9 | بیہوش کو دھونے کی فریضیت، جسم اور روح کے عذاب کا ثبوت اور عالم پر غلط بات کو ٹوکنے کی ذمہ داری | 301 | 24 | ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا اور یا محمد کہنے کا جواز اور بعض اعتراضات کے جوابات | 312 |
| 10 | حدیث مذکور کی مؤید دیگر روایات جن میں اس سفر اور اس نماز کا بیان ہے | 301 | 25 | باب: ۷ مناد کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے اور اصل علم کو شہر والوں کی طرف لکھنا | 312 |
| 11 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 302 | 26 | مکاتیب پر آثار صحابہ سے استدلال | 313 |
| 12 | باب: ۴ محدث کا یہ کہنا: "حدثنا" یا "اخبرنا" یا "ابانا" | 302 | 27 | روایت حدیث کے طریقے | 313 |
| 13 | "حدثنا" "اخبرنا" اور "ابانا" کے لغوی اور اصطلاحی معانی | 303 | 28 | اسلام کے پہلے لشکر کی کارروائی | 314 |
| 14 | حضرت ابن عمرؓ نے پہلی کا جواب دینے سے کیوں حیا کی؟ | 305 | 29 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 315 |
| 15 | اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے بجمارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے خود پہلی ڈالی ہے۔ | 306 | 30 | حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کا تذکرہ | 315 |
| 16 | مومن کی کھجور کے درخت سے تشبیہ کی وجوہ | 306 | 31 | عظیم البحرین اور کسریٰ کا تذکرہ | 315 |
| 17 | باب: ۵ امام کا اپنے اصحاب کے علم کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی سوال کرنا | 307 | 32 | رسول اللہ ﷺ کی دعاء ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا | 316 |
| 18 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 307 | 33 | باب: ۸ جو شخص وہیں بیٹھ گیا جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گیا | 317 |
| 19 | علم کے متعلق جو احادیث وارد ہیں | 307 | 34 | رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت اور کفار کے مخصوص طریقہ کو اپنانے کا جواز بشرطیکہ وہ ان کی بدعتیگی پر مبنی نہ ہو | 317 |
| 20 | قراءت علی العالم پر دلائل | 307 | 35 | باب: ۸ جو شخص وہیں بیٹھ گیا جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گیا | 317 |
| | | | 36 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 318 |
| | | | 37 | عالم کی مجلس کی عظمت اور مجلس میں بیٹھنے کے آداب | 319 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 38 | آداب مجلس کے متعلق احادیث | 319 | 54 | سوئم اور چہلم وغیرہ کا جواز | 329 |
| | باب: ۹ | | | باب: ۱۳ | |
| 39 | نبی ﷺ کا یہ ارشاد: بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے | 319 | 55 | جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کر لے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے | 330 |
| 40 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 320 | 56 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 330 |
| 41 | اس اعتراض کا جواب کہ سواری پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے پھر آپ نے سواری پر خطبہ کیوں دیا اور دیگر مسائل | 321 | 57 | حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث اور آثار | 331 |
| | باب: ۱۰ | | 58 | فقہ کے اقویٰ اور اصطلاحی معنی | 332 |
| 42 | قول اور عمل سے پہلے علم کا حصول | 322 | 59 | نبی ﷺ کے قاسم ہونے کی توجیہ | 332 |
| 43 | علم کی فضیلت میں آیات احادیث اور آثار | 322 | 60 | حجیت اجماع پر احادیث سے دلائل | 332 |
| 44 | حضرت ابو ذر کوربذہ میں جلا وطن کرنے کا سبب اور سربراہ ملک کے منع کرنے کے باوجود احادیث بیان کرنا | 325 | | باب: ۱۴ | |
| 45 | ربانی علم حکمت اور فقہ کے معانی | 325 | 61 | علم کی فہم | 333 |
| | باب: ۱۱ | | 62 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 333 |
| 46 | نبی ﷺ نصیحت اور علم میں صحابہ کی حفاظت اور رعایت کرتے تھے تاکہ وہ اکتانہ جائیں | 326 | | باب: ۱۵ | |
| 47 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 326 | 63 | علم اور حکمت میں رشک کرنا | 334 |
| 48 | حدیث مذکور کا معنی | 326 | 64 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 335 |
| 49 | مسلمانوں کی مشقت سے حفاظت ان کی رعایت اور ان پر شفقت کے متعلق دیگر احادیث | 327 | 65 | حسد اور رشک کا معنی | 335 |
| 50 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 327 | 66 | حسد کی مذمت میں احادیث | 335 |
| 51 | آسان احکام کے متعلق قرآن مجید کی آیات | 328 | | باب: ۱۶ | |
| 52 | آسان احکام کے متعلق احادیث | 328 | 67 | اس کا ذکر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں حضرت خضر کی طرف گئے | 335 |
| | باب: ۱۲ | | 68 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 337 |
| 53 | جس شخص نے اہل علم کے لیے معین دن مقرر کیے | 329 | 69 | حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف | 337 |
| | | | 70 | حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف | 338 |
| | | | 71 | مسائل علیہ میں بحث کرنے اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کے آداب اور مسائل | 338 |
| | | | | باب: ۱۷ | |
| | | | 72 | نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم | |

| صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان |
|------|-----------|---|------|-----------|--|
| 349 | 90 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 339 | 73 | سکھا |
| | 91 | خلاصہ حدیث اور حدیث میں بیان کی ہوئی مثالوں کی وضاحت | 339 | 74 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف |
| 349 | | باب: ۲۱ | 339 | 75 | حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی عاقبہ کی وجوہ |
| 350 | 92 | علم کا اٹھ جانا اور جبل کا غالب ہونا | | 76 | نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تکریم جائز اور صحیح ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کا خوش ہونا اور شیخ اسماعیل دبلوی کی ستا خانہ عبارت کا رد |
| 350 | 93 | علماء کو ضائع کرنے کا معنی | 340 | | سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس کے لیے جو عاقبہ ہے اور صحیح بخاری میں جو عاقبہ ہے ان کا فرق |
| 351 | 94 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 341 | 77 | کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس کے حق میں دماغ قبول نہ ہوئی؟ |
| 351 | 95 | ہمارے زمانے میں جاہلوں کا غلبہ | 342 | | باب: ۱۸ |
| 351 | 96 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | | 78 | کمرن کا سماع حدیث کتب صحیح ہوتا ہے |
| | 97 | عورتوں کے زیادہ ہونے اور مردوں کے کم ہونے کی وجوہات | 342 | 79 | سماع حدیث کی عمر کے تعین کی تحقیق |
| 351 | | باب: ۲۲ | 343 | 80 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف |
| 352 | 98 | علم کی فضیلت | | 81 | حدیث مذکور کے معانی اور مسائل |
| 352 | 99 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 344 | 82 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف |
| 352 | 100 | دودھ سے علم کو تعبیر کرنے کی وجوہ | 345 | 83 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف |
| | | باب: ۲۳ | | | نبی اکرم ﷺ کے لعاب دہن کی برکتیں |
| 353 | 101 | سوال کرنا خواہ اس وقت عالم سواری پر کھڑا ہوا ہو | 345 | 84 | باب: ۱۹ |
| 354 | 102 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | | 85 | طلب علم کے لیے دھنا |
| | 103 | کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈوانے والے پر قربانی کے لزوم میں مذاہب فقہاء | 346 | 86 | حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تعارف |
| 354 | 104 | امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل | 346 | 87 | حضرت عبد اللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کا تعارف |
| 354 | 105 | امام مالک کے مذہب کی تقریر | | 88 | اس حدیث کا بیان جس کے حصول کے لیے حضرت جابر نے ایک ماہ کا سفر کیا تھا |
| 355 | 106 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | 347 | | باب مذکور کی حدیث کا متن |
| | | باب: ۲۴ | | 89 | باب: ۲۰ |
| 355 | 107 | جس نے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سوال کا جواب دیا | 348 | | پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت |
| 356 | 108 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | | | |
| 356 | 109 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 110 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 357 | 124 | رضاعت ثابت نہ ہونے کے باوجود آپ نے | |
| 111 | "المسیح الدجال" کا معنی اور مسیح دجال اور | | 369 | حضرت عقبہ کے نکاح کو کیوں ناپسند فرمایا | |
| | جھوٹے نبی کے نکلنے کے متعلق احادیث صحیحہ | 358 | 125 | حدیث "اتقوا مواضع التہم" کی تحقیق | 370 |
| 112 | سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم اور اس کی | | 126 | رضاعت کے ثبوت کے لیے نصاب شہادت میں | |
| | شرعی توجیہ | 359 | 370 | مذائب فقہاء | |
| 113 | سورج گرہن اور چاند گرہن کی سائنسی توجیہ اور اس | | | باب ۲۷ | |
| | سے زمین کی حرکت پر استدلال | 359 | 127 | حصولِ علم کے لیے باری باری جانا | 372 |
| 114 | آیا نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو حقیقت دیکھا | | 128 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 372 |
| | تھایا آپ کو ان کی مثال دھائی گئی تھی؟ | 360 | 129 | حدیث مذکور کے بعض الفاظ وضاحت | 373 |
| 115 | جنت اور دوزخ کا پیدا ہو چکا ہونا اور وہ کہاں ہیں | | 130 | حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل | 373 |
| | اور عملِ قلیل کا مفسد نماز نہ ہونا | 362 | | باب ۲۸ | |
| 116 | رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب پر دلائل | 363 | 131 | کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھ کر نصیحت اور تعظیم میں | |
| 117 | رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب کے متعلق علماء | | 373 | اظہار غضب کرنا | |
| | دیوبند کی عبارات پر مصنف کا تبصرہ | 363 | 132 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 374 |
| 118 | اس اعتراض کا جواب کہ قبر میں تین سوال کیے | | 133 | لبی اور مختصر نماز پڑھانے کے محال اور دیگر مسائل | 374 |
| | جائیں گے پھر آپ کی شناخت کے متعلق سوال پر | | 134 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 375 |
| | کیوں اقتصار کیا گیا؟ | 365 | 135 | "لفطہ و کاء و عاء" اور "عفاص" کے | |
| | معانی | | 376 | معانی | |
| 119 | نبی ﷺ کا عبد القیس کے وفد کو ایمان اور علم کی | | 136 | لفظ کا معنی اور فقہاء احناف کے نزدیک لفظ کو | |
| | حفاظت پر برا بیچتے کرنا اور اپنے پیچھے چھوڑے | | 376 | اٹھانے کا رائج ہونا | |
| | ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دینا | 366 | 137 | لفظ کا اعلان کرنے کی مدت کی تفصیل | 376 |
| 120 | تبلیغ اور تعلیم کے فرض میں اور فرض کفایہ ہونے کا محمل | 368 | 138 | اعلان کے بعد لفظ سے فائدہ اٹھانے کا جواز | 377 |
| 121 | اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین | | 139 | موجودہ دور میں اعلان کرنے کا طریقہ | 377 |
| | کا لزوم | 368 | 140 | شأنِ ائید کے احوال سے سوال پر ناراض ہونے کا جواز | 378 |
| | باب ۲۶ | | 141 | لفظ کو اٹھانے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب | 378 |
| 122 | کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے | | 142 | لفظ کو اٹھانے میں شافعی مذاہب کی تفصیل | 378 |
| | سفر کرنا اور اپنے گھروالوں کو تعلیم دینا | 368 | 143 | لفظ کو اٹھانے میں حنبلی مذاہب کی تفصیل اور مذاہب | |
| 123 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 369 | 378 | اربعہ کے دلائل | |

| صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان |
|------|-----------|---|------|-----------|--|
| 387 | 159 | تین بار سلام کرنے کی دیگر احادیث | 379 | 144 | لقطہ کو اٹھانے میں مالکی مذہب کی تفصیل |
| | | باب: ۳۱ | | 145 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح کے عنوانات |
| 389 | 160 | کسی شخص کا اپنی باندی اور اپنی اہلیہ کو تعلیم دینا | 379 | | |
| 389 | 161 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 380 | 146 | اشیاء کے صیغے کی تحقیق |
| | 162 | جن اہل کتاب کو ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا اس سے مراد عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں یا قیامت تک کے اہل کتاب ہیں | 380 | 147 | بہ کثرت سوالات کو ناپسند کرنے کی توجیہ |
| 390 | 163 | حافظ ابن حجر کے نزدیک اس سے قیامت تک کے اہل کتاب مراد ہیں اس پر ان کے دلائل | | 148 | زیادہ سوالات سے آپ کے غضب ناک ہونے کی توجیہ |
| 390 | 164 | فوائد | | 149 | آپ نے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو اس کی تشریح میں شراح سابقین کی تقاریر |
| 391 | 165 | حافظ بدرالدین عینی کے نزدیک اس سے مراد صرف عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں اس پر ان کے دلائل | 381 | 150 | شراح سابقین کی تقاریر پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کی تقریر |
| 392 | 166 | دیوبندی شارحین بخاری کے نزدیک اس سے مراد قیامت تک کے اہل کتاب ہیں | 381 | 151 | آپ کے اس ارشاد پر شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی کی تقریر اور ان کا علم غیب اور علم کلی کورڈ کرنا |
| 393 | 167 | مصنف کے نزدیک اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو آپ کی بعثت سے پہلے قرآن مجید پر اور آپ کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے | 382 | 152 | شیخ سلیم اللہ خاں کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ اور علم غیب و علم کلی پر دلائل |
| 393 | 168 | دگنے اجر کی کیفیت اور ان تین قسم کے لوگوں کو دگنا اجر عطا فرمانے کی خصوصیت | 382 | 153 | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توبہ کرنے کی توجیہ |
| 394 | | باب: ۳۲ | | | باب: ۲۹ |
| 394 | 169 | امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور ان کو تعلیم دینا | 384 | 154 | جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ جائے |
| 395 | 170 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | | 155 | حضرت عبداللہ بن حذافہ اور دوسروں کے سوال کا فرق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے تواضع کرنا |
| | 171 | صدقہ کا معنی صدقہ کی اقسام صدقہ کی فضیلت اور عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا | 385 | 156 | حضرت عمر کا اپنے کلمات سے رسول اللہ ﷺ کا ادب اور اکرام کرنا اور مسلمانوں پر شفقت کرنا اور ان کی رائے کا ہمیشہ صائب ہونا |
| 395 | 172 | عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت میں احادیث | 385 | 157 | جس شخص نے حدیث کو تین بار دہرایا تاکہ اس کو سمجھ لیا جائے |
| 396 | 387 | | | 158 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|---|------|
| 173 | احادیث مذکورہ کے جوابات | 396 | 190 | آپ پر مردوں کے غالب آنے کی وضاحت | 404 |
| 174 | عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے | | 191 | پلک جھپکنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کا رابطہ | 405 |
| | کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات | 397 | 192 | نابالغ بچوں کے ماں باپ کو بخشوانے کے متعلق دیگر احادیث | 405 |
| 175 | عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے | | 193 | خواتین کا عالم سے دینی مسائل معلوم کرنے کا جواز | 405 |
| | کے ثبوت میں احادیث صحیحہ | 397 | | تعمین یوم کا جواز اور مسلمان بچوں کا جنت میں ہونا | 405 |
| 176 | حدیث کی حرص | 398 | 194 | حدیث مذکور کی روایت کرنے کے مقاصد | 406 |
| 177 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 398 | 195 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 406 |
| 178 | سعادت کا معنی اور آپ کی شفاعت کی سب سے | | | باب ۳۶ | |
| | زیادہ سعادت حاصل کرنے کی تفصیل | 399 | 196 | جس نے کسی بات کو سنا پھر بات کرنے والے کی | 406 |
| 179 | شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی شفاعت میں | | | طرف رجوع کیا حتیٰ کہ اس بات کو سمجھ لیا | 406 |
| | مذہب اور شفاعت میں اہل سنت کے موقف پر | | 197 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 407 |
| | قرآن مجید اور احادیث سے دلائل | 399 | 198 | جس سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا کے دو | 407 |
| 180 | شرح صحیح مسلم میں شفاعت کی بحث | 400 | | محمل | 407 |
| | باب ۳۷ | | 199 | جس سے حساب لیا گیا اس کو عذاب کیسے ہوگا | 408 |
| 181 | علم کو کس طرح اٹھالیا جائے گا؟ | 400 | 200 | مسائل کی تحقیق میں حدیث پر قرآن سے معارضہ | 408 |
| 182 | اثر مذکور کے رجال کا تعارف | 401 | | کرنے اور مناظرہ کا بیان | 408 |
| 183 | عمر بن عبد العزیز کا احادیث کی تدوین کا حکم دینا | 401 | | باب ۳۷ | |
| 184 | اثر مذکور کے رجال کا تعارف | 401 | 201 | شاہد (حاضر) غائب کو علم پہنچانے سے | 408 |
| 185 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 401 | 202 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 410 |
| 186 | علم کو سینوں سے نکالنے پر قدرت کے باوجود علم کو | | 203 | بعض مشکل الفاظ کے معانی | 410 |
| | سینوں سے نہ نکالنا اور اس باب کی مؤید دیگر احادیث | 402 | 204 | عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا حضرت | 410 |
| 187 | جہل کی دو قسمیں: جہل بسیط اور جہل مرکب اور | | | ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شبید کرنا | 410 |
| | دیگر مسائل | 403 | 205 | حضرت ابو شریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر لشکر کشی | 411 |
| | باب ۳۵ | | | سے منع کر کے علماء کی ذمہ داری کو پورا کیا | 411 |
| 188 | کیا خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر | | 206 | عمرو بن سعید کے قول پر ابن حزم کا تبصرہ | 411 |
| | کیا جائے | 403 | 207 | صحابی نے بھی اپنی روایت میں تاویل کی ہو اور بعد | 411 |
| 189 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 404 | | کے فقہاء نے بھی تو کس کی تاویل کا اعتبار کیا | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|--|------|
| | جائے گا؟ | 412 | 224 | اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زبیر نے حبشہ | |
| 208 | حرم میں حدود اور قصاص نافذ کرنے کے متعلق | | 423 | ہجرت کی تھی پھر کیسے کہا: میں آپ سے جدا نہیں ہوا | |
| | مذہب ائمہ | 413 | 424 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | |
| 209 | ابن نطل اور دیگر افراد کو کعبہ میں قتل کرنے کے | | 226 | اس اعتراض کا جواب کہ جھوٹی احادیث پر عذاب کی | |
| | متعلق احادیث | 413 | 424 | وعید احادیث صادقہ کی روایت سے تو مانع نہیں ہے | |
| 210 | حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر | | 227 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت سلمہ | |
| | ابن نطل کی حدیث کے علامہ عسقلانی کی طرف | | 425 | بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | |
| | سے جوابات | 414 | 425 | روایت بالمعنی پر ایک اعتراض کا جواب | |
| 211 | حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن | | 426 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | |
| | نطل کی حدیث کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات | 415 | 426 | کنیت کا معنی اور شیطان کا صیغہ اور معنی | |
| 212 | مذہب ائمہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل | 415 | 231 | نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے متعلق متعدد | |
| 213 | حدیث مذکور کے دیگر مسائل و فوائد | 416 | 426 | احادیث | |
| 214 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | 417 | 232 | اس کی تحقیق کہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا آپ | |
| 215 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 417 | | کو آپ کی معروف صفات میں دیکھتا ہے یا دوسری | |
| | باب: ۳۸ | | 427 | صفات میں | |
| 216 | نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا گناہ | 417 | 233 | آپ کو خواب میں دیکھنے والا بعینہ آپ کو دیکھتا ہے | |
| 217 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ثقہ تابعی ربیع | | 427 | یا آپ کی مثال کو؟ | |
| | بن حراش کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 418 | 428 | آپ کو بیداری میں دیکھنے کا معنی | |
| 218 | نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کرنا | | 235 | اس کی تحقیق کہ شیطان آپ کی صورت کی مثل نہیں | |
| | تخلین گناہ کہہ دینا | 419 | 428 | بنا سکتا | |
| 219 | بعض زاہدوں کا ترغیب اور ترہیب کے لیے | | 236 | اس زمانہ میں اور اس جہان میں آپ کو بیداری | |
| | احادیث وضع کرنا | 420 | 429 | میں دیکھنے کے متعلق علماء کی تصریحات | |
| 220 | ترغیب اور ترہیب کے لیے حدیث وضع کرنے | | 237 | اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ | |
| | والوں کا رد | 420 | | ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس | |
| 221 | واضعین حدیث کی اقسام | 421 | 430 | قد رظہور کیوں نہیں ہوا؟ | |
| 222 | حدیث موضوع کی شناخت کے طریقے | 422 | 432 | حافظ ابن تیمیہ کا انکار روایت بیدار | |
| 223 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابن | | 239 | آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی تفصیل اور | |
| | الزبیر اور حضرت زبیر بن العوام کا تذکرہ | 423 | 434 | تحقیق | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 240 | اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کی کراہت | 434 | 257 | نبی ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق | 445 |
| 241 | انبیاء کا نام رکھنے اور آپ کا نام رکھنے کا جواز اور استحباب | 435 | 258 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 447 |
| 242 | خواب کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کرنے والوں کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟ | 436 | 259 | مشکل الفاظ کے معانی | 448 |
| 243 | خواب میں آپ سے سنی ہوئی حدیث حجت ہے یا نہیں اور خواب کی تحقیق | 436 | 260 | علامہ ابن بطلال مالکی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات | 448 |
| 244 | علم کو لکھنا | 436 | 261 | علامہ ابن بطلال مالکی کی توجیہات پر مصنف کا تبہ | 449 |
| 245 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 437 | 262 | علامہ ابن جوزی حنبلی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات | 450 |
| 246 | کتاب 'فہم عقل اور' فکاک الاسیر' کے معانی | 437 | 263 | علامہ ابن جوزی حنبلی کی توجیہات پر مصنف کا تبہ | 450 |
| 247 | شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ نے خاص اسرار اور احکام بتائے تھے | 438 | 264 | "آھجر" کی تحقیق | 450 |
| 248 | ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل | 438 | 265 | رسول اللہ ﷺ پر اس الزام کا جواب کہ آپ کے تمام اقوال وحی کے موافق نہ تھے | 451 |
| 249 | ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل | 439 | 266 | آپ کے یہ کلام کے برحق ہونے کے ثبوت میں احادیث | 452 |
| 250 | ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات | 440 | 267 | "عفا اللہ عنک لہ اذنت لہ" سے معارفہ | 453 |
| 251 | ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث و آثار | 440 | 268 | جواب | 453 |
| 252 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 442 | 269 | خطا ثابت کرنا اور اس کا جواب | 453 |
| 253 | "بنو خزاعہ" بنو لیت، راحلہ، یختلی، بعضہ اور "منشد" وغیرہ کے معانی | 442 | 270 | حافظ مسقلانی کی طرف سے حضرت عمر کی توجیہات اور اس کا بیان کہ رسالہ اللہ ﷺ نیا لکھنا چاہتے تھے | 454 |
| 254 | احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی تحقیق | 443 | 271 | مصنف کی طرف سے حضرت عمر پر شیعہ علماء کے اعتراض کے جوابات اور دیگر مسائل | 455 |
| 255 | احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی ممانعت میں احادیث و آثار | 443 | 272 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | 456 |
| 256 | احادیث اور علم کو لکھنے کے جواز کے ثبوت میں احادیث و آثار | 444 | 273 | باب: ۴۰ | 456 |
| | | | 274 | رات و علم کی بات اور نصیحت کرنا | 456 |
| | | | 275 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ | 457 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|--|------|
| 274 | اس امت میں واقع ہونے والے بعض فتنے | 457 | 467 | کو کیوں بیان نہیں کیا؟ | 467 |
| | باب: ۴۱ | | | باب: ۴۳ | |
| 275 | رات کو باتیں کرنا | 458 | 468 | علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کرنا | 468 |
| 276 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 458 | 468 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 468 |
| 277 | عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے جواز اور عدم جواز کے محامل | 458 | 469 | ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا اس حدیث کے محامل | 469 |
| 278 | حضرت عیسیٰ حضرت خضر اور الجیس کے زندہ رہنے سے اس حدیث پر اعتراض اور اس کے جوابات | 459 | 469 | علماء کی تکریم کی وجوہ | 469 |
| 279 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 460 | | باب: ۴۴ | |
| 280 | حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث کا تذکرہ | 460 | 298 | جب عالم سے سوال کیا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کا علم اللہ کے سپرد کرے | 469 |
| 281 | مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات | 461 | 472 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 472 |
| 282 | حدیث مذکور سے مسائل کا استخراج | 461 | 300 | علم کے مضاف ہونے کی توجیہ عتاب کا معنی اور حضرت موسیٰ پر عتاب کی توجیہ مجمع البحرین کا مصداق اور پکی ہوئی مچھلی کے زندہ ہونے کی توجیہ جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس کا تعارف | 473 |
| 283 | احادیث مکررہ میں ہر بار نئے نئے مسائل کا استخراج | 462 | 473 | عالم یا شیخ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے | 473 |
| 284 | احادیث مکررہ میں سند کے تکرار کا تجزیہ | 463 | 473 | حضرت خضر کی نبوت پر دلیل اور دیگر مسائل | 473 |
| 285 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 463 | 474 | حضرت خضر نے جو چیز یا کے چونچ میں پانی اور سمندر کے پانی کی مثال دی اس پر اعتراض کا جواب | 474 |
| | باب: ۴۲ | | | باب: ۴۵ | |
| 286 | علم کی حفاظت کرنا | 464 | 474 | جس نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور عالم بیٹھا ہوا تھا | 474 |
| 287 | "الصفق" کا معنی اور علم کے اظہار اور تبلیغ کا بیان | 464 | 475 | نیک اعمال کا انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہونا | 475 |
| 288 | حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن عمرو کی احادیث کا تقابل | 465 | 475 | اخلاص سے جہاد کی فضیلت اور روکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کی مذمت میں احادیث | 475 |
| 289 | علم کو دائمی طلب کرنے کی فضیلت ضرورت کے وقت اپنے کمال کا اظہار اور کسب معاش کی فرضیت | 465 | | باب: ۴۶ | |
| 290 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 466 | 476 | شیطان کو کنکریاں مارتے وقت سوال کرنا | 476 |
| 291 | نسیان سہو اور خطاء میں فرق اور نبی ﷺ کا شفاء دینا اور ہر درد کا درماں ہونا | 466 | | | |
| 292 | علم کے دو برتنوں کی تفصیل | 467 | | | |
| 293 | اس اعتراض کا جواب کہ علم کا چھپانا تو جائز نہیں ہے پھر حضرت ابو ہریرہ نے دوسری قسم کی احادیث | | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 308 | باب: ۴۷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”تم کو جو بھی علم دیا گیا وہ کم ہے“ (بنی اسرائیل: ۸۵) | 477 | 486 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 323 |
| 309 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 478 | 487 | اس اعتراض کا جواب کہ کیا رسالت پر ایمان اور عمل کے بغیر بھی انسان جنت میں چلا جائے گا؟ | 324 |
| 310 | آیات قرآنیہ میں روح کے اطلاقات | 478 | 487 | باب: ۵۰ علم میں حیا کا بیان | 325 |
| 311 | روح کے مباحث میں شارحین بخاری کی تقاریر | 478 | 488 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 326 |
| 312 | باب: ۴۸ جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے | 480 | 489 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 327 |
| 313 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 481 | 489 | اللہ تعالیٰ کے حیا کرنے کا معنی ہے: کسی کام کو ترک کرنا | 328 |
| 314 | حطیم کے باہر طواف کرنا اتفاقی ہے اور حطیم کے اندر سے طواف کرنا اختلاقی ہے | 482 | 490 | بچہ ماں یا باپ کے کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے؟ | 329 |
| 315 | اگر صحیح کام کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے | 482 | 490 | حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد | 330 |
| 316 | باب: ۴۹ کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس خطرہ سے دوسروں کو نہ بتانا کہ وہ نہیں سمجھیں گے | 482 | 491 | باب: ۵۱ جس شخص نے حیا کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا | 331 |
| 317 | اثر مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 483 | 491 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 332 |
| 318 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 484 | 491 | مدی و دی اور منی کی تعریفات | 333 |
| 319 | ”ردیف“ رحل لبیک سعدیک یتکلوا“ اور ”ثالثاً“ کے معانی | 484 | 491 | حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ | 334 |
| 320 | حدیث مذکور کی بشارت کو مخفی رکھنے کی وجوہ | 485 | 492 | خروج مذی پر وضوء کا وجوب اور بیوی کے والد کا احترام | 335 |
| 321 | حدیث مذکور کے دیگر مسائل | 486 | 492 | باب: ۵۲ علم اور فتویٰ کا مسجد میں ذکر کرنا | 336 |
| 322 | | | 493 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 337 |
| | | | 493 | ”اہلال“ کا معنی اور مواقیت کا جغرافیائی مواضع وقوع | 338 |
| | | | 494 | باب: ۵۳ جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیئے | 339 |
| | | | 494 | ”الکعبین“ کی تفسیر علامہ بدرالدین عینی سے | 340 |
| | | | 495 | علامہ عینی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ | 341 |
| | | | 495 | علامہ ابن حجر کا ”کعب“ کی تفسیر میں بشام کے قول کو کتب لغت سے رد کرنا | 341 |

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار | صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|------|---|-----------|------|--|-----------|
| 505 | اعضاء وضوء کو تین تین بار سے زیادہ دھونے کی کراہت کی دلیل | 6 | 495 | علامہ مینی کا کعب کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت قواعد نحو اور احادیث سے رد کرنا | 342 |
| 505 | باب: ۲ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی | 7 | 498 | ”کعب“ کی تفسیر میں علامہ ابن حجر اور علامہ بیہقی کی عبارات پر مصنف کا محاکمہ | 343 |
| 506 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 8 | 498 | علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ”کعب“ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا | 344 |
| 506 | ”احداث“ حضور موت، فساء، ”اور“ ضراط“ کے معانی | 9 | 499 | ”کعب“ کی تفسیر میں صحیح البخاری کے دیوبندی شارحین کی لغزش | 345 |
| 506 | اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابو ہریرہ نے صرف ہوا خارج ہونے کو وضوء ٹوٹنے کا سبب بیان کیا ہے حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں | 10 | 499 | ”کعب“ سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال | 346 |
| 506 | نماز جنازہ نماز عید اور سجدہ تلاوت کے لیے وضوء کرنے کا وجوب | 11 | 500 | امام محمد کی المہود ط میں ہشام کی عبارت کی تحقیق | 347 |
| 507 | نماز کے دوران از خود وضوء ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟ | 12 | 500 | محرم کے لیے چیزے اور ریگزین کی چپل پہننے کا جواز | 348 |
| 508 | ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کا جواز | 13 | 501 | اس اعتراض کا جواب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہننے؟ تو آپ نے جواب میں وہ کپڑے ذکر کیے جن کا پہننا اس کے لیے جائز نہیں | 349 |
| 508 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 14 | 502 | موزوں کو نیچے سے کانے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ | 350 |
| | باب: ۳ | | 503 | کتاب العلم کا اختتام | 351 |
| 508 | وضوء کی فضیلت اور آثار وضوء سے جن مسلمانوں کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور چمک دار ہوں گے | 15 | 503 | ۴ - کتاب الوضوء [الطہارۃ] | |
| 509 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 16 | 503 | وضوء کا لغوی اور شرعی معنی | 1 |
| 509 | ”غزو محجل“ کا معنی | 17 | 503 | باب: ۱ | |
| 509 | امت دعوت اور امت اجابت | 18 | 503 | وضوء کے متعلق جو احادیث وارد ہیں | 2 |
| 509 | آثار وضوء سے چہرے ہاتھوں اور پاؤں کا سفید ہونا اس امت کی خصوصیت ہے | 19 | 504 | صلیبتہ کا لغوی اور شرعی معنی | 3 |
| 509 | ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر اور پیروں کو گتھنوں سے اوپر دھونے کی ممانعت پر علامہ ابن بطلال اور قاضی عیاض کے دلائل | 20 | 504 | اس اعتراض کا جواب کہ آیت وضوء سے یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد وضوء کیا جائے | 4 |
| 510 | | | 504 | اس اعتراض کا جواب کہ وضوء کا معروف اور مستنون طریقہ آیت وضوء کے خلاف ہے | 5 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 21 | علامہ ابن بطلال اور قاضی عیاض کے دلائل پر علامہ نووی شافعی اور علامہ عینی کا تبصرہ | 511 | 38 | باب ۷ | |
| 22 | علامہ ابن بطلال اور قاضی عیاض کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ | 511 | 39 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 521 |
| 23 | حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد | 512 | 40 | ”مضمضہ“ اور ”استنشاق“ کا معنی | 522 |
| 24 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 513 | 41 | نیا پانی لے کر سر کا مسح کرنا اور کانوں کے مسح کی تفصیل | 522 |
| 25 | باب ۴ | | 42 | شک کی وجہ سے وضوء نہ کرے حتیٰ کہ وضوء (ٹوٹنے کا یقین) ہو جائے | 513 |
| 26 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 514 | 43 | کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں مذاہب ائمہ | 523 |
| 27 | باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث | 514 | | الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل | 523 |
| 28 | اگر وضوء میں شک ہو جائے تو وضوء کرنے یا نہ کرنے میں مذاہب ائمہ | 514 | 44 | باب ۸ | |
| 29 | حدیث مذکور کے دیگر مسائل و فوائد | 515 | 45 | بر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور جہان کے وقت بھی وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق احادیث | 525 |
| 30 | باب ۵ | | 46 | وضوء میں تخفیف | 525 |
| 31 | حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل اور فوائد | 516 | 47 | باب مذکور کی حدیث کے رجال کا تعارف | 526 |
| 32 | کامل وضوء کرنا | 517 | 48 | شیطان رزق قضا اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی | 526 |
| 33 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 518 | 49 | شیطان کے ضرر پہنچانے کے محامل | 527 |
| 34 | ”عرفات“ شعب ”اور“ مزدلفہ کے معانی | 518 | 50 | اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رہنا اور پاکیزہ اولاد کی دعا کرنا اور ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا | 528 |
| 35 | عرفات اور مزدلفہ کے درمیان آپ کے کامل وضوء نہ کرنے کی توجیہ اور ان شارحین کا رد جنہوں نے اس وضوء کو استنجا پر محمول کیا | 519 | 51 | انسان کی تمام زندگی میں شیطان کا اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا | 528 |
| 36 | مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا اور حضرت اسامہ کے نماز یاد دلانے کی توجیہ | 520 | 52 | باب ۹ | |
| 37 | مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ | 520 | 53 | بیت الخلاء میں دخول کے وقت کیا کہے؟ | 528 |
| | | | 52 | ”خبث“ اور ”خبائث“ کا معنی اور اٹیچ ہاتھ میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت | 529 |
| | | | 53 | نبی ﷺ کی شیطان سے شہ سے پناہ کی دعا کی توجیہ | 529 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|--|------|
| 54 | بیت الخلاء میں دعا اور اذکار کی ممانعت اور جو تعویذ | 529 | 69 | امام ابو حنیفہ کی طرف سے حدیث مذکور سے | 538 |
| | مخلاف میں ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانے کا جواز | | | استدلال کے جوابات | |
| | باب: ۱۰ | | | باب: ۱۳ | |
| 55 | بیت الخلاء کے پاس پانی رکھنا | 530 | 70 | خواتین کا کھلے میدان میں قضاء حاجت کے لیے | 539 |
| 56 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 531 | | نکلتا | |
| 57 | بعض علماء کا پانی سے استنجاء کا انکار کرنا اور ان کے | | 71 | "المناصع" اور "افیح" کا معنی | 540 |
| | رد میں احادیث | 531 | 72 | حجاب کے تین مراتب | 540 |
| | باب: ۱۱ | | 73 | حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ | 541 |
| 58 | پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا | | 74 | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور ان کی رائے | 541 |
| | جائے لیکن جب عمارت میں ہو یا کسی دیوار یا اس | | | کی فضیلت | |
| | طرح کی کسی چیز کی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں | 531 | 75 | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت میں | 542 |
| 59 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت | | | آیت حجاب کا نازل ہونا | |
| | ایوب انصاری کا تذکرہ اور ان کی قبر کے پاس دعا | | 76 | حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ازدواج | 542 |
| | کا قبول ہونا | 532 | | مطہرات کو تنبیہ فرمانا | |
| 60 | قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ | | 77 | حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں مقام ابراہیم کو | 542 |
| | کرنے میں امام ابو حنیفہ کا مذہب | 534 | | مصلی بنانا | |
| 61 | امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تائید میں احادیث | 534 | 78 | حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ان مسلمانوں | |
| 62 | قضاء حاجت کے وقت داؤد ظاہری کے نزدیک | | | پر عتاب جنہوں نے غزوہ بدر میں قیدیوں سے | 543 |
| | مطلقاً قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز | 535 | | فدیہ لینے کو اختیار کیا تھا | |
| 63 | داؤد ظاہری کی دلیل کا رد | 535 | 79 | فدیہ لینے پر عتاب کی توجیہ | 544 |
| 64 | مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کی توجیہ | 535 | 80 | حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں منافقین کے | 544 |
| 65 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | 536 | | نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت | |
| | باب: ۱۲ | | 81 | حضرت عمر کے قول کے موافق "فتبارک اللہ | 545 |
| 66 | جو شخص قضاء حاجت کے لیے دوائیوں پر بیٹھا | 536 | | احسن الخالقین" کا نازل ہونا | |
| 67 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 537 | 82 | حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں شراب کی تحریم | 545 |
| 68 | حدیث مذکور سے بیت الخلاء میں قضاء حاجت | | | کا نازل ہونا | |
| | کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز اور | | 83 | حضرت عمر کا حضرت جبریل کی حمایت کرنا اور اس | 546 |
| | اس میں مذاہب ائمہ | 537 | | پر البقرہ: ۹۷ کا نازل ہونا | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 84 | حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی آیات کے نازل ہونے کا سبب | 546 | 101 | نیزہ ساتھ رکھنے کی حکمتیں | 553 |
| 85 | راستہ میں خواتین سے باتیں کرنے کا اور اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ کے حضرت عمر کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ | 546 | 102 | دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کی ممانعت | 554 |
| 86 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 547 | 103 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 555 |
| 87 | خواتین کے لیے اپنی ضروریات میں گھر سے نکلنے کی اجازت | 547 | 104 | پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت | 555 |
| 88 | جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب | 548 | 105 | باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث | 555 |
| 89 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | 548 | 106 | پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے | 556 |
| 90 | گھروں میں قضاء حاجت کرنا | 548 | 107 | پتھروں سے استنجا کرنا | 556 |
| 91 | حدیث مذکورہ کے رجال کا تعارف | 549 | 108 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 557 |
| 92 | باب: حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 549 | 109 | بذی اور گوبر سے استنجا کرنے کی ممانعت کی وجہ | 557 |
| 93 | پانی کے ساتھ استنجا کرنا | 550 | 110 | حضرت سواد بن قارب کو ایک جن کا رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر دینا اور ان کا یہ خبر سن کر اسلام لانا | 558 |
| 94 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 550 | 111 | محترم اشیاء سے استنجا کرنے کا عدم جواز اور دیگر مسائل | 559 |
| 95 | ”غلام“ اور ”اداوۃ“ کا معنی | 550 | 112 | باب ۲۱: گوبر سے استنجا نہ کرے | 559 |
| 96 | پانی سے استنجا کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث | 550 | 113 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 560 |
| 97 | پانی سے استنجا کرنے کے متعلق احادیث اور آثار | 551 | 114 | ابو عبیدہ کے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع پر داخل | 560 |
| 98 | کسی بڑے عالم کو چھوٹوں سے ایسی خدمت لینے چاہیے؟ | 552 | 115 | استنجا کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ | 561 |
| 99 | باب ۱۶: جس شخص کی طہارت کے لیے پانی لے جایا گیا | 552 | 116 | آیا تین پتھروں سے استنجا کرنا ضروری ہے یا دو پتھر بھی کافی ہیں؟ | 561 |
| 100 | باب ۱۷: استنجا کے لیے پانی کے ساتھ نیزہ کو اٹھانا | 553 | 117 | حافظ ابن حجر کا حدیث منقطع کو مرسل قرار دینا | 562 |
| | | | 118 | تین سے کم پتھروں سے استنجا کے جواز پر مزید دلائل | 562 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|---|------|
| 119 | گو برے نجس ہونے میں مذاہب فقہاء اور ابن حزم و داؤد اور دیگر مقلدین کا رد | 563 | 135 | پیروں کو دھویا جائے اور قدموں پر مسح نہ کیا جائے | 572 |
| | باب: ۲۲ | | | باب: ۲۷ | |
| 120 | ایک ایک بار وضوء کرنا | 564 | 136 | وضوء میں کلی کرنا | 573 |
| 121 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 565 | | باب: ۲۸ | |
| | باب: ۲۳ | | 137 | ایڑیوں کو دھونا | 574 |
| 122 | دو دو مرتبہ وضوء کرنا | 565 | | باب: ۲۹ | |
| 123 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 566 | 138 | پیروں کو جوتوں میں دھونا اور جوتوں پر مسح نہ کرے | 574 |
| | باب: ۲۴ | | 139 | امام بخاری کے عنوان میں جوتوں پر مسح کی ممانعت کی توجیہ | 575 |
| 124 | تین تین مرتبہ وضوء کرنا | 566 | | باب: ۳۰ | |
| 125 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 567 | 140 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 576 |
| 126 | سر پر مسح کی کیفیت اور سر پر مسح کی تعداد میں مذاہب | 567 | 141 | صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ | 576 |
| | | | 142 | کپڑوں اور ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا | 576 |
| 127 | نماز میں برے کاموں کا منصوبہ بنانا مذموم ہے اور نیک کاموں کا منصوبہ بنانا مستحسن ہے | 568 | 143 | احرام باندھنے کے وقت میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلیل | 577 |
| 128 | وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے کن گناہوں کی بخشش ہوگی؟ | 568 | 144 | باب: ۳۱ وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا | 577 |
| 129 | وضوء کے بعد دو رکعت نماز سنت وضوء ہے نہ کہ تحیۃ الوضوء | 569 | 145 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام عطیہ کا تذکرہ | 578 |
| 130 | علم دین پر تبلیغ کا واجب ہونا اور دیگر مسائل | 570 | 146 | حدیث مذکور میں آپ کی جس صاحبزادی کو غسل دینے کا ذکر ہے وہ حضرت سیدہ ام کلثوم ہیں یا سیدہ زینب؟ اور دیگر مسائل | 578 |
| 131 | وضوء میں ناک میں پانی ڈالنا | 570 | | باب: ۳۲ | |
| 132 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 571 | 147 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 579 |
| | باب: ۲۵ | | 148 | حدیث مذکور کے بعض مسائل | 579 |
| 133 | چھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنا | 571 | | باب: ۳۳ | |
| 134 | بیدار ہونے کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کو دھونے کا سنت ہونا اور اس کے ضمن میں متعدد مسائل | 572 | 149 | جب نماز کا وقت آئے تو پانی کو طلب کرنا | 579 |
| | | | 150 | آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کے متعدد واقعات | 580 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 151 | نبی ﷺ کے معجزات کا تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ عظیم ہونا | 581 | 167 | باب | |
| 152 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی احادیث کی شرح | 581 | | جب تم میں سے کسی ایک کے برتن سے کتا پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے | 591 |
| | باب: ۳۳ | | 168 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 591 |
| 153 | جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو (اس کا شرعی حکم) | | 169 | کتے کے جھوٹے کے متعلق مذاہب فقہاء | 591 |
| | | | 170 | کتے کے جھوٹے کے متعلق مذاہب فقہاء احناف کا مذہب | 592 |
| 154 | انسان کے بالوں کی طہارت یا نجاست میں مذاہب فقہاء | | 171 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 593 |
| | | | 172 | اللہ تعالیٰ کے شکر کا معنی | 593 |
| 155 | نبی ﷺ کے مونڈے ہوئے بالوں میں مذاہب فقہاء | | 173 | اللہ تعالیٰ کی بے نیازی | 594 |
| | | | 174 | حدیث مذکور سے کتے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب | 594 |
| 156 | الماءوردی کے نزدیک آپ کے بالوں اور آپ کے فضلات کا نجس ہونا | 583 | 175 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 594 |
| 157 | شیخ تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا | | 176 | مسجد میں کتوں کے آنے جانے اور پیشاب کرنے کی توجیہ | 595 |
| | | | 177 | کتوں کو ظاہر کہنے والوں کا رد اور کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی مزید توجیہات | 595 |
| 158 | بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کے نجس ہونا | 584 | | کتوں کی طہارت پر ملاساہن بطلان مانگی کے دلائل | 596 |
| 159 | اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات مبارکہ ظاہر ہیں | | 179 | ملاساہن بطلان مانگی کے دلائل کے جوابات | 596 |
| 160 | رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث | | 180 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 597 |
| | | | 181 | حدیث مذکور سے امام مالک کے کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب | 597 |
| 161 | کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد میں گزرتا | 588 | 182 | شکار کرنے کے بعض احکام | 598 |
| 162 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 589 | | باب: ۳۴ | |
| 163 | انسان کے سر سے بال الگ ہونے کے بعد ان کے ظاہر ہونے پر دلائل | | 183 | جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانہ کے راستے سے کسی چیز کے نکلنے سے وضو ہوتا ہے | 598 |
| 164 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 590 | 184 | حدیث مذکور کے مسائل | 603 |
| 165 | احباب کو عطیات عطاء کرنا اور دیگر مسائل | 590 | 185 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 604 |
| 166 | باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم میں | 591 | 186 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 605 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|--|------|
| 187 | قرائن اور قیافہ سے کوئی حکم لگانا | 606 | | باب: ۴۰ | |
| 188 | جماع کے دوران انزال سے پہلے الگ ہونے پر | 202 | 617 | وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا | |
| | صرف وضوء کا منسوخ ہونا اور وجوب غسل کے | 203 | | نبی ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی | |
| | متعلق احادیث - | 606 | 618 | طہارت اور برکت | |
| | باب: ۳۵ | | 619 | باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل | 204 |
| 189 | ایک شخص اپنے صاحب (آقا) کو وضوء کرائے | 607 | 620 | نبی ﷺ کے لعاب دہن کا پاکیزہ اور خوشبودار ہونا | 205 |
| 190 | وضوء کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور | 206 | 621 | باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل | 206 |
| | اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا | 608 | 621 | رسول اللہ ﷺ کا زمزم کے ڈول میں کلی فرمانا | 207 |
| | باب: ۳۶ | | 622 | باب: | |
| 191 | حدیث (وضوء نونے) کے بعد قرآن مجید پڑھنا | 608 | 622 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 208 |
| 192 | بے وضوء قرآن مجید پڑھنے کی تحقیق | 610 | 622 | مہربوت کا معنی اور مفہوم | 209 |
| | باب: ۳۷ | | 622 | مہربوت کے متعلق متعدد روایات | 210 |
| 193 | جس کے نزدیک صرف بھاری غشی سے وضوء | | 623 | مہربوت کے متعلق متعدد روایات کا حاصل | 211 |
| | واجب ہو جاتا ہے | 611 | 623 | مہربوت کی حکمت | 212 |
| | باب: ۳۸ | | | حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور | 213 |
| 194 | پورے سر کا مسح کرنا | 612 | 624 | بعض دیگر مسائل | |
| 195 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 613 | | وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق امام ابوحنیفہ کے | 214 |
| 196 | سر کے مسح میں مذاہب فقہاء | 614 | 624 | قول کو حافظ ابن حجر کا رد کرنا | |
| 197 | پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک | | | حافظ بدرالدین عینی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے | 215 |
| | کے دلائل | 614 | 624 | دفاع کرنا | |
| 198 | تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر | | | باب: ۴۱ | |
| | فقہاء شافعیہ کے دلائل | 614 | 614 | جس نے ایک چلو پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی | 216 |
| 199 | چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے | | 625 | دلائل | |
| | دلائل | 615 | | باب: ۴۲ | |
| 200 | تمام سر پر مسح کرنے کے جوابات | 615 | 625 | سر کا مسح ایک بار کرنا | 217 |
| | باب: ۳۹ | | | باب: ۴۳ | |
| 201 | پیروں کو نخنوں تک دھونا | 616 | 616 | مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضوء کرنا اور عورت کے | 218 |
| | | | 626 | بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|---|------|
| 219 | مردوں اور عورتوں کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنے کا جواز اور دیگر مسائل | 627 | 235 | باب: ۴۷ ایک لیٹر پانی سے وضوء کرنا | 634 |
| 220 | باب: ۴۴ نبی ﷺ کا اپنے وضوء کے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈالنا | 627 | 236 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 635 |
| 221 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 628 | 237 | وضوء اور غسل میں پانی کی مقدار کا معین نہ ہونا اور فرق اور ملوک کے معنی | 635 |
| 222 | کلالہ اور فرائض کا معنی | 628 | 238 | باب: ۴۸ موزوں پر مسح کرنا | 635 |
| 223 | نبی ﷺ کے وضوء کے پانی سے شفاء اور برکت کا حصول | 628 | 239 | موزوں پر مسح کرنے میں مذاہب فقہاء | 636 |
| 224 | باب: ۴۵ غضب اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضوء کرنا | 629 | 240 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 638 |
| 225 | ہر قسم کے مادے کے برتن میں وضوء کرنے کا جواز | 629 | 241 | باب: ۴۹ جب کسی شخص نے اپنے پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور وہ پاک تھے | 639 |
| 226 | جس برتن میں گلی کی ہو اس سے وضوء کرنے کا جواز | 630 | 242 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 639 |
| 227 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 631 | 243 | حافظ ابن حجر کے نزدیک موزے پہنتے وقت طہارت کاملہ کی شرط ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک حدیث کے وقت اس پر حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر اعتراض | 639 |
| 228 | آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ | 631 | 244 | فقہاء احناف کی طرف سے علامہ عینی کا جواب اور حافظ ابن حجر کا رد | 640 |
| 229 | آیا نبی ﷺ پر ازدواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟ | 631 | 245 | باب: ۵۰ جس شخص نے بکری کا گوشت اور سٹو کھا کر وضوء نہیں کیا | 641 |
| 230 | حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ | 632 | 246 | آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے کے متعلق احادیث | 642 |
| 231 | نبی ﷺ کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت | 632 | 247 | آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم اور اس کا منسوخ ہونا | 642 |
| 232 | نبی ﷺ کو بیماری میں زیادہ تکلیف زیادہ اجر کی موجب ہے | 633 | 248 | چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے پر ایک قتی اعتراض کا جواب | 643 |
| 233 | حدیث الباب کے دیگر مسائل | 633 | | | |
| 234 | باب: ۴۶ طشت کے پانی سے وضوء کرنا | 633 | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 249 | باب: ۵۱ | 644 | 263 | جن دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟ | 653 |
| 250 | جس نے سٹو کھانے کے بعد کلی کی اور وضو نہیں کیا | 644 | 264 | جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ | 653 |
| 251 | کھانا کھانے کے بعد کلی کرنے کا استحباب ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے طعام نکلوانا اور دیگر مسائل | 644 | 265 | تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کے ایصال ثواب کا ثبوت | 654 |
| 252 | باب: ۵۲ | 645 | 266 | قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت | 655 |
| 253 | کیا دودھ پینے کے بعد کلی کرے؟ | 645 | 267 | باب: ۵۶ | 656 |
| 254 | باب: ۵۳ | 646 | 268 | پیشاب کو دھونے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں | 657 |
| 255 | غیند سے وضو کرنا | 646 | 269 | باب: | 657 |
| 256 | اولگہ غیند کے جھوٹے اور غیند میں فرق | 647 | 270 | علماء دیوبند کا قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا اور اس قول کا ابطال اور رد | 658 |
| 257 | غیند سے وضو ہونے میں مذاہب | 648 | 271 | باب: ۵۷ | 659 |
| 258 | نماز میں غلبہ غیند کے وقت دوبارہ نماز پڑھنے کے فوائد اور اگر غیند کا غلبہ نہ ہو تو وضو کا نہ ٹوٹنا | 649 | 272 | باب: ۵۸ | 660 |
| 259 | باب: ۵۴ | 650 | 273 | نبی ﷺ اور لوگوں کا اعرابی کو چھوڑے رکھنا حتیٰ کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا | 661 |
| 260 | بغیر وضو ہونے کے وضو کرنا | 651 | 274 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 662 |
| 261 | ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث | 652 | 275 | زمین کے خشک ہونے سے اس کی طہارت پر اور ہر مانع چیز سے نجاست کے ازالہ پر احناف کے خلاف علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل | 663 |
| 262 | بر نماز کے لیے نیا وضو کرنا یا صرف مسواک کرنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی | 653 | 276 | زمین کے خشک ہونے سے اس کے پاک ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل | 664 |
| | باب: ۵۵ | 654 | 277 | ہر مانع چیز سے ازالہ نجاست پر فقہاء احناف کے دلائل | 665 |
| | گنہ کبیرہ کی تعریف صغیرہ اور کبیرہ میں فرق اور کبار کے متعلق حدیث | 655 | 278 | خت زمین پر پانی بہانے اور نرم زمین کو کھودنے کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب پر دلائل | 666 |
| | ”حافظ“ اور ”نمیمہ“ کا معنی | 656 | 279 | مسجد میں کیا کام جائز ہیں اور کیا کام مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا کام حرام ہیں؟ | 667 |
| | اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا | 657 | 280 | زیادہ برائی کے مقابلے میں کم برائی کو اختیار کر لینا | 668 |
| | | 658 | 281 | چاہیے | 669 |

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار | صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|------|---|-----------|--------|---|-----------|
| 277 | اس اعتراض کا جواب کہ جب مسجد دھوپ سے خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے تو اس پر پانی کیوں بہایا گیا؟ | 294 | باب ۶۰ | کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا | 671 |
| 278 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | 295 | باب ۶۱ | غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات | 672 |
| 279 | باب ۵۸ | 296 | باب ۶۲ | کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے حکم میں مذاہب | 672 |
| 280 | مسجد میں پیشاب پر پانی بہانا | 297 | باب ۶۳ | کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث کے معارض | 672 |
| 281 | حدیث مذکور کا مکمل متن | 298 | باب ۶۴ | احادیث کی توجیہات | 672 |
| 282 | اس اعتراض کا جواب کہ مبعوث تو رسول اللہ ﷺ تھے پھر صحابہ کو کیوں مبعوث قرار دیا؟ | 299 | باب ۶۵ | نبی ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی توجیہات | 673 |
| 283 | آسان احکام پر فتویٰ دینا چاہیے | 300 | باب ۶۶ | حدیث مذکور کے دیگر فوائد | 673 |
| 284 | باب | 301 | باب ۶۷ | اپنے کسی ساتھی یا دیوار کی آڑ میں پیشاب کرنا | 673 |
| 285 | پیشاب پر پانی بہادے | 302 | باب ۶۸ | حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد | 674 |
| 286 | حافظ ابن حجر کی شرح پر تنقید | 303 | باب ۶۹ | قوم کے کچرا گھر کے پاس پیشاب کرنا | 674 |
| 287 | بچوں کے پیشاب کا حکم | 304 | باب ۷۰ | کپڑوں پر پیشاب لگنے سے کپڑے کو کاٹ دینے کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد | 674 |
| 288 | پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی چھڑکنے کے متعلق احادیث | 305 | باب ۷۱ | پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق ہماری شریعت میں سختی نہیں ہے | 675 |
| 289 | "نضح" کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا | 306 | باب ۷۲ | خون کو دھونا | 675 |
| 290 | اس کی ایک حدیث سے وضاحت | 307 | باب ۷۳ | "حت" "فروص" اور "نضح" کا معنی | 676 |
| 291 | دوسرا احادیث سے اس کی تائید کہ "نضح" کا معنی دھونا اور پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا | 308 | باب ۷۴ | برائے چیز سے نجاست کے ازالہ کی دلیل | 676 |
| 292 | دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے کے متعلق احادیث اور آثار | 309 | باب ۷۵ | قلیل نجاست کی مقدار میں مذاہب فقہاء | 677 |
| 293 | حدیث کے معنی کی وضاحت | 310 | باب ۷۶ | فقہاء احناف کے نزدیک قلیل نجاست کی مقدار | 678 |
| | حافظ ابن حجر کے حدیث مذکور سے استنباط کردہ مسائل اور ان پر حافظ یحییٰ کا تعاقب | 311 | باب ۷۷ | قلیل نجاست کا معیار آیا درہم کی چوڑائی ہے یا اس کا وزن؟ | 678 |
| | حافظ ابن حجر کے فقہاء احناف کے مذہب پر اعتراضات | 312 | باب ۷۸ | باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل | 679 |
| | مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے جوابات | | باب ۷۹ | حیض اور استحاضہ کا معنی | 680 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 313 | اس اشکال کا جواب کہ آپ نے حیض ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم دیا حالانکہ اس سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے | 680 | 328 | حافظ ابن حجر کا کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنے کو بدعت قرار دینا اور مصنف کے نزدیک اس کا سنبت ثابت ہونا | 689 |
| 314 | حائضہ عورت کو پیش آنے والے دیگر مسائل | 680 | 329 | جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت اور نجاست میں مذاہب فقہاء | 690 |
| 315 | منی کو دھونا اور اس کو کھرچنا اور عورت سے جو چیز بدن پر لگے اس کو دھونا | 681 | 330 | گوبر پر نماز پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد | 691 |
| 316 | منی کے طاہر یا نجس ہونے میں مذاہب فقہاء | 682 | 331 | ”عکسل یا عربینہ“ حوۃ“ اور ”لقاح“ کے معانی | 692 |
| 317 | منی کی طہارت پر امام شافعی اور امام احمد کے دلائل | 682 | 332 | ہر جاندار کے پیشاب کا حرام ہونا ضرورت کے وقت حرام سے علاج عربین کی آنکھوں میں گرم | 692 |
| 318 | علماء احناف کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات | 682 | 333 | سلاخیاں پھیرنے اور ان کو پانی نہ دینے کی توجیہ | 692 |
| 319 | صحابہ کرام کا منی آلودہ کپڑے کو دھونا یا اس سے منی کھرچنا | 683 | 334 | بکریوں کے قرب میں پاک جگہ پر نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت | 694 |
| 320 | منی کے نجس ہونے پر عقلی دلیل | 684 | 335 | بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور اونٹوں کو شیطان فرمانے کی توجیہ | 694 |
| 321 | منی کے طاہر ہونے پر فقہاء شافعیہ کے عقلی دلائل اور ان کے جوابات | 684 | 336 | حافظ ابن حجر کا کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے کی طرف لوٹ آنا اور بکریوں اور اونٹوں کا فرق بیان کرنا | 695 |
| 322 | رطوبت فرج کا شرعی حکم | 685 | 337 | اونٹ کا حقیقت میں شیطان نہ ہونا | 695 |
| 323 | باب: ۶۵ | | 338 | باب: ۶۶ | |
| 324 | جب جنابت کو دھویا یا کسی اور نجاست کو اور اس کا اثر نہیں گیا | 686 | 339 | تکھی اور پانی میں نجاستوں کا واقع ہونا | 695 |
| 325 | صحیح ابن خزیمہ کی ایک حدیث سے حافظ ابن حجر کا منی کی طہارت پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات | 687 | 340 | فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار | 696 |
| 326 | باب: ۶۶ | | 340 | باب: ۶۷ | |
| 327 | اونٹوں، چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب کا حکم اور ان کے باڑوں کا حکم | 688 | 340 | مردہ جانور کی ہڈیوں کی طہارت میں مذاہب فقہاء | 697 |
| | امام بخاری کی تعلیق مذکور کی اصل اور اس تعلیق میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی | 688 | | جسے ہوئے گھی اور پچھلے ہوئے گھی کا فرق | 698 |
| | تعلیق مذکور سے امام بخاری کا مقصود | 689 | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|--|------|
| 341 | اعلیٰ حضرت کے نزدیک ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے | 698 | 358 | غیز اور نشہ آور مشروب کے ساتھ وضو کرنا جائز نہیں ہے | 708 |
| 342 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 699 | | | |
| 343 | شہید کے خون کے مشک کی طرح خوشبودار ہونے کے فوائد | 699 | 359 | غیز کا لغوی معنی | 708 |
| | | | 360 | فقہاء احناف کے نزدیک غیز کی تعریف | 708 |
| | | | 361 | فقہاء حنبلیہ کے نزدیک غیز کی تعریف | 709 |
| 344 | ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا | 700 | 362 | فقہاء شافعیہ کے نزدیک غیز سے وضو کرنے کا حکم | 709 |
| 345 | کثیر پانی کے لیے قلتین معیار نہیں ہے اور دیگر فوائد | 700 | 363 | غیز سے وضو کے جواز کے متعلق احادیث | 710 |
| | | | 364 | فقہاء مالکیہ کے نزدیک غیز سے وضو کرنے کا حکم | 710 |
| | | | 365 | فقہاء حنبلیہ کے نزدیک غیز سے وضو کرنے کا حکم | 710 |
| 346 | باب: ۶۸ | | 366 | فقہاء احناف کے نزدیک غیز سے وضو کرنے کا حکم | 711 |
| | جب نمازی کی پشت پر کوئی گندگی ڈال دی جائے یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی | 701 | 367 | غیز سے وضو کرنے پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث ضعیف ہے | 712 |
| 347 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 703 | 368 | حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب | 713 |
| 348 | "سلی" کے معنی کی تحقیق اور اس کے معنی میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی | 703 | 369 | حافظ ابن حجر کا دوسرا اعتراض کہ غیز سے وضو کرنا منسوخ ہے | 714 |
| 349 | اس حدیث میں مذکور بعض معین اشخاص کے اسماء کا تعارف | 704 | 370 | حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب | 714 |
| 350 | سید وفا طہر رضی اللہ عنہا | 704 | 371 | خمر کا مطلقاً حرام ہونا اور غیر خمر مشروب کی صرف اس مقدار کا حرام ہونا جو نشہ آور ہو | 715 |
| 351 | ابو جہل لعنہ اللہ علیہ | 704 | 372 | الیو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنے کا شرعی جواز | 716 |
| 352 | نبی ﷺ کی دعائے ضرر کو بددعاء کہنے کا عدم جواز | 705 | 373 | باب مذکور کی حدیث کی تحقیق شرح صحیح مسلم میں | 716 |
| 353 | اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟ | 705 | | | |
| 354 | اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم | 705 | | | |
| 355 | نبی ﷺ کے دعائے ضرر کرنے کی توجیہ | 706 | | | |
| | باب: ۷۰ | | | | |
| 356 | کپڑے میں تھوک زینت اور اس کی مثل کا حکم | 707 | 374 | عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھونا | 717 |
| 357 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 708 | 375 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 718 |
| | | | 376 | باب مذکور کی حدیث کی زیادہ تفصیل | 718 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|---|------|
| 377 | خواتین کے لیے اپنے محارم کا علاج کرنے کا جواز | | | ابتداء میں دھونے اور غسل کے بعد دھونے کی احادیث میں تطبیق | 728 |
| 378 | انبیاء پر تکلیفوں کی حکمت علاج کی مشروعیت اور اپنی علمی فضیلت کو بیان کرنے کا جواز | 718 | 3 | غسل کے بعد پیروں کو دھونے کی تصریح منی اور جماع کے بعد نکلنے والی رطوبت فرج کی نجاست پر دلیل | 729 |
| | آیا نبی ﷺ نے احد میں خون آلود کرنے والے کفار کے لیے دعا مغفرت کی تھی یا نہیں؟ | 719 | | | |
| | باب: ۷۳ | | | باب: ۲ | |
| 379 | مسواک کرنا | 720 | 4 | مرد کا عورت کے ساتھ غسل کرنا | 729 |
| 380 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 721 | 5 | مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز اور ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی تحقیق | 730 |
| 381 | بعض الفاظ کے معانی | 721 | | | |
| 382 | مسواک کرنے کا سنت مؤکدہ ہونا | 721 | | | |
| 383 | مسواک کرنے کا طریقہ | 721 | | | |
| | باب: ۷۴ | | | باب: ۳ | |
| 384 | بڑی عمر کے شخص کو مسواک دینا | 722 | 6 | تقریباً ۴ چار لیٹر پانی سے غسل کرنا | 731 |
| 385 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 723 | 7 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 731 |
| 386 | اصل حدیث جس کا اختصار کیا گیا | 723 | 8 | حضرت عائشہ کا اپنے محارم کو حجاب کے پیچھے غسل کر کے دکھانا | 732 |
| 387 | بڑی عمر والے کی فضیلت | 723 | 9 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 733 |
| | باب: ۷۵ | | 10 | غسل طہارت کے لیے چار لیٹر پانی کا کافی ہونا اور صرف تہ بند باندھ کر نماز پڑھنے کا جواز | 733 |
| 388 | اس شخص کی فضیلت جو وضوء کر کے رات کو سویا | 723 | 11 | نگے سر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے | 733 |
| 389 | دعا میں مذکور بعض کلمات کے معانی | 724 | | | |
| 390 | ”وَبْنِيكَ الَّذِي ارْسَلْتَ“ کی ”وہ رسولک الذی ارسلت“ پر جوہ ترجیح | 725 | 12 | جس شخص نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا | 734 |
| 391 | روایت بالمعنی کا جواز رات کو وضوء کر کے اور اللہ کا ذکر کر کے سونا، دائیں کروٹ پر سونا اور موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی دعا کرنا | 726 | 13 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 734 |
| | ۵ - کتاب الغسل | | 14 | حدیث مذکور کی شرح | 735 |
| | باب: ۱ | | | باب: ۵ | |
| 1 | غسل سے پہلے وضوء کرنا | 728 | 15 | ایک بار پانی ڈال کر غسل کرنا | 735 |
| 2 | غسل سے پہلے وضوء کا سنت ہونا اور پیروں کو | | 16 | غسل کے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتداء کرنا | 736 |
| | | | 17 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 736 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 18 | حدیث مذکور کی شرح | 736 | 32 | شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح | 745 |
| | باب: ۷ | | 33 | آیا آپ کی ازواج گیارہ تھیں یا نو؟ اس کی تحقیق | 746 |
| 19 | (غسل) جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا | 737 | 34 | ہمارے نبی ﷺ کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر تھی | 747 |
| 20 | غسل جنابت میں غرارے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت کی تحقیق | 737 | 35 | مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا | 748 |
| 21 | تولیے سے بدن کو پونچھنا | 738 | | باب: ۱۳ | |
| 22 | وضوء اور غسل کے قطرات کا نجس نہ ہونا | 739 | 36 | جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا | 748 |
| 23 | باب: ۸ | | 37 | احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں امام مالک کا مذہب | 749 |
| 24 | ہاتھ کو منی کے ساتھ ملنا تا کہ وہ صاف ہو جائے | 740 | 38 | احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب | 750 |
| | باب: ۹ | | 39 | باب: ۱۵ | |
| 25 | باب: ۱۰ | | 40 | باب: ۱۶ | |
| 26 | باب: ۱۱ | | 41 | باب: ۱۷ | |
| 27 | باب: ۱۲ | | 42 | باب: ۱۸ | |
| 28 | باب: ۱۳ | | 43 | باب: ۱۹ | |
| 29 | باب: ۱۴ | | | باب: ۲۰ | |
| 30 | باب: ۱۵ | | | باب: ۲۱ | |
| 31 | باب: ۱۶ | | | باب: ۲۲ | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|---|------|-----------|--|------|
| 764 | باب: ۱۸ غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا | 753 | 55 | اہل فضل کا احترام، غسل جنابت کو مؤخر کرنے کا جواز اور جب جنبی کے جسم پر نجاست نہ ہو تو اس کے اعضاء کا ظاہر ہونا | 764 |
| 765 | باب: ۱۹ جس نے غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کی | 755 | 56 | باب: ۲۴ جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے | 765 |
| 766 | باب: ۲۰ جس نے تنہائی میں برہنہ غسل کیا اور جس نے ستر کیا تو ستر افضل ہے | 756 | 57 | بغیر وضوء کیے جنبی کے کھانے پینے میں مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد | 766 |
| 766 | باب: ۲۱ غسل میں لوگوں کے سامنے پردہ کرنا | 757 | 58 | باب: ۲۵ جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں ہونا | 766 |
| 767 | باب: ۲۲ جب عورت کو احتلام ہو | 758 | 59 | باب مذکور کی حدیث کا سنن کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب | 767 |
| 768 | باب: ۲۳ جنبی کا پسینہ اور مسلم نجس نہیں ہوتا | 759 | 60 | باب: ۲۶ جنبی کا سونا | 767 |
| 769 | باب: ۲۴ حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا، کتب شافعیہ بلکہ کتب مذاہب اربعہ بلکہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے | 760 | 61 | جنبی کے سونے اور کچھ کھانے سے پہلے اور دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء یا غسل کرنے کی تحقیق اور اس میں مذاہب ائمہ | 768 |
| 770 | باب: ۲۵ کافر اور اس کے پسینہ کی طہارت پر فقہاء مالکیہ کے دلائل | 761 | 62 | جنبی کے لیے کچھ کھانے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا | 769 |
| | | 762 | 63 | دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا | 769 |
| | | 763 | 64 | نبی ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی ازواج کی تعداد اور ان کے اسماء | 770 |
| | | | 65 | نبی ﷺ کی کل ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب اور ان کی تعداد جو آپ سے پہلے فوت ہو گئیں اور جن کے ساتھ آپ نے دخول کیا اور جن کے ساتھ آپ نے دخول نہیں کیا اور جن کو صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور | |

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار | صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|------|--|-----------|------|--|-----------|
| 780 | باب: ۲۹ | 78 | 771 | جن خواتین نے خود کو آپ کے اوپر پیش کیا ان سب کے اسماء | 66 |
| 781 | جسم پر جو رطوبت فرج لگ جائے اس کا دھونا | 79 | 771 | ازواج مطہرات کے سنین و فوات اور مقام تدفین | 67 |
| 781 | کتاب الغسل میں امام بخاری کی عبارت پر بحث و نظر | 80 | 772 | نبی ﷺ کا متعدد نکاح کرنا تبلیغ اسلام احکام شرعیہ کی ترویج اور ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے دوست نوازی اور تشریحی مقاصد کے لیے تھا نہ کہ شہوت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے | 68 |
| 781 | علامہ ابن العربی کے امام بخاری پر دو اعتراض کہ امام بخاری نے اس صورت میں غسل کو مستحب کہا ہے حالانکہ یہ غسل واجب ہے اور انہوں نے ضعیف السند حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا | 81 | 774 | باب: ۲۷ | 69 |
| 782 | حافظ ابن حجر کی طرف سے امام بخاری پر پہلے اعتراض کا جواب | 82 | 775 | جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں | 70 |
| 782 | حافظ ابن حجر کے جواب پر علامہ عینی کی جرح | 83 | 776 | چار شاخوں کا معنی | 71 |
| 783 | حافظ ابن حجر کا علامہ ابن العربی کے دوسرے اعتراض کے جواب سے گریز | 84 | 776 | نفس دخول بلا انزال سے آیا صرف وضوء واجب ہوتا ہے یا غسل؟ | 72 |
| 783 | رطوبت فرج کی طہارت یا نجاست کے متعلق فقہاء شافعیہ کے دو قول | 85 | 776 | وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس دخول بلا انزال سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل | 73 |
| 784 | رطوبت فرج کی طہارت اور نجاست کے متعلق مذاہب احناف | 86 | 777 | جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نفس دخول سے غسل واجب ہوتا ہے خواہ انزال نہ ہو | 74 |
| 784 | ”کتاب الغسل“ کا اختتام | 1 | 777 | جن احادیث میں مذکور ہے کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے وہ احتلام اور خواب پر محمول ہیں | 75 |
| 785 | ۶ - کتاب الحيض | 2 | 778 | غسل انزال سے واجب ہوتا ہے یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اب منسوخ ہو چکا ہے اب دخول بلا انزال سے بھی غسل واجب ہوتا ہے | 76 |
| 785 | حيض کا لغوی اور اصطلاحی معنی | 3 | 779 | قیاس سے اس کا ثبوت کہ نفس دخول غسل کا موجب ہے خواہ انزال نہ ہو | 77 |
| 785 | حيض کے متعلق قرآن مجید کی آیت کی تفسیر | 4 | 779 | دو شرط گاہوں کے ملنے سے خواہ انزال نہ ہو وجوب غسل کے حکم میں امام مالک امام احمد اور شافعی کی تصریح | |
| 786 | باب: ۱ | 5 | | | |
| 786 | حيض کی ابتداء کس طرح ہوئی اور نبی ﷺ کا ارشاد: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے | 6 | | | |
| 787 | باب: | | | | |
| 787 | نفاس والی عورتوں کو جب نفاس آئے تو انہیں حکم دینا | | | | |
| 787 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | | | | |
| 787 | حائض، نفاس اور جنبی کے طواف کے احکام | | | | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|--|------|
| 7 | شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح | 787 | 799 | کے طواف کے | 799 |
| | باب: ۲ | | | جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کے جواز پر امام | |
| 8 | حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور اس میں کنگھی کرنا | 788 | 799 | بخاری کے دلائل اور مصنف کے جوابات | 799 |
| 9 | بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لینے کا جواز | 789 | | جمہور فقہاء کے نزدیک جنبی اور حائض کے قرآن | |
| 10 | حائض کو چھونے اور اس کو مس کرنے کا جواز | 789 | | پڑھنے کی ممانعت اور ان کی متدل حدیث کی سند | |
| 11 | جنبی اور حائض کے جسم پر صرف حکمی نجاست ہے | 790 | 803 | کی تحقیق | 803 |
| | باب: ۳ | | | باب: ۸ | |
| 12 | مرد کا اپنی حائض بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا | 790 | 804 | استحاضہ کا بیان | 804 |
| 13 | حائض اور جنبی کو قرآن مجید کے چھونے اور پڑھنے | | | باب: ۹ | |
| | کی ممانعت اسی طرح بے وضوء کو بھی | 791 | 804 | حیض کے خون کو دھونا | 804 |
| | باب: ۴ | | | باب: ۱۰ | |
| 14 | جس نے نفاس پر حیض کا اطلاق کیا | 792 | 805 | استحاضہ کا اعتکاف | 805 |
| 15 | ”خمیصہ“ اور ”خمیلہ“ کے معنی | 792 | | اعتکاف میں بیٹھنے والی آپ کی زوجہ کی تعیین اور | |
| 16 | باب کے عنوان کی وضاحت اور حائض کے بعض احکام | 793 | 806 | استحاضہ کے اعتکاف میں بیٹھنے کا جواز | 806 |
| 17 | نفاس والی عورتوں کے احکام | 793 | | باب: ۱۱ | |
| | باب: ۵ | | | آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس | |
| 18 | حائض کے ساتھ مباشرت کرنا یعنی اس کے جسم کو | | 806 | میں اس کو حیض آیا تھا؟ | 806 |
| | اپنے جسم کے ساتھ لپٹانا | 793 | | باب: ۱۲ | |
| 19 | مباشرت کا معنی اور حائض سے مباشرت کی اقسام | 794 | 807 | حیض سے غسل کرتے وقت عورت کا خوشبو لگانا | 807 |
| | باب: ۶ | | 808 | ”کست اظفار“ کے معنی کی تحقیق | 808 |
| 20 | حائض کا روزے کو ترک کر دینا | 796 | 808 | شوہر کی موت پر سوگ کرنے کا وجوب | 808 |
| 21 | لعن کفر اور عقل کے معانی اور عورتوں کا ناقص العقل | | | باب: ۱۳ | |
| | اور ناقص الدین ہونا اکثری حکم ہے کھلی نہیں ہے | 797 | | جب عورت حیض سے طہارت حاصل کرے تو اس | |
| 22 | خواتین کو وعظ کرنا عیدین اور جمعہ کے لیے خواتین | | | کو اپنے جسم کو ملنا اور وہ کیسے غسل کرے اور وہ مشک | |
| | کو مسجد میں جانے سے فقہاء کا منع کرنا وعظ کا | | 809 | کا ٹکڑا لے کر اس سے خون کے نشان کو صاف کرے | 809 |
| | طریقہ اور حدیث مذکور کے دیگر متعدد فوائد | 798 | 809 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 809 |
| | باب: ۷ | | | سوال کرنے والی عورت کی تعیین حیض کی بدبو | |
| 23 | حائض تمام مناسک حج ادا کرے سوائے بیت اللہ | | | زائل کرنے کے لیے فرج پر غسل کے وقت خوشبو | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| | لگانا اور دیگر مسائل | 810 | | باب ۲۱ | |
| 37 | حیض میں غسل کرنا | 810 | 817 | حائض کے ساتھ سونا جبکہ وہ حیض کے پیزے پہنچے ہو | 50 |
| 38 | حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا | 811 | | باب ۲۲ | |
| 39 | حدیث: ۲۹۴ میں حضرت عائشہ کے حج کے احرام باندھنے کا ذکر ہے اور اس باب کی حدیث میں ان کے عمرہ کا احرام باندھنے کا ذکر ہے آیا یہ حدیث غلط ہے یا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہے؟ | 811 | 818 | جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے | 51 |
| 40 | دونوں حدیثوں میں تطبیق | 812 | | باب ۲۳ | |
| 41 | حیض سے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا | 813 | 819 | حائض کا عیدین اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور عید گاہ سے نکل جانا | 52 |
| 42 | گوشت کا وہ ٹوٹھرا جس کی شکل و صورت نمایاں ہو یا نہ ہو | 813 | 820 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 53 |
| 43 | اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی قضاء و قدر کا علم ہونا اور نبی ﷺ کے علم قیامت پر استدلال | 814 | 820 | ”عواتق“ قصر بنی خلف “ اور ”جلیباب“ وغیرہ کے معانی | 54 |
| 44 | حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟ | 814 | 820 | نماز عید کے لیے خواتین کے عید گاہ میں جانے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب | 55 |
| 45 | حیض کا آنا اور جانا | 815 | 822 | حدیث مذکور کے دیگر مسائل | 56 |
| 46 | حیض کے آنے اور جانے کی علامتیں | 815 | | باب ۲۴ | |
| 47 | حائض نماز کی قضاء نہ کرے | 816 | | جب عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں اور حیض میں عورتوں کی جو تصدیق کی جاتی ہے اور ان سے حیض کو اس صورت میں محمول کیا جاتا ہے جو ممکن ہو | 57 |
| 48 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 817 | 823 | ایک ماہ میں تین حیض گزرنے سے دعویٰ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب | 58 |
| 49 | سوال کرنے والی عورت کا نام اور ”حروریۃ“ کا معنی | 817 | 824 | حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب ائمہ | 59 |
| | | | 825 | باب ۲۵ | |
| | | | 826 | غیر ایام حیض میں پیلا اور سفید رنگ | 60 |
| | | | 826 | حیض کے خون کے رنگ | 61 |
| | | | 827 | پیلے اور سفید رنگ کے حیض ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ | 62 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|---|-------|------|
| 63 | استحاضہ کی رگ | 827 | ۷ - کتاب التیمم | 841 | |
| 64 | حدیث مذکور میں مستحاضہ کے نام میں ائمہ حدیث کا اختلاف | 828 | باب: ۱ | | |
| 65 | جس کا خون مسلسل جاری ہو آیا وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا دو نمازوں کے لیے یا ہر روز غسل کرے گی؟ | 829 | اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو“ (النساء: ۴۳ المائدہ: ۶) | 841 | |
| 66 | جس عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے | 830 | البیداء اور ذات الحیش کا تعین اور غزوہ بنو مطلق اور غزوہ المرہ - سبع کی تاریخ | 842 | |
| 67 | ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ | 830 | ہارٹنے کے سلسلہ میں دو حدیثوں میں تعارض کا جواب | 843 | |
| 68 | حائض سے طواف وداع کا ساقط ہو جانا اور طواف زیارت کا کسی سے ساقط نہ ہونا | 831 | آیت تیمم کے نزول کا واقعہ منافقوں کے تہمت لگانے کے واقعہ کے بعد کسی غزوہ کا ہے | 843 | |
| 69 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 831 | حدیث مذکور سے بیس مسائل کا استنباط | 843 | |
| 70 | اپنے قول سابق سے رجوع کرنے کی تحقیق | 832 | رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر ایک اعتراض کا جواب | 846 | |
| 71 | باب: ۲۸ | | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 847 | |
| 72 | جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے | 836 | نبی ﷺ کے مزید بارہ خصائص | 847 | |
| 73 | باب: ۲۹ | | نبی ﷺ کے ۸۵ خصائص | 849 | |
| 74 | نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کا طریقہ | 837 | وفات کے بعد نبی ﷺ کے ۱۰ خصائص | 849 | |
| 75 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 837 | باب نبوت کے ساتھ متعلق آٹھ خصائص | 849 | |
| 76 | زچگی میں فوت ہونے والی عورت کا نام اور نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں مذاہب فقہاء | 838 | شریعت کے ساتھ مختص نو خصائص | 849 | |
| 77 | باب: ۳۰ | | نماز کے ساتھ مختص نو خصائص | 849 | |
| | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 839 | جہاد کے متعلق نو خصائص | 849 | |
| | حائض کا نجس نہ ہونا عورت کا نمازی کے سامنے ہونے کے جواز اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنے کی تحقیق | 839 | نکاح کے باب میں پندرہ خصائص | 850 | |
| | کتاب الحیض کا اختتام | 840 | نبی ﷺ کے پچیس جامع خصائص | 850 | |
| | | | حدیث مذکور شرح صحیح مسلم میں | 851 | |
| | | | باب: ۲ | | |
| | | | جب کوئی شخص پانی پائے نہ مٹی | 851 | |
| | | | حدیث میں اس کی تصریح کہ صحابہ نے بغیر وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھی تھی | 852 | |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ | نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---|------|
| 20 | "فاقد الطہورین" (جو شخص وضوء اور تیمم پر قادر نہ ہو) کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف | 852 | 38 | دوبار پاک مٹی پر ہاتھ ماد کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کے متعلق احادیث اور آثار | 863 |
| 21 | "فاقد الطہورین" کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف | 853 | 39 | چہرے پر مٹی کا لپ نہ کیا جائے | 864 |
| 22 | "فاقد الطہورین" کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف | 853 | | باب: ۵ | |
| 23 | "فاقد الطہورین" کے متعلق فقہاء احناف کا موقف | | 40 | چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنا | 864 |
| 24 | مذہب اربعہ کا خلاصہ اور مصنف کی تحقیق | 854 | 41 | تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ | 866 |
| | باب: ۳ | | 42 | حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لیے تیمم کا جواز | 866 |
| 25 | شہر میں تیمم کرنا جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو | 855 | 43 | جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز کے اعادہ کی تفصیل | 867 |
| 26 | نماز فوت ہونے کے خوف سے شہر میں تیمم کے جواز پر آثار صحابہ سے استدلال | 855 | 44 | محدث کے اعضاء یا کپڑوں پر نجاست ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تفصیل | 867 |
| 27 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 857 | 45 | اس کی تفصیل کہ کسی عذر کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ نہیں ہے | 867 |
| 28 | حالیہ جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے پر دلیل | | 46 | زمین کی جنس سے تیمم کرنے کے جواز میں مذاہب ائمہ | 867 |
| 29 | باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث | 858 | 47 | تیمم کر کے فرض نماز نوافل اور نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ | 868 |
| 30 | شہر میں تیمم کرنے کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ | 858 | 48 | فقہاء احناف کے نزدیک ایک تیمم سے دو فرض نمازوں کے پڑھنے کا جواز اور اس پر دلائل | 868 |
| 31 | شہری اور تندرست کے تیمم کے جواز پر علامہ ابن بطلال کے دلائل کے جوابات | 859 | 49 | حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ کا فقہاء شافعیہ کے برعکس تیمم میں کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کو صحیح قرار دینا | 869 |
| 32 | باب مذکور کی حدیث کو منسوخ قرار دینے کے جوابات | 860 | 50 | امام ترمذی کا کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو بعض اہل علم کے حوالے سے ضعیف قرار دینا | 869 |
| 33 | کیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں پر پھونک مارے؟ | 860 | 51 | امام شافعی اور فقہاء شافعیہ کا ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو رد کرنا اور اس کو اجماع مسلمین کے خلاف قرار دینا | 870 |
| 34 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 861 | 52 | تیمم کے متعلق حضرت عمار کی مضطرب روایات | 871 |
| 35 | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم کا جائز نہ ہونا | 861 | | | |
| 36 | قیاس اور اجتہاد پر دلیل | 862 | | | |
| 37 | تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ | 862 | | | |

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار | صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|------|--|-----------|------|--|-----------|
| 889 | نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد اول کی ڈائری | ☆ | | باب: ۶ | |
| 891 | ماخذ و مراجع | ☆ | | پاک منی مسلمان کے لیے آلہ طہارت ہے اور اس کو پانی سے کافی ہے | 53 |
| | | | 872 | حدیث مذکور کے رجال کا تعارف | 54 |
| | | | 875 | حدیث مذکور میں جس سفر کا ذکر ہے اس کی تعیین | 55 |
| | | | 876 | اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا ہے تو آپ کو سورج کے طلوع کا پتا کیوں نہیں چلا | 56 |
| | | | 876 | اگر انسان کی تقصیر کے بغیر نماز قضاء ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوگی | 57 |
| | | | 877 | حدیث مذکور سے تمہیں سے زیادہ مسائل کا استنباط | 58 |
| | | | 877 | "الصابین" کے معنی میں اختلاف اور البقرہ: ۶۲ کی تفسیر | 59 |
| | | | 880 | حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں | 60 |
| | | | 881 | باب: ۷ | |
| | | | | جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض یا موت کا خطرہ ہو یا انسان کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کر لے | 61 |
| | | | 881 | حضرت عمرو بن العاص کے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی تفصیل اور اس حدیث کی تشریح | 62 |
| | | | 882 | باب کے عنوان کی تائید میں ایک اور حدیث اور اس کی تشریح | 63 |
| | | | 883 | باب: ۸ | |
| | | | 884 | تیمم میں ایک ضرب ہے | 64 |
| | | | | صحابہ کرام کا مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود باہمی تعظیم و تکریم کو قائم رکھنا | 65 |
| | | | 886 | باب: ۹ | |
| | | | 886 | "کتاب التیمم" کی تکمیل اور نعمۃ الباری کی جلد اول کا اختتام | ☆ |
| | | | 887 | | |



سرنامہ

بہ حضور باعث تخلیق کائنات، فخر موجودات
علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الذي جعلنا من المسلمين ووصفنا بخير أمة من الأمم الماضية وانعم علينا بتبجيل القرآن الكريم وهدانا به إلى الصراط المستقيم والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين الذي شرح الفرقان بأحاديثه وبيانه القويم وكشف عن أسرارہ وعوامد الهداية للناس أجمعين وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المين وعلى آله الطيبين وأصحابه الطاهرين الذين قاموا باتساعة الذين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم وعلى أزواج الطاهرات مهبات المومنين وعلى جميع الأنمة التابعين من المفسرين وأخذئين المخلصين الكاملين إلى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير إلى مولاه القدير غلام رسول السعيد دانه الاحتياج إلى كرم ربه السرمدي أبي بعد الفراغ من التفسير قد شرعت في شرح الصحيح للإمام البخاري (عليه نعمۃ الباری) توكلاً على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله إلا بنعمته العظمى فلدا سميت بنعمۃ الباری في شرح صحيح البخاري. (تقبله الله بلطفه وتغمدني بعفوانه بمحصى فضله)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله. أعوذ بالله من شرور نفسي ومن سيئات أعمالي. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له. اللهم اربني الحق حقاً وارزقني اتعاده. اللهم اربني الباطل باطلاً وارزقني اجتنابه. اللهم اجعلني في تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الأشرار والحاسدين. اللهم اجعله حالصاً لوجهك الكريم ومقبولاً عندك وعد رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعاً ومستفيضاً ومفيضاً مرغوباً في أطراف العالمين إلى يوم الدين واجعله لي ولجميع من انتسب إلى من المسلمين صدقة حارية إلى يوم القيامة وارزقني زيارة النبي الكريم ﷺ في الدنيا وشفاعته في الآخرة واحيني على الإسلام بالسلامة وامتنني على الإيمان بالكرامة اللهم أنت ربى لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت أعوذ بك من شر ما صنعت أبوء لك بنعمتك على وأبوء لك بذنبي فاغفر لي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت رب ازرعني أن أشكر نعمتك التي أنعمت على وعلى والدي وإن أعمل صالحاً ترضه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ

خطبہ الكتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندہ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہ عرض پرداز ہے کہ میں ”تفسیر بیان القرآن“ سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عز و جل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے ”صحیح بخاری“ کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قوی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عز و جل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ”نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری“ رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بد اعمالیوں سے اللہ عز و جل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ منشی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنادے اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنادے اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

کلمات تشکر

اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اس نے ”تبیان القرآن“ کی تکمیل کے بعد مجھے ”نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری“ لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔

”صحیح البخاری“ کی دستیاب اردو شروحات دیکھ کر مجھے اکثر یہ خیال آتا تھا کہ کتب حدیث میں ”صحیح البخاری“ کا جو عظیم الشان مقام ہے اس کے شایان شان اردو میں اس پائے کی کوئی شرح نہیں ہے اس لیے میں چاہتا تھا کہ اردو میں بھی اس کی کوئی ایسی عظیم المرتبہ شرح لکھی جائے جو عربی شروح میں سے ”شرح ابن بطل“ عمدۃ القاری اور فتح الباری“ کا عکس جمیل ہو کافی حرصہ سے میرے دل میں یہ تمنا تھی کہ میں ”صحیح البخاری“ کی ایسی شرح لکھوں جو میری لکھی ہوئی ”شرح صحیح مسلم“ سے فائق ہو اللہ تعالیٰ کے بے پایاں کرم سے جب میں ”تفسیر تبیان القرآن“ سے فارغ ہو گیا تو اسی روز میں نے ”نعمۃ الباری“ کے نام سے ”صحیح البخاری“ کی شرح لکھنے کا آغاز کر دیا تا آنکہ ۵ رجب ۱۴۲۷ھ / یکم اگست ۲۰۰۶ء کو اس شرح کی جلد اول مکمل ہو گئی۔

اس شرح کی تحریک میں اور اس کے ساتھ تعاون میں سید محسن اعجاز حفظہ اللہ کا بہت بڑا دخل ہے جو مسلسل اس کام میں دلچسپی لیتے رہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر ان کے نیک اعمال اور ان کے رزق میں بے اندازہ برکتیں عطا فرمائے۔

مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ و فضلہ نے بھی اس کام میں بہت دلچسپی لی ہے وہ ہر منگل کو میرے پاس آتے ہیں اور میرا لکھا ہوا ایک ہفتہ کا مسودہ پڑھتے ہیں اور لکھنے میں سبقت قلم سے جو فروگزاشت ہو جاتی ہے مجھ سے مشورہ کر کے اس کی اصلاح کرتے ہیں۔

مولانا شبیر حسین نعیمی زید علمہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے ”نعمۃ الباری“ کی مکمل فہرست تیار کی حضرت مفتی منیب الرحمان دامت الطافہم کا بھی سپاس گزار ہوں وہ دارالعلوم نعیمیہ میں قیام کے دوران مجھے مسلسل سہولتیں فراہم کرتے رہے ہیں حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی اور مولانا محمد اطہر نعیمی کا بھی مشکور ہوں وہ مجھے اکثر دعاؤں اور ہر طرح کے تعاون سے نوازتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور ان سب حضرات کو اپنے اپنے دینی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

شرح سے پہلے میں نے اس کا مفصل مقدمہ لکھا ہے اس مقدمہ کا کچھ حصہ تو میں نے اپنی پرانی کتاب ”تذکرۃ المحدثین“ سے لیا ہے اور اس میں کچھ مباحث میں نے نئے شامل کیے ہیں اور پرانے مباحث میں بھی کافی اضافہ کیا ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح کی ابتداء کرنے کی توفیق

عطا کی ہے اس کو کمالات کرنے کی بھی سعادت عطا فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ / ۹ اگست ۲۰۰۷ء

فون: ۰۳۱۵۶۳۰۹ - ۰۳۰۰ / ۰۳۲۱ - ۲۰۲۱۷۴۴



مقدمہ

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی متاع کل رسول اللہ ﷺ کا نمونہ حیات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال، احوال اور آپ کے شب و روز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، خلوت و جلوت، سفر و حضر اور نجی حالات سے لے کر عام سیاسی معاملات تک رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو انہوں نے محفوظ کر لیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا تذکار کرتے اور سینوں سے لے کر پیٹوں تک انہیں محفوظ رکھتے۔ ان کے بعد تابعین اور ان کے اتباع نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا یہاں تک کہ دسویں صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور ابواب و کتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں۔ یوں ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچنے کا اہتمام ہوا۔

اکابر علماء ملت اور اسانید شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے بار بار صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کر لیتے تھے انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، قلمین حدیث پر ہنسنے لے لیے ہم رجال ایجا کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہی وقت ہو سکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے؟ اور آرامت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل و صورت ہوتی؟

مشاہیر محدثین کا تذکرہ اور ان کی تصنیفات پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے ہمہ موضوعات پر اجمالاً گفتگو کرنی جائے تاکہ قارئین کو مضامین کتاب کی کلی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت، حیثیت اور تدوین پر مختصراً گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف اقسام اور کتب حدیث کی انواع اور بعض اصطلاحات کا مختصر بیان کریں گے۔ فنقول وبالله التوفیق

ضرورت حدیث

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں جن کی تعبیر و تشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے، نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔ احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہیں، علاوہ ازیں مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، یتیم حج اور عمرہ، یہ محض الفاظ ہیں لغت عربی ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر احادیث رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔

حیثیت حدیث

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ. (آل عمران: ۳۲)
 اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔
 مَا أَمَرَ الرَّسُولُ فخذوها وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتهوا۔
 رسول تم کو جو حکم دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي۔
 آپ فرمادیتے تھے کہ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ (آل عمران: ۳۱)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔
 تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے پس جب تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے ڈھال سکیں گے اور جب کہ ہمیں اسوہ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے بنفس نفیس حضور کی ذات ہدایت تھی اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور کی دی ہوئی ہدایات اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر مآخذ نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناقص رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور اس کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ حضور کی دی ہوئی ہدایات سے ہم محروم ہوں گے بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دی چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔
 ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ

(انحل: ۳۳) آپ لوگوں سے بیان کریں جو ان کی طرف احکام نازل کیے گئے

ہیں۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران: ۱۶۳)
 اور وہ (رسول) مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے

ہیں۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب و حکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اؤلا یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے اس لیے جس ہدایت کی انہیں ضرورت تھی ہمیں بھی ضرورت ہے۔

ثانیاً: صحابہ کرام جب اپنی بلندی مقام اور جناب رسالت مآب سے قرب کے باوجود قرآنی احکام کو سمجھنے کے لیے حضور کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔

ثالثاً: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ (الجمعة: ۲-۳)

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک بڑی شان والا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۝ اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی جو تعلیم دی ہے وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے حضور کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیے! اگر حضور نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے 'مؤذن کی اذان سے کراہام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیونکر معلوم ہوتی' اس طرح حج اور عمرہ کا بیان 'احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے' وقوف عرفہ طواف زیارت و وداع ان تمام احکام کی تفصیل اور تعین قرآن میں کہیں نہیں ملتی حد یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے لیکن عشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں پھر ان کی شرعی ہیئت کدائی جس سے فرائض واجبات اور آداب کی تمیز ہو قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعین صرف حضور سے ملتی ہے عہد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہو رہا ہے اور جو شخص ان احادیث کو معتبر نہیں مانتا اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعین کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا ذکر صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے حضور نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیث رسول کو حجت نہ مانا جائے تو حلت و حرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ متکفل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے کبھی کسی آیت میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے لہذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسباب نزول کا علم نہ ہو ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر فہم قرآن کے لیے احادیث نبویہ کو ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیتان اور معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

تدوین حدیث

۷۔ مطہور پر مکرہ میں حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ ﷺ کی وفات کے اڑھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں، لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے، کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور تواتر سے کام ہوتا رہا ہے اور اڑھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا امام بخاری اپنی ”صحیح“ میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشاہ) نے آکر عرض کیا: ”اكتب لي يا رسول الله“ یا رسول اللہ! میرے لیے (یہ خطبہ) لکھ دیجئے آپ نے حکم دیا: ”اكتبوا لابی فلان“ اس شخص کے لیے (یہ خطبہ) لکھ دو۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۲ طبع کراچی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث لکھنے کی عام اجازت تھی انہی سے روایت ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں حفاظت کے خیال سے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا، پس بعض قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم حضور سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک بشر ہیں، آپ کبھی ناراض کبھی خوش ہوتے ہیں اور یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا، جب رسول اللہ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

عن عبد الله بن عمرو قال كنت اكتب كل
شيء اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم
اريد حفظه فنهتني قريش وقالوا اتكتب كل شيء
تسمعه ورسول الله صلى الله عليه وسلم بشر
يتكلم في الغضب والرضاء فامسكت عن الكتابة
فذكرت ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاوما باصبعه الي فيه فقال اكتب فوالذي نفسي
بيده ما يخرج منه الا حق. (سنن ابوداود: ١٣٧٦، ١٣٧٧، ١٣٧٨، ١٣٧٩، ١٣٨٠، ١٣٨١، ١٣٨٢، ١٣٨٣، ١٣٨٤، ١٣٨٥، ١٣٨٦، ١٣٨٧، ١٣٨٨، ١٣٨٩، ١٣٩٠، ١٣٩١، ١٣٩٢، ١٣٩٣، ١٣٩٤، ١٣٩٥، ١٣٩٦، ١٣٩٧، ١٣٩٨، ١٣٩٩، ١٤٠٠، ١٤٠١، ١٤٠٢، ١٤٠٣، ١٤٠٤، ١٤٠٥، ١٤٠٦، ١٤٠٧، ١٤٠٨، ١٤٠٩، ١٤١٠، ١٤١١، ١٤١٢، ١٤١٣، ١٤١٤، ١٤١٥، ١٤١٦، ١٤١٧، ١٤١٨، ١٤١٩، ١٤٢٠، ١٤٢١، ١٤٢٢، ١٤٢٣، ١٤٢٤، ١٤٢٥، ١٤٢٦، ١٤٢٧، ١٤٢٨، ١٤٢٩، ١٤٣٠، ١٤٣١، ١٤٣٢، ١٤٣٣، ١٤٣٤، ١٤٣٥، ١٤٣٦، ١٤٣٧، ١٤٣٨، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ١٤٤٢، ١٤٤٣، ١٤٤٤، ١٤٤٥، ١٤٤٦، ١٤٤٧، ١٤٤٨، ١٤٤٩، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٢، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ١٤٥٦، ١٤٥٧، ١٤٥٨، ١٤٥٩، ١٤٦٠، ١٤٦١، ١٤٦٢، ١٤٦٣، ١٤٦٤، ١٤٦٥، ١٤٦٦، ١٤٦٧، ١٤٦٨، ١٤٦٩، ١٤٧٠، ١٤٧١، ١٤٧٢، ١٤٧٣، ١٤٧٤، ١٤٧٥، ١٤٧٦، ١٤٧٧، ١٤٧٨، ١٤٧٩، ١٤٨٠، ١٤٨١، ١٤٨٢، ١٤٨٣، ١٤٨٤، ١٤٨٥، ١٤٨٦، ١٤٨٧، ١٤٨٨، ١٤٨٩، ١٤٩٠، ١٤٩١، ١٤٩٢، ١٤٩٣، ١٤٩٤، ١٤٩٥، ١٤٩٦، ١٤٩٧، ١٤٩٨، ١٤٩٩، ١٥٠٠، ١٥٠١، ١٥٠٢، ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٥، ١٥٠٦، ١٥٠٧، ١٥٠٨، ١٥٠٩، ١٥١٠، ١٥١١، ١٥١٢، ١٥١٣، ١٥١٤، ١٥١٥، ١٥١٦، ١٥١٧، ١٥١٨، ١٥١٩، ١٥٢٠، ١٥٢١، ١٥٢٢، ١٥٢٣، ١٥٢٤، ١٥٢٥، ١٥٢٦، ١٥٢٧، ١٥٢٨، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٥٣١، ١٥٣٢، ١٥٣٣، ١٥٣٤، ١٥٣٥، ١٥٣٦، ١٥٣٧، ١٥٣٨، ١٥٣٩، ١٥٤٠، ١٥٤١، ١٥٤٢، ١٥٤٣، ١٥٤٤، ١٥٤٥، ١٥٤٦، ١٥٤٧، ١٥٤٨، ١٥٤٩، ١٥٥٠، ١٥٥١، ١٥٥٢، ١٥٥٣، ١٥٥٤، ١٥٥٥، ١٥٥٦، ١٥٥٧، ١٥٥٨، ١٥٥٩، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٥٦٣، ١٥٦٤، ١٥٦٥، ١٥٦٦، ١٥٦٧، ١٥٦٨، ١٥٦٩، ١٥٧٠، ١٥٧١، ١٥٧٢، ١٥٧٣، ١٥٧٤، ١٥٧٥، ١٥٧٦، ١٥٧٧، ١٥٧٨، ١٥٧٩، ١٥٨٠، ١٥٨١، ١٥٨٢، ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ١٥٨٧، ١٥٨٨، ١٥٨٩، ١٥٩٠، ١٥٩١، ١٥٩٢، ١٥٩٣، ١٥٩٤، ١٥٩٥، ١٥٩٦، ١٥٩٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ١٦٠٠، ١٦٠١، ١٦٠٢، ١٦٠٣، ١٦٠٤، ١٦٠٥، ١٦٠٦، ١٦٠٧، ١٦٠٨، ١٦٠٩، ١٦١٠، ١٦١١، ١٦١٢، ١٦١٣، ١٦١٤، ١٦١٥، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦١٨، ١٦١٩، ١٦٢٠، ١٦٢١، ١٦٢٢، ١٦٢٣، ١٦٢٤، ١٦٢٥، ١٦٢٦، ١٦٢٧، ١٦٢٨، ١٦٢٩، ١٦٣٠، ١٦٣١، ١٦٣٢، ١٦٣٣، ١٦٣٤، ١٦٣٥، ١٦٣٦، ١٦٣٧، ١٦٣٨، ١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٤١، ١٦٤٢، ١٦٤٣، ١٦٤٤، ١٦٤٥، ١٦٤٦، ١٦٤٧، ١٦٤٨، ١٦٤٩، ١٦٥٠، ١٦٥١، ١٦٥٢، ١٦٥٣، ١٦٥٤، ١٦٥٥، ١٦٥٦، ١٦٥٧، ١٦٥٨، ١٦٥٩، ١٦٦٠، ١٦٦١، ١٦٦٢، ١٦٦٣، ١٦٦٤، ١٦٦٥، ١٦٦٦، ١٦٦٧، ١٦٦٨، ١٦٦٩، ١٦٧٠، ١٦٧١، ١٦٧٢، ١٦٧٣، ١٦٧٤، ١٦٧٥، ١٦٧٦، ١٦٧٧، ١٦٧٨، ١٦٧٩، ١٦٨٠، ١٦٨١، ١٦٨٢، ١٦٨٣، ١٦٨٤، ١٦٨٥، ١٦٨٦، ١٦٨٧، ١٦٨٨، ١٦٨٩، ١٦٩٠، ١٦٩١، ١٦٩٢، ١٦٩٣، ١٦٩٤، ١٦٩٥، ١٦٩٦، ١٦٩٧، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ١٧٠٦، ١٧٠٧، ١٧٠٨، ١٧٠٩، ١٧١٠، ١٧١١، ١٧١٢، ١٧١٣، ١٧١٤، ١٧١٥، ١٧١٦، ١٧١٧، ١٧١٨، ١٧١٩، ١٧٢٠، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٢٤، ١٧٢٥، ١٧٢٦، ١٧٢٧، ١٧٢٨، ١٧٢٩، ١٧٣٠، ١٧٣١، ١٧٣٢، ١٧٣٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ١٧٣٦، ١٧٣٧، ١٧٣٨، ١٧٣٩، ١٧٤٠، ١٧٤١، ١٧٤٢، ١٧٤٣، ١٧٤٤، ١٧٤٥، ١٧٤٦، ١٧٤٧، ١٧٤٨، ١٧٤٩، ١٧٥٠، ١٧٥١، ١٧٥٢، ١٧٥٣، ١٧٥٤، ١٧٥٥، ١٧٥٦، ١٧٥٧، ١٧٥٨، ١٧٥٩، ١٧٦٠، ١٧٦١، ١٧٦٢، ١٧٦٣، ١٧٦٤، ١٧٦٥، ١٧٦٦، ١٧٦٧، ١٧٦٨، ١٧٦٩، ١٧٧٠، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١

اس ضمنیہ کے احادیث لکھنے کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس حضور کی احادیث محفوظ نہ تھیں، سوا عبد اللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

ما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
احد اكثر حديثا عنه مني الا ما كان من عبد الله بن
عمرو فانه كان يكتب ولا اكتب.

(مکتبہ انجمن ترقی اسلام، طبع کراچی)

ابو داؤد اور بخاری کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو احادیث قلم بند کیا کرتے تھے رہے حضرت ابو ہریرہؓ تو رسال اللہ ﷺ کی توجہ کی وجہ سے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس رسال اللہ ﷺ کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں چنانچہ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر اُٹھ گئے تو وہ

تحدث عند أبي هريرة بحديث فاخذ بيدى

الی بیتہ فارانا کتبا من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال هذا هو مکتوب عندی۔
میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں (احادیث کی) کتابیں دکھائیں اور کہا: دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷ طبع مصر)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی محفوظ تھیں، حافظ ابن حجر مستدریٰ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ ابتداء زمانہ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے حضور کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث کو لکھ لیا یا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے اور حضرت انس نے تو احادیث لکھ کر حضور کو سنانے کا شرف بھی حاصل کر لیا تھا چنانچہ قنادہ روایت کرتے ہیں:

کان یملی الحدیث حتی اذا کثر علیہ الناس جاء بمجمال من کتب فالقاهانم قال هذه احادیث سمعتها وکتبتها عن رسول اللہ وعرضتها علیہ۔
(غیر العلم ص ۹۶-۹۵)

حضرت انس احادیث لکھوایا کرتے تھے اور جب لوگ زیادہ تعداد میں آتے تو وہ اپنا حنفہ لے کر آتے اور اس دان سے ان کے رکھ کر فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر لکھا اور انہیں میں آپ پر پیش کر چکا ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بھی احادیث کو لکھ کر صحائف میں محفوظ رکھا کرتے تھے چنانچہ روایت ہے: یروی عن عبد اللہ بن عمرو کان خرج الی السوق نظر فی کتبہ وقد اکد الراوی ان کتبہ هذه کانت فی الحدیث۔
روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو جب بھی بازار جاتے تو اپنی کتابوں کو دیکھ لیتے تھے راوی تاہم کہتے ہیں کہ ان کی کتابیں احادیث پر مشتمل تھیں۔

(المجامع الاذوق الراوی وآداب السامع ص ۱۰۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس بن مالک کے بارے میں آپ کی نظر سے تمام ہوا ہے اور چکے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث کو صحائف میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے اب ہم آپ کے امت میں ایک یہاں کو پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانہ اقدس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث کو محفوظ کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا معهم وانا اصغرا لقوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیثبوا مقعده من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنهمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منه عندنا فی کتاب۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ سے صحابہ ہیں جن سے حضور حاضر تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا جب کہ میں ان سے ہمراہ میں کم تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا اب میں ان سے کہتا ہوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کرتے ہو جب کہ تم آپ کا ارشاد بیان کرتے ہو اور آپ کی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ نثر احادیث بیان کرتے ہیں یا نہیں وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! ہم وہ جھوٹ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱ زیوت)

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال لکھ کر قلم بند کیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جو ممانعت آئی ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد دو صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا حضرت ابو ہریرہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوبتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں انہوں نے بے شمار شاگرد تیار کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا چنانچہ ”مسند دارمی“ میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب نے محفوظ کر لیا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۶ دار صادر بیروت) اور حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۸۶) احادیث کے راوی ہیں ان کے بارے میں ”مسند دارمی“ میں ہے کہ ان کی مرویات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث کو عروہ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ (الکفایہ ص ۲۲۹) حضرت عبد اللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی روایت کرتے ہیں ”طبقات ابن سعد“ اور ”دارمی“ میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۷۲ دار صادر بیروت)

مذکور الصدر سطور میں چند مثالیں پیش کی ہیں در نہ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے تدوین حدیث کا کام آگے بڑھتا رہا احادیث کے یہ صحائف اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مجتمع نہ تھے بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انہوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس کام کے لیے انہوں نے معتمد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی جن میں ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دیا تہذیب سے منظم اور منضبط کیا۔ (تذریب الراوی ص ۷۳) احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے کی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا وضع کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا اس کام کو ان کے مایہ ناز تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس انہی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث ”موطا“ کے نام سے پیش کر دیا۔

”موطا امام مالک“ کے علاوہ امام اعظم نے اپنی مرویات کو ”کتاب الآثار“ کے نام سے پیش کیا جس کو ان کے لائق اور قابل صد فخر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متعدد بزرگ مصنفین نے فن حدیث

میں کتابیں پیش کی ہیں ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابوالولید ۱۵۱ھ جامع سفیان ثوری ۱۶۱ھ مصنف ابی سلمہ ۱۶۷ھ مصنف ابن سفیان ۱۹۷ھ جامع سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں: کتاب الام للشافعی ۲۰۳ھ مسند احمد بن حنبل ۲۴۱ھ الجامع الصحیح للبخاری ۲۵۶ھ الجامع للمسلم ۲۶۱ھ سنن ابوداؤد ۲۷۵ھ الجامع للترمذی ۲۷۹ھ سنن ابن ماجہ ۲۷۳ھ۔

مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحیح ستہ کے مصنفین تک تدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر دور میں احادیث کو قلم بند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی نیز ہر دور میں دُشمنوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیف و تالیف کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی خوبیوں کو نئے اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا جن کا تفصیلی تعارف اور تبصرہ اس کتاب کے آئندہ ابواب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حدیث کی ضرورت حجیت اور تدوین پر بحث کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تعریف اور اس کی اقسام وغیرہ پر بھی گفتگو کر لی جائے۔

تعریف حدیث

علم حدیث کی دو قسمیں ہیں: علم حدیث روایتیہ اور علم حدیث درایتیہ حدیث از روئے روایت اس علم کو کہتے ہیں جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال افعال احوال اور اوصاف کی معرفت حاصل ہو۔ اس علم کا موضوع خود حضور کی ذات مقدسہ ہے اور علم حدیث از روئے درایت وہ علم ہے جس سے راوی اور مروی عنہ کے حالات بہ حیثیت رد اور قبول معلوم ہوں اس علم کا موضوع راوی اور مروی عنہ ہیں۔

اقسام حدیث

حدیث کی تعریف کے بعد اس کی بعض ضروری اقسام کی تعریضیں پیش کی جاتی ہیں:

مرفوع : جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

موقوف : جس حدیث میں صحابہ کرام کے اقوال احوال اور تقریرات کا بیان ہو۔

مقطوع : جس حدیث میں تابعین کے اقوال افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

متصل : جس حدیث کی سند سے کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

معلق : جس حدیث کی سند کے شروع سے راوی کو حذف کر دیا جائے خواہ یہ حذف بعض کا ہو یا کل کا۔

مرسل : جس حدیث کی سند کے اخیر سے راوی کو ساقط کر دیا جائے مثلاً تابعی حضور سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔

معطل : درمیان سند سے دو متوالی راویوں کو چھوڑ دیا جائے۔

منقطع بہ معنی اخص : دو سے زیادہ راویوں کو سند میں ایک جگہ سے یا دو راویوں کو متعدد جگہ سے چھوڑ دیا جائے۔

مضطرب : سند یا متن حدیث میں زیادتی نقصان یا تقدیم و تاخیر کر دی جائے۔

مدرج : متن حدیث میں راوی اپنا یا غیر کا کلام ملا دے۔

شاذ : جس میں شاذ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے (اس کا مقابل محفوظ ہے)۔
 منکر : جس روایت میں زیادہ ضعیف راوی کم ضعیف کی مخالفت کرے (اس کا مقابل معروف ہے)۔
 معطل : جس حدیث میں علت خفیہ قاطعہ ہو مثلاً حدیث مرسل کو موصولاً روایت کیا جائے۔
 صحیح لذاتہ : جس حدیث کے تمام راوی متصل عادل تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معطل ہو۔
 صحیح لغیرہ : جس حدیث میں کمال ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور ضبط کی کمی تعدد طرق روایت سے پوری ہو جائے۔

حسن لذاتہ : جس حدیث میں کمال ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور یہ کمی تعدد طرق سے پوری نہ ہو۔
 حسن لغیرہ : جو حدیث صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو لیکن یہ کمی تعدد طرق روایت سے پوری ہو جائے۔
 ضعیف : جو حدیث صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو اور تعدد طرق سے وہ کمی پوری نہ ہو۔
 متروک : جس حدیث کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب ہو۔
 موضوع : جس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس سے وضع فی الحدیث ثابت ہو۔
 غریب : جس حدیث کی سند کا کوئی راوی سلسلہ سند کے کسی شیخ سے روایت میں منفرد ہو۔
 عزیز : جس حدیث کے دو راوی ہوں پھر سلسلہ سند کے ہر راوی سے کم از کم دو شخص روایت کرتے ہوں۔
 مشہور : جو حدیث دو سے زیادہ طرق سے مروی ہو (یعنی سلسلہ سند میں کسی شخص سے بھی تین سے کم راوی نہ ہوں اور نہ زیادتی حد تو اتارے کم ہو)۔

متواتر : جو حدیث دو دور میں اتنے کثیر طرق سے مروی ہو کہ ان روایات کا توافق علی الکذب عاۃ محال ہو۔

اقسام کتب حدیث

کتب حدیث کی انواع اور اقسام کافی زیادہ ہیں یہاں پر بعض ضروری اقسام کو بیان کیا جا رہا ہے۔
 صحیح : جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے "صحیح بخاری" و "صحیح مسلم" وغیرہ۔
 جامع : جس کتاب میں آٹھ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں: میرا آداب، تفسیر عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب جیسے "بخاری" اور "ترمذی" وغیرہ۔
 سنن : جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے "سنن ابوداؤد" و "سنن ابی داؤد"۔
 مسند : جس کتاب میں ترتیب صحابہ سے احادیث لائی جائیں جیسے "مسند احمد بن حنبل"۔
 معجم : جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے "معجم طبرانی"۔
 مستخرج : جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ اشبح کی دیگر اسناد سے وارد کیا جائے جیسے "مستخرج لابی نعیم علی البخاری"۔
 مستدرک : جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جائے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی "مستدرک علی الصحیحین"۔

رسالہ : جس کتاب میں جامع کے آٹھ عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں جیسے امام احمدیؒ کی کتاب "الزہد" آداب میں اور ابن جریر طبری کی کتاب "تفسیر" میں۔

جز : جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں جیسے امام بخاری کی "جزء القراءة خلف الإمام"۔

اربعمین : جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں جیسے "اربعمین نوہی"۔

امالی : جس کتاب میں شیخ کے املاء کرائے ہوئے فوائد حدیث ہوں جیسے "امالی امام محمد"۔

اطراف : جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیئے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں جیسے "اطراف الکتب ائمۃ ابی العباس" اور "اطراف المزی"۔

طبقات کتب حدیث: شاہ ولی اللہ نے کتب حدیث کی صحت شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے چار طبقے بیان کیے ہیں جن کو ہم تفحص کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں۔

- (۱) پہلا طبقہ ان کتابوں کا ہے جن کی صحت شہرت اور مقبولیت سب سے زیادہ ہے جیسے "صحیح بخاری" صحیح مسلم، صحیح امام مالک"۔
- (۲) دوسرا طبقہ ان کتابوں کا ہے جو صحت شہرت اور مقبولیت میں پہلے طبقہ کے قریب ہیں اس طبقہ کی اکثر کتابوں میں شہادت صحیح اور حسن ہیں، بعض ضعیف روایات بھی آگئی ہیں لیکن ان کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے جیسے "جامع ترمذی" سنن ابی داؤد اور سنن نسائی"۔

(۳) اس طبقہ میں ان مصنفین کی کتابیں ہیں جو امام بخاری اور مسلم پر مقدمہ ان کے معاصر یا ان کے مقارب تھے حدیث میں ان کی فنی مہارت تو مسلم تھی لیکن ان کی تصانیف میں دوسرے طبقہ کی نسبت ضعیف روایات زیادہ ہیں جلد پیش آتی ہیں حدیث بھی ہیں جو متہم بالوضع ہیں جیسے "مسند شافعی" سنن ابن ماجہ، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دارمی، سنن، آئینی، سنن بیہقی اور تصانیف طبرانی"۔

(۴) چوتھے طبقہ میں ان متاخرین علماء کی کتابیں ہیں جن کی روایت کردہ احادیث کا قرون اولیٰ میں ثبوت نہیں ملتا۔ اس سے وہابی مطلب ہیں یا تو متقدمین کو ان احادیث کی اصل نہیں مل سکی یا انہوں نے ان روایات میں کوئی علت غائیہ برقرار کر لی۔ جیسے ویلیسی، ابو نعیم اور ابن عساکر وغیرہ کی تصانیف۔

مراتب ارباب حدیث

سطور ذیل میں مراتب ارباب حدیث کا بیان کیا جاتا ہے۔

طالب : حدیث کا متعلم۔

شیخ : حدیث کے معلم کو محدث یا شیخ کہتے ہیں۔

حافظ : جس شخص کو ایک لاکھ احادیث متناوہ سند اور اس کے رواقہ کے احوال جرحاً و تعدلاً محفوظ ہوں۔

جہ : جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناوہ سند اور جرحاً و تعدلاً محفوظ ہوں۔

حاکم : جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناوہ سند اور جرحاً و تعدلاً محفوظ ہوں۔

حدیث ضعیف کے افراد

جب حدیث کی سند میں کوئی طعن یا جرح پائی جائے تو وہ حدیث باعتبار سند کے مطعون اور مجروح ہو جاتی ہے۔ سطور سابقہ میں اس کی چند اقسام بیان کی گئی ہیں مثلاً مضطرب، منقطع، معلول، منکر، متروک، مبہم وغیرہ طعن کی یہ تمام اقسام حدیث ضعیف میں داخل ہیں البتہ ان کے مراتب میں فرق ہوتا ہے اور حدیث متروک یعنی جس کا راوی متہم بالکذب ہو باقی اقسام کی بہ نسبت زیادہ شدید ضعف کی حامل ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث کی سند میں متعدد وجوہ طعن ہوں مثلاً وہ حدیث معلول بھی ہو، منکر بھی اور متروک بھی لیکن متعدد وجوہ طعن جمع ہونے کے باوجود بھی وہ حدیث ضعیف ہی رہے گی البتہ جس قدر وجوہ طعن زیادہ ہوں گے اس کا ضعف بڑھتا جائے گا بتلانا یہ مقصود ہے کہ سند میں طعن اور جرح کی زیادتی اس کے وضع اور بطلان کو مستلزم نہیں ہوتی حدیث کو صرف اس وقت موضوع قرار دیا جائے گا جب اس کی سند میں کوئی وضاع راوی آجائے۔

غیر صحیح کی تحقیق

بعض ائمہ محدثین حضرات کسی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: ”لا یصح“ یعنی یہ سند صحیح نہیں ہے اس جملہ سے بعض ناواقف لوگ یہ مغالطہ کھاتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع یا باطل ہے حالانکہ اصطلاح محدثین میں صحیح غلط یا باطل کا مقابل نہیں ہوتا بلکہ صحیح کے مقابلہ میں صحیح لغیرہ حسن لذاتہ حسن لغیرہ اور ضعیف یہ سب شامل ہیں اور جب وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے: یہ صحیح لذاتہ نہیں ہے اور ایسی صورت میں یہ صحیح لغیرہ حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ ہو سکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحت کی نفی تو ضعف کو بھی مستلزم نہیں چہ جائیکہ صحت کی نفی سے وضع یا بطلان کا حکم لازم آئے اس بحث کی نفیس تحقیق اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے رسالہ ”منیر العینین“ میں بیان فرمائی ہے۔

متن اور سند میں احکام کا فرق

راوی کی مجروحیت اور وجوہ طعن کا تعلق سند سے ہوتا ہے متن حدیث کا حکم دوسرے قرائن کے اعتبار سے کیا جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ کسی صحیح حدیث کو ایک وضاع راوی بیان کرے پس اس سند کے اعتبار سے تو اس حدیث کو موضوع کہا جائے گا لیکن فی نفسہ وہ حدیث موضوع نہیں کہلائے گی البتہ جب کسی حدیث کی سند میں کوئی وضاع راوی ہو اور اس حدیث کا متن کسی طریقہ سے ثابت نہ ہو تو وہ حدیث مطلقاً موضوع کہلائے گی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ علامہ شمس الدین ذہبی ”میزان الاعتدال“ میں بیان فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے ”عن ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما“ حدیث ”طلب العلم فربضہ“ کو موضوع فرمایا علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے موضوع ہے ورنہ نفس حدیث دیگر طرق ضعیفہ سے ثابت ہے اسی طرح ”تمہید“ میں حافظ ابن البر نے حدیث ”الصلوة بسواک خیر من سبعین صلوة“ کو باطل کہا ہے لیکن علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حکم بھی اس خاص سند کے اعتبار سے ہے۔

اسی طرح حدیث ضعیف میں بھی ضعیف کا حکم باعتبار سند کے ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی صحیح حدیث کو ایک ضعیف راوی بیان کرے اس سند کے اعتبار سے وہ حدیث ضعیف کہلائے گی لیکن متن حدیث کا یہ حکم نہیں ہوگا علامہ نووی فرماتے ہیں:

ان روایات الراوی الضعیف یكون فیہ الصحیح والضعیف والباطل فیکتبونہا ثم یمیز اهل الحفظ والاتقان بعض ذلک من بعض وذلك سهل علیہم ضعیف راوی کی روایات میں صحیح طعیف اور باطل ہر قسم کی احادیث ہوتی ہیں۔ محدثین ان تمام روایات کو لکھ لیتے ہیں پھر اہل علم ان کو تمیز دیتے ہیں اور یہ ان کے لیے آسان ہے اسی دلیل

معروف عندهم وبهذا احتج السفیان الثوری حین
نہی عن الروایۃ عن الکلبی فقیل له انت تروی عنه
فقال انا اعرف صدقه من کذبہ۔

(شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱ طبع کراچی)

وغير ذلك فلا يعمل فيها الا بالحديث الصحيح
او الحسن الا ان يكون في احتياط شيء كما اذا ورد
حديث ضعيف بکراهية بعض البيوع او الا نکحة۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱ طبع کراچی)

حدیث ضعیف کی تقویت

فضائل اعمال اور باب مناقب میں عموماً احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض
قرآن کا ذکر کر دیا جائے جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ جب
حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے
تحقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے بھی ”فتح القدیر“ (ج ۱ ص ۲۳۸ طبع مصر) میں اس کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور علامہ شعرائی
لکھتے ہیں:

وقد احتج جمهور المحدثين بالحديث
الضعيف اذا كثرت طرقه ولحقوه بالصحيح تارة
وبالحسن اخرى. (کتاب الاذکار ص ۸۷)

دوسری صورت یہ ہے کہ جب کسی حدیث ضعیف کے موافق مجتہدین میں سے کسی کا قول مل جائے تو اس سے بھی حدیث ضعیف
کی تقویت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان المجتهدين اذا استدل بحديث كان تصحيحا
له كما في التحرير وغيره. (رد المحتار ج ۴ ص ۱ طبع مصر)

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی حدیث ضعیف کے موافق اہل علم میں سے کسی کا قول ہو تو اس سے بھی حدیث کی تقویت ہو جاتی
ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حدیث: ”اذا اتى احدكم الصلوة والامام على حال الحديث“ کے تحت لکھتے ہیں: ”هذا حديث
غريب لا نعرف احدا اسنده الا ماروى من هذا الوجه والعمل على هذا عند اهل العلم“ ملا علی قاری اس کی شرح میں
لکھتے ہیں:

قال النووي اسناده ضعيف نقله ميرك فكان
الترمذي يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم.
(مرقات ج ۲ ص ۹۸ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

علامہ نووی میرک سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس حدیث
کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کی
تقویت کا ارادہ کر رہے ہیں۔

حدیث موضوع کا حکم

حدیث موضوع سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی حدیث موضوع کو بغیر بیان وضع کے بیان کرنا جائز ہے۔ ایک حدیث متعدد ضعیف اسناد سے بیان کی جائے تو قوی ہو جاتی ہے لیکن اگر ایک حدیث متعدد موضوع اسانید سے بیان کی جائے تو وہ پھر بھی موضوع رہتی ہے کیونکہ شر کے ساتھ شریٹل جائے تو وہ پھر بھی شری رہتا ہے۔

احادیث سے ثابت ہونے والے امور کی تفصیل

- ان حدیث سے جو مسائل اور احکام ثابت ہوتے ہیں جن کا تعلق حلت اور حرمت کے ساتھ ہو وہ چار قسم پر ہیں: (۱) عقائد قطعیہ جیسے توحید و رسالت اور مبداء و معاد (۲) عقائد ظنیہ جیسے انبیاء کی ملائکہ پر فضیلت اور قبر کے احوال۔
- (۱) عقائد قطعیہ: ان کے اثبات کے لیے حدیث متواتر ہونی چاہیے عام ازیں کہ تو اتر لفظی ہو یا معنوی۔
- (۲) عقائد ظنیہ: ان کے اثبات کے لیے اخبار آحاد کافی ہیں۔
- (۳) احکام: ان کے اثبات کے لیے حدیث صحیح ہونی چاہیے یا کم از کم یہ کہ وہ حدیث حسن لغیرہ سے کم نہ ہو۔
- (۴) فضائل و مناقب: اس باب میں بالاتفاق احادیث ضعیفہ کا بھی اعتبار کر لیا جاتا ہے۔
- چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں:

انهم قد يروون عنهم احاديث الترغيب والترهيب و فضائل الاعمال و القصص و احاديث الزهد و مكارم الاخلاق و نحو ذلك مما لا يتعلق بالحلال و الحرام و سائر الاحكام و هذا الضرب من الحديث يجوز عند اهل الحديث و غيرهم التساهل فيه و رواية ما سوى الموضوع منه و العمل به لان اصول ذلك صحيحة مقررة في الشرع معروفة عند اهله و على كل حال فان الانمة لا يروون عن الضعفاء شيئا يحتجون به على انفرادهم في الاحكام.

(شرح صحيح مسلم للذوي ج ۱ ص ۲۱ نور محمد راجح الطائغ كراچی)

علامہ نووی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ فضائل اور مناقب میں ضعیف روایات کو قبول کیا جاتا ہے اور ان کے مقتضی پر عمل بھی ہوتا ہے البتہ احکام میں ضعاف کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن بعض صورتوں میں احتیاط کے پیش نظر احکام میں بھی ضعیف روایات کا اعتبار کر لیا جاتا ہے نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

قال العلماء من اخذ ثين و الفقهاء و غيرهم يجوز و يستحب العمل في الفضائل و الترغيب و الترهب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعا و اما الاحكام كالحلال و الحرام و البيع و النكاح .

حضرات محدثین، فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جب کہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال اور حرام کے احکام مثلاً بیع، نکاح وغیرہ میں اس سے استدلال نہیں کیا جاتا صرف

(کتاب الاذکار للنووی ج ۱ ص ۱۱-۱۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکرم) حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ بعض اوقات صالحین کے عمل سے بھی حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے چنانچہ صلوٰۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے وہ حدیث ضعیف ہے اور حاکم اور بیہقی نے اس کی تقویت کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ عبد اللہ بن المبارک کے عمل کی وجہ سے یہ حدیث تقویت پائی چنانچہ مولانا عبدالحی لکھتے ہیں:

قال البيهقي كان عبد الله بن المبارك يصلحها
وتد أولها الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك
تقوية للحدیث المرفوع. (آثار المفرد ص ۲۳)
علامہ بیہقی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اس وجہ سے اس حدیث مرفوع و تقویت حاصل ہو گئی۔

اس کے علاوہ تجربہ اور کشف سے بھی حدیث ضعیف کی تقویت ہو جاتی ہے چنانچہ ملا علی قاری نے اس بحث میں ابن عربی کے کشف سے ایک حدیث کی تقویت کا واقعہ بیان کیا ہے۔

شیخ قاسم: نو تووی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

نقل حضرت جنید بن عبد اللہ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا آپ نے سب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید بن عبد اللہ نے ایک لاکھ یا کچھ بڑا بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی جی جی میں اس مرید کی ماں کو پیش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔

(تحدیہ الناس ص ۵۵-۵۴، ۱۱۱۱ شامت زراعت)

روایات مختلفہ میں مذاق ائمہ

جب کسی ایک مسئلہ پر متعدد متعارض روایات وارد ہوں تو اس سلسلہ میں تتبع اور تلاش سے جو ائمہ ارجد کا مسلک معلوم ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ امام اعظم ایسی صورت میں روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ ہر روایت پر کسی نہ کسی صورت میں عمل ہو جائے اور جب تطبیق نہ ہو سکے تو اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو اسلام اور اصول روایت کے قریب تر ہو امام شافعی ایسی شکل میں قوت سند کے لحاظ سے کسی ایک روایت کو لیتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ امام مالک تعرض کی صورت میں اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو اہل مدینہ کے تعامل کے موافق ہو اور امام احمد متقدمین کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہیں۔

مشہور حفاظ

سطور ذیل میں ہم چاروں مسلکوں کے مشاہیر حفاظ کے اسماء پیش کر رہے ہیں:

احناف : حافظ ابو بشر والابی حافظ اسحاق بن راہویہ حافظ ابو جعفر طحاوی حافظ ابن ابی العوام سعدی حافظ ابو محمد حارثی حافظ عبد الباقی

حافظ ابو بکر رازی بھصاص حافظ ابو نصر کلابازی حافظ ابو محمد سمرقندی حافظ شمس الدین سروجی حافظ قطب الدین حبیبی حافظ

علاء الدین باردینی حافظ جمال الدین ذیلیعی حافظ علاء الدین مغلطائی حافظ بدر الدین مینی حافظ قاسم بن قطلوبغا وغیرہم۔

شافع : حافظ دارقطنی حافظ بیہقی حافظ خطابی حافظ عز الدین بن سلام حافظ ابن دقیق العید حافظ عراقی حافظ ذہبی حافظ مزنی حافظ

ابن اثیر جزری، سبکی، ہیتمی، ابن حجر عسقلانی و علامہ سیوطی وغیرہم۔

مالکیہ : حافظ حسین بن اسماعیل، حافظ رحیلی، حافظ ابن عبد البر، حافظ ابو الولید الباجی، حافظ قاضی ابوبکر العربی، حافظ عبد الحق، حافظ

قاضی عیاض، حافظ مازری، حافظ ابن رشد، حافظ ابو القاسم سہیلی وغیرہم۔

حنابلہ : حافظ عبد الغنی المقدسی، حافظ ابو الفرج بن الجوزی، حافظ ابن قدامہ، حافظ ابن رجب وغیرہم۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امام بخاری کی سوانح

امام بخاری کا نام اور نسب

علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان متوفی ۶۸۶ھ لکھتے ہیں:

امام محمد کا نام: ابو عبد اللہ محمد بن ابی الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن الاحنف بردزبہ الجعفی ہے۔

(وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۸۸، منشورات الرضی، قم، ایران، ۱۳۶۳ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

یہ لفظ ”بردزبہ“ ہے یہ بخاری کی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی کسان ہے۔ ”بردزبہ“ مجوسی تھے اور اسی مذہب پر فوت ہو گئے اور ان کے بیٹے المغیرہ نے بخاری کے والی الیمان البخاری الجعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور الیمان کا نام ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن الیمان المسندی ہے جو امام بخاری کے شیخ ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

بردزبہ مجوسی تھے اسی پر فوت ہو گئے اور مغیرہ بن بردزبہ نے والی بخاری عبد اللہ بن محمد المسندی الجعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور امام بخاری کو جعفی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے دادا کے والد المغیرہ الیمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور عبد اللہ بن محمد کو مسندی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ نو عمری سے مسند کو طلب کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۷ھ)

امام بخاری کے والد کے مفصل حالات

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کے دادا کے والد المغیرہ الیمان الجعفی والی بخاری کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اسی وجہ سے امام بخاری کو جعفی کہا جاتا ہے اور یہ نسبت ولاء ہے کیونکہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولاء اس کے لیے ہوتی ہے ولاء کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان ہونے والے شخص کا اور کوئی نسبی وارث نہ ہو تو اس کی وراثت اسے مسلمان کرنے والے کو ملے گی اس وجہ سے الیمان جعفی کی نسبت سے امام بخاری کے دادا کے والد المغیرہ جعفی کہلائے پھر ان کی نسبت سے امام بخاری جعفی کہلائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے دادا ابراہیم بن المغیرہ کے حالات میں سے ہم کسی چیز پر مطلع نہیں ہوئے اور امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم کا تذکرہ امام ابن حبان نے ”کتاب الثقات“ کے طبقہ رابعہ میں کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم غمار بن زید اور امام مالک سے روایت کرتے ہیں خود امام بخاری نے بھی اپنے والد کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے

ہیں:

اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ الجعفی۔ ابوالحسن نے کہا: انہوں نے عمار بن زید کی زیارت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ امام ابن المبارک سے مصافحہ کیا اور امام مالک سے سماع کیا۔ (تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۳۲۳ رقم الحدیث: ۱۰۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ) اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ امام بخاری کے والد علماء متقین میں سے تھے انہوں نے ابو معاویہ اور ایک جماعت سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے احمد بن جعفر اور نصر بن الحسین نے روایت کی ہے۔ علامہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی المتوفی ۷۷۱ھ نے لکھا ہے:

احمد بن حفص نے کہا: میں ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم کے پاس ان کی موت کے وقت گیا تو انہوں نے کہا: مجھے اپنے تمام اموال میں ایک درہم کے بھی مشتبہ ہونے کا علم نہیں ہے احمد نے کہا: اس وقت میں نے اپنے آپ کو ان کے مقابلہ میں بہت کم تر اور حقیر جانا۔ (ارشاد السدی ج ۱ ص ۵۵ دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی ولادت

حافظ احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اور حافظ ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابوحاتم الوراق بیان کرتے ہیں: مجھے المستنیر بن عتیق نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے سوال کیا: آپ کب پیدا ہوئے تھے؟ انہوں نے مجھے اپنے والد کی تحریر نکال کر دکھائی جس میں لکھا ہوا تھا: محمد بن اسماعیل ۱۳ شوال کو بہ روز جمعہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

الحسن بن الحسن البراز نے بخاری میں کہا: میں نے محمد بن اسماعیل کو بخاری میں دیکھا وہ بوڑھے تھے ان کا جسم کمزور تھا نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے تھے وہ تیرہ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور عید الفطر کی شب نماز عشاء کے وقت ہفتہ کی شب کو ۲۵۶ھ میں فوت ہو گئے اور یکم شوال ہفتہ کے دن ظہر کی نماز کے بعد ان کو دفن کر دیا گیا انہوں نے تیرہ دن کم باٹھ سال عمر گزاری۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ تاریخ دمشق الکبیر ج ۵ ص ۴۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۸۸ دارالفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

بچپن میں امام بخاری کا نابینا ہونا اور پھر ان کی بینائی کا لوٹ آنا

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اور حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ اور علامہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن محمد السمسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل کی بچپن میں دونوں آنکھوں کی بینائی چلی گئی ان کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے فرمایا: اے خاتون! تمہارے بہ کثرت رونے اور بہت زیادہ دعا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی بصارت واپس کر دی پھر امام بخاری نے اس حال میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی بینائی لوٹا چکا تھا۔ (تاریخ دمشق ج ۵ ص ۴۲ سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۷۸-۲۷۷ دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی تعلیم کی ابتداء اور اپنے استاذ کی تصحیح کرنا

الخطیب البغدادی المتوفی ۳۶۳ھ حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ تاج الدین بنی متوفی ۷۷۱ھ اور حافظ یوسف الحمزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابو جعفر محمد بن ابی حاتم وراق النخوی لکھتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے کہا: آپ کی طب حدیث کا معاملہ کس طرح تھا؟ انہوں نے کہا: میں ابھی مکتب میں تھا کہ میرے دل میں حدیث کو حفظ کرنے کا شوق آیا، انہوں نے پوچھا: اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ امام بخاری نے کہا: دس سال یا اس سے کم، پھر دس سال کی عمر کے بعد میں مکتب سے نکلا، اور استاذ داخل وغیرہ کے پاس جانے لگا، ایک دن جب وہ لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے تو انہوں نے ایک حدیث کی سند بیان کی، از سفیان از ابی الزبیر، ابراہیم میں نے کہا: اے ابوفلاں! تحقیق یہ ہے کہ ابراہیم نے ابوالزبیر سے حدیث روایت نہیں کی، انہوں نے مجھ کو ذانت دیا، میں نے ان سے کہا: اگر آپ کے پاس اصل ہے تو اس کی طرف رجوع کر لیں، پس وہ گھر میں داخل ہوئے، اصل کا مطالعہ کیا، پھر آئے، پھر مجھ سے کہا: اے زکے! بتاؤ وہ سند کس طرح ہے؟ میں نے کہا: وہ زبیر بن عدی بن ابراہیم ہے، انہوں نے مجھ سے قسم لے کر اپنی کتاب میں اس طرح لکھا، پھر کہا: تم نے سچ کہا۔ امام بخاری کے بعض احباب نے ان سے پوچھا: جب آپ نے استاذ داخل کی صلاح کی تھی، اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ امام بخاری نے کہا: اس وقت میں گیارہ سال کا تھا، اور جب میں سولہ سال کا ہوا تو میں نے ابن المبارک اور الوکیع کی کتابوں کو حفظ کر لیا، اور ان کے کلام کی معرفت حاصل کر لی، پھر میں اپنی والدہ اور اپنے بھائی احمد کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوا، پھر جب میں نے حج کر لیا تو میرا بھائی میری والدہ کے ساتھ واپس آ گیا، اور میں حدیث کی طلب میں رہا، اور جب میں اٹھارہ سال کا ہو گیا تو میں فضائل صحابہ و تابعین اور ان کے اقوال کے متعلق ایک کتاب تصنیف کرنے لگا، یہ عبید اللہ بن موسیٰ کی حکومت کے ایام تھے اور میں نے چاندنی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ کے قریب بیٹھ کر ”کتاب التاریخ“ لکھی اور میں نے تاریخ میں جس کا نام بھی لکھا ہے، مجھے اس کا کوئی نہ کوئی قصہ معلوم ہے مگر میں نے کتاب کے طول دینے کو ناپسند کیا۔ (تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۷۱، تاریخ دمشق، ج ۵ ص ۲۳، تاریخ البیہ، ج ۱ ص ۸۷، طبقات الشافعیۃ، ج ۱ ص ۲۵، تہذیب نگار، ج ۱ ص ۱۹)

امام بخاری کا علم و فضل اور ان کا مرتبہ اور مقام

الخطیب البغدادی المتوفی ۳۶۳ھ اور حافظ یوسف الحمزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

محمد بن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ اگر یہ لوگ میری بعض اسانید کو دیکھیں تو یہ نہیں سمجھ سکیں گے کہ میں نے ”کتاب التاریخ“ کو کیسے تصنیف کیا ہے، میں نے اس کی تین بار تصنیف کی ہے۔

ابو حاتم وراق کہتے ہیں: میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ نے ”کتاب التاریخ“ کی اور عبد اللہ بن طہم کو دکھائی اور کہا: اے امیر! کیا میں آپ کو سحر نہ دکھاؤں؟ عبد اللہ بن طاہر نے اس کتاب کو پڑھا اور تعجب سے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ یہ اس لڑکے کی تصنیف ہوئی!

ابو عباس بن سعد کہتے تھے: اگر کوئی شخص میں ہزار احادیث بھی لکھے، تو وہ محمد بن اسماعیل کی تصنیف ”کتاب التاریخ“ سے مستغنی نہیں ہوگا۔

ابو بکر المدنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم میثاق پور میں امام اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور محمد بن اسماعیل بھی اس مجلس میں حاضر تھے، امام اسحاق رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں سے کوئی حدیث پڑھ رہے تھے، اس کی سند میں رسول اللہ ﷺ

کے صحابی سے نیچے عطاء لکھنا رانی کا ذکر تھا، امام اسحاق نے کہا: اے ابو عبد اللہ! کبخار ان کیا چیز ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ یمن کی ایک بستی ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص کو یمن کی طرف بھیجا تھا، اس نے وہاں عطاء سے دو حدیثیں سنی تھیں، تب امام اسحاق نے کہا: لگتا ہے تم ان لوگوں میں موجود تھے۔

ابراہیم بن معقل النسفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں امام اسحق بن راہویہ کے پاس تھا تو انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے کہا: کاش! تم لوگ ایک مختصر کتاب مدون کرو جس میں نبی ﷺ کی سنن کا ذکر ہو تو یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں اس کتاب یعنی ”الجامع الصحیح“ کی تدوین میں شروع ہو گیا۔

السعدانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب سے یہ سنا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل یہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی اس کتاب ”الجامع الصحیح“ کو تقریباً چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے اور اس کو سولہ سال میں مکمل کیا اور اس کو اپنے اور اللہ کے درمیان جنت بنایا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۶-۱۸۷، تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۴، تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۵)

ابراہیم بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا ہے کہ میں نے اپنی اس کتاب ”الجامع الصحیح“ میں اسی حدیث کو داخل کیا ہے جو صحیح ہے اور میں نے طول سے بچنے کے لیے بہت سی احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا۔ محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے کہا: میں نے اس کتاب ”الجامع الصحیح“ میں ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

عبد القدوس بن ہمام بیان کرتے ہیں کہ میں نے متعدد مشائخ سے سنا ہے کہ امام بخاری نے ”الجامع الصحیح“ کے تراجم (عنوانات) نبی ﷺ کی قبر انور اور آپ کے مبارک منبر کے درمیان بیٹھ کر لکھے ہیں اور ہر ترجمہ (عنوان) لکھنے سے پہلے وہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن محمد بن جرجانی سے خوارزم میں سنا کہ میں نے خواب میں امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری کو دیکھا، وہ نبی ﷺ کے پیچھے جا رہے تھے وہ اپنا قدم وہیں رکھتے تھے جہاں نبی ﷺ قدم رکھتے اور آپ کے قدم کے نشان پر اپنا قدم رکھتے تھے۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی، آپ نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس جا رہا ہوں، آپ نے فرمایا: میری طرف سے ان کو سلام کہنا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۰-۱۱، تاریخ دمشق ص ۵۸-۵۹، تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۳-۹۴)

امام بخاری کی عبادت اور ریاضت

الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

نسج بن سعید بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات آتی تو امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنے اصحاب کو جمع کرتے اور ان کو نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس (۲۰) آیتیں پڑھتے اور اسی طرح پڑھتے رہتے یہاں تک کہ قرآن مجید ختم کر لیتے اور سحری کے وقت نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں قرآن ختم کر لیتے اور دن میں ہر روز ایک قرآن ختم کرتے اور شام میں افطار کے وقت قرآن ختم کرتے اور فرماتے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۳۵، دار الفکر بیروت ۱۴۲۳ھ)

ابوسعید بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری ایک دن نماز پڑھ رہے تھے کہ زنبور (قتیہ بھڑ) نے ان کو سترہ بار ڈنک مارا جب وہ نماز پڑھ چکے تو انہوں نے کہا: دیکھو! نماز میں کیا چیز مجھے ایذا پہنچا رہی تھی؟ لوگوں نے دیکھا کہ زنبور کے کاٹنے سے ان کے سترہ (۱۷) جگہ ورم آ گیا تھا لیکن انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے کسی نے کہا: جب پہلی بار زنبور نے آپ کو ڈنک مارا تو آپ نے نماز کیوں نہیں منقطع کی؟ امام بخاری نے کہا: میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا میں چاہتا تھا کہ اس سورت کو مکمل کر لوں۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳-۱۲، تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۹-۵۸، تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۳)

امام بخاری کی سیرت اور کردار

ابوسعید بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے پاس فردخت کے لیے کچھ سامان آیا، شام کو ان کے پاس بعض تاجر آئے اور پانچ ہزار درہم کے نفع پر وہ سامان خریدنا چاہا، امام بخاری نے کہا: میں تمہیں کل بتاؤں گا۔ دوسرے دن تاجروں کا دوسرا گروہ آیا، انہوں نے دس ہزار درہم کے نفع سے خریدنے کی پیش کش کی، امام بخاری نے کہا: کل جو تاجر آئے تھے میں نے دل میں ان کو فردخت کرنے کی نیت کر لی تھی، اب میں پانچ ہزار درہم کے نفع کی خاطر اپنی نیت بدلنا نہیں چاہتا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲، تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۰-۵۹)

محمد بن منصور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی سے تنکا نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا، امام محمد بن اسماعیل اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور لوگوں کی طرف بھی دیکھ رہے تھے جب لوگ غافل ہوئے تو امام بخاری نے وہ تنکا اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا اور جب امام بخاری مسجد سے نکلے تو وہ تنکا مسجد سے باہر پھینک دیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳، تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۹)

بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل کہتے تھے: مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ اللہ عز و جل مجھ سے یہ حساب نہیں کرے گا کہ میں نے کسی کی غیبت کی ہو۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳، تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۰، تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۳)

ابو حاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ جب امام بخاری کسی سفر پر جاتے تو میں اور وہ ایک کمرے میں ہوتے تھے ایک مرتبہ میں نے ان کو دیکھا وہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھے ہر مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا، احادیث نکالیں، ان پر نشان لگائے، پھر سر رکھ کر لیٹ گئے، پھر سحری کے وقت تیرہ رکعت نماز تہجد پڑھی، جس میں ایک رکعت وتر بھی شامل تھی (یعنی آخری دو گانہ کے ساتھ ایک رکعت ملا کر سب رکعتوں کو وتر کر دیا)۔ امام بخاری جتنی بار بھی اٹھے انہوں نے مجھے نہیں جگایا، میں نے ان سے کہا: آپ اپنے اوپر اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجھے نہیں اٹھاتے، امام بخاری نے کہا: تم نو جوان آدمی ہو، میں تمہاری عیند خراب نہیں کرنا چاہتا، ایک دن میں نے دیکھا کہ امام بخاری پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے تھے اس وقت وہ فربر میں ”کتاب التفسیر“ تصنیف کر رہے تھے اور اس دن انہوں نے بہت زیادہ احادیث کی تخریج کر کے اپنے آپ کو تھکا لیا تھا، میں نے ان سے کہا: اے ابو عبد اللہ! میں نے آپ سے ایک دن یہ سنا تھا کہ جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے آپ کوئی چیز بغیر علم کے نہیں لکھتے، اس وقت جو آپ لیٹے ہوئے ہیں اس میں کون سا علم

ہے؟ امام بخاری نے کہا: ہم آج سارا دن کام کر کے تھک چکے ہیں اور یہ دشمن کا سرحدی علاقہ ہے مجھے یہ خطرہ ہوا کہ دشمن کی طرف سے کوئی مصیبت آ سکتی ہے تو میں نے چاہا آج رات آرام کر کے کل کے کام کے لیے توانائی حاصل کروں تاکہ اگر دشمن نے اچانک حملہ کر دیا تو ہم حرارت کر سکیں۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳، تاریخ دمشق ج ۵ ص ۵۳-۵۲، تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۵-۹۴، تہذیب الساری ص ۷۵-۷۴)۔

۴- مع فتح بخاری ج ۱ اور المعرفۃ بیروت

امام بخاری کا زہد

حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

محمد بن عباس فربری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امام بخاری نے مجھے بہت زیادہ احادیث لکھوائیں پھر ان کو میری تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا خیال ہوا تو انہوں نے کہا: تم کو خوش ہونا چاہیے کیونکہ کھیل کود والے اپنے کھیل کود کے مشغلہ میں خوش ہیں اور فن و حرفت والے اپنے پیشوں میں خوش ہیں اور تاجر حضرات اپنی تجارتوں میں خوش ہیں اور تم نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو میں نے کہا: مجھے مل نہیں ہے بلکہ میں حدیث لکھنے سے محفوظ ہوتا ہوں اور میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا جس میں دنیا کا ذکر ہو مگر میں اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کروں گا۔

امام بخاری کے بعض اصحاب نے کہا: آپ نے فلاں شخص کو برا کہا ہے امام بخاری نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کسی شخص کا بُرائی کے ساتھ ذکر نہیں کیا الا یہ کہ میری زبان سے ہوا کوئی بات نکلی ہو اور قیامت کے دن میرے صحیفہ اعمال سے کسی کا نام بُرائی کے ساتھ نہیں نکلے گا۔

امام بخاری کے بعض اصحاب نے امام بخاری کی ایک باغ میں دعوت کی اور ہماری بھی ان کے ساتھ دعوت کی جب ہم بیٹھ گئے تو باغ والے نے باغ کی تعریف کی اور کہا: وہ اس باغ میں مجالس منعقد کرتا رہتا ہے اور اس کی نہروں میں پانی جاری کرتا رہتا ہے پھر اس نے امام بخاری سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو یہ کیسا لگتا ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ دنیا کی زندگی ہے۔

امام بخاری کا ایک شخص مقروض تھا جس نے امام بخاری سے پچیس ہزار درہم لیے ہوئے تھے۔ امام بخاری کو خبر ملی کہ وہ شخص آمل (ایک مقام) میں آیا ہوا ہے ہم اس وقت فربر میں تھے ہم نے امام بخاری سے کہا: ہمیں چاہیے کہ ہم اس شخص سے آپ کا مال وصول کریں امام بخاری نے کہا: ہمیں اسے ڈرانا نہیں چاہیے اس شخص کو معلوم ہوا کہ امام بخاری فربر میں ہیں تو وہ خوارزم چلا گیا ہم نے امام بخاری سے کہا: آپ آمل کے حاکم ابو سلمہ الکشانی سے کہیں کہ وہ خوارزم کے حاکم کے نام ایک مکتوب لکھ دے کہ اس شخص کو گرفتار کر کے اس سے آپ کی رقم وصول کی جائے امام بخاری نے کہا: اگر میں نے اس سے سفارشی مکتوب لکھوایا تو وہ بھی مجھ سے سفارشی مکتوب لکھوائے کی طمع رکھے گا اور کیا پتا اس کی سفارش جائز ہو یا ناجائز! لہذا میں دنیا کے بدلے میں اپنے دین کو نہیں فروخت کروں گا ہم نے بہت کوشش کی لیکن امام بخاری راضی نہیں ہوئے حتیٰ کہ ہم نے خود آمل کے حاکم سے بات کی اور اس نے خوارزم کے حاکم کے نام مکتوب لکھ دیا جب امام بخاری کو یہ خبر ملی تو انہیں بہت سخت رنج ہوا انہوں نے کہا: تم مجھ پر میرے نفس سے زیادہ شفقت نہ کرو اور انہوں نے خوارزم میں اپنے بعض اصحاب کے نام مکتوب لکھا کہ ان کے مقروض کے ساتھ صرف نیک سلوک کیا جائے یہ دونوں مکتوب ایک ساتھ خوارزم پہنچے پھر وہ مقروض آمل آیا اور مرد کی طرف جانے کا ارادہ کیا پھر سلطان نے اس مقروض پر تشدد کرنے کا ارادہ کیا امام بخاری نے اس کو ناپسند کیا اور اس مقروض سے اس پر صلح کر لی کہ وہ ہر سال امام بخاری کو دس درہم کی معمولی رقم دے دیا کرے اور امام بخاری نے اس سے پچیس ہزار درہم لینے تھے اور امام بخاری کو اس سے ایک درہم بھی وصول نہیں

ولا

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ مسلمان پر ایسا حال نہیں آنا چاہیے کہ وہ دعا کرے تو اس کی دعا قبول نہ ہو میری بھابھی نے میرے سامنے امام بخاری سے پوچھا: کبھی یہ چیز آپ پر بھی وارد ہوئی یا آپ نے اس کا تجربہ کیا؟ امام بخاری نے کہا: ہاں! میں نے دو بار اپنے رب عزوجل سے دعا کی تو میرے رب نے میری دعا قبول کر لی، پھر میں نے نہیں پسند کیا کہ میں سے بارہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں، مبادا میری نیکیوں میں کمی کی جائے یا مجھے میری نیکیوں کا اجر دنیا میں ہی دے دیا جائے، پھر امام بخاری نے کہا: مسلمان کو جھوٹ بولنے یا بخل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں: امام بخاری نے کہا: ایک بار مجھے ضرورت کا خرچ نہیں ملا حتیٰ کہ میں گھاس چھانے لگا اور میں نے کسی کو نہیں بتایا، جب تین دن گزر گئے تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا، اس نے مجھے دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی دی اور کہا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو۔

خسین بن محمد سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری میں دیگر نیک خصائل کے ساتھ یہ خصلتیں تھیں۔ وہ بابتیں کرتے تھے لوگوں کے اموال میں طمع نہیں کرتے تھے اور لوگوں کے معاملات میں دخل نہیں دیتے تھے، علم کے علاوہ ان کا اور کوئی مشغہ نہیں تھا۔

سلیم بن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ساٹھ سال میں امام بخاری سے زیادہ فقیہ، ان سے زیادہ متقی اور ان سے زیادہ زاہد نہیں دیکھا۔ (یہ اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۰۸-۳۰۶ حدیث الساری ص ۶۷۳ مع فتح الباری ج ۱۰ دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا کرم اور ان کی سخاوت

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کا ایک قطعہ زمین تھا جس کا وہ ہر سال سات سو درہم کرہہ دیتے تھے۔ اگر یہ بار بعض اوقات امام بخاری کے لیے ایک گلزی یا دو گلزیاں لایا کرتا تھا کیونکہ امام بخاری کو گلزی بہت پسند تھی اور وہ اس کو خربوز پر ترجیح دیتے تھے امام بخاری اس شخص کو گلزی لانے کے معاوضہ میں ہر سال سو درہم دیا کرتے تھے۔

امام بخاری فرماتے تھے: مجھے براہِ پانچ سو درہم آمدنی ہوتی تھی اور میں وہ سب کی سب علم دین کے طالب پر خرچ کر دیتا تھا میں نے کہا: ان دو شخصوں میں کتنا فرق ہے جو مال کو اس طرح خرچ کرتا ہے اور جو مال کو اپنے لیے جمع کرتا ہے امام بخاری نے کہا: جو مال کے پاس ہے وہ زیادہ اچھا ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

امام بخاری پورے دن میں روٹی نہیں کھاتے تھے، صرف دو یا تین بادام کھاتے (یعنی کسی وجہ سے انہیں یاہ میں نہ پینا ہوتا تھا) اور وہ چنے وغیرہ پکانے سے پرہیز کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا: اے ابو نعیم! ہمیں سال میں زیادہ خرچ کی ضرورت ہوتی ہے، میں نے پوچھا: کتنے خرچ کی؟ امام بخاری نے کہا: چار یا پانچ ہزار درہم کی اور وہ بہت زیادہ صدقہ کرتے تھے، وہ حدیث پڑھنے والوں کی مدد کرتے تھے، دو بیس یا تیس درہم یا اس سے کم یا زیادہ اس طرح دیتے تھے کہ کسی کو پتا نہیں چلتا تھا انہوں نے کئی مرتبہ ایک شخص کو تین سو درہم سے بھری ہوئی تھیلی دی، مجھے بعد میں اس شخص نے بتایا: وہ دعا دینا چاہتا تھا کہ امام بخاری اس سے کسی اور کام میں لگ جاتے تاکہ کسی کو پتا نہ چلے۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے نو سو بیس درہم میں ایک گھر خریدا امام بخاری نے کہا: مجھے تم سے ایک کام ہے کہ اگر تم نے کہا: جی ہاں امام بخاری نے کہا: توج بن ابی شہاد ایک صراف ہے اس سے میرے ایک بیٹے اور درہم لے کر آؤ میں اسے لے کر آیا تو امام بخاری نے کہا: یہ درہم تم لے لو اور ان کو مکان کی قیمت میں رکھ لو میں نے کہا: میں نے ان کو قبول کر لیا اور میں آپ کا

شکرا ادا کرتا ہوں پھر ہم دونوں ”الجامع الصحیح“ کی تصنیف کرنے بیٹھ گئے کچھ دیر بعد میں نے کہا: میرا ایک کام ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ کے سوا میرا وہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا۔ امام بخاری نے سوچا شاید میں زیادہ پیسوں کی طمع کر رہا ہوں انہوں نے کہا: تمہارا جو بھی کام ہے وہ میں کروں گا میں نے کہا: آپ نے جو ایک ہزار درہم مجھے عطا کیے تھے وہ میں آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں بس میرا یہی کام ہے چونکہ امام بخاری وعدہ کر چکے تھے اس لیے انہوں نے وہ ایک ہزار درہم لے لیے پھر ہم دودن تک بیٹھ کر ”الجامع الصحیح“ کی تصنیف کا کام کرتے رہے اس دن ہم نے ظہر تک بہت کام کیا ظہر کی نماز کے بعد پھر لکھنے بیٹھ گئے اس وقت تک ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا عصر کے بعد امام بخاری نے میری طرف دیکھا میرا نقابہت سے بُرا حال تھا پھر امام بخاری نے میری طرف ایک کاغذ بڑھایا جس میں تین سو درہم تھے اور کہا: جب تم نے مکان کی قیمت نہیں لی تو ان درہم کو اپنی دوسری ضروریات میں صرف کر دو پھر دوسرے دن مجھے سبزی وغیرہ خریدنے کے لیے پھر میں درہم دیے میں نے امام بخاری سے کہا: آپ نے دنیا اور آخرت کی خیر جمع کر لی ہے دنیا میں ایسا کون شخص ہوگا جو اپنے خادم کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک آپ میرے ساتھ کرتے ہیں!

عبداللہ بن محمد الصارفی بیان کرتے ہیں کہ میں امام بخاری کے ساتھ ان کے گھر میں تھا ان کی باندی آئی اور ان کے سامنے لڑکھڑا کر گر گئی امام بخاری نے کہا: تم کس طرح چلتی ہو؟ اس نے تنگ کر کہا: جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلوں امام بخاری نے ہاتھ اٹھا کر کہا: جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا بعد میں امام بخاری سے کہا گیا: اس باندی نے تو آپ کو بدتمیزی سے جواب دیا تھا امام بخاری نے کہا: میں نے جو کچھ کیا اس سے میں نے اپنے نفس (مطمئنہ) کو راضی کیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۰-۳۰۸)

امام بخاری کی قوت حفظ ذکاوت و ذہانت اور وسعت علم

جعفر بن محمد القطان بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے مجھے بتایا میں نے ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے احادیث لکھی ہیں اور ہر شیخ سے دس ہزار سے زیادہ احادیث لکھی ہیں اور میں ہر حدیث کی سند ذکر کرتا ہوں۔

عبدالرحمان بن محمد بخاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ میں ایک ہزار مشائخ سے ملا جن میں اہل حجاز، عراق، شام اور مصر کے مشائخ تھے میں ان سے بار بار ملا اور شام، مصر اور الجزیرہ کے مشائخ سے دوبار ملا اور اہل بصرہ کے مشائخ سے چار بار ملا اور حجاز کے مشائخ سے چھ بار ملا اور میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں خراسان کے محدثین کے ساتھ کتنی بار کوفہ اور بغداد گیا ان میں قابل ذکر مشائخ یہ ہیں: الحکی بن ابراہیم، یحییٰ بن یحییٰ، ابن شقیق، قتیبہ اور شہاب بن معمر اور شام کے مشائخ میں: الفریابی، ابومسیر، ابو المغیرہ اور ابوالیمان میں ان میں سے جس سے بھی ملا ان میں سے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں تھا کہ دین قول اور عمل ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

محمد بن ابوحاتم الوراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حاشد بن اسماعیل اور دوسروں سے سنا ہے کہ امام بخاری ہمارے ساتھ بچپن میں مشائخ بصرہ کے پاس جاتے تھے اور وہ احادیث لکھتے نہیں تھے حتیٰ کہ کافی دن گزر گئے ہم نے ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ جاتے ہیں اور لکھتے نہیں ہیں پھر آپ کیا کریں گے؟ سولہ دن گزر جانے کے بعد امام بخاری نے کہا: تم نے مجھ سے لکھنے کے متعلق بہت اصرار کیا ہے جاؤ تم اپنی لکھی ہوئی حدیثیں میرے پاس لاؤ پس ہم اپنی لکھی ہوئی حدیثیں ان کے پاس لائے امام بخاری نے اس سے پندرہ ہزار حدیثیں زیادہ زبانی بیان کر دیں اور کہا: تم یہ سمجھتے تھے کہ میں فضول یہاں آتا ہوں اور اپنا وقت ضائع کرتا ہوں پھر ہم نے جان لیا کہ امام بخاری پر کوئی مقدم نہیں ہو سکتا۔

یوسف بن موسیٰ الروزی بیان کرتے ہیں کہ میں جامع بصرہ میں تھا کہ میں نے ایک منادی کی آواز سنی: اے اہل علم! بے شک

امام محمد بن اسماعیل بخاری آچکے ہیں لوگ ان سے طلب حدیث کے لیے کھڑے ہو گئے، میں بھی ان کے ساتھ تھا، ہم نے ایک نوجوان شخص دیکھا جو ستون کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو سب نے اس شخص سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے مجلس اطاء منعقد کریں، انہوں نے ان کی درخواست منظور کر لی، صبح کے قریب اتنے اور اتنے ہزار لوگ جمع ہو گئے اور امام بخاری احادیث لکھوانے کے لیے بیٹھ گئے، انہوں نے کہا: اے اہل بصرہ! میں نوجوان آدمی ہوں، آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث لکھوانے کا سوال کیا ہے اور عنقریب میں آپ لوگوں کو آپ کے شہر کے مشائخ کی احادیث لکھواؤں گا۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے بتایا کہ میں نیشاپور کی جامع میں تھا، تو عمرو بن زرارہ اور اسحاق بن راہویہ یعقوب بن عبد اللہ والی نیشاپور کے پاس گئے اور اس کو میرے آنے کی خبر دی، اس نے ملاقات کے لیے آنے سے غدر پیش کیا، وہاں جب ہمارے ہاں کوئی اجنبی مسافر آتا ہے تو ہم اس کو اس وقت تک جانے نہیں دیتے جب تک کہ اس کی شخصیت ہم پر واضح نہیں ہو جاتی، پھر ان میں سے کسی نے کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نماز میں ”جلسۃ“ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اچھی طرح نہیں کرتے، امام بخاری نے کہا: اگر میرے متعلق اس طرح کہا گیا ہے تو میں اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ میں صرف نماز کے متعلق دس ہزار احادیث نہ بیان کر دوں!

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں فریابی کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، میں نے ایک حدیث بیان کی: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی عروہ از ابی الخطاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ غسل واحد کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۸، صحیح مسلم: ۳۰۹، سنن ابوداؤد: ۲۱۸، سنن ترمذی: ۱۳۰، سنن نسائی: ۲۶۳، سنن ابن ماجہ: ۵۸۸، مسند احمد: ۵/۱۱۹۳، ج ۴، ر غفر) اس مجلس میں کوئی نہیں جان سکا کہ ابو عروہ کون ہے اور نہ یہ جان سکا کہ ابو الخطاب کون ہے، پھر میں نے بتایا کہ ابو عروہ و معمر ہیں اور ابو الخطاب قتادہ ہیں۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم سے کسی نے سوال کیا کہ ایک آدمی نے بھولے سے طلاق دے دی وہ کافی دیر تک غور و فکر کرتے رہے اور اس کا جواب نہ دے سکے، پھر میں نے یہ حدیث سنائی: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: بے شک اللہ عز و جل نے میری امت سے اس سے درگزر کر لیا ہے کہ وہ اپنے دل میں کسی کام کا منصوبہ بنائے جب تک اس پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۶۹، صحیح مسلم: ۱۲، سنن ابوداؤد: ۲۴۰۹، سنن ترمذی: ۱۱۸۶، سنن نسائی: ۳۳۳۱، سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۰، مسند احمد: ۳/۹۵۰۳، ج ۳، دار الفکر)

اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دل میں کسی کام کا قصد کرے یا کلام کرے یا اس پر عمل کرے اور اس نے دل میں اس کو طلاق دینے کا قصد نہیں کیا، پھر اسحاق نے میرے اس قول کے مطابق فتویٰ دیا۔

محمد بن حمیرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا: مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ ہیں اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں۔ (طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۴۲) محمد بن ابی حاتم الوراق بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری کہتے تھے کہ میں اس وقت تک حدیث لکھنے کے لیے نہیں بیٹھا جب تک کہ میں نے حدیث صحیحہ کو حدیث ضعیف سے متمیز نہیں کر لیا اور حتیٰ کہ میں نے رے (طبرستان) کی عام کتب کو نہیں پڑھ لیا اور حتیٰ کہ میں پانچ مرتبہ بصرہ میں داخل ہوا اور مجھے وہاں سے جو بھی صحیح حدیث ملی اس کو میں نے لکھ لیا۔ علی بن حسین بن بیکندی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس محمد بن اسماعیل آئے تو کسی نے کہا کہ میں نے اسحاق بن راہویہ کو یہ

کہتے ہوئے سنا ہے: گویا میں اپنی کتاب میں ستر ہزار حدیثوں کو دیکھ رہا ہوں، محمد بن اسماعیل نے کہا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو حالانکہ اس زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی کتاب میں دو لاکھ حدیثوں کو دیکھتے ہیں اور امام بخاری نے اس سے اپنی ذات کا ارادہ کیا تھا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۹۰-۲۸۵)

امام بخاری کے مشائخ کے اسماء

★ امام بخاری نے بخاری سے روانہ ہونے سے پہلے ان مشائخ سے حدیث کا سماع کیا:

عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان الجعفی المسندی اور محمد بن سلام البیکندی اور ایک جماعت سے جو بڑے مشائخ میں سے نہیں تھے۔

★ بیخ میں ان مشائخ سے سماع حدیث کیا:

کئی بن ابراہیم اور وہ سب سے اعلیٰ ہیں اور انہوں نے مرو میں عبدالان بن عثمان اور علی بن الحسن بن شقیق اور صدقہ بن الفضل سے سماع کیا اور نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ اور رے میں ابراہیم بن موسیٰ سے سماع کیا۔

★ ۲۱۰ھ میں عراق میں ان مشائخ سے سماع کیا:

محمد بن عیسیٰ بن الطبائع اور سرج بن النعمان اور محمد بن سابق اور عفان۔

★ بصرہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:

ابو عاصم النبیل، الانصاری اور عبدالرحمن بن حماد الشعیثی صاحب ابن عون اور محمد بن عرعرا اور حجاج بن منہال اور بدل بن الحمر اور عبداللہ بن رجاء اور متعدد سے سماع کیا۔

★ کوفہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:

عبید اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم خالد بن مخلد، مطلق بن غنام اور خالد بن یزید المقرئ، یہ وہ ہیں جنہوں نے حمزہ کے سامنے حدیث پڑھی۔

★ اور مکہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:

ابی عبدالرحمن المقرئ، خلاد بن یحییٰ، حسان بن حسان البصری، ابی الولید احمد بن محمد الازرقی اور الحمیدی۔

★ اور مدینہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:

عبد العزیز، ابویسی، ایوب بن سلیمان بن بلال اور اسماعیل بن ابی اویس۔

★ اور مصر میں ان مشائخ سے سماع کیا:

سعید بن ابی مریم، احمد بن اشکاب، عبداللہ بن یوسف اور اصبح۔

★ اور شام میں ان مشائخ سے سماع کیا:

ابو الیمان، آدم بن ابی ایاس، عیاش بن عیاش، بشر بن شعیب، ابو المغیرہ، عبدالقدوس، احمد بن خالد الوہبی، محمد بن یوسف الفریابی، ابو مسبر اور ان کے علاوہ اور بہت سے۔

محمد بن ابوحاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے بتایا کہ میں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) مشائخ سے احادیث لکھی ہیں ان میں سے ایک کے سوا سب یہ کہتے تھے کہ ایمان قول اور عمل ہے اور زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔

★ امام بخاری کے اعلیٰ شیوخ وہ ہیں جو تابعین سے روایت کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

ابو عاصم الانصاری، کئی بن ابراہیم، عبید اللہ بن موسیٰ، ابو المغیرہ اور ان کی مثل دیگر۔

★ ان کے اوساط شیوخ وہ ہیں جو اوزاعی سے روایت کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:
ابن ابی ذئب، شعبہ، شعیب بن ابو حمزہ اور الثوری۔

★ پھر اس سے نچلے طبقہ میں وہ ہیں جو اصحاب مالک کی مثل ہیں جیسے:
حماد بن زید اور ابی عوانہ۔

★ اور چوتھے طبقہ میں وہ ہیں جو اصحاب ابن المبارک کی مثل ہیں جیسے:
ابن عیینہ، ابن وہب اور ولید بن مسلم۔

★ پھر پانچویں طبقہ کے مشائخ یہ ہیں:

محمد بن یحییٰ الذہلی، اس سے انہوں نے بہت روایت کی ہے اور تہ لیس کی ہے اور محمد بن عبد اللہ الخرمی، محمد بن عبد الرحیم صاعقہ، یہ ان کے معاصر ہیں اور ابو مسبر، ان سے سماع مشکوک ہے اور غیر صحیح میں انہوں نے کہا: "حدثنا ابو مسهر" یا "حدثنا رجل عنه" اور "روی عن احمد بن عبد الملك بن واقد الحرانی"۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۷۹-۲۸۰، تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۸۵-۸۴، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۳-۴۲۴، تہذیب الساری ص ۴۷۳-۴۷۴، مع فتح الباری ج ۱۰ اذکار العرفۃ بیروت)

امام بخاری سے روایت کرنے والے اور ان کے تلامذہ

★ امام بخاری سے بہت لوگوں نے روایت کی ان میں سے مشہور نام یہ ہیں:

ابو یحییٰ الترمذی، ابو حاتم، ابراہیم بن اسحاق الحرابی، ابو بکر بن ابی الدنیا، ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم، صالح بن محمد جزرہ، محمد بن عبد اللہ الحضرمی، مطین، ابراہیم بن معقل النسفی، عبد اللہ بن ناجیہ، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ، عمر بن محمد بن یحییٰ، ابو قریش محمد بن جعہ، یحییٰ بن محمد بن صاعد، محمد بن یوسف الفربری راوی "الصحيح"، منصور بن محمد مزبذہ، ابو بکر بن ابی داؤد، حسین، قاسم (یہ دونوں محالی کے بیٹے ہیں)، عبد اللہ بن محمد بن الاشقر، محمد بن سلیمان بن فارس، محمود بن غزیر النسفی اور بے شمار لوگ ہیں امام مسلم نے ان سے غیر صحیح میں روایت کی ہے۔

ایک قول ہے: امام نسائی نے "کتاب الصیام" میں ان سے اپنی "سنن" میں روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور امام نسائی نے "کتاب الکئی" میں بعض احادیث از عبد اللہ بن احمد الخفاف از البخاری روایت کی ہیں۔

ہمارے شیخ ابو الحجاج المزنی نے امام بخاری کے شیوخ اور ان کے تلامذہ کو حرفہ فنی کی ترتیب سے ذکر کیا جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

★ محمد بن طاہر المقدسی نے کہا ہے کہ "صحیح البخاری" کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:
الفربری، حماد بن شاکر، ابراہیم بن معقل نسفی، طاہر بن محمد بن مخلد نسفی۔

حافظ ابو نصر بن ماکولانے کہا ہے: جس نے سب سے آخر میں امام بخاری سے حدیث روایت کی ہے وہ ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی المزنی ہیں یہ اہل بزدہ سے تھے اور شفقہ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۰، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۴)

امام بخاری کے متعلق ائمہ حدیث کے کلمات تحسین

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ مجھے سلیم بن مجاہد نے بتایا کہ محمد بن سلام بیکندی میرے پاس آئے میں نے ان سے کہا: اگر آپ تھوڑی دیر پہلے آتے تو میں آپ کو وہ بچہ دکھاتا جس کو ستر ہزار احادیث حفظ ہیں پھر میں امام بخاری کو تلاش کرنے کے لیے نکلتا تھا کہ وہ مل گئے البیکندی نے کہا: تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو مجھے ستر ہزار احادیث حفظ ہیں؟ امام بخاری نے کہا: ہاں! اور مجھے اس سے زیادہ احادیث حفظ ہیں اور میں آپ کو صحابہ اور تابعین سے جو حدیث بھی روایت کروں گا میں ان میں سے اکثر کی جائے ولادت جائے وفات اور ان کے مسکن کو جانتا ہوں اور میں صحابہ اور تابعین کی جس حدیث کو بھی روایت کرتا ہوں میرے پاس قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کی اصل محفوظ ہوتی ہے۔

یحییٰ بن جعفر کہتے تھے: اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ میں اپنی عمر میں سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کر دوں تو میں کر دیتا کیونکہ میری موت ایک آدمی کی موت ہوگی اور امام بخاری کی موت سے علم رخصت ہو جائے گا۔

نعیم بن نماد کہتے تھے کہ امام بخاری اس امت کے فقیہ ہیں۔

محمد بن ابوحاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے بتایا کہ عمرو بن علی الفلاس کے اصحاب نے ایک حدیث میں مجھ سے مذاکرہ کیا میں نے کہا: میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا وہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور جا کر عمرو بن علی کو بتایا انہوں نے کہا: جس حدیث کو محمد بن اسماعیل نہیں پہچانتے وہ حدیث نہیں ہے۔

حاشد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے مصعب الزہری نے کہا: ہمارے نزدیک محمد بن اسماعیل امام احمد بن حنبل سے زیادہ فقیہ اور بصیر ہیں ان سے کہا گیا: تم نے حد سے تجاوز کیا ہے مصعب نے اس شخص سے کہا: اگر تم امام مالک کا زمانہ پاتے اور ان کا چہرہ دیکھتے اور محمد بن اسماعیل کا چہرہ دیکھتے تو تم کہتے: یہ دونوں فقہ اور حدیث میں واحد ہیں۔

علی بن حجر نے کہا: خراسان نے تین مرد پیدا کیے: ابو زرہ محمد بن اسماعیل بخاری اور عبد اللہ بن عبد الرحمان داری اور محمد بن اسماعیل میرے نزدیک ان سب سے زیادہ بصیر سب سے بڑے عالم اور سب سے کامل فقیہ ہیں۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا ہے: خراسان نے محمد بن اسماعیل کی مثل پیدا نہیں کی۔

اتمد بن المنصور بیان کرتے ہیں: میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر سے سنا کہ ہم نے محمد بن اسماعیل کی مثل نہیں دیکھی۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ میں تھا تو میں نے محمد بن اسماعیل کی آمد کے متعلق سنا تو بندار نے کہا: آج سید الفقہاء داخل ہوا ہے۔

ابراہیم بن خالد المروزی بیان کرتے ہیں کہ ابو عمار الحسین بن خریث نے امام بخاری کی تعریف کرتے ہوئے کہا: میں نے ان کی مثل نہیں دیکھی گویا کہ ان کو صرف حدیث کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

محمود بن المنصور بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ شام کو فہ اور حجاز میں گیا اور میں نے ان کے علماء کو دیکھا جب بھی ان کے سامنے امام محمد بن اسماعیل کا ذکر ہوتا تو وہ امام بخاری کو اپنے اوپر فضیلت دیتے۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل نے بتایا کہ میں جب بصرہ میں گیا تو میں بندار کی مجلس میں پہنچا جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھ سے پوچھا: تو جوان تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: بخاری سے انہوں نے کہا: وہاں ابو عبد اللہ کیسے ہیں؟

میں خاموش رہا، ان کو لوگوں نے بتایا کہ یہی ابو عبد اللہ ہیں، پس وہ کھڑے ہو گئے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گلے لگایا اور کہا: مرحبا! میں اس شخص پر کئی سالوں سے فخر کر رہا تھا۔

محمد بن عمر بن الاشعث البیکندی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن احمد بن حنبل سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد نے کہا: اہل خراسان میں سے چار حفاظ حدیث ہیں: ابو زرہ الرازی، محمد بن اسماعیل البخاری، عبد اللہ بن عبد الرحمن السمرقندی اور الحسن بن شجاع البلیخی۔

یعقوب بن ابراہیم الدورقی کہتے تھے کہ امام محمد بن اسماعیل اس امت کے فقیہ ہیں۔

الفربری بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن منیر کے اصحاب میں سے ایک شخص کسی کام سے بخاری گیا، جب وہ واپس آیا تو ابن منیر نے اس سے پوچھا: تم ابو عبد اللہ سے ملے تھے؟ اس نے کہا: نہیں، انہوں نے اس کو دھتکار دیا اور کہا: تیرے اندر کوئی خیر نہیں ہے، تو بخاری میں گیا اور ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل سے مل کر نہیں آیا!

الوراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے علماء مکہ سے سنا وہ کہتے تھے: محمد بن اسماعیل ہمارے امام اور فقیہ ہیں اور خراسان کے فقیہ ہیں۔ صالح بن یونس بیان کرتے ہیں کہ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی سے سالم بن ابی حفصہ کی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے کہا: اس حدیث کو میں نے محمد بن اسماعیل کے ساتھ لکھا تھا اور وہ کہتے تھے کہ سالم ضعیف ہے، ان سے کہا گیا: آپ یہ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد بن اسماعیل مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے ہیں۔

الوراق بیان کرتے ہیں کہ ابو الطیب حاتم بن منصور الکلیسی کہتے تھے کہ بصرہ میں علم کے نفاذ میں امام بخاری اللہ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں۔

رجاء الحافظ کہتے تھے کہ امام محمد بن اسماعیل کی علماء پر اس طرح فضیلت ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر فضیلت ہے، ایک شخص نے کہا: کیا ہر ایک پر؟ انہوں نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں، جو زمین پر چلتے ہیں۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ہم امام بخاری کے ساتھ محمد بن بشار کے پاس تھے، انہوں نے امام بخاری سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا، امام بخاری نے فی الفور جواب دیا، محمد بن بشار نے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ ہمارے زمانہ میں اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

سلیم بن مجاہد کہتے تھے: اگر وکیع، ابن عیینہ اور ابن المبارک اس وقت زندہ ہوتے تو محمد بن اسماعیل کی طرف محتاج ہوتے۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ہم قتیبہ بن سعید کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، اس کا نام ابو یعقوب تھا، قتیبہ بن سعید نے اس سے محمد بن اسماعیل کے متعلق دریافت کیا، پہلے اس نے اپنا سر جھکایا، پھر آسمان کی طرف سراٹھایا اور کہا: اے لوگو! میں نے حدیث میں غور کیا ہے اور رائے میں بھی غور کیا ہے، میں فقہاء، زہاد اور عباد کی مجلس میں رہا ہوں اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، میں نے محمد بن اسماعیل کی مثل نہیں دیکھی۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ قتیبہ کہتے ہیں کہ امام بخاری اپنے اصحاب میں صدق اور تقویٰ میں ایسے ہیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ میں تھے۔

ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ کہتے تھے کہ میں نے محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر آسمان کے نیچے احادیث کا عالم اور حافظ نہیں دیکھا۔

محمد بن حمدون بن رستم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام مسلم بن حجاج، امام بخاری کے پاس آئے اور کہا: اے استاذ الاستاذین! سید المحدثین اور علل حدیث کے طیب! اپنے پیر بڑھائیں تاکہ میں ان پر بوسہ دوں۔
امام ابو یسیٰ ترمذی نے کہا: میں نے علل تاریخ اور معرفت الاسانید کے معنی میں محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا، عراق میں نہ خراسان میں۔

امام ابو یسیٰ ترمذی نے کہا: امام محمد بن اسماعیل عبد اللہ بن منیر کے پاس تھے جب وہ ان کے پاس سے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کی زینت بنا دیا ہے، امام ترمذی نے کہا: ان کے یہ کلمات قبول ہو گئے۔
احمد بن نصر اختلاف نے کہا: امام محمد بن اسماعیل اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل سے بیس درجہ زیادہ بڑے عالم تھے اور جو امام بخاری کی مذمت کرے میری طرف سے اس پر ایک ہزار لعنت ہو۔

بغیر کفر یا فسق کے کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

احمد بن حمدون القصار بیان کرتے ہیں کہ امام مسلم بن حجاج، امام بخاری کے پاس گئے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں پھر کہا: آپ کو محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید احرانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از سہیل از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، حدیث کفارہ مجلس میں ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۳۶) اس حدیث کی علت کیا ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ حدیث ملتی ہے اور اس باب میں اس حدیث واحد کے سوا دنیا میں اور کوئی حدیث میرے علم میں نہیں ہے مگر یہ حدیث معلول ہے: ہمیں یہ حدیث موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کی انہوں نے کہا: ہم سے وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سہیل نے حدیث بیان کی از عون بن عبد اللہ امام محمد نے کہا: اور یہ سند اولیٰ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ کا سہیل سے سماع نہیں بیان کیا جاتا تب امام مسلم نے کہا: آپ سے صرف حاسد بن یغص رکھے گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی کوئی مثل نہیں ہے۔
کفارہ مجلس کی حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں بہت شور و شغب ہو پھر مجلس سے اٹھنے سے پہلے وہ یہ دعا پڑھ لے: "سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک" تو اس مجلس میں جو غلط باتیں ہوئی تھیں ان پر اس شخص کو معاف کر دیا جائے گا۔

(سنن ترمذی: ۳۴۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹)

ابو سہل محمد بن احمد المرزوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو زید المرزوی الفقیہ سے یہ سنا ہے کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا اس وقت مجھے نبی ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا: اے ابو زید! کب تک امام شافعی کی کتابیں پڑھتے رہو گے؟ تم میری کتاب نہیں پڑھتے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد بن اسماعیل کی "الجامع"۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۰۳-۳۰۴ ملخصاً و ملقطاً تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۹-۱۶ ملقطاً تاریخ دمشق ج ۵ ص ۵۵-۶۱ ملقطاً تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۰۳-۹۵ ملقطاً طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳ ملقطاً تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۲-۳۱ ملقطاً احدث الساری ص ۷۸-۷۴۔

۳۷۶ مع فتح الباری ج ۱ ادار المعرفۃ بیروت)

اہل بغداد اور اہل سمرقند کے امتحان میں سرخرو ہونا

حافظ احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ جب اہل بغداد کو معلوم ہوا کہ امام بخاری بغداد آ رہے ہیں تو بغداد کے محدثین نے امام بخاری کا امتحان لینے کے لیے ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں رد و بدل کر دیا ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے ساتھ اور اس کی سند کو پہلی حدیث کے ساتھ لگا دیا اور اس طرح ایک سو احادیث کے متن اور سند الٹ پلٹ کر دیے اور اس آئیوٹ میں یہ احادیث اس طرح تقسیم کر دیں کہ ہر شخص ایک ایک کر کے دس احادیث کے بارے میں امام بخاری سے سوال کرے۔

امام بخاری جب بغداد میں داخل ہوئے تو اہل بغداد نے ان کے اعزاز میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جس میں علماء امام اور عوام کی بہت اکثریت شامل تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک شخص اٹھا اور اس نے سند مقلوب کے ساتھ پہلی حدیث پڑھی امام بخاری سے پوچھا: کیا آپ کو یہ حدیث معلوم ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اس نے پھر دوسری حدیث پڑھی پھر تیسری پھر چوتھی یہاں تک کہ اس نے دس احادیث پڑھ ڈالیں اور امام بخاری نے ہر بار نفی میں جواب دیا جاننے والے اصل سبب سمجھ کر امام بخاری کے ہم پر حیران ہو رہے تھے اور انجان لوگ اس جواب کو امام بخاری کا غرر سمجھ کر پریشان ہو رہے تھے پہلے شخص نے سوالات سے بعد اسی طرح دوسرے شخص نے اٹھ کر سوالات کیے اور امام بخاری نے اسی طرح جواب دینے پھر تیسرا اٹھا پھر چوتھا یہاں تک کہ دس آدمیوں نے سو احادیث پوری کر ڈالیں اور امام بخاری نے ان تمام احادیث کے جواب میں یہی کہا کہ میں انہیں نہیں جانتا۔ جب امام بخاری نے دیکھا کہ یہ لوگ سوالات سے فارغ ہو گئے اور اب کوئی شخص نہیں اٹھتا تو آپ کہنے لگے ہو گئے اور فرمایا کہ پہلے شخص نے جو حدیث پڑھی اس کی اس نے یہ سند بیان کی تھی اور اس کی سند یہ ہے اس طرح ان لوگوں کی پڑھی ہوئی سو کی سو احادیث کی غلط اسناد بھی پڑھ کر سنائیں اور ان کی اصل اسناد بھی بیان کر دیں اور ہر حدیث کو اس کی اصل سند کے ساتھ لاحق کر دیا جیسے ہی امام بخاری نے اپنے بیان کو ختم کیا تمام مجلس میں تحسین و مرحبا کا غلغلہ اور آفرین آفرین کا شور اٹھا اور عوام و خواص سب نے امام بخاری کے فضل کا اعتراف اور ان کی عظمت کا اقرار کر لیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۱-۲۰ تاریخ دمشق ج ۵ ص ۵۰-۴۹ تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۰-۹۹ یہ احادیث سنن ج ۱ ص ۲۸۶ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۲۸-۳۲۷ جامع الاصول ج ۱ ص ۱۲۳-۱۲۲ ہدی الساری ص ۷۹ مع فتح الباری ج ۱۱ راجع فیہ ص ۱۰) حافظ ابوالازہر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمرقند میں چار سو محدث جمع ہوئے اور انہوں نے امام بخاری کو مخاطبہ لینے کے لیے شام کی اسناد عراق کی اسناد میں داخل کیں اور عراق کی شام میں اسی طرح حرم کی اسناد یمن میں داخل کیں اور یمن کی حرم میں وہ لوگ سات دن تک لگا تار اس قسم کے مخالطہ آمیز متون اور اسانید امام بخاری پر پیش کرتے رہے لیکن ایک بار بھی وہ امام بخاری کو نہ سند میں مخالطہ دے سکے نہ متن میں۔ (ہدی الساری ص ۷۹ مع فتح الباری ج ۱۱ راجع فیہ ص ۱۰)

امام بخاری کا فقہی مسلک

امام بخاری کے اپنے کلام میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ ان کا فقہی مسلک کیا تھا البتہ ”جامع صحیح“ میں امام بخاری ایسی احادیث بہ کثرت لائے ہیں جو مسلک شافعی کی مؤید ہیں اور غالباً اسی بناء پر بعض مشاہیر علماء نے ان کو امام شافعی کا مقصد گردان دیا ہے چنانچہ امام قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ تاج الدین سبکی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وقد ذکرہ ابو عاصم فی طبقات اصحابنا ابو عاصم نے امام بخاری کو ہمارے طبقات شافعیہ میں بیان الشافعیۃ۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) کیا ہے۔ اور تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ امام بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

یعنی امام بخاری نے مکہ میں حمیدی سے سماع کیا اور انہیں سے فقہ شافعی پڑھی۔

وسمع بمكة عن الحمیدی وعلیه تفقه عن الشافعی۔

(طبقات شافعیہ، مکتبہ بی ج ۱ ص ۳۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ابو عاصم عبادی نے امام بخاری کا ذکر اپنی کتاب "طبقات شافعیہ" میں کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری نے زعفرانی، ابو ثور اور کرابیسی سے سماع کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ انہوں نے حمیدی سے فقہ پڑھی اور یہ سب امام شافعی کے شاگرد تھے۔

ذكر ابو عاصم العبادی ابا عبد الله فی کتابه الطبقات وقال سمع من الزعفرانی وابی ثور والکرابیسی قلت وتفقه علی الحمیدی وکلهم من اصحاب الشافعی۔ (طبقات الشافعیہ، مکتبہ بی ج ۱ ص ۳۲۳۔)

(۳۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

امام تاج الدین سبکی نے یہ تمام ثبوت حافظ ابو عاصم کے اس قول کو تقویت پہنچانے کے لیے ذکر کیے ہیں کہ امام بخاری شافعی المذہب تھے۔ حافظ ابو عاصم ۳۵۷ھ میں یعنی امام بخاری کے وصال کے ٹھیک ایک سو ایک سال بعد پیدا ہوئے ان کا زمانہ امام بخاری کے بہت قریب تھا اس لیے ان کی بات پر اعتماد کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔

اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ "مدینۃ العلوم" سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

اور ہمیں چاہیے کہ اب کچھ ائمہ شافعیہ کا تذکرہ کریں تاکہ ہماری کتاب خفی اور شافعی دونوں طرفوں کی جامع ہو جائے اور ائمہ شافعیہ دو قسم پر ہیں ایک وہ جو امام شافعی کی صحبت سے مشرف ہیں جیسے احمد خلال اور ابو جعفر بغدادی دوسری قسم کے ائمہ شافعیہ وہ ہیں جیسے محمد بن ادریس ابو حاتم رازی، محمد بن اسماعیل البخاری اور محمد بن علی حکیم ترمذی۔

ولندکر بعد ذلك نبذا من ائمة الشافعية ليكون الكتب كامل الطرفين حائز الشرفين وهؤلاء صنفان احدهما من تشرف بصحبة الامام الشافعی والاخر من تلاهم من الائمة اما الاول فمنهم احمد الخلال، ابو جعفر البغدادی واما الصنف الثاني فمنهم محمد بن ادریس ابو حاتم الرازی ومحمد بن اسمعيل البخاری ومحمد بن علی الحکیم ترمذی۔

(ابجد العلوم ج ۳ ص ۱۲۷ المکتبۃ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۳ھ)

ان ٹھوس حوالہ جات کے پیش نظر امت کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ امام بخاری شافعی المذہب تھے۔ بہر حال امام بخاری شافعی ہونے کی تقدیر پر بھی محض مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد فی المسائل تھے اور طبقات فقہاء میں تیسرے درجے پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ وہ بعض مسائل میں امام شافعی سے اختلاف کرتے ہیں اور ان مسائل میں خود اجتہاد کرتے ہیں اسی لیے اہل علم کے نزدیک امام بخاری کی مثال شوافع میں ایسی ہے جیسے احناف میں امام ابو جعفر طحاوی کی۔

تصانیف

امام بخاری کی زندگی کا اکثر حصہ احادیث کی تلاش میں شہر در شہر سفر میں گزرا ہے اور انہیں کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع بہت کم ملا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے خاطر خواہ تعداد میں تصانیف چھوڑی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر حضرات نے جو امام بخاری کی تصانیف گنوائی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) الجامع لصحیح (۲) التاریخ الکبیر (۳) التاریخ الاوسط (۴) التاریخ الصغیر (۵) کتاب الضعفاء (۶) کتاب الکنی (۷) الادب المفرد (۸) جزر فح الیدین (۹) جزر القراءۃ خلف الامام (۱۰) کتاب الاثریۃ (۱۱) کتاب الہبہ (۱۲) کتاب العلل (۱۳) بر الوالدین (۱۴) الجامع الکبیر (۱۵) التفسیر الکبیر (۱۶) المسمند الکبیر (۱۷) خلق افعال العباد (۱۸) قضایا الصحابہ والتابعین (۱۹) کتاب الوصایا (۲۰) کتاب المہبوط (۲۱) کتاب الفوائد (۲۲) اسامی الصحابہ۔ (حدی الساری ص ۳۸۳ مع فتح الباری ج ۱۱ اور المعرفۃ بیروت)

نیشاپور میں امام محمد بن یحییٰ الذہلی کے ساتھ خلق قرآن کا مناقشہ

۵۰ھ میں امام بخاری نے نیشاپور آنے کا پروگرام بنایا، اس خبر کو سنتے ہی اہالیان نیشاپور میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس زمانہ میں محمد بن یحییٰ ذہلی نیشاپور کی علمی ریاست کے والی تھے۔ محمد بن یحییٰ ذہلی نے شہر کے لوگوں کو امام بخاری کے استقبال کی تلقین کی، چنانچہ لوگوں کے ایک انبوہ کثیر نے محمد بن یحییٰ کی قیادت میں شہر سے تین مرحلہ آگے جا کر امام بخاری کا استقبال کیا اور انتہائی تزک و احتشام سے امام بخاری کو شہر میں لے کر آئے۔ امام مسلم بن حجاج کہتے ہیں: میں نے اس سے پہلے اتنا عظیم الشان استقبال نہ کسی عالم کا دیکھا تھا نہ کسی حاکم کا۔

امام بخاری نے نیشاپور میں درس حدیث دینا شروع کیا، ان کے درس میں ہر وقت اثر دہام رہتا تھا اور بے حساب بوقت امام بخاری سے علم حدیث کا استفادہ کرتے تھے۔ بعض حاسدین کو امام بخاری کی شہرت اور مقبولیت بڑی لگی اور انہوں نے محمد بن یحییٰ کو امام بخاری کا مخالف بنادیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی قرآن کریم کے الفاظ کو بھی قدیم مانتے تھے اس پر بڑی شدت سے قائم تھے کسی شخص نے جا کر امام بخاری سے پوچھا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ امام بخاری مالتے رہے جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے کہا: ”القرآن کلام اللہ غیر مخلوق“ اس نے پھر اصرار کیا قرآن کے الفاظ کا حکم بتلائیے تو آپ نے کہا: ”افعالنا مخلوقہ والفاظنا من افعالنا“ (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور الفاظ بھی ہمارے افعال ہیں) بس پھر کیا تھا شور مچ گیا کہ امام بخاری الفاظ قرآن کو مخلوق مانتے ہیں جب ذہلی تک یہ خبر پہنچی تو وہ تمام عنایات منقطع کر کے یکسر مخالف ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ بخاری کے درس میں کوئی شخص نہ جائے چنانچہ مسلم بن حجاج کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے درس میں جانا بند کر دیا۔ آخر کار جب امام بخاری اہل نیشاپور سے مایوس ہو گئے تو آپ نے نیشاپور سے بخارا کی طرف روانگی کا قصد کر لیا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۱-۴۹، تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۸-۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۳-۳۱۱، طبقات شافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۳۹۔

۴۳۶ھ حدی الساری ص ۳۸۲ مع فتح الباری ج ۱۱ اور المعرفۃ بیروت)

امام بخاری کی بخاری میں امیر بخاری خالد بن احمد ذہلی کے ساتھ آزمائش

جب اہل وطن کو معلوم ہوا کہ امام بخاری وطن واپس لوٹ رہے ہیں تو انہیں بے حد خوشی ہوئی، انہوں نے بخارا سے کئی منزل پہلے امام بخاری کی پیشوائی کے لیے خیمے نصب کر دیئے اور بڑے تزک و اہتمام اور شان و شکوہ سے امام بخاری کو شہر لے کر آئے۔ امام بخاری نے بخارا میں درس قائم کر دیا اور اطمینان سے پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔

حاسدین نے یہاں بھی امام بخاری کا پیچھا نہ چھوڑا وہ خلافت عباسیہ کے نائب خالد بن احمد ذہلی والی بخارا کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ امام بخاری سے کہیے کہ وہ آپ کے صاحبزادے کو گھر آ کر پڑھایا کریں جب والی بخارا نے امام بخاری سے یہ فرمائش کی تو آپ نے فرمایا: میں علم کو سلاطین کے دروازے پہ لے جا کر ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔ جس شخص کو پڑھنے کی ضرورت ہے اس کو میرے درس میں آنا چاہیے۔ والی بخارا نے کہا: اگر میرا لڑکا درس میں آئے تو وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں پڑھے گا، آپ کو اسے

علیحدہ پڑھانا ہوگا۔ امام بخاری نے جواب دیا: میں کسی شخص کو احادیث رسول کی سماعت سے روک نہیں سکتا، یہ جواب سن کر حاکم ناراض ہو گیا اور اس نے ابن الوقت علماء سے امام بخاری کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے انہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام بخاری اپنے وطن میں آ کر بے وطن ہونے پر بہت آزرده ہوئے۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ خلیفہ نے والی بخارا خالد بن احمد ذہلی کو معزول کر دیا اور اسے گدھے پر سوار کرا کے محل سے نکالا گیا اور قید خانہ میں بند کر دیا گیا، جہاں وہ انتہائی ذلت اور رسوائی سے چند دن گزارنے کے بعد ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح جن لوگوں نے امیر بخارا کی معاونت کی تھی وہ سب مختلف بلاؤں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۳-۳۴ تاریخ دمشق ج ۵ ص ۷۱-۷۰ تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۶-۱۰۵ سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۸-۳۱۹ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۱ تہذیب الساری ص ۴۸۴ مع فتح الباری ج ۱ دار المعرفۃ بیروت)

امام بخاری کا سانحہ ارتحال

بخارا سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری نے سمرقند جانے کا قصد کیا۔ ابھی سمرقند سے کئی منزل دور تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہل سمرقند میں آپ کے بارے میں دو آراء ہو گئی ہیں: یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں خرنگ نامی ایک بستی میں رک گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے خدا! یہ زمین وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتی جا رہی ہے مجھے اپنے پاس واپس بلا لے۔ اس دعا کے بعد آپ بیمار پڑ گئے۔ اس اثنا میں اہل سمرقند نے بلانے کے لیے آپ کے پاس قاصد بھیجا، آپ جانے کے لیے تیار ہوئے مگر طاقت نے ساتھ نہ دیا۔ چند دنوں میں پڑھیں اور اینٹ گئے، جسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا ابھی وہ پسینہ خشک نہ ہوا تھا کہ آپ نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح ۲۵۶ شوال ۲۵۶ھ کو بائیس سال کی زندگی گزار کر عشاء کی نماز کے بعد علم و فضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہو گیا جس سے علم و عمل کی روشنی سے سمرقند بخارا بغداد اور نیشاپور کے بے شمار عوام و خواص اپنے دل و دماغ کو منور کر رہے تھے پھر عید کے دن ظہر کی نماز کے بعد آپ کو خرنگ میں دفن کیا گیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۳-۳۴ تاریخ دمشق ج ۵ ص ۷۱-۷۰ تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۶-۱۰۵ سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۸ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۱ تہذیب الساری ص ۴۸۴ مع فتح الباری ج ۱ دار المعرفۃ بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے پھر امام بخاری نے موت کی دعا کیوں کی؟

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے حالات سے بد دل ہو کر اپنی موت کی دعا کی اور یہ کہا: اے خدا! یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے مجھے اپنے پاس واپس بلا۔ لہذا انکے موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔ (صحیح البخاری: ۵۶۷۱ صحیح مسلم: ۲۶۸۰ سنن ابوداؤد: ۳۱۰۸ سنن ترمذی: ۹۷۱ سنن نسائی: ۱۸۱۹ سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۵ صحیح ابن حبان: ۹۶۸ مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن میں صرف نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۸۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ پے درپے صدقات کی وجہ سے امام بخاری کا ذہن بے حد منتشر ہو چکا تھا اور ان کو ذہول ہو گیا تھا اور اس

وقت یہ یاد نہ رہا کہ موت کی دعا کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور نسیان کی حالت میں جو مومن کا مرنے کا وقت اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا یا پھر امام بخاری نے اجتہاد کیا کہ دنیاوی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے لیکن اب ان کے دین پر مصیبت آئی ہوئی ہے ان کو دینی خدمت کرنے سے روکا جا رہا ہے اور درس اور تدریس کی راہ میں روزے انکارے جارہے ہیں اور اس سے پہلے کہ میرے دین پر کوئی بڑی آفت اور مصیبت آئے تو اے اللہ! مجھے اپنے پاس بلا لے امام بخاری فقیہ اور مجتہد تھے انہوں نے موت کی دعا کرتے وقت ضرور اس دعا کی کوئی بہترین توجیہ کی ہوگی۔

بارگاہ رسالت میں مقبولیت

امام بخاری نے ساری عمر رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی تلاش آپ کے اقوال کی تتبع اور آپ کی احادیث کی خدمت میں گزاری۔ ان کی زندگی کا ایک ایک عمل متابعت رسول کا مظہر تھا۔ وراق کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ امام بخاری رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور حضور جس جگہ قدم رکھتے ہیں امام بخاری بھی بعد میں وہیں قدم رکھتے ہیں۔

فربری کہتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ جا رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: محمد بن اسماعیل کے پاس۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے جا کر میرا سلام کہنا۔ (تاریخ بغداد، ص ۱۰)

رسول اللہ ﷺ کی یہ عنایات جس طرح زندگی میں امام بخاری کے شامل حال تھیں اسی طرح وصال کے بعد بھی یہ توجہات ان پر سایہ فلک رہیں چنانچہ عبدالواحد بن آدم طوایسی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بتاعت سجدہ کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں میں نے پوچھا: حضور کس کا انتظار ہے؟ فرمایا: بخاری کا۔ طوایسی کہتے ہیں: چند دن بعد مجھے امام بخاری کے وصال کی خبر پہنچی میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ امام بخاری کا اسی رات انتقال ہوا تھا جس رات میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تھی۔ (تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۳۳، تاریخ دمشق، ج ۵ ص ۵۵، ۵۷، تہذیب اللغات، ج ۱۶ ص ۱۰، تاریخ بغداد، ج ۱۰ ص ۳۱۹، طبقات الشافعیہ، الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، احمدی الساری ص ۴۸۴، مع فتح الباری ج ۱، دار المعرفہ، بیروت)

امام بخاری کے مزار کی برکات

امام بخاری کی نماز جنازہ کے بعد جب ان کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو مدت مدید تک اس مٹی سے مشک کی مہب آتی رہی اور حصہ راز تک لوگ دور دور سے آکر امام بخاری کی قبر کی مٹی کو بہ طور تبرک لے جاتے رہے۔

(طبقات الشافعیہ، الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، ۴۵، احمدی الساری ص ۴۸۴، تاریخ بغداد، ج ۱۰ ص ۳۱۹، مع فتح الباری ج ۱، دار المعرفہ، بیروت)

ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے وصال کے بعد دو سو سال بعد "سمرقند" میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا۔ لوگوں نے ہر نماز استسقاء پڑھی دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی پھر ایک مرد صالح قاضی شہر کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے قاضی شہر نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا لوگوں نے وہاں گریہ و زاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے نہایت خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی درخواست کی اسی وقت آسمان پر ہل اند آئے اور سات دن تک انکا اس قدر بارش ہوتی رہی کہ لوگوں کے لیے "خرچک" سے "سمرقند" پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات الشافعیہ، الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، ۴۵، احمدی الساری ج ۱ ص ۶)





نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صحیح البخاری

امام بخاری کی تصانیف یوں تو ہیں سے زیادہ ہیں، لیکن جو عظمت، شہرت اور مقبولیت ”صحیح بخاری“ کے حصہ میں آئی وہ اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی بلکہ حق یہ ہے کہ تمام امہات کتب حدیث میں جو مقام ”صحیح بخاری“ کو حاصل ہوا وہ اور کسی کتاب نے نہیں پایا، نیز علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد ”صحیح بخاری“ سے زیادہ کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ امام شافعی نے ”موطأ امام مالک“ کو صحیح ترین کتاب قرار دیا تھا لیکن وہ ”صحیح بخاری“ کی تصنیف سے پہلے کی بات تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ”صحیح بخاری“ کے منظر وجود میں آنے کے بعد متقدمین کی تمام کتابیں پس منظر میں چلی گئیں۔

متاخرین کی کتابوں میں ”صحیح مسلم“ نے بے شک بڑا نام کمایا بلکہ بعض مغاربہ نے ”صحیح مسلم“ کو ”صحیح بخاری“ پر ترجیح بھی دے ڈالی، لیکن ان لوگوں کو جمہور کی موافقت حاصل نہ ہو سکی اور محققین نے دلائل و براہین سے ثابت کر دکھایا کہ مسلم کی احادیث کا درجہ صحت اور اتصال میں ”بخاری“ سے بہت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی ”صحیح“ میں جس قدر احادیث درج کی ہیں وہ سب امام بخاری کی توجہ اور عنایت کا ثمرہ ہیں، اسی لیے دارقطنی نے کہہ دیا کہ اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم سے کسی حدیث کا ظہور نہ ہوتا۔

سبب تالیف

عہدِ صحیحہ و تابعین میں تدوین احادیث کا اہتمام نہیں تھا، جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنے ضبط صدر اور حافظہ پر قوی اعتماد تھا، البتہ اتباع تابعین کے عہد میں تدوین حدیث کا عام رواج ہو چکا تھا اور متعدد جلیل القدر محدثین نے مجموعہ احادیث ترتیب دے رکھے تھے، ان کی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کی ”کتاب الآثار“ امام مالک کی ”موطأ جامع سفیان ثوری“ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، اور ”مسند احمد“ کی بہت شہرت تھی، لیکن اس وقت تک حدیث کے موضوع پر جس قدر کتابیں معرض وجود میں آئی تھیں، ان میں سے کسی کتاب میں بھی صرف احادیث صحیحہ لانے کا التزام نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان میں شاذ، منکر، مدلس اور معلل ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئی تھیں۔ اس وقت اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسا مجموعہ احادیث ترتیب دیا جائے جس میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر امام بخاری کے استاد اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری سے کہا: کاش! تم رسول اللہ ﷺ کی سنن کو اسانید صحیحہ کے ساتھ جمع کر لو تا کہ صحیح مجرد کا مجموعہ تیار ہو جائے۔

اسی زمانہ میں امام بخاری نے خواب دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے پکھا جھل کر کھیاں اڑا رہے ہیں، اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ امام بخاری رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو دور کریں گے۔ اس تعبیر کے بعد امام

بخاری نے احادیث صحیحہ جمع کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۳ مکتبہ المدینہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ”صحیح بخاری“ کی تالیف کے صرف یہی دو سبب تھے لیکن اگر نظر غائر سے ”صحیح بخاری“ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ تالیف ”صحیح“ کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں بلکہ تراجم پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ہے کیونکہ بسا اوقات امام بخاری ترجمہ ابواب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کرتے مثلاً ”کتاب العلم“ میں ایک عنوان قائم کیا: ”باب العلم قبل القول والعمل لقول الله عز وجل فاعلم انه لا اله الا الله فبدء بالعلم الخ“ (صحیح البخاری کتاب العلم باب: ۱۰) اس باب کے تحت امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر نہیں کی بلکہ ترجمہ الباب پر صرف مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے علم کا اور پھر ”لا اله الا الله“ کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ”کتاب الزکوٰۃ“ میں ایک باب قائم کیا: ”لا يقبل الله صدقة من غلول ولا يقبل الا من كسب طيب لقوله تعالى قول معروف ومعرفة خير من صدقة يتبعها اذى والله غني حليم“۔ (صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب: ۷)

اس آیت کریمہ پر یہ باب ختم کر دیا گیا اور اس باب کے اثبات کے لیے امام بخاری کوئی حدیث نہیں لائے بلکہ ترجمہ الباب کو اس آیت کریمہ سے التزام ثابت کیا ہے کہ جب مال حلال سے صدقہ بھی بہ وجہ احسان مقبول نہیں ہے تو مال حرام سے دیا ہوا صدقہ کب قبول ہو سکتا ہے۔ ان شواہد سے معلوم ہوا کہ تالیف ”صحیح“ سے امام بخاری کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں بلکہ مسائل فقہیہ میں اپنے مختار پر استدلال بھی ہے۔

استدلال علی المسائل کے علاوہ تالیف ”صحیح“ کی تیسری غرض احادیث سے مسائل کا استنباط ہے کیونکہ ایک حدیث تو امام بخاری متعدد جگہ لاتے ہیں اور بعض دفعہ تو ایک حدیث کو انہوں نے سولہ سولہ مقامات پر ذکر کیا ہے اگر ان کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کا جمع کرنا ہوتا تو وہ ایک بار حدیث کے ذکر کر دینے سے پورا ہو سکتا تھا اور جب وہ ایک حدیث کو مختلف ابواب کے تحت متعدد جگہ لاتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد ان مسائل کا استنباط ہوتا ہے جن کے تحت وہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں مثلاً ایک موقع پر بعض صحابہ نے غلٹ کی وجہ سے پیروں کو دھونے کی بجائے فقط مسح کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: ”وبل للاعقاب من النار“ اس حدیث کا امام بخاری نے دو جگہ ذکر کیا ہے ایک جگہ ”باب من رفع صوته بالعلم“ اور دوسری جگہ ”باب غسل الرجلين ولا يمسح على القدمين“ کے تحت گویا اس حدیث سے امام بخاری نے دو مسئلوں کا استنباط کیا ایک بلند آواز سے علم کی بات کہنے کا دوسرے پیروں پر مسح کی عدم کفایت کا۔

بہر حال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ تالیف ”صحیح“ سے امام بخاری کا مقصد جمع احادیث کے علاوہ مسائل فقہیہ میں اپنے مختار پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ہے۔

تسمیہ

امام بخاری نے اپنی صحیح کا نام ”الجامع الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ“ رکھا لیکن عوام و خواص میں یہ کتاب ”صحیح بخاری“ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ محدثین کی اصطلاح میں جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں آٹھ مخصوص عنوانوں کے تحت احادیث ذکر کی جائیں جو یہ ہیں: سیر تفسیر آداب عقائد فتن احکام اشراط مناقب اور ”الصحیح“ کا مطلب ہے کہ اس مجموعہ کی تمام احادیث صحیح ہوں اور المختصر من امور رسول اللہ ﷺ کا مفاد یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال افعال احوال صفات اور ایام سے متعلق احادیث لائی جائیں گی۔

ادب اور اہتمام

امام بخاری نے اپنی "صحیح" کا چھ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کیا ہے۔ حدیث شریف کو کتاب میں ذکر کرنے سے پہلے وہ غسل کرتے اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے پھر اس حدیث کی صحت کے بارے میں استخارہ کرتے اس کے بعد اس حدیث کو اپنی "صحیح" میں درج کرتے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو سولہ سال کی مدت میں مکمل کیا میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث شامل کی ہیں اور جن صحیح احادیث کو میں نے طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

(ہدی الساری ص ۶۷ مع فتح الباری ج ۱ دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری نے اپنی "صحیح" کا مسودہ مکہ بصرہ اور بخارا میں تیار کیا اور اس کی تصحیف مسجد حرام میں کی اور مدینہ منورہ میں روضہ شریف کے پہلو میں بیٹھ کر تراجم ابواب لکھے۔ امام بخاری کے شاگرد محمد بن ابی حاتم وراق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا: کیا آپ کو وہ تمام احادیث یاد ہیں جو آپ نے اپنی "صحیح" میں وارد کی ہیں؟ امام بخاری نے فرمایا: "جامع صحیح" کی کوئی حدیث مجھ سے مخفی نہیں ہے کیونکہ میں نے اس کو تین مرتبہ لکھا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۳ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

تین مرتبہ تصنیف سے غالباً تسوید تصحیف اور تنقیح مراد ہے اور "صحیح بخاری" کے نسخوں کا اختلاف بھی شاید اسی وجہ سے ہے اور بعض صوفیاء سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری نے مسودہ لکھا دوسری مرتبہ مبیطہ تیار کیا تیسری بار ہر حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور جس حدیث کے بارے میں بالمشاف یا خواب کے ذریعہ حضور سے اجازت مل گئی اور اس کی صحت کا یقین کامل ہو گیا اس کو اپنی "صحیح" میں درج کر دیا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۰ مطبع بیروت)

مقبولیت

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کی "صحیح" کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی۔ قرآن کریم کے بعد جس کتاب پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے وہ "صحیح بخاری" ہے۔ "صحیح بخاری" پر سب سے زیادہ کام کیا گیا اس کی بے شمار شروح لکھی گئی ہیں اس کی تعلیقات متابعات شواہد اور رجال کی تحقیق پر الگ الگ کتابیں لکھی گئیں اور امام بخاری کے زمانہ سے لے کر آج تک تمام دینی مدارس میں انتہائی اہتمام اور شکوہ کے ساتھ "صحیح بخاری" کا درس دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جس طرح امام بخاری مقبول تھے اسی طرح ان کی "صحیح" بھی بارگاہ رسالت میں شرف پذیرائی رکھتی ہے۔ ابو زید مروزی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت الحرام میں رکن اور مقام کے درمیان سویا ہوا تھا میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور نے فرمایا: ابو زید! شافعی کی کتابیں کب تک پڑھتے رہو گے میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے میں نے عرض کیا: حضور! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا: محمد بن اسماعیل کی "جامع" اور انور شاہ کشمیری بیان کرتے ہیں کہ امام عبد الوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ "صحیح بخاری" پڑھی ہے جن میں سے ایک حنفی تھا۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴ مطبع مجازی ۱۳۵۷ھ)

ابو جمرہ کہتے ہیں کہ عرفاء سے منقول ہے کہ اگر کسی مشکل میں "صحیح بخاری" کو پڑھا جائے تو وہ حل ہو جاتی ہے اور جس کشتی میں "صحیح بخاری" ہو وہ غرق نہیں ہوتی اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ خشک سالی میں "صحیح بخاری" کی قراءت سے بارش ہو جاتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۴ مکتبہ حقانیہ پشاور)

موضوع

”صحیح بخاری“ کا اصل موضوع احادیث مرفوعہ مسندہ ہیں اور انہیں احادیث کی صحت کا امام بخاری نے التزام کیا ہے۔ ان سے علاوہ جو تعلیقات، متابعات، شواہد، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ فتاویٰ کے احکام ذکر کیے گئے ہیں وہ سب بالتبع ہیں اور اس ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں وہ امام بخاری کے موضوع سے خارج ہیں اور نہ ہی ان کی صحت کا التزام لیا گیا ہے۔

اسلوب

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تالیف ”صحیح“ سے امام بخاری کا مقصد صرف جمع احادیث نہیں ہے بلکہ تراجم ابواب پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ان کا مقصد تھا چنانچہ ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے وہ سب سے پہلے قرآن کریم کی آیت پیش کرتے ہیں پھر کبھی اسی پر اکتفا کر لیتے ہیں اور بعض اوقات آثار صحابہ، اقوال تابعین، ارشادات ائمہ فتویٰ سے اس کی تائید کرتے ہیں اس کے بعد اس باب کے تحت اپنی پوری سند کے ساتھ حدیث کی روایت کرتے ہیں اور کبھی سند مطلق سے حدیث وارد کرتے ہیں اور کبھی بغیر سند کے حدیث ذکر کر دیتے ہیں۔

امام بخاری کبھی ایک باب کے تحت احادیث کثیرہ روایت کرتے ہیں اور کبھی صرف ایک حدیث ذکر کرتے ہیں یہ اس صورت میں ہے جب انہیں ترجمۃ الباب کے لیے اپنی شرائط پر احادیث مل جائیں اور کبھی ترجمۃ الباب کے تحت کسی حدیث کا ذکر نہیں کرتے بلکہ کسی حدیث کے بعینہ الفاظ یا اس کے ہم معنی الفاظ کو عنوان باب بنا کر یہ اشارہ کرتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت ان کی کتاب پر حدیث نہیں مل سکی اور عنوان باب کو الفاظ حدیث کے ساتھ تعبیر کر کے یہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث فی نفسہ الحق حجت ہے۔ کبھی امام بخاری ایک حدیث کو متعدد جگہ ذکر کرتے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد اس حدیث سے ان متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے جن سے متعلق ابواب کے تحت وہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔

شرائط

امام بخاری نے اپنی ”صحیح“ میں حدیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ ان کے شیخ سے لے کر سببی تک تمام راویان ثقہ اور متصل ہوں۔ ثقہ کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم عادل کامل الضبط والاعتناء اور شیخ ملازمۃ مع شیخ ہوں اور راوی حدیث قلیل الملازمۃ مع الشیخ ہوں تو ان کی روایت بھی اخذ کر لیتے ہیں لیکن ایسے راویوں سے امام بخاری انتخاب کرتے ہیں استیعاب نہیں کرتے نیز ثقہ راویوں کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے سے اوثق رواۃ کی مخالفت نہ کریں اور نہ ہی ان میں کوئی علت خفیہ قاذحہ ہو۔ (توجیہ النظر ص ۹۴) اور متصل کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی یا تو اپنے شیخ سے ”سمعت“ یا ”حدثنا“ کے صیغہ کے ساتھ سماع حدیث کی تصریح کرے اور ایسا صیغہ لائے جو بہ ظاہر سماع پر دلالت کرے مثلاً ”عن فلان“ یا ”ان فلانا قال“ اس میں کوئی شک میں ضروری ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو اور وہ راوی مدلس نہ ہو۔

امام بخاری کی شرط ملاقات پر امام مسلم نے اعتراض کیا کہ پھر امام بخاری کو چاہیے کہ وہ حدیث معنعنہ کو بالکل قبول نہ کریں کیونکہ لقاء کی شرط یقین سماع کے لیے لگائی گئی ہے اور محض لقاء سے سماع لازم نہیں آتا کیونکہ جائز ہے کہ ملاقات کے باوجود راوی نے مروی عنہ سے سماع نہ کیا ہو اس اعتراض کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ لقاء کے باوجود اگر سماع نہ ہو تو راوی مدلس ہو گا اور منروئیت سے کہ راوی مدلس نہ ہو ثانی: یہ کہ امام بخاری راوی اور مروی عنہ میں ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم معنعنہ سے سماع اور مدلس سماع کا احتمال دونوں میں جاری ہوتا ہے اور بار بار یہ ثبوت لقاء کی شرط معاصرت کی شرط کی بہ نسبت سماع سے زیادہ قریب ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ اولاً حدیث کو دو صحابی روایت کریں یا پھر ہر ایک صحابی سے دو شخص روایت کریں پھر ان میں سے ہر ایک سے دو دو شخص روایت کریں لیکن قاضی ابوبکر کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی ”صحیح“ میں جو پہلی حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ درج کی ہے وہ صرف حضرت عمر سے مروی ہے اور حضرت عمر سے صرف علقمہ نے روایت کی اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے اور ان سے صرف یحییٰ بن سعید نے۔

تعلیقات اور ان کے اسباب و اقسام

حدیث معلق اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں سند کے شروع سے رواۃ کو حذف کر دیا جائے خواہ بعض کو یا سب کو۔ ”صحیح بخاری“ میں احادیث معلقہ کی وافر مقدار ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احادیث معلقہ میں سند ذکر نہ کرنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کی سند پہلے گزر چکی ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس شیخ سے انہوں نے سماع کیا ہوتا ہے اس میں انہیں شک واقع ہو جاتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا باقاعدہ سماع نہیں کیا ہوتا بلکہ شیخ سے دوران گفتگو ضمناً اس حدیث کا سماع حاصل ہوتا ہے۔

تعلیقات دو قسم کی ہیں: ایک وہ ہیں جن کو امام بخاری نے دوسری جگہ موصولاً بیان کیا ہے دوسری وہ ہیں جن کو انہوں نے موصولاً بالکل ذکر نہیں کیا۔ قسم اول کی صحت یقینی ہے اور قسم دوم کی پھر دو قسمیں ہیں اول وہ تعلیقات ہیں جو امام بخاری کی شرائط کے مطابق نہیں ہیں ان کی پھر دو قسمیں ہیں اول وہ جن کو امام بخاری صیغہ جزم مثلاً ”قال“ یا ”یذكر“ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور ثانی وہ جن کو امام بخاری صیغہ تریض مثلاً ”روی“ یا ”یذكر“ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ قسم اول میں بعض روایات کسی اور امام کی شرط پر ”بکھج“ ”بکھی حسن“ اور ”بکھی معمولی“ سے ضعف کی حامل ہوتی ہیں حسن صحیح کی مثال ”كتاب الطهارة“ کی یہ تعلیق ہے: ”وقالت عائشة رضي الله تعالى عنها كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيان“ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حسن کی مثال بھی ”كتاب الطهارة“ کی یہ تعلیق ہے: ”قال بهز بن حكيم عن ابيه عن جده الله احق ان يستحي منه الناس“ اور قدرے ضعیف کی مثال ”كتاب الزكوة“ کی یہ تعلیق ہے: ”قال طاؤس قال معاذ بن جبل لاهل اليمن ايتوني بعوض ثياب خميص اولبس في الصدقة مكان الشعير والذرة اهون عليكم وخير لاصحاب محمد صلى الله عليه وسلم“ اس حدیث میں ضعف یہ ہے کہ طاؤس کا معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے مگر یہ ضعف معمولی ہے کیونکہ طاؤس تک اسناد صحیح ہے۔

اور جن تعلیقات کو امام بخاری نے صیغہ تریض کے ساتھ ذکر کیا ہے ان کی پانچ قسمیں ہیں اول وہ جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہیں ثانی وہ جو غیر کی شرط پر صحیح ہیں ثالث حسن رابع ضعیف مع المؤید اور خامس ایسی ضعیف جس کا کوئی مؤید نہیں ہے اول کی مثال ”كتاب الطب“ کی یہ تعلیق ہے: ”ويذكر عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم في الرقي بفاتحة الكتاب“ یہ سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری نے خود دوسری جگہ سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ثانی کی مثال ”كتاب الصلوة“ کی یہ تعلیق ہے: ”ويذكر عن عبد الله بن سائب قال قراء النبي صلى الله عليه وسلم المؤمنون في صلوة الصبح حتى اذا جاء ذكر موسى وهارون اخذته سلعة“ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کا اپنی ”صحیح“ میں اخراج بھی کیا ہے اور ثالث کی مثال ”كتاب البيوع“ کی یہ تعلیق ہے: ”ويذكر عن عثمان بن عفان رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا بعث فكل واذا ابتعت فاكتل“ (جب تم فروخت کر لو تو پیا نش کر لو اور جب تم خریدو پیا نش کر لو) یہ حدیث حسن ہے اور اس کو دارقطنی نے روایت

کیا ہے اور رابع کی مثال ”کتاب الوصایا“ کی یہ تعلیق ہے: ”ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قصی بالذین قل الوصیة“ اس حدیث کو امام بخاری نے موصولاً روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں ایک راوی ہے حارث اور وہ ضعیف ہے مگر یہ حدیث اہل علم کے قول کی وجہ سے تقویت پا گئی اور خامس کی مثال ”کتاب الصلوۃ“ کی یہ تعلیق ہے: ”ویذکر عن ابی ہریرۃ رفعہ لا یستطوع الامام فی مکانہ“ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی ”سنن“ میں روایت کیا ہے لیکن اس میں شدید ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کا شیخ الشیخ مجہول ہے اور اس ضعف کے لیے کوئی مقوی نہیں ہے۔

مذکورہ الصدر تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تعلیقات بخاری میں غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور اسی وجہ سے یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ امام بخاری کا یہ قول کیونکر درست ہو گا کہ میں نے اپنی اس ”جامع“ میں صرف صحیح احادیث مندرج کی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے ان احادیث کی صحت کا التزام کیا ہے جن کو انہوں نے پوری سند کے ساتھ ترجمۃ الباب کے اثبات کے قصد سے ذکر کیا ہے اور تعلیقات چونکہ مکمل سند کے ساتھ نہیں ہوتیں اس لیے ان کے غیر صحیح ہونے سے ”جامع صحیح“ کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مکررات

امام بخاری کی ”صحیح“ میں اگرچہ بہ ظاہر صورت تکرار بہت زیادہ ہے لیکن معنوی لحاظ سے اس کو تکرار نہیں کہا جاتا جس کی متعدد وجوہ ہیں اس کی تحقیق کے وقت یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ تکرار کا تعلق متن اور سند دونوں کے ساتھ ہے۔ متن کے لحاظ سے تو اس لیے تکرار نہیں ہے کہ امام بخاری جب ایک حدیث کو متعدد جگہ ذکر فرماتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے وہ ایک حدیث کو ایک جگہ ایک عنوان کے تحت اور دوسری جگہ دوسرے عنوان کے تحت لاتے ہیں لہذا یہ لفظ تکرار ہے بمعنی تکرار نہیں ہے اور سند کے لحاظ سے اس لیے تکرار نہیں ہے کہ وہ بعض اوقات ایک حدیث کو دو مختلف صحابہ سے دو جگہ روایت کرتے ہیں اور کبھی دو جگہ دو مختلف تابعیوں سے روایت کرتے ہیں کبھی تابعی کے دو شاگردوں سے روایت کبھی تبع تابعین کے دو شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کبھی امام بخاری اپنے دو استاذوں سے اور کبھی اپنے استاذ کے دو استاذوں سے روایت کرتے ہیں اور ان مختلف طرق سے حدیث کی روایت سے امام بخاری کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث غرابت سے نکل جائے نیز ایک حدیث کو بسا اوقات ایک راوی تمامہ ذکر کر دیتا ہے اور دوسرا اختصار کرتا ہے اور بعض مرتبہ ایک معنی کو ایک راوی ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور دوسرا کسی اور لفظ سے اور بعض دفعہ ایک راوی کسی حدیث کو اس سال روایت کرتا ہے اور دوسرا اسی کو اقبالاً روایت کرتا ہے اور کبھی ایک راوی ایک حدیث کو مرفوعاً روایت کرتا ہے اور دوسرا اسی کو موقوفاً بیان کرتا ہے اور کبھی ایک راوی کسی حدیث کو معنی کے ساتھ روایت کرتا ہے اور دوسرا تصریح سماع کے ساتھ ایسی صورتوں میں امام بخاری توضیح مرام کی خاطر حدیث کو دونوں طریقوں سے روایت کر دیتے ہیں پس ایک حدیث کو امام بخاری جب دوبارہ ذکر کرتے ہیں تو وہ متن یا سند سے متعلق اس نوع کے کسی نہ کسی مزید فائدہ پر مشتمل ہوتی ہے نیز ایک حدیث جب متعدد اسناد سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک ایک حدیث نہیں بلکہ متعدد احادیث شمار ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے ”صحیح بخاری“ میں محض بہ ظاہر اور برائے نام تکرار رہ جاتا ہے۔

تقطیع

تقطیع حدیث کا مطلب ہے: ایک حدیث کے اجزاء کو ابواب پر تقسیم کر دینا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ تقطیع حدیث جائز ہے یا نہیں۔ بعض قدماء عدم جواز کے قائل تھے وہ کہتے تھے: ”لا یجوز تقطیع کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ یمن ابن صلاح لکھتے ہیں کہ تقطیع کے جواز کا قول منع کی بہ نسبت زیادہ صحت کے قریب ہے۔ (علوم الحدیث ص ۱۹۳) اور امام بخاری امام مالک

اور کثرت میں جو از ہی سے قائل تھے۔

امام بخاری تطبیق حدیث اس وقت کرتے ہیں جب متن حدیث دو حکموں پر مشتمل ہو ایک حکم ایک باب کے تحت اور دوسرا حکم دوسرے باب کے تحت ذکر کرتے ہیں اور جب اس حدیث کے دوسرے جز کا ذکر کرتے ہیں تو سند بدل دیتے ہیں تاکہ ضمنہ کثرت طرق کا فائدہ حاصل ہو جائے۔

بعض اوقات ایک حدیث بہ ظاہر متعدد غیر مربوط جملوں پر مشتمل ہوتی ہے ایسی صورت میں امام بخاری ہر جملہ کو ایک مستقل باب کے تحت لاتے ہیں اور ان تمام جملوں کو یکجا کر کے ایک باب کے تحت ذکر کر دیتے ہیں۔

اختصار

اختصار حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متن حدیث کے کسی ایک جز کا ذکر کیا جائے اور باقی اجزاء کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ امام بخاری نے اپنی ”صحیح“ میں اختصار حدیث صرف اس جگہ کیا ہے جہاں متن حدیث قول صحابی ہو اور اس کا بعض حصہ حکماً مرفوع ہو ایسی صورت میں وہ متن کا مرفوع حصہ لے لیتے ہیں اور موقوف حصہ چھوڑ دیتے ہیں مثلاً انہوں نے بزیل بن شریہ کی روایت ذکر کی: ”عن عبد اللہ بن مسعود قال ان اهل الاسلام لا يسيئون وان اهل الجاهلية كانوا يسيئون“ اور پوری روایت اس طرح ہے: ”حاء رجل الى عبد الله بن مسعود فقال انى اعتقت عبدا فى سائبة فمات فترك مالا ولم يدع وارثا فقال عبد الله ان اهل الاسلام لا يسيئون وان اهل الجاهلية كانوا يسيئون وانت ولى نعمته فلك ميراثه فان تائم او تخرجت فى شىء فنحن نقبله منك ونجعل فى بيت المال“ حدیث کے جس حصہ کی امام بخاری نے روایت کی ہے، وہ اپنے عموم کی وجہ سے حضور سے نقل کا مقتضی تھا اس وجہ سے اس کو حکماً مرفوع قرار دیا۔

تعداد مرویات

”صحیح بخاری“ کی تعداد مرویات میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ ”صحیح“ کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد چار ہزار ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق ”صحیح بخاری“ کی کل احادیث مسندہ بشمول مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہے اور جملہ تعلقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے اور جملہ متابعات کی تعداد تین سو چوالیس ہے اور کل میزان نو ہزار بیاسی ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس رہ جاتی ہے نیز امام بخاری کی جو احادیث اعلیٰ اسانید پر مشتمل ہیں وہ ثلاثیات ہیں اور ان کی تعداد بائیس ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد سولہ رہ جاتی ہے۔ اب جدید نمبرنگ کے حساب سے ”صحیح بخاری“ کی کل احادیث کی تعداد ۷۵۶۳ ہے۔

تراجم ابواب

”صحیح بخاری“ کے تراجم ابواب اپنی دقت اور خفاء کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ احادیث کی تراجم ابواب سے مطابقت امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے لیکن حق یہ ہے کہ علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر نے بڑی حد تک یہ قرض ادا کر دیا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بسا اوقات امام بخاری ترجمۃ الباب میں دو چیزوں کا ذکر کرتے ہیں اور حدیث میں فقط ایک کا ذکر ہوتا ہے ایسی صورت میں ترجمہ کی حدیث سے دلالت تصنی کے اعتبار سے مطابقت ہوتی ہے اور بعض مرتبہ ترجمہ میں حکم عام ہوتا ہے اور حدیث میں کسی خاص صورت کا بیان ہوتا ہے اور کبھی حدیث متعدد امور کی متحمل ہوتی ہے اور ترجمہ میں ان محتملات میں کسی ایک کا تعین

ہوتا ہے اور کبھی ترجمۃ الباب اور حدیث میں علت مشترکہ ہوتی ہے مثلاً امام بخاری نے ایک باب ”فی کہ تقصر الصلوة“ کے عنوان سے قائم کیا اور اس کے تحت یہ حدیث لائے: ”عن ابن عمر لا تسافر المرأة ثلاثة ايام الا مع ذي محرم“ بہ ظاہر ترجمہ اور حدیث میں کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ عنوان ہے: کتنی مدت میں نماز قصر کی جائے اور حدیث میں عورت کو تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر سے منع کیا گیا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے مطابق سفر ثلاثی تین دن سے لہذا نماز قصر میں بھی تین دن کی مسافت کا اعتبار ہوگا۔ ان تمام باریکیوں تک پہنچنے کے باوجود بعض ایسے مقامات ہیں جہاں ترجمۃ الباب کی حدیث سے مطابقت تمام فہم و ادراک سے باہر ہے مثلاً ایک جگہ امام بخاری لکھتے ہیں: ”باب طول القيام في صلوة الليل“ اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں: ”عن حذيفة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا قام للتهجد من الليل يشرط فيه بالسواك“ اسی طرح ایک جگہ لکھا ہے: ”باب اذا فاتته العيد يصلي ركعتين وكذلك النساء ومن كان في البيوت والقرى“۔ اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں: ”عن عائشة ان ابا بكر دخل عليها وعندها جاريتان في ايام منى تدفان وتضربان والنبي صلى الله عليه وسلم متغش بثوبه فانتهرهما ابو بكر فكشف النبي صلى الله عليه وسلم عن وجهه فقال دعهما يا ابا بكر فانها ايام عيد وتلك الايام ايام منى“ پہلی مثال میں باب رات کو طویل قیام کا ہے اور حدیث میں مسواک کرنے کا ذکر ہے اور دوسری مثال میں باب نماز عید کی قضا کا ہے اور حدیث میں لڑکیوں کے دف بجانے کا ذکر ہے اس قسم کی ”صحیح بخاری“ میں کافی مثالیں ہیں اور ان کی مطابقت معلوم کرنا امت مسلمہ پر امام بخاری کا بہر حال فرض باقی ہے۔

”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ کا موازنہ

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تمام علماء کے نزدیک ”صحیح بخاری“ کا مرتبہ کل کتب حدیث میں سب سے بلند و بالا ہے البتہ بعض مغاربہ نے ”صحیح مسلم“ کو ”صحیح بخاری“ پر ترجیح دی ہے اور حافظ ابوعلیٰ میثاق پوری نے کہا: اس آسمان کے نیچے ”صحیح مسلم“ سے بڑھ کر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ کا موازنہ کر لیا جائے۔

اہل علم حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ حدیث صحیح کا رجوع اتصال اتقان رجال اور عدم شذوذ و عدم ملل کی طرف ہوتا ہے۔ اتصال کے لحاظ سے دیکھیں تو ”صحیح بخاری“ کی احادیث کا اتصال زیادہ قوی ہے کیونکہ امام بخاری راوی اور مروی کے مابین ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم صرف معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں۔

اتقان رجال کے لحاظ سے دیکھیں تب بھی ”صحیح بخاری“ کی احادیث زیادہ قوی ہیں اولاً: اس لیے کہ امام بخاری طبقہ ثانی یعنی قلیل الملازمة مع الشیخ سے روایات کا صرف انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم اس طبقہ سے تمام روایات کا استیعاب کرتے ہیں۔ ثانیاً: اس وجہ سے کہ جن لوگوں سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں وہ چار سو تیس راوی ہیں جن میں سے اسی وضعیف قرار دیا گیا ہے اور امام مسلم جن لوگوں سے روایت میں منفرد ہیں وہ چھ سو تیس راوی ہیں جن میں سے ایک سو ساٹھ وضعیف شمار کیا گیا ہے۔ ثالثاً: اس سبب سے کہ امام بخاری کے جن راویوں کو وضعیف قرار دیا گیا ہے ان میں سے اکثر امام بخاری کے باواسطہ استاذ ہیں اور ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی روایات کو جانچ اور پرکھ سکتے تھے برخلاف امام مسلم کے کیونکہ ان کے جن راویوں پر جرح کی گئی ہے ان میں سے اکثر امام مسلم کے بالواسطہ استاذ ہیں اور ان کے لیے ان لوگوں کی روایات کو خواہ پرکھنے کا کوئی موقع نہ تھا رابعاً: اس وجہ سے کہ امام بخاری نے ایسے راویوں سے بہت کم روایت کی ہے اور امام مسلم نے ان سے بہت زیادہ روایت کی ہے۔

اور عدم شذوذ اور عدم ملل کے اعتبار سے ملاحظہ کریں تب بھی صحیح بخاری صحیح مسلم پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ ”صحیح بخاری“ میں جن

احادیث میں علت خفیہ قاعدہ نکالی گئی ہے ان کی تعداد اتنی ہے اور ”صحیح مسلم“ میں ایسی احادیث کی تعداد ایک سو تیس ہے۔

مسامحات بخاری

امام بخاری بھی اپنے تمام تر علمی اور فنی کمالات کے باوجود انسان اور بشر تھے اس لیے ”صحیح بخاری“ کی تصنیف میں ان سے سہو و نسیان اور تسامح کا واقع ہو جانا کوئی امر مستبعد نہیں ہے اس کے برخلاف بعض وہ حضرات جو ”صحیح بخاری“ کو حرف آخر قرار دیتے ہیں ان کی رائے ہے کہ ”بخاری“ میں مندرجہ ہر حدیث صحیح ہے اور سند اور متن کے بیان میں ان سے کسی جگہ غلطی نہیں ہوئی۔ ہماری رائے ان لوگوں سے بہر حال مختلف ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ”صحیح بخاری“ میں دیگر تمام کتب حدیث کی بہ نسبت سب سے زیادہ صحیح احادیث ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ اس میں مندرجہ کوئی حدیث بھی ضعیف نہیں ہے۔

”صحیح بخاری“ میں ایسے راویوں کی تعداد کافی زیادہ ہے جو جہی قدری رافضی یا مرجہ عقائد کے حامل تھے اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے راوی بھی ہیں جو منکر الحدیث و داعی اور وہی تھے چنانچہ ان تمام کی تفصیل حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”ہدی الساری مقدمہ فتح الباری“ میں مہیا کی ہے لیکن ان کے مجرد اور مطعون راویوں کے بارے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان راویوں پر جرح دوسرے لوگوں نے کی ہے امام بخاری کے نزدیک ان لوگوں پر جرح ثابت نہیں ہو سکی اس لیے انہوں نے ان کی احادیث کو اپنی ”صحیح“ میں وارد کیا ہے۔

یہ عذر اپنی جگہ صحیح ہے اگرچہ یہ لوگ دوسروں کے حق میں یہ جواب تسلیم نہیں کرتے لیکن اب اس بات کو کیا کیا جائے کہ امام بخاری نے جن راویوں پر خود دوسری کتابوں میں جرح کی ہے ”صحیح بخاری“ میں ان سے بھی روایات لے آئے ہیں۔ اس قسم کے متعدد شواہد موجود ہیں ہم ان میں سے آپ کے سامنے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

”باب الاستنجاء بالماء“ کے تحت امام بخاری نے ایک روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے: ”حدثنا ابو الولید هشام بن عبد الملك قال حدثنا شعبه عن ابی معاذ واسمه عطاء بن ابی میمونۃ قال سمعت انس بن مالك يقول كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج لحاجة“ الحدیث۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷ طبع کراچی)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے عطاء بن ابی میمونہ اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: ”عطاء بن ابی میمونہ ابو معاذ مولیٰ انس“ وقال یزید بن ہارون مولیٰ عمران بن حصین وکان یری القدر“ یعنی یہ شخص عقائد قدریہ کا حامل تھا۔ (تاریخ کبیر ج ۶ ص ۲۵۶-۲۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اسی طرح انہوں نے ”کتاب المغازی“ میں ایک حدیث ذکر کی ہے: ”حدثنی عباس والوحید قال حدثنی عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا قیس بن مسلم قال سمعت طارق بن شہاب یقول حدثنی ابو موسیٰ الاشعری قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ الحدیث۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۲۳ طبع کراچی)

اس حدیث میں ایک راوی ہے ایوب بن عائذ اس کو بھی امام بخاری نے ”کتاب الضعفاء“ میں درج کیا ہے اور فرماتے ہیں: ”ایوب بن عائذ الطائی کان یری الارجاء“ یہ شخص مرجہ عقائد کا حامل تھا۔ (کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۷ تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۸۹) حافظ ذہبی ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان من المرجئة قال له البخاری واورده فی الضعفاء لارجائه والعجب من البخاری یغمزه وقد امام بخاری نے ایوب بن عائذ کو مرجہ قرار دے کر اس کا ضعف میں شمار کیا ہے اور حیرت ہے کہ اس کو ضعیف قرار دے کر پھر

احتج بہ۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۵۹) اس سے استدلال کرتے ہیں۔

اسماعیل بن ابان کوئی ایک راوی ہے اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:

اسمعیل بن ابان عن هشام بن عروۃ متروک الحدیث کنیتہ ابو اسحق کوفی۔
اسماعیل بن ابان جو ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے متروک الحدیث ہے اس کی کنیت ابو اسحاق کوئی ہے۔

(تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ کتاب الضعفاء الضعفاء ص ۲۷۲)

اس متروک الحدیث راوی سے بھی امام بخاری نے اپنی ”صحیح“ میں احادیث روایت کی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”اسمعیل بن ابان الوراق الکوفی احد شیوخ البخاری ولم یکثر عنه“ اسماعیل بن ابان امام بخاری کے استاذ ہیں اور امام بخاری نے ان سے بہت زیادہ احادیث روایت نہیں کی ہیں۔ (حدی الساری ج ۲ ص ۱۵۱ طبع مصر)

ان کے علاوہ زبیر بن محمد التیمی، سعید بن عروہ، عبد اللہ بن ابی لبید، عبد الملک بن امین، عبد الوارث بن سعید، عطاء بن السائب بن یزید اور کھمس بن منہال یہ تمام ضعیف راوی ہیں اور ”کتاب الضعفاء“ اور ”تاریخ کبیر“ میں امام بخاری نے ان کے ضعف کی تصریح کی ہے اس کے باوجود ”صحیح بخاری“ میں ان لوگوں کی روایات کو درج کیا ہے۔

بیان سند میں تسامح

ضعیف لوگوں سے روایت کے علاوہ کبھی امام بخاری سے سند میں راویوں کے نام کے سلسلے میں بھی خطا واقع ہو جاتی ہے چنانچہ امام بخاری نے ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة“ کے تحت ایک حدیث اس سند کے ساتھ وارد کی ہے: ”حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن حفص بن عاصم عن عبد الله بن مالك بن بحينة قال“ الخ۔

اس سند کے بیان میں امام بخاری سے دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ایک تو یہ کہ بحینہ عبد اللہ کی والدہ کا نام ہے نہ کہ مالک کی اور امام بخاری نے اس کو مالک کی والدہ قرار دیا ہے دوسری یہ کہ آگے چل کر فرماتے ہیں: ”سمعت رجلا من الازد يقال له مالك بن بحينه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم راي رجلا“ الحدیث اس حدیث کو انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے حالانکہ یہ حدیث مالک کے بیٹے عبد اللہ بن مالک سے مروی ہے مالک تو مشرف بہ اسلام بھی نہیں ہوئے تھے۔ مسلم نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس سند کو بیان کیا ہے لیکن ان کی سند میں یہ غلطیاں نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الوهم فيه موضعين احدهما ان بحينة والدہ
عبد الله لا مالك و ثانيها ان الصحبة والرواية لعبد
الله لا لمالك. (فتح الباری ج ۱ ص ۲۹ طبع مصر)
اس روایت میں دو جگہ وہم ہے اول یہ کہ بحینہ عبد اللہ کی والدہ ہے نہ کہ مالک کی ثانی یہ کہ صحابی اور راوی عبد اللہ ہیں نہ کہ مالک۔

متن حدیث میں تسامح

سند حدیث کے علاوہ نفس حدیث کے متن میں بھی امام بخاری سے کافی تسامح واقع ہوئے۔ سطور ذیل میں ان میں سے بعض غلطیوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) کتاب الزکوٰۃ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی ازواج میں سے کون سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوگی؟ فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے یہ سن کر سب اپنے اپنے ہاتھ مাপنے لگیں اور ان میں لمبے ہاتھ سودہ کے تھے اور بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے صدقہ مراد ہے اور سودہ کا سب سے پہلے انتقال ہوا اور وہ صدقہ سے محبت رکھتی تھیں۔

عن عائشة ان بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اینا اسرع بک لحوقا قال اطولکن یداً فاخذوا قصبة یذر عونہا فکانت سودہ اطولھن یداً فعلنما بعد انما کانت طول یدھا الصدقة وکانت اسرعنا لحوقا بہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تحب الصدقة.

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۱ کراچی)

اس حدیث کے جملہ ”کانت اسرعنا لحوقا بہ“ میں ”کانت“ کی ضمیر سودہ کی طرف راجع ہے جس کا مفاد یہی ہے کہ آپ کے بعد ازواج میں سب سے پہلے سودہ کا وصال ہوا اور یہ بات تمام اصحاب سیر اور ارباب تاریخ کی شہادت سے قطعاً باطل ہے کیونکہ آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کا ۲۰ھ میں وصال ہوا اور حضرت سودہ کا وصال تو اس کے بہت بعد ۵۴ھ میں ہوا ہے۔ (امدة القاری ج ۸ ص ۲۸۲ طبع مصر) اس حدیث میں راوی سے زینب کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی: ”و کانت زینب اسرع لحوقا بہ“ صحیح مسلم میں یہ جملہ اس طرح ہے: ”و کانت زینب اطول یداً لانہا کانت تعمل وتتصدق“۔ بہر حال یہ امام بخاری کا کام تھا کہ وہ اس راوی کی روایت کو اپنی ”صحیح“ میں درج کرتے جس کی روایت میں یہ تاریخی غلطی نہیں ہوئی جیسا کہ امام مسلم نے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک طویل بحث کے بعد فیصلہ دیا ہے کہ اس روایت میں ابوہریرہ کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰)

(۲) ”باب احداث المرأة علی غیر زوجها“ کے تحت امام بخاری نے یہ حدیث وارد کی ہے:

عن زینب بنت ابی سلمة قالت لما جاء نعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبہ بصفرة فی الیوم الثالث فمسحت عارضیہا وذراعیہا. الحدیث (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۰ طبع کراچی)

اس حدیث میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابوسفیان کی وفات کی اطلاع شام سے آئی تھی حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر قطعاً غلط ہے کیونکہ باتفاق مؤرخین ابوسفیان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفی قوله من الشام نظر لان ابی سفیان مات بالمدينة بلا خلاف بین اهل العلم بالاحسار والجمہور علی انه مات اثنتین وثلاثین وقیل سنة ثلاث وله فی شیی من طرق هذا الحدیث تفسیہ بذلك الا فی رواية سفیان بن عیینة هذه واطنہا وھما.

اس روایت میں شام کے لفظ پر اعتراض ہے کیونکہ مؤرخین میں سے کسی کا اس بات پر اختلاف نہیں ہے کہ ابوسفیان کا انتقال مدینہ میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ہوا تھا اور اس واقعہ میں شام کی قید میں نے سفیان بن عیینہ کی روایت کے سوا اور کہیں نہیں دیکھی اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸ طبع مصر)

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو درج کرنے میں امام بخاری نے کامل غور و خوض اور تحقیق و تتبع سے کام نہیں لیا۔

(۳) ”فضل من شہد بدرا“ اور غزوة الریح میں امام بخاری نے ایک طویل حدیث میں فرمایا: ”وقتل خبيب هو قتل الحارث بن عامر بن نوفل يوم بدر“ یعنی خبیب نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا اس جگہ بھی امام بخاری نے سخت مغالطہ کھایا ہے کیونکہ خبیب نام کے دو شخص ہیں خبیب بن عدی اور خبیب بن اساف اور تمام تر اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا وہ خبیب بن اساف ہیں اور امام بخاری نے حدیث میں جس خبیب کا واقعہ ذکر کیا ہے جن کو مشرکین نے گرفتار کر کے مکہ میں سولی دے دی تھی وہ خبیب بن عدی ہیں اور خبیب بن عدی نہ تو غزوہ بدر میں شریک ہوئے نہ انہوں نے حارث کو قتل کیا لہذا ان کے بارے میں امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خبیب نے حارث کو قتل کیا تھا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان اهل المغازی لم يذكر احد منهم ان خبيب بن عدی شہد بدرا ولا قتل الحارث بن عامر وانما ذكروا ان الذي قتل الحارث بن عامر ببدر خبيب بن اساف وهو خبيب بن عدی وهو خزرجی وخبيب بن عدی اوسی۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۳)

اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ خبیب بن عدی جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور نہ ہی انہوں نے حارث کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے حارث کو قتل کیا وہ خبیب بن اساف تھے اور اس واقعہ میں جس کا ذکر ہے وہ خبیب بن عدی ہیں اور خبیب بن عدی قبیلہ اوس کے ہیں اور خبیب بن اساف قبیلہ خزرج کے۔

یہی اعتراض علامہ بدرالدین عینی نے بھی ”عمدة القاری شرح بخاری“ ج ۱ ص ۱۰۰ پر ذکر کیا ہے۔

(۴) ”باب مناقب عثمان“ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے جس میں ذکر ہے:

ثم دعا عليا فامرہ ان يعجله فجلده ثمانين۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۲)

پھر حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلا کر کوڑے لگانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کو اتنی کوڑے لگائے۔

امام بخاری نے اس روایت میں اتنی کوڑے مارنے کا ذکر کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے چالیس کوڑے مارے تھے چنانچہ ابن حجر فرماتے ہیں:

فی رواية معمر فجلد الوليد اربعين جلدة وهذه الرواية اصح من رواية يونس والوهم فيه من الراوى۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷ طبع مصر)

معمر کی روایت میں ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے لگائے گئے اور صحیح تر روایت یہی ہے اور اس روایت میں راوی کو وہم لاحق ہوا ہے۔

حافظ بدرالدین عینی بھی (عمدة القاری ج ۱۶ ص ۲۰۳) میں فرماتے ہیں۔

(۵) ”باب ما ذكر في الاسواق“ کے تحت امام بخاری نے مذکور ذیل حدیث وارد کی ہے:

عن ابي هريرة الدوسي قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم في طائفة النهار لا حضرت ابو هريرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت باہر نکلے اور آپ مجھ سے کلام فرماتے اور نہ میں نے

یکلمنی ولا اکلہ حتی اتی سوق بنی قینقاع آپ سے کلام کیا یہاں تک کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے
فجلس بفنا بیت فاطمة الحدیث۔ اور حضرت فاطمہ کے گھر کے صحن میں جا کر بیٹھ گئے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کا گھر بنی قینقاع کے بازار میں تھا حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں تھا بلکہ ان کا مکان
رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے مکانوں کے درمیان تھا۔ ناقل کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔
”صحیح مسلم“ کی روایت میں یہ وہم نہیں ہے اس میں اس طرح ہے: ”حتی جاء سوق بنی قینقاع ثم انصرف حتی اتی
فساء فاطمة“ یعنی حضور بنو قینقاع کے بازار تشریف لائے پھر واپس تشریف لے گئے حتیٰ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں
داخل ہوئے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال الداودی 'سقط بعض الحدیث عن الداودی نے کہا کہ ناقل سے حدیث کے بعض الفاظ ساقط ہو
الناقل او ادخل حدیثا فی حدیث لان بیت فاطمة گئے یا اس نے ایک حدیث کو دوسری میں داخل کر دیا کیونکہ حضرت
لیس فی سوق بنی قینقاع انتھی وما ذکرہ اولاً فاطمہ کا مکان بنو قینقاع کے بازار میں نہیں تھا۔ علامہ ابن حجر
احتمالا هو الواقع. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۲) فرماتے ہیں کہ داؤدی نے جو پہلا احتمال ذکر کیا ہے (یعنی ناقل
سے بعض الفاظ ساقط ہو گئے ہیں) اصل میں وہی واقعہ ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ”مدۃ القاری“ ج ۱ ص ۲۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

استنباط مسائل میں تسامح

شہن میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ اس کتاب کی تدوین سے امام بخاری کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ تراجم
ابواب پر استدلال کرنا بھی ان کے مقصد میں شامل ہے اور بشری تقاضا سے مسائل کے استنباط میں بھی امام بخاری سے غلطیاں واقع
ہوئیں ہیں۔ ہم یہاں پر بعض مثالیں پیش کرتے ہیں ان کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔

(۱) امام بخاری نے ”تقصی الحائض المناسک کلہا الا الطواف“ کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے اور اس کے تحت
تعلیقاً یہ حدیث لائے ہیں:

كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدکر رسول اللہ ﷺ بر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔
اللہ علی کل احیاء۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳)

اس حدیث کے آنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں حالانکہ یہ
بات شرعاً ممنوع ہے چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

اراد البخاری بايراد هذا وبما ذکر فی اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی
هذا الباب الاستدلال علی جواز قراءة الجنب شخص اور حائضہ عورت قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں کیونکہ ذکر
والحائض لان الذکر اعم من ان یکون بالقران عام ہے اور قرآن اور غیر قرآن دونوں کو شامل ہے۔

او لغيره. (مدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

اور حافظ ابن حجر اس باب کے تحت لکھتے ہیں:

ان مرادہ الاستدلال علی جواز قراءۃ الحائض والجنب۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۲۳ طبع مصر) قرآن پر استدلال ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری کی مراد الحائض اور جنب کی قراءت

(۲) "اذا شرب الكلب في الاناء" اس عنوان کے تحت امام بخاری نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں ایک حدیث یہ ہے: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا رای کلبا یا کل الثری من العطش فاخذ الرجل خفه فجعل یغرف له به حتی ارواه فشکر اللہ له فادخله اللہ الجنة۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹ طبع ترائی) رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا کچھڑ چاٹ رہا ہے اس نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کو چلو سے پانی پلایا۔ حتیٰ کہ اس کو سیراب کر دیا تو اللہ نے اس کے اس فعل کی مدد کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

اس حدیث میں امام بخاری نے ثابت کیا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: استدلال بہ المصنف علی طہارۃ سور الکلب۔ مصنف نے اس حدیث سے کتے کے جھوٹے کی صہارت پر (فتح الباری ج ۱ ص ۸۹ طبع مصر) استدلال کیا ہے۔

اسی باب میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے: کانت الکلاب تبول وتقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکنوا یرشون من ذالک۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹ طبع ترائی) عہد رسالت میں کتے مسجد میں آجایا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ مسجد میں پیشاب بھی کر دیا کرتے تھے اور سچی پانی نہیں ڈالتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ ابتدائی دور کی بات ہے جب مسجد میں دروازے نہ تھے اور بعد میں مسجد کی تطہیر و تکریم کا حکم وارد ہوا اور مسجد میں دروازے لگائے گئے تاہم زمین پر اگر پیشاب گر جائے اور دھوپ سے وہ خشک ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے اور ان کے نہ دھونے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی پاکیزگی کے لیے دھونا ضروری نہیں ہے۔ زمین خشک ہونے سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث سے کیا ثابت کیا اور کون سا فقہی مسئلہ مستنبط کیا ہے یہ حافظ بدر الدین عینی سے سنیے فرماتے ہیں:

احتج بہ البخاری علی طہارۃ بول الکلب۔ اس حدیث سے امام بخاری نے کتے کے پیشاب کی صہارت (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۴ طبع مصر) پر استدلال کیا ہے۔

اعتذار

ہم نے اپنے اس مقدمہ میں امام بخاری کے مسامحات پر جو بحث کی ہے اس سے ہرگز ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ امام بخاری کے مرتبہ اور مقام کو کم کیا جائے بلکہ ہم ان لوگوں کو حقیقت کی طرف اتانا چاہتے ہیں جو امام بخاری کو امام اعظم سے زیادہ گردانتے ہیں اور جو مرویات بخاری کو حرف آخر قرار دیتے ہیں۔

احادیث کے پرکھنے میں امام بخاری کا مقام سب سے اونچا ہے۔ چند مسامحات سے قطع نظر کہ کوئی بشر اس سے خالی نہیں امام بخاری کی فن حدیث میں انتہائی عظیم حیثیت ہے۔ انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہنا بجا ہے لیکن اس کے باوجود بشر کی تقاضے سے ان سے بہر حال آچھ تسامح ہوئے ہیں جن کی ائمہ فن نے نشاندہی کی ہے۔ مجموعی طور پر "صحیح بخاری" کو مدون کر کے امام بخاری نے اسلام

کی ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی ہے اور امت کی عظیم اکثریت قرآن کریم کے بعد ”صحیح بخاری“ کو تواتر کے ساتھ بطور حجت مانتی چلی آ رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے مصنف کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں احادیث بخاری کے انوار اور فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔ (آمین)

صحیح بخاری کی شروح

کتب حدیث میں سب سے زیادہ ”صحیح بخاری“ کی شروح لکھی گئی ہیں حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ نے ”کشف الظنون“ میں ۱۰۱۲ھ تک ”بخاری“ کی پچاس سے زیادہ شروح گنوائی ہیں ان تمام کا ذکر تو یہاں دشوار ہے چند مشہور اور اہم شروح کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) اعلام السنن: یہ امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ کی تصنیف ہے اور یہ ”بخاری“ کی سب سے پہلی شرح ہے اس شرح میں عجیب و غریب نکات اور لطائف بیان کیے گئے ہیں۔

(۲) شرح البخاری: یہ امام ابوالحسن علی بن خلف القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے جو ابن بطلال کے نام سے مشہور ہیں اس شرح میں انہوں نے فقہ مالکی کو بیان کیا ہے اور بعد میں آنے والے شارحین میں سے بہ مشکل کوئی ایسا ہوگا جو ان کا ذکر نہ کرتا ہو۔ یہ شرح اب چھپ چکی ہے اور ہم نے بھی نعمۃ الباری میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔

(۳) شرح البخاری: یہ امام فخر الاسلام علی محمد الہزونی الحنفی المتوفی ۴۸۲ھ کی تالیف ہے اور نہایت مختصر شرح ہے۔

(۴) شرح البخاری: یہ شرح قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۳۴ھ کی تالیف ہے۔

(۵) کتاب النجاح: یہ شرح امام نجم الدین عمر بن النعمانی الحنفی المتوفی ۵۳۷ھ کی تصنیف ہے یہ شرح حدیث کی روشنی میں مسائل حنفیہ کی تحقیق کے لیے بہترین کتاب ہے۔

(۶) شواہد التوضیح: یہ شیخ جمال الدین محمد بن عبد اللہ النحوی المتوفی ۶۷۲ھ کی تالیف ہے اس میں مشکل اعاریب نحویہ کی توضیح کی گئی ہے۔

(۷) التلویح: یہ امام حافظ علاؤ الدین مغلطائی الحنفی المتوفی ۷۹۲ھ کی تصنیف ہے یہ مبسوط شرح ہے اور اس میں تعلیقات پر بحث اور مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۸) الکواکب الداراری: یہ علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۹۶ھ کی تصنیف ہے اس شرح کے شروع میں علم حدیث کی فضیلت اور امام بخاری کا مفصل ترجمہ ذکر کیا گیا ہے نیز الفاظ کے معانی لغویہ اعاریب نحویہ ضبط روایات اسماء رجال اور القاب رواقہ بیان کیے گئے ہیں اور احادیث متعارضہ میں تطبیق کی گئی ہے بعد میں آنے والے اکثر شارحین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

(۹) منہج الباری: یہ شرح علامہ مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشیرازی المتوفی ۸۱۷ھ کی تصنیف ہے صرف ربع کتاب کی شرح میں جلدوں میں کی گئی ہے اس سے آگے یہ شرح نہیں لکھی جاسکتی۔ اس شرح میں محی الدین ابن عربی کی ”فتوح مکیہ“ سے عبارات بہت زیادہ نقل کی گئی ہیں۔

(۱۰) مصابیح الجامع: یہ علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر الدماہنی المتوفی ۸۲۸ھ کی شرح ہے یہ بادشاہ ہند احمد شاہ بن محمد بن مظفر کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔

- (۱۱) الکونثر الجاری: یہ احمد بن اسماعیل الکوردانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ کی شرح ہے اس کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت بیان کی گئی ہے اس میں حل لغات اور ضبط اسماء و رواۃ پر زور دیا گیا ہے اور حافظ ابن حجر اور کرمانی کا بالخصوص رد کیا گیا ہے۔
- (۱۲) التوشیح علی الجامع الصحیح: یہ حافظ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے اس میں زیادہ تر لغوی معانی بیان کیے گئے ہیں۔
- (۱۳) ارشاد الساری: یہ شرح شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ دس مجلدات پر مشتمل ہے کتاب کے شروع میں امام بخاری کی مفصل سوانح ذکر کی گئی ہے اس شرح میں ”فتح الباری“ سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔

سطور بالا میں جن شروع کا ذکر کیا گیا ہے حاجی خلیفہ نے ”کشف الظنون“ میں ان کے علاوہ اور پینتیس سے زیادہ شروع کا ذکر کیا ہے لیکن طوالت کی وجہ سے ہم ان کے ذکر کو ترک کر رہے ہیں۔

”صحیح بخاری“ کی سب سے زیادہ مشہور مفصل مفید اور متداول دو شرحیں ہیں: ”عمدة القاری“ اور ”فتح الباری“۔ ”عمدة القاری“ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے اور ”فتح الباری“ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں ان دونوں شرحوں کا مفصل تعارف کر رہے ہیں۔

فتح الباری

یہ شرح حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ اس شرح کو ”صحیح بخاری“ کی عظیم ترین شروع میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ۸۱۳ھ میں اس کی تصنیف شروع کی اور ۸۴۲ھ میں اس کو سترہ جلدوں میں مکمل کیا شرح کے علاوہ ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ لکھا جس کے دو جزو ہیں اور دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں امام بخاری کی مفصل سوانح صحیح بخاری کی خصوصیات اور دیگر فوائد حدیثیہ بیان کیے گئے ہیں۔

اس شرح میں حافظ ابن حجر حدیث کی فنی حیثیت اور رجال پر گفتگو کرتے ہیں مشکل الفاظ کے معانی عنوان باب سے مناسبت استنباط مسائل اور فقہ شافعی بیان کرتے ہیں سوالات واردہ کے جوابات اور متعارض احادیث میں تطبیق دیتے ہیں جو حدیث متعدد بار آتی ہے اس کی شرح میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جس باب پر حدیث کی دلالت صراحتہ اور مطابقت ہوتی ہے وہاں اس کی مفصل شرح کرتے ہیں اور جن ابواب پر اس کی دلالت ضمنیاً بالتبع ہوتی ہے وہاں اجمال سے کام لیتے ہیں۔ بہر نوع یہ شرح متعدد خوبیوں کی حامل ہے اور اس کو قبول خاص و عام حاصل ہوا۔ اب دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ نے آٹھ جلدوں میں ”صحیح بخاری“ کی احادیث کی تخریج کے ساتھ اس کو شائع کر دیا ہے۔

عمدة القاری

یہ شرح الشیخ الامام حافظ بدرالدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ ”صحیح بخاری“ کی اس سے بہتر شرح آج تک نہیں لکھی گئی۔ حافظ بدرالدین عینی نے اس شرح کو ۸۲۱ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۸۴۷ھ میں اس کو پچیس اجزاء میں مکمل کیا جو بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔

علامہ ابن حجر اور حافظ عینی میں معاصرانہ چشمک تھی علامہ عینی جامع مویدی میں برج شمالی پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ اس مسجد کا ایک منارہ بوسیدہ ہو چکا تھا اس کو تعمیر جدید کے لیے گرا دیا گیا اس موقع پر حافظ ابن حجر نے یہ اشعار کہے۔

لجامع مولانا الموید رونق منارہ تزہو بالحسن وبالزین

نقول وقد مالت عليهم امهلوا فليس على حسنى اضر من العين

”جامع موید بڑی بارونق ہے اس کا منارہ بہت حسین و جمیل تھا وہ جھکتے وقت زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو کیونکہ میرے حسن و جمال کے لیے اصل نقصان وہ چیز نظر بد یا علامہ یعنی ہیں“ اس میں لفظ ”عین“ سے علامہ یعنی کا تور یہ کیا گیا ہے۔

علامہ یعنی کو جب ان اشعار کا پتا چلا تو انہوں نے حافظ ابن حجر کی طرف یہ اشعار لکھوا کر بھیجے۔

مسارة كعروس الحسن قد حليت وهدمها بقضاء الله والقدر

قالوا اصببت عین قلت ذا غلط ما افة الحجر الا خسة الحجر

”وہ منارہ دہن کی طرح حسین اور خوبصورت تھا جس کا گرنا حقیقت میں قضا و قدر کے سبب سے تھا لوگوں نے کہا: اس کو نظر لگ گئی میں کہتا ہوں: وہ غلط ہیں۔ لیکن اس کو گرانے کا سبب حجر (پتھر یا ابن حجر) کی خستہ حالی تھی۔“ ان اشعار میں علامہ یعنی نے جواباً ”حجر“ کے لفظ سے ابن حجر کا کننا یہ کیا ہے۔

جس زمانہ میں علامہ یعنی شرح لکھ رہے تھے حافظ ابن حجر بھی لکھ رہے تھے اور وہ علامہ یعنی سے پہلے لکھنا شروع کر چکے تھے۔ برہان بن خضر نے حافظ ابن حجر کی اجازت سے ان کا مسودہ لیا اور علامہ یعنی نے ان سے مسودہ عاریہ مانگ لیا۔ حافظ یعنی نے علامہ ابن حجر کے مسودہ کا مطالعہ کیا اور اپنی شرح میں اس کا ساتھ ساتھ رد لکھتے گئے جب یہ شرح مکمل ہو کر لوگوں کے سامنے آئی تو حافظ ابن حجر اور ان کے تلامذہ حیران رہ گئے۔ حافظ ابن حجر نے بعد میں علامہ یعنی کے اعتراضات کے جواب میں ”انتقاض الاعتراض“ کے نام سے ایک کتاب لکھنی شروع کی لیکن عمر نے وفات کی اور کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی ابن حجر کا انتقال ہو گیا بہر حال انہوں نے جتنی کتاب لکھی ہے اس میں بھی یعنی کے اکثر اعتراض کے جوابات نہیں بن سکے۔

حافظ بدر الدین یعنی اپنی شرح میں پہلے حدیث کی قرآن کریم سے مطابقت بیان کرتے ہیں پھر کتاب ترجمۃ الباب اور حدیث سابق سے اس کی مناسبت بیان کرتے ہیں اس کے بعد رجال پر گفتگو کرتے ہیں اور جس صحابی سے حدیث مروی ہو اس کی مختصر سوانح لکھتے ہیں انواع حدیث میں سے اس حدیث کی نوع بیان کرتے ہیں ”صحیح بخاری“ میں جن ابواب کے تحت وہ حدیث مکرر آتی ہے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاری کے علاوہ جن محدثین نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے ان کا بیان کرتے ہیں پھر الفاظ حدیث کی لغت اعراب معانی بیان اور بدیع کے اعتبار سے اس حدیث کی شرح کرتے ہیں حدیث کا مورد اس سے مستنبط مسائل اور فوائد اور اس کے تحت مختلف فقہی مسالک بیان کرتے ہیں۔ امام اعظم کے مذہب کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور جس جس مقام پر دیگر شراح اور بالخصوص ابن حجر سے اختلاف ہو اس کا رد کرتے ہیں۔

یعنی کی ایک خاص خوبی جس میں وہ تمام شراح سے ممتاز ہیں یہ ہے کہ وہ حدیث کی شرح کو متعدد اجزاء اور ابجاث میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر بحث سے پہلے اس کی ذیلی سرخی اور عنوان قائم کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

جو احادیث مکرر ہیں ان میں علامہ یعنی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی بار جس باب کے تحت وہ حدیث آتی ہے وہاں اس کی مفصل شرح کر دیتے ہیں اور بعد میں جب اس حدیث کا دوبارہ ذکر آتا ہے تو اس پر سرسری گفتگو کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ”صحیح بخاری“ کی پہلی جلد کی علامہ یعنی نے سولہ اجزاء میں شرح کی ہے اور دوسری جلد کی شرح باقی نو اجزاء میں پوری کر دی ہے۔

اب دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ کی طرف سے ”عمدة القاری“ نہایت ترتیب اور ترقیم کے ساتھ پچیس جلدوں میں شائع

ہو چکی ہے۔

حاجی خلیفہ کے نزدیک ”فتح الباری“ اور ”عمدة القاری“ کا موازنہ
حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

بعض فضلاء نے حافظ ابن حجر سے ذکر کیا کہ علامہ عینی کی شرح آپ کی شرح پر رائج ہے کیونکہ ان کی شرح میں جو مباحث و منظر
انداز سے پیش کیا گیا ہے اور لغت، نحو، صرف، بلاغت، استنباط مسائل اور سوالات اور جوابات کی جو حسین ترتیب ہے وہ آپ کی شرح
میں نہیں ہے تو حافظ ابن حجر نے فوراً جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو انہوں نے رکن الدین کی شرح سے نقل کیا ہے اور میں ان سے
پہلے اس شرح سے واقف تھا لیکن میں نے اس سے نقل کرنے کو اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ نامکمل ہے انہوں نے اپنی شرح کا ایک قطعہ
لکھا ہے اور مجھے یہ خطرہ ہوا کہ جب بعد میں ان کی شرح نہیں ہوگی تو مجھے وہ اسلوب چھوڑنا پڑے گا اور یہی وجہ ہے کہ علامہ عینی نے
بھی اتنے حصہ کو نقل کرنے کے بعد پھر اس طرح بالکل شرح نہیں لکھی۔

بہر حال علامہ عینی کی شرح تمام مباحث کو شامل اور کامل ہے لیکن وہ اس طرح مشہور نہیں ہوئی جس طرح ”فتح الباری“ اپنے
مؤلف کی حیات میں مشہور ہوئی ہے۔ (كشف الظنون ج ۱ ص ۵۳۹ مطبعہ اسلامیہ طبع ان ۱۳۸۷ھ)

مصنف کے نزدیک ”فتح الباری“ اور ”عمدة القاری“ کا موازنہ

حاجی خلیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ ”عمدة القاری“ کو ”فتح الباری“ کی طرح شہرت اور پذیرائی حاصل نہیں ہوئی سو یہ ان کا اپنا خیال
ہے درحقیقت ”عمدة القاری“ کو ”فتح الباری“ سے زیادہ شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں فقہ حنفی کے
پیروکار فقہ شافعی کے پیروکاروں سے بہت زیادہ ہیں اور چونکہ ”عمدة القاری“ میں فقہ حنفی کی وکالت کی گئی ہے اس لیے ”عمدة القاری“
کے طالبین ”فتح الباری“ سے بہت زیادہ ہیں۔

حافظ بدرالدین کی نظر اور ان کا مطالعہ حدیث حافظ ابن حجر سے بہت زیادہ ہے صحیح بخاری کی احادیث کی شرح میں حافظ عینی
نے جس قدر کثرت سے احادیث کو وارد کیا ہے حافظ ابن حجر کی ”فتح الباری“ میں اس کا عشر عشر بھی نہیں ہے۔
امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں حافظ عینی ان میں سے بہر تعلیق کا ماخذ بتاتے ہیں جب کہ حافظ ابن حجر شاذون درسی تعلیق
کا ماخذ ذکر کرتے ہیں۔

”صحیح بخاری“ میں جو قرآن مجید کی آیات آتی ہیں حافظ عینی معتبر تفاسیر سے ان آیات کی تفسیر ذکر کرتے ہیں جب کہ حافظ ابن
حجر کی شرح میں یہ چیز نہیں ہے اور حافظ عینی کی تفسیر میں اکثر احادیث کا ذکر ہوتا ہے۔

”صحیح بخاری“ کی جس حدیث کی علامہ عینی شرح کرتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث ”صحیح بخاری“ میں اور کن کن مقامات پر
ہے اور دیگر کن کن کتب حدیث میں اس حدیث کا ذکر ہے اور ”فتح الباری“ اس تفصیل سے خالی ہے۔

حافظ عینی ہر باب کی دوسرے باب کے ساتھ مناسبت ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”صحیح بخاری“ کے تمام ابواب
ایک سلسلہ میں منسلک ہیں اور ”فتح الباری“ اس خوبی سے خالی ہے۔

احادیث کی تراجم ابواب کے ساتھ مناسبت ہر چند کہ بعض مقامات پر ”فتح الباری“ میں بھی مذکور ہوتی ہے لیکن انہوں نے ہر
باب میں اس کا التزام نہیں کیا جب کہ ”عمدة القاری“ میں ہر حدیث کی ترجمہ الباب کے ساتھ مناسبت بیان کی گئی ہے۔

فقہاء کے مذاہب بھی جس تفصیل سے ”عمدة القاری“ میں مذکور ہوتے ہیں ”فتح الباری“ میں اس تفصیل سے مذکور نہیں ہوتے۔

حدیث سے مسائل کے استنباط میں بھی ”فتح الباری“ کی ”عمدة القاری“ سے کوئی نسبت نہیں؛ حافظ یعنی ہر حدیث کی شرح میں استنباط مسائل کا عنوان قائم کرتے ہیں جب کہ ”فتح الباری“ میں ہر حدیث سے مسائل کا استنباط نہیں ہوتا اور جہاں ہوتا ہے وہاں علامہ یعنی کی بہ نسبت بہت کم مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

حاجی خلیفہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ علامہ یعنی نے رکن الدین کی شرح نقل کی ہے اس کی حقیقت بھی افتراء اور اتہام سے زیادہ نہیں ہے؛ علامہ یعنی متقدمین شارحین میں سے جس کا بھی اقتباس نقل کرتے ہیں اس کا نام ذکر کرتے ہیں اور کسی شارح کی بات اس کے حوالے کے بغیر نہیں کرتے اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح ابھی ۱۴۲۰ھ میں ریاض سے چھپی ہے؛ علامہ یعنی غالباً اس کے قلمی نسخہ سے اپنی شرح میں اقتباسات ذکر کرتے ہیں اور ہر جگہ ان کے نام کا حوالہ دیتے ہیں اگر علامہ یعنی نے کہیں رکن الدین کا اقتباس لیا ہوتا تو وہ ان کے بھی نام کا حوالہ دیتے۔

حافظ ابن حجر کی شرح ”فتح الباری“ اگرچہ علامہ یعنی کی شرح ”عمدة القاری“ کے پائے کی نہیں لیکن وہ بھی بہت عمدہ شرح ہے؛ تاہم اپنی شرح میں وہ جس باب میں مزید شرح کرنے کا ذکر کرتے ہیں اس باب میں جا کر وہ بھول جاتے ہیں اور ان کی عبارات میں تعارض اور تضاد بھی بہت ہے جس کی چند مثالیں ہم ذکر کر رہے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی جس باب میں مزید شرح کا ذکر کرتے ہیں اس باب میں ان کا شرح کو بھول جانا

حافظ ابن حجر عسقلانی کا طریقہ یہ ہے کہ جو حدیث صحیح بخاری میں متعدد بار آتی ہے وہ اس حدیث کی مختصر شرح کرنے کے بعد لکھ دیتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی مفصل شرح فلاں باب میں کریں گے؛ لیکن بعض اوقات وہ بھول جاتے ہیں اور جس باب کا وہ حوالہ دیتے ہیں اس باب میں اس کی شرح بالکل نہیں کرتے یا بالکل سرسری کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۱۱۴ حدیث قرطاس کی شرح میں لکھا: ان شاء اللہ اس کی تفصیلی بحث ”کتاب الاعتصام“ میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۵۸ دار المعرفۃ بیروت) یہ حدیث ”کتاب الاعتصام“ میں حدیث نمبر ۳۶۶ پر درج ہے؛ لیکن حافظ ابن حجر نے وہاں پر اس پر تفصیلی بحث نہیں کی۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۴ دار المعرفۃ بیروت۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۲۲۱ مسجد میں اعرابی کے پیشاب کرنے کی حدیث کی شرح میں لکھا: ان شاء اللہ اس حدیث کے باقی فوائد ”کتاب الادب“ میں لکھے جائیں گے۔ کتاب الادب میں اس حدیث کا نمبر ۶۰۴۵ ہے؛ وہاں حافظ ابن حجر نے لکھ دیا ہے کہ اس کی شرح ”کتاب الطہارۃ“ میں گزر چکی ہے اور اس کے بقیہ فوائد نہیں لکھے؛ البتہ ”کتاب الادب“ میں اس حدیث میں ”لا تزودموہ“ کا لفظ ہے جو ”کتاب الطہارۃ“ میں نہیں تھا اس کا معنی انہوں نے ”لا تقطعوا“ لکھا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۷ ص ۱۶۳ دار المعرفۃ بیروت۔

(۳) صحیح البخاری: ۳۰۵ کی شرح میں حافظ ابن حجر نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حائض اور جنبی قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں اور نبی ﷺ نے ہرقل کو جو مکتوب بھجوایا تھا اس میں آل عمران: ۶۳ مذکور تھی جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ہرقل کافر تھا اور کافر جنابت سے پاک نہیں ہوتا؛ پس ہرقل بھی جنبی تھا اور اس نے آل عمران: ۶۳ کو پڑھا؛ اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے؛ حافظ ابن حجر نے اس کے جواب میں کہا: جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنا اس وقت منع ہے جب اس کو معلوم ہو کہ یہ قرآن مجید ہے اور وہ اس کی قصداً تلاوت کرے اور اس کے مزید جوابات ان شاء اللہ ”کتاب الجہاد“ میں آئیں گے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲ دار المعرفۃ بیروت) کتاب الجہاد میں ہرقل کی حدیث: ۳۱۷۴

ہے وہاں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۳۱۳، حیض کی بدبو کے ازالہ کے لیے خوشبو لگانے کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس کی مزید شرح ان شاء اللہ ”کتاب الجنائز“ میں اپنے مقام پر آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۲، دار المعرفۃ بیروت) یہ حدیث ”کتاب الجنائز“ میں نمبر ۱۲۷۹ پر ہے وہاں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹-۲۸۷۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۳۴۰، چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ہم اس پر مزید بحث ”باب التیمم ضربۃ“ میں کریں گے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۵، دار المعرفۃ بیروت) اور ”التیمم ضربۃ“ کے باب میں حافظ ابن حجر نے اس موضوع پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۵، دار المعرفۃ بیروت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات میں تعارض اور تضاد

صحیح البخاری: ۳۴۸ تک کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے بھولنے کی یہ چند مثالیں ہیں اور پوری ”فتح الباری“ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے بھولنے کی یہی کیفیت ہے ایک جگہ وہ ایک بات لکھتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے بالکل برعکس لکھ دیتے ہیں مثلاً ایک تعلیق میں ہے: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دار البرید میں گوبر پر نماز پڑھی اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک گوبر پاک ہے علامہ ابن بطلال نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے اس گوبر کے اوپر کپڑا یا مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی ہو حافظ ابن حجر نے اس جواب کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اصل کپڑا نہ بچھانا ہے اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھنا بدعت ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۳-۶۲، دار المعرفۃ بیروت) حافظ ابن حجر کی یہ تقریر اس حدیث کے عنوان کی شرح میں ہے اس کے چار صفحے بعد حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: کپڑا بچھا کر نماز پڑھنے کی اصل صحیحین کی یہ حدیث ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چٹائی پر نماز پڑھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ خمرہ (مصلیٰ) پر نماز پڑھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کی عبارات میں تعارض کی دوسری مثال یہ ہے کہ ”کتاب الخیض“ باب: ۲۳ ”عرق الجنب“ کی شرح میں انہوں نے لکھا: اس باب کا عنوان ہے کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا اور جب مسلمان نجس نہیں ہوتا تو اس کا پسینہ نجس نہیں ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کافر نجس ہوتا ہے اور اس کا پسینہ نجس ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۶، دار المعرفۃ بیروت) اس کے ایک صفحہ بعد اس باب کی حدیث: ۲۸۳ کی شرح میں وہ لکھتے ہیں کہ اہل ظاہر (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ کافر نجس العین ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ. (التوبہ: ۲۸)

مشرکین محض نجس ہیں۔

(ابن حجر لکھتے ہیں:) اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ مشرکین صرف اپنے اعتقاد میں نجس ہیں اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے ابدان نجس ہیں اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل کتاب عورتوں کو پسینہ بھی آتا ہے تو جب مسلمان اپنی اہل کتاب بیوی کے ساتھ لیٹے گا اور اپنا بدن اس کے بدن کے ساتھ مس کرے گا تو اس اہل کتاب عورت کا پسینہ مسلمان مرد کے جسم پر لگے گا اس کے باوجود اہل کتاب عورت پر صرف اسی صورت میں غسل واجب ہوتا ہے جس صورت میں مسلمان عورت پر غسل واجب ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ زندہ آدمی (خواہ کافر ہو یا مومن) نجس العین نہیں ہوتا

ہے اور اس میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھا کہ کافر نجس ہے اور اس کا پسینہ نجس ہے اور اس باب کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ کافر نجس نہیں ہے اور نہ اس کا پسینہ نجس ہے۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۷ دار المعرفۃ بیروت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی پر تنقید کرنے کا سبب

ہم نے اس جگہ طوالت سے بچنے کے لیے صرف ان دو مثالوں پر اقتصار کیا ہے ورنہ ”فتح الباری“ میں ایسی بہت مثالیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ آپ حافظ ابن حجر عسقلانی ایسے عظیم محدث کی عبارات میں تعارض اور تضاد کو کیوں بیان کر رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے ممدوح امام بخاری نے اپنی ”صحیح بخاری“ میں امام اعظم ابو حنیفہ کی عبارات میں متعدد مقامات پر اپنے زعم میں تناقض اور تضاد ثابت کیا ہے وہاں پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی شدت سے تائید کی ہے اور اس تناقض اور تضاد کو برقرار رکھا ہے امام بخاری کے متعلق تو ہماری مجال نہیں ہے وہ ہمارے نزدیک فن حدیث میں ایسے ہی محترم ہیں جیسے علم فقہ میں ہمارے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہ مکرم ہیں لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی سے قصاص لینے کا تو ہمیں حق پہنچتا ہے اس لیے ہم نے باب کے حوالہ جات میں حافظ ابن حجر کے نسیان اور تسامح کو واضح کیا ہے اور ان کی شرح کی عبارات میں ان کے تعارض اور تضاد کو بیان کیا ہے۔

جہاں امام بخاری نے امام ابو حنیفہ کو بعض الناس سے تعبیر کر کے ان پر اعتراضات کیے ہیں وہاں علامہ بدرالدین محمود بن احمد مینی نے امام ابو حنیفہ کی طرف سے دفاع کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

مکتبہ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح

مکتبہ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی ”صحیح بخاری“ کی قابل ذکر متعدد شروح ہیں ان میں ”فیض الباری“ عربی میں شرح ہے اور ”انوار الباری“ کشف الباری اور انعام الباری“ اردو میں شروح ہیں ہم سطور ذیل میں ان کا مختصر تعارف اور تبصرہ پیش کر رہے ہیں:

فیض الباری

یہ شرح چار جلدوں میں ہے اور علماء دیوبند کی طرف سے کی جانے والی شروح میں یہ واحد شرح ہے جو مکمل ہے یہ شرح شیخ محمد انور شمیمی دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ نے عربی میں لکھوائی ہے ان کے شاگرد شیخ محمد بدر عالم میرٹھی نے ان کی تقریرات کو جمع کیا ہے یہ پہلی بار ۱۳۵۷ھ میں مطبع حجازی قاہرہ میں چھپی اس کے بعد یہ ہندوستان اور پاکستان کے مختلف مطابع میں چھپتی رہی ہے اس کی پہلی جلد ”کتاب التیمم“ پر محیط ہے اس میں مفصل شرح ہے دوسری جلد ”کتاب الصلوٰۃ“ سے ”کتاب الجنائز“ تک ہے اس کی شرح میں اختصار ہے تیسری جلد ”کتاب الزکوٰۃ“ سے ”کتاب الجہاد“ تک ہے اس میں اور زیادہ اختصار ہے اور چوتھی جلد ”کتاب بدء الخلق“ سے لے کر اخیر ”صحیح بخاری“ تک ہے اس میں بہت زیادہ اختصار ہے۔

شیخ نور شمیمی نے اس شرح میں بانی دیوبند شیخ قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ سے کھل کر اختلاف کیا ہے امام بیہقی متوفی ۵۸۷ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ اثر روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کی ہیں ہر زمین میں ہمارے آدم کی طرح آدم ہیں اور ہمارے نوح کی طرح نوح ہیں اور یہاں تک ذکر کیا کہ ہمارے سیدنا محمد ﷺ کی طرح محمد ہیں۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

یہ اثر مرزہ کی وجہ سے شاذ ہے اور جو چیز نبی ﷺ سے قطعی طور پر ثابت ہو اس پر ایمان الٹا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور جو چیز آپ سے ثابت نہ ہو اس کا تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا ہم پر واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر نبی ﷺ کا اثر نہیں ہے لہذا اس کی شرح میں اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے۔ مولانا نانوتوی نے اس اثر کی شرح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے ”تحدیر الناس عن انکار اثر ابن عباس“ رکھا ہے اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ نبی ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اس سے منافی نہیں ہے کہ کسی اور زمین میں دوسرا خاتم ہو جیسا کہ اثر ابن عباس میں ہے اور مولانا نانوتوی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمین کے لیے اسی طرح آسمان بھی ہے جس طرح ہماری زمین کے لیے آسمان ہے اور قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام نباتات و حیوانات صرف اسی زمین کے لیے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ساتھ ہماری نماز اور روزہ کا ولی امر متعلق نہیں ہے تو اس اثر کی شرح کو چھوڑنا بہتر ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۲۲-۳۲۳ مطبع حجازی، قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری کی شرح کی درج ذیل عبارت بہت خطرناک ہے:

قرآن مجید میں تحریف معنوی بھی غیر قلیل ہے اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف غلطی بھی ہے یہ تحریف ان سے عدا ہوئی ہے یا غلطی کی وجہ سے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵ مطبع حجازی، قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

ہمارے پاس دارالعلوم کراچی کا فتویٰ ہے جنہوں نے اس عبارت پر قائل کی تکفیر کر دی ہے۔

انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری

یہ کتاب شیخ انور شاہ کشمیری کے شاگرد سید احمد رضا بجنوری کی تالیف ہے سات مجلدات اور ۱۹ جزیں پر مشتمل ہے۔ جداول محدثین اور فقہاء احناف کے تعارف پر مشتمل ہے اور جز ثانی میں محدثین اور فقہاء احناف کے علاوہ اکابر علماء دیوبند کا تعارف ہے۔ جز ۳ سے لے کر جز ۱۹ تک ”کتاب الجنائز“ کی شرح ہے اور بہت زیادہ طول دیا ہے اخیر میں عقائد پر بحث کی ہے، مباحث یہ شرح نامکمل ہے اور ”کتاب الجنائز“ تک ہے ادارہ تالیفات اشرفیہ نے چھاپی ہے۔

کشف الباری عمافی صحیح البخاری

اس کتاب کی اب تک نو جلدیں چھپی ہیں اور یہ ہنوز نامکمل ہے اور اس کے مصنف شیخ سلیم الدین خان ابھی بقید حیات ہیں۔ جداول میں مقدمہ ہے اور اکابر علماء دیوبند کا تعارف ہے ص ۲۰۷ سے ”بدء الوحي“ کی احادیث کی شرح ہے اس جلد میں ”باب بدء الوحي“ کی سات احادیث کی شرح ص ۲۰۷ سے ۵۵۵ تک ہے اس کے بعد ”کتاب الايمان“ شروع ہے اس جلد میں کل بارہ احادیث کی شرح کی گئی ہے اور بہت زیادہ طول دیا ہے۔ جلد ثانی بھی ”کتاب الايمان“ کی شرح میں ہے اس میں حدیث: ۵۸ کی شرح آگئی ہے جلد ثالث ”کتاب العلم“ میں ہے اور اس میں حدیث: ۹۷ تک کی شرح آگئی ہے پھر انہوں نے ”کتاب العلم“ کو نامکمل چھوڑ دیا ہے اس کے بعد جلد رابع ”کتاب الجہاد والسير“ سے شروع کی ہے اور درمیان میں کتاب الوصیاء کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ کتاب الحج کتاب الصیام اور کتاب البیوع وغیرہ عبادات اور معاملات کے تمام اہم مباحث چھوڑ دیے ہیں اس جلد میں حدیث: ۲۶۳۰ سے حدیث: ۲۷۷۷ تک کی شرح ہے کتاب الجہاد والسير بھی نامکمل ہے جلد خامس میں ”کتاب المغازی“ ہے اور درمیان میں ”کتاب بدء الخلق“ اور ”کتاب المناقب“ کو چھوڑ دیا ہے وہ بھی نامکمل ہے جلد سادس میں ”کتاب التفسیر“ ہے جلد سابع فضائل قرآن کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں ہے جلد ثامن ”النفقات“ ”الطعمۃ“ ”العقیقۃ“ ”الذبايح“ ”الصید“ ”الاضاحی“ ”الاشرب“ ”الرضی“ اور الطب میں ہے اور جلد تاسع الطب اللباس اور ادب میں ہے انہوں نے لکھا ہے: اس کے بعد دسویں جلد

”کتاب الاستیذان“ سے شروع ہوگی۔

شیخ سلیم اللہ خان کا ابتدائی چار جلدوں میں اسلوب یہ ہے کہ ”صحیح بخاری“ کی سند کے رجال کے تعارف میں ”تہذیب الکمال“ تہذیب الاسماء واللغات“ وغیر کتب اسماء رجال سے انہیں جو کچھ ملا وہ لکھ دیا ہے ”شرح ابن بطلال“ فتح الباری اور عمدۃ القاری“ سے استفادہ کیا ہے اور ہر بات کا حوالہ دیا ہے ان چار جلدوں میں بہت زیادہ طوالت ہے جس کی وجہ سے حدیث کے اساتذہ اور طلبہ بھی اسکاٹھٹ کا شکار ہوں گے۔ عام اردو قارئین کے استفادہ کے لیے اس میں کچھ نہیں ہے زیادہ تر علمی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے زبان سہل اور رواں نہیں ہے۔ ہر جلد تقریباً ۸۰۰ صفحات کی ہے آخری پانچ جلدوں میں انہوں نے اسماء رجال کی ابحاث کو لانا چھوڑ دیا ہے اور اعتدال کی راہ اختیار کر لی ہے دیوبندی بریلوی مختلف فیہ مسائل میں ان کا انداز غیر سنجیدہ غیر منصفانہ اور جارحانہ ہے۔

انعام الباری (دروس بخاری شریف)

اس کی ابھی تک چار جلدیں چھپی ہیں اور اس کے مصنف شیخ محمد تقی عثمانی بقید حیات ہیں پہلی جلد میں مبسوط مقدمہ کے علاوہ بدوہ الوحی اور کتاب الایمان کی شرح ہے اس کے ۵۷۴ صفحات ہیں اور اس میں ۵۸ احادیث کی شرح ہے دوسری جلد کے ۵۶۰ صفحات ہیں اس میں کتاب التیمم تک کی شرح ہے اور صحیح بخاری: ۳۴۸ تک احادیث ہیں۔ اس کے بعد جو تیسری جلد چھپی ہے اس پر جلد ۶ لکھا ہوا ہے اس میں کتاب البیوع سے کتاب الحرث والمزارعہ تک کی شرح ہے اور ۲۰۴ سے ۲۳۵۰ تک احادیث آگئی ہیں اور چوتھی جلد پر جلد ۷ لکھا ہوا ہے اس میں کتاب المساقاۃ سے کتاب الجزیہ تک کی شرح ہے درمیان کی جلد ۳، ۴، ۵ نامعلوم وجوہ کی بناء پر ابھی تک منظر عام پر نہیں آئیں دیوبندی بریلوی مختلف فیہ مسائل میں ان کا انداز بھی غیر شائستہ غیر منصفانہ اور جارحانہ ہے۔

علماء اہل سنت کی طرف سے کی جانے والی ”صحیح بخاری“ کی شروح

اہل سنت و جماعت میں سے تین علماء نے ”صحیح بخاری“ کی شروح لکھی ہیں مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ نے ”فیوض الباری“ لکھی ہے مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ نے ”تفہیم البخاری“ لکھی ہے اور مولانا شریف الحق امجدی رحمہ اللہ نے ”نزہۃ القاری“ لکھی ہے اور اس کا کارہ نے ”نعمۃ الباری“ کے نام سے ”صحیح بخاری“ کی شرح لکھنی شروع کی ہے جس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے سطور ذیل میں ان کا تعارف اور تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

فیوض الباری

سید محمود احمد رضوی متوفی ۱۴۲۰ھ کی اس کتاب کی دس جلدیں چھپی ہیں جو ”صحیح بخاری“ کے گیارہ پاروں پر مشتمل ہیں۔ ”صحیح بخاری“ کی یہ شرح اردو شروح میں سب پر فائق ہے علامہ رضوی نے اس شرح میں صرف قدیم شروح کے فوائد اور نکات پر اقتصار نہیں کیا بلکہ اس شرح میں اپنا حاصل مطالعہ بھی پیش کیا ہے اس شرح میں انہوں نے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کے متعلق وہ خود لکھتے ہیں: اس شرح میں امور ذیل کا خیال رکھا گیا ہے:

- (۱) حدیث کا لفظی ترجمہ (۲) الفاظ حدیث کی حسب ضرورت لغوی تحقیق (۳) حدیث کے مسائل و احکام کی تفصیل (۴) ائمہ
- اربعہ کا حدیث زیر بحث سے استدلال اور ان کے مابین اختلاف آراء کے دلائل کی وضاحت (۵) امام بخاری نے ہر حدیث کو پوری سند کے ساتھ لکھا ہے میں نے بوجہ اختصار ابتدائی سند کو حذف کر دیا ہے (۶) امام بخاری ایک ہی حدیث کو متعدد عنوانات کے ماتحت متعدد بار ذکر کرتے ہیں میں نے امام بخاری کا ہر عنوان قائم رکھا ہے البتہ حدیث تکرر کو صرف ایک ہی جگہ ذکر کیا ہے (۷) جس عنوان

میں حدیث مکرر آتی ہے وہاں میں نے اس کی مناسبت سے بلکہ بعض اوقات اس کے جملے بھی لکھ دیئے ہیں اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہاں حدیث مکرر ہے اس کو ترک کیا گیا ہے (۸) ایک جگہ اگر کوئی حدیث مختصر مذکور ہے اور دوسری جگہ مفصل ہے تو مفصل حدیث کو دوبارہ جہاں وہ آئی ہے ضرور باقی رکھا ہے اسی طرح جس مکرر حدیث میں کوئی لفظ ایسا درج ہے جس سے نیا مسئلہ معلوم ہوتا ہے تو ایسی حدیث کو بھی جہاں وہ آئی ہے باقی رکھا ہے۔

علامہ رضوی نے ”فیوض الباری“ لکھنے کی کب ابتداء کی اس کا پتا نہیں چلا لیکن جلد اول کے اختتام پر جو تاریخ درج ہے وہ یہ ہے: ۸ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ / ۳ نومبر ۱۹۵۸ء

فیوض الباری کی دسویں جلد کتاب الشروط پر ختم ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر: ۲۵۴۳ ہے اور اس کے اختتام پر جو تاریخ درج ہے وہ یہ ہے: ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ / ۱۱ فروری ۱۹۸۸ء۔ ”فیوض الباری“ کی ۱۲-۱۱ جلد بھی چھپی ہے جلد ۱۲ کے چار پانچ صفحات ہیں اور اس کے آخر میں تاریخ درج نہیں ہے۔

گویا پورے تیس سال میں مرحوم نے ”صحیح بخاری“ کے گیارہ پاروں کی شرح لکھی لیکن اس شرح کی تصنیف کے دوران انہوں نے اور بہت کتابیں تصنیف کیں اور متعدد دینی اور سماجی خدمات میں مصروف رہے آخری جلد کی تصنیف کے دوران دماغ کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے اور اسی تکلیف میں ۳ رجب ۱۴۲۰ھ / ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ان کی وفات ہو گئی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین) جس سال ”فیوض الباری“ کی پہلی جلد آئی ہے اسی سال (۱۹۵۸ء) میں میں نے رحیم یار خاں میں حصول تعلیم کا آغاز کیا تھا اب اس بات کو ۵۰ سال ہو چکے ہیں آٹھ سال بعد میں نے فراغت حاصل کی اور تقریباً ۴۲ سال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دیگر متعدد تصانیف کے علاوہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں قیام کے بیس سال میں ”شرح صحیح مسلم“ کی ۷ مجلدات اور ”تبیان القرآن“ کی بارہ (۱۲) مجلدات لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تفہیم البخاری

یہ کتاب علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ کی تالیف ہے جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے اس شرح کے اسلوب کے متعلق خود علامہ رضوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بندہ مسکین نے یہ التزام کیا ہے کہ حدیث اگرچہ متکرر رہی ہو اس کا با محاورہ ترجمہ اور مقتضی حال کے مطابق وضاحت کرتے ہوئے تطویل سے احتراز کیا ہے جب کہ اہم مقامات میں مناسب تفصیل ذکر کی ہے اور حدیث ترجمہ اور وضاحت کا ایک ساتھ نمبر ذکر کیا ہے اور وضاحت میں شروع بخاری میں سے ”عمدة القاری“ فتح الباری ارشاد الساری اور الکوکب الدراری“ سے اقتباس کے ساتھ ساتھ دیگر شروح احادیث سے بھی اقتباس کیا ہے اس کے علاوہ بعض اساتذہ کرام سے ماخوذ فوائد کے علاوہ سچھ زوائد بھی ذکر کیے ہیں جن سے نفس حدیث کی تفہیم ہو جاتی ہے اور اس بات کا خیال کیا گیا ہے کہ تفہیم میں بہ قدر ضرورت ائمہ کرام کے مسلک کی وضاحت کر کے حنفی مذہب کے مطابق جامع تشریح کی جائے تاکہ حنفی مسلک کے مطابق حدیث سمجھنے میں اشکال نہ رہے اسی لیے اس کو ”تفہیم البخاری“ سے موسوم کیا ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴-۳)

جلد اول کے اول و آخر کہیں پر بھی تاریخ مذکور نہیں ہے لیکن مجھے اس طرح یاد پڑتا ہے کہ اس کی پہلی جلد ۱۹۷۷ء میں طبع ہوئی تھی البتہ اس کی گیارہویں جلد کے آخر میں یہ تاریخ درج ہے: ۱۴ صفر ۱۴۰۷ھ / ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً دس سال میں مکمل ”صحیح بخاری“ کی شرح لکھی گئی اور اردو شروع میں یہ واحد شرح ہے جو ”صحیح

بخاری کی مکمل شرح ہے جس میں ”صحیح بخاری“ کی مکرر اور غیر مکرر تمام احادیث کی مکمل شرح کی گئی ہے۔

علامہ غلام رسول رضوی کی ۲ شعبان ۱۴۲۲ھ / ۱۴ نومبر ۲۰۰۱ء کو وفات ہو گئی اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری

یہ کتاب مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ متوفی ۱۴۲۲ھ کی تالیف ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب کے اسلوب کے متعلق خود علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۱) کتاب کو بہت طویل ہونے سے بچانے کے لیے میں نے مکرر احادیث کو صرف ایک بار لیا ہے وہ بھی جہاں میں نے مناسب جگہ پر البتہ حدیث کے مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دیا ہے۔

(۲) ابواب کو بالکل ذکر نہیں کیا اس لیے کہ پھر احادیث کو مکرر لانا ضروری ہو جاتا مگر اہم ابواب پر شرح میں کلام پورا پورا مذکور ہے نیز ابواب کے ذکر سے جو فائدہ تھا وہ ایک عنوان احکام مستخرجہ قائم کر کے پورا کر دیا ہے۔

(۳) جو حدیث جن صحابی سے مروی ہے ان کے حالات بالالتزام بیان کر دیئے ہیں کہیں کہیں بعض تابعین کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

(۴) میں نے ہر حدیث پر نمبر لگا دیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر اس کا ایک عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔

(۵) حدیث ”بخاری شریف“ میں کہاں کہاں ہے اور صحاح ستہ میں کہاں کہاں ہے اس کے حوالے حاشیہ میں دے دیئے ہیں یعنی میں اس کی تفصیل ہے مگر علامہ یعنی صرف کتاب کا حوالہ دیتے ہیں یہ معلوم کر کے یہ حدیث کس کتاب میں ہے حدیث کی تلاش میں دشواری کم تو ہو جاتی ہے مگر بہت کچھ باقی رہتی ہے اس لیے میں نے باب کا حوالہ بھی دے دیا ہے۔

(نزہۃ القاری ج ۱ ص ۴۵۵) (یہ باب سال ۱۱۱۰ھ)

علامہ شریف الحق نے لکھا ہے: اس شرح کو انہوں نے ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ / ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء میں شروع کیا۔ (نزہۃ القاری ج ۱ ص ۴۴۴) اور انہوں نے گیارہ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ / ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء شب پنجشنبہ گیارہ بجے اس کو مکمل کیا کل سولہ سال آٹھ ماہ بیس دن میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ علامہ مرحوم نے دس علماء اور مدرسین کے نام لکھے ہیں جنہوں نے اس کام میں ان کا زبردست ہاتھ بنایا پھر چھ علماء کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے جو رات کا اکثر حصہ شرح لکھوانے میں گزار دیتے تھے۔ (نزہۃ القاری ج ۱ ص ۴۸۱-۴۸۰)

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی شریف الحق امجدی کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کا مقام بلند فرمائے اہل سنت کے وہ تیسرے عالم ہیں جنہوں نے حدیث شریف پر ایک وسیع کام کیا اور ”صحیح بخاری“ کی اردو میں ایک متوازن شرح لکھی۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء.

نعمۃ الباری

تیس ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ بہ روز جمعہ میں نے ”تبیان القرآن“ کی تکمیل کی اور اسی روز میں نے ”نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری“ لکھنے کا آغاز کر دیا یہ روز سعید میرے لیے تین اعتبار سے عید کا دن تھا (۱) یہ عید الاضحیٰ کا دن تھا (۲) جمعہ کا دن بھی تھا جو کہ مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے (۳) جس دن مسلمانوں کو کوئی نعمت ملے وہ دن بھی ان کے لیے عید کا دن ہوتا ہے اور اس دن مجھے دو نعمتیں ملیں ”تبیان القرآن“ کی تکمیل ہوئی اور ”نعمۃ الباری“ کا آغاز ہوا۔

نعمۃ الباری کی خصوصیات

- (۱) عام طور پر کتب احادیث کے تراجم اور اردو شروح میں سند حدیث کا ترجمہ نہیں کیا جاتا، میں نے ”صحیح بخاری“ کی ہر حدیث کی سند کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔
- (۲) سند کے رجال کا مکمل تعارف پیش کیا ہے۔
- (۳) سند حدیث میں جس صحابی کا پہلی بار نام آیا اس کے کوائف اور اس کا سن وفات ذکر کیا ہے۔
- (۴) امام بخاری نے حدیث کا جو عنوان ذکر کیا ہے اس کی وضاحت کی ہے اس کا لغوی اور شرعی معنی بیان کیا ہے اور اس عنوان کی عنوان سابق کے ساتھ مناسبت بیان کی ہے۔
- (۵) باب کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مناسبت بیان کی ہے۔
- (۶) امام بخاری نے باب کے عنوان میں جو قرآن مجید کی آیات پیش کی ہیں ان کی تفسیر معتمد کتب تفسیر سے باحوالہ بیان کی ہے۔
- (۷) امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان کی اصل حدیث جلد صفحہ یا حدیث نمبر کے اعتبار سے باحوالہ بیان کی ہیں۔
- (۸) تعلیقات کی بھی کہیں مفصل اور کہیں بہ قدر ضرورت تشریح کی ہے۔
- (۹) صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مکمل تخریج کی ہے اور تمام احادیث کو باحوالہ بیان کیا ہے۔
- (۱۰) صحیح بخاری کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث باحوالہ بیان کی ہیں۔
- (۱۱) جس جگہ ضروری ہوا وہاں الفاظ حدیث کے اختلاف کو بھی باحوالہ بیان کیا ہے۔
- (۱۲) حدیث کی تشریح میں جن احادیث کو ذکر کیا ہے ان کے بھی حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔
- (۱۳) استنباط مسائل کے ضمن میں مذاہب ائمہ ان کے دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔
- (۱۴) امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تائید میں بہ کثرت دلائل ذکر کیے ہیں۔
- (۱۵) امام ابو حنیفہ کے مذہب پر جہاں علامہ ابن بطلال مالکی، علامہ ابن قدامہ حنبلی یا حافظ ابن حجر عسقلانی نے اعتراضات کیے ہیں ان کے مستحکم جوابات دیئے ہیں۔
- (۱۶) حافظ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شروح کے اختلاف کو ذکر کیا ہے اور حسب ضرورت ان کے درمیان محامد یہ ہے۔
- (۱۷) نبی ﷺ کی خصوصیات تمام نبیوں پر آپ کی فضیلت اور آپ کے دیگر فضائل اور کمالات بارگاہ الوہیت میں آپ کی وجاہت آپ کی شفاعت آپ کی شفا رسانی آپ کے تصرفات اور آپ کے اختیارات کے ثبوت میں احادیث پیش کی ہیں اور اس کی تائید میں مسلم علماء کی عبارات پیش کی ہیں۔
- (۱۸) نبی ﷺ کے علم غیب کے ثبوت میں احادیث کو واضح کیا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔
- (۱۹) نبی ﷺ کے علم غیب کی وسعت کو اکابر علماء یوں بند کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے۔
- (۲۰) غیر مقلدین کا مسلک جہاں جمہور علماء اسلام سے مختلف ہے وہاں ان کا ٹھوس دلائل سے رد کیا گیا ہے۔
- (۲۱) منکرین حدیث کے حدیث پر اعتراضات کے متین جوابات دیئے گئے ہیں۔
- (۲۲) عصر حاضر کے مسائل کا قرآن اور سنت سے حل پیش کیا گیا ہے۔

(۲۳) مغرب زدہ لوگوں کے اور مستشرقین کے جو اسلام پر اعتراضات ہیں ان کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۲۴) خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ کی متعدد ازواج کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

(۲۵) صحیح بخاری میں علم اصول حدیث کی جو اصطلاحات آئی ہیں مثلاً متادلہ اور متابع وغیرہ ان کی آسان عبارت سے وضاحت کی گئی ہے۔

(۲۶) شرح صحیح مسلم میں ”صحیح بخاری“ کی جو احاد آچکی ہیں ان کا ”شرح صحیح مسلم“ میں جلد صفحہ اور حدیث نمبر سے حوالہ دیا ہے اور ”شرح صحیح مسلم“ میں ان کی شرح کے جو عنوانات ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ”تبیان القرآن“ میں جو بحث آچکی ہے اس کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲۷) شرح صحیح مسلم میں بعض احادیث کی بہت زیادہ شرح کی گئی ہے اور بعض احادیث کی بالکل شرح نہیں کی گئی، میں نے ”نعمۃ الباری“ میں توازن کو قائم رکھا ہے اور مکررات کے علاوہ ہر حدیث کی اعتدال سے شرح کی ہے، البتہ جو اعتقاد اور فقہ کے معرکہ آراء مباحث ہیں وہاں بسط اور تفصیل سے کام لیا ہے ہر مکرر حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔

(۲۸) اس شرح کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اردو کی دیگر شروح حدیث کی طرح علمی یا اصطلاحی لب و لہجہ اختیار نہیں کیا گیا، بلکہ حتی الامکان زبان و بیان کو عام فہم اور آسان رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کے علمی اور عوامی تمام ہی طبقات اس سے نفع اندوز ہو سکیں۔

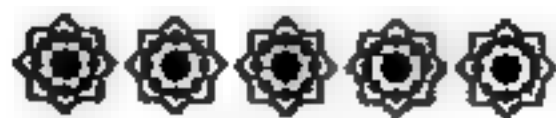
(۲۹) حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ ابن بطلال اور دیگر مصنفین کی عبارات میں جن احادیث کا ذکر آیا ہے ان احادیث کی بھی مفصل تخریج کر دی گئی ہے۔

حدیث کے مقدمہ، امام بخاری اور ”صحیح بخاری“ کے تعارف، ”صحیح بخاری“ پر تبصرہ، ”صحیح بخاری“ کی شروحات کے ذکر اور ”نعمۃ الباری“ کی خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے میں ”صحیح بخاری“ کی شرح لکھنے کا آغاز کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں: اللہ العالمین! مجھے اس شرح میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھنا اور وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو باطل اور ناصواب ہو اس کا رد کرنے کی مجھے جرأت اور ہمت عطا فرماتا۔ (آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ)

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ

بلاک ۱۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸



میں شائع کی گئی، جس پر علیہ اللام ابی الحسن السندی نے حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۔ کتاب: الوَحی وحی کا بیان

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے لہذا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداً وحی
کی کیفیت

۱۔ بَابُ کَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَوْلُ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا
أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (النساء: ۱۶۳)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اے رسول! ہم نے آپ کو وحی کے بارے میں
آپ کی طرف وحی نازل فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد
دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی تھی۔

کتاب باب اور فصل کے معانی اور مصداق

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے بعد جو پہلا الفاظ لکھا وہ ”باب“ ہے مجموعہ حدیث
اور فقہ کی کتابوں میں تین عنوانات ملتے جاتے ہیں: کتاب باب اور فصل۔ ”کتاب“ مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو پہلے منزلہ جنس
ہو اور اس کے تحت نئی انواع اور اصناف مندرج ہوں جیسے کتاب الطہارت اس میں وضو، غسل اور تیمم کے باب مذکور ہوتے ہیں اور
”باب“ مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو پہلے منزلہ نوع ہو اور اس کے تحت نئی اصناف اور اشخاص مندرج ہوں جیسے وضو کے باب
میں فرائض وضوء سنن وضوء اور مستحبات وضوء کی فصول مذکور ہوتی ہیں اور ”فصل“ پہلے منزلہ صنف ہے اس کے تحت نئی اشخاص مندرج
ہوتے ہیں جیسے فرائض وضوء کی فصول میں مذکور ہوتا ہے کہ وضوء کے چار فرض ہیں وغیرہ۔

یہاں پر امام بخاری نے ”کتاب“ کا ذکر نہیں کیا لیکن یہاں مراد وہی ہے یعنی کتاب الوَحی اور اس کے تحت جو مختلف احادیث
ذکر کی ہیں وہ پہلے منزلہ ابواب ہیں امام بخاری نے ”بدء الوحي“ کا لفظ فرمایا ہے ”بدء“ کے وہ معنی ہیں: ظہور اور ابتداء۔ ”آیہ بخاری“
کی حدیث: ۲۱۰۱ میں وحی کے ظہور کا ذکر ہے اور حدیث: ۳۱۰۱ میں وحی کی ابتدا کی کیفیت کا ذکر ہے۔

وحی کا لغوی معنی

امام بخاری نے دوسرا لفظ جو ذکر کیا ہے وہ ”وحی“ ہے امام سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ نے وحی کا لغوی معنی اس طرح

بیان کیا ہے:

وحی کا معنی ہے: اشارہ کرنا، لکھنا، لکھا ہوا، پیغام پہنچانا، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف پہنچاؤ، یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں منحصر ہو گیا۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۲۸۵، المطب: الخیر، مصر ۱۳۰۶ھ)

وحی کا شرعی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

اصطلاح میں وحی ان کلمات الہیہ کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے، یہ القاء یا تو اس فرشتے کے واسطے سے ہوتا ہے جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے، جیسا کہ حضرت جبریل کا کسی خاص صورت میں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا یا بغیر مشاہدہ کے اللہ کا کلام سنائی دے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا، یا نبی ﷺ کے دل میں کوئی بات ڈال دی جائے، جیسے کہ حدیث میں ہے کہ جبریل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۶۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هو كلام الله المنزل على نبي من انبيائه.

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نزول وحی کی صورتیں اور اقسام

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی ﷺ کا کلام قدیم سننا، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

(۲) فرشتے کے واسطے سے وحی کا نازل ہونا۔

(۳) دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔

(۴) "صلصلة الجرس" (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

(۵) حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں، جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔

(۶) حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں، جیسے حضرت جبرائیل چھ سوہدوں کے ساتھ آئے، جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

(۷) حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں، جیسے حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔

(۸) اللہ تعالیٰ براہ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہو، جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔

(۹) اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو، جیسے "جامع ترمذی" میں حدیث مرفوع ہے آپ نے فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کو بہت

حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

(۱۰) نبی ﷺ کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح

کر رہے ہیں۔

(۱۱) وحی اسرافیل جیسا کہ "مسند احمد" میں ہے کہ تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۷۹-۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

عنوان میں ورج آیت کریمہ کی تفسیر

باب کا عنوان لکھنے کے بعد امام بخاری نے یہ آیت کریمہ لکھی ہے: ”إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ“ (النساء: ۱۶۳)

امام بخاری کا اس کتاب میں یہ طریقہ ہے کہ باب کا عنوان ذکر کرنے کے بعد اس عنوان کے مناسب قرآن مجید کی کوئی آیت ذکر کرتے ہیں یا پھر کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں یا کسی صحابی یا تابعی یا کسی امام کا قول ذکر کرتے ہیں یہاں باب کے عنوان میں چونکہ وحی کا لفظ تھا اس لیے امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کیا جس میں وحی کا ذکر ہے۔ اس آیت کی مختصر تفسیر حسب ذیل ہے:

یہودیوں نے نبی ﷺ سے یہ کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ پر بھی اس طرح ایک بارگی کتاب نازل کی جائے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک بارگی کتاب نازل کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم نوح ابراہیم اسماعیل اسحاق یعقوب ایوب یونس ہارون اور سلیمان علیہم السلام کو ہی جانتے ہو حالانکہ ان پر بھی آسمان سے ایک بارگی کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی۔

انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تھا یا اس لیے کہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے احکام شرعیہ بیان کیے یا اس لیے کہ جس طرح نبی ﷺ کی دعوت اسلام تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے ہے اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت بھی تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے تھی۔ (تبیان القرآن ج ۲ ص ۸۷۷ فرید بک شال ۱۱ ہوز ۱۳۲۰ھ)

حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کا متن اور اس کی تخریج

باب کے عنوان کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل حدیث ذکر کی ہے:

۱- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِي يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمَنْبَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ [اطراف الحديث]

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں حمیدی عبد اللہ بن زبیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم تمیمی نے خبر دی کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص لیثی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی جس کی طرف ہجرت کرنے کی اس نے نیت کی تھی۔

[۶۹۵۳-۶۶۸۹-۵۰۷۰-۳۸۹۸-۲۵۲۹-۵۳]

(صحیح مسلم: ۱۹۰۷ سنن ابوداؤد: ۲۲۰۱ سنن ترمذی: ۱۶۳۷ سنن نسائی: ۳۸۰۳-۳۳۳۷ سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۷ مسند حمیدی: ۲۸)

بن ابی رز: ۶۳، الموطا: ۹۸۳، مسند الطیالسی: ۳۷، مسند الزوار: ۲۵۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲، صحیح ابن حبان: ۳۸۸، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۸۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۳۱، کتاب المعرفة: ۱۸۲، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۵۳، شرح السنہ: ۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۸، ج ۱ ص ۲۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ائمہ کی یہ ابو بکر عبد اللہ بن ابی قریبہ القرشی الاسدی ہیں یہ ۲۱۹ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے ان سے امام ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کی ہے، امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں ان کی ایک حدیث روایت کی ہے (۲) سفیان بن عیینہ یہ حدیث فقہ اور فتویٰ میں امام جلیل ہیں اور یہ امام شافعی کے مشائخ میں سے ایک ہیں یہ ۱۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید انصاری مدنی یہ مشہور تابعی ہیں اور ائمہ مسلمین سے ہیں ان کو مدینہ میں منصب قضاء دیا گیا تھا اور یہ ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے ان سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے (۴) محمد بن ابراہیم بن الحارث یہ بہت احادیث روایت کرتے تھے یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) قاسم بن ولید بن ابی ہاشم بن عبد اللہ بن قریظ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی العدوی القرشی یہ (۶) حضرت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح ابن عبد اللہ بن قریظ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی العدوی القرشی یہ اپنے آٹھویں جد کعب میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں یعنی اللہ۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۵)

حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کی فنی حیثیت

یہ حدیث ایک اعتبار سے غریب ہے اور دوسرے اعتبار سے مشہور ہے اور یہ متواتر نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار یحییٰ بن سعید پر ہے اور نبی ﷺ سے حضرت عمر کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا اور حضرت عمر سے ملحقہ کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا اور عاصم سے صرف محمد بن ابراہیم نے روایت کیا ہے اور محمد سے صرف یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے اور ان سے اس حدیث کو بہت لوگوں نے روایت کیا ہے پس سند کے اول راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث غریب اور فرد ہے اور سند کے آخری راوی کے اعتبار سے یہ حدیث مشہور ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کے راوی کا مختصر تذکرہ

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی ضلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا ایک قول ہے کہ انہوں نے نبوت کے پانچویں سال میں اسلام قبول کیا۔ حلال بن یاف نے کہا کہ حضرت عمر چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے اور لیث نے کہا ہے کہ تینتیس (۳۳) مردوں کے مسلمانوں ہونے کے بعد اسلام لائے ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام لانے کے بعد چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل ہو گیا پھر حضرت جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! آسمان والے عمر کے اسلام لانے پر مبارک باد دے رہے ہیں ان کو فاروق کا لقب دیا گیا کیونکہ جس دن وہ اسلام لائے اس دن سے اسلام کا ظہور اور غلبہ ہو گیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو احادیث روایت کی ہیں ان کی تعداد پانچ سو تینتیس (۵۳۷) ہے ان میں سے ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ میں اکیاسی (۸۱) احادیث ہیں۔

جس طرح قرآن مجید کی آیات کے شان نزول اور اسباب ہوتے ہیں اسی طرح بعض احادیث کے بھی اسباب ہوتے ہیں اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے مکہ میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا وہ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئی وہ شخص بھی اس سے

نکاح کی رغبت میں مدینہ چلا گیا اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث فرمائی اور اس شخص کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کا شرف اور اس کی فضیلت

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

علماء اپنی تصانیف میں اس حدیث کو سب سے پہلے لکھتے ہیں کیونکہ عموماً اس کی حاجت پڑتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہے اور عبدالرحمان مہدی یہ کہتے تھے کہ جو شخص بھی کوئی کتاب تصنیف کرے اس کو چاہیے کہ اس کتاب کی ابتدا میں اس حدیث کو لکھے اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی کتاب کا افتتاح اس حدیث سے کیا ہے۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا: اصول اسلام تین احادیث پر مشتمل ہیں: (۱) اعمال کا مدار نیت پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی عبادت نکالی جس کا دین میں منشاء نہ ہو وہ مردود ہے (صحیح البخاری: ۲۶۹۷)۔

امام ابو داؤد السجستانی متوفی ۲۷۵ھ نے کہا: فقہ کا مدار پانچ احادیث پر ہے: (۱) اعمال کا مدار نیت پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) میں نے تم کو جس کام سے منع کیا ہے اس سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو جس کام کا حکم دیا ہے اس پر جس قدر عمل کر سکتے ہو عمل کرو (صحیح مسلم: ۱۳۳۷) (۴) کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اور ایک دوسرے کو باہم ضرر نہ دو (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱) یعنی یہ سمجھ کر کہ ایک نے مجھے ضرر دیا ہے تو میں بھی اس کو ضرر دوں پہلا حکم وجوبی ہے اور دوسرا حکم استحبابی ہے سعیدی غفرلہ (۵) دین خیر خواہی ہے (صحیح البخاری: ۵۷)۔

امام ابو داؤد کی دوسری روایت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) احادیث روایت کیں اور ان سے انتخاب کر کے میں نے ”کتاب السنن“ میں لکھیں جن کا میں ضامن ہوں پس ان میں میں نے صحیح اور ان کے مشابہ اور مقارب احادیث لکھی ہیں اور ان میں سے چار احادیث ایسی ہیں جو انسان کے دین کے لیے کافی ہیں (۱) اعمال کا مدار نیت پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ غیر مقصود باتوں کو ترک کر دے (سنن ترمذی: ۲۳۱۷) (۴) کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند کرے جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے (صحیح البخاری: ۱۳)۔ (کشف المشکل ابن الجوزی ج ۱ ص ۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نیت کا معنی اور نیت کے متعلق حدیث کے دونوں جملوں کا فرق

نبی ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے اس کا معنی یہ ہے:

ہر عمل کی صحت کا اعتبار اس کی نیت سے ہوتا ہے یعنی اگر اس عمل سے اس کا قصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو اس کی سب سے زیادہ فضیلت ہے اور اگر اس عمل سے اس کا مقصود جنت کا حصول ہے تو اس میں بھی فضیلت ہے اور اگر اس عمل سے مقصود دنیا کا حصول ہے تو اگر دنیا کی وہ چیز مباح ہے تو وہ کام مباح ہے اور اگر وہ چیز ناجائز ہے تو وہ کام ناجائز ہے۔

نیت کا معنی ہے: قصد مقصود اور پکارا وہ اس عمل کے لیے تحریک کرنا۔

اس حدیث کا پہلا جملہ ہے: اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے اور دوسرا جملہ ہے: ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے

نیت کی ہے پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال پر ثواب اور عذاب کا مدار ان اعمال کی نیت پر ہے دوسرے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیت سے ہوتا ہے مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ایک عمل ہے اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کر لے تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا مثلاً وہ یہ نیت کرے کہ راستے میں اس کو جو مسلمان ملے گا وہ اس کو سلام کرے گا اگر اس نے پہلے سلام کر لیا تو اس کے سلام کا جواب دے گا اگر کوئی ضرورت مند سائل ملا تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کا سوال پورا کرے گا نیکی کا حکم دے گا نہ ائی سے روکے گا مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے گا اور یہ دعا پڑھے گا: "اللہم افتح لی ابواب رحمتک" وغیرہا تو اگر وہ ایک عمل میں متعدد نیک کاموں کی نیت کرے گا تو اس ایک عمل میں اس کو متعدد نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔

نیت میں مذاہب اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل

علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شریعت میں کوئی عمل اس وقت معتبر ہوتا ہے جب اس عمل میں عبادت کی نیت کی جائے مثلاً اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غسل کرے تو اس غسل سے جنابت زائل نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پانی سے طہارت حاصل کرنے کے لیے عبادت کی نیت ضروری نہیں ہے اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے پھر بھی اس غسل سے جنابت زائل ہو جائے گی۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ ہر عمل شرعی میں عبادت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت قرآن مجید کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ سب کام عبادات کی نیت کے بغیر صحیح ہیں لہذا غسل اور وضو بھی عبادت کی نیت کے بغیر صحیح ہونے چاہئیں۔

نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب نے نبی ﷺ سے کہا: مال دار تو اجر لے گئے وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد اموال کو صدقہ کرتے ہیں آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے صدقات نہیں رکھے! ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے اور ہر حمد کرنا صدقہ ہے اور ہر مرتبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور نہ ائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا صدقہ ہے صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے اس میں بھی اس کے لیے اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت حرام طریقہ سے پوری کرنا تو اس میں اس کے اوپر گناہ ہوتا یا نہیں؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت حلال طریقہ سے پوری کرے گا تو اس کے لیے اجر ہوگا۔ (دوسری روایت میں فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ صرف بڑے کاموں میں تمہارا حساب ہوگا اور اچھے کاموں میں تمہارا حساب نہیں ہوگا۔) (صحیح مسلم: ۱۰۰۶، الادب المفرد: ۲۲، شرح السنہ: ۱۶۳۴، صحیح ابن

حبیب: ۸۳۸، مسند ابی یوسف: ۳۹۱۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۶، طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۳۷۳، ج ۳ ص ۲۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ اگر کسی جائز اور صحیح کام میں عبادت کی نیت نہ بھی کی جائے تب بھی اس میں اجر و ثواب ملتا

ہے۔

ہجرت کی تعریف اس کی اقسام اور صورتیں

اس حدیث میں ہجرت کا لفظ ہے ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حدیث ایک خاص صحابی کے متعلق وارد ہے جس نے ام

قیس (قبیلہ نام کی عورت) کی خاطر ہجرت کی تھی (اس صحابی کا نام معروف نہیں ہے) لیکن خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ہم ہجرت کی تفصیل اور تحقیق کر رہے ہیں۔

ہجرت کا لغوی معنی ہے: ترک کرنا۔ (مختار الصحاح ص ۳۹۷: بیروت) اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: کافروں کے علاقے کو ترک کر کے مسلمانوں کے علاقے میں جانا یا دارالخوف کو ترک کر کے دارالاسلام کی طرف جانا اور لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہجرت کی حسب ذیل صورتیں اور اقسام ہیں:

(۱) ابتداء میں مسلمانوں کا مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت ہے یا جیسے اب مسلمانوں کا بھارت سے برطانیہ امریکا ہالینڈ یا بعض افریقی ممالک کی طرف ہجرت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا یا بعد میں اسلام لانے والوں کا مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔

(۳) جو شخص کافروں کے ملک میں رہتا ہو اور وہاں شعائر اسلام اور اظہار دین پر قادر نہ ہو تو اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے جیسے بھارت سے مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

(۴) بُرے کاموں کو ترک کر کے نیک کاموں کی طرف ہجرت کرنا حدیث میں ہے: مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۰) مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۳) مہاجر وہ ہے جو برائیوں سے ہجرت کرے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶)

(۵) آخری زمانہ میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا تو لوگ شام کی طرف ہجرت کریں گے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ غمگین ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی پھر روئے زمین کے نیک لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کو لازم پکڑ لیں گے اور روئے زمین کے بُرے لوگ اپنی بگبگوں پر رہیں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۸۲)

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نے کہا: اس سے مراد شام کا علاقہ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے نکل کر شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ (النبیہ ج ۵ ص ۲۱۴: دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

آیا ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہوگئی یا قیامت تک باقی رہے گی؟

ہجرت کے متعلق احادیث میں تعارض ہے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک ہجرت جاری رہے گی اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت منقطع ہو جائے گی وہ یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور زینت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو جہاد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۲۷۸۳: سنن ابوداؤد: ۲۴۸۰: مسند احمد: ۱۳۵۳: ترمذی: ۱۵۹۰) عبید بن عمرو نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: آج کل ہجرت نہیں ہے پہلے مؤمنین کو یہ خطرہ تھا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن جہاد اور زینت باقی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۹۰۰)

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے معبد کو نبی ﷺ کے پاس لے کر گیا تاکہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کریں آپ نے فرمایا: ہجرت مہاجرین کے لیے ختم ہو چکی ہے پھر آپ نے اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کر لیا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۶۲، صحیح مسلم: ۱۸۶۳)

مذکورہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جو حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہجرت قیامت تک جاری رہے گی وہ یہ ہے:

حضرت موسیٰ بن خثیمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک تو پہ منقطع نہ ہو اور تو پہ اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۹۷)

ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق اور توفیق

ان متعارض احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی اب ہجرت مستحب ہے فرض نہیں ہے لہذا جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے وہ فرض ہے اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی وہ مستحب ہے۔

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں جنت کا وعدہ کیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱)

جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی ﷺ کے پاس آتا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جس جگہ سے ہجرت کی تھی وہاں سے اپنے آپ کو بالکل منقطع کر لیتا اور نبی ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اس جگہ فوت ہو جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی اور جب حضرت سعد بن خولہ مکہ میں فوت ہو گئے تو آپ نے اس پر اظہار افسوس کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۹۵، صحیح مسلم: ۱۶۲۸) اور آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں مکہ میں نہ فوت کرنا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۵) پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو پھر وہ مدینہ کی طرح دارالاسلام ہو گیا سو جو ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہو گئی وہ یہی ہجرت ہے۔

اور دوسری ہجرت وہ ہے جو اعراب اور دیہاتیوں کی ہجرت ہے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا لیکن ان کی ہجرت اس طرح نہیں تھی جس طرح پہلی قسم والوں کی ہجرت تھی پس وہ بھی مہاجر ہیں لیکن پہلی قسم کی ہجرت کرنے والوں کی فضیلت میں داخل نہیں ہیں اور جو ہجرت قیامت تک منقطع نہیں ہوگی وہ یہی ہجرت ہے۔ (النبایہ ج ۵ ص ۲۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: "بدء الوحي" یعنی وحی کی ابتداء اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں وحی کی ابتداء کا ذکر نہیں ہے اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) "بدء" کا معنی ابتداء بھی ہے اور ظہور اور غلبہ بھی ہے وحی کی ابتداء کا ذکر اس باب کی تیسری حدیث میں ہے اور یہ حدیث آپ نے مدینہ منورہ میں ارشاد فرمائی تھی اور وحی کا ظہور اور غلبہ مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

(۲) اس حدیث میں فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے یعنی ہر کام میں حسن نیت اور اخلاص ہونا چاہیے اور اس حدیث کو وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس "الجامع الصحیح الممسد" کو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مدون کیا ہے۔

(۳) اس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے اور نبی ﷺ نے یہ حدیث ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بیان فرمائی۔

(۴) یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمائی اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو منبر پر خطبہ میں بیان کیا اور جب یہ حدیث منبر پر خطبہ بن سکتی ہے تو کتاب کے شروع میں بھی خطبہ بن سکتی ہے سو امام بخاری نے یہ چاہا کہ اپنی اس کتاب میں اپنے الفاظ پر مشتمل خطبہ لکھنے کے بجائے حدیث صحیح کی اس کتاب میں حدیث صحیح کو ہی یہ طور خطبہ وار دیکھا جائے اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں الگ خطبہ نہیں لکھا۔

امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

امام بخاری پر ایک اور اعتراض یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بروہ مہتمم با نشان کام جس کے شروع میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد نہ کی جائے وہ ناتمام رہتا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۰۹ مشکوٰۃ: ۳۱۵۱ کنز العمال: ۲۵۱۱)

اور امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں بیان کی اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب کو قرآن مجید کی آیت النساء: ۱۶۳ سے شروع کیا ہے اور اس کے بعد ”انما الاعمال بالنیات“ حدیث صحیحہ اور روایت یہ ہے جو خطبہ کے قائم مقام ہے اور امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے لیے اس آیت اور اس حدیث کو کافی قرار دیا اور ازیں اس کے شروع میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھی ہے اور رحمن اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفات کمال ہیں اور حمد کا معنی ہے: اظہار صفات مہربانہ لہذا ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھنے سے اللہ تعالیٰ کی حمد ہو گئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے جو مکاتیب احادیث میں درج ہیں ان کے شروع میں صرف ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھی ہوئی ہے اور حمد کے الفاظ درج نہیں ہیں سو امام بخاری نے اپنی اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مطابق بنایا۔

* ہم نے اس حدیث کی شرح، شرح صحیح مسلم: ۴۸۱۲۔ ج ۵ ص ۹۲۵-۹۲۱ میں بھی کی ہے، نیکان یہاں پر اس سے بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے، نیز اس شرح کی بعض چیزوں کو حذف کر کے بہت سے نئے مباحث کا اضافہ کیا ہے اور اس کی بہ نسبت یہاں احادیث کی تخریج بھی بہت زیادہ کی ہے۔ واللہ الحمد۔

۲- باب

۱۰

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ حضرت الخاریث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا پس کہا: یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی تھی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی اور وہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی ہے پھر جب وہ وحی مجھ سے منقطع ہوتی تو میں یاد کر چکا ہوتا ہوں کہ فرشتہ نے کیا کہا تھا اور کبھی فرشتہ میرے لیے مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا ہے سو وہ مجھ سے بات کرتا رہتا ہے اور میں یاد کرتا رہتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلَاطَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيَكَلِّمُنِي فَأَعْيِ مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ

عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ، فَيَقْصَمُ عَنْهُ
وَأَنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا. | طرف الحدیث: ۱۳۱۵ |
بے شک میں نے دیکھا کہ سخت سردی میں آپ پر وحی نازل ہوتی تو
جس وقت وحی آپ سے منقطع ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ
رہا ہوتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۳، سنن ترمذی: ۳۶۳۳، سنن نسائی: ۹۳۳-۱۳۸، مسند الحمیدی: ۲۵۶، مسند ابن راہویہ: ۷۵۵-۷۵۳، افعال العباد للبخاری
ص ۹۳، سنن الکبریٰ منسائی: ۱۰۰۵، المعجم الکبیر: ۳۳۳۶، الشریعہ للآجری ص ۴۵۳-۴۵۴، ابن مندہ: ۶۸۰-۶۷۸، الاسماء والصفات للبیہقی: ۳۲۶،
مسند ج ۶ ص ۱۵۸، طبع قدیمی، مسند احمد: ۲۵۲۵۲-ج ۲۲ ص ۱۳۶، مؤسسة الرسالة بیروت ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۲ کے رجال خصوصاً امام مالک اور حضرت عائشہ کا تعارف اور ائمہ ستہ کے سنین وفات

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں:

پہلے راوی امام بخاری کے استاذ عبد اللہ بن یوسف ہیں، یہ ”موطأ امام مالک“ کے رجال میں سے ہیں انہوں نے امام مالک اور
لیث بن سعد، غیرہما سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان کے شاگردوں میں یحییٰ بن معین، محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ ہیں۔

دوسرے راوی امام مالک رحمہ اللہ امام دارالہجرت ہیں، ان کا پورا نام مالک بن انس اگھی ہے، امام مالک نے نو سو مشائخ سے
حدیث کا سماع کیا ہے جن میں سے تین سوتابعین اور چھ سوتبع تابعین تھے، امام ابو حنیفہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ امام مالک ان
سے سوال کرتے تھے اور ان کے قول کو اختیار کرتے تھے، امام ابو حنیفہ، امام مالک سے حدیث کا سماع بھی کرتے تھے اور جن دیگر اکابر
نے امام مالک سے حدیث کی روایت کی ہے ان میں سفیان بن عیینہ، شعبہ بن الحجاج، عبد اللہ بن المبارک، عبد الرحمن الاوزاعی اور
امام شافعی وغیرہم ہیں اور جن لوگوں نے امام مالک سے ”الموطأ“ کی روایت کی ہے وہ شمار سے باہر ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا:
جب تمہارے پاس امام مالک کی روایت کی ہوئی حدیث پہنچے تو اس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو باندھ لو، امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا:
میں امام مالک کے پاس تین سال سے زیادہ عرصہ رہا اور میں نے ان سے سات سو سے زیادہ احادیث کا سماع کیا ہے، الواقدی نے کہا
ہے کہ امام مالک متوسط قد کے تھے، ڈاڑھی کے بال سفید تھے، خضاب نہیں لگاتے تھے، وہ ان علماء میں سے ہیں جو اپنے دین کی وجہ سے
آزمائش میں مبتلا ہوئے، علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ جب امام مالک بن انس نے سلطان کی غرض کے موافق فتویٰ نہیں دیا تو ان کو
ستر (۷۰) کوڑے مارے گئے، ابو جعفر منصور نے بھی ان پر بہت تشدد کیا، وہ ۱۳ صفر یا ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں فوت ہو گئے، عبد اللہ
بن محمد آل ابن عباس حاکم مدینہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور البقیع میں ان کو دفن کیا گیا، وہ ربیع الاول ۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

فائدہ: الخطیب نے اپنی کتاب ”المحقق والمفترق“ میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ چھ نئے مذاہب کے بانیوں میں
سے ایک ہیں، دوسرے امام ابو حنیفہ ہیں جو بغداد میں ۱۵۰ھ میں ستر (۷۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے، تیسرے امام شافعی ہیں جو
۲۰۴ھ میں مصر میں چوں (۵۳) سال کی عمر میں فوت ہوئے، چوتھے امام احمد بن حنبل ہیں جو ۲۴۱ھ میں بغداد میں اسی (۸۰) سال
کی عمر میں فوت ہوئے، پانچویں سفیان ثوری ہیں جو ۱۶۱ھ میں بصرہ میں چونسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں فوت ہوئے، چھٹے داؤد بن علی
الاصہبانی ہیں جو ۲۹۰ھ میں بغداد میں اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں فوت ہوئے اور یہی ظاہریہ یعنی غیر مقلدین کے امام ہیں (ائمہ
اربعہ کے مقلدین دنیا میں بہت زیادہ ہیں، سب سے زیادہ امام ابو حنیفہ کے مقلدین ہیں، سفیان ثوری کا اب کوئی مقلد نہیں ہے، تاہم
داؤد بن علی ظاہری کے مقلدین موجود ہیں جو اپنے آپ کو غیر مقلد سلفی یا اہل حدیث کہتے ہیں)۔

اس حدیث کے تیسرے راوی ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام القرشی الاسدی المدنی ہیں، یہ اکابر تابعین سے ہیں انہوں نے

حضرت ابن عمر کی زیارت کی انہوں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے حق میں دعا کی یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے سال اکٹھ (۶۱) ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۴۵ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے بہت سے لوگوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث کے چوتھے راوی ابو عبد اللہ عروہ ہیں جو ہشام مذکور کے والد ہیں یہ بہت عظیم تابعی ہیں مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے ان کی والدہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا ہیں عروہ کے متعدد شرف ہیں رسول اللہ ﷺ ان کے خالو ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے نانا ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کے والد ہیں حضرت اسماء ان کی والدہ ہیں حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہ ان کی خالہ ہیں یہ بیس ہجری میں پیدا ہوئے کتب صحاح ستہ میں عروہ بن الزبیر نام کا اور کوئی نہیں ہے۔

اس حدیث کی پانچویں راویہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کی والدہ حضرت ام رومان زینب رضی اللہ عنہا بنت عامر ہیں اور وہ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کی بھی والدہ ہیں۔ الواقدی کے قول کے مطابق ۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے دو سال پہلے عقد نکاح کیا ایک قول ہے کہ تین سال پہلے اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی ایک قول ہے کہ سات سال عمر تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوئی رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں حضرت عائشہ آٹھ سال پانچ ماہ رہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور انہوں نے ۶۵ سال عمر گزاری یہ فقہاء صحابہ میں بہت سے صحابہ سے بڑی تھیں اور ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جو زیادہ روایت کرنے والے ہیں انہوں نے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ۱۳۷ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ۵۴ احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ۵۸ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں حضرت عائشہ نے بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے دو سو کے قریب صحابہ اور تابعین نے احادیث روایت کی ہیں وہ آٹھ رمضان یا آٹھ شوال ۵۵ھ یا ۵۶ھ یا ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں فوت ہو گئیں انہوں نے فرمایا تھا کہ ان کو نماز وتر کے بعد رات کو بقیع میں دفن کیا جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بعض نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور بعض نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں قاضی ابوبکر بن العربی نے قطعیت سے کہا کہ حضرت خدیجہ افضل ہیں اور دوسرے علماء نے بھی کہا اور یہی زیادہ صحیح ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ افضل ہیں یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور میں نے اپنے بعض اکابر اساتذہ سے سنا ہے کہ دنیا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور آخرت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں (کیونکہ آخرت میں سیدہ فاطمہ حضرت علی کے پاس ہوں گی اور حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوں گی)۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت میں محاکمہ تمام صحابہ میں کون افضل ہے اور ام المومنین کے لقب کی توجیہ

امام مالک کے نزدیک تمام صحابہ میں مطلقاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا جزو ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو رسول اللہ ﷺ کے جزو کے مساوی نہیں قرار دیتے ہیں علامہ آلوسی کا بھی یہی مختار ہے۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲۲۴)

میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد کا یہی حکم ہونا چاہیے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں میں نے ”تبیان القرآن“ ج ۸ ص ۱۱۱-۱۰۳ (النور: ۲۰-۱۱) میں چالیس احادیث ذکر کی ہیں اور حضرت سیدتنا

فطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں میں نے بیان القرآن ج ۷ ص ۹۱۳۔ ۹۱۰ (المؤمنون: ۱۰۱) میں انہیں احادیث ذکر کی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جو ام المؤمنین کہا جاتا ہے اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: "وَازْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ" (الحزاب: ۶) اور نبی کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں ان کے احترام اور ان کے ساتھ نیکی کرنے میں اور ان کے ساتھ نکاح کی تحریم میں وہ مسلمانوں کی ماؤں کی مثل ہیں نہ کہ ان کے ساتھ خلوت سفر کرنے یا ان کے بے حجاب دیکھنے میں وہ ماؤں کی مثل ہیں اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی ﷺ کو مؤمنوں کا باپ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو اسحاق کے نزدیک جائز نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ ہمارے باپ کی مثل ہیں حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم الحدیث میں تمہارے لیے باپ کے قائم مقام ہوں تم کو تعلیم دیتا (سنن ابوداؤد: ۸، صحیح مسلم: ۲۶۲، سنن ترمذی: ۱۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶) ہوں۔

اس حدیث کے چھٹے راوی ہیں: الحارث بن ہشام بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ یہ ابو جہل کے حقیقی بھائی تھے اور حضرت خالد بن الولید کے غم زاد تھے غزوہ بدر میں کافروں کے لشکر میں تھے اور انہوں نے شکست کھائی فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور اسلام میں مدہ زندگی گزاری۔ غزوہ حنین میں نبی ﷺ نے ان کو سوانت عطا فرمائے جنگ یرموک میں ۱۵ھ میں شہید ہوئے حضرت الحارث بن ہشام کی "صحیح البخاری" اور "صحیح مسلم" میں صرف یہی حدیث ہے اور "سنن ابن ماجہ" میں ان کی صرف ایک یہی روایت ہے صحیح سند کے علاوہ ان کی ایک سو پچاس روایات ہیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

حافظ شباب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ جس وقت حضرت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے وحی کے متعلق سوال کیا ہو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود ہوں اور یہ سوال و جواب سن رہی ہوں پھر یہ حدیث متصل ہوگی اصحاب اطراف نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس حدیث کا "مسند عائشہ" میں اخراج کیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت الحارث نے بعد میں حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی خبر دی ہو پھر یہ حدیث مرسل اصحاب نے ہوگی اور جمہور نے اس پر متصل کا حکم لگا دیا اور اس حدیث کے مرسل ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ "مسند احمد" اور "معجم البیہقی" وغیرہ میں از عامر بن صالح از ہشام از عروہ از عائشہ از الحارث بن ہشام روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا الحدیث۔ اس سند میں عامر ضعیف راوی ہے لیکن میں نے ابن مندہ کے پاس اس کا متابع پایا ہے تاہم مشہور پہلو قول ہے (یعنی یہ حدیث متصل اور مسند ہے)۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۹۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو جو "مسند احمد" کے حوالہ سے لکھا ہے سو اس کے متعلق شعیب الارنؤط لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند میں عامر بن صالح الزبیری ہے اور یہ متروک راوی ہے اور اس حدیث کو الحارث بن ہشام کی "مسند" سے شمار کیا گیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۸، طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۲۵۳۔ ج ۴ ص ۱۳۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

میں جانتا ہوں کہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے: از محمد بن نصر بن حمید البغدادی از محمد بن عبد اللہ الارزلی از عاصم بن حلال از ایوب از ہشام بن عروہ از عروہ از الحارث بن ہشام وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ الحدیث (المجم الکبیر: ۳۳۳۳)

اس سند میں عامر بن صالح الزبیری نہیں ہے جس کی وجہ سے ”مسند احمد“ کی روایت میں ضعف تھا۔ یہ اس حدیث کا متابع ہے۔
امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو ہشام بن عروہ کے اصحاب نے از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت الخارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے وحی کے متعلق سوال کیا۔ الحدیث (المستدرک ج ۳ ص ۲۷۹ طبع قدیم المستدرک: ۵۲۱۳) (المستدرک: ۱۰۲۰۲)۔

اس تصریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عامر زبیری کے علاوہ ہشام بن عروہ کے دوسرے اصحاب نے بھی اس حدیث کو روایت کیا۔
لہذا واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا بلکہ حضرت الخارث بن ہشام سے سن کر روایت کیا ہے سو یہ حدیث مرسل الصحابة ہے مسند اور متصل نہیں ہے۔

”احیاناً“ کا معنی اور ”صلصلة الجرس“ کی تحقیق

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی۔

”کبھی کبھی“ کے لیے اس حدیث میں ”احیاناً“ کا لفظ ہے اور ”احیاناً“ ”حين“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: وقت۔

(المعجم فی ما معہ: ۱۰۱۱، تنبیہ ص ۱۰۱، بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ (الدھر: ۱) یقیناً انسان پر زمانہ میں ایک وقت آچکا ہے۔

”حين“ کا اطلاق زمانہ کے ایک لمحہ پر بھی ہوتا ہے اور زیادہ مدت پر بھی ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

كانوا يتحینون وقت الصلوة۔ صحابہ نماز کا وقت طلب کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۳، صحیح مسلم: ۷۷۳، سنن نسائی: ۶۲۶)

اس حدیث میں فرمایا ہے: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی اس میں وحی کی طرف اشارے کی نسبت وافی ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آنا جانا فیزی روت اجسام کی صفت ہے اور وحی تو فیزی روح جسم نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عقل میں مراد یہ ہے کہ حامل وحی یعنی فرشتہ میرے پاس آتا تھا اور گھنٹی کی جھنکار اس کے پروں کی آواز تھی اور جب عقل کی نسبت اس سے فاعل کی طرف ہو تو اس کو اسناد حقیقت عقلی کہتے ہیں اور جب فعل کی نسبت اس کے کسی متعلق کی طرف کسی تاویل سے نہ ہو تو اس کو اسناد مجاز عقلی کہتے ہیں۔ آنے والا تو فرشتہ تھا لیکن چونکہ وہ حامل وحی تھا اس لیے آنے کا اسناد وحی کی طرف رہا یا تو قرآن مجید میں اسناد مجاز عقلی کی بہت مثالیں ہیں اور ہم نے ”تبیان القرآن“ میں الواقعہ: ۶۳ کے تحت اس پر پور بحث کی ہے۔

نیز اس حدیث میں ”صلصلة“ کا لفظ ہے علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے:

اس کا معنی ہے: لوہے کے لوہے کے ساتھ ٹکرانے کی آواز۔

(نہایہ ج ۳ ص ۳۳، دارالکتب العلمیہ: ۱۳۱۸، طبع ۱۳۹۶، دارالکتب العلمیہ: ۱۳۹۶، بیروت)

علامہ زبیری متوفی ۵۸۳ھ نے لکھا ہے: حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: خشک مٹی سے بچنے کی آواز۔

(المعجم فی ما معہ: ۱۰۱۱، تنبیہ ص ۱۰۱، بیروت)

نیز اس حدیث میں ”الجرس“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پست آواز۔ (المعجم فی ما معہ: ۱۰۱۱، تنبیہ ص ۱۰۱، بیروت)

علامہ محمد بن ابوبکر رازی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں:

پرنڈوں کی چونچ سے نکلنے والی آواز کو جرس کہتے ہیں حدیث میں ہے: جنتی جنت سے پرنڈوں کی چونچ سے نکلنے والی آواز کی مانند ہے۔

بھنکار کو بھی جرس کہتے ہیں، اونٹوں کے گلوں میں جو گھنٹی بندھی ہوئی ہوتی ہے اور ان کے چلنے سے جو گھنٹی کی آواز آتی ہے اس کو بھی جرس کہتے ہیں۔ (مختار الصحاح ص ۷۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور لوگ سونے کے لیے چلے گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ پیغام بھیجا کہ جس اونٹ کے گلے میں بھی کوئی قلاوہ (بار یا گھنٹی کی رسی) ہو اس کو کاٹ دیا جائے۔ (صحیح بخاری: ۳۰۰۵ سنن ابوداؤد: ۲۵۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے ان قافلوں کی مصاحبت نہیں کرتے جن میں کتا ہو یا جرس (گھنٹی) ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۱۱۳ سنن ابوداؤد: ۲۵۵۵ سنن ترمذی: ۱۷۰۳ صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۵۳ سنن دارمی: ۲۶۷۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۴ مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳ صحیح قدیم مسند احمد: ۷۵۶۶ ج ۱۳ ص ۱۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ج ۱ ص ۱۳۱)

ان احادیث میں جرس کی آواز کو مکروہ فرمایا اور وحی ایک اشرف اور اعلیٰ آواز ہے اس کو مکروہ چیز کی آواز سے تشبیہ دینا کیسے درست ہوگا کیونکہ زیر بحث حدیث میں وحی کو جرس کی آواز کی مثل فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ زم نہیں آتا کہ وہ تمام اوصاف اور تمام احکام میں اس کی مثل ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کا محمل جنگی قافلے ہیں اور اگر جنگی قافلوں میں اونٹوں کے گلوں میں گھنٹی ہو تو اس سے دشمن کو مسلمانوں کے ٹھکانوں کا پتا چل جائے گا تیسرا جواب یہ ہے کہ گھنٹی کی آواز جرس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تو وہ آواز قوی اور مسلسل ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اس میں بھنکار ہوتی ہے وحی کو جو جرس کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اس آواز کی قوت اور تسلسل کی وجہ سے ہے اور بھنکار کی صفت کے لحاظ سے اس کا سننا ممنوع ہے اور اس کو مزار الشیطان بھی کہا گیا ہے اور اس لحاظ سے وحی کو اس کے ساتھ تشبیہ نہیں دی گئی۔

حافظ شہب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس "صلصلة" کا حدیث میں ذکر ہے وہ فرشتہ کی آواز وحی ہے علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے مراد وہ آواز ہے جس کو مسلسل سنا جائے اور پہلی بار اس کو سننے سے معنی واضح نہ ہو حتیٰ کہ بعد میں اس سے معنی سمجھ میں آئے اور ایک اور قول یہ ہے کہ یہ فرشتہ کے پروں کی خفیف سی آواز ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اپنا کوئی حکم نافذ فرماتا ہے تو فرشتے اپنے پروں کو ایک دوسرے پر مارتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

آواز جرس کی صورت میں وحی کے دشوار ہونے کی وجوہ

نبی ﷺ نے وحی کی اس قسم کے متعلق فرمایا: اور وہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی تھی۔

اس کے دشوار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کے خطاب کی بہ نسبت آواز جرس سے معنی سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ وحی تو متعدد طریقوں سے حاصل ہوتی ہے مثلاً کبھی وحی شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی صورت میں حاصل ہوتی ہے اور کبھی نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے کبھی نبی کو سچے خواب دکھائے جاتے ہیں کبھی نبی سے بلا واسطہ کلام کیا جاتا ہے (جیسے شب معراج کو ہوا) اور کبھی آپ نے حضرت جبریل کو ان کی اصل شکل میں چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ نے حضرت جبریل کو اس طرح صرف دو بار دیکھا ہے اور کبھی آپ نے حضرت جبریل کو اعرابی کی صورت میں دیکھا اور کبھی آپ نے ان کو حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا الغرض حصول وحی کی بہت صورتیں ہیں اور اس حدیث میں صرف دو صورتیں ذکر فرمائی ہیں کبھی آواز جرس کی صورت میں اور کبھی فرشتہ آپ سے بات کرتا رہتا تھا اور آپ اس کو یاد کرتے رہتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ عام معمول یہ ہے کہ قائل اور سامع کے درمیان کوئی مناسبت ہونی چاہیے اور یہ مناسبت دو

طرح سے حاصل ہوگی یا تو سامع غلبہ روحانیت سے قائل کے وصف سے متصف ہو جائے اور یہ پہلی قسم ہے اور یا قائل سامع کے وصف سے متصف ہو جائے اور یہ دوسری قسم ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت جبریل کے بشریت کے ساتھ متصف ہونے کی بہ نسبت آپ کا ملکیت کے ساتھ متصف ہونا آپ پر مشکل اور دشوار تھا۔

تشکل جبریل کی تحقیق

آپ نے فرمایا: اور کبھی فرشتہ میرے لیے مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا تھا۔ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر دو طرح سے وحی آتی تھی، کبھی جبریل مجھ پر وحی ڈالتے جیسے ایک مرد دوسرے مرد کے دل میں کوئی بات ڈالتا ہے اور اس میں سے کچھ مجھ سے چھوٹ جاتا تھا۔ (صحیح البخاری کی حدیث میں ہے کہ انقطاع وحی کے بعد میں اس کو یاد کر چکا ہوتا تھا) اور کبھی میرے پاس آواز جس کی طرح وحی آتی اور وہ میرے دل سے مخلوط ہو جاتی یعنی میرے دل میں رچ جاتی پھر اس میں سے کوئی چیز مجھ سے نہیں چھوٹتی تھی۔

(الطبقات النبویہ ج ۱ ص ۵۵۵، تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۱۸۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتہ بشر کی شکل میں متشکل ہو جاتا ہے، متکلمین نے کہا ہے کہ فرشتے اجسام غلوہ (نورانیہ) ہیں وہ جس شکل میں چاہیں متشکل ہو جاتے ہیں یعنی وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں اور بعض فلاسفہ کا کہنا ہے کہ فرشتے جوام روحانیہ ہیں علامہ ابن عبد السلام کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت جبریل کے مرد کی شکل میں متشکل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خلقت کی بعض زائد چیزوں کو زائل کر دیتا اور پھر دوبارہ لوٹا دیتا حافظ عسقلانی فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ مرد کی شکل میں فرشتے متشکل ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ فرشتہ کی ذات مرد ہو جاتی تھی بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو مانوس کرنے کے لیے مرد کی صورت میں ظاہر ہوتا اور ان کے جسم میں جو زائد چیزیں تھیں وہ زائل نہیں ہوتی تھیں بلکہ دیکھنے والوں کی نظر سے چھپ جاتی تھیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۰، تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۱۸۱)

”لیتفصد“ کا معنی اور عنوان باب سے حدیث کی مطابقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سخت سردی میں آپ پر وحی نازل ہوتی تو جس وقت وحی آپ سے منقطع ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا ہوتا تھا۔

حدیث میں ”لیتفصد عرفاً“ ہے اس لفظ کا مصدر ”فصد“ ہے اس کا معنی خون بہانے کے لیے رگ کو کاٹنا ہے۔ (النبایہ ج ۳ ص ۴۰۳) اس حدیث میں آپ کی پیشانی کو اس رگ سے تشبیہ دی ہے جس کو خون بہانے کے لیے کاٹا جائے یعنی جس طرح رگ سے خون بہتا ہے اسی طرح آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا تھا۔ سخت سردی میں پسینہ بننے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ کو بہت مشقت اور تکلیف ہوتی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت الحارث بن ہشام نے آپ سے وحی کے متعلق سوال کیا اور آپ نے اس کا مفصل جواب دیا اس سے معلوم ہوا کہ اطمینان حاصل کرنے کے لیے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: ”بدء الوحی“ اور اس حدیث میں وحی کی ابتداء کا کوئی ذکر نہیں ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت

الحارث کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ وحی کی ابتداء کی کیفیت کیسی تھی یا وحی کے ظہور کی کیفیت کیسی تھی؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے جواب سے یہ ظاہر ہوا کہ حصول وحی دو قسموں میں منحصر ہے خواہ وحی ابتداء میں آئے یا بعد میں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب عنوان باب کے تحت نئی احادیث ہوں تو کسی ایک حدیث کے ساتھ عنوان کی مطابقت ضروری ہے ہر حدیث کے ساتھ مطابقت ضروری نہیں ہے اور اس باب کی تیسری حدیث کے ساتھ عنوان کی مطابقت بہت واضح ہے۔

* شرح صحیح مسلم: ۵۹۴۰ ج ۶ ص ۹۳۔ ۹۴ میں بھی ہم نے اس حدیث کی شرح کی ہے۔ اس حدیث میں آپ کے پسینہ بہنے کا ذکر ہے ہم نے ”شرح صحیح مسلم“ میں بیان کیا ہے کہ آپ کا پسینہ بہت خوشبودار تھا ہم نے وہاں اس کے متعلق بہت احادیث ذکر کی ہیں اور کافی فوائد بھی ذکر کیے ہیں جن کا یہاں اعادہ نہیں کیا۔

سچے خواب وحی سے ہیں

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن کبیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے وحی کی جو ابتداء کی گئی وہ نیند میں (کھائے ہوئے) سچے خواب تھے آپ جو بھی خواب دیکھتے تھے روشن صبح کی مثل اس کی تعبیر آجاتی تھی پھر آپ کی طرف تنہائی کی محبت ڈالی گئی آپ غار حراء تنہائی میں جاتے اور گھر لوٹنے سے پہلے وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے آپ وہاں قیام کے لیے کھانے کی چیزیں لے جاتے تھے پھر آپ حضرت خدیجہ کے پاس واپس آتے تو پھر آپ اسی طرح کھانے کی چیزیں لے لیتے حتیٰ کہ آپ کے پاس وحی آگئی اس وقت آپ غار حراء میں تھے آپ کے پاس فرشتہ آیا اس نے کہا: ”پڑھیے“ آپ نے فرمایا: ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ آپ فرماتے ہیں: پس اس نے مجھے پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اس نے پھر کہا: ”پڑھیے“ میں نے کہا: ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ اس نے پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ”پڑھیے“ میں نے کہا: ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ پس اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار اتنے زور سے مجھے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا پھر کہا: ”(اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (آپ کو) پیدا کیا“ جے ہوئے خون سے

۳۔ بَابُ مِنَ الْوَحْيِ الرَّؤْيَا الصَّالِحَةُ

۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرَّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْهُ بِمِثْلِ فَلَقِيَ الصُّبْحَ ثُمَّ حَبَّتْ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّنُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ (علق: ۱۳) فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَفُ قَوَادُهُ فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ حُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَرَمَلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوَغُ فَقَالَ لِخَدِيجَةَ

ہوئے وہ مصریوں میں بہت بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے اور لیث بن سعد سے روایت حدیث کرنے میں زیادہ مستند تھے امام بخاری نے ان سے متعدد روایت کی ہیں۔ اسی طرح امام بخاری نے محمد بن یحییٰ الذہلی سے بھی متعدد روایات کی ہیں ان کے نام میں بھی امام بخاری نے تدلیس کی ہے المقدسی نے کہا: وہ کبھی ان کو محمد لکھتے ہیں اور نسب ذکر نہیں کرتے اور کبھی محمد بن عبد اللہ لکھتے ہیں حالانکہ ان کا پورا نام محمد بن عبد اللہ بن خالد بن فارس بن ذؤیب الذہلی ہے امام بخاری کبھی ان کو تدلیس کرتے ہوئے ان کے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن خالد بن فارس لکھتے ہیں اور انہوں نے کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ ہمیں محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی ابو حاتم نے کہا: یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر حدیث کی فہم رکھتے تھے ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا ان کی حدیث لکھی جاتی ہے امام نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہیں اور ان دونوں کے غیر نے ان کی توثیق کی ہے الدارقطنی نے کہا: میرے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں امام مسلم نے لیث اور یعقوب بن عبد الرحمن سے ان کی روایت ذکر کی ہے امام مالک نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی (۲) اس حدیث کے دوسرے راوی لیث بن سعد بن عبد الرحمن مصری ہیں یہ اہل مصر کے عالم اور تبع تابعین میں سے تھے قاہرہ سے چار فرسخ کی مسافت پر واقع بستی قلتشدہ میں ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۵ھ میں وفات پائی ان کی قبر قرآنہ مصر میں ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے یہ بہت بڑے امام تھے ان کی جلالت و ثقاہت اور کرامت پر اجماع ہے یہ امام ابو حنیفہ کے مذہب پر تھے جیسا کہ قاضی ابن خدکان نے کہا ہے (۳) اس حدیث کے تیسرے راوی ابو خالد عقیل بن خالد بن عقیل القرشی الاموی ہیں یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے ۱۴۱ھ میں مصر میں ان کی وفات ہو گئی یہ حافظ حدیث تھے صحاح ستہ میں اور کوئی راوی نہیں ہے جس کا نام عقیل ہو (۴) اس حدیث کے چوتھے راوی امام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری المدنی ہیں انہوں نے شام میں سکونت اختیار کی یہ بغیر اسن تابعی ہیں انہوں نے حضرت انس حضرت ربیعہ بن عباد اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کا سماع کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے اور ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے کبار تابعین کی جماعت نے حدیث کو روایت کیا ہے ان میں عطاء اور عمر بن عبد العزیز قابل ذکر ہیں صفار تابعین اور تبع تابعین نے بھی ان سے حدیث کو روایت کیا ہے یہ رمضان ۱۲۴ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں شام میں فوت ہو گئے تھے (۵) اس حدیث کے پانچویں راوی عروہ بن زبیر ہیں ان کا ذکر صحیح البخاری: ۲ کے رجال میں ہو چکا ہے (۶) اس حدیث کی چھٹی راوی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں آپ کا تذکرہ بھی حدیث سابق کے رجال میں ہو چکا ہے۔ (مدۃ البخاری ج ۱ ص ۱۴۳-۱۴۴)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

ہم نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کے نام میں تدلیس کی ہے تدلیس کا معنی ہے: اشتباہ جیسے جب نور اور ظلمت مخلوط ہوں تو اندھیرے اور اجالے میں اشتباہ ہو جاتا ہے اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کے نام میں جو تدلیس ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی ان کا نام ہے: یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر امام بخاری نے یحییٰ کو باپ کے بجائے دادا کی طرف منسوب کر دیا کیونکہ یحییٰ کی نسبت باپ کے بجائے دادا کی طرف زیادہ مشہور تھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

بعض شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے سند میں یحییٰ بن بکیر کا نام بغیر ہمزہ کے لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن کاہنہ وہاں حذف ہوتا ہے جہاں دو علم متماثل ہوں اور چونکہ یحییٰ بن بکیر کے بیٹے نہیں ہیں اس لیے امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ ”بن بکیر“ کی

بجائے ”ابن کبیر“ لکھتے۔ امام بخاری کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ امام بخاری اس نام میں تدلیس کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ یحییٰ کبیر کے بیٹے ہیں اس لیے انہوں نے ابن کو ہمزہ کے ساتھ نہیں لکھا اور ایسا وہ اس لیے چاہتے تھے کہ یحییٰ کی نسبت باپ کی بجائے دادا کی طرف زیادہ مشہور تھی۔

یہ حدیث مراسل صحابہ میں سے ہے کیونکہ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے وہ ابتداء وحی کے وقت موجود نہیں تھیں وہ اعلان نبوت کے سات سال بعد پیدا ہوئی ہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے ابتداء وحی کی تفصیل نبی ﷺ سے سنی ہو یا کسی صحابی سے سنی ہو حافظ ابن الصلاح وغیرہ نے کہا ہے: ”مسن صحابہ نے جو ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن کے وقت وہ موجود نہیں تھے اور انہوں نے ان واقعات کے وقت کو نہیں پایا ان کی احادیث متصل اور مسند کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کی روایات صحابہ سے ہیں اور صحابی کا مجہول ہونا اس کی روایت میں موجب طعن نہیں ہے“ استاذ ابو اسحاق اسغرائی نے کہا: اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا تا وقتیکہ وہ یہ نہ کہہ دے کہ وہ صرف صحابی سے روایت کرتا ہے علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح پہا قول ہے اور بنی امام شافعی اور جمہور کا مسلک ہے علامہ الطیسی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے سنا ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے فرمایا: پس حضرت جبریل نے مجھ کو پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے مشتت ہوئی۔ اگر حضرت عائشہ نے یہ حدیث کسی صحابی سے سنی ہوتی تو وہ کہتے کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ کو پکڑا اور بھینچا تاہم اس پر یہ اعمہ اشیاء ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس صحابی نے بہ طور حکایت اس طرح کہا ہو اس لیے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے سنا ہو بہر حال ہر تقدیر پر یہ حدیث المصحل المسند کے حکم میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۸۹، اوراق الالباب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے عنوانات

اس حدیث کی شرح ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ ”شرح صحیح مسلم“ میں کی ہے اور اس میں درج ذیل عنوانات کے تحت مبسوط تفصیل کی ہے:

۱۔ وحی کا لغوی معنی ۲۔ وحی کا شرعی معنی ۳۔ الہام اور فراست کی تعریفیں ۴۔ نزول وحی کی صورتیں اور اقسام ۵۔ خواب کی تعریف اور اقسام ۶۔ ابتداء نبوت میں غار حراء جانے کی حکمتیں ۷۔ بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق ۸۔ نبی ﷺ کے فرشتہ و پہچاننے کی تحقیق ۹۔ حراء میں فرشتہ کی آمد ۱۰۔ ”ما انا بقاری“ کی تحقیق ۱۱۔ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ ۱۲۔ حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح (۱۳) ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ ۱۴۔ آیا وحی رک جانے پر نبی ﷺ نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟ (۱۵) انقطاع وحی کی مدت کا بیان (۱۶) اعلان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔

یہ تمام مضامین شرح صحیح مسلم: ۳۱۱- ج ۱ ص ۶۷۱-۶۷۹ میں بیان کیے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

”مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے“ اس کی تشریح علامہ ابن جوزی سے

اس حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے“ علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس کی شرح میں لکھتے

ہیں:

نبی ﷺ کو ابتداء میں یہ خوف ہوتا تھا کہ جو چیز آپ دیکھتے ہیں وہ شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ کبھی کبھی باطل حق کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے اور آپ مسلسل دلائل کی تلاش کرتے رہتے اور دلائل کا سوال کرتے رہتے یہاں تک کہ آپ پر صحیح چیز واضح ہو گئی اور

جس طرح ہم میں سے کسی ایک پر واجب ہے کہ وہ رسول کے لائے ہوئے دین کے صدق کو معلوم کرے اور معجزات میں اس کے صدق پر جو دلائل ہیں ان پر غور کرے اسی طرح رسولوں پر یہ واجب ہے کہ ان کے پاس جو اللہ کا فرستادہ آیا ہے اس کے متعلق تفتیش کریں آیا وہ فرشتہ ہے یا شیطان؟ پس حق اور باطل کی تمیز میں ان کا اجتہاد ہمارے اجتہاد سے کہیں بڑے مرتبہ کا ہے اسی وجہ سے انبیاء پیغمبر کا مرتبہ ہم سے بہت بلند ہے کیونکہ وہ ہم سے بڑی آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہیں۔

ابتداء میں آپ کو یہ تفتیش اور تشویش تھی بعد میں آپ کو مشکف ہو گیا کہ آپ کی نبوت برحق ہے اور زیادہ دلائل سے آپ کو اپنی نبوت پر اطمینان قلب ہو گیا اس کے بعد امام ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مقام حجون میں یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی (معجزہ) دکھا جس کے بعد میں قریش کے ان لوگوں کی پروا نہ کروں جو میری تکذیب کرتے ہیں آپ سے کہا گیا کہ آپ اس درخت کو ہلائیں آپ نے اس درخت کو ہلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا اپنی جڑوں سمیت رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا پھر اس درخت نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: "اپنی جگہ واپس جاؤ" وہ درخت واپس چلا گیا پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! پھر مجھے قریش کی تکذیب کی کبھی پروا نہیں ہوئی۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: شیطان بہت لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے شبہات ڈالتا ہے جیسے شبہات اس نے ابن صیاد کے دل میں ڈالے تھے حتیٰ کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور میں نے اس کا ذکر "تلبیس ابلیس" میں کیا ہے۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۲۵-۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

”مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے“ اس کی تشریح مصنف سے

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: ”مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے“ کی جو تشریح علامہ ابن جوزی نے کی ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ جو آپ دیکھتے ہیں کہیں وہ شیطان کی طرف سے تو نہیں ہے آپ کو اس قسم کا خطرہ اور خوف بالکل نہیں تھا آپ کو یہ خطرہ اور خوف کیسے ہو سکتا تھا جب کہ آپ کو اسی وقت نبی بنا دیا گیا تھا جب ہنوز حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۴ مسند احمد ج ۵ ص ۸۹) اور بچپن ہی میں آپ کو اپنے نبی ہونے کا یقین ہو گیا تھا حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور کس چیز سے آپ کو علم ہوا حتیٰ کہ آپ کو یقین ہو گیا؟ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں مکہ میں تھا تو میرے پاس دو فرشتے آئے ایک زمین پر آ گیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان تھا ایک نے اپنے صاحب سے پوچھا: کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہی ہیں اس نے کہا: پھر ان کا ایک مرد کے ساتھ وزن کر ڈ پھر میرا ایک مرد کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر غالب آ گیا پھر اس نے کہا: ان کا سو مردوں کے ساتھ وزن کرو پھر میرا سو مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر غالب آ گیا پھر ہزار مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر بھی غالب آ گیا لوگ میزان کے پلے میں گرتے جا رہے تھے پھر ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا: ان کا پیٹ شق کر ڈ پھر میرا پیٹ شق کیا گیا پھر میرے دل کو نکالا گیا اس میں سے سیاہ خون کا لوتھڑا نکالا گیا جو شیطان کا حصہ تھا پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کا پیٹ اچھی طرح دھو دھو اور ان کا دل اچھی طرح دھو پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کے پیٹ کو سی دو تو انہوں نے میرے پیٹ کو سی دیا پھر انہوں نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو رکھ دیا وہ اب تک اسی طرح ہے اور میں یہ تمام واقعہ دیکھ رہا تھا۔

(دلائل النبوة لابن نعیم: ۱۶۷ سنن دارمی: ۱۳ مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۵-۱۸۶ مجمع: ۱۰۰ سنن ابی داؤد: ۱۲۵۶)

* تبیان القرآن میں الانشراح: ۱ کی تفسیر میں ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

نیز حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعلان نبوت سے پہلے مکہ میں ایک پتھر مجھ پر مارا عرض کیا کرتا تھا میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷)

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کو ابتداء نبوت کی بات تو الگ رہی اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ کو اپنی نبوت کے متعلق کسی قسم کا تردد اور شک نہیں تھا اور آپ کو اپنے نبی ہونے پر جزم اور یقین تھا اور آپ نے جو حضرت خدیجہ سے فرمایا تھا: مجھے اپنے نفس پر غم نہ ہے اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کو اپنی نبوت میں شک تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ پر بالفعل نبوت کی آمد واری: ۱۱۱ دی گئی ہے آپ کو یہ پریشانی تھی کہ فرائض نبوت کی ادائیگی میں کہیں آپ سے کوئی کمی یا کوتاہی نہ ہو جائے تب ہی تو حضرت خدیجہ نے آپ کو یہ جواب دیا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح

اس حدیث میں چونکہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم حضرت خدیجہ کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں: حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصى القرشیہ الاسدیہ آپ نبی ﷺ کی زوجہ ہیں اور جن لوگوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی ان میں مطلقاً سب سے اول ہیں۔

الزبیر بن بکار نے کہا: بعثت سے پہلے ان کا لقب ظاہر تھا ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ قرشیہ ہے وہ پہلے ابوحنانہ بن زرارہ بن العتاش کے نکاح میں تھیں ابوحنانہ کے بعد عقیق بن عاکد بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے عقد کیا اس کی وفات کے بعد پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ان کا قول یہی ہے۔

قوادہ نے اس کے برعکس کہا ہے کہ ان کے پہلے خاوند عقیق تھے اور وہ سرے خاوند ابوحنانہ تھے امام ابن اسحاق کی رائے بھی قوادہ کے موافق ہے نبی ﷺ نے اعلان نبوت سے پندرہ سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تھا وہ بہت امیرہ خاتون تھیں نبی ﷺ سے ان کے نکاح کی رغبت کا سبب یہ تھا کہ ان کے غلام میسرہ نے اعلان نبوت سے پہلے نبی ﷺ کی عادات نبوت کا مشاہدہ کیا تھا اور حضرت خدیجہ نے آپ کے متعلق بحیرارہب سے بھی کلمات ثناء سنے تھے اس وقت جب کہ حضرت خدیجہ کی تجارت کے سلسلہ میں آپ نے میسرہ کے ساتھ سفر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی ہے ماسوا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ پہلی خاتون ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کی اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر معاملات آسان کر دیئے رسول اللہ ﷺ جب بھی کوئی ایسی بات سنتے ہیں کہ اس کا جواب دینا آپ کو ناوار ہوتا تو وہ حضرت خدیجہ سے اس کا ذکر کرتے تو وہ آپ کو تسلی دیتیں اور مطمئن کرتیں۔

امام ابو نعیم نے ”دلائل النبوة“ میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے آسمان اور زمین کے درمیان ایک شخص کو دیکھا حضرت خدیجہ نے آپ سے کہا کہ آپ میرے قریب ہو جائیں آپ ان کے قریب ہوئے پھر حضرت خدیجہ نے پوچھا: آپ اس کو دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں!

حضرت خدیجہ نے کہا: آپ اپنا سر میری قمیص کے اندر کر لیں آپ نے ایسا کر لیا، حضرت خدیجہ نے پوچھا: آپ اس کو دیکھ رہے ہیں: آپ نے فرمایا: نہیں، حضرت خدیجہ نے کہا: آپ کو مبارک ہو یہ فرشتہ ہے کیونکہ اگر یہ شیطان ہوتا تو حیا نہ کرتا، پھر آپ نے اس فرشتہ کو اجیاد میں دیکھا، وہ آپ کے پاس آیا اور آپ کے لیے کشادہ ہو گیا، پھر اس نے زمین کو کھودا تو اس میں سے پانی نکل آیا، پھر حضرت جبریل نے آپ کو بتایا کہ کس طرح وضو کریں، پھر انہوں نے وضو کیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کو نبوت کی بشارت دی اور آپ کو "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ" (علق: ۱) کی تعلیم دی، پھر حضرت جبریل چلے گئے، پھر نبی ﷺ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے تھے وہ کہتا تھا: "سَلَامٌ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!" آپ نے حضرت خدیجہ کے پاس جا کر اس واقعہ کی خبر دی، حضرت خدیجہ نے کہا: آپ مجھے سکھائیں، انہوں نے کس طرح وضو کیا تھا، پھر حضرت خدیجہ نے اس طرح وضو کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر کہا: میں شہادت دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (دلائل النبوة: ۱۶۵)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت خدیجہ کے سب سے پہلے اسلام لانے کی زیادہ تصریح ہے۔

امام واقدی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن امیہ کی بہن نفیسہ نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ بہت معزز اور بہت حسین تھیں، اور انہوں نے نبی ﷺ کو بصری میں تجارت کے لیے بھیجا، آپ دوسروں کی بہ نسبت بہت زیادہ نفع لے کر آئے، حضرت خدیجہ نے آپ کو کسی کی معرفت نکاح کا پیغام دیا، آپ نے اس کو قبول فرمایا، جس وقت آپ نے حضرت خدیجہ سے عقد کیا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی، حضرت خدیجہ سے آپ کے بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ پیدا ہوئے، حضرت عبداللہ ہی کو طیب اور صاب کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے، اور حضرت خدیجہ ہی سے آپ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں، الواقدی نے کہا: اس پر ہمارا اجماع ہے اور جس وقت نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا، اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام عورتوں میں افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور تمام عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۳۰، سنن ترمذی: ۳۸۷۷، مسند احمد: ۱۱۶، سنن بیہقی: ۹ ص ۳۶۷، المستدرک: ج ۲ ص ۴۹۷، کنز العمال: ۳۴۳۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے پاس خدیجہ آ رہی ہیں، ان کے ساتھ طعام اور مشروب ہے، جب یہ آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے سلام کہیں اور میری طرف سے سلام کہیں۔ (الاجم الکبیر: ج ۱۵ ص ۲۳)

امام ابن السنی نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت خدیجہ رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈتی ہوئی مکہ کی اونچائی پر گئیں، ان کے پاس آپ کی غذا تھی، حضرت جبریل آپ کو ایک انسان کی صورت میں ملے اور انہوں نے حضرت خدیجہ سے نبی ﷺ کے متعلق سوال کیا، حضرت خدیجہ ان سے خوف زدہ ہوئیں کہ کہیں وہ آپ کو اغواء نہ کر لیں، حضرت خدیجہ نے نبی ﷺ سے ان کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبریل تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کو سلام کروں اور آپ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دوں جو موتیوں سے بنا ہوا ہے، اس میں شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔ (المستدرک: ج ۳ ص ۱۸۵، مجمع الزوائد: ج ۹ ص ۲۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلتے تھے تو حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے اور ان کی تعریف اور تحسین کرتے، پھر ایک دن مجھے ان پر غیرت آگئی اور میں نے کہا: وہ ایک بوڑھی عورت تھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بدلہ میں ان سے بہتر بیوی عنایت کر دی ہے، آپ غضب میں آ گئے اور آپ نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے ان سے بہتر

بیوی عنایت نہیں کی وہ اس وقت ایمان لائیں جب سب کافر تھے انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب میری تکذیب کر رہے تھے اور جب لوگوں نے محروم کر دیا تھا تو انہوں نے اپنے مال سے میری غم خواری کی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف ان ہی سے اولاد عطا کی ہے نہ کہ دوسری بیویوں سے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۸-۱۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بکری ذبح کرتے تو آپ فرماتے: اس کا گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیجوا ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آپ سے ان کی سہیلیوں کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں ان کی سہیلیوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۳۵ کنز العمال: ۱۸۳۳۹)

امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کی وفات ایک سال میں ہوئی ہے اور دوسروں نے کہا کہ ان کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت خدیجہ کی وفات فرضیت نماز سے پہلے ہوئی ہے یعنی نبی ﷺ کی معراج سے پہلے۔
الواقدی نے کہا: حضرت خدیجہ کی وفات دس رمضان کو ہوئی ہے اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی ان کو اچانک میں ذبح کیا گیا نبی ﷺ ان کی قبر میں اترے تھے اس وقت تک جنازہ کی نماز مشروع نہیں ہوئی تھی۔

(الاصابہ ج ۸ ص ۱۰۳-۹۹ ملخصاً ج ۱۰ کتاب العمیہ ج ۱ ص ۱۸۰)

اس حدیث میں ورقہ بن نوفل کا بھی ذکر آ گیا ہے اس لیے اب ہم ان کا تذکرہ کر رہے ہیں:

ورقہ بن نوفل کا تذکرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی القرشی الاسدی ہے یہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچ زاد تھے۔

الطبری البغوی ابن قانع ابن السکن وغیرہم نے ان کا صحابہ میں شمار کیا ہے اور سب نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا محمد! آپ نے پاس جو فرشتہ آتا ہے وہ کیسے آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ میرے پاس آسمان سے آتا ہے اس کے پر موتیوں کے ہیں اور اس کے تلوے بنے رنک کے ہیں۔ امام ابن عساکر نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ورقہ سے سماع نہیں ہے اور میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ ورقہ اسلام آئے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری: ۳ میں ہے کہ ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا کاش! میں اس وقت جوان ہوتا کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی! حدیث اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ورقہ زیادہ دن زندہ نہ رہے اور ان کی وفات ہو گئی اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی نبوت کا اقرار کر لیا تھا لیکن وہ اس سے پہلے فوت ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے 'پس ورقہ بن نوفل کا حال یہ تھا کہ اب کی مثل ہے۔

ورقہ بن نوفل کے صحابی ہونے میں اشکال ہے لیکن عمرو بن شریحیل جو کبار تابعین میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا: میں جب تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ایک نداء سنی 'پس اللہ کی قسم! مجھے اپنے نفس پر غلبہ ہوا' حضرت خدیجہ نے کہا: معاذ اللہ! اللہ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا! پس اللہ کی قسم! آپ امانتوں کو ادا کرتے ہیں اللہ بیشک پھر

ورقہ نے کہا: آپ کو بشارت ہو پھر بشارت ہو بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جس کی ابن مریم نے بشارت دی تھی اور بے شک آپ کے پاس ناموس موسیٰ کی مثل ہے اور بے شک آپ نبی مرسل ہیں اور بے شک چند دنوں کے بعد آپ کو جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس زمانہ نے مجھے پالیا تو میں ضرور آپ کے ساتھ جہاد کروں گا پھر جب وہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے القس (راہب) کو جنت میں دیکھا اس پر ریشم کا لباس تھا کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا تھا اور اس نے میری تصدیق کی تھی۔ (۱۰) اہل الذوق للہجۃ ج ۲ ص ۱۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت

امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے۔

لیکن اس حدیث کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ الزبیر بن بکار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ تپتی ہوئی ریت میں پیٹھ کے بل لٹا کر عذاب دیا جا رہا تھا اور وہ ”اَحَد اَحَد“ کہہ رہے تھے تو ورقہ اس وقت وہاں سے گزرے اور انہوں نے کہا: اے بلال! ”اَحَد اَحَد“ کہتے رہو اللہ کی قسم! اگر تم لوگوں نے اس کو قتل کر دیا تو اللہ کی رحمت اس کو واپس لے لے گی۔

یہ حدیث عمدہ مرسل ہے اور یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ورقہ اس وقت تک زندہ تھے جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی حتیٰ کہ حضرت بلال اسلام لے آئے اور اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس طرح تطبیق ہوگی کہ حضرت عائشہ نے جو فرمایا تھا کہ پھر ورقہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے اور فوت ہو گئے اس کا محمل یہ ہے کہ وہ اسلام کے مشہور ہونے اور جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔

لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ محمد بن عائد نے ”المغازی“ میں عثمان بن عطاء خراسانی کی سند سے روایت کیا کہ ورقہ بن نوفل نصرانیت پر فوت ہو گئے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ عثمان ضعیف راوی ہے۔

انہی نے کہا ہے کہ ورقہ بتوں کی عبادت کو بُرا جانتے تھے اور انہوں نے متعدد شہروں میں پھر کر صبح دین کو تلاش کیا اور کتابوں کا مطالعہ کیا اور حضرت خدیجہ ان سے نبی ﷺ کے متعلق سوال کیا کرتی تھیں اور وہ کہتے تھے کہ میرا یہی یقین ہے کہ وہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بشارت دی ہے۔

امام ابن عدی المتوفی ۳۶۵ھ نے ”اکامل“ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے ورقہ کو جنت کے نشیب میں دیکھا ان پر ریشمی لباس تھا امام ابن عدی نے کہا: اس کی سند میں اسماعیل اپنے والد سے منفرد ہے۔ (اکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۵۴۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: لیکن امام ابن السکن نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ عبارت ہے: میں نے جنت کے دریاؤں میں ایک دریا پر ورقہ کو دیکھا کیونکہ وہ کہتے تھے: میرا اور زید کا دین ایک ہے اور میرا اور زید کا معبود ایک ہے۔ امام محمد بن ابی شیبہ اور امام بزار نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

یونس بن مہزیکی ”مغازی“ میں عروہ سے روایت ہے کہ ورقہ کے بھائی نے ایک شخص کو بُرا کہا اس نے جواب میں ورقہ کو بُرا کہا نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے اس کو منع کیا اور فرمایا: میں نے ورقہ کے لیے ایک جنت یا دو جنتیں دیکھی ہیں پھر آپ نے اس کو برا کہنے سے منع فرمایا۔

امام بزار نے اور امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ نے نبی ﷺ سے ورقہ بن نوفل سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے اس کو سفید لباس میں دیکھا ہے میرا گمان ہے کہ اگر وہ اہل ۱۰۰ زرخ میں سے ہوتا تو اس پر سفید لباس نہ ہوتا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۵۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۳۶۷-ج ۴ ص ۴۰ مسند عبد الرزاق: ۹۰۹-۹۱۰ سنن ترمذی: ۲۲۸۸-۲۲۸۹-ج ۴ ص ۳۹۳ مسند ابویعلیٰ: ۲۰۴۷) (الاصابہ ج ۶ ص ۴۷۷-۴۷۸ ملخصہ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۵ھ)

۴۔ قال ابن شہاب وأخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن عن جابر بن عبد الله الأنصاري عن النبي ﷺ قال: "أنا أمشي إذ سمعت صوتاً من السماء، فرفعت بصري، فإذا الملك الذي جاءني بحراة جالس على كرسي بين السماء والأرض، فرعبت منه، فرجعت فقلت: زملوني، فأنزل الله تعالى ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ وَرَبُّكَ فَكَبِّرُ ﴿وَيَا أَيُّهَا فَطْهُرُ﴾ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرُ﴾ (المدثر: ۱-۵) فحمي الوحي وتتابع.

ابن شہاب نے کہا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے مجھے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہنے کا حال بیان کر رہے تھے انہوں نے کہا: جس وقت میں جابر با تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے نظر اٹھائی تو میں نے دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کے چہرے پر جو میرے پاس حراہ میں آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا میں اس سے مرعوب ہو کر لوٹ آیا میں نے کہا: مجھے چادر اڑھاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: "اے چادر اڑھنے والے! اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ" اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجئے" اور اپنے کپڑے کو پاک رکھیے" اور بتوں کے ترک پر قائم رہیے" (المدثر: ۱-۵) پھر یہ کثرت وحی کا نزاع ہوا اور لگا تا روحی آنے لگی۔

تَابَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَتَابَعَهُ هَلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ - وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرُ بَوَادِرُهُ. [أطراف الحديث: ۳۲۳۸-۳۹۲۲-۳۹۲۳-۳۹۲۵-۳۹۵۳-۶۲۱۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۱ سنن ترمذی: ۳۳۲۵ سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۳۱)

صحیح البخاری: ۴ کے رجال کا تعارف

(۱) اس حدیث کے پہلے راوی ہیں ابن شہاب اور وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں ان کا تعارف صحیح البخاری: ۳ کے رجال میں ہو چکا ہے (۲) اس حدیث کے دوسرے راوی ہیں ابو سلمہ ان کا نام عبد اللہ یا اسماعیل ہے اور ان کی کنیت ابن عبد الرحمن بن عوف ہے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی یہ قرشی مدنی تابعی ہیں یہ سات فقہا مدینہ میں سے ایک ہیں یہ ۷۲ سال کی عمر گزار کر الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ۹۴ھ میں فوت ہوئے (۳) اس حدیث کے تیسرے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں انہوں نے نبی ﷺ سے ۱۵۴۰ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم نے ان میں سے ۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں ان میں ۵۸ احادیث پر دونوں متفق ہیں ۲۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۲۶ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں یہ ۹۴ سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے وفات سے پہلے نابینا ہوئے تھے ان کی وفات ۷۴ھ یا ۷۸ھ یا ۷۹ھ میں ہوئی یہ آخری صحابی تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے صحابہ میں جابر بن عبد اللہ نام کے تین اشخاص ہیں ایک

یہ ہیں دوسرے جابر بن عبد اللہ بن رباب بن نعمان ہیں تیسرے جابر بن عبد اللہ الراسی ہیں اور صحابہ میں صرف جابر نام کے چوبیس افراد ہیں۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۱۷)

حدیث مذکور کی فتنی حیثیت

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کے اول راویوں کا ذکر نہیں ہے اور اس کی سند کو ابن شہاب زہری سے شروع کیا ہے اور جس حدیث کی سند کے اول حصہ کو ذکر نہ کیا جائے اس کو تعلیق کہا جاتا ہے اور امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں جو ان کے نزدیکیک مسند بنویا تو اس کی سند پہلے تزرچکی ہے جیسے انہوں نے حدیث نمبر ۳ کے شروع میں کہا ہے: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے عقیل سے روایت کی پھر کہا: ابن شہاب زہری نے کہا: اور یا اس کی کوئی اور سند ہے جس کو کسی ایسی غرض سے ترک کر دیا جو تعلیق کی اغراض ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ وہ ثقافت کے نزدیک معروف ہے یا اس وجہ سے کہ اس کتاب میں کسی اور جگہ اس کا ذکر ہے یا اس طرح کی اور کوئی وجہ حافظ ابن حجر نے کہا: جس کا یہ زعم ہے کہ یہ سند معلق ہے اس نے خطا کی۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ نے اس سے علامہ کرمانی پر تعریض کی ہے حالانکہ تعریض کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کی سند بہ ظاہر صورت معلق ہے اگرچہ دوسری جگہ یہ حدیث مسند ہے کیونکہ یہ حدیث ”کتاب الادب“ میں اور ”کتاب التفسیر“ میں مذکور ہے اور وہاں اس حدیث کی پوری سند ذکر کی گئی ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۱۸-۱۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

انقطاع وحی کی مدت کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر فترت وحی کا حال بیان کر رہے تھے فترت کا معنی ہے: انقطاع وحی کا زمانہ چونکہ پہلی وحی کے موقع پر آپ کو سخت گھبراہٹ اور وحشت ہوئی تھی تو آپ کو وحی سے مانوس کرنے کے لیے اور آپ کو وحی کا اشتیاق دلانے کے لیے پیغمبر عرصہ آپ پر وحی کا نزول روک لیا گیا تھا اس مدت کے بیان میں محدثین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر الزرکشی التوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

یہ مدت اڑھائی سال تھی اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے: یہ مدت تین سال تھی۔

(التبیح لالفاظ الجامع الصحیح ج ۱ ص ۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے اپنی ”تاریخ“ میں شععی سے روایت کیا کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال تھی اور اسی پر امام ابن اسحاق کا

جزم ہے۔ (التوابع علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فترت الوحی کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے:

”تاریخ احمد بن حنبل“ میں شععی سے روایت ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال تھی اور اسی پر امام ابن اسحاق کو اعتماد ہے اور

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ آپ کی ابتداء نبوت میں سچے خواب دیکھنے کی مدت چھ ماہ تھی اس بناء پر آپ کی ولادت کے ماہ ربیع

الاول سے چالیس سال پورے ہونے کے بعد سچے خوابوں سے آپ کی نبوت کی ابتداء ہوئی اور بیداری میں وحی کی ابتداء رمضان

میں ہوئی اور فترت وحی کی تین سالہ مدت جو ”اقراء باسم ربك“ اور ”یا ایہا المدثر“ کے نزول کا درمیانی عرصہ ہے اس مدت

سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس دوران آپ کے پاس جبریل امین نہیں آتے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ”اقراء“ کے بعد تین سال تک

قرآن نازل نہیں ہوا اور اس کے تین سال بعد سورہ ”یا ایہا المدثر“ نازل ہوئی۔ ”تاریخ احمد بن حنبل“ میں شععی سے روایت ہے:

چالیس سال کی عمر میں آپ پر نبوت نازل ہوئی پھر تین سال تک اسرافیل آپ کی نبوت کے ساتھ رہے اور ان کی زبان سے آپ پر قرآن نازل نہیں ہوا اور وہ آپ کو تعلیم دیتے رہے اور جب تین سال پورے ہو گئے تو جبریل آپ کے ساتھ رہے پھر ان کی زبان سے بیس سال تک آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت اڑھائی سال ہے اور بعض روایات میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت چھ ماہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انقطاع وحی کی مدت چند ایام ہے اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ ”کتاب التعمیر“ میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۶ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ”کرسی“ کا لفظ ہے اس کی جمع ”کراسی“ ہے الماوردی نے کہا: ”کرسی“ کا اصل معنی مہم ہے اس سے جس صحیفہ میں علم کی باتیں لکھی ہوئی ہوں اس کو ”کراسیہ“ کہا جاتا ہے زبیری نے کہا: ”کرسی“ وہ چیز ہے جس پر بیٹھا جاتا ہے نیز اس میں ”رعب“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: خوف مرعوب ہونے کا معنی ہے: خوف زدہ ہونا ”المندثر“ کا معنی ہے: چادر لپیٹنے والے عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: نبوت کی چادر لپیٹنے والے المندثر: ۲ میں فرمایا: ”قم فانذر“ اس کا معنی ہے: جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لائے ان کو عذاب سے ڈرائیے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی ﷺ تو بشارت دیئے والے بھی ہیں اور ڈرانے والے بھی ہیں اس آیت میں صرف ڈرانے پر اقتصار کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بشارت اس کے لیے ہوتی ہے جو اسلام میں داخل ہو جائے اس وقت تک لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے المندثر: ۳ میں فرمایا: ”وربك فكبر“ اس کا معنی ہے: اللہ کی تعظیم کیجئے اور جو صفات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی براءت بیان کیجئے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نذری تکبیر ہے المندثر: ۴ میں فرمایا: ”وثيابك فطهر“ اس کا معنی ہے: اپنے پیروں کو نجاست سے پاک رکھیے ایک قول یہ ہے کہ ”ثياب“ سے مراد ہے: نفس یعنی اپنے نفس کو ہر عیب اور نقص سے پاک رکھیے المندثر: ۵ میں فرمایا: ”والرجز فاحمر“ اکثرین کے نزدیک ”رجز“ کا معنی بت ہیں یعنی حسب معمول بتوں سے دُور رہیں۔ بعض نے کہا: ”رجز“ سے مراد شرک ہے بعض نے کہا: اس سے مراد گناہ ہے لغت میں ”رجز“ کا معنی بتوں کی عبادت کرنا ہے اور اس حدیث میں ”فحمی“ کا لفظ ہے ”حمی“ کا معنی ہے: کسی چیز کا گرم ہونا اور اس سے مراد ہے: کسی چیز کا بہ کثرت ہونا جیسے کہتے ہیں: بازار گرم ہو گیا یعنی اس میں خرید و فروخت بہ کثرت ہو رہی ہے اور بازار ٹھنڈا ہو گیا یعنی اس میں خرید و فروخت کم ہو رہی ہے اور ”تتابع“ کا لفظ ہے اس سے مراد ہے: کسی کام کا مسلسل ہونا اور منقطع نہ ہونا۔

یعنی پہلی وحی (اقراء باسم ربك) کے بعد وحی کا آغاز کیا گیا تھا اور جمہور کے قول کے مطابق تین سال تک رکا رہا پھر اس کے بعد وحی کا نزول شروع ہو گیا اور تسلسل کے ساتھ جاری ہو گیا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۱۹-۱۱۸ ملخصاً، کتاب التعمیر بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے بتایا ہے کہ صحیح البخاری: ۳ کی جو سند ذکر کی گئی تھی اس میں دو راویوں (یحییٰ بن کبیر اور عقیل) کے متابع بھی ہیں اب ہم ان کے متابع کو تفصیل سے بیان کریں گے اور متابعت کی تعریف ذکر کریں گے۔

صحیح البخاری: ۳ کی سند میں متابعت کی تفصیل

اگر کوئی راوی حدیث میں اپنے شیخ سے روایت میں متفرد ہو یعنی اس کے علاوہ اور کوئی راوی اس حدیث کو اس کے شیخ سے روایت نہ کر رہا ہو تو اس روایت کو غریب اور فرد کہا جاتا ہے لیکن اگر بعد میں تحقیق اور تتبع سے یہ معلوم ہو جائے کہ اور راوی بھی اس شیخ سے روایت کر رہے ہیں تو وہ روایت غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس متفرد راوی کو متابع (ب کی زیر) اور متابعت کرنے والے کو متابع (ب کی زیر) اور اس کے شیخ کو متابع علیہ کہا جاتا ہے۔ صحیح البخاری: ۳ کی سند میں یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ یحییٰ بن کبیر اس حدیث

کی روایت میں اپنے شیخ ایش سے متفق رہے اس بناء پر اس حدیث کو غریب اور فرد کہا جا رہا تھا بعد میں تحقیق اور تتبع سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح بھی اس حدیث کو ایش سے روایت کر رہے ہیں لہذا یہ حدیث غرابت سے نکل گئی اور عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح متابع ہیں اور یحییٰ بن کبیر متابع (ب پر زبر) ہیں اور ایش متابع علیہ ہے۔

اسی طرح اس حدیث کی سند میں عقیل کے بارے میں یہ گمان تھا کہ وہ اس حدیث کی روایت میں محمد بن مسلم ابن شہاب زہری سے متفق رہے لیکن بعد میں تحقیق اور تتبع سے معلوم ہوا کہ ہلال بن رداد نے بھی اس حدیث کو ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے لہذا یہ حدیث غرابت سے نکل گئی سو ہلال بن رداد متابع ہوا اور عقیل متابع (ب کی زبر) ہوا اور ابن شہاب زہری متابع علیہ ہوا۔

متابعیت تامہ اور متابعت قاصرہ کی تعریفیں اور متابع اور شاہد کا فرق

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

معتبر کی تعریف یہ ہے کہ کسی حدیث کے راوی میں یہ غور کیا جائے کہ اس حدیث کی روایت میں کوئی اور راوی بھی اس کا شریک ہے یا نہیں اگر شریک ہے تو وہ اس کے شیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے یا اس کے شیخ ایش سے اگر دوسرا راوی اس کے شیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے تو یہ متابعت تامہ ہے اور اگر دوسرا راوی اس کے شیخ ایش سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے تو یہ متابعت قاصرہ ہے اسی طرح آخر اسناد تک غور کیا جائے اگر کوئی راوی اس روایت میں شریک نہ ہو تو پھر دیکھا جائے کہ کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی روایت کر رہا ہے یا نہیں اگر کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی روایت کر رہا ہو تو اس کو شاہد کہا جائے گا اور اگر کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی بھی روایت نہ کر رہا ہو تو پھر وہ حدیث فرد اور غریب ہوگی۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی ص ۱۱۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۳ھ)

متابعیت تامہ اور متابعت قاصرہ کی مثالیں

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

معتبر کی مثال یہ ہے کہ مثلاً حماد اس سند سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں: از ایوب ابن سیرین از ابو ہریرہ از نبی ﷺ اور اس سند میں ایوب کا کوئی متابع نہیں ہے پھر تفتیش کی جائے گی کہ آیا ایوب کے علاوہ کوئی اور ثقہ راوی ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے پھر اگر ایوب کے علاوہ ابن سیرین سے کوئی اور ثقہ راوی اس حدیث کو روایت نہ کرتا ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ آیا ابن سیرین کے علاوہ کوئی اور ثقہ راوی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتا ہے پھر اگر حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والا ابن سیرین کے علاوہ نہ ملے تو پھر دیکھا جائے گا کہ آیا حضرت ابو ہریرہ کے علاوہ کسی اور صحابی نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے یا نہیں ان مذکورہ امور میں سے جس چیز کا بھی ثبوت مل جائے تو پتا چل جائے گا کہ اس حدیث کی اصل ہے پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور متابعت یہ ہے کہ اس حدیث کو حماد کے علاوہ کوئی اور راوی ایوب سے روایت کرے تو پھر یہ متابعت تامہ ہوگی یا ابن سیرین کے علاوہ کوئی اور راوی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرے یا حضرت ابو ہریرہ کے علاوہ کوئی اور صحابی نبی ﷺ سے اس حدیث کو روایت کرے تو ان میں سے ہر ایک کو متابعت کہا جائے گا اور پہلی صورت کے بعد جس قدر بعد والی صورتیں ہیں وہ متابعت قاصرہ ہیں اور متابعت کو شاہد بھی کہا جاتا ہے اور شاہد یہ ہے کہ اس حدیث کو کوئی ثقہ راوی معنی کے اعتبار سے روایت کرے اور متابعت کو شاہد نہیں کہا جاتا (یعنی شاہد خاص ہے کہ کوئی ثقہ راوی اس حدیث کو معنی روایت کرے اور متابع عام ہے کہ کوئی ثقہ راوی اس حدیث کو لفظاً روایت کرے یا معنی روایت کرے)۔ (تقریب النوادی مع تدریب الراوی ص ۱۲۰ دار الکتاب العربی ۱۴۲۳ھ)

۴۔ باب

باب

۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (القيامة: ۱۶) قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّزْيِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفْتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفْتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (القيامة: ۱۶) قَالَ جَمَعَهُ لَهُ فِي صَدْرِهِ وَتَقْرَأُهُ ﴿فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبَعَ قُرْآنَهُ﴾ (القيامة: ۱۸) قَالَ فَاسْتَمِعَ لَهُ وَأَنْصَتُ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (القيامة: ۱۹) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا آتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ.

الطراف الحديث: ۳۹۲-۳۹۲۹-۳۹۲۹-۵۰۳۳-۵۲۳۱

(صحیح مسلم: ۴۴۸، سنن ترمذی: ۳۳۶۹، سنن نسائی: ۹۳۳)

اسنن الکبریٰ للنسائی: ۸-۷۹

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ”آپ قرآن کے ساتھ تجلّت میں (یا کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں“ (القیامہ: ۱۶) کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے حصول میں مشقت اٹھاتے تھے اور آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں تمہارے لیے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونٹوں کو ہلاتے تھے اور سعید نے کہا: میں اس طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح میں نے حضرت ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا ہے پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو ہلایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی: ”آپ قرآن کے ساتھ تجلّت میں (یا کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں“ (القیامہ: ۱۶) حضرت ابن عباس نے کہا: یعنی اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ کا اس کو پڑھنا (ہمارے ذمہ ہے)۔ پس جب ہم اس کو پڑھیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں“ (القیامہ: ۱۸) حضرت ابن عباس نے کہا: (جبریل کے پڑھنے کے دوران) آپ سنیں اور خاموش رہیں۔ پھر آپ کے لیے اس کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے“ (القیامہ: ۱۹) یعنی پھر آپ کا اس کو پڑھنا یہ ہمارے ذمہ ہے اس کے بعد جب حضرت جبریل آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غور سے سنتے پھر جب حضرت جبریل چلے جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قرآن پڑھتے جس طرح حضرت جبریل نے پڑھا تھا۔

صحیح البخاری: ۵ کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف

(۱) اس حدیث کے پہلے راوی ہیں ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل المنقری یہ بہت بڑے حافظ الحدیث ہیں یہ رجب ۲۲۳ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے ان سے یحییٰ بن معین بخاری ابوداؤد مسلم اور ترمذی نے احادیث روایت کی ہیں ابوداؤد نے کہا: ہم نے ان سے ۳۵ ہزار احادیث لکھی ہیں (۲) دوسرے راوی ابو عوانہ ہیں ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ البشکری ہے انہوں نے حسن بصری اور ابن سیرین کی زیارت کی ہے اور محمد بن المنکدر سے ایک حدیث کا سماع کیا ہے اور شعبہ و کعب ابن محمدی اور بہت تابعین اور تابع

تابعین سے احادیث روایت کی ہیں ابن ابی حاتم نے کہا: ان کی لکھی ہوئی احادیث صحیح ہیں اور جب وہ اپنے حافظہ سے احادیث بیان کریں تو ان میں بہت اغلاط ہوتی ہیں یہ بہت صادق تھے ان کی وفات ۱۷۵ھ یا ۱۷۶ھ میں ہوئی ہے (۳) تیسرے راوی موسیٰ بن ابی عاصہ ابو الحسن الکوفی الحمدانی ہیں انہوں نے بہ کثرت مشہور تابعین سے احادیث کو روایت کیا ہے سفیان ثوری، یحییٰ بن معین، بخاری اور ابو حبان نے ان کی توثیق کی ہے ان کا نام معروف نہیں ہے (۴) چوتھے راوی سعید بن جبیر ہیں علم اور عبادت میں ان کی امامت مجمع علیہ ہے ۹۵ھ میں ان کو حجاج نے شہید کر دیا تھا ان کی شہادت کے چند دن بعد حجاج بھی فوت ہو گیا تھا ان کے بعد وہ کسی کو قتل نہیں کر سکا انہوں نے بہت سے صحابہ سے احادیث سنی ہیں ان میں حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور بہت سے تابعین سے بھی سماع حدیث کیا ہے ان میں زہری بھی ہیں (۵) پانچویں راوی حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہشام بن عبد مناف ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد تھے ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت انارث ہیں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا ان کی بہن ہیں ان کے عظیم علم کی وجہ سے ان کو حمر الامۃ اور ترجمان القرآن کہا جاتا ہے یہ چار عبدالہ میں سے ایک ہیں یعنی عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم امام احمد نے کہا: چھ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ روایات کی ہیں: ابو ہریرہ ابن عباس ابن عمر حضرت ام المؤمنین عائشہ جابر بن عبد اللہ اور انس رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ۱۶۶۰ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے ۹۵ احادیث پر بخاری اور مسلم متفق ہیں ۲۱ احادیث کے ساتھ بخاری منفرد ہیں اور ۴۹ احادیث کے ساتھ مسلم منفرد ہیں۔ حضرت ابن عباس ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے اور نبی ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی وہ ۶۸ھ میں طائف میں فوت ہو گئے صحیح قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۷۱ سال تھی اور اس وقت حضرت ابن الزبیر کی مکہ میں حکومت تھی حضرت ابن عباس آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۲۵)

سورة القيامة: ۱۹-۱۶ کی تفسیر

ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں زبان کو ہلانے کا ذکر ہے جب کہ حضرت ابن عباس نے ہونٹوں کے حرکت دینے کا ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے زبان کی حرکت کو ہونٹوں کی حرکت لازم ہے اور زبان کو حرکت دینے کی ممانعت کا معنی یہ ہے کہ ہونٹوں کو بھی حرکت نہ دیں۔

القیامة: ۱۶ میں فرمایا: (آپ قرآن کو یاد کرنے کے لیے) غلٹ کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں O حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے آپ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس آیت کو دہراتے رہتے تھے آپ کا ارادہ یہ ہوتا تھا کہ آپ اس آیت کو حفظ کر لیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) غلٹ کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے سفیان نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھایا امام ابو یوسفی ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

القیامة: ۱۷ میں فرمایا: بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کا اس کو پڑھنا ہمارے ذمہ ہے O حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کریں پس جب ہم قرآن کی کوئی آیت نازل کریں تو آپ غور سے سنیں پھر یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کی زبان سے پڑھوائیں اس کے بعد جب

حضرت جبریل آتے تو آپ سر جھکا کر بیٹھ جاتے پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ قرآن مجید کی ان آیتوں کو اسی طرح پڑھتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۹۲۰، صحیح مسلم: ۳۳۸، سنن ترمذی: ۳۲۲۹)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل دوبارہ آپ کے پاس آ میں اور آپ کے سامنے دوبارہ ان آیات کو پڑھیں اور آپ سن کر ان کو دہرائیں حتیٰ کہ آپ کو وہ آیات حفظ ہو جائیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اے محمد ﷺ! ہم یہ آیات آپ سے اس طرح پڑھو ا میں کے کہ آپ ان کو نہیں بھولیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَتَقْرِنُكَ فَلَا تَنْسَى. (الحی: ۶)

ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے۔

(تفسیر تیسیر: ۱۰ ص ۲۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ)

القیامۃ: ۱۸ میں فرمایا: سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ پڑھنے ہوئے کی اتباع کریں O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا قرار دیا ہے اور یہ آیت حضرت جبریل علیہ السلام کے شرف عظیم پر دلالت کرتی ہے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے متعلق ایسی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ستر انصار سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ. (احزاب: ۱۱)

بے شک اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار دیا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (فتح: ۱۰)

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

حالانکہ ان کے ہاتھوں پر آپ کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى. (الأنفال: ۱۷)

اور آپ نے (حقیقت میں) نکلیاں نہیں ماریں جب آپ نے (بہ ظاہر) نکلیاں ماریں تھیں لیکن وہ نکلیاں اللہ نے ماری تھیں۔

اسی طرح یہ آیت ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ. (النساء: ۵۹)

جس نے رسول کی اطاعت کریں اس نے اللہ کی اطاعت

کری۔

حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت جبریل قرآن پڑھیں تو آپ ان کے پڑھنے کی اتباع کریں۔

قنادہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قرآن کے حلال اور حرام میں اس کی اتباع کریں۔

صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کا پڑھنا حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ نہیں ہونا چاہیے بلکہ واجب

ہے کہ جب تک حضرت جبریل پڑھتے رہیں آپ خاموشی سے ان کے پڑھنے کو سنتے رہیں حتیٰ کہ جب حضرت جبریل اپنے پڑھنے سے فارغ ہو جائیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کریں اور پڑھنے کی اتباع کا یہی معنی ہے اور حلال اور حرام میں قرآن مجید کی اتباع کا یہ کوئی مقام نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے ”صحیح بخاری“ کی روایت سے گزر چکا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی کسی آیت کو لے کر نازل ہوتے تو نبی ﷺ سر جھکا کر سنتے رہتے تھے اور جب حضرت جبریل چلے جاتے تو پھر آپ پڑھنا شروع کرتے۔

القیامہ: ۱۹ میں فرمایا: پھر اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے O

حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت

امام رازی فرماتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور ان کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن مجید کے مشکل مباحث اور اس کے معانی کے متعلق حضرت جبریل سے پوچھتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان دونوں باتوں سے منع کیا اور فرمایا: آپ حضرت جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھیں بلکہ ان کے پڑھنے کے بعد پڑھیں اور قرآن مجید کے معانی کے متعلق آپ پریشان نہ ہوں نہ حضرت جبریل ہے اس کے معنی کے متعلق پوچھیں اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۹، اراحۃ التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متونی ۳۳۳ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: جن آیات کو ہم نے اجمالاً نازل کیا ہے ان کا بیان کرنا ہم پر لازم ہے پس اس کے بیان سے اس کا اتمام کر دیا جائے گا اور یہ بتایا جائے گا کہ وہ کام جائز ہے یا مستحسن ہے کیونکہ فرائض کی کئی شاخیں ہوتی ہیں ان میں ارکان، لوازم اور آداب ہوتے ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ خطاب کے وقت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز ہے اور فرمایا: ہم پر بیان کرنا لازم ہے یعنی اس میں یہ کنا یہ ہے کہ اس کا تعلق اصول کے ساتھ ہے یا فروع کے ساتھ ہے پس رسول اللہ ﷺ کے لیے اصول اور کنایات کو بیان کیا جائے گا اور بعد میں جو مجتہدین ان آیات میں غور و فکر کریں گے ان پر ان آیات کے مقاصد کھول دیئے جائیں گے۔

(تأویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۳۹ مؤسسۃ الرسالۃ، ناشرون ۱۴۲۵ھ)

* اس حدیث کی شرح ہم نے ”شرح صحیح مسلم“ میں بھی کی ہے وہاں ان امور میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ہے وہاں ہم نے اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کی ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ۔ (دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۹۰۸۔ ج ۱ ص ۱۲۴۲) قرآن مجید سننے کی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر میں بھی کی ہے۔ (دیکھئے: تبيان القرآن ج ۴ ص ۵۱۶-۵۱۵ الاعراف: ۲۰۳)

باب

۵۔ باب

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی از زہری (ح) امام بخاری نے کہا کہ ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس اور معمر نے اسی کی مثل خبر دی از زہری انہوں نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ

۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ

وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان میں کرتے تھے جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے پس رسول اللہ ﷺ (لوگوں کے نفع کے لیے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۹۰۲-۳۲۲۰-۳۵۵۳-۳۹۹۷]

(صحیح مسلم: ۲۳۰۸، سنن نسائی: ۲۰۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۹۹۳، صحیح ابن حبان: ۶۳۷۰، دلائل النبوة للسیوطی: ج ۱ ص ۳۲۶، مسند احمد: ج ۱ ص ۲۸۹، طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۱۶-ج ۳ ص ۳۷۵، مؤسس الرسالة بیروت: ۱۴۲۰ھ)

دوسندوں کے درمیان "ح" لکھنے اور اس کو پڑھنے کی تحقیق

اس حدیث کی دوسندوں کے درمیان "ح" لکھی ہوئی ہے یہ "ح" صحیح مسلم میں بہت زیادہ ہے اور "صحیح البخاری" میں آہستہ اور محدثین کی عادت ہے کہ جب ایک حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں تو وہ ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوتے وقت حرف "حا" (ح) لکھ دیتے ہیں اور یہ "تحول" سے ماخوذ ہے یعنی وہ ایک اسناد سے دوسری اسناد کی طرف "تحول" کر رہے ہیں اور پڑھنے والا اس کو "حا" پڑھے گا یا "تحویل" پڑھے گا یا "ثم تحول" پڑھے گا اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسناد ثانی کو اسناد اول کے ساتھ مرکب کر کے دوسندوں کو ایک سند نہ قرار دیا جائے اہل مغرب یہ کہتے تھے کہ "ح" میں "الحديث" کی طرف رمز ہے۔

صحیح البخاری: ۶ کے رجال کا تعارف

(۱) اس حدیث کی سند کے پہلے راوی عبد ان ہیں یہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلة بن ابی رواد میمون کا لقب ہے انہوں نے امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ سے سماع حدیث کیا ہے اور الذہلی البخاری وغیرہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں امام مسلم امام ابو داؤد اور امام نسائی کی بھی ان سے روایت ہے یہ ۲۲۱ھ یا ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے اس وقت ان کی عمر ۷۶ سال تھی (۲) دوسرے راوی عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی التمیمی ہیں ان کی امامت جلالہ تقویٰ سخاوت عبادت ثقاہت اور ان کے حجت ہونے پر سب متفق ہیں یہ تبع تابعین میں سے ہیں ان کے باپ ترکی تھے اور ہمدان کے ایک شخص کے غلام تھے اور ان کی ماں خوارزمیہ تھیں یہ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان ۱۸۱ھ میں ایک غزوہ سے واپس آتے ہوئے فوت ہو گئے صحاح ستہ میں عبد اللہ بن المبارک کے نام کے صرف یہی ایک راوی ہیں (۳) تیسرے راوی بشر بن محمد المروزی السخنیانی ہیں ان سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے امام ابن حبان نے ان کا ثقاہت میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا: یہ فرجی تھے (مربطہ وہ فرقہ ہے جو مومنوں کے گنہ گروں پر عذاب کا قائل نہیں ہے) یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) چوتھے راوی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ الہذلی المدنی ہیں یہ جلیل القدر امام اور تابعی ہیں مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ایک ہیں انہوں نے کئی صحابہ سے حدیث کا سماع کیا ہے ان میں حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہ ہیں رحمہم اور تابعین سے بھی احادیث کا سماع کیا ہے ان میں عمر بن عبد العزیز بھی ہیں یہ بصرہ چلے گئے تھے یہ ۹۳ھ یا ۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) پانچویں راوی یونس بن یزید بن مشکان بن ابی النجاد ہیں انہوں نے کئی تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے ان میں قاسم عکرمہ سالم نافع اور زہری وغیرہ ہیں ان سے بھی تابعین نے سماع کیا ہے ان میں جریر بن حازم اوزاعی اور لیث وغیرہ ہیں یہ ۱۵۹ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (۶) چھٹے راوی معمر بن ابی عمرو بن راشد الازدی الحرانی

ہیں یہ یمن کے عالم تھے انہوں نے بہت تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے ان میں عمرو بن دینار، ایوب اور قتادہ ہیں اور ان سے بھی تابعین کی ایک جماعت نے سماع کیا ہے ان میں سے عمرو بن دینار (ان کے شیخ) ابواسحاق السبئی، ایوب اور یحییٰ بن ابی کثیر ہیں سو یہ اصغر سے اکابر کی روایت ہے امام عبدالرزاق نے کہا: میں نے ان سے دس ہزار احادیث کا سماع کیا ہے یہ ۱۵۲ھ یا ۱۵۳ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے اس وقت ان کی عمر ۵۸ سال تھی ان کے اوہام بہت ہیں ابو حاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں انہوں نے بصرہ میں جو احادیث بیان کی ہیں ان میں اغالیط ہیں یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثابت سے ان کی روایات ضعیف ہیں (۷۸) ساتویں اور آٹھویں راوی زہری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۱۳۱-۱۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے حدیث میں "اجود" کا لفظ ہے "یہ جو د" کا اسم تفسیل ہے علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۵ھ نے لکھا ہے: "رجل جواد" کا معنی ہے: سخی آدمی۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۳ دار البیروت) نیز لکھا ہے: "من الجود" کا معنی ہے: یہ سخاوت سے ہے۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۶ بیروت) لہذا "جود" کا معنی ہے: جس شخص کے جو چیز لائق ہو اس کو وہ عطا کرنا آپ کے سب سے زیادہ جواد ہونے میں کیا شک ہے آپ سب سے زیادہ حسین تھے آپ کے افعال سب سے اچھے تھے اور آپ کے اخلاق سب سے زیادہ عمدہ تھے اسی طرح آپ سب سے زیادہ سخی تھے آپ کسی سائل کو "نہ" نہیں فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۱) ایک خاتون نے آپ سے قمیص کا سوال کیا آپ کے پاس سوا اس قمیص کے جو آپ پہنے ہوئے تھے اور کوئی قمیص نہ تھی آپ نے وہی قمیص اتار کر دے دی۔ (الدراکھورج ج ۵ ص ۲۴۰ دار احیاء التراث العربی بیروت) رئیس المناقبین عبد اللہ بن ابی کے بیٹے نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اس کے باپ کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا کر دیں تو آپ نے اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا کر دی۔ (صحیح البخاری: ۱۲۶۹، صحیح مسلم: ۲۷۷۳، سنن ترمذی: ۳۰۹۸، سنن نسائی: ۱۹۰۰)

نیز اس حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ (لوگوں کے نفع کے لیے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔ اس حدیث میں "الربیع المرسلہ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بھیجی ہوئی ہوا اور اس کا معنی رحمت (یعنی بارش) کے لیے بھیجی ہوئی ہوا بھی ہے قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ۔ اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری (الاعراف: ۵۷) دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام لانے پر جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا آپ وہ چیز عطا فرما دیتے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا آپ وہ عطا فرما دیتے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۳۰، سنن ترمذی: ۱۶۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ اللہ سب سے زیادہ جواد ہے اور بنو آدم میں سب سے زیادہ جواد میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا جس نے علم

حاصل کر کے اس کو پھیلایا اس کو قیامت کے دن امت میں اکیلا اٹھایا جائے گا اور وہ شخص سب سے زیادہ خوش ہو گا جس نے اپنی جان کی اللہ کی راہ میں سخاوت کی حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

(مسند ابویعلیٰ: ۲۷۹، غیب و تقریب للمذہبی ج ۲ ص ۲۲۰، مجمع قلوب العلماء: ۳۰، مجمع البحار: ۱۳ ص ۱۳)

رمضان میں زیادہ سخاوت کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سب سے زیادہ رمضان میں فیاضی فرماتا ہے رمضان کی ایک شب میں اس نے ہزار مہینوں کی عبادت کا اجر مقرر فرمایا رمضان میں تسبیحات کا اجر ستر گن زائد عطا فرماتا ہے اور فرمایا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں۔ (صحیح بخاری: ۱۹۹۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رمضان کے ہر دن اور رات میں روزے سے گنہ گاروں کو آزاد فرماتا ہے۔ (مسند الزہری: ۹۶۲، ملاحی: ۹۶۲، مجمع قلوب العلماء: ۳۰، مجمع البحار: ۱۳ ص ۱۳)

امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: رمضان میں مومن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے اور رمضان کے ہر دن میں ایک ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ آپ بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کر کے اللہ تعالیٰ کے جوہ و کرم کی موافقت کریں۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۴ھ)

رمضان میں قرآن مجید کا دور کرنے کی خصوصیت اور دیگر فوائد حدیث

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے رمضان میں قرآن مجید کے دور کی حکمت یہ ہے کہ اب تک جو احکام نازل ہو چکے تھے ان پر یقین کو تازہ کیا جائے اور تاکہ حضرت جبریل قرآن مجید کے الفاظ کی تصحیح اور تجوید کے احکام پہنچائیں تاکہ امت کے لیے بھی قراءت اور تجوید کی تعلیم حاصل کرنا سنت ہو اور رمضان کی تخصیص اس لیے ہے کہ یہ نیکیوں اور مخصوص عبادات کا موسم ہے نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں ہی قرآن مجید کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل فرمایا تھا پھر اس کے بعد حسب ضرورت اور مصلحت قرآن مجید بیس سال تک نازل ہوتا رہا (بیس سال بہ اس معنی کہ تین سال تک وحی کا انقطاع رہا)۔ اس حدیث کے دیگر فوائد حسب ذیل ہیں:

- (۱) ہر وقت مومن کو سخاوت کرنی چاہیے خصوصاً رمضان میں اور صالحین سے ملاقات کے وقت۔
- (۲) صالحین اور اصحاب فضل کی زیارت کرنی چاہیے اور ان کی مجلس میں بیٹھنا چاہیے اور اگر صالحین اور اصحاب فضل کا حرج نہ ہو اور ان کے مشاغل میں خلل نہ ہو تو ان کی بار بار زیارت کرنی چاہیے۔

(۳) رمضان میں قرآن مجید کی زیادہ تلاوت کرنا مستحب ہے اسی طرح قرآن مجید کا دور کرنا بھی مستحب ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۹۰، ج ۶ ص ۷۷، ۷۸ پر بھی مذکور ہے وہاں ہم نے اس حدیث کے مفہوم کی سرسری وضاحت کی ہے اور اس کی شرح میں ہم نے یہاں پر جو مباحث ذکر کیے ہیں وہاں ان میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ہے۔

باب ۶ - باب

۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں ابو الیمان اٹام بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں شعب نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت

أَحْرَهُ أَنْ أَبَا سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرْقُلَ
أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوا تَجَارًا
بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكَفَّارَ قُرَيْشٍ،
فَاتَوْهُ وَهُمْ بِإِيلِيَاءَ، فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ، وَحَوْلَهُ
عُظَمَاءُ الرُّومِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بَنِي جُمَانِهِ، فَقَالَ
أَيْكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ
نَسِيٌّ؟ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ قُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ
أَذْنُوهُ مِنِّي، وَقَرِّبُوا أَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ،
ثُمَّ قَالَ لِبَنِي جُمَانِهِ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَأَبُلُ هَذَا عَنْ هَذَا
الرَّجُلِ، فَإِنْ كَذَبَنِي، فَكَذِبُوهُ، فَوَاللَّهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ
مِنْ أَنْ يَأْتِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ كَانَ
أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فَيَكُمُ؟
قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ، قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ
مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ
أَبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَأَشْرَافُ النَّاسِ
يَتَّبَعُونَهُ، أَمْ ضَعْفَاؤُهُمْ؟ فَقُلْتُ بَلْ ضَعْفَاؤُهُمْ، قَالَ
أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ قُلْتُ بَلْ يَزِيدُونَ، قَالَ فَهَلْ
يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ سَخَطَةً لِدِينِهِ، بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟
قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهَمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ
يَقُولَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ لَا،
وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لَا نَذَرِي مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا.
قَالَ وَلَمْ بُمَكِّي كَلِمَةً أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ
الْكَلِمَةِ. قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَكَيْفَ
كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سَجَالٌ،
يَنَالُ مِنَّا، وَنَنَالُ مِنْهُ، قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ يَقُولُ
اعْبُدُوا اللَّهَ وَاحْدَهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرَكُوا
مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ
وَالْعَفَافِ، فَقَالَ لِبَنِي جُمَانٍ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ ابوسفیان بن حرب نے
انہیں خبر دی کہ ہرقل نے ان کو قریش کی جماعت کے ساتھ بلایا یہ
لوگ اس مدت میں شام تجارت کرنے گئے تھے جس مدت میں رسول
اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور قریش سے عارضی صلح کی ہوئی تھی پس
قریش اس کے پاس آئے اور وہ ایلہاء (بیت المقدس) میں تھے
ہرقل نے ان کو اپنی مجلس میں بلایا اور اس کے گرد روم کے سردار تھے
پھر اس نے قریش کو اور اپنے مترجم کو بلایا پھر کہا: تم میں سے اس شخص
کا قریبی رشتہ دار کون ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے؟ ابوسفیان
نے کہا: میں اس شخص کا قریبی رشتہ دار ہوں ہرقل نے کہا: اس کو
میرے نزدیک کر دو اور اس کے اصحاب کو بھی اس کے نزدیک کر دو
اور ان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا کر دو پھر اس نے اپنے مترجم سے
کہا: ان لوگوں سے کہو کہ میں اس شخص کے متعلق سوال کروں گا اگر یہ
مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کو جھٹلا دینا ابوسفیان نے کہا: پس اللہ کی
قسم! اگر مجھے اس بات پر شرم نہ آتی کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو
میں ضرور آپ کے متعلق جھوٹ بولتا پھر ہرقل نے مجھ سے سب سے
پہلا سوال جو کیا وہ یہ تھا: تم لوگوں میں اس شخص کا نسب کیسا ہے؟ میں
نے کہا: وہ ہم میں بہت عمدہ نسب والے ہیں اس نے کہا: کیا یہ دعویٰ
اس سے پہلے تم میں سے کسی اور نے بھی کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں اس
نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا:
نہیں اس نے کہا: آیا مقتدر لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ
لوگ؟ میں نے کہا: بلکہ پس ماندہ لوگ اس نے کہا: آیا وہ زیادہ ہو
رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا: بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں اس
نے کہا: کیا ان میں سے کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے
بعد اس کے دین سے ناراض ہو کر اس سے پلٹ جاتا ہے؟ میں نے
کہا: نہیں اس نے کہا: کیا اس کے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم اس
پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں اس نے کہا: کیا وہ
عہد شکنی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں تاہم ہمارا ان سے ایک مدت تک
معاہدہ ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ اس دوران کیا کرنے والے ہیں
ابوسفیان نے کہا: اس بات کے سوا مجھے آپ کے خلاف کوئی اور بات

عَنْ نَسَبِهِ، فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو نَسَبٍ، فَكَذَلِكَ
الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا، وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ
أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، فَقُلْتُ
لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ
يَتَأَسَّى بِقَوْلِ قَبْلِهِ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ
مِنْ مَلِكٍ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، قُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ
مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ أَبِيهِ، وَسَأَلْتُكَ
هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهَمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟
فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ
الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ، وَيَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ، وَسَأَلْتُكَ
أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعَفَاءُ هُمْ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ
ضَعَفَاءَ هُمْ اتَّبَعُوهُ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَأَلْتُكَ
أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ،
وَكَذَلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتِمَّ، وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ
أَحَدٌ سَخَطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ
لَا، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخَالِطُ بِشَاشَتَهُ
الْقُلُوبَ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا،
وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ، وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ؟
فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ، وَلَا تُشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَيَأْمُرُكُمْ
بِالصَّلَاةِ، وَالصَّدَقِ، وَالْعَقَابِ، فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ
حَقًّا، فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيْ هَاتَيْنِ، وَقَدْ كُنْتُ
أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ، لَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ، فَلَوْ أَنِّي
أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ، وَلَوْ كُنْتُ
عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ دُحْيَةَ إِلَى
عَظِيمِ بَصْرَى، فَدَفَعَهُ إِلَى هِرَقْلَ، فَقَرَأَهُ، فَإِذَا فِيهِ.

کہنے کی گنجائش نہیں ملی اس نے کہا: کیا تم نے اس سے ساتھ جنگ
کی؟ میں نے کہا: ہاں اس نے کہا: تمہاری اس سے ساتھ جنگ کیسی
ری؟ میں نے کہا: ہمارے اور اس کے درمیان جنگ کنویں کے ڈول
کی طرح تھی، کبھی اس ڈول کو وہ حاصل کر لیتا اور کبھی ہم اس سے کہتا
وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے: صرف اللہ
وصدہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہارے
باپ دادا جو کہتے تھے اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز پڑھنے کا بھی بتاتے
کا پاک دامن رہنے کا اور رشتہ داروں سے ملنے جلنے کا حکم دیتا ہے پھر
ہرقل نے مترجم سے کہا: اس کو بتاؤ کہ میں نے تم سے اس کے نسب
کے متعلق سوال کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عمدہ نسب والا ہے اور اسی
طرح رسول اپنی قوم کے عمدہ نسب میں بھیجے جاتے ہیں اور میں نے تم
سے سوال کیا کہ کیا تم میں سے کسی نے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا؟ تو تم نے
کہا: نہیں میں نے دل میں کہا: اگر تم میں سے کسی نے پہلے یہ دعویٰ کیا
ہوتا تو میں کہتا: یہ شخص اس دعویٰ کی پیروی کر رہا ہے جو اس سے پہلے
کیا گیا تھا اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس شخص کے باپ دادا
میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں میں نے دل میں
کہا: اگر اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ
شخص اپنے باپ کے ملک کو طلب کر رہا ہے اور میں نے تم سے سوال
کیا کہ آیا تم اس کے دعویٰ نبوت سے پہلے اس پر جھوٹ کی تہمت
لگاتے تھے؟ تم نے بتایا کہ نہیں پس میں نے پہچان لیا کہ جو شخص
لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا اور میں
نے تم سے سوال کیا کہ مقتدر لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ
لوگ؟ تو تم نے بتایا کہ پس ماندہ لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور
وہی لوگ رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا
کہ وہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ
زیادہ ہو رہے ہیں اور اسی طرح ایمان کا معاملہ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل
ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ ان میں سے کوئی شخص دین
میں داخل ہونے کے بعد دین کو ناپسند کر کے اس سے پلٹتا تو نہیں؟ تو
تم نے بتایا کہ نہیں اور جب ایمان کی بشارت دلوں میں رچ جائے تو

پھر اسی طرح ہوتا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کبھی اس نے عبد
ثعلبی کی؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں اور اسی طرح رسول عبد ثعلبی نہیں کرتے
اور میں نے تم سے سوال کیا کہ وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم
نے بتایا کہ وہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے
ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور وہ تمہیں بتوں کی عبادت کرنے سے منع
کرتے ہیں اور وہ تم کو نماز پڑھنے، حج بولنے، پاک دامن رہنے کا حکم
دیتے ہیں اگر تم نے جو کچھ کہا ہے وہ برحق ہے تو وہ عنقریب میرے
ان قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے اور میں یہ جانتا تھا کہ ان کا
ظہور ہونے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں
گئے سو اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میں ان تک پہنچ جاؤں گا تو میں
ضرور ان سے ملاقات کرنے کی مشقت اٹھاؤں گا اور اگر میں ان
کے پاس ہوتا تو میں ضرور ان کے پیروں کو دھوتا پھر اس نے رسول اللہ
ﷺ کے اس مکتوب کو منگوا لیا جس کو آپ نے حضرت وحید کے
ذریعہ بصری کے حاکم کے پاس بھیجا تھا اس نے وہ مکتوب ہرقل کو
دے دیا ہرقل نے پڑھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا

بہت مہربان ہے

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل عظیم
الروم کی طرف جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو بہر حال بسم
اللہ کے بعد پس بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام
قبول کرو! تم سلامت رہو گے اللہ تعالیٰ تم کو دنیا اور عطا فرمائے گا اور
اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے قبیعین کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اے اہل
کتاب! ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان
برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی
چیز کو شریک نہ قرار دیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر ایک
دوسرے کو رب نہ قرار دے پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو:

لوگو! تم گواہ ہو جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں O (آل عمران: ۶۴)

ابوسفیان نے کہا: جب ہرقل نے جو کہا وہ کہا اور وہ اس مکتوب کو
پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس بہت شور ہو گیا اور آوازیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلٰی هِرَقْلَ
عَظِیْمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی. اَمَّا بَعْدُ
فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَاِیَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْتَ تَسْلَمَ یُوْتٰتِکَ
اللّٰهُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ اِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنْ عَلَیْکَ اِثْمُ
الْاَرِیْسَیْنِ وَ اِنَّا اَهْلَ الْکِتَابِ نَعٰلُوْا اِلٰی کَلِمَةٍ
سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ
شَیْئًا وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اَشْهَدُوْا اِنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ (آل
عمران: ۶۴)

قَالَ اَبُو سَفْیَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَقَرَعَ مِنْ
قِرَآءَةِ الْکِتَابِ کَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخْبُ وَارْتَفَعَتْ

الْأَصْوَاتُ وَأَخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ
أَخْرِجْنَا لَقَدْ أَمَرَ ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ
مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ سَيُظْهِرُ
حَتَّى أَذْخَلَ اللَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ
صَاحِبُ إِيْلَاءٍ وَهَرَقْلُ سَقْفًا عَلَى نَصَارَى الشَّامِ
يُحَدِّثُ أَنَّ هَرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِيْلَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا
حَيْثُ النَّفْسُ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ قَدْ اسْتَكْرَمْنَا
هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ وَكَانَ هَرَقْلُ حَزَاءً يَنْظُرُ
فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ
حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ مَلِكُ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ
فَمَنْ يَخْتِنُ مِنْ هَذِهِ الْأَمَّةِ؟ قَالُوا لَيْسَ يَخْتِنُ إِلَّا
الْيَهُودُ فَلَا يَهْمَنَّكَ شَأْنُهُمْ وَانْكُتُبْ إِلَى مَدَائِنِ
مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ فَبَيْنَمَا هُمْ
عَلَى أَمْرِهِمْ أَتَى هَرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ
عَسَانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هَرَقْلُ قَالَ أَذْهَبُوا فَانْظُرُوا
أَمْخَتِنُ هَؤُلَاءِ لَا؟ فَانْظُرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ
مُخْتِنٌ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتِنُونَ؟
فَقَالَ هَرَقْلُ هَذَا مَلِكُ هَذِهِ الْأَمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ
كَتَبَ هَرَقْلُ إِلَى صَاحِبِ لَهُ بِرُومِيَّةٍ وَكَانَ نَظِيرَهُ
فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هَرَقْلُ إِلَى جَمُصَ فَلَمَ بِرِمِ
جَمُصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ
هَرَقْلَ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هَرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسْكَرَةِ
لَهُ بِجَمُصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَعُلِقَتْ ثُمَّ أَطْلَعَ فَقَالَ
يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ
يُثَبَّتَ مُلْكُكُمْ فَتَبَايَعُوا هَذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوا
خَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ
عُلِقَتْ فَلَمَّا رَأَى هَرَقْلُ نَفَرَتَهُمْ وَأَيْسَ مِنْ

بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے
اپنے اصحاب سے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے کا (یعنی بنی سقریہ) ہمارے
بہت عظیم ہو گیا اس سے سفید قام قوم کا بادشاہ بھی رات کے پہرے کے
بہمیشہ یہ یقین رہا کہ وہ قریب غائب ہو جائیں گے۔ میں نے
میرے دل میں اسلام داخل کر دیا اور ابن الناطور جو بیت المقدس کا
امیر (گورنر) تھا ہرقل کا مصاحب اور شاہ کے مہمانوں کا سربراہ
(بڑا پادری) تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن صبح کو ہرقل بیت المقدس
میں بہت پریشان حال تھا اس کے درباریوں نے کہا کہ آپ کی
حالت بہت بدلی ہوئی ہے ابن الناطور نے کہا: ہرقل نے کہا کہ
ستاروں میں غور کرتا تھا اس نے ان ستاروں کے درمیان سے جو اب
میں کہا: آج رات جب میں نے ستاروں میں غور کیا تو میں نے دیکھا
کہ ختہ کرنے والی قوم کا بادشاہ غالب آچکا ہے پس اس زمانہ کے
لوگوں میں سے کون ختہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: صرف یہ ختہ کرتا
ہے سو آپ ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور آپ اپنے ملک کے
تمام غمگینوں کو یہ حکم لکھ کر بھیج دیں کہ وہاں جو بھی یہودی ہیں ان کو قتل کر دیا
جائے پس وہ لوگ ان ہی معاملات میں مشغول تھے کہ ہرقل کے پاس
ایک شخص کو الیسیہ جس کو انسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا اس نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی جب ہرقل نے اس سے پوری
خبر معلوم کر لی تو کہا: جاؤ معلوم کرو وہ ختہ کے قاتل ہیں یا نہیں اس
بے آپ کے حالات معلوم کیے تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ختہ کے قاتل
ہیں اور ہرقل نے اس شخص سے عربوں کے متعلق سواں یہ کہ اس نے
کہا: عرب ختہ کرتے ہیں پھر ہرقل نے کہا: بنی سقریہ امت کے بادشاہ
ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں ہرقل کا ایک درباری وہاں تھا جو ہم میں اس
کی فکر کا تھا ہرقل نے اس کو خط لکھ کر معلوم کیا کہ وہ ہرقل کے
لیے روانہ ہوا ابھی وہ جمص نہیں پہنچا تھا کہ اس کے پاس اس کے دوست
کا خط آ گیا اس کی رائے بھی ہرقل کے موافق تھی کہ بنی سقریہ ہمارے
ہو چکا ہے اور آپ برحق نبی ہیں تب ہرقل نے روم کے راجہ کو
اپنے تمس کے محل میں بلایا اور دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا
دروازے بند کر دیے گئے پھر وہ ان کے سامنے آیا پھر کہا: روم

الْإِيمَانُ قَالَ رُدُّوهُمْ عَلَيَّ، وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي
إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ
فَسَحَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ فَكَانَ ذَلِكَ إِحْرَاشًا
هَرَقَلٍ.

جماعت! دائمی کامیابی اور ہدایت کے حصول کے متعلق اور اپنے ملک کی
بقا کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ سو تم اس نبی کی بیعت کر لو یہ سنتے ہی
وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے لیکن دروازے تو بند
کیے جا چکے تھے بالآخر جب ہرقل نے ان کی اس وحشت کو دیکھا اور ان
کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو کہا: ان کو میرے پاس واپس لاؤ اور
کہا: میں نے جو ابھی تجویز پیش کی تھی تو اس سے میں تمہاری دین میں
شدت کو آزما رہا تھا سو مجھے معلوم ہو گیا پھر ان سب سرداروں نے
ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے اور یہی ہرقل کا آخری امر تھا۔

امام بخاری کہتے ہیں: اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس
اور معمر نے زہری سے روایت کیا ہے۔

رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، وَيُونُسُ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ
الزُّهْرِيِّ.

اطراف الحدیث: ۵۱-۲۶۸۱-۲۸۰۳-۲۹۷۸-۳۱۷۳-۳۵۵۳-۵۹۸۰-۶۲۶۰ (صحیح مسلم: ۱۷۷۳ سنن ابوداؤد: ۵۱۳۶ سنن

ترمذی: ۲۷۱۷ سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۰۶۴)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تعارف

اس حدیث کی سند میں چھ رجال ہیں جن میں زہری، عبید اللہ بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف پہلے ہو چکا ہے
اور بقیہ تین رجال کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۱) ابوالیمان ان کا نام الحکم بن نافع الحمصی البحرانی ہے انہوں نے اسماعیل بن عیاش اور دیگر سے احادیث روایت کی ہیں اور
ان سے امام احمد یحییٰ بن معین ابو حاتم الذہلی اور بہت سے محدثین نے احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۱ھ
یا ۲۲۲ھ میں فوت ہوئے صحاح ستہ میں ان کے علاوہ اور کسی کا نام الحکم بن نافع نہیں ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ البشیر الحمصی انہوں
نے زہری اور بہت سے تابعین سے حدیث کا سماع کیا ہے یہ ثقہ حافظ تھے ستر سے زیادہ سال کی عمر گزار کر ۱۶۲ھ یا ۱۶۳ھ میں فوت
ہو گئے شعیب بن ابی حمزہ نام کا صحاح ستہ میں اور کوئی راوی نہیں ہے (۳) ابوسفیان ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن
عبد مناف بن قصی القرشی الاموی المکی ہے یہ ابرہہ کے ہاتھوں کی پسائی کے واقعہ سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اور فتح مکہ کی شب
میں اسلام لائے یہ غزوہ طائف اور حنین میں حاضر رہے نبی ﷺ نے ان کو حنین کی غلیحوں میں سے ایک سواونٹ اور چالیس اوقیہ
عطا فرمائے غزوہ طائف میں ان کی ایک آنکھ شہید ہو گئی تھی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک میں شہید ہو گئی جب یہ اپنے بیٹے یزید بن
ابن سفیان کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہے تھے پھر یہ مدینہ آئے اور ۳۱ھ یا ۳۴ھ میں فوت ہو گئے اس وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان سے حضرت ابن عباس اور ان کے بیٹے حضرت معاویہ نے احادیث
روایت کی ہیں صحابہ میں ابوسفیان نام کے کئی صحابی ہیں لیکن ابوسفیان بن حرب نام کے یہ واحد صحابی ہیں۔ امام بخاری نے ابوسفیان
کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۳۴) (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* اس حدیث کی شرح شرح صحیح مسلم: ۳۴۹۳-ج ۵ ص ۵۰۶-۵۰۴ میں مذکور ہے وہاں ہم نے اس حدیث کے ۱۶ فوائد ذکر
کیے ہیں یہاں اس کی شرح میں ہم ان امور کا ذکر کریں گے جن کا ذکر وہاں نہیں کیا گیا اب یہاں پر اس حدیث میں مذکور اسماء اور

اعلام کی تشریح کر رہے ہیں اور سب سے پہلے ہر قل کا ذکر کر رہے ہیں۔

ہر قل کی مختصر سوانح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہر قل کا تلفظ دو طرح ہے: ”ہر قل“ (ھ کے نیچے زیر پر زبر اور ق پر جزم) اور ”ہرقل“ (ھ کے نیچے زیر پر جزم اور ق کے نیچے زیر) اس نے ۳۱ سال حکومت کی اس کی حکومت کے دوران ہی نبی ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ اس کی حکومت روم کے شہروں میں تھی روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا سو اس کا لقب بھی قیصر تھا جیسے ایران کے بادشاہوں کا لقب کسری ہے اور ترک کے بادشاہوں کا لقب خاقان ہے اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے اور القبط کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے اور مصر کے بادشاہ کا لقب عزیز ہے اور چین کے بادشاہ کا لقب فغفور ہے اور یونان کے بادشاہ کا لقب بطلمیوس ہے اور بربر کے بادشاہ کا لقب جالوت ہے اور صابنہ کے بادشاہ کا لقب نمرود ہے اور یمن کے بادشاہ کا لقب تنج ہے خوارزم کے بادشاہ کا لقب خوارزم شاہ اور جرجان ہے اور اسکندریہ کے بادشاہ کا لقب ملک مقوقس ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسری ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (صحیح البخاری: ۳۱۲۱، صحیح مسلم: ۲۹۱۹، سنن ترمذی: ۲۲۱۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیصر کے بعد شام میں کوئی قیصر نہیں ہوگا اور کسری کے بعد عراق میں کوئی کسری نہیں ہوگا اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش شام اور عراق میں تجارت کے لیے بہت زیادہ جایا کرتے تھے پھر جب قریش مسلمان ہو گئے تو ان کو یہ خوف ہوا کہ اب وہ شام اور عراق میں سفر نہیں کر سکیں گے کیونکہ اسلام کی وجہ سے شام اور عراق والے ان کے مخالف ہو گئے تھے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان ملکوں میں ان کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر اور کسری نہیں ہوگا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا پھر شام میں کوئی قیصر نہیں ہوا اور عراق میں کوئی کسری نہیں ہوا قیصر کا لغوی معنی ہے: کاٹنا اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی ماں وضع حمل سے پہلے مر گئی تھی تو اس کو ماں کا پیٹ کاٹ کر نکالا گیا تھا اور قیصر اس پر فخر کرتا تھا کہ اس کی پیدائش فرج کے راستہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کو پیٹ سے نکالا گیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

سید قاسم محمود لکھتے ہیں:

ہر قل شاہان روم کا لقب تھا نیز زمانہ قدیم میں اس کا ایک معبد بھی تھا اس کے ایک بادشاہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک خط لکھا تھا کہ اسلام لے آئے یہ اسلام کو دل سے چاہتا تھا مگر عیسائی پادریوں نے ایسا کرنے سے باز رکھا ہر قلہ کا شہر اس نے آباد کیا تھا۔ جنگ تبوک و یرموک اسی سے لڑی گئیں یرموک میں شکست کھا کر یہ انطاکیہ چھوڑ گیا اس نے اپنے ملک میں ستر رائج کیے تھے جن کے ایک طرف اس کی مورت تھی اور دوسری طرف کوئی عبارت تھی۔ جب خسرو پرویز نے عیسائیوں سے سلطنت شام چھین لی تو یہ فوراً ان کی مدد کو پہنچا اور حکومت چھین کر انہیں واپس کر دی۔ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۱۳۲۹ شاہ کاربک فاؤنڈیشن کراچی)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

اس حدیث میں حضرت دحیہ کلبی کا بھی نام آیا ہے ان کے متعلق حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: وحید بن خلیفہ بن فروہ بن زید بن امرء القیس الخزرجی۔ یہ مشہور صحابی ہیں بدر میں حاضر نہ ہو سکے ان کا پہلا مشددہ الخندق ہے اور ایک قول ہے کہ احد ہے یہ بہت حسین تھے حسن میں ان کی مثال دی جاتی تھی حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ان کی صورت میں نازل ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جبریل میرے پاس وحید کلبی کی صورت میں آتے تھے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۰) حضرت وحید کلبی نبی ﷺ کا مکتوب لے کر قیصر کے پاس گئے تھے اور ۶۷ھ یا ۷۷ھ کے اوّل میں حمص میں اس سے ملے تھے۔ امام ترمذی نے حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت وحید نے نبی ﷺ کو دو موزے بدیہ کیے تھے جن کو آپ نے پہنا تھا۔ "سنن ابو داؤد" میں حضرت وحید سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں کچھ قبلی کنیزیں پیش کی گئی تھیں آپ نے ان میں سے ایک خیر گئے و طاقی تھی۔

امام احمد نے حضرت وحید سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک گدھے کو گھوڑی پر نہ چڑھاؤں؟ اس سے ایک خچر پیدا ہوا جس پر آپ سواری کریں؟ آپ نے فرمایا: ایسا کام وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم ہوں۔

(سنن ابو داؤد: ۲۵۶۵، مسند احمد ج ۱ ص ۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۴۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۹۸)

حضرت وحید جنگ یرموک میں گئے تھے؛ شق میں بھی رہے ہیں اور حضرت معاویہ کی خلافت تک زندہ رہے ہیں۔

(۱۱۱ ص ۲ ص ۲۲۳-۲۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

ابو بکبشہ کا تعارف

اس حدیث میں ہے کہ جب ابوسفیان اور ان کے دیگر ساتھیوں کو برقل کے دربار سے نکال دیا گیا تو ابوسفیان نے کہا کہ ابو بکبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا اس سے سفید فاق قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔

ابو بکبشہ خزاعہ کا شخص تھا جو شمری قوم کے ستارے کی عبادت کرتا تھا اس کا نام و جز بن غالب تھا ابو الحسن البحر جانی نے کہا ہے کہ قریش نبی ﷺ سے عداوت کی وجہ سے آپ کے نسب معروف کے بجائے آپ کی نسبت ابو بکبشہ کی طرف کرتے تھے یا اس وجہ سے کہ جس طرح ابو بکبشہ بت پرستی کے بجائے ستارہ پرست تھے اسی طرح آپ بھی بت پرستی کے بجائے توحید پرست تھے یا اس وجہ سے کہ آپ کے نانا ابو بکبشہ تھے کیونکہ وہب بن عبد مناف بن زہرہ جو سیدہ آمنہ کے دادا تھے ان کی کنیت ابو بکبشہ تھی اسی طرح عمرو بن زید بن اسد البنی ری جو عبد المطلب کی ماں سلمیٰ کے باپ تھے وہ ابو بکبشہ کہلاتے تھے اس وجہ سے وہ آپ کو ابو بکبشہ کا بیٹا کہتے تھے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۱۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کلیسا کا نظام پاپائیت

اس حدیث میں یہ آگیا ہے کہ حرقل نے ابن الناطور کو پادریوں کا سردار بنادیا تھا اس کی مکمل وضاحت کے لیے کلیسا کے نظام

پاپائیت اور پوپ کے منصب کو سمجھنا ضروری ہے جس کو ہم تفصیل سے بیان کر رہے ہیں:

پاپائیت: یورپ کے زیر نظام پوپ کا طریق کار پوپ کی حکومت جب قسطنطین اعظم نے عیسائیت کو روم کا سرکاری مذہب قرار دیا تو رومی حکومت مقدس حکومت بن گئی اور کلیسا کا انتظام پانچ پادریوں (پیٹری آرچ) کے ہاتھ میں آ گیا جنہیں پوپ کہا گیا۔ مغرب میں روم اور شرق میں قسطنطنیہ (استنبول) کا پوپ اہم تھے۔ ان کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع تر ہو گئی تو ۱۰۵۴ء میں دونوں کلیسا سے الگ ہو گئے۔ مغرب میں رومن کیتھولک اور شرق میں یونانی کلیسا دو الگ اداروں کی حیثیت سے وجود میں آئے۔

پوپ گریگوری اول (۵۴۰ء تا ۶۰۹ء) نے رومی کلیسا کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے بعد پاپائی نظام کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔ پورا یورپ پوپ کے دائرہ کار میں آ گیا اور اسے دینی و دنیاوی امور میں غیر محدود اختیارات حاصل ہوئے۔ اس کی نافرمانی ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ اس کا ہر لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایونو فی رانگیم لکھتا ہے کہ پاپائیت کلیسا پر دینی طور پر پیمانی ہوئی تھی اور سیاست پر جاگیرداروں کا قبضہ تھا، دونوں آزادی اور حریت کے جانی دشمن تھے ظاہر دونوں میں زبردست مشابہت تھی، عوام کی کوئی حیثیت نہ تھی ان کے سروں پر مذہبی عہدیداروں کا ایک لمبا سلسلہ مسط تھا جو مطلقاً استغناء سے مرپوپ تک جا پہنچتا تھا۔ پوپ خود کو پطرس کا جانشین اور حضرت عیسیٰ کا نائب کہتا تھا اس کا اقتدار ربانی تسلیم کیا جاتا ہے۔

پاپائیت کے مظالم کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے پوپ کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ پوپ نے تو مذہبی نہیں، سیکولر سے کار کیا اور تعلیم یافتہ طبقے نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا جن کا مطالعہ پوپ نے ممنوع قرار دے رکھا تھا۔ پوپ نے انہیں باغی قرار دے کر انہیں دردناک سزائیں دیں۔ اس سے کلیسا کے خلاف نفرت اور بھی بڑھ گئی۔

سب سے زیادہ مخالفت پوپ لوی ویم کے جاری کردہ معافی ناموں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں ہوئی۔ لوی ویم ایک عالیشان گرجا بنانا چاہتا تھا جس کے لیے زرِ خطیر کی ضرورت تھی اس رقم کے جمع کرنے کے لیے اس نے معافی ناموں کی فروخت کا طریقہ رائج کیا۔ ان معافی ناموں کو نہ صرف پادری فروخت کرتے تھے بلکہ تاجروں نے باقاعدہ طور پر ان کی دکانیں قائم کر رکھی تھیں۔ گناہوں کے زرخزانے بھی مقرر تھے۔ مختلف گناہوں کی معافی کے لیے الگ الگ قیمتیں مقرر تھیں مثلاً، غلط طمس کے لیے ۲۰ شلنگ، عدالت میں جھوٹی گواہی کے لیے ۹ شلنگ، چوری ۱۲ شلنگ، عصمت دری کرنے پر ۹ شلنگ، زنا اور قتل پر ۲۰ شلنگ، ہندی رکھنے پر ۲۰/۱۰ شلنگ۔

معافی نامے میں جو عبارت درج ہوئی تھی وہ بڑی دلچسپ ہے ان میں لکھا ہوتا تھا:

”تم پر خداوند یسوع مسیح کی رحمت ہو اور وہ اپنے مقدس رحم سے تمہیں آزاد کرے۔ میں اس دن اور اس کے با برمت شاہراہ پطرس پولوس اور مقدس پوپ کی اس سند کی زد سے جو انہوں نے مجھے عطا فرمائی ہے تمہیں آزاد کرتا ہوں اور سب سے پہلے کلیسا کی تمام ملامتوں سے خواہ وہ کسی شکل میں ہوں پھر تمہارے ہر ایک گناہ حدود شکنی اور زیادتی سے خواہ وہ کیسے ہی مہیب اور شدید کیوں نہ ہوں تم سے وہ سزا اٹھالیتا ہوں جو تمہیں تمہارے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں ملنے والی تھی تاکہ تم جب مرد تو جہنم سے روزے تم پر بند ہوں اور جنت کی راہیں کشادہ ہوں باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر۔“

پاپائیت کی زد سے پادری تمام عمر کنوارے رہتے ہیں انہیں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی آج بھی رومن کیتھولک چرچ میں یہی رسم جاری ہے۔

پاپائیت کا خاتمہ کرنے کے لیے جہاں سیاست دانوں اور اہل علم نے بے انتہا کوششیں کیں وہاں خواہ اہل مذہب جی مخالفت پر اتر آئے۔ کلیسا کے اقتدار کو ختم کرنے کے لیے کئی مسلحین میدان میں آئے۔ ان میں بارہویں صدی کا پاپا ولفگوینگ سڈی کے جان نولر اور جان وائی کلف اور سولہویں صدی کا مارٹن لوتھر قابل ذکر ہیں۔ مارٹن لوتھر ان سب میں نمایاں اور امتیازی حیثیت ہ مالک ہے ۱۵۱۱ء میں وہ روم گیا اور اس نے پوپ کی زندگی کا مطالعہ بہت قریب سے کیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ پوپ روحانی قوت کا مالک نہیں چنانچہ واپس آنے پر اس نے پوپ کی زبردست مخالفت شروع کر دی۔ ۱۵۱۷ء میں اس نے پوپ کے معافی نامے دینے کے اختیار پر شدید نکتہ چینی کی۔ ۱۵۱۸ء تک پورا یورپ لوتھر کے خیالات سے واقف ہو چکا تھا۔ اس سے ایک تہلکہ مچ گیا پاپائیت کے

حامیوں نے لوتھر کو قید کر دیا، رہائی کے بعد اس نے رہبانیت ترک کر کے شادی کر لی اور اس طرح جرمنی میں ایک نیا کلیسا پروٹسٹنٹ وجود میں آ گیا جو پاپائیت اور رومن کیتھولک کا زبردست مخالف تھا۔

عوام تو پہلے ہی پاپائیت سے نالاں تھے چنانچہ بہت جلد رومن کیتھولک کی جڑیں اکھڑنے لگیں جسے دیکھتے ہوئے اس فرقے میں بھی اصلاح کی کوششیں کی جانے لگیں نتیجہ پاپائیت کمزور پڑتی چلی گئی۔

لوتھر کے بعد دیگر مصلحین میں سوئزر لینڈ کے ہل رچ زونگی اور فرانس کے جان کالون کا تذکرہ ضروری ہے۔ کالون کے عقائد نے تو انسانی اختیار کو بالکل ختم کر دیا اس کا کلیسا ”اصلاح یافتہ“ کہلاتا ہے۔ اسی طرح سکاٹ لینڈ اور انگلستان میں بھی اصلاح و ترمیم کی بہت سی کوششیں ہوئیں جس سے بہت سے کلیسا وجود میں آئے۔ جن کی وجہ سے عیسائیت میں قدیم پاپائی نظام تقریباً مفلوج ہو کر رہ گیا۔ پادری: فادر باپ بڑا بزرگ عیسائیوں کا مذہبی پیشوا کلیسائی نظام میں بشپ کا ماتحت ہوتا ہے۔ اس کے فرائض میں عبادات، انجیل مقدس کی تبلیغ اور مذہبی رسومات کی ادائیگی شامل ہوتی ہے وہ دیگر سماجی تقاریب میں کلیسا کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوتا ہے۔ رومن کیتھولک کلیسا میں پادری عمر بھر کنوارا رہتا ہے اس کے لیے شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی جب کہ مشرقی کلیسا میں پادری پر شادی لازمی ہوتی ہے لیکن آرتھوڈکس اور قدامت پسند کلیساؤں میں پادری رنڈا ہونے پر دوسری شادی نہیں کر سکتا۔

(اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۴۲۲-۴۲۱ طبع کراچی)

کلیسا میں پوپ کا منصب

پوپ: لاطینی لفظ ہے جس کے معنی باپ کے ہیں۔ چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں پوپ کا خطاب کسی بھی پادری کے لیے استعمال کر لیا جاتا تھا لیکن بعد ازاں یہ لقب روم کے بشپ کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ اہل برطانیہ میں عیسائیت کی ترویج کے فرائض روم کے عیسائی پادریوں نے سرانجام دیئے تھے چنانچہ جوں جوں برطانیہ میں عیسائیت کو غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ ایسے ہی ان پادریوں کو بھی عوام میں مقبولیت حاصل ہوتی چلی گئی اور ان کا تقدس بڑھتا چلا گیا۔ پاپائے روم اہل برطانیہ کا سب سے بڑا روحانی پیشوا بن گیا اور جب روم میں کلیسا نے سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تو برطانیہ میں بھی پاپائے اعظم کی دھاک بیٹھ گئی۔

قرون وسطیٰ میں ایک دور وہ بھی آیا کہ پوپ کی قوت بادشاہوں سے بھی زیادہ ہو گئی۔

ایک طرف تو سیاسی قوت تھی اور دوسری طرف مذہبی اثر اور دولت ان چیزوں نے کلیسا کو وقت کا اہم ترین ادارہ بنا دیا اور ہر شخص نہ صرف کلیسا کا محتاج اور اسی کے رحم و کرم پر تھا بلکہ شاہی دربار کے احکام و قوانین میں بھی کلیسا ہی کی وساطت سے طے پاتے تھے نیز جب بہت سی وحشی اقوام مثلاً گوتھ، ہنس، گال، فرینک وغیرہ نے رومی پوپ کے ذریعے عیسائیت قبول کی تو اس سے پوپ کی قوت میں خاصہ اضافہ ہوا۔ پورا یورپ پوپ کے زیر اثر آ گیا۔ دینی اور دنیوی طاقت کا منبع پوپ ہی کی ذات تھی۔ اس لیے اسے غیر محدود اختیارات حاصل ہو گئے اس کی نافرمانی کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ پوپ کی ہر بات قانون کی حیثیت رکھتی تھی اور جو اس کی حکم عدولی کرتا تھا اسے سخت سزائیں دی جاتی تھیں لیکن پوپ نے اس قوت دولت اور اثر کا زیادہ بہتر استعمال نہ کیا وہ حضرت مسیح کی سادہ اور بے تکلف زندگی چھوڑ کر عیش و عشرت میں گھر گئے۔ دولت حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے ذرائع اختیار کیے یہاں تک کہ پوپ نے جنت کے سرٹیفکیٹ بیچنے شروع کر دیئے۔

پوپ کی قوت کا استعمال صرف یہ رہ گیا کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائیں اور ان اختلافات میں اس درجہ بڑھ گئے کہ معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کو موت کی سزا دے دی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لیے خاص عدالتیں قائم کی گئیں جنہیں احتسابی

عدالت کہا جاتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۳۸۱ء سے ۱۸۰۸ء تک ان عدالتوں نے تقریباً تین لاکھ چالیس ہزار افراد کو مختلف سزائیں دیں۔ ان میں صرف ۲۲ ہزار وہ تھے جنہیں دہکتی آگ میں ڈالا گیا۔ جن لوگوں کو سزائیں دی گئیں ان میں گلیلو جیسے بہ سائنسدان بھی شامل تھے۔

عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے تو ان میں پوپ کے خلاف نفرت نے جنم لیا اور ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے پوپ کے اقتدار کو ختم کرنے کی تحریکیں چلائیں۔ ان لوگوں میں پیٹر والدو جان ٹولز مارٹن لو تھر جیسے افراد تھے جنہوں نے عوام و پوپ کے اقتدار سے نجات دلائی۔ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۴۴۳ شاہکار بک فاؤنڈیشن، طبع کراچی)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ”بطارقة“ کا لفظ ہے ”بطریق“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: بادشاہ کی حکومت کے خاص ارکان اور ”دسکرة“ کا لفظ ہے اس کا معنی محل ہے جس کے گرد مکان ہوں اور ”سقف“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رئیس یا بڑا پادری ”رومبہ“ کا معنی ہے: روم کا شہر ”الاریسین“ کا معنی ہے: تبعین ”صاحب اہلیاء“ کا معنی ہے: بیت المقدس کا گورنر ”دعاية الاسلام“ کا معنی ہے: اسلام کی دعوت۔

جب ہرقل کو نبی ﷺ کی نبوت کے صدق کا یقین ہو گیا تو پھر وہ اسلام کیوں نہیں لایا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہرقل ابوسفیان سے نبی ﷺ کے متعلق سوالات کر چکا تو اس نے کہا: اگر تم نے جو چھ بہاؤ وہ برحق ہے تو وہ نبی عنقریب اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جہاں میرے یہ دو قدم ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا اور اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس سے ملاقات کرنے کے لیے مشقت اٹھاتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں کو دھوتا۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہرقل کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یقین تھا کہ اگر اس نے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ اس کو تجربہ سے معلوم ہوا کیونکہ ضحاطر نے اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کیا تھا تو اس کو عیسائیوں نے قتل کر دیا اور امام طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ اس قصہ کو روایت کیا ہے پس قیصر نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ وہ برحق نبی ہیں لیکن میں اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اگر میں نے ایسا کیا تو میری حکومت جاتی رہے گی اور رومی مجھے قتل کر دیں گے اور امام ابن اسحاق کی ایک مرسل روایت میں ہے: ہرقل نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ رومی مجھے قتل کر دیں گے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں اس نبی کی پیروی کرتا تاہم اگر ہرقل عقل سے کام لیتا تو اسے معلوم ہوتا کہ نبی ﷺ نے اسے مکتوب میں فرمایا تھا: تم اسلام قبول کر لو تم سلامت رہو گے یعنی دنیا اور آخرت میں پس اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو اس کو وہ خطرات پیش نہ آتے جن سے وہ ڈر رہا تھا لیکن ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

ہرقل نے ایمان لانے پر اپنی حکومت کو ترجیح دی اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ ۸ھ میں غزوہ موتہ میں اس نے مسلمانوں سے جنگ کی اور یہ اس قصہ کے دو سال بعد کا واقعہ ہے اور ”مغازی ابن اسحاق“ میں ہے کہ جب مسلمان سرزمین شام میں گئے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ ہرقل ایک لاکھ مشرکین کے ساتھ ان کے مقابلہ پر آ رہا ہے اسی طرح امام ابن حبان نے اپنی ”صحیح“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے تبوک سے بھی اس کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام قبول کرنے کے قریب تھا لیکن اس نے اسلام قبول

نہیں کیا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے کفر پر مسلسل برقرار رہا تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دل میں اپنے ایمان کو چھپاتا ہو اور اپنی حکومت کو بچانے کے لیے اور قتل کیے جانے کے خوف سے یہ نافرمانیاں کرتا ہو۔ ”مسند احمد“ میں یہ حدیث ہے کہ اس نے تبوک سے نبی ﷺ کو یہ مکتوب بھیجا کہ میں مسلمان ہوں نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے اور ابو عبیدہ کی ”کتاب الاموال“ میں یہ روایت ہے: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا وہ مسلمان نہیں ہے اسی وجہ سے امام عبد البر نے یہ کہا ہے کہ اس نے تصدیق کا اظہار کیا لیکن اس پر قائم نہ رہا اور تصدیق کے تقاضے پر عمل نہیں کیا اور فانی چیزوں کو دائمی نعمتوں پر ترجیح دی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بڑے پادری ضغاطر کا قتل کیا جانا

یہ حدیث میں مذکور ہے کہ ہرقل کا ایک دوست رومیہ میں تھا جو علم میں اس کی نگرانی کرتا تھا ہرقل نے اس کو خط لکھ کر معلوم کیا کہ وہ خود کس رومانہ ہو گیا ابھی وہ تمہیں پہنچا تھا کہ اس کے پاس اس کے دوست کا خط آ گیا اس کی رائے بھی ہرقل کے موافق تھی کہ نبی ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے اور آپ برحق نبی ہیں۔

ہرقل نے اس دوست کا نام ضغاطر تھا اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

”حضرت وحید بیان کرتے ہیں کہ جب میں نبی ﷺ کا مکتوب لے کر ضغاطر کے پاس گیا تو اس نے کہا: یہی وہ نبی ہیں جن کا ہم بتی کر رہے تھے اور جن کی ہمیں حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی سو میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی اتباع کروں گا“ قیصر نے اس سے کہا: لیکن اگر میں نے ایسا کیا تو میری حکومت جاتی رہے گی اور یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اس قصہ کے آخر میں ہے کہ مجھ سے بڑے پادری (ضغاطر) نے کہا: یہ مکتوب لے کر اپنے پیغمبر کے پاس چلے جاؤ اور ان پر میرا سلام پڑھنا اور انہیں یہ خبر دینا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں میں ان پر ایمان لے آیا اور میں نے ان کی تصدیق کر دی اور بے شک عیسائی میرا انکار کریں گے پھر وہ ان کی طرف گیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ امام ابن احق کی روایت میں اس طرح ہے کہ ہرقل نے حضرت وحید کو ضغاطر رومی کی طرف بھیجا اور ضغاطر نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور اس کے ”پر پہلے جو لباس تھا اس کو اتار دیا اور سفید لباس پہن لیا اور رومیوں کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے اس کو مارا پیٹا اور قتل کر دیا اور جب حضرت وحید دوبارہ ہرقل کے پاس گئے تو اس نے کہا: میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ مجھے رومیوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے لیکن اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت وحید ہرقل کے پاس اس مکتوب کو لے کر حدیبیہ کے سال نہیں گئے تھے وہ اس کے پاس مکتوب لے کر غزوہ تبوک میں گئے تھے ہو سکتا ہے کہ ضغاطر کے متعلق دو قصے ہوں ایک قصہ وہ ہے جس کا ”صحیح بخاری“ میں ذکر ہے جس میں ابن الناطور نے بیان کیا ہے کہ اس کی رائے ہرقل کے موافق تھی اس میں اس کے اسلام لانے کا ذکر ہے نہ اس کے قتل کیے جانے کا اور وہ واقعہ وہ ہے جس کا امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ضغاطر کے پاس حضرت وحید گئے وہ اسلام لے آیا اور اس کو قتل

کر دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۰-۵۱۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

ہرقل کے اسلام لانے پر اس کو دگنا اجر کیوں دیا جائے گا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہرقل نے نبی ﷺ کا مکتوب منگوا یا اس میں لکھا تھا: بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرو تم سلامت رہو گے اللہ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا۔

ہرقل کو دگنا اجر کی اس لیے بشارت دی کہ وہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا پھر سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ

نبیوں پر ایمان لانے کی وجہ سے اسے دگنا اجر ملے گا اور یہ اس آیت کے موافق ہے:

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ. (التقصص: ۵۴)

ان لوگوں کو ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا۔

دگنے اجر کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر قتل کا اسلام لانا اس کے قبیعین کے اسلام لانے کا بھی سبب ہو گا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (النجم: ۲۹)

انسان کو صرف اسی کی سعی اور کوشش کا اجر ملتا ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اظہار ہے اور جس آیت میں دگنے اجر کا ذکر ہے وہ اس کا فضل ہے۔

اس کی توجیہ کہ ہر قتل کے قبیعین کے اسلام نہ قبول کرنے کا گناہ ہر قتل کو کیوں ہو گا؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو تمہارے قبیعین کے اسلام نہ لانے کا بھی گناہ تم پر ہو گا حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ. (بنی اسرائیل: ۱۵)

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں

اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قتل کا گناہ یہ تھا کہ وہ اپنے قبیعین کی گمراہی کا سبب بنا کیونکہ وہ لوگ اس کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے اسلام نہیں لائے لہذا اس اعتبار سے قبیعین کا گناہ درحقیقت ہر قتل ہی کا گناہ ہے اور وہ اپنے ہی گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

اس اعتراض کا جواب کہ ہر قتل کے نام مکتوب میں جو آیت لکھی گئی تھی وہ اس مکتوب کو بھیجنے کے تین سال بعد نازل ہوئی تھی

اس سلسلہ میں تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس مکتوب میں جو آیت لکھی تھی: ”يَا هَذِهِ الْكِتَابُ نَعَاوَا إِلَىٰ كَيْبَتِهِ“ (سورہ ن: ۶۴) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تھا اور آپ کے پاس وفد آنے کا قصہ ۹ھ کا ہے اور ابوسفیان جو ہر قتل کے دربار میں گئے تھے یہ ۶ھ کا واقعہ ہے لہذا اس مکتوب میں وہ آیت کیسے لکھی گئی جو تین سال بعد نازل ہوئی تھی؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کے نزول سے پہلے ہی اس کو مکہ یا مدینہ اور بعد میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کے لکھے ہوئے کے موافق تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت ۱۰ بار نازل ہوئی ہو لیکن یہ بعید ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

(میں کہتا ہوں کہ اس میں ابن عربی کے اس قول کی تائید ہے کہ قرآن مجید کے مکمل نزول سے پہلے آپ کو اس کا اجماعی علم تھا۔ سعیدی غفرلہ)

”یہ ہر قتل کا آخری امر تھا“ آیا اس سے مراد اس کی زندگی کا آخری واقعہ ہے یا دعوت ایمان کے سلسلہ میں آخری بات؟

اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے: جب ہر قتل عیسائی سرداروں کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو اس نے ان سے کہا: میں نے جو ابھی تجویز پیش کی تھی اس سے میں دین میں تمہاری شدت کو آزار پہنچاؤں گا سو مجھے معلوم ہو گیا پھر ان سب سرداروں نے ہر قتل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے اور یہ ہر قتل کا آخری امر تھا۔ اس کی شرح میں حافظ عسقلانی لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر قتل کے ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ آخری بات یا آخری واقعہ تھا اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہر قتل کے

واقعات کے سلسلہ میں یہ آخری واقعہ تھا کیونکہ اس کے بعد ہرقل نے موتہ میں اور تبوک میں مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی اور نبی ﷺ نے اس کو دوبارہ مکتوب بھیجا تھا اور امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ہرقل نے جب شام سے قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے رومی سرداروں پر چند امور پیش کیے کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دیں اور یا نبی ﷺ سے صلح کر لیں اور آپ ان کو عادت اور معمول سے کم چیز پر باقی رکھیں لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا پھر وہ شام سے روانہ ہو گیا اور اس نے اہل شام کو الوداعی سلام کیا اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا اس میں مورخین کا اختلاف ہے کہ آیا یہ وہی ہرقل ہے جس سے مسلمانوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں جنگ کی تھی یا وہ اس کا بیٹا تھا۔

جب کہ اکثر لوگوں کے نزدیک ہرقل کے ایمان کا معاملہ غیر واضح تھا اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جان کے خوف سے ایمان لانے کی تصریح نہ کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک شک میں رہا حتیٰ کہ کفر پر مر گیا۔

حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عسقلانی کی بیان کردہ مناسبت

امام بخاری نے اس باب کو ”انما الاعمال بالنیات“ کی حدیث سے شروع کیا تھا اور ہرقل کے آخری معاملہ پر ختم کیا ہے گویا کہ امام بخاری نے کہا کہ اگر ایمان لانے کے لیے اس کی نیت صادق تھی تو وہ کامیاب ہے ورنہ وہ ناکام اور نامراد ہے اور یوں اس حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہو گئی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۱-۵۲۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عینی کی بیان کردہ مناسبت

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی عنوان باب سے موافقت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایسے متعدد جملے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر وحی کی جاتی ہے اس کو کیسی صفات کا حامل ہونا چاہیے مثلاً یہ کہ اس کا نسب اپنی قوم میں سب سے افضل ہو اس قوم میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا ہو اس نے اس سے پہلے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اور اس کے متبعین کبھی اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے نہ پھریں اور یہ ”بدء الوحي“ کے ساتھ واضح مناسبت ہے نیز ہرقل کو جو مکتوب بھیجا گیا تھا اس میں جو آیت مذکور ہے اور اس باب کے شروع میں جو آیت مذکور ہے دونوں میں یہ چیز مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء ﷺ پر دین کو قائم کرنے اور کلمہ توحید کا اعلان کرنے کے لیے وحی نازل فرماتا رہا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ عینی کی مناسبتوں کے درمیان محاکمہ اور مصنف کی بیان کردہ مناسبت

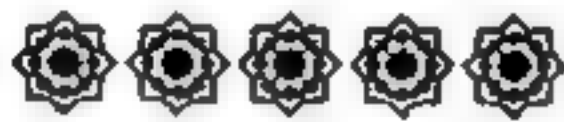
میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور حافظ عینی دونوں نے بہت عمدہ مناسبت بیان کی ہے لیکن حافظ عسقلانی کی مناسبت باب کی پہلی حدیث کے ساتھ ہے اور حافظ عینی کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ ہے اور مطلوب یہی ہوتا ہے کہ باب کی حدیث کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ بیان کی جائے سو اس اعتبار سے حافظ عینی کی شرح حافظ عسقلانی کی شرح پر فائق ہے۔

علامہ عینی نے حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ جو مناسبت بیان کی ہے وہ عمدہ مناسبت ہے لیکن اتنی عمدہ بھی نہیں ہے کیونکہ علامہ عینی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جن پر وحی کی جاتی ہے ان کی کیسی صفات ہونی چاہئیں گویا اس حدیث کی وحی کے ساتھ مناسبت ہے لیکن اس کے باب کا عنوان صرف وحی نہیں ہے بلکہ ”بدء الوحي“ ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ”بدء“ کا معنی ظہور اور غلبہ ہے اور اس حدیث میں نبی ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسفیان نے کہا جب ہرقل نے کہا جو کہا اور وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس بہت شور ہو گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے (یعنی نبی ﷺ) کا معاملہ بہت

عظیم ہو گیا اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا سو حدیث کے ان جملوں میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ نبی ﷺ کا غلبہ وحی کی جہت سے تھا سو میرے نزدیک اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ موافقت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے اور اس کے باب کا عنوان بھی ”بدء الوحی“ ہے یعنی وحی کا ظہور اور غلبہ اور یہ وہ نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف میرے دل میں اتمام کیا ہے اور تمام شارحین میں صرف مجھ پر اللہ کی یہ نعمت ہے جس کو میں نے ”نعمۃ الباری“ میں درج کیا ہے واللہ الحمد۔

حدیث مذکور کی زہری سے دو روایتیں اور ان کی تفصیل

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے زہری سے روایت کیا ہے۔ اس عبارت سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابوالیمان کی جو روایت زہری سے ہے وہ ابوسفیان کے اس قول تک ہے: حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اس کے بعد جو ابن الناطور کا قصہ آخر حدیث تک ہے وہ ابوالیمان کی روایت سے نہیں ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو ابوالیمان کی سند سے ”کتاب الجہاد“ اور ”کتاب التفسیر“ میں رقم: ۲۹۴۱ اور رقم: ۳۵۵۳ میں ابوسفیان کے اس قول تک روایت کیا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اور اس کے بعد ابن الناطور کا قصہ بیان نہیں کیا اب امام بخاری یہ بیان کر رہے ہیں کہ ابن الناطور کا یہ قصہ از صالح بن کیسان از یونس از معمر از زہری ہے خلاصہ یہ ہے کہ زہری سے دو روایتیں ہیں ایک روایت ابوالیمان نے کی ہے جو ابوسفیان کے قول مذکور تک ہے اور دوسری روایت صالح بن کیسان نے کی ہے جس میں ابن الناطور کا قصہ آخر حدیث تک ہے۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۔ کتابُ الْإِيمَانِ ایمان کا بیان

اس سے پہلے امام بخاری نے یہ باب ذکر کیا تھا: ”باب کیف كان بدء الوحي“ یعنی وحی کی ابتداء کیسے ہوئی یا وحی کا ظہور اور غلبہ کیسے ہوا یہ امام بخاری کی ”الجامع الصحیح“ کے مقدمہ کے قائم مقام تھا اسی لیے امام بخاری نے کتاب سے ابتداء نہیں کی بلکہ باب سے ابتداء کی پھر اپنی ”الجامع الصحیح“ میں مختلف کتب ذکر کیں مثلاً کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الطہارات، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم اور کتاب البیوع وغیرہ کتاب الایمان کو باقی کتب پر مقدم کیا کیونکہ تمام احکام شرعیہ کے قبول: دین کا مدار ایمان پر ہے اور ایمان تمام اعمال کی شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے اس کے بعد ”کتاب العلم“ کو ذکر کیا کیونکہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہے اور علم سے ہی احکام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں اس کے بعد ”کتاب الصلوٰۃ“ کو ذکر کیا کیونکہ ایمان لانے کے بعد جو عبادت سب سے پہلے فرض ہوتی ہے وہ نماز ہے قرآن مجید میں ہے:

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ.

جو لوگ غیب کی خبروں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔

سو ایمان کے بعد نماز کا مرتبہ ہے اور چونکہ نماز کی ادائیگی طہارت پر موقوف ہے اس لیے ”کتاب الایمان“ کے بعد پہلے کتاب الطہارات کا ذکر کیا اور اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ کا ذکر کیا اور قرآن مجید میں بہت جگہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اس لیے کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ کا ذکر کیا اور نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور حج بدنی عبادت اور مالی عبادت کا مجموعہ ہے اس لیے کتاب الزکوٰۃ کے بعد کتاب الحج کا ذکر کیا اور اس کے بعد روزہ کا ذکر کیا اور کتاب الصوم درج کی کیونکہ احادیث میں ان چار عبادتوں کے ساتھ روزہ کا ذکر ہے اور ان چار عبادتوں کو مقدم کیا کیونکہ یہ چار عبادت وجودی ہیں اور روزہ عدلی ہے اور وجودی کو عدلی پر شرف ہوتا ہے۔ عبادت کے بعد معاملات شروع کیے اور کتاب البیوع اور کتاب الاجارہ وغیرہ کو ذکر کیا۔

پھر ہر کتاب کے تحت کئی اور کتب کو ذکر کیا جیسے کتاب الطہارات میں کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحيض اور کتاب التيمم کو ذکر کیا اور کتاب الصلوٰۃ میں کتاب مواقيت الصلوٰۃ، کتاب الاذان، کتاب الجمعة، کتاب صلوٰۃ الخوف، کتاب العیدین، کتاب الوتر، کتاب الاستسقاء، کتاب الکسوف، کتاب سجود القرآن، کتاب تقصیر الصلوٰۃ، کتاب التمجید، کتاب السہو اور کتاب الجنائز کو ذکر کیا اسی طرح باقی کتب بھی کئی کئی پر مشتمل ہیں اور وہ ضمنی کتب دراصل ابواب کے حکم میں ہیں۔

ایمان کا لغوی معنی

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

ایمان کا معنی تصدیق ہے علامہ زنجیزی نے "الاساس" میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور اقویٰ وغیرہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں اور علامہ زنجیزی نے "کشاف" میں کہا ہے: جس پر کوئی شخص ایمان لایا اس نے اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ کر دیا اور ایمان کا معنی ہے: اذعان یعنی ماننا اور قبول کرنا اور یہ اعتراف کے معنی کو متضمن ہے الا زہری نے کہا ہے: ایمان کی اصل سے امانت کے صدق میں داخل ہونا جس طرح اس نے زبان سے تصدیق کی ہے اسی طرح دل سے بھی تصدیق کی تو وہ مومن ہے اور جس نے دل سے تصدیق نہیں کی وہ اس امانت کو ادا کرنے والا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رکھی تھی وہ منافق ہے نہ جانے کہا: ایمان کا معنی شریعت کو اور نبی ﷺ اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کو قبول کرنا ہے اس کا اعتقاد رکھنا ہے اور دل سے اس کی تصدیق کرنا ہے امام راغب اصفہانی نے کہا: کبھی ایمان کا اطلاق اس شریعت پر کیا جاتا ہے جس کو نبی ﷺ لے کر آئے اور کبھی حق کے ماننے اور قبول کرنے کو ایمان کہا جاتا ہے اور ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے: تصدیق بالقلب اقرار باللسان اور عمل بالارکان اور ان میں سے ہر ایک کو بھی ایمان کہا جاتا ہے۔ (تاج العربی شرح القاموس ج ۹ ص ۱۳۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایمان کا شرعی معنی

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر قفازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی اس چیز میں تصدیق کرنا جس کے متعلق بہ اہل علم ہو کہ اس کو آپ لے کر آئے ہیں اور اس کا دین ہونا مشہور ہو یعنی بغیر غور و فکر اور دلیل کے اس کا علم ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا پانچ نمازوں کا فرض ہونا اور شراب کا حرام ہونا جو چیز اجماعی ہو اس کا اجماعی ملاحظہ کافی ہے اور جو چیز تفصیلی ہو اس کا تفصیلی ملاحظہ ضروری ہے حتیٰ کہ اگر اس سے نماز کی فرضیت کا سوال کیا جائے اور وہ اس کی تصدیق نہ کرے یا اس سے شراب کے حرام ہونے کا سوال کیا جائے اور وہ اس کی تصدیق نہ کرے تو وہ کافر ہوگا ایمان کی یہ تعریف مشہور ہے اور جمہور علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ (شرح القاموس ج ۵ ص ۷۷ استشارات الرضی امیرن ۱۳۰۹ھ)

ایمان کی تعریف میں فقہاء اسلام کے مشہور مذاہب

اہل قبلہ کے ایمان کی تعریف میں حسب ذیل مذاہب ہیں:

- (۱) اکثر محققین اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اقرار اسلامی احکام کے اجراء کے لیے شرط ہے اور نیک اعمال کا کرنا درجات میں بلندی کا سبب ہے۔
- (۲) خوارج کا مذہب ہے: تصدیق اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور نیک عمل کے ترک کرنے یا نافرمانی کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔
- (۳) معتزلہ کا مذہب ہے: تصدیق اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے کیونکہ جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے لیکن وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ اس نے تکذیب نہیں کی۔
- (۴) ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب ہے: تصدیق اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکلتا ہے نہ کفر میں داخل ہوتا ہے بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔
- (۵) مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد انسان کے لیے نیک عمل کرنا ضروری نہیں اور نہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اسے

کسی عذاب کا خطرہ ہے۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۱۷۹-۱۷۸ 'مہذباً مرتباً' منشورات الرضی ۱۳۰۹ھ)

ہم نے یہاں پر ایمان میں صرف وہ مذاہب ذکر کیے ہیں جن پر "صحیح البخاری" کی احادیث کا سمجھنا موقوف ہے ائمہ ثلاثہ اور محدثین جن آیات اور احادیث سے ایمان میں کمی اور زیادتی پر استدلال کرتے ہیں وہ ہم احناف کے نزدیک ایمان کامل پر محمول ہیں اور ہمارے نزدیک ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اس لیے ایمان کامل میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے ہمارے نزدیک نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں وہ صرف تصدیق کا نام ہے اور اس کا ائمہ ثلاثہ اور محدثین بھی انکار نہیں کرتے۔

شرح صحیح مسلم میں ایمان کے مذاہب کے عنوانات

ہم نے "شرح صحیح مسلم" میں ایمان کی بہت زیادہ تفصیل بیان کی ہے اس میں ایمان کے مباحث کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

۱ ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق ۲ ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق ۳ نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان ۴ مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے ۵ ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد ۶ ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد ۷ ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد ۸ ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد ۹ ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات ۱۰ ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات ۱۱ ایمان کی تعریف میں مرجہ کے دلائل کے جوابات ۱۲ ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ ۱۳ آیا اسلام اور ایمان مغائر ہیں یا متحد؟ ۱۴ مومن اور مسلمان کی تعریف

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۰-۲۷۱ فرید بک سنال لاہور الطبع ثانی عشر ۱۳۲۵ھ)

* اس جگہ پر ایک بحث یہ بھی ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ کہنا جائز ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ کہنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں یقیناً مومن ہوں کیونکہ جس چیز کے ہونے میں شک ہو اس کے متعلق ان شاء اللہ کہا جاتا ہے اگر وہ کہے گا: میں ان شاء اللہ مومن ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو اپنے ایمان میں شک ہے اور شک کے ساتھ وہ مومن نہیں ہو سکتا تاہم انسان کو اپنے خاتمہ کے متعلق کچھ علم نہیں ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں اس لیے وہ اپنے خاتمہ کے اعتبار سے کہہ سکتا ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں یعنی ان شاء اللہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

(اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھئے: جہان القرآن ج ۲ ص ۵۵۳-۵۵۱ الاندلس: ۱-۴)

اس تمہید کے بعد اب ہم امام بخاری کے عنوان کا ذکر کر کے اس کی شرح کرتے ہیں:

۱۔ بَابُ الْإِيمَانِ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ

وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ

امام بخاری نے عنوان میں حدیث کا پہلا جملہ ذکر کیا ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے یہ مفصل حدیث نمبر ۸ میں آرہی ہے اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: ایمان قول اور فعل ہے اور وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے (۱۔ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب ہے) پھر امام بخاری نے اس مذہب پر حسب ذیل آیات سے استدلال فرمایا:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿لِيَزَادُوا إِيمَانًا مَعَ

إِيمَانِهِمْ﴾ (التح: ۴)

إِيمَانُهُمْ﴾ (التح: ۴)

﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ (الکہف: ۱۳)

﴿وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ (مریم: ۷۶)

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّاهُمْ

تَقْوَاهُمْ﴾ (محمد: ۱۷)

﴿وَيَزِدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا﴾ (المدثر: ۳۱)

﴿إِيَّاكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾ (التوبہ: ۱۲۴)

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا﴾

(آل عمران: ۱۷۳)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾

(الاحزاب: ۲۲)

اور ایک حدیث میں ہے:

وَالْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي الْإِيمَانِ.

اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا O (الکہف: ۱۳)

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر

دیتا ہے۔ (مریم: ۷۶)

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ

کر دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا O (محمد: ۱۷)

اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو جائے۔ (المدثر: ۳۱)

(منافقین نے کہا: اس سورت نے تم میں سے کس کے

ایمان کو زیادہ کر دیا؟ سو جو ایمان والے ہیں تو اس سورت نے ان

کے ایمان کو زیادہ کر دیا۔ (التوبہ: ۱۲۴)

اور اللہ عزوجل کا قول ہے: سو تم ان سے ڈرو پس اللہ نے

ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا۔ (آل عمران: ۱۷۳)

اور اللہ عزوجل کا قول ہے: اور اس نے صرف ان کے ایمان

اور ان کے مان لینے کو زیادہ کر دیا O (احزاب: ۲۲)

اور اللہ کی وجہ سے محبت رکھنا اور اللہ کی وجہ سے بغض رکھنا بھی

ایمان سے ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور ہدایت کو زیادہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور کئی اور زیادتی اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ہم احناف کے نزدیک بھی ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور اس میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے لہذا یہ آیات احناف کے خلاف نہیں ہیں تاہم مزید وضاحت کے لیے ہم مفسرین سے ان آیات کی تفسیر نقل کر کے پیش کر رہے ہیں:

امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لفتح: ۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا: "تا کہ ان کے ایمان کے ساتھ ایمان زیادہ ہو" امام ماتریدی نے فرمایا: اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی کتاب پر ان کا ایمان تمام رسولوں اور ان کی کتابوں پر ایمان کے ساتھ زیادہ ہو جائے جن کی وہ

پہلے تصدیق کر چکے تھے یہ توجیہ صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) پچھلی ساعتوں میں جو ان کا ایمان تھا اس کے ساتھ اس وقت لایا ہوا ایمان زیادہ ہو جائے۔

(۲ دیلات اہل السنۃ ج ۹ ص ۲۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ ان کو متعدد احکام کا مکلف فرماتا تھا اور وہ ان میں سے ہر حکم پر ایمان لاتے تھے اور اس کی تصدیق کرتے تھے مثلاً پہلے ان کو توحید کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے پھر ان کو اطاعت کرنے کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے پھر ان کو قتال اور حج کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے پس ان کے پہلے ایمان کے ساتھ یہ ایمان زیادہ ہو گیا۔

(۲) پہلے وہ اصول اور معتقدات پر ایمان لائے تھے پھر وہ فروع اور احکام شرعیہ پر ایمان لائے تو اصول پر ایمان کے ساتھ فروع پر ان کا ایمان زیادہ ہو گیا یعنی پہلے وہ اس پر ایمان لائے کہ اللہ واحد ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے آخری رسول ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان سے حساب لیا جائے گا اور ثواب اور عذاب کا مرحلہ ہو گا پھر اس پر ایمان لائے کہ نبی ﷺ نے جو بھی فرمایا وہ حق اور صواب ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو بھی حکم دیا اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۳) پہلے ان کا ایمان فطری تھا اس کے بعد وہ غور و فکر کر کے ایمان لائے تو یہ ایمان فطری پر زیادہ ایمان ہو گیا۔

الکلب: ۱۳ میں فرمایا: ”اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا“۔ اس کی تفسیر میں امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ فرماتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے: ہم نے ان کو ان کی ہدایت پر ثابت اور برقرار رکھا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر آن میں ان کو ایک نئی ہدایت حاصل ہو رہی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نئی شان کی ہدایت حاصل ہو رہی ہے۔

(۳۵ دیلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۱۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مریم: ۷۶ میں فرمایا: ”اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے“۔ اس کی تفسیر میں امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں:

اس کا معنی ہے: جب وہ ہدایت پالیں تو اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچان لیتے ہیں اور وہ ان کو اطاعت کی توفیق دیتا ہے جس وقت ان کی ہدایت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور وہ اس کو طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (۳۵ دیلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۲۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ ایمان ہدایت ہے اور ایمان میں اخلاص ہدایت میں زیادتی ہے اور اخلاص اسی وقت حاصل ہو گا جب ایمان حاصل ہو جائے گا پس جس نے ایمان کی ہدایت پائی اللہ تعالیٰ اس ہدایت میں اخلاص کو زیادہ کر دیتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۶۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

محمد: ۷۱ میں فرمایا: ”جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا“۔ امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کا معنی ہے: مؤمنین آپ کے ارشادات غور سے سنتے ہیں اور آپ سے زیادہ ہدایت طلب کرتے ہیں اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا مراد یہ ہے کہ ان کو وہ چیز عطا فرمائی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے سے بچتے ہیں یعنی ان کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے سے ڈرتے ہیں۔ (۳۵ دیلات اہل السنۃ ج ۹ ص ۲۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ان کی ہدایت میں زیادتی فرمائی یعنی پہلے وہ ہدایت یافتہ تھے پھر ان کو ہدایت دہندہ بنا دیا اور ان کا تقویٰ عطا فرمایا یعنی

جس کام کے حلال ہونے کا انہیں یقین نہیں ہوتا اس میں وہ ہاتھ نہیں ڈالتے اور احتیاط پر عمل کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۱۵، اذکار احیاء، اثرات ام البنی، ص ۱۵۱، ۱۵۲)

المذثر: ۳۱ میں فرمایا: ”اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو جائے“ امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ اس قسم کی آیات میں فرماتے ہیں: ان کے ایمان پر ان کے ایمان کی تفسیر زیادہ ہو گئی، کیونکہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے، پھر انہوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہر چیز کی تخلیق کرتا ہے اور وہی بر اطاعت کا حکم دیتا ہے اور ان کے اس اقرار میں سب رسولوں کی تصدیق ہے اور اس کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں کی تصدیق ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان کے زیادہ ہونے سے ایمان پر دوام اور ثابت قدم رہنا مراد ہو۔

(تأویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۳۱۷، اذکار الکتاب العلمیہ، ص ۱۵۲، ۱۵۳)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایمان میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اپنے ذہن میں اس معنی کو حاضر کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر قسم کے نقص اور عیب سے بڑی ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے بہت سے دلائل پر مطلع ہو جاتا ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارے نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان میں زیادتی سے مراد ہے: ایمان کے ثمرات اس کے آثار اور اس کے لوازم میں زیادتی۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۱۷، اذکار احیاء، اثرات ام البنی، ص ۱۵۱، ۱۵۲)

التوبہ: ۱۲۴ میں فرمایا: ”(من فقیہین نے کہا: اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا؟ سو جو ایمان اسے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا“۔ امام ابو منصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اہل ایمان کے سامنے جب اسلام کی حقانیت پر دلائل اور براہین آتے تو ان کا ایمان اور فوی ہو جاتا اور ان کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان پر دائم اور ثابت قدم رہتے اور جب بھی احکام اور فرائض نازل ہوتے تو وہ ان کی تصدیق کرتے اور ان کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ بھی ہے کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہوتیں۔

(تأویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۵۱۳-۵۱۴، اذکار الکتاب العلمیہ، ص ۱۵۲، ۱۵۳)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مؤمنین کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو وہ اس کا اقرار کرتے اور یہ اہتمام کرتے کہ یہ اللہ کی جانب سے حق ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۷۴، اذکار احیاء، اثرات ام البنی، ص ۱۵۱، ۱۵۲)

آل عمران: ۱۷۳ میں فرمایا: ”سو تم ان سے ڈرو، پس اللہ نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا“۔ اس کی تفسیر میں امام ابو منصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

منافقین نے مسلمانوں سے کہا: لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں سو تم ان سے ڈرو، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایمان کو زیادہ کر دیا، یعنی ان کی جرات، قوت اور دین پر صلابت کو زیادہ کر دیا اور اپنے رب پر جو ان کو یقین تھا اس کو ابرقہ کی برائی۔

(تأویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۵۳۳، اذکار الکتاب العلمیہ، ص ۱۵۲، ۱۵۳)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مومنین کے ایمان میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ جب مومنوں نے کفار سے ڈرانے والے کی بات سنی تو انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی بلکہ ان کے دلوں میں کفار سے جہاد کرنے کا عزم اور موکد ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اطاعت کرنے کا جذبہ اور قوی ہو گیا اور ان کا اللہ تعالیٰ پر یہ اعتماد اور مستحکم ہو گیا کہ کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

الاحزاب: ۲۲ میں فرمایا: ”اور اس نے صرف ان کے ایمان اور مان لینے کو زیادہ کر دیا“۔ امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۴۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ جب مسلمانوں سے کسی چیز کا وعدہ فرماتے یا کسی چیز کے وقوع کی خبر دیتے اور وہ اس کے مطابق ہو جاتا تو نبی ﷺ کے وعدہ اور خبر کے متعلق مسلمانوں کی تصدیق اور قوی ہو جاتی کیونکہ اس میں نبی ﷺ کی نبوت کے صدق کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں مقدر کی ہیں وہ ان کو مان لیتے اور زیادہ استحکام سے ان کو تسلیم کرتے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے جتنے وعدے کیے تھے وہ سب پورے ہو گئے مثلاً فارس پر رومیوں کو فتح حاصل ہو گئی اور مکہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں کو نبی ﷺ کے صدق پر جو یقین تھا وہ اور پختہ ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

بعض احادیث اور آثار سے امام بخاری کا ایمان کے زیادہ ہونے پر استدلال اور ان کے جوابات

امام بخاری نے اس حدیث کو پیش کیا:

اللہ کے سبب سے محبت کرنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔

اس حدیث میں ”فی اللہ“ کا لفظ ہے اور ”فی“ کا معنی سبب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ. (یوسف: ۳۲)

سو یہ وہی شخص ہیں جن کے سبب سے تم مجھے ملامت کرتی

تھیں۔

اس فقرہ کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام اعمال میں افضل عمل اللہ کے سبب سے محبت کرنا اور

اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۹۹ کنز العمال: ۲۴۶۳۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے سبب سے محبت رکھی اور اللہ کے سبب

سے بغض رکھا اور اللہ کے سبب سے عطا کیا اور اللہ کے سبب سے منع کیا اس نے ایمان کو کامل کر لیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۸۱) امام بخاری کا

مطلب یہ ہے کہ محبت اور بغض میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ

محبت میں کمی اور زیادتی سے ایمان کامل اور ناقص نہیں ہوتا بلکہ قوی اور ضعیف ہوتا ہے۔

پھر امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَكُتِبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ

عَدِيٍّ أَنْ لَا يُؤْمِنَ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُودًا وَ

سُنَنًا، فَمَنْ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، وَمَنْ لَمْ

حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی کی طرف مکتوب لکھا کہ

ایمان کے فرائض ہیں اور شرائع ہیں اور حدود ہیں اور سنن ہیں پس

جس نے ان کو کامل کر لیا اس نے ایمان کو کامل کر لیا اور جس نے ان

يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانَ ، فَإِنَّ أَعْمَلَ
فَسَابِقَتُنَّ لَكُمْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا ، وَإِنْ أَمَّتْ فَمَا أَنَا
عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيصٍ .

حضرت عمر بن عبد العزیز کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس الاموی القرشی یہ امام عابد تھے اور خفاہ راشدین میں سے ایک ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا ہے خلیفہ بننے سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور انہوں نے کہا: میں نے اس نوجوان سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں پایا ۹۹ھ میں وہ خلیفہ ہوئے اور دو سال پانچ مہینہ تک خلیفہ رہے ان کی خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرح تھی انہوں نے روئے زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیا ان کی والدہ حفصہ بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں مصر میں پیدا ہوئے اور ۲۵ رجب ۱۰۱ھ میں حمص میں فوت ہوئے ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک تھے انہوں نے کہا تھا کہ جب میں مرجاؤں تو ان کو میزے کفن میں رکھ دینا امام احمد بن حنبل نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہر صدی کے سرے پر اللہ اس شخص کو بھیجتا ہے جو اس امت کے لیے دین کی تجدید کرتا ہے اس حدیث کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو دوسری صدی کا مجدد کہا گیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۸۹)

عدی بن عدی کا تذکرہ

ان کا نام عدی بن عدی بن عمیرہ بن زرارہ بن ارقم بن عمر بن وہب بن ربیعہ بن الحارث بن عدی ہے یہ تابعی ہیں۔ یہ اپنے والد اور چچا الحرم بن عمیرہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں صحابی ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ خود صحابی ہیں یا نہیں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے مرسل احادیث روایت کی ہیں اس وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو صحابی گمان کیا اور عدی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے الجزیرہ اور الموصل کا گورنر بنایا تھا یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے امام ابو داؤد امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹)

فرائض، شرائع، حدود اور سنن کی تعریفات

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس مکتوب میں فرائض، شرائع، حدود اور مسنن کے الفاظ ہیں۔

فرائض: فریضہ کی جمع ہے 'فرض اس کام کو کہتے ہیں جس کا کرنا لازم ہو اور اس کے لزوم کا ثبوت ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور موجب عذاب ہے جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ۔

شرائع: شریعہ کی جمع ہے، جیسے نماز کی صفات، رمضان کے روزوں کی تعداد، تہمت لگانے والے کے گواہوں کی تعداد، طلاق کی تعداد وغیرہ۔

حدود: اسلام میں پانچ حرام کاموں کی سزا معین ہے ان کو حدود کہتے ہیں زنا کی حد رجم یا سو کوڑے ہیں چوری کی حد ہاتھ کو پھینچنے سے کاٹ دینا ہے قذف (زنا کی تہمت) کی حد اتنی کوڑے ہیں شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہیں اور ڈاکے کی حد قتل کرنا اور سولی پر لٹکانا ہے یا دایاں ہاتھ اور بائیں پیر کاٹنا ہے یا شہر بدر کرنا ہے۔

سنن: شارح علیہ السلام نے جن چیزوں کا فضائل اعمال کی وجہ سے حکم دیا۔

امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ جب فرائض شرائع اور سنن پر عمل کرنا ایمان میں داخل ہے تو اعمال ایمان میں داخل ہو گئے اور جس کے زیادہ اعمال ہوں گے اس کا ایمان کامل ہوگا اور جس کے اعمال کم ہوں گے اس کا ایمان ناقص ہوگا۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کامل میں داخل ہیں نفس ایمان میں داخل نہیں ہیں اور ایمان کامل میں ہم بھی اعمال کو داخل مانتے ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ آیت پیش کی:

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ ﴿وَلَكِنْ لَّيَطْمَنَّ قَلْبِي﴾ اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تاکہ میرا دل مطمئن ہو

جائے۔ (البقرہ: ۲۶۰)

(البقرہ: ۲۶۰)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پورا نام اس طرح ہے: ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروح بن ارعوب بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن الیم بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرود بن مھلائیل بن قاین بن فانوش بن شیت بن آدم علیہ السلام۔

ابراہیم عبرانی زبان کا نام ہے الماوردی نے کہا: اس کا معنی ہے: رحیم باپ حضرت ابراہیم عراق میں کوٹا کے مقام پر پیدا ہوئے حضرت ابراہیم پیرے کی تجارت کرتے تھے آپ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تھی آپ نے ۷۵ سال کی زندگی گزارئی ایک قوں ہے: دو سو سال کی اور آپ ارض مقدسہ میں مدفون ہوئے آپ کی قبر حمرون نام کی بستی میں ہے جس کو اب بلدة خلیل کہا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابراہیم کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے جو کہا: تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے اس سے ان کی مراد تھی: تاکہ میرے یقین زیادہ ہو جائے ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو پہلے بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے لیکن وہ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ جب انسان کو کسی چیز کا ایک جہت سے علم ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کو اس چیز کا دوسری جہت سے بھی علم ہو جائے اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ یقین (دلیلیں کرنا) علم الیقین (خبر سے یقین حاصل ہونا) سے قوی ہوتا ہے لہذا اس سے مراد یقین کا قوی ہونا ہے نہ کہ یقین کا زیادہ ہونا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۱) اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَقَالَ مُعَاذُ الْجَلِيسِ بِنَا نُؤْمِنُ سَاعَةً۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان

لائیں (ایمان کی باتیں کریں)۔

حضرت معاذ کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عایذ بن عدی بن کعب الخزرجی الانصاری انہوں نے ۱۸ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور ستر انصار یوں کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے (عقبہ سے مراد مکہ کی وہ گھاٹی ہے جہاں حج کے موقع پر نبی ﷺ مدینہ سے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کرتے تھے پہلی بار بارہ آدمی آکر مسلمان ہوئے ان کو اصحاب عقبہ اولی کہا جاتا ہے اور دوسری بار ستر آدمی آکر مسلمان ہوئے ان کو اصحاب عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے) پھر حضرت معاذ بدر میں حاضر ہوئے اور باقی مواقع میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۷۵ احادیث روایت کی ہیں ان کی دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور تین حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے حضرت

عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت ابوقحافہؓ حضرت جابر اور حضرت انسؓ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے تھے (عمواس فلسطین اور بیت المقدس کے درمیان ایک جگہ ہے) اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۸۹)

حضرت معاذ کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب

حضرت معاذ نے فرمایا: ”نؤمن ساعة“ اس کا لفظی معنی ہے: ہم کچھ دیر ایمان لائیں یہ معنی تو مراد ہو نہیں سکتا کیونکہ حضرت معاذ پہلے ہی مومن تھے سو امام بخاری کے نزدیک اس سے مراد ایمان کی زیادتی ہے یعنی حضرت معاذ نے الاسود بن حلال الحارثی سے کہا: آؤ کچھ دیر ہم اپنے ایمان کو زیادہ کریں ہمارے نزدیک اس قول کا معنی یہ ہے کہ آؤ کچھ دیر ہم ایسی باتیں کریں جن سے ہمارا ایمان قوی ہو علامہ نووی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نیکی احکام آخرت اور امور دین کی باتیں کریں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت معاذ نے یہ بات کس سے کہی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے حضرت معاذ کے اس قول کو حسب ذیل دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے:

ابو اسامہ از اعشٰش از جامع بن شداد از الاسود بن حلال وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے اپنے بھائیوں میں سے ایک شخص سے کہا: ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں) پھر وہ دونوں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۳۵۶۔ ج ۶ ص ۱۹۳، کتاب العلم ج ۱ ص ۱۴۶)

وکیع الاعشٰش از جامع بن شداد از الاسود بن حلال الحارثی اس نے کہا کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا: آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں) یعنی اللہ کا ذکر کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۶۸۔ ج ۷ ص ۱۳۲، کتاب العلم ج ۱ ص ۱۴۶)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے کسی بھائی سے یہ کہا اور دوسری روایت میں ہے: انہوں نے اسود بن حلال حارثی سے یہ کہا علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ دو مواقع تھے ایک موقع پر انہوں نے اپنے کسی بھائی سے کہا اور دوسرے موقع پر اسود بن حلال حارثی سے کہا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۲، کتاب العلم ج ۱ ص ۱۴۶)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ الْيَقِينُ الْإِيمَانُ كُلُّهُ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یقین پورا کا پورا ایمان ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن مخزوم ان کی کنیت ہے: ابو عبد الرحمن الخدنی یہ نام میں بہت پہلے اسلام لائے تھے انہوں نے دونوں ہجرتیں کی ہیں حبشہ کی طرف اور مدینہ کی طرف بدر میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مغازی میں حاضر رہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اتارتے تھے اور آپ کو تعلیم پہناتے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۸۳۸ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ۶۳ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ۲۱ احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ۳۵ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں ۳۲ھ میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال سے زائد تھی ایک قول یہ ہے کہ کوفہ میں ان کی وفات ہوئی مگر پہلا قول صحیح ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ایک قول یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اس اثر کو علامہ نے حضرت ابن مسعود

سے مکمل اس طرح روایت کیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور یقین کل ایمان ہے۔ یقین کیفیات نفسانیہ سے ہے اور وہ باطنی اور اک ہے اور وہ تصدیق کی قسم ہے جس میں کسی اعتبار سے بھی جانب مخالف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۳)

امام بخاری کا اس اثر کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جب یقین کل ایمان ہے تو ایمان کے اجزاء ہو گئے اور ایمان بسیط نہ رہا ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس اثر میں ایمان سے مراد اس کے ثمرات ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا ہے:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوَى حَتَّى يَدْعَ مَا خَالَكَ فِي الصَّدْرِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی بندہ تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے دل میں کھٹک رہی ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف

حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما القرشی العدوی المکی ہیں ان کی ماں اور ان کی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی ماں زینب بنت مظعون ہیں اور یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں یہ اپنے والد کے ساتھ مکہ میں بہت پہلے اسلام لائے تھے اس وقت یہ کم سن تھے انہوں نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی تھی غزوہ احد میں ان کو ان کی کم عمری کی وجہ سے شامل نہیں کیا گیا غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شامل رہے یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں اور چار العبادہ میں سے ایک ہیں دوسرے حضرت ابن عباس ہیں اور تیسرے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہیں اور چوتھے حضرت عبد اللہ بن الزبیر ہیں انہوں نے ۲۶۳۰ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۷۰ احادیث پر متفق ہیں اور ۸۱ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۳ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں حضرت ابو ہریرہ کے بعد سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے حضرت ابن عمر ہیں مکہ کے قریب ایک جگہ فح ہے وہاں حضرت ابن الزبیر کی شہادت کے ۳ ماہ یا چھ ماہ بعد ۷۴ھ میں ان کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۸۶ سال تھی یحییٰ بن بکیر نے کہا: ان کی وفات مکہ میں حج کے بعد ہوئی اور وادی الحصب میں ان کو دفن کیا گیا حجاج بن یوسف نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۳)

امام بخاری نے جس اثر کا ذکر کیا ہے اس کو امام مسلم نے النواس بن سمعان سے مفصل روایت کیا ہے:

النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: عمدہ خلق نیکی ہے اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہی ہو اور تم اس کو ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۳، سنن ترمذی: ۲۳۸۹)

تقویٰ کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف تقویٰ کی اصل ہے: ”وقایة“ یعنی گناہوں سے بچنا تقویٰ اصل میں ”وقوی“ تھا واؤ کوتا سے بدل دیا تو تقویٰ ہو گیا علامہ نووی نے کہا: جس کام پر شرح صدر نہ ہو اور اس میں گناہ کا خوف ہو اس کو ترک کر دینا تقویٰ ہے تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اس کام پر شرح صدر ہو اور اس میں کوئی شک نہ ہو۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۳) امام بخاری کا اس اثر کو وارد کرنے سے یہ مقصود ہے کہ تقویٰ کسی آدمی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تقویٰ کیفیات نفسانیہ سے ہے اور کیفیت میں تقسیم اور تجزی نہیں ہوتی البتہ قوت اور ضعف ہوتا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر ذکر کیا ہے:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿شَرَعَ لَكُمْ﴾ (الشوری: ۱۳) مجاہد نے کہا: تمہارے لیے مشروع کیا ہے۔ (الشوری: ۱۳) اے محمد! ہم نے آپ کی طرف اور ان کی (حضرت نوح کی) طرف ایک دین کی وصیت کی ہے۔

مجاہد کا تعارف

ان کا نام ہے: مجاہد بن جابر الخزومی، یہ عبد اللہ بن سائب مخزومی کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے مجاہد نے کہا: میں نے تیس مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنایا ہے ان کی توثیق اور جلالت پر سب متفق ہیں یہ فقہ تفسیر اور حدیث کے امام تھے ۱۰۰ھ یا ۱۰۴ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی جس وقت وفات ہوئی اس وقت وہ نماز کے سجدہ میں تھے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴)

مجاہد سے تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے احادیث کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے یہاں مجاہد کے جس اثر کو روایت کیا ہے اس کو امام ابن حمید نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ درج ذیل آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ. (الشوری: ۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کا راستہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس دین کی وحی ہم نے آپ کی طرف فرمائی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے حرام چیزوں کو حرام کیا اور حلال چیزوں کو حلال کیا اور وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا اور حضرت ادریس کے بعد جو پہلے نبی آئے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۵)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر ذکر کیا:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بِشْرَعَةٍ وَمِنْهَا جَا﴾ (المائدہ: ۴۸) سَبِيلًا وَسُنَّةً۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ”بِشْرَعَةٍ وَمِنْهَا جَا“ (المائدہ: ۴۸) کی تفسیر میں کہا: راستہ اور سنت۔

المائدہ: ۴۸ کی تفسیر اور ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کی قوی دلیل کا جواب

جوہری نے کہا: ”منہاج“ واضح راستہ کو کہتے ہیں اور ”الشريعة“ اور ”الشريعة“ کا بھی یہی معنی ہے قرآن مجید میں ہے: لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جَا. (المائدہ: ۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے عمل کے لیے الگ طریقہ اور راستہ بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو معین راستہ بتایا ہے اس کو شریعت کہتے ہیں امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ دین واحد ہے اور شریعت مختلف ہے محمد بن یزید نے کہا ہے: ”شريعة“ کا معنی ہے: راستہ کی ابتداء اور ”منہاج“ کا معنی ہے: دائمی راستہ۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ الشوری: ۱۳ کا معنی ہے: تمام انبیاء کا راستہ واحد ہے اور المائدہ: ۴۸ کا معنی ہے: ہر نبی کی الگ شریعت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ الشوری: ۱۳ کا معنی ہے: اصول دین میں اتحاد ہے اور المائدہ: ۴۸ کا معنی ہے: فروع میں تعدد اور اختلاف ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۵)

مجاہد اور حضرت ابن عباس کے جن آثار کا امام بخاری نے یہاں ذکر کیا ہے ان کی امام بخاری کے مطلوب پر کوئی دلالت نہیں ہے ان آیتوں سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور ان کی شریعتیں مختلف ہیں اور ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں یا نہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے یا نہیں اور جس آیت سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں وہ یہ ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ
حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ
الْقِيَمَةِ ۝ (سورہ: ۵)

اور ان کو صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص سے اللہ کی
اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں اسی کی طرف متوجہ ہو کر
اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی سیدھا دین ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ دونوں نے لکھا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد
دونوں نے کہا ہے کہ ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کے مسئلہ میں اس سے زیادہ قوی اور کوئی حجت نہیں ہے۔

(فتح الباری ابن رجب ج ۱ ص ۱۶، فتح الباری ابن حجر ج ۱ ص ۵۲۶)

میں بہت ہوں کہ اس آیت میں ایمان کا لفظ ہی نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ ”دین القیمة“ سے مراد ایمان ہے اور اس آیت
میں نماز اور زکوٰۃ کو ”دین القیمة“ فرمایا ہے اور اس سے مراد ایمان ہے تو اول تو یہ صریح لفظ ایمان نہیں ہے اور ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ
اس سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں ہمارے نزدیک بھی اعمال داخل ہیں۔

۲۔ بَابُ دُعَاؤِكُمْ إِيْمَانُكُمْ

تمہاری دعا (عبادت) تمہارا ایمان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِقَوْلِهِ تَعَالَى

﴿قُلْ مَا يَدْعُوا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ﴾

آپ کہیے: اگر تمہاری طرف سے عبادت نہ ہو تو میرے رب

کو تمہاری کوئی پروا نہیں۔ (الفرقان: ۷۷)

(الفرقان: ۷۷)

اور دعا کا معنی لغت میں ایمان ہے۔

وَمَعْنَى الدُّعَاءِ فِي اللُّغَةِ الْإِيْمَانُ.

اس باب کی ”کتاب الایمان“ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس میں ایمان کا ذکر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں دعا (عبادت) کی تفسیر ایمان کے ساتھ کی ہے۔ امام ابن المنذر نے کہا ہے: اگر تمہاری
دعا نہ ہوتی یعنی تمہارا ایمان نہ ہوتا دعا کا اصل معنی ندا کرنا، فریاد کرنا اور مدد طلب کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ“
(مائدہ: ۶۰) تم مجھ کو پکارو اور مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا امام بخاری نے جو دعا کا معنی ایمان کیا ہے وہ کسی لغت کی کتاب
میں نہیں ہے اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے اس کی عنوان کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۹۶)

دعا کے معنی کی تحقیق

ہر چند کہ دعا کا لغوی معنی ندا کرنا ہے لیکن بہت آیات میں اس کا معنی عبادت کرنا بھی ہے کیونکہ عبادت میں بھی اللہ کو نداء ہوتی
ہے اور اس سے فریاد طلب کی جاتی ہے جیسے یہ آیات ہیں:

آپ کہیے: میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا

(الجن: ۲۰) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا

اور بے شک تمام مساجد اللہ کے لیے ہیں سو اللہ کی عبادت

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا

(الحج: ۱۸) میں کسی کو شریک نہ کرو O

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ. (المومن: ۱۱)
اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے۔
وَأَعْتَزِلْكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي. (مریم: ۲۸)
اور میں تم سے بھی الگ ہوتا ہوں اور ان سے بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔
کبھی دعا میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر سوال کیا جاتا ہے جیسے دعا کرنے والا کہتا ہے: اے اللہ! مجھے معاف فرما مجھے بخش دے اور کبھی ایسے اسباب اختیار کیے جاتے ہیں جو حصول مطالب کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر میں مشغول رہنا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہاری دعا عبادت ہی ہے پھر نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَخِرِينَ O (المومن: ۶۰)
اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عقیق ذلت کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے O

(سنن ابوداؤد: ۹۷۱۳ سنن ترمذی: ۲۹۶۹ سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۸)

بندہ کا اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ سے طلب کرنا یا اپنی ناپسندیدہ چیز کی دوری کو اللہ سے طلب کرنا اس کی عبادت میں مشغول ہونے سے زیادہ عظیم نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس شخص کو میرے ذکر کرنے سوال کرنے سے روک لیا میں اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہوں۔ (سنن ترمذی: ۲۹۲۶)

۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْإِسْلَامِ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ. [طرف الحدیث: ۳۵۱۵]
امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں حنظلہ بن ابوسفیان نے خبر دی از عکرمہ بن خالد از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح مسلم: ۱۶ سنن ترمذی: ۲۶۰۹ ابن مندہ: ۱۳۹ صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۹ سند ابویعلیٰ: ۸۸۷۵ اشعریہ: ۱۰۶ سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۱ سند

الحمیدی: ۷۰۳ المعجم الکبیر: ۱۳۲۰۳ الکامل ابن عدی ج ۲ ص ۶۶۰ حلیہ الاولیاء ج ۳ ص ۶۲ سند احمد ج ۲ ص ۱۱۹ طبع قدیم سند احمد: ۶۰۱۵ ج ۱۰ ص ۲۱۳

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن بازام العنسی الکوفی یہ ثقہ تابعی ہیں انہوں نے الامش اور بہت سے تابعین سے احادیث کا سماع کیا

ہے اور ان سے امام بخاری، امام احمد اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں یہ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے یہ ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ میں اسکندریہ میں فوت ہو گئے۔ امام ابن قتیبہ نے ”المعارف“ میں کہا ہے کہ عبید اللہ احادیث کا سماع کرتے اور احادیث منکرہ روایت کرتے تھے اس وجہ سے اکثر لوگوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیحین اور ائمہ حدیث کی دیگر کتب میں بہ کثرت ایسے بدعتیوں کی روایات ہیں جو اپنی بدعت کی طرف دعوت نہیں دیتے تھے اور ہمیشہ سے متقدمین اور متاخرین ان کی روایات کو قبول کرتے رہے ہیں اور ان سے استدلال کرتے رہے ہیں اور ان کی روایات کو بغیر انکار کے سنتے اور سناتے رہے ہیں (۲) حظلہ بن ابی سفیان بن عبد الرحمن بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ المکی القرشی ثقہ ہیں قابل حجت ہیں انہوں نے عطاء اور دیگر تابعین سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ثوری اور دیگر اکابر نے حدیث کا سماع کیا ہے ۱۵۱ھ میں ان کی وفات ہو گئی تمام ائمہ ستہ نے ان کی احادیث کو روایت کیا ہے (۳) عکرمہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی الحجازی امی یہ بہت ثقہ ہیں انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر وغیرہما سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عمرو بن یسار اور دیگر تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے مظاہر کے بعد ان کی مکہ میں وفات ہوئی اور عطاء کی وفات ۱۱۴ھ یا ۱۱۵ھ میں ہوئی ان کے دادا العاصی ابو جہل کے بھائی تھے ان و حضرت عمر نے غزوہ بدر میں قتل کر دیا تھا ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت عمر کے ماموں تھے صحابہ میں عکرمہ نام کے تین شخص ہیں: عکرمہ بن ابی جہل الحجازی، عکرمہ بن عامر العبدری اور عکرمہ بن عبید الخولانی صحیحین میں عکرمہ بن خالد نام کے صرف یہی راوی ہیں اور عکرمہ بن عبد الرحمن ہیں اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہیں (۴) چوتھے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تذکرہ ابھی گزر چکا ہے۔ (مؤلف قدس سرہ ج ۱ ص ۱۹۶)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں ارکان ایمان کا ذکر ہے۔

آیا اسلام اور ایمان مترادف ہیں یا نہیں؟

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں ایمان کا ذکر کیا ہے اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے اس میں اسلام کا ذکر ہے اس وجہ سے اکثر شارحین حدیث نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان دو لفظوں کو مترادف کہا جاتا ہے جن کا مفہوم واحد ہو جیسے لیث اور اسد مترادف ہیں کیونکہ دونوں کا معنی شیر ہے اور یہاں ایمان کا معنی تصدیق ہے اور اسلام کا معنی احکام شرعیہ کی اطاعت کرنا ہے لیکن ایمان اور اسلام متلازم ہیں اور دونوں کا مصداق واحد ہے اور دونوں ایک دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد (اطاعت) ہے یعنی احکام شرعیہ کو ماننا اور ان کی تصدیق کرنا اور یہی تصدیق کی حقیقت ہے اور اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

فَاٰخِرُ جَنَّا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا
وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝
سو ہم نے ان سب کو نکال دیا جو اس بستی میں ایمان والے
تھے ۝ پس ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی
(الذاریت: ۲۶-۲۵) گھر نہ پایا ۝

پہلی آیت میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ”مؤمنین“ فرمایا ہے ان ہی کو دوسری آیت میں ”مسلمین“ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین اور مسلمین واحد ہیں خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ مومن ہے اور مسلم

نہیں ہے یا یہ کہا جائے کہ وہ مسلم ہے اور مومن نہیں ہے اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ یہ دونوں واحد ہیں اس سے ہماری یہی مراد ہے اور مشائخ کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان متغایر نہیں ہیں یعنی وہ مفہوم میں تو متحد نہیں ہیں لیکن ان کا مصداق واحد ہے اور وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے اسی طرح ”کفایہ“ میں مذکور ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی خبروں کی تصدیق ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کو خالق ماننا ہے اور اس کی اطاعت کرنا ہے اور یہ اطاعت اس وقت متحقق ہوگی جب اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کر لیا جائے پس ایمان اسلام سے حکماً الگ نہیں ہوتا لہذا یہ متغایر نہیں ہیں اور جس نے ان میں تغایر ثابت کیا اس سے کہا جائے گا کہ جو شخص ایمان لایا اور اسلام نہیں لایا یا اسلام لایا اور ایمان نہیں لایا اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس نے دونوں کا الگ الگ حکم بیان کیا تو اس کا بطلان ظاہر ہو جائے گا۔

اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا (الحجرات: ۱۳)

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے۔

یہ آیت اس مطلب میں صریح ہے کہ اسلام ایمان کے بغیر متحقق ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہوتا اور اس آیت میں اسلام سے مراد ظاہری اطاعت ہے جو باطنی اطاعت کے بغیر ہو جیسے کوئی شخص تصدیق بالقلب کے بغیر کلمہ شہادت پڑھ لے تو اس کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۹۵-۹۴ سکندر علی بہادر علی تاجران کتب کراچی)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں کیونکہ دونوں کا مفہوم واحد ہے جب کہ مشائخ کے نزدیک ان کے مفہوم تو متغایر ہیں لیکن دونوں کا مصداق واحد ہے اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہے۔

آیا ارکان اسلام میں سے کسی چیز کو ترک کرنا کفر ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ توحید اور رسالت کی گواہی نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، روزے رکھنے اور حج کرنے پر اسلام کی بنیاد ہے اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دے تو پھر وہ مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اسلام کی گروہ اور قواعد دین تین ہیں: ”لا الہ الا اللہ“ اور ”محمد رسول اللہ“ کی شہادت نماز قائم کرنا اور روزے رکھنا جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کیا تو وہ کافر ہے اور اس کا خون بہانا حلال ہے اور جس کے پاس مال بہت ہو اور وہ حج نہ کرے تو وہ کافر رہے گا لیکن اس کا خون بہانا حلال نہیں ہوگا اور جو شخص بہت مال دار ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ کافر رہے گا اور اس کا خون بہانا حلال نہیں ہوگا۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۲۲ دار ابن الجوزی مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن رجب حنبلی نے اس موقف پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز ترک کرنے کے سوا اور کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں قرار دیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انسان کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲، سنن ترمذی: ۱۰۷۸، سنن نسائی: ۳۶۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے پس جس نے نماز کو

ترک کیا اس نے کفر کیا۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۹)

تارک نماز کے متعلق مذاہب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان پانچ چیزوں میں سے کسی کو ترک کر دے وہ مسلمان نہیں رہے گا، لیکن اس پر اجماع ہے کہ ان چیزوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوگا اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تارک نماز کو بہ طور حد قتل یا جائے گا، بہ طور کفر نہیں قتل کیا جائے گا، اگرچہ امام احمد اور بعض مالکیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کو بہ طور کفر قتل کیا جائے گا اور نبی ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ ”جس نے نماز کو عدا ترک کیا اس نے کفر کیا“ (المجموع ۱۱: ۳۳۷۲)۔ سو یہ ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکانے پر محمول ہے یا پھر اس میں یہ تاویل ہے کہ جس نے حلال اور جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا وہ کافر ہو گیا اور یا کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے، تاہم اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانچوں نمازیں فرض عین ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک تارک نماز کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ ترک نماز سے تائب ہو اور نمازی بن جائے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۰۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ارکان اسلام میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟

ایک اعتراض یہ ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ارکان سے مراد وہ امور ہیں جو ہر حال میں فرض عین ہوں اور جہاد ہر حال میں فرض عین نہیں ہے، جب اسلامی ملک پر دشمن حملہ کر دے تو اس کو بچانے کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہے اور تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔

یہ حدیث ”صحیح مسلم“ میں بھی ہے اور ہم نے ”شرح صحیح مسلم“ میں اس حدیث کے تحت صرف اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے کہ حدیث کے الفاظ میں رد و بدل کرنا ممنوع ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۲۲، ج ۱ ص ۲۶۳) اور اس حدیث کی شرح میں جن امور پر یہاں گفتگو کی ہے ان میں سے وہاں کسی چیز پر بحث نہیں کی۔

امور ایمان کا بیان

۳۔ بَابُ أُمُورِ الْإِيمَانِ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ”(اصل) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو، لیکن (اصل) نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے اپنی محبت کے باوجود (اللہ کے حکم سے) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سواہیوں اور غلام آزاد کرانے کے لیے خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب وہ عہد کریں اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۔“ (البقرہ: ۱۷۷) (اور اللہ کا یہ قول: ”بے شک مومنین کامیاب ہو گئے۔“ (المومنون: ۱))

وَقُولِ لِلّٰهِ تَعَالٰی ﴿لَيْسَ الْبِرُّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيِّنَ وَاتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتٰى الزَّكٰوةَ وَالْمُوفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاسِآءِ وَالضَّرَآءِ وَحِيْنَ الْبَاسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۷۷) ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (المومنون: ۱) اَلَايَةُ.

امام بخاری نے ان دو آیتوں کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں آیتیں امور ایمان پر مشتمل ہیں اور ان میں ایمان کے اندر اعمال

کو داخل کیا ہے ہمارے نزدیک اس ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اس لیے یہ آیتیں ہمارے خلاف نہیں ہیں۔

۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ بَضْعٌ وَبِئْسُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔
 امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو عامر العقدي نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی شاخ ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۶، سنن ترمذی: ۲۶۱۳، سنن نسائی: ۵۰۲۱-۵۰۲۰-۵۰۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان بن اخیس الجعفی البخاری المسندی انہوں نے ولیع اور دیگر سے سنا کیا ہے اور ان سے الذہلی وغیرہ نے سنا کیا ہے یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے امام بخاری ان سے روایت میں اصحاب ستہ سے منقول ہیں مگر امام ترمذی نے امام بخاری کے واسطے سے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمر بن قیس العقدي البصری انہوں نے امام مالک وغیرہ سے سنا کیا ہے اور ان سے امام احمد نے سنا کیا تمام حفاظ ان کی جلالت اور ثقاہت پر متفق ہیں یہ ۲۰۳ھ یا ۲۰۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابو ایوب سلیمان بن بلال القرشی التیمی المدنی یہ آل صدیق کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے عبد اللہ بن دینار اور تابعین کی ایک جماعت سے احادیث کا سنا کیا ہے اور ان سے عبد اللہ بن المبارک وغیرہ نے سنا کیا ہے امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ بربری تھے یہ بہت حسین اور بہت عقل مند تھے اور شہر کے مفتی تھے ۱۷۲ھ یا ۱۷۷ھ میں ان کی مدینہ میں وفات ہو گئی صحاح ستہ میں ان کے سوا اور کوئی راوی نہیں ہے جس کا نام سلیمان بن بلال ہو (۴) ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن دینار القرشی العدوی المدنی یہ حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے حضرت ابن عمر اور دیگر سے احادیث کا سنا کیا ہے اور ان سے حضرت ابن عمر کے بیٹے عبد الرحمن وغیرہ نے سنا کیا ہے یہ بالاتفاق ثقہ ہیں ۱۲۷ھ میں ان کی وفات ہو گئی (۵) ابوصالح ذکوان السمان المدنی یہ گھی اور زیتوں کا تیل کوفہ میں لے جا کر فروخت کرتے تھے جویرہ بنت الاعمس کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے صحابہ کی جماعت اور بہت سے تابعین سے احادیث کا سنا کیا ہے اور ان سے بھی تابعین کی ایک جماعت نے سنا کیا ہے ان میں سے عطا بھی ہیں اعمش نے ان سے ایک ہزار احادیث کا سنا کیا ہے ان کی توثیق پر سب متفق ہیں ۱۰۱ھ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہو گئی۔ ”باب بدء الوحی“ کی چوتھی حدیث میں ان کا مفصل تعارف گزر چکا ہے (۶) چھٹے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کے والد کے نام میں تقریباً تیس قول ہیں زیادہ قریب نام عبد اللہ یا عبد الرحمن بن صخر دوسی ہے یہ پہلے شخص ہیں جن کی کنیت ثنی کے ساتھ ہے یہ ثنی کے ساتھ کھیلتے تھے تو نبی ﷺ نے ان کی کنیت ابو ہریرہ رکھ دی یہ اہل صفہ میں سے تھے فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا اور اسلام میں ان کا نام عبد الرحمن تھا ان کی ماں کا نام میمونہ تھا ایک قول ہے: ان کا نام امیہ تھا رسول اللہ ﷺ کی دعا سے وہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں تیمی میں پلا بڑھا اور مسکینی میں میں نے ہجرت کی میں بسرہ بنت غزو ان کا مزدور اور خادم تھا اللہ نے اس کے ساتھ میری شادی کر دی پس اللہ کی حمد ہے جس نے دین کے ذریعہ روزی دی اور ابو ہریرہ کو امام بنایا اور کہا: میں بکریاں چراتا تھا میری ایک چھوٹی سی بیٹی تھی جس

سے میں کھیلتا تھا میری اسی کے ساتھ کثرت رکھ دی گئی ایک قول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی آستین میں بلی تھی آپ نے فرمایا: ”یا ابا ہر“ (اے بلی والے) اس پر اجماع ہے کہ یہ صحابہ میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے ہیں انہوں نے ۵۳۷۴ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے تین سو پچیس احادیث پر بخاری اور مسلم متفق ہیں اور ۹۳ احادیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۹۰ احادیث کی روایت میں امام مسلم منفرد ہیں حضرت ابو ہریرہ سے جن لوگوں نے احادیث کی روایت کی ہے ان کی تعداد ۸۰۰ سے زیادہ ہے ان میں صحابہ بھی ہیں اور تابعین بھی صحابہ میں سے حضرت ابن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس ہیں رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابو ہریرہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے ۷۸ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی اور ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا صحابہ میں ان کے سوا ابو ہریرہ کی کثرت والا اور کوئی نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۰۶)

ایمان کی شاخوں کے متعلق متعدد روایات اور ان کی توجیہ

اس حدیث میں فرمایا ہے: ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں بعض دوسری احادیث میں ساٹھ کے بجائے دوسرا عدد ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۳۵)

ابن عجلان نے عبد اللہ بن دینار سے روایت کیا ہے ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۵۷)

امام ترمذی نے عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا ہے کہ ایمان کے ۷۴ باب ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۶۱۳)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک ہر اطاعت ایمان میں داخل ہے خواہ وہ اطاعت فرائض میں ہو یا نوافل میں پھر ایمان کی شاخوں کی تعداد ستر سے زائد میں منحصر نہیں رہے گی بلکہ یہ تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ابتداء میں ایمان کی شاخیں ساٹھ کے عدد میں منحصر تھیں پھر جیسے جیسے احکام نازل ہوتے رہے ان شاخوں کی تعداد بڑھتی رہی۔
(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان کی شاخوں کی تعداد ساٹھ سے زائد ہی ہو لیکن ہر شاخ کے تحت پھر شاخیں ہوں اس وجہ سے ان کی تعداد زیادہ ہو گئی۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساٹھ یا ستر کا عدد تکثیر کے لیے فرمایا ہو نہ کہ حصر کے لیے جیسے کہتے ہیں: میں نے تم سے سو مرتبہ یہ بات کہی ہے یعنی بہت دفعہ یہ بات کہی ہے۔

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان شاخوں کی تعیین میں ائمہ دین نے کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے امام عبد اللہ حلیمی ہیں انہوں نے ”فوائد المنہاج“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور حافظ ابو بکر بیہقی ہیں انہوں نے ”شعب الایمان“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کی ۷ جلدیں ہیں اور امام ابو حاتم ہیں انہوں نے ”وصف الایمان وشعبہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ (عمدة القاری ص ۲۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حیاء کا لغوی، شرعی اور عرفی معنی اور حیاء کو باقی شاخوں سے ممتاز کرنے کی توجیہ

اس حدیث کے آخر میں فرمایا: اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی کام کے کرنے سے انسان کو یہ خوف ہو کہ اس کام پر اس کو ملامت کی جائے گی اور اس وجہ سے اس کام کو کرنے سے اس کے اندر انقباض اور گھٹن کی کیفیت پیدا ہو تو اس کیفیت کو لغت میں حیاء کہتے ہیں اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے: حیاء وہ وصف ہے جو انسان کو بُرے کام سے اجتناب پر ابھارے اور حق دار کے حق میں تقصیر کرنے سے روکے اسی وجہ سے دوسری حدیث میں ہے: حیاء کل کی کل خیر ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حیاء تو ایک جبلی اور فطری وصف ہے جو غیر اختیاری ہوتا ہے تو اس کو ایمان کی شاخ کیوں فرمایا جب کہ ایمان تو اختیاری فعل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے حیاء نیکی کی محرک ہے اور گناہ سے مانع ہے اور اس کے لیے نیت اور کسب کی ضرورت ہوتی ہے اس اعتبار سے یہ اختیاری چیز ہے اور اس کو ایمان کی شاخ فرمایا ہے ایک اور اعتراض یہ ہے کہ بسا اوقات انسان حیاء کی وجہ سے حق بات نہیں کہہ سکتا یا حق کام نہیں کر سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حیاء کا عرفی معنی ہے شرعی معنی نہیں ہے ایک سوال یہ ہے کہ ایمان کی باقی شاخوں میں سے صرف حیاء کا نام لے کر کیوں ذکر فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء ایمان کی باقی شاخوں کی داعی اور محرک ہے کیونکہ حیاء کرنے والا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے وہ تمام نیک کاموں کو کرتا ہے اور تمام بُرے کاموں سے بچتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۹-۵۲۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* واضح رہے کہ ایمان کی متعدد شاخوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعمال ایمان میں داخل ہوں کیونکہ یہ شاخیں ایمان کے ثمرات ہیں یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶- ج ۱ ص ۴۱۹-۴۱۵ میں بھی ہے اس میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل کی ہے اور وہاں اس کے یہ عنوانات ہیں: (۱) ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات میں رائج روایت کا بیان (۲) ایمان کی شاخوں کی تفصیل اور تعین ۳ اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں (۴) حیاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۵) حیاء کا شرعی معنی وہاں ان معانی کی زیادہ تفصیل کی ہے۔

۴۔ بَابُ الْمُسْلِمِ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ ایمان کی شاخیں ہیں اور اس باب میں ان شاخوں میں سے دو شاخیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الشَّافِرِ وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ.

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی الشافری و اسماعیل از شعبی عن الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ.

قال أبو عبد الله وقال أبو معاوية حدثنا داود عن عامر قال سمعت عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم. وقال عبد الأعلى عن داود عن عامر عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم.

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: اور ابو معاویہ نے کہا: ہمیں داؤد نے حدیث بیان کی عامر سے انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن عمرو سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اور عبد الاعلی نے کہا اور داؤد از عامر از عبد اللہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا (اس سے حدیث کی دوسندوں کا ذکر مقصود ہے)۔

امام بخاری نے اس کے بعد دو معلق سندیں ذکر کی ہیں اور ان دونوں سے مراد یہ ہے کہ شعبی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس حدیث کا سماع کیا ہے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ حدیث مزید دو سندوں سے مروی ہے اس سے یہ حدیث قوی ہوئی۔
 * یہ حدیث ”صحیح مسلم“ میں بھی ہے اور اس کی شرح میں ہم نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ کئی اعمال کو افضل عمل فرمایا ہے ان میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۷۲۔ ج ۱ ص ۴۲۳۔
 اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

باب کی حدیث کی موید دیگر احادیث

ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسلام کا یہ وصف ان مسلمانوں کے لیے بیان فرمایا ہے جو اسلام کے تمام فرائض اور واجبات کو کرتے تھے اور اسلام میں بندوں کے جو حقوق ہیں ان کا انہیں پتا نہیں تھا تو نبی ﷺ نے ان کو بتایا اسی طرح یہ حدیث ہے:
 حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اسلام کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا: تمہارا دین اللہ نے سامنے جھک جائے اور مسلمان تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳)
 بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے کے لیے آئے پھر کہا: میں آپ سے اللہ کے لیے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے ہمارے پاس کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام کے ساتھ! میں نے کہا: اور اسلام کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ کہو: میں نے اپنا چہرہ اسلام کے لیے جھکا دیا اور میں خالی ہو گیا اور تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور ہر مسلمان (کا مال عزت اور جان) دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳)

ترک معصیت پر ہجرت کے اطلاق کی توجیہ

نیز اس حدیث میں فرمایا: مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ہجرت کرے۔

ہجرت میں اصل یہ ہے کہ برائی کو چھوڑ دیا جائے اور اس سے انسان دور ہو جائے اور اچھائی کو انسان طلب کرے اور اس سے رغبت کرے اور جب کتاب اور سنت میں مطلقاً ہجرت کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے: دار شرک کو چھوڑ کر اسلام کی طرف جانا اور اسلام کا علم حاصل کرنے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں رغبت کرنا اور جب ہجرت کا یہ معنی ہے تو پھر اصل ہجرت یہ ہے کہ جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان کو ترک کر دیا جائے ورنہ صرف دار شرک کو چھوڑ دینا اور گناہوں پر اصرار کرتے رہنا ہجرت نامہ اور کاملہ نہیں ہے۔

اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل ہے؟

۵۔ بَابُ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں مسلمان کا ایک مخصوص وصف بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید القرشی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میرے والد نے ہمیں حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از بردہ از ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل

ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۲، سنن ترمذی: ۲۵۰۳، سنن نسائی: ۵۰۱۳، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۳۳-۵ ج ۳۲ ص ۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت ابوموسیٰ اشعری کا تذکرہ

(۱) سعید بن یحییٰ بن ابان بن سعید بن العاصی بن امیہ بن عبد شمس الاموی، امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے اور ان سے عبد اللہ بن احمد ابوزرعہ، ابو حاتم، ابراہیم الحری اور البغوی نے احادیث کو روایت کیا ہے یہ ۲۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور نسائی، یعقوب بن سفیان، سعید اور ان کے والد یحییٰ نے کہا: یہ دونوں ثقہ ہیں اور علی بن مدینی نے کہا کہ سعید بن یحییٰ نے کہا: وہ اپنے باپ کی بہ نسبت زیادہ ثابت ہیں، صالح بن محمد نے کہا: وہ ثقہ ہیں، مگر وہ غلطیاں کرتے تھے اور العاصی جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا (۲) سعید مذکور کے والد یحییٰ ہیں انہوں نے یحییٰ انصاری، ہشام بن عروہ اور دوسروں سے احادیث کا سماع کیا ہے ابن معین نے کہا: یہ اہل صدق میں سے ہیں اور ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے، یعقوب بن سفیان نے کہا: یہ ثقہ ہیں، یہ ۸۰ سال کی عمر گزار کر ۷۴ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے کتب ستہ میں یحییٰ بن سعید نام کے چار راوی ہیں ایک یہ ہیں دوسرے یحییٰ بن سعید تمیمی ہیں، تیسرے یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری ہیں، چوتھے یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان ہیں (۳) ابو بردہ ان کا نام برید ہے ابن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الکوفی ہے یہ اپنے باپ دادا الحسن اور عطاء سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن المبارک وغیرہ روایت کرتے ہیں ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا، ابو حاتم نے کہا: یہ پختہ نہیں ہیں، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں، اور احمد بن عبد اللہ کوئی ثقہ ہیں اور کتب ستہ میں ان کے علاوہ اور کوئی برید نام کا راوی نہیں ہے۔ "سنن اربعہ" میں برید بن ابی مریم مالک کا ذکر ہے نسائی کی "مسند علی" میں برید بن اصرم مجہول ہے صحابہ میں برید نام کا کوئی شخص نہیں ہے (۴) ابو بردہ یہ ابو بردہ برید کے دادا ہیں ان کا نام عامر ہے ایک قول یہ ہے کہ حارث ہے انہوں نے اپنے والد سے حضرت علی بن ابی طالب سے حضرت ابن عمر سے حضرت ابن سلام سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عمر بن عبد العزیز نے شعبی نے اور ان کے بیٹوں ابو بکر، عبد اللہ، سعید اور بلال اور ان کے پوتے برید بن عبد اللہ نے سماع کیا ہے ابو نعیم نے کہا ہے کہ شریح کے بعد ابو بردہ کوفہ میں قاضی مقرر ہوئے، الواقدی نے کہا: یہ ۱۰۳ھ میں الکوفہ میں فوت ہو گئے ابن سعید نے کہا: یہ اور شعبی دونوں جمعہ کے دن فوت ہوئے یہ ثقہ تھے اور کثیر احادیث کے حامل تھے صحابہ میں ابو بردہ نام کے سات شخص ہیں ان میں سے ابو بردہ بن نيار بھی ہیں اور راویوں میں صرف یہی ہیں (۵) ابوموسیٰ عبد اللہ بن قیس بن سلیمان الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں یہ بہت بڑے صحابی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو زبید، عون اور یمن کے ساحل پر امیر بنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ اور بصرہ پر عامل بنایا، یہ اردن میں ابو عبیدہ کی وفات پر گئے اور حضرت معاویہ کے پاس دمشق میں گئے، ان سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) احادیث مروی ہیں ان میں سے پچاس پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور چار احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پندرہ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں ان سے حضرت انس بن مالک، حضرت طارق بن شہاب اور کثیر تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے اور ان کے بیٹوں ابو بردہ، ابو بکر، ابراہیم اور موسیٰ نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے یہ ۴۴ھ یا ۴۵ھ میں مکہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی یہ علماء صحابہ اور مفتیوں میں سے تھے صحابہ میں ابوموسیٰ نام کے چار شخص ہیں ایک یہ ہیں دوسرے مالک بن عبادہ ہیں، تیسرے ابن عبد اللہ ہیں اور چوتھے ابوموسیٰ الحکمی ہیں اور راویوں میں ابوموسیٰ نام کی ایک

جماعت ہے۔ ”سنن ابوداؤد“ میں ان میں سے دو کا ذکر ہے اور ایک کا ”سنن نسائی“ میں ذکر ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث ”شرح صحیح مسلم“ ج ۱ ص ۴۲۳ پر مذکور ہے اور اس کا نمبر ۷۰-۶۹ میں بھی یہی حدیث گزر چکی ہے اس لیے اس کی شرح نہیں کی گئی اسی طرح صحیح بخاری: ۱۰ میں بھی یہی حدیث گزر چکی ہے اس لیے یہاں پر بھی اس کی شرح نہیں کی جا رہی۔

۶۔ بَابُ إِطْعَامِ الطَّعَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ

۱۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ
يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ
السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.

کھانا کھلانا بھی خصال اسلام میں سے ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن خالد نے کہا: ہمیں
لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ
وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ
اسلام کی کون سی خصلت سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم
کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جن کو تم پہنچاتے ہو اور جن کو تم نہیں
[اطراف الحدیث: ۲۸-۶۲۳۶] پہنچاتے۔

(صحیح مسلم: ۳۹، سنن ابوداؤد: ۵۱۹۴، سنن ترمذی: ۲۵۰۳، سنن نسائی: ۵۰۱۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالحسن عمرو بن خالد بن فروخ الحرانی ان کی مصر میں سکونت تھی انہوں نے لیث بن سعد اور عبید اللہ بن عمرو وغیرہ سے
احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے حسن بن محمد الصباح ابو زرعمہ اور ابو حاتم نے سماع کیا ہے انہوں نے ان کو بہت سچا کہا امام احمد بن
عبد اللہ نے کہا: یہ ثبت ثقہ مصری ہیں ان سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے اور باقی اصحاب خمسہ نے ان سے روایت نہیں کی
یہ ۲۲۹ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (۲) لیث بن سعد مصری ان کی کنیت ابو الحارث ہے یہ مشہور امام ہیں ان کی جلاست اور امامت
پر اتفاق ہے یہ مصر سے چار فرسخ دور ایک بستی میں پیدا ہوئے انہوں نے ایک جماعت کثیرہ سے احادیث روایت کی ہیں امام ابو حنیفہ
سے بھی احادیث روایت کی ہیں اور ہمارے اصحاب نے ان کا اصحاب ابو حنیفہ میں شمار کیا ہے۔ قاضی شمس الدین ابن خلدان نے بھی
اسی طرح کہا ہے اور ان سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں یہ بہت سخی تھے ۹۴ھ
میں پیدا ہوئے اور نصف شعبان کو جمعہ کے دن ۱۷۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) یزید بن ابی حبیب ابو حبیب کا نام سویہ مصری ابو رجاء
ہے یہ بہت بزرگ تابعی ہیں انہوں نے عبد اللہ بن الحارث اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور کثیر
تابعین سے سماع کیا ہے اور ان سے سلیمان التیمی ابراہیم بن یزید یحییٰ بن ایوب اور بہت سے اکابرین مصر نے سماع کیا ہے ابن یونس
نے کہا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں اہل مصر کے مفتی تھے اور بہت حلیم اور عاقل تھے اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصر میں فقہ کلام اور
حلال اور حرام کے علم کو ظاہر کیا اس سے پہلے وہ فتن اور جنگوں سے متعلق احادیث بیان کرتے تھے یہ ۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور
۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابو الخیر مرہم ابو عبد اللہ مصری ہیں یہ حضرت عمرو بن العاص حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو ایوب
انصاری رضی اللہ عنہم اور دیگر سے احادیث روایت کرتے ہیں ۹۰ھ میں فوت ہو گئے ان سے ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں
(۵) پانچویں راوی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۲۶-۲۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث کا یہ جملہ ”افضل اسلام یہ ہے کہ تم کھانا کھلاؤ“ بعینہ عنوان

بنایا گیا ہے۔

کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کا مستحب ہونا اور دوسروں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کا واجب ہونا

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نرمی سے بات کرنا اور کھانا کھانا میں نے پوچھا: کون سا اسلام کا وصف افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵ طبع قدیم سنن ابن ماجہ ۲۷۹۳ مسند احمد ج ۳ ص ۷۷۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اسلام کے اس پہلے حکم پر عمل کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے یہ صرف احسان اور حسن سلوک ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا تو وہ واجب ہے جب کہ وہ ضرر ناحق ہو اور اگر وہ مکافات عمل ہو اور کسی کے پہنچائے ہوئے ضرر کا بدلہ ہو تب معاف کر دینا مستحب ہے قرآن مجید میں ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران: ۱۳۴)

اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے O

وَجَزَآءٌ سَنِيَّةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ (الشوری: ۴۰)

برائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے پھر جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر دی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

اس باب کی حدیث میں سلام کے ساتھ کھانا کھلانے کو جمع کر دیا ہے تاکہ قول اور فعل کے ساتھ احسان کرنا جمع ہو جائے اور یہ

کامل درجہ کا احسان ہے۔

اس حدیث میں کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کو اسلام کی خیر اور اچھی خصلت فرمایا ہے سو جو شخص اسلام کے فرائض اور واجبات کو ادا کرنے اور حرام اور مکروہ تحریمی سے اجتناب کے بعد اس خصلت کو اپنائے گا تو اس کے لیے یہ بہت عمدہ خصلت ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اسلام کے ارکان اور فرائض پر عمل نہ کرے اور صرف اسی خصلت پر عمل کرے تو یہ سب سے اچھی خصلت ہے نیز اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ہر ایک کو سلام کرنے خواہ اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو اس کے عموم سے کفار اور گم راہ فرقے خارج ہیں کیونکہ ان کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث: ۱۱ اور ۱۲ میں یہ ظاہر تعارض کا جواب

اس سے پہلی حدیث میں فرمایا تھا کہ دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا اسلام کی افضل خصلت ہے اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر کسی کو سلام کرنا اسلام کی اچھی خصلت ہے ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ لفظ افضل اور خیر میں فرق ہے افضل کا معنی کثرت ثواب ہے اور یہ قلت کے مقابلہ میں ہے اور خیر کا معنی ہے: نفع اور یہ شر کے مقابلہ میں ہے پس افضل کمیت کے قبیل سے ہے اور خیر کیفیت کے قبیل سے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف جواب اختلاف ساکین اور اختلاف سامعین کے اعتبار سے ہیں مثلاً کوئی شخص مغلوب الغضب تھا اور اس کی زبان سے اور ہاتھ سے دوسروں کو ضرر پہنچتا تھا تو جب اس نے سوال کیا کہ اسلام کا افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دوسروں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا اور جو شخص کھانا نہیں کھلاتا تھا اور لوگوں کو سلام نہیں کرتا تھا تو جب اس

نے پوچھا کہ اسلام کی سب سے اچھی خصلت کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھانا اور ہر کسی کو سلام کرنا۔
 * شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۲ میں بھی اس حدیث کی شرح کی گئی ہے وہاں صرف تعارض کو دور کیا گیا ہے باقی مضامین نہیں ہیں وہاں پر اس حدیث کا نمبر ۶۸ ہے۔

یہ بھی امور ایمان سے ہے کہ اپنے بھائی کے لیے بھی
 اسی چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے

۷۔ بَابُ مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ

لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسند نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از انس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

(صحیح مسلم: ۴۵، سنن ترمذی: ۲۵۱۵، سنن نسائی: ۵۰۱۶، سنن ابن ماجہ: ۶۶، مسند ابویعلیٰ: ۳۱۸۲، سنن دارمی: ۴۷۴۰، مسند ابوعونہ: ۳۳، شعب الایمان: ۱۱۳۵، المعجم الاوسط: ۸۲۸۸، مسند الشامیین: ۲۵۹۲، مسند احمد: ۱۲۸۰، ج ۲ ص ۲۰، موسسۃ الرسالۃ: بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) مسدد بن سرحد بن سربل ابن مرعب اللاسدی یہ اہل بصرہ کے ثقہ راویوں میں سے ہیں انہوں نے حماد بن زید ابن عیینہ اور یحییٰ القطان سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ابو حاتم الرازی، ابوداؤد اور محمد بن یحییٰ الذہلی، ابوزرہ اور اسماعیل بن اسحاق وغیرہ نے سماع کیا ہے احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ ثقہ راوی ہیں امام احمد اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت سچے ہیں یہ رمضان ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سعید بن فروخ التیمی ان کی کنیت ابوسعید ہے امام اور حجت ہیں ان کی جلالت اور توثیق پر سب متفق ہیں انہوں نے یحییٰ انصاری، محمد بن عجلان ابن جریج، ثوری، امام مالک اور شعبہ وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے اسثوری ابن عیینہ امام احمد، یحییٰ بن معین اور امام احمد وغیرہ نے سماع کیا ہے یحییٰ بن معین نے کہا: یحییٰ بن سعید بیس سال تک ایک دن اور ایک رات میں قرآن مجید ختم کرتے رہے یہ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں فوت ہو گئے (۳) شعبہ بن الحجاج الواسطی ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۴) قتادہ بن عامر بن قتادہ بن غریز السدوسی البصری تابعی انہوں نے صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ سر جس اور ابوالطفیل عامر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، حسن بصری اور محمد بن سیرین سے سماع کیا ہے اور ان سے سلیمان التیمی، ایوب السخنیانی، عمار، شعبہ اوزاعی اور کثیر لوؤں نے سماع کیا ہے ان کی جلالت، حفظ، توثیق، فضیلت اور اتقان پر اجماع ہے یہ واسطہ میں ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں ۵۶ یا ۵۷ سال کی عمر میں فوت ہو گئے کتب ستہ میں ان کے علاوہ قتادہ نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے (۵) حسین بن ذکوان المعلم البصری ہیں انہوں نے عطاء بن رباح، قتادہ اور دوسروں سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ ابن المبارک، یحییٰ القطان نے سماع کیا ہے یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں (۶) حضرت انس بن مالک

النضر انصاری ہیں ان کی کنیت ابو حمزہ ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے انہوں نے دس سال آپ کی خدمت کی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۲۲۸۳ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے ۱۶۸ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری ۸۳ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹۱ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں صحابہ میں ان کی سب سے زیادہ اولاد تھی ان کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس آپ کا خادم ہے آپ اس کے لیے اللہ سے دعا کیجئے آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت دیتا اور اس کی عمر زیادہ کرنا اور اس کے گناہ بخش دینا حضرت انس نے کہا: میں نے اپنی پشت سے پیدا ہونے والی ۹۸ اولاد کو دفن کیا ان کے باغ سے سال میں دو مرتبہ پھل اترتے تھے اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور ان کی عمر ۱۰۰ سال سے متجاوز تھی یہ بصرہ کے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۳۰-۲۲۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

اپنی پسندیدہ چیز کا اپنے مسلمان بھائی کو دینے کا وجوب

حافظ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے اس سے نبی ﷺ نے ایمان کی نفی کی ہے تو معصوم ہوا کہ اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے بھائی کے لیے پسند کرنا بھی خصال ایمان سے ہے بلکہ ایمان کے واجبات سے ہے کیونکہ ایمان کی نفی اسی وقت کی جاتی ہے جب اس کے بعض واجبات کو ترک کر دیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی چور چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شرابی شراب پیتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح ابوداؤد: ۵۵۷۸، صحیح مسلم: ۵۷)

اور کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی پسندیدہ چیزوں کو اسی وقت پسند کرے گا جب وہ حسد، کینہ، بغض اور دھوکا دہی سے سلامت اور محفوظ ہو اور ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا واجب ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جب تک ایمان نہ لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو گے اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو تمہارا ایمان نہیں ہوگا الحدیث۔ (صحیح مسلم: ۵۳، سنن ترمذی: ۲۶۸۸، سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۲)

پس مومن مومن کا بھائی ہے وہ اپنے بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اس کے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے حدیث میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مومنین کو دیکھو گے کہ وہ ایک جسم کے اعضا کی طرح ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں جب اس کے جسم کے ایک عضو میں بیماری ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بیداری اور بخار میں کراہتا رہتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

پس جب مومن اپنے لیے دین اور دنیا کی کسی فضیلت کو پسند کرے گا تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے بھائی کو بھی وہ فضیلت مل جائے اور اس سے وہ فضیلت زائل نہ ہو جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب میں قرآن کریم کی کسی آیت کو پڑھ کر اس کا مطلب سمجھتا ہوں تو میں پسند کرتا ہوں کہ تمام مسلمان اس آیت کا وہ مطلب سمجھ لیں جو میں نے سمجھا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: میں

اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تمام لوگ اس علم کو حاصل کر لیں اور خصوصیت سے میری طرف اس علم کی نسبت نہ کریں۔
اپنی برتری اور انفرادیت کو طلب کرنا مذموم ہے

اور جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کو دین اور دنیا کی کسی فضیلت میں تفرد اور انفرادیت حاصل ہو تو یہ مذموم ہے قرآن مجید میں ہے:
تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ
عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ○
یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کرتے ہیں جو
زمین میں اپنی برتری اور بڑائی کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ دہشت
گردی کا ارادہ کرتے ہیں اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں
(القصاص: ۸۳) کے لیے ہے ○

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ ان پڑھ لوگوں سے بحث کرے یا علماء کے سامنے فخر کرے یا لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف موڑے تو وہ شخص دوزخ میں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵۳، زاد ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر نے کہا: وہ اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی جوتی دوسروں کی جوتیوں سے اچھی ہو اور نہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے کپڑے دوسروں کے کپڑوں سے اچھے ہوں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور وہ شخص خوب صورت تھا اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں حسین چیزوں کو پسند کرتا ہوں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کیا کچھ عطا کیا گیا ہے حتیٰ کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ وہی شخص مجھ سے برتر ہو خواہ میری جوتی کے تسمے سے کیا یہ تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۹۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۷-۴۲۸)

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ شخص یہ چاہتا تھا کہ اس سے کوئی برتر نہ ہو نہ یہ کہ وہ سب سے برتر اور بلند ہو بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ برتری اور بلندی میں لوگوں کے مساوی ہو اور اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شخص یہ پسند کرتا تھا کہ وہ لوگوں سے برتر اور بلند ہو اور ان میں منفرد ہو۔

اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مخصوص فضیلت عطا کی ہو اور وہ اس فضیلت میں عام لوگوں سے منفرد ہو اور برتر اور بلند ہو اور وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس فضیلت کی لوگوں کو خبر دے تو یہ مستحسن ہے قرآن مجید میں ہے:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (الضحیٰ: ۱۱)

بہر حال آپ اپنے رب کی نعمت کا خوب بیان کریں ○

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں اور نبی خواہ آدم ہوں یا کوئی اور وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے) (سنن ترمذی: ۳۶۱۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے یہ علم ہو کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے اونٹوں پر سفر کرنا پڑے تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۳۲-۳۱، ملخصاً دار ابن الجوزی ریاض اللہ ص ۵۴)

حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۹- ج ۱ ص ۳۵۴-۳۵۳ میں مذکور ہے وہاں اس پر اس عنوان کے تحت بحث کی ہے کہ ”جو چیز اُنق استفادہ اور قابل استعمال نہ رہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں ہے اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے“ اور جو مباحث یہاں ”نعمۃ الباری“ میں ذکر کیے ہیں ان کا وہاں ذکر نہیں ہے۔

۸- بَابُ حُبِّ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْإِيمَانِ

رسول اللہ ﷺ کی محبت

امورِ ایمان سے ہے

اس باب کی سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ دونوں بابوں میں محبت کا تعلق ایمان سے ہے۔

۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبِوَالِدِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے از اعرج از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۱۵- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے از عبد العزیز بن صہیب عن انس عن النبی ﷺ نے فرمایا (ح)۔ و حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح مسلم: ۴۴ سنن نسائی: ۵۰۳ سنن ابن ماجہ: ۶۷ مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۳ سنن دارمی: ۲۷۴۱ مسند ابویعلیٰ: ۳۰۴۹ صحیح ابن حبان: ۱۷۹ شعب الیمان: ۱۳۷۳ شرح السنن: ۲۲۲ المعجم الاوسط: ۲۸۵۳ مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۷ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۸۱۳ ج ۲ ص ۲۰۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث: ۱۴ کے رجال کا تعارف

(۱) پہلے راوی ابو الیمان ہے اس کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے (۲) دوسرا راوی شعیب بن ابی حمزہ الحمصی ہے اس کا تعارف بھی پہلے کیا جا چکا ہے (۳) ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان المدنی القرشی ہے انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے بھی تابعین نے احادیث روایت کی ہیں یہ ۳۶ سال کی عمر میں ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) چوتھے راوی الاعرج ہیں ان کا نام ابو داؤد عبد الرحمن بن ہرمز ہے یہ تابعی مدنی قرشی ہیں انہوں نے ابوسلمہ اور عبد الرحمن بن القاری سے احادیث روایت کی

ہیں اور ان سے الزہری، یحییٰ الانصاری اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں ان کی توثیق پر اتفاق ہے یہ ۱۱ھ میں اسلندر یہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) پانچویں راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تعارف بھی پہلے کیا جا چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۳۳)

حدیث: ۱۵ کے رجال کا تعارف

(۱) ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الدورقی العبدی، یہ ثقہ حافظ اور متقن تھے انہوں نے ابن عیینہ القطان، یحییٰ بن ابی کثیر اور بہت سے ائمہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ابو زرعہ ابو حاتم اور ایک جماعت نے سماع کیا ہے یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابن علیہ علیہ ان کی ماں ہیں اور ان کے والد ابراہیم بن سہل ہیں انہوں نے عبدالعزیز بن صہیب اور ایوب السخثیانی سے احادیث کا سماع کیا ہے ان کی جلالت اور توثیق پر اتفاق ہے یہ بغداد میں ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے (۳) عبدالعزیز بن صہیب، یہ تابعی ہیں انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے ان کی توثیق پر اتفاق ہے (۴) آدم بن ابی ایاس ہیں ان کا تعارف کیا جا چکا ہے (۵) شعبہ بن الحجاج ہیں ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) قتادہ بن دعامہ ہیں ان کا تعارف بھی کیا جا چکا ہے (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تعارف بھی کیا جا چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۳۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں محبت رسول کا ذکر ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

محبت رسول کی اقسام

اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ کامل مومن وہ شخص ہوگا جو اپنے والد، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہو اس لیے یہ جاننا چاہیے کہ محبت کی اقسام کیا ہیں:

علامہ ابوالحسین علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

محبت کی تین اقسام ہیں: (۱) اجلال اور عظمت کے ساتھ محبت جیسے والد کے ساتھ محبت ہوتی ہے (۲) شفقت اور رحمت کے ساتھ محبت جیسے اولاد کے ساتھ محبت ہوتی ہے اور (۳) استحسان اور حسن سلوک کے ساتھ محبت جیسے تمام لوگوں کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا اس کو یہ معلوم ہوگا کہ اس پر رسول اللہ ﷺ کا حق اور آپ کا فضل اس کے والد اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور اس کو دوزخ سے نجات دی۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطلال ج ۱ ص ۶۶ مکتبۃ الرشیدیہ ریاض ۱۴۲۰ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی ایک قسم ہے: آپ کی سنت کی نصرت کرنا اور آپ کی شریعت کی مدافعت کرنا اور آپ کی زیارت کی تمنا کرنا اور آپ کے اوپر اپنی جان اور مال کو خرچ کرنا۔ (اکمال المعلم بھو امہ مسلم ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۰ دار البیروت ۱۴۱۹ھ)

محبت رسول کی کیفیت

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی محبت کا سب کی محبتوں پر رائج ہونا ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اجناس میں کامل بنایا ہے اور آپ کو تمام انواع پر فضیلت دی ہے اور آپ میں تمام محاسن ظاہرہ اور باطنہ رکھے ہیں اور آپ کو اخلاق حسنہ اور خصائل جمیلہ کی خصوصیت عطا کی ہے۔

قاضی ابوالفضل نے کہا: جب تک کوئی شخص ہر والد اور ہر اولاد سے آپ کو افضل اعتقاد نہ کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا اور اس کے

نہ میں کوئی شک نہیں جو آپ کی تعظیم اور اجالہ و تہذیب و نہر کے لیکن اس حدیث کا یہ منشا نہیں ہے کہ آپ کے اعظم ہونے کا عقیدہ آپ کے سب سے زیادہ محبوب ہونے و مستند نہیں ہے کیونکہ کبھی انسان کسی شخص کو بہت تعظیم سمجھتا ہے اور اس کی محبت اپنے دل میں نہیں پاتا تاہم وجہ ہے کہ جب حضرت محمد بنی تد نے یہ حدیث سنی کہ تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس سے نزدیک اس سے والد اس فی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے آپ نے فرمایا: اے عمر! تمہاری جان سے بھی زیادہ (میرا محبوب ہونا ضروری ہے) حضرت عمر نے کہا: میری جان سے بھی زیادہ آپ محبوب ہیں آپ نے فرمایا: اب اے عمر! (یعنی اب تمہارا ایمان کامل ہے) (صحیح بخاری: ۶۹۳۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۹) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ محبت صرف تعظیم کا اعتقاد نہیں ہے بلکہ آپ کی تعظیم کے ساتھ آپ کی طرف دل مائل ہو اور جو شخص اپنے دل میں آپ کی طرف سب سے زیادہ ایمان نہ لائے اس کا ایمان کامل نہیں ہے جیسے حضرت ابوہریرہ کی بیوی حضرت خند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ پتے میں آپ سے چہرے سب سے زیادہ ناپسند کرتی تھی اور اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اور جیت جیت سے میں اس شخص سے بھاگتی تھی میں نے اپنا چہرہ یہاں لایا اور یہ کہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے اور نہ میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ کوئی عظم ہے اور آپ سے جاہل کی وجہ سے میں آپ کو گناہ بھرتی نہیں بلکہ محبت اور راز مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں آپ کی نعمت بیان کروں تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتی کیونکہ میں نے گناہ بھرتی آپ کو نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی محبت میں آپ کے اصحاب کا مقام بہت بلند تھا بعض مؤمنین شہوات میں ڈوبے رہتے ہیں اور ان پر غفلت کے پردے پر رہتے ہیں اور ان کے احوال بہت ناقص ہوتے ہیں لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے اور آپ کے فضائل بیان کیے جائیں تو ان کی محبت جوش میں آتی ہے اور وہ آپ کی زیارت کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں بلکہ آپ کی قبر مبارک اور آپ کے آثار کی زیارت کے لیے مضطرب ہو جاتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اہل و عیال مال و دولت ماں باپ حتیٰ کہ ان کی جان بھی چلی جائے اور کسی طرح ان کو آپ کی زیارت ہو جائے البتہ ان پر شہوت اور غفلت کے غلبہ کی وجہ سے ان کی یہ کیفیت جلد زائل ہو جاتی ہے ہم اللہ کریم سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی دائمی اور کامل محبت عطا فرمائے اور ہمیں غلبہ شہوت اور غفلت کے حجابات سے محفوظ رکھے۔ (المفہم ج ۱ ص ۲۲۷-۲۲۵ ملخصاً دار ابن کثیر بیروت: ۱۴۲۰ھ)

صحابہ کرام کی محبت رسول کی چند مثالیں

حدیث میں ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے مسلمانوں کو لڑنے کے لیے لگا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے مقابلہ پر جانا چاہا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔ (الاستیعاب: ۱۳۰۲ ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت: ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ مذکور الصدر آیت (الاجالہ: ۲۲) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ابوقحافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو حضرت ابوبکر نے ابوقحافہ (حضرت ابوبکر کا باپ) کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر پڑا پھر انہوں نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کیا؟

عرش کیا: ہاں آپ نے فرمایا: وہ بارہ ایسا نہ کرتا۔ حضرت ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس قتل میں شرکت کرتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے جنگ احد میں اپنے باپ عبد اللہ بن الجراح کو قتل کر دیا اور حضرت ابو بکر کی شان میں نازل ہوئی جب جنگ بدر میں ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے لاکارا تو حضرت ابو بکر نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ، کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لیے میری آنکھوں اور میرے کانوں کے مرتبہ میں ہو اور حضرت مصعب بن عمیر کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو جنگ احد میں قتل کر دیا اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو جنگ بدر میں قتل کر دیا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے عقبہ شیبہ اور ولید بن عقبہ کو قتل کر دیا اور یہ صحابہ اس آیت کے اس حصہ کے مصداق ہیں: خواہ وہ (دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار۔

(اسباب النزال للواحدی: ۴۱۔ ع ۴۳۴۔ طبوہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ اسباب النزال لمسیبہ ص ۱۲۔ طبوہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مختلف جنگوں میں صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے باپ بھائی و رشتہ داروں کو قتل کر دیا، ایک نابینا صحابی کے ایک باندی سے دو لکھن بچے تھے لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں لڑتے تھے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۶۱) اور حضرت حمیر بن امیہ کی ایک بہن تھی جو رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کرتی تھی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (المجم الکبیر ج ۷ ص ۶۵۔ ۶۴) اسی طرح صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں مدینہ ہجرت کی اور اپنے رشتہ داروں کے علاوہ اپنے وطن اپنے پسندیدہ مکانات اور اپنے جمع شدہ مال اور اپنے کاروبار و تجارت کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔

شرح صحیح مسلم میں محبت رسول کی تحقیق

اس حدیث کی شرح ہم نے شرح صحیح مسلم میں بھی کی ہے اور وہاں ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل کی ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ (۲) نبی ﷺ کے محبوب ہونے کی وجوہات (۳) رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر (۴) رسول اللہ ﷺ سے محبت کی علامات (۵) اطاعت رسول (۶) اتباع رسول کی حلاوت۔ رسول اللہ ﷺ کا بے عیب ہونا (۷) رسول اللہ ﷺ کا بہ کثرت ذکر کرنا (۸) رسول اللہ ﷺ کی شان سے خوش ہونا (۹) رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا (۱۰) رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرنا (۱۱) رسول اللہ ﷺ پر صلوة و سلام پڑھنا (۱۲) رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا شوق ہونا (۱۳) رسول اللہ ﷺ کے محبوبوں سے محبت کرنا (۱۴) رسول اللہ ﷺ کی نسبتوں سے محبت کرنا (۱۵) رسول اللہ ﷺ کے اعداء سے عداوت رکھنا (۱۶) رسول اللہ ﷺ کی علامات محبت میں حرف آخر۔

(شرح صحیح مسلم: ۷۷۔ ج ۱ ص ۳۵۱۔ ۳۵۲ فرید بک سال ۱۴۰۹ھ)

ایمان کی حلاوت (مٹھاس)

۹۔ بَابُ حَلَاوَةِ الْإِيمَانِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایمان کی مناسبت تین چیزوں سے محبت ہے اور باب سابق میں ان میں سے ایک چیز کی محبت کو بیان کیا گیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت ہے سوان دونوں بابوں میں جز اور کل کی مناسبت ہے۔

۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ
عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ خَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ
الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكُونَ فِي الْكُفْرِ
كَمَا يَكُونُ فِي الْإِيمَانِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ محمد بن المثنیٰ نے کہا: ہمیں
عبدالوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب
نے از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ
نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مناسبت کو
پالے گا: (۱) یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا
سے زیادہ محبوب ہو (۲) اور یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت کرے
صرف اللہ کے لیے محبت کرے (۳) اور یہ کہ اس کے نزدیک کفر

میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسندیدہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۴، سنن ترمذی: ۲۶۶۳، سنن نسائی: ۳۹۸۸، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۷۹، صحیح ابن حبان: ۲۳۷، شعب الایمان: ۱۶۴۳، مسند احمد ج ۳

م ۳، الطبع قدیم مسند احمد ج ۲۰ ص ۱۸۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید بن قیس البصری انہوں نے ابن عیینہ وکیع بن الجراح اسماعیل بن علیہ وغیرہم سے سماع کیا ہے اور ان
سے ابو زرعة ابو حاتم اور محمد بن یحییٰ الذہلی نے سماع کیا ہے الخطیب نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت تھے اور تمام ائمہ ان کی حدیث سے استدلال
کرتے ہیں یہ ۲۵۲ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) عبدالوہاب بن عبد المجید بن الصلت الثقفی البصری انہوں نے یحییٰ انصاری اور
ایوب السخنی اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام محمد بن اور یس شافعی امام احمد ابن معین اور ابن المدینی نے سماع
کیا ہے ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ تھے اور ان میں ضعف ہے یہ ۱۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے (۳) ایوب بن ابی
تمیمہ کیسان السخنی البصری انہوں نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ہے اور عمر بن سلمہ الجرمی اور ابو عثمان النخعی اور بہت
اعلام سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے محمد بن سیرین عمرو بن دینار الاعمش اور امام مالک نے سماع کیا ہے نیز ان سے امام
ابو حنیفہ نے بھی احادیث روایت کی ہیں امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں یہ ۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱ھ میں بصرہ میں فوت ہو
گئے (۴) ابو قلابہ عبد اللہ بن زید بن عمرو البصری انہوں نے حضرت ثابت بن قیس انصاری اور حضرت انس بن مالک انصاری اور دیگر
صحابہ سے سماع کیا ہے ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے یہ ۱۰۴ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ
ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۳۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں ایمان کی مناسبت کا ذکر ہے۔

ایمان کے استحکام کو مناسبت سے تشبیہ دینے کی توجیہ

حدیث مذکور میں تین خصلتوں کا ذکر فرمایا جس نے ان کو مکمل کر لیا وہ ایمان کی مناسبت کو پالے گا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا
ذائقہ اور مناسبت ہے جس کو صرف دل سے محسوس کیا جاسکتا ہے جیسے کھانے پینے کی چیزوں کا ذائقہ اور مناسبت صرف زبان سے محسوس

کی جاتی ہے کیونکہ ایمان دل کی غذا اور اس کی قوت ہے جیسے کھانے پینے کی چیزیں بدن کی غذا اور اس کی قوت ہیں اور جس طرح جسم کھانے پینے کی چیزوں کی لذت اور منہاس اسی وقت پاتا ہے جب جسم صحیح اور تندرست ہو اور جب جسم بیمار ہو تو اس کو میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں جیسے جس شخص پر صفراء کا غلبہ ہو اس کو ایسا ہی لگتا ہے اسی طرح انسان کا دل بھی ایمان کی منہاس اسی وقت پاتا ہے جب اس کا دل بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ ہو اور جب اس کا دل گم راہی اور شہوت کے مرض میں مبتلا ہو تو پھر وہ ایمان کی منہاس نہیں پاتا بلکہ وہ حرام کاموں اور شہوت کے تقاضے پورے کرنے میں لذت پاتا ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا: جس وقت کوئی زانیہ زنا کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۲۳۷۵، صحیح مسلم: ۵۷۷، سنن ترمذی: ۲۶۲۵، سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶) کیونکہ اگر اس کا ایمان کامل ہوتا تو وہ ایمان کی منہاس کو پاتا اور حرام کاموں کی منہاس سے مستغنی ہو جاتا سو جس طرح بیماری کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں میں لذت نہیں آتی اسی طرح حرام کاموں اور گناہوں کے ساتھ عبادت میں لذت نہیں آتی۔

اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے اسباب اور ان کی محبت کے درجات

ان تین خصلتوں میں سے پہلی خصلت یہ ہے کہ انسان کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ کی محبت اس کی معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی معرفت کا کمال اس کے اسماء صفات اور اس کے افعال کی معرفت سے حاصل ہوتا ہے اور جن کاموں میں اس کی حکمتیں فوائد اور عجائب ہیں ان میں غور کرنے سے اس کی قدرت اس کی حکمت اس کے علم اور اس کی رحمت کا پتا چلتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مطالعہ کرنے سے اس کی محبت پیدا ہوتی ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے اس لیے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے غذا دیتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

(سنن ترمذی: ۳۷۸۹، المعجم الکبیر: ۲۶۳۹، المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱، تاریخ نبی: ۱۵۶۲)

سو جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی طاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے دو درجے ہیں ایک فرض ہے یعنی اللہ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ جن فرائض کا اس نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن حرام کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہا جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں کم از کم اتنا درجہ حاصل کرنا ضروری ہے اور جس کو یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو وہ اللہ کی محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ جس شخص نے کسی حرام کام کو کیا یا کسی فرض یا واجب کو ترک کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کم ہے اسی وجہ سے اس نے اپنے نفس کی خواہش اور اس کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دی اگر اس کے دل میں اللہ کی کامل محبت ہوتی تو وہ اللہ کے فرائض کو ترک نہ کرتا اور اس کے منع کیے ہوئے کاموں کا ارتکاب نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا دوسرا درجہ مستحبات پر عمل کرنا اور مکروہات و ترک کرنا ہے اور یہ کہ وہ نوافل پر دوام کرے اللہ کا قرب حاصل کرے اور جو مصائب اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیئے ہیں ان پر صبر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بھی دو درجے ہیں ایک درجہ فرض ہے وہ یہ ہے کہ جن فرائض کا آپ نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن حرام کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے آپ کے احکام پر عمل کرنے میں اپنے دل میں تنگی نہ پائے اور دوسرا درجہ آپ کی سنتوں آداب اخلاق کی اتباع کرنا ہے آپ کی سیرت اور آپ کے حسن معاشرت میں آپ کی اقتداء کرنا ہے آپ کے اخلاق سے متخلق ہونا ہے دنیا سے زہد اور آخرت میں رغبت کرنا ہے سخاوت ایثار و درگزر کرنے علم اور تواضع کو اپنانا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق باطنہ میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنا اور اس سے سب سے زیادہ محبت اور اس سے ملاقات کا شوق

اس کی قسم، یہ رشتہ بننا اس کے ساتھ قلب کی دائمی تعلق اس پر توکل اور اعتماد زبان کا اس کے ذکر سے قرینہ خلوت میں اس سے دعا اور مناجات کرنا، اور تضرع سے اس کی کتاب کی تلاوت کرنا، خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم تھا آپ اللہ کی رضا سے راضی اور اس کی ناراضی سے ناراض ہوتے تھے پس جو لوگ اپنے قول، عمل اور حال میں آپ کی سب سے زیادہ متابعت کرنے والے ہیں، وہ آپ کی امت کے صدیقین ہیں جن کے سرخیل حضرت ابوبکر اور آپ کے بعد کے خلفاء ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس ضمن میں احادیث کہ انسان جس سے بھی محبت کرے اللہ کے سبب سے محبت کرے

اس حدیث میں دوسری فصلت یہ بیان فرمائی ہے کہ انسان جس سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے سبب سے محبت کرنا اصول ایمان سے ہے اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے حدیث میں ہے:

”عن قتادہ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کے سبب سے محبت کرو اور اللہ کے سبب سے بغض رکھو اور تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں عمل کرتی رہے۔“

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۷ طبع قدیم، المعجم الکبیر: ۴۲۶ ج ۲، مسند احمد: ۲۲۱۳ ج ۳ ص ۳۶۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی بندہ کا اس وقت تک صریح ایمان محقق نہیں ہوگا حتیٰ کہ اللہ کے سبب سے محبت رکھے اور اللہ کے سبب سے بغض رکھے پس جب وہ اللہ کے سبب سے محبت رکھے گا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھے گا تو وہ اللہ کی محبت کا مستحق ہو جائے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۰ ص ۴۳۱ طبع قدیم، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت اس کی سند متفق ہے۔)

حضرت ابوہریرہ بن عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان کی مضبوط گرہ اللہ کے سبب سے محبت رکھنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۶ طبع قدیم، مسند ابوداؤد، الطیالسی: ۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۱، شعب الایمان: ۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”احب الاعمال“ اللہ کے سبب سے محبت رکھنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۶، سنن ابوداؤد: ۵۹۹، سنن ترمذی: ۲۵۳۱، المسند رک ج ۲ ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۹، ج ۲ ص ۲۲۹، بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے اللہ کے سبب سے محبت کی اور اللہ کے سبب سے بغض رکھا اور اللہ کے سبب سے طاعیہ اور اللہ کے سبب سے منع کیا اس کا ایمان کامل ہو گیا ایک روایت میں ہے: اس نے اللہ کے سبب سے نکاح کیا (یعنی اس کی رضا کے لیے)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۱، سنن ترمذی: ۲۵۳۱، المسند رک ج ۲ ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۰، ۳۴۸)

اس دوسری فصلت کی پہلی فصلت کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوگا اس کی تمام محبت اللہ کے لیے ہوگی اور اس کو یہ لازم ہے کہ اس کی دوستی بھی اللہ کے سبب سے ہو اور اس کی دشمنی بھی اللہ کے سبب سے ہو اور اس کے نفس میں اپنی کوئی خواہش نہ ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت جب ہی مکمل ہوگی جب اس کے اولیاء سے محبت رکھی جائے اور اس کے دشمنوں سے بغض رکھا جائے۔

اس سلسلہ میں دلائل کہ ایمان کے بعد کفر کرنا آگ میں جھونکے جانے کے مترادف ہے

تیسری فصلت یہ ہے کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالنا ناپسندیدہ ہے۔

جب انسان کے دل میں ایمان راسخ اور متحقق ہو جاتا ہے تو وہ ایمان کی مٹھاس پاتا ہے اور ایمان کے دوام اور ثبات سے محبت

کرتا ہے اور ایمان کو چھوڑنا اس کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے جیسے اس کے نزدیک آگ میں جھونکا جانا ناپسندیدہ ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ إِلِيمَانٌ وَزَيْنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ (النحرات: ۷) نافرمانی اور گناہوں کو ناپسندیدہ بنا دیا۔

ابورزین عقیلی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک (سیدنا) محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ اور اس کا رسول تمہیں ان کے ماسوا سے محبوب ہوا اور تمہارے نزدیک آگ میں جل جانا اس سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو اور تم کسی مدد سے اس کے نیچے سے صرف اللہ عزوجل کے سبب سے محبت کرو سو جب تم اس طرح ہو جاؤ گے تو تمہارے دل میں ایمان کی محبت اس طرح داخل ہو جائے گی جس طرح شدید گرمی کے دن میں پیا سے کے دل میں پانی کی محبت داخل ہوتی ہے۔ الحدیث

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۵۴-۵۳، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۴، مسند احمد ج ۲۶ ص ۱۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ حافظ ابی نعیم نے کہا: اس حدیث کی سند میں سیمان بن مہزی سے ابن عیین اور ابو حاتم نے اس کی توثیق کی ہے اور وہ دونوں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس باتوں کی نصیحت کی آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا خواہ تم کو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ تم کو یہ حکم دیں کہ تم اپنے ماں اور باپ سے نکل جاؤ (۳) فرض نماز کو ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے فرض نماز کو ترک کیا وہ اللہ کے نامہ سے بری ہو گیا (۴) شراب نہ پینا کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی اصل ہے (۵) اللہ کی نافرمانی سے ڈرنا کیونکہ نافرمانی سے اللہ کی ناراضی حلال ہو جاتی ہے (۶) میدان جہاد سے پیچھے نہ موڑنا خواہ لوگ بلاک ہو رہے ہوں (۷) اور جب لوگوں پر موت آ رہی ہو اور تم بھی ان لوگوں میں ہو تو ثابت قدم رہنا (۸) اپنے عیال پر اپنے مال سے خرچ کرنا (۹) ان کو اب سکھانے کے لیے ان کے اوپر اپنی انٹھی بلند نہ کرنا (۱۰) ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔ (الترمذی: ۱۵۶۱، بیہقی: ۲۰۰، مسند الشامیین: ۲۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳، صحیح ابن ماجہ: ۵۲۳، مسند رک: ۱ ص ۵۰، شعب الایمان: ۹۰۲، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸، صحیح قدیم مسند احمد ج ۲۶ ص ۳۹۳-۳۹۲، مؤسسۃ الرسالۃ: یہ موت)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب الراحہ وذا القصرہ بیان فرمایا ان سے کہا گیا: ایمان سے پھر جاؤ اور نہ آگ میں آ جاؤ گے انہوں نے آگ میں جلائے جانے کے مقابلہ میں ایمان پر قائم رہنے کو اختیار کر لیا اور ان کو آگ میں جلا دیا گیا۔ (ہرون: ۴-۵) اس کی مزید تفصیل بیان القرآن جلد ۱۲ سورۃ ابرہہ کی تفسیر میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا کفر پر آگ میں جھونکے جانے کو ترجیح دینا

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا واقعہ ہے انہوں نے کھواتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کے مقابلہ میں ایمان کو اختیار کر لیا۔

علامہ عزالدین ابن اثیر، الشیخ ابوالحسن علی بن محمد الجزیری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بن خضر ابن عباس جہنی سے روایت کرتے ہیں کہ رومیوں نے نبی ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو

گرفتار کر لیا ان کے بادشاہ نے ان سے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ ورنہ میں تم کو پیتل کی بنی ہوئی گائے کے مجسمہ میں ڈال دوں گا حضرت عبد اللہ بن حذافہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا پھر اس نے اس گائے کے مجسمہ کو منگوا لیا اور اس کو تیل سے بھر دیا پھر اس کو خوب کھولایا اور ایک مسلمان قیدی کو بلوایا اور اس سے کہا: عیسائی ہو جاؤ اس نے انکار کیا تو اس نے قیدی کو اس مجسمہ کے اندر کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا حتیٰ کہ اس کا گوشت جل گیا اور اس کی ہڈیاں نکل آئیں پھر حضرت عبد اللہ سے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ ورنہ میں تم کو بھی اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دوں گا حضرت عبد اللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا اس نے حکم دیا کہ ان کو اس گائے کے مجسمہ میں ڈال دیا جائے حضرت عبد اللہ یہ سن کر رونے لگے لوگوں نے سردار سے کہا: یہ رو رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے سردار نے کہا: اس کو واپس لاؤ حضرت عبد اللہ نے کہا: تم یہ نہ سمجھنا کہ میں اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کے خوف سے رو رہا ہوں بلکہ میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے پاس صرف یہی ایک جان ہے جس کو اللہ کی راہ میں کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا جائے گا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کاش! میرے پاس میرے بالوں کے برابر بھی جانیں ہوتیں پھر تم مجھ پر مسلط ہوتے اور ان سب کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیتے اس سردار کو حضرت عبد اللہ کی اس بات سے سخت تعجب ہوا اور اس نے چاہا کہ ان کو چھوڑ دے اس نے کہا: تم میرے سر کو بوسہ دو میں تم کو چھوڑ دوں گا حضرت عبد اللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا اس نے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ میں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کر دوں گا اور آدھا ملک تم کو دے دوں گا حضرت عبد اللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا اس نے کہا: تم میرے سر کو بوسہ دو میں تم کو بھی چھوڑ دوں گا اور تمہارے ساتھ اتنی (۸۰) مسلمانوں کو بھی چھوڑ دوں گا حضرت عبد اللہ نے کہا: اس صورت میں میں کر لوں گا پھر حضرت عبد اللہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اس نے حضرت عبد اللہ کو بھی رہا کر دیا اور ان کے ساتھ اتنی دوسرے مسلمانوں کو بھی رہا کر دیا جب یہ مسلمان حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر حضرت عبد اللہ بن حذافہ کے سر کو بوسہ دیا مسلمان حضرت عبد اللہ سے مذاق میں کہتے کہ آپ نے کافر کے سر کو بوسہ دیا حضرت عبد اللہ جواب دیتے: ہاں! میں نے اس بوسے کے عوض اتنی (۸۰) مسلمانوں کو کافر کی قید سے رہا کر لیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ امام بیہقی کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (تاریخ دمشق، الکبیر ج ۲۹ ص ۲۳۵-۲۳۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۷ھ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل سے اپنی سند کے ساتھ ابورافع سے روایت کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۸، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

حافظ شباب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس واقعہ کو امام بیہقی کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ اور کچھ اختصار ہے۔ (۱۱ اصابع ج ۴ ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے کفر کو اختیار نہیں کیا حتیٰ کہ انہیں آگ میں ڈال دیا گیا دیکھئے انبیاء: ۶۹۔

دل میں تصدیق قائم ہو تو زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت کی بحث

اگر کسی مسلمان سے کہا جائے کہ تم کلمہ کفر کہو ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے زبان سے کلمہ کفر کہہ دے لیکن دل میں اپنے ایمان کو ثابت اور برقرار رکھے یہ اس کے لیے رخصت ہے جب کہ اس کے لیے عزیمت یہ ہے کہ وہ زبان سے بھی کلمہ کفر نہ کہے خواہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ. (نحل: ۱۰۶) سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے اس نے ان میں سے ایک سے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا: میں بہرہ ہوں۔ اس نے کہا: کیا وجہ ہے؟ جب میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو تم کہتے ہو کہ میں بہرہ ہوں پھر اس نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا پھر اس نے وہ مسلمان سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے اس کو چھوڑ دیا پھر وہ مسلمان نبی ﷺ کے پاس گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو اس نے اپنے اور اپنے مسلمان ساتھی کا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا: رہا تمہارا ساتھی تو وہ اپنے ایمان پر قائم رہا اور رہے تم تو تم نے رخصت پر عمل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۰۶ دارالکتب العلمیہ: ۱/۲۶۹)

اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی بحث

ایک بحث یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ صرف اپنے آپ کو ضرر پہنچائے گا اور اللہ کو اکل ضرر نہیں ہوگا۔ (سنن ابی داؤد: ۱۰۹۰) اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک اور حدیث میں اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی آپ نے مذمت فرمادی ہے: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے سامنے خطبہ میں کہا: جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بڑے خطیب ہو یوں کہو: جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم: ۸۷۰) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت امت کے لیے ہے رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کر دیں۔

* اس حدیث کی شرح ہم نے شرح صحیح مسلم: ۷۵۔ ج ۱ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴ میں بھی کی ہے لیکن اس کی شرح میں نے ہم جن مباحث کا یہاں ”نعمۃ الباری“ میں ذکر کیا ہے وہاں ان میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔

ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے

۱۰۔ بَابُ عِلَامَةِ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ

۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْإِنْفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ [طرف الحدیث: ۳۷۸۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن جبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور انفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۰۰، سنن نسائی: ۵۰۲۰، سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۰۱، سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۳۱، مسند ابویعلیٰ: ۳۳۰۸، شعب الایمان: ۱۵۱۰)

شرح السنن: ۳۹۶۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۱۶، ج ۱۹ ص ۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید الطیالسی بشام بن عبد الملک البصری انہوں نے امام مالک، شعبہ، سفیان بن عیینہ اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے ابو زرعة ابو حاتم اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے سماع کیا ہے ابو زرعة نے کہا: ابوالولید اپنے زمانہ کے جلیل القدر امام تھے امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں ثقہ تھے ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے (۲) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبر الانصاری المدنی انہوں نے حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک مسعر اور شعبہ نے سماع کیا ہے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۳۴)

باب کے عنوان کی مؤید دیگر احادیث

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص اللہ پر ایمان نہیں لایا جو مجھ پر ایمان نہیں لایا اور وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا جو انصار سے محبت نہیں رکھتا۔

(سنن ترمذی: ۲۵، دارقطنی ج ۱ ص ۷۳-۷۲، المستدرک ج ۲ ص ۶۰، مسند احمد ج ۳ ص ۷۰-۷۱، ج ۵ ص ۳۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے انصار سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے انصار سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ (المعجم الاوسط: ۹۹۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹) نبی ﷺ نے تمام صحابہ کی محبت کو بھی ایمان کی علامت قرار دیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو طعن اور تشنیع کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۸۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۸۷-۸۸، ج ۵ ص ۵۷-۵۴)

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ۱۳۸، ج ۱ ص ۵۲۹ میں بھی اس حدیث کی شرح لکھی ہے وہاں یہ بتایا کہ انصار سے اس وجہ سے بغض رکھنا کفر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے انصار اور مددگار ہیں اور کسی اور وجہ سے ان سے اختلاف رکھنا کفر اور نفاق نہیں ہے جیسے خلیفہ کے انتخاب کے موقع پر مہاجرین اور انصار کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا اور یہاں اس باب کی مؤید جن احادیث کا ذکر کیا ہے وہاں ان کا ذکر نہیں ہے۔

۱۱۔ باب

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے از زہری خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابواوریس عائد اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں حاضر تھے اور یہ عقبہ (مکہ کی) جس گھاٹی میں حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اہل مدینہ کو تبلیغ کے

۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَانَ شَهِيدَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ النَّبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِّنْ

أَصْحَابِهِ يَأْيَعُونَنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَرْبُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبَهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبِأَيِّعَنَاءُ عَلَى ذَلِكَ.

اطراف الحديث: ۳۸۹۲-۳۸۹۳-۶۷۸۳-۶۸۰۱-۷۲۱۳-۷۴۶۸

(صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۳۳۹، سنن نسائی: ۳۱۷۲، مسند

الشافعی: ۱۵، مسند الحمیدی: ۳۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹ ص ۴۴۰،

ابن الجارود: ۸۰۳، مسند ابوعوانہ: ۶۳۴، طلیح الاولیاء: ج ۵ ص ۱۲۶، سنن

بیہقی: ج ۸ ص ۳۲۸، سنن دارمی: ۲۴۵۳، مسند احمد: ج ۵ ص ۳۱۳، طبع قدیم

مسند احمد: ۲۲۶۷-۲۲۶۸، ج ۳ ص ۳۵۲، مؤسسة الرسالة: بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور جہاں امام بخاری باب کا عنوان قائم نہ کریں وہ باب باقی باب سابق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے باب سابق میں انصار کی فضیلت کا ذکر تھا اور اس باب میں حضرت عبادہ بن الصامت کی دو فضیلتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ وہ غزوہ بدر میں شریک تھے اور دوسری یہ کہ وہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت عبادہ بن الصامت کا تذکرہ

(۱) ابو الیمان الحکیم بن نافع الحمصی، ان کا تعارف گزر چکا ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ القرظی، ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۳) محمد بن مسلم الزہری، ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) ابو ادريس عاصم بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر الخوالی الدمشقی، یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت کی ہے یہ غزوہ حنین کے دن پیدا ہوئے عبد الملک نے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کیا تھا ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی (۵) حضرت عبادہ بن الصامت بن قیس بن احرم الانصاری الخزرجی، یہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے یہ غزوہ بدر غزوہ احد بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۸۱ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے چھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اسی طرح امام مسلم بھی ۱۰ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں ان کو سب سے پہلے فلسطین میں قاضی مقرر کیا گیا ۳۳ھ میں یہ فوت ہو گئے۔ (معدنہ القاری: ج ۱ ص ۲۴۸)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "نقباء" کا لفظ ہے یہ "نقیب" کی جمع ہے "نقیب" کا معنی ہے: قوم کا منتظم، کفیل اور ان کا نمائندہ۔

(معدنہ القاری: ج ۱ ص ۲۴۸)

اور اس حدیث میں "عصاۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دس سے لے کر چالیس افراد تک کی جماعت۔ (التوشیح ج ۱ ص ۹۹)
اس میں فرمایا ہے: تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اس سے مراد ہے: تم اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور نہ کرو۔
"بہتان" اس کا معنی ہے: ایسا جھوٹ جو سننے والے کو حیران کر دے۔ (التوشیح ج ۱ ص ۹۹)

اس میں فرمایا ہے: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے اس سے مراد ہے: پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا اور لوگوں کی غیبت کرنا اس کو ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کے ساتھ مقید فرمایا ہے کیونکہ بڑے بڑے کام ہاتھوں اور پیروں کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ ہی کسی کام کے لیے کوشش کی جاتی ہے اس لیے جرائم کی نسبت ہاتھوں اور پیروں کی طرف کی جاتی ہے اگرچہ جرائم میں باقی اعضاء بھی شریک ہوتے ہیں اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے سامنے ان پر بہتان نہ باندھو حالانکہ تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جیسے کہا جاتا ہے: تم نے فلاں کے سامنے یہ بات کہی۔ (تنقیح الرشیح ج ۱ ص ۴۹)
حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث

اس حدیث میں فرمایا ہے: جس نے ان (ممنوعہ) کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اور اس کو اس دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔

علامہ ابو النضر عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حدود کا قائم کرنا ان جرائم کا کفارہ ہو جاتا ہے امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔
اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پتا نہیں کہ حدود جرم کرنے والوں کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۷۴ المستدرک ج ۲ ص ۴۵۰) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد اس وقت کا ہے جب آپ کو اس کا علم نہیں دیا گیا تھا بعد میں آپ کو علم دے دیا گیا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں۔ (فتح الباری ابن رجب ج ۱ ص ۷۳-۷۴ دار ابن الجوزیہ ریاض ۱۴۱۷ھ)

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی مجرم نے حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کر لی تو اس کے لیے حد کفارہ ہو جائے گی اور یہ حدیث اسی پر محمول ہے اور اگر اس نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے جرم پر توبہ نہیں کی بلکہ اپنے جرم پر مصر رہا تو اس کے لیے حد کفارہ نہیں ہوگی بلکہ وہ آخرت میں عذاب کا مستحق ہوگا احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محارمین (ڈاکوؤں) کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

ذٰلِكَ لَهُمْ حِزْبٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ اِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ. (المائدہ: ۳۳-۳۴)
یہ ان کی دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ سو ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کر لی کہ تم ان کو گرفتار کرو۔

چور کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:
فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَاَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۹)
سو جس نے جرم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے
بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

نیز اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان میں سے کوئی کام کیا پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھا تو وہ اللہ کی مشیت کی طرف مغموش ہے وہ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو سزا دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں کوئی گناہ کیا پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھ دیا تو اللہ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ جس گناہ کو وہ معاف کر چکا ہے اس پر اس کو دوبارہ سزا دے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۲۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۵)

حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں

شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی نہایت تفصیل سے شرح کی گئی ہے اس شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اسلام میں بیعت کا تصور (۲) شیخ طریقت کی شرائط (۳) بیعت برکت (۴) بیعت ارادت (۵) تبدل بیعت اور تجدید بیعت کا حکم (۶) کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے (۷) قتل اولاد سے ممانعت کی تخصیص کے جوابات (۸) ثواب اور مذاب میں اہل سنت اور دیگر مکاتب فکر کے نظریات (۹) حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء (۱۰) حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق (۱۱) قرآن مجید کی روشنی میں حدود کے کفارہ نہ ہونے کا بیان (۱۲) حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں فقہاء احناف کی تصریحات (۱۳) حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں مفسرین احناف کی تصریحات (۱۴) مذاہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کا تسامح۔ (شرح صحیح مسلم: ۳۳۵۰، ج ۴، ص ۸۷۸-۸۷۹، فرید باب سال ۱۱۱۱ ہجری)

۱۲۔ بَابُ مِنَ الدِّينِ الْفِرَارُ

مِنَ الْفِتَنِ

فتنوں کے زمانے میں شہر سے بھاگنا

بھی امور دین سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسلمان اپنے دین کو فتنہ سے بچانے کے لیے شہر سے بھاگ جائے اور باب سابق میں فقہاء انصار کا ذکر تھا جو فتنہ کفر سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے دشمن سے وابستہ ہو گئے تھے۔

۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ أَنْ يَكُونَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمًا يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفْرُبُ دِينَهُ مِنَ الْفِتَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسلمہ، مالک سے روایت کرتے ہیں وہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو اپنے پیچھے چلا کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش ہونے کی جگہوں پر چلا جائے اور اپنے دین کو (بچانے کے سبب سے) فتنوں سے بھاگ جائے۔

(اطراف الحدیث: ۳۳۰۰-۳۶۰۰-۶۳۹۵-۷۰۸۸)

(سنن ابوداؤد: ۳۲۶، سنن نسائی: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۰، مسند الحمیدی: ۷۳۳، مسند ابویعلیٰ: ۹۸۳، مسند ابن ماجہ: ۵۹۵۵، مسند احمد: ۳)

ص ۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۳۲، ج ۱، ص ۷۹، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ بن قعب بن عبد الرحمان الخارثی البصری، یہ مستجاب الدعوات تھے انہوں نے امام مالک، لیث بن سعد اور مخرمہ بن بکیر سے سماع کیا ہے ان کی توثیق اور جلالت پر اتفاق ہے امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں یہ ۲۲۱ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے (۲) امام مالک بن انس، امام دارالہجرت ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ الانصاری المدنی ہیں امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن عبد الرحمان الانصاری ہیں امام نسائی اور امام ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے امام بخاری اور امام ابو داؤد نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخزرجی الانصاری ہیں رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں ان کو کم سن قرار دے کر شامل نہیں کیا گیا اور اس کے بعد بارہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے انہوں نے ۱۷۰ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ۴۶ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں ۱۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۵۲ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے بھی احادیث روایت کیں ان میں خلفاء اربعہ ان کے والد مالک اور ان کے اخیانی بھائی حضرت قتادہ بن نعمان بھی ہیں ان سے صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور بہت سے تابعین ہیں یہ مدینہ میں ۳۶ھ یا ۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۶۰)

حضرت ابوسعید کو خدری اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوسعید کے اجداد میں سے ایک خدرہ کے رہنے والے تھے اور خدرہ یمن کا ایک علاقہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انصار اصل میں یمن کے رہنے والے تھے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۶۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فتنہ سے بھاگنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

ایام فتنہ میں عزلت نشینی کا استحباب

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں شہروں اور آباد علاقوں سے نکل کر جنگلوں اور ویرانوں میں چلے جانا چاہیے لیکن یہ اس شخص کے لیے مشروع ہے جس کو فتنہ زائل کرنے پر قدرت نہ ہو اور جس کو ازالہ فتنہ پر قدرت ہو کہ وہ فتنہ کے ازالہ کے لیے کوشش کرے اور اس کے لیے یہ فرض عین ہے اگر وہ منفرد ہو اور اگر ایسے متعدد لوگ ہوں تو پھر فرض کفایہ ہے اور جب فتنہ کے ایام نہ ہوں تو پھر علماء کا عزلت نشینی اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں اختلاف ہے کہ ان میں کیا چیز افضل ہے امام شافعی اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے کیونکہ اس سے بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں شعائر اسلام میں حاضر ہونے کا موقع ملتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے مواقع ملتے ہیں ان کی عیادت کی جاتی ہے ان کے جنازہ میں شرکت ہوتی ہے ان کو کثرت سے سلام کیا جاتا ہے نیکی کا حکم دیا جاتا ہے بُرائی سے روکا جاتا ہے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کیا جاتا ہے اور محتاجوں کی مدد کی جاتی ہے اور یہ وہ کام ہیں جن کو ہر شخص کر سکتا ہے اور اگر وہ شخص عالم اور زاہد ہو تو مل جل کر رہنا اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے۔ دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی عزلت نشینی افضل ہے کیونکہ اس میں سلامتی محقق ہے بشرطیکہ وہ جن عبادات کا مکلف ہے ان کی ادائیگی کا طریقہ اس کو معلوم ہو اور جس شخص کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا اس کے لیے مل جل کر رہنا افضل ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں سے الگ ویرانوں میں رہنا

افضل ہے کیونکہ بہت کم محافل گناہوں سے خالی ہوتی ہیں علامہ یعنی فرماتے ہیں: میں بھی ان کا ہم نوا ہوں کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں شر اور فساد سے بچنا بہت مشکل ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنوں سے دور رہنا چاہیے سلف صالحین کی ایک جماعت فتنوں کے خطرہ سے بستیوں سے نکل گئی تھی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ کے زمانہ میں ربذہ چلے گئے تھے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آخر زمانہ میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں عزلت نشینی کو ترجیح دی ہے جب کہ شارع نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ محلہ کے سب مسلمان مل کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور شہر کے سب لوگ جمع ہو کر جمعہ کی اور عید کی نماز پڑھیں اور تمام ملکوں کے مسلمان حج کے لیے جائیں اور میدان عرفات میں جمع ہوں خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع کا حکم شریعت میں معلوم اور مشہور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتماعیت کا حکم اس وقت پسندیدہ ہے جب امن ہو اور عزلت نشینی اس وقت پسندیدہ ہے جب فتنہ کا زمانہ ہو۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۶۳-۲۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھے تم سب

سے زیادہ اللہ کا علم ہے

۱۳۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ ﴿أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ﴾

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اپنے دین کو بچانے کے لیے فتنہ سے بھاگنا چاہیے اور مسلمان اسی وقت فتنہ سے بھاگے گا جب اس کا دین قوی ہو اور اس باب میں اللہ کی معرفت کا بیان ہے اور انسان کو جتنی زیادہ اللہ کی معرفت ہوگی اتنا ہی اس کا دین قوی ہوگا۔

وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلَكِنْ يَأْخُذْكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۵) اور یہ کہ معرفت دل کا فعل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَكِنْ يَأْخُذْكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۵) لیکن اللہ (ان قسموں میں) تمہارا مواخذہ فرمائے گا جن کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا (البقرہ: ۲۲۵)۔

امام بخاری نے فرمایا ہے کہ معرفت دل کا فعل ہے یہاں معرفت سے مراد تصدیق ہے اور ماننا ہے اور وہ دل کا کسب اور اس کا فعل ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سلام بنکیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعمال میں سے ہم کو کسی عمل کا حکم دیتے تو اس عمل کا دیتے جس کی ہم کو طاقت ہو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی شخصیت کی طرح نہیں ہیں بے شک اللہ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا ہے (یہ سن کر) آپ غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے سے غضب کے آثار ظاہر ہوئے پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم سب سے

۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْبَنَكِيدِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا إِنَّا لَنَسَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتَّى يَعْرِفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ إِنَّ اتِّقَاكُمْ وَأَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ أَنَا.

زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا
میں ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن سلام بن الفرج اسلمی انہوں نے ابن عیینہ اور ابن المبارک اور دیگر اعلام سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاری اور دیگر ائمہ نے سماع کیا ہے یہ ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو محمد عبدہ بن سلیمان بن حاجب الکوفی امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور صالح ہیں العجلی نے یہ کہا: یہ صاحب قرآن ہیں یہ کوفہ میں رجب ۱۸۸ھ میں فوت ہوئے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد عروہ بن عوام بنی شہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۶۶)

نبی ﷺ کے علم اور تقویٰ کے سب سے زیادہ ہونے کی توجیہ

نبی ﷺ اپنے اصحاب کو ان کاموں کا حکم دیتے تھے جن کی ان کو طاقت ہو اور آپ کے اصحاب کو عبادت کرنے کی شدید حرص تھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی ﷺ کو زیادہ مشقت والی عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ کی مغفرت کا اعلان ہو چکا ہے اور چونکہ ان کی مغفرت کی ضمانت نہیں دی گئی اس لیے ان کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے نبی ﷺ یہ سن کر ناراض ہوئے اور ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور سب سے زیادہ اس کا علم رکھنے والے تو آپ ﷺ ہیں۔

نبی ﷺ سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والے ہیں اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ آپ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی صفات اس کے افعال اور اس کے احکام کی تفصیل کا علم ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے وہ عین الیقین ہے کیونکہ آپ نے اللہ کو دیکھا ہے بصر کی آنکھ سے یا بصیرت کی آنکھ سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور صحابہ کو جو علم تھا وہ علم الیقین تھا اور عین الیقین علم الیقین سے قوی ہوتا ہے۔

باب کی حدیث کی مویذ دیگر احادیث

مسنوق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی ﷺ نے کوئی ایسا کام کیا جس میں رخصت تھی تو کچھ لوگوں نے اس کام سے براءت کی۔ نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اللہ کی حمد کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس کام سے بے زار ہوتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں پس اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۰۰۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: میں صبح کو حالت جنابت میں اٹھتا ہوں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بھی صبح کو حالت جنابت میں اٹھتا ہوں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں پھر میں غسل کر کے روزہ رکھتا ہوں اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک آپ ہماری مثل نہیں ہیں آپ کے تو تمام اگلے اور پچھلے بہ خارج خلاف اولیٰ کام معاف کر دیئے گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور آپ نے فرمایا: بے شک مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ ان چیزوں کا علم رکھنے والا ہوں جن سے بچنا چاہیے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص نبی ﷺ کی ازواج کے حجروں میں گئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہیں آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو کم گمان کیا اور انہوں نے کہا: کہاں ہم

اور کہاں نبی ﷺ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے تمام اگلے اور پچھلے یہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا ہے ان میں سے کسی ایک نے کہا: بہر حال میں تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھتا رہوں گا دوسرے نے کہا: میں تو ہمیشہ روزے رکھتا رہوں گا اور ترک نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا پھر نبی ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: تم عورتوں سے فلاں فلاں بات کہی ہے سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں اور میں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں سو جو شخص میری سنت کو (کم سمجھ کر) اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۰۱، سنن نسائی: ۳۲۱۶)

جس نے کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کیا جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے سو یہ بھی امورِ ایمان سے ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پہنے گا: (۱) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول اس کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (۲) جو شخص کسی بندہ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے (۳) جس شخص کو اللہ نے کفر سے نجات دی ہو وہ اس کے بعد کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح حدیث: ۱۶ میں بیان کی جا چکی ہے۔

اعمال کے سبب سے اہل ایمان

کی ایک دوسرے پر فضیلت

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ایمان کی تین خصلتیں بیان کی گئی تھیں اور اس باب میں مومنین کی ایک دوسرے پر فضیلت کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ ان تین خصلتوں کے حصول میں مومنین ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور جس میں یہ خصلتیں زیادہ ہوں گی اس کا ایمان دوسرے سے افضل ہوگا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی

۱۴۔ بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُوذَ فِي

الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى

فِي النَّارِ مِنَ الْإِيمَانِ

۲۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ خَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوذَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ

۱۵۔ بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ

الْإِيمَانِ فِي الْأَعْمَالِ

۲۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ يَذْهَبُ أَهْلُ الْخَنَةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ
ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ
خَنَةٍ مِنْ حَرِّ دَلٍّ مِنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا قِدْرٌ
أَسْوَدُوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهْرِ الْحَيَاءِ أَوْ الْحَيَاةِ شَكٌّ
مَالِكٌ فَيَسْتَوْنَ كَمَا تَنْتُ الْخَبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ
أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً؟

مُتَّقِينَ نے فرمایا کہ جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا جو جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے پھر ان کو حیا یا حیات کے دریا میں ڈال دیا جائے گا (اس لفظ میں امام مالک کو شک ہے) پھر وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے جس طرح سیلاب کے کنارے مٹی میں بچا گتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ بچ در بچ زرد رنگ میں مڑا ہوا نکلتا ہے؟

قَالَ وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو الْحَيَّاءِ وَقَالَ خَرَدَلٍ
مِنْ حَيْبٍ. | عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ | ١٥١٠ |

وہیب نے کہا: عمرو کی حدیث میں حیات کا لفظ ہے اور کہا:
 رائی کے دانے کے برابر خیر ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۸، مسند ابو یوسف: ۱۴۱۹، مسند ابو حنیفہ: ج ۱ ص ۱۸۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۱، شعب الایمان: ۳۱۶، التہذیب: ج ۱ ص ۸۴۲، الشریعۃ: ج ۱ ص ۳۴۵، سنن ابی داؤد: ۴۳۵، مسند احمد ج ۳ ص ۵۶، طبع قدیم مسند احمد: ۵۳۳-۱۱ ج ۱ ص ۹۲-۹۱)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ایک شدید ضعیف راوی سے روایت کرنے کی وجہ ہے۔۔۔۔۔

امام بخاری پر تنقید

(۱) اسماعیل بن عبد اللہ الاسلمی: یہ امام مالک کے بھانجے تھے انہوں نے اپنے ماموں اپنے والد اور اپنے بھائی سے سماع کیا ہے نیز انہوں نے عبد المجید ابراہیم بن سعد سلیمان بن بلال اور دوسروں سے سماع کیا ہے اور ان سے امام دارمی، امام بخاری، امام مسلم وغیرہم نے سماع کیا ہے۔ ابو حاتم نے کہا: یہ سچا اور غافل ہے، یحییٰ بن معین نے کہا: یہ اور ان کے والد دونوں ضعیف ہیں اور انہوں نے کہا: یہ دونوں حدیث کا سرقہ کرتے تھے اور انہوں نے کہا: اسماعیل بہت سچا ہے مگر ضعیف العقل ہے نیز یحییٰ بن معین نے کہا: یہ حدیث کو ادا کرنے کے طریقہ سے واقف نہیں، یہ دوسروں کی کتاب پڑھتا ہے یہ خلط ملط کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور کچھ بھی نہیں یہ دو پیسوں کے برابر ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا: اس کی روایت میں حرج نہیں، امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح کہا ہے، امام نسائی نے اس پر بہت جرح کی ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے اور ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے، الدارقطنی نے کہا: میں اس کو صحیح حدیث میں اختیار نہیں کرتا ابن عدی نے کہا: انہوں نے اپنے ماموں سے ایسی غریب احادیث روایت کی ہیں جن کا دلی متابع نہیں بن سکتا۔ امام بخاری اور امام مسلم پر یہ عیب لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اس کی حدیث روایت کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے یہ رجب ۲۲۶ھ یا ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) امام مالک بن انس ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن یحییٰ بن مہرہ الانصاری المازنی المدنی: یہ اپنے والد اور دوسرے تابعین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یحییٰ بن سعید انصاری اور دیگر تابعین روایت کرتے ہیں ابو حاتم اور امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابو یحییٰ بن عثمان الانصاری المازنی المدنی: انہوں نے حضرت ابوسعید اور حضرت عبد اللہ بن زید سے سماع کیا ہے اور ان سے ان کے بیٹے اور زہری وغیرہ نے سماع کیا ہے (۵) حضرت ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن وہب اور معن بن عیسٰی نے بھی امام مالک سے روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث مؤطا امام مالک میں نہیں ہے الدارقطنی نے کہا: یہ حدیث غریب صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۳۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ جس میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو گا وہ دوزخ کی آگ سے نکل آئے گا اور اس میں لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ”مشقال حبة“ کا لفظ ہے ”مشقال“ کا معنی ہے: میزان یعنی دانہ کے وزن کے برابر اور ”حردل“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رائی جو سوسوں کی مثل ہے اس سے مراد ہے: بہت کم مقدار کی چیز یعنی جس کے دل میں بہت کم ایمان ہو گا وہ بھی جنت میں داخل ہو گا اور اس حدیث میں ”الحبة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: سرسبز گھاس کا بیج یا سحرائی بیج یہ دریا کے کنارے از خود اگتا ہے اور ”حبة“ کا معنی ہے: گندم یا جو کا دانہ اور اس میں ”نهر الحياة“ کے الفاظ ہیں اس کا معنی ہے: آب حیات کا دریا اور ”نهر الحياء“ کے الفاظ ہیں ”الحياء“ کا معنی ہے: بارش جس سے حیات کا حصول ہوتا ہے اور ”صفراء“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: زرد یا پیلا اور ”ملتوية“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مڑا ہوا بیج در بیج۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۷۳-۲۷۴)

حدیث مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہر حال اہل دوزخ وہ ہیں جو دوزخ کے اہل ہیں وہ اس میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن جن لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ان کو آگ جلانے لگی پس اللہ ان پر موت طاری کر دے گا جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی حتیٰ کہ ان کو گر وہ در گر وہ لایا جائے گا پھر کہا جائے گا: اے جنت والو! ان پر پانی ڈالو پھر وہ اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح سبزہ کا بیج سیلاب کی مٹی اور کوزے میں اگتا ہے پھر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: لگتا ہے رسول اللہ ﷺ گاؤں میں رہے ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۹)

اس حدیث میں جو ان پر موت طاری کرنے کا فرمایا ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ ان کے حواس ماؤف کر دیئے جائیں گے حتیٰ کہ انہیں جل کر کوئلہ ہونے کا شعور نہیں ہو گا جیسے کسی انسان کو بے ہوش کر کے اس کی سرجری کی جاتی ہے تو اس کو درد کا ادراک نہیں ہوتا علامہ نووی نے بھی اس حدیث کا ایک یہی محمل بیان کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۵، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۹، سنن ترمذی: ۱۰۲۶، سنن ابی داؤد: ۱۳۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اہل جنت کا سب سے کم حصہ وہ لوگ ہوں گے جن کو اللہ دوزخ سے نکال لے گا رب عز وجل ان سے اس لیے خوش ہو گا کہ انہوں نے اللہ عز وجل سے ساتھ کسی وثیق نہیں کیا وہ ان کو ایک میدان میں رکھا جائے گا وہ اس میں اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے حتیٰ کہ جب ان کی روحیں ان کے جسموں میں داخل ہوں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوزخ کی آگ سے نکال لیا اور ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں داخل کر دیا اب ہمارے چہروں کو بھی آگ سے پھیر دے پھر ان کے چہروں کو بھی آگ سے پھیر دیا جائے گا۔

(مسند ابی داؤد: ۱۳۱۱، سنن ابی داؤد: ۱۳۱۱)

حدیث مذکور کے مسائل

- (۱) اس حدیث میں مرجعہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے کیونکہ مرجعہ کہتے ہیں کہ مومن صاحب کبیرہ کو عذاب نہیں ہوگا اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ اس کو عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائے گا۔
- (۲) اس حدیث میں خوارج اور معتزلہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مومن صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب ہوگا اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔
- (۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال کامل ایمان میں داخل ہیں نہ کہ نفس ایمان میں اور جس نے جتنا زیادہ عمل کیا ہوگا اس کی کم عمل کرنے والے پر اتنی ہی فضیلت ہوگی۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۶۵۔ ج ۱ ص ۷۹۶۔ ۷۹۵ میں بھی مذکور ہے لیکن وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ
أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ
يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا
أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمْصٌ
مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثَّدْيَ وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ وَعُرِضَ
عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجْرُهُ قَالُوا فَمَا
أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ الَّذِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے از صالح از ابن شہاب از ابو امامہ بن سہل یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے (خواب میں) دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور سب پر قمیصیں ہیں بعض کی قمیصیں پستانوں تک ہیں اور بعض کی اس سے کم ہیں اور میرے سامنے عمر بن الخطاب پیش کیے گئے اور ان پر ایسی قمیص تھی جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: دین۔

[اطراف الحدیث: ۳۶۹۱۔ ۷۰۰۸۔ ۷۰۰۹]

(صحیح مسلم: ۲۳۹۰ سنن ترمذی: ۲۲۸۶ سنن نسائی: ۵۰۲۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۲۱ مسند ابویعلیٰ: ۱۲۹۰ شرح السنہ: ۳۲۹۳ صحیح ابن حبان:

۶۸۹۰ مسند احمد ج ۳ ص ۸۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۸۱۳ ج ۱ ص ۳۲۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

- (۱) محمد بن عبید اللہ بن محمد بن زید القرشی الاموی انہوں نے بہت بڑے محدثین سے سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ نے سماع کیا ہے ابو حاتم نے کہا: یہ بہت سچے تھے (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف انہوں نے اپنے والد زہری اور ہشام بن عروہ وغیرہم سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ عبد الرحمن بن مہدی اور بہت لوگوں نے سماع کیا ہے۔ امام احمد یحییٰ ابو حاتم اور ابو زرعة نے ان کو ثقہ کہا ہے ابو زرعة نے کہا: یہ بہت احادیث روایت کرتے ہیں اور بعض اوقات خطا کرتے ہیں۔ یہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے (۳) صالح بن کیسان ابو محمد القفاری المدنی التابعی ہیں انہوں نے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے پھر زہری سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے ۹۰ سال کی عمر میں تحصیل علم کی ابتداء کی اور ۱۶۰ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابن شہاب محمد بن مسلم زہری ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابو امامہ اسعد بن سہل بن حنیف ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے انہوں نے بہت صحابہ سے روایت کی ہے امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی نبی ﷺ سے روایت کی ہے

یہ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۷۷)

حدیث مذکور کے مباحث اور مسائل

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت عمر کی قمیص لمبی تھی اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی قمیص حضرت ابوبکر سے بھی لمبی تھی سو ان کا دین بھی حضرت ابوبکر سے زائد ہوا اور اس سے حضرت عمر کی حضرت ابوبکر پر فضیلت لازم آتی ہے علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث سے معارض ہے جن میں حضرت ابوبکر کی افضلیت بیان کی گئی ہے علاوہ ازیں حضرت ابوبکر کی افضلیت پر اجماع ہے اور وہ دلیل قطعی ہے اور یہ حدیث دلیل ظنی ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۸۰)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر کی قمیص کے لمبی ہونے سے یہ لازم آئے گا کہ ان کے نیک اعمال حضرت ابوبکر سے زیادہ ہیں لیکن فضیلت میں کیت اور مقدار کا لحاظ نہیں ہوتا کیفیت کا اعتبار ہوتا ہے مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرضیت حج کے بعد ایک بار حج کیا ہے اور کسی شخص نے پچاس حج کیے ہوں تو کیا وہ شخص رسول اللہ ﷺ سے افضل ہو جائے گا اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر کی تو ایک نیکی عمر کی تمام نیکیوں سے افضل ہے۔ (مشکوٰۃ: ۶۰۶۸)

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) اعمال کے اعتبار سے ایمان والے ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں (۲) اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت پر دلیل ہے (۳) خواب کی تعبیر عالم سے معلوم کرنی چاہیے (۴) عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی لائق اور فاضل شاگرد کی تحسین کرے تاکہ لوگ اس کی فضیلت پر مطلع ہوں اور اس جیسا بننے کی کوشش کریں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۶۷-ج ۶ ص ۹۰۸-۹۰۷ پر مذکور ہے لیکن وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۶۔ بَابُ الْحَيَاءِ مِنَ الْإِيمَانِ

حیاء امور ایمان سے ہے

۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعْظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ. [طرف الحدیث: ۶۱۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے بھائی کو حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ حیاء ایمان سے ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۶، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۵، سنن نسائی: ۵۰۳۸، سنن ترمذی: ۲۶۱۵، سنن ابن ماجہ: ۵۸، مسند الحمیدی: ۶۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸)

ص ۵۲۲، مسند ابویعلیٰ: ۵۳۲۳، الادب المفرد: ۶۰۴، شرح السنن: ۳۵۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۵۳-ج ۸ ص ۱۵۶)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر القرشی العدوی یہ جلیل القدر تابعی ہیں امام مالک نے کہا: سالم کے زمانہ میں صالحین میں سے کوئی شخص ان کے مشابہ

نہیں تھا ابن راہویہ نے کہا: سب سے زیادہ صحیح سند یہ ہے: زہری از سالم از عبد اللہ بن عمر۔ یہ ۱۰۶ھ یا ۱۰۸ھ میں مدینہ میں فوت ہوا۔
گئے حضرت عبد اللہ بن عمر سے ان کے چار بیٹوں نے احادیث روایت کی ہیں: سالم عبد اللہ حمزہ اور بلال (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۸۱)

حیاء کی دو قسمیں

حیاء کی ایک قسم جبلی اور فطری حیاء ہے یہ انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو قبیح اور رذیل کاموں سے روکتا ہے اور اس کو نیک کاموں پر ابھارتا ہے۔

حیاء کی دوسری قسم کسی ہے جس کو انسان اپنے اختیار اور ارادہ سے حاصل کرتا ہے جیسے بندہ کا اس سے حیاء کرنا کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کر دے اس کو شرعی حیاء بھی کہتے ہیں۔ اس کی یہ تعریف بھی ہے کہ جو کام شرعاً ممنوع ہو اس کے کرنے سے انسان کے اندر انقباض اور گھٹن کی کیفیت پیدا ہو۔

زیر بحث حدیث میں وہ شخص اپنے بھائی کو مطلقاً حیاء کرنے سے منع کر رہا تھا حالانکہ جائز اور مشروع کاموں کو حیاء کی وجہ سے ترک کرنا مذموم ہے لیکن حرام اور مکروہ کاموں کو حیاء کی وجہ سے ترک کرنا محمود اور مستحسن ہے اس لیے اس شخص کا اپنے بھائی کو مطلقاً حیاء کرنے سے منع کرنا صحیح نہ تھا اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑو کیونکہ حیاء بھی امور ایمان میں سے ہے۔

حیاء کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا معنی یہ ہے کہ تم سر کی حفاظت کرو اور سر جن چیزوں کو محیط ہے ان کی حفاظت کرو اور پیٹ کی حفاظت کرو اور پیٹ جن کو جامع ہے ان کی حفاظت کرو اور تم موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد کرو اور جو آخرت کو یاد کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے جس نے یہ کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کی جیسی حیاء کرنے کا حق ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷ سنن ترمذی: ۲۳۵۷ مسند ابی داؤد: ۲۰۲۵ المستدرک ج ۳ ص ۴۲۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حیاء سے خیر ہی خیر حاصل ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۱۷ صحیح مسلم: ۴۷)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں نے جو نبوت کا ابتدائی کلام پایا وہ یہ ہے کہ جب تم میں حیاء نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۲۰)

۱۷۔ بَابُ ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

وَاتُوا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ (التوبہ: ۵)

۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ

حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحٍ خَرَمِيُّ بْنُ عَمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ

أَبِي عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا

کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو (التوبہ: ۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد

المسندی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوروح الحریری

بن عمارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے ازواقہ

بن محمد حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ

وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.

ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں! پس جب وہ یہ کام کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے! سوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۸، سنن نسائی: ۲۳۴۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۲۸۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۲، المعجم الکبیر: ۴۶، التاج: ۳۲۹۸، صلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۱۵، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۰۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵، طبع قدیم مسند احمد: ۴۱۳، ج ۲۲ ص ۳۶، مسند احمد میں یہ حدیث حضرت جابر سے مروی ہے۔)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر المسندی ان کا تعارف گزر چکا ہے (۲) ابوروح الحریری بن عمر بن انہوں نے شعبہ وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے عبید اللہ بن عمر القواریری نے سنا ہے ان سے امام ترمذی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے احادیث روایت کی ہیں یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت صادق ہیں ۲۰۱ھ میں ان کی وفات ہو گئی (۳) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) واقد بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر انہوں نے اپنے والد محمد بن زبیر سے روایت کی ہے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر امام ابو حاتم اور امام ابو زرعة نے ان کی توثیق کی ہے اور ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۸۶)

تارک نماز کو قتل کرنے یا قتل نہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ترجیح

اس حدیث کو روایت کرنے سے امام بخاری کا مقصد مرجعہ کارہ کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کرنے سے ولی ضرر نہیں ہوتا۔

امام شافعی کے نزدیک جو شخص نماز کا تارک ہو اس کو فوراً قتل کر دیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی امام احمد سے اکثر روایات یہ ہیں کہ تارک نماز کافر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے اور اس کا حکم مرتد کا ہے اس کو نہ قتل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گی اور امام ابو حنیفہ اور مزی نے یہ کہا ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا امام شافعی اور امام احمد پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے تارک نماز کے قتل پر استدلال کیا ہے لیکن وہ تارک زکوٰۃ کے قتل کا حکم نہیں دیتے حالانکہ حدیث میں ان دونوں سے قتال کا ذکر ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ کو ترک کرنے پر اس کو تعزیری ہو جائے گی۔

فقہاء احناف کی طرف سے التوبہ: ۵ اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس آیت اور حدیث میں نماز اور زکوٰۃ کے تارک اور مانع سے قتال کا حکم دیا ہے ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور قتال کا معنی ہے: ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے سے جنگ کرنا اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دے گا تو اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اگر وہ جنگ پر آمادہ ہو تو اس سے جنگ کی جائے گی اس وجہ سے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی تھی اور یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر نے ان کو پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۰)

میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ جو تارک نماز کو قتل کرنے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور وہ اپنے گھر میں محصور تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اس وقت ان کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا انہوں نے کہا: ان محاصرہ کرنے والوں نے ابھی مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے لیے اللہ کافی ہے انہوں نے کہا: یہ مجھے کیوں قتل کر رہے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کسی مسلمان کا خون بہانا صرف تین وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے حلال ہوتا ہے کوئی شخص اسلام کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کوئی شخص دوسرے شخص کو ناحق قتل کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۰۲، سنن ترمذی: ۲۱۵۸، سنن نسائی: ۴۰۳۱، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۳)

تارک نماز کے متعلق امام شافعی، امام احمد اور امام ابو حنیفہ کا مسلک ذکر کر دیا گیا رہا امام مالک کا مسلک تو اس کے متعلق علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی اور اس نے نماز پڑھنے سے انکار کیا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (الی قولہ) ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ تارک نماز کو کس وقت قتل کیا جائے گا، بعض نے کہا: اس کو وقت مختار کے آخر میں قتل کیا جائے گا اور بعض نے کہا: اس کو وقت ضرورت کے آخر میں قتل کیا جائے گا یعنی جب عصر کے وقت میں سے صرف چار رکعت نماز پڑھنے کا وقت رہ جائے اور سورج غروب ہو جائے اور اس نے عصر نہ پڑھی ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہی صحیح قول ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۳ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

اسلام میں ظاہر کے مطابق حکم دیا جائے گا اور باطن کو نہیں کھنگالا جائے گا

اس حدیث میں فرمایا ہے: سو اسلام کے حق کے، یعنی ان کی جان اور ان کے مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا ہاں! اگر انہوں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو یا کسی کے اعضاء ناحق کاٹے ہوں تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا کسی کی چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور چوری شدہ مال واپس لیا جائے گا یا کسی کا مال غصب کیا ہے تو اس سے وہ مال وصول کیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: اور ان کا حساب اللہ پر ہے یعنی اگر دلائل شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ انہوں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے یا کسی کا مال غصب کیا ہے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی، لیکن اگر دلائل شرعیہ سے یہ ثابت نہ ہو سکا اور واقع میں اس نے کسی کی جان اور مال پر ناحق زیادتی کی ہو تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ ہم تو صرف ظاہر پر حکم کرتے اور باطن کا معاملہ تو صرف اللہ جانتا ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیری کے پتوں سے رنگے ہوئے چمڑے کے تھیلے میں سونے کی چند ڈلیاں بھیجیں جن سے (کان کی) مٹی ہنوز صاف نہیں کی گئی تھی آپ نے وہ سونا چار افراد میں تقسیم کر دیا، عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید بن خیل اور چوتھے علقمہ تھے یا عامر بن الطفیل، آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: ہم اس سونے کے ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھ کو امین نہیں قرار دیتے حالانکہ میں آسمانوں میں امین ہوں اور صبح، شام میرے پاس آسمانوں سے خبر آتی ہے پھر ایک شخص کھڑا ہوا جس کی

آنکھیں دھنسی ہوئی تھی، رخسار ابھرے ہوئے تھے اور پیشانی اٹھی ہوئی تھی، ڈاڑھی گھٹی تھی اور سر منڈا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! اللہ سے ڈریں، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، کیا میں روئے زمین پر سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں؟ پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا، حضرت خالد بن ولید نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اس شخص کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو، حضرت خالد نے کہا: کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کے دل میں وہ بات نہیں ہوتی جس کو وہ زبان سے کہتے ہیں (جیسے منافقین)، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو چیر کر دیکھوں اور نہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے پیٹ چاک کر دوں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو وہ پیٹھ موڑے کھڑا تھا، آپ نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی، جس کا منہ کتاب اللہ کی تلاوت سے تر رہے گا، لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں نے ان کو پایا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا، جس طرح شموذ کو قتل کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۵۱، صحیح مسلم: ۱۰۶۴، سنن ابوداؤد: ۴۷۴۷، سنن نسائی: ۱۰۵۷-۱۰۵۸)

* اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ باطن کی تفتیش کا حکم نہیں دیا، صرف ظاہر کے اعتبار سے حکم دینے کا مکلف کیا گیا ہے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے مطالعہ کریں، تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۲۹، التوبہ: ۷۳ اور ص ۱۹۷، یوسف: ۷۶، فرید بک شال، لاہور۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲- ج ۱ ص ۸۷ پر ہے، وہاں اس کی زیادہ شرح کی گئی ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان (۲) مانعین زکوٰۃ کا شبہ (۳) مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب (۴) قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام (۵) ضروریات دین کا انکار کفر ہے ۶ حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث (۷) باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔

۱۸- بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ الْعَمَلُ
بِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَبِذَلِكَ الْجَنَّةُ الْبَتَىٰ﴾
أَوْ رُتِبُوا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿(الزُّمَرُ: ۷۲)﴾ وَقَالَ
عِدَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَوَرَبُّكَ
لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الْحَجَر: ۹۳)
(۹۲) عَنْ قَوْلٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَقَالَ ﴿لِيُمِثِّلَ هَذَا فليَعْمَلِ
الْعَامِلُونَ﴾ (الساافات: ۶۱).

جس شخص نے یہ کہا کہ عمل ہی ایمان ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو وارث بنایا گیا ہے، ان اعمال کے سبب سے جو تم کرتے تھے“ (الزمر: ۷۲) متعدد اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: ”پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سے ضرور سوال کریں گے“ کہ وہ کیا عمل کرتے تھے“ (الحجر: ۹۳-۹۲) یعنی یہ سوال لا الہ الا اللہ کے متعلق ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی مثل کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے (الساافات: ۶۱)۔

عنوان باب کی وضاحت اور امام بخاری کی ذکر کردہ آیات کی تفسیر

پہلے باب سے بھی امام بخاری کا مقصد مرجعہ کا رد کرنا تھا اور اس باب سے بھی امام بخاری کا مقصد مرجعہ کا رد کرنا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ عمل نہ کرنے سے اہل ایمان کو ضرر نہیں ہوگا اور ان آیتوں میں عمل ہی کو ایمان فرمایا گیا ہے اور احناف کے نزدیک اس جگہ ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں۔

امام بخاری نے جس پہلی آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عمل ہی ایمان ہے اس میں مذکور ہے: یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو

وارث بنایا گیا ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ وراثت کا معنی ہے: موت کے بعد مال ورثاء کے لیے چھوڑ جانا پس اللہ تعالیٰ کسی کو وارث کیسے بنائے گا اس پر تو موت کا آنا محال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وراثت کا حقیقی معنی یہی ہے لیکن یہاں یہ طور استعارہ مجاز مراد ہے یعنی جس طرح وارثوں کو مورث بغیر کسی عوض کے مال عطا کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مومنوں کو بغیر کسی عوض کے جنت عطا کرتا ہے اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں مورث سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے جو جنت بنائی تھی وہ چونکہ ایمان نہیں آیا اس لیے وہ اس جنت کو مومنوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے جس طرح مورث اپنے مال کو وارثوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ان اعمال کے سبب سے جو تم کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں دخول کا سبب اعمال ہیں حالانکہ حدیث میں ہے: کوئی شخص جنت میں اپنے عمل کی وجہ سے داخل نہیں ہوگا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: مجھ کو بھی نہیں سوا اس کے کہ میرا رب مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۶، رقم المسلسل: ۶۹۸۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول کے دو سبب ہیں ظاہری سبب تو اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے اس آیت میں ظاہری سبب کا ذکر فرمایا ہے اور حدیث میں حقیقی سبب کا ذکر فرمایا ہے۔ امام بخاری کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے: پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے کہ وہ کیا عمل کرتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کے معارض یہ آیت ہے:

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ○

پس اس دن کسی انسان کے گناہ سے سوال کیا جائے گا اور نہ کسی جن کے ○ (الرحمن: ۳۹)

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا؟ بلکہ یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے کیوں کیا؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن نئی احوال ہوں گے بعض احوال میں سوال نہیں کیا جائے گا اور بعض اوقات میں سوال کیا جائے گا۔ امام بخاری کا تیسرا استدلال اس آیت سے ہے: اس کی مثل کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ اس پر یہ سوال ہے کہ اس کی مثل سے کس چیز کی مثل مراد ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے "الفوز العظيم" کا ذکر ہے یعنی بہت بڑی کامیابی اور وہ دوزخ سے نجات اور جنت میں دخول ہے تو اس کی مثل کے حصول کے لیے عمل کرنا چاہیے یعنی ایمان لانا چاہیے اور اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ
قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سئلَ أَيْ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟
فَقَالَ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجِهَادُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل بن اسماعیل نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے از سعید بن مسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے

فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے رسول پر کلمہ کیا: پھر وہ سائل
فی سبیل اللہ، قیل ثم ماذا؟ قال حج مبرور۔
[طرف الحدیث: ۱۵۱۹] افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، جہاد کیا: پھر
کون سا؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

(صحیح مسلم: ۸۳، سنن نسائی: ۵۰۰۰، صحیح ابن حبان: ۴۵۹۵، المعجم الکبیر: ۳۶۹، ج ۱۳، المعجم الاوسط: ۸۸۹۱، حلیہ: ۱، دیلمی: ج ۳ ص ۹۰، ج ۴ ص ۱۰۱، ابن منصور: ۲۳۳۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۱، طبع قدیم مسند احمد: ۸۳، ج ۲۳، ج ۵ ص ۴۵۱، موسسہ: رسالہ: ۱۰۱)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی سعید بن المسیب کا تذکرہ

(۱) احمد بن عبد اللہ بن یونس الیربوعی التیمی، ان کے باپ عبد اللہ ہیں، لیکن ان کی شہرت اپنے دادا کی طرف نسبت ہے، انہوں نے امام مالک ابن ابی ذئب، لیث اور بہت سے محدثین سے سماع کیا ہے اور ان سے ابو زرعہ، ابو حاتم، امام بنی ہاشم، مسلم، دارام ابو داؤد نے سماع کیا ہے، ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ اور متقن تھے، امام احمد نے ان کو شیخ الاسلام کہا، یہ ربیع الآخر ۲۲ھ میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی (۲) موسیٰ بن اسماعیل المصفری، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابراہیم بن سعد، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابن شہاب زہری، ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) سعید بن مسیب بن حزن بن ابی وہب القرشی المخزومی المدنی، یہ امام التابعین اور فقیہ الفقہاء تھے، ان کے باپ اور دادا دونوں صحابی تھے فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے، حضرت عمر کی خلافت کے ۱۰ سال بعد یہ پیدا ہوئے، انہوں نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا، یہ حضرت ابوہریرہ کے داماد تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ احادیث کے عالم تھے، ان سے بہت تابعین نے احادیث کا سماع کیا، ان کی امانت اور جلالت پر اتفاق ہے، یہ علم اور تقویٰ میں اپنے معاصرین پر مقدم تھے، ابن المدینی نے کہا: یہ تابعین میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، امام احمد نے کہا: یہ افضل التابعین تھے، لیکن صحیح مسلم میں ہے کہ خیر التابعین اویس قرنی ہیں، امام عبد اللہ نے کہا: یہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے، یہ کانے تھے، ابن قتیبہ نے کہا: ان کے دادا حزن بنی سنیہ، یمن کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: تم سہل ہو، انہوں نے کہا: نہیں، میں حزن (سخت اور رنج والا) ہوں، یہ تین دفعہ مکالمہ ہوا، سعید نے کہا: ہم ہمیشہ اس سختی اور رنج کو پہچانتے رہے، ان کی اولاد بدخلق تھی، انہوں نے چالیس حج کیے اور وظیفہ نہیں لیا، ان کے پاس چار سو دینار کا سرمایہ تھا، جس سے یہ زیتون کے تیل کی تجارت کرتے تھے، جابر بن اسود مدینہ کے حاکم تھے، انہوں نے ان کو حضرت ابن الزبیر کی بیعت کے لیے بلایا، انہوں نے انکار کیا، تو انہوں نے ان کو ساٹھ کوڑے مارے اور مدینہ میں گشت کرایا، ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے ولید کی بیعت سے انکار کیا تو اس نے ان کو کوڑے مارے اور قید کیا، یہ ۹۳ھ میں الولید بن عبد الملک کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے، اس سال بہ کثرت فقہاء فوت ہوئے تھے، اسی وجہ سے اس سال کو سنۃ الفقہاء کہا جاتا ہے (۶) حضرت ابوہریرہ عبد الرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(حمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۸-۲۹۹)

حدیث مذکور کے الفاظ کے لغوی اور شرعی معانی

اس حدیث میں "الفصل" کا لفظ ہے اس سے مراد ہے: جس عبادت کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ثواب ہو اور "جہاد" لفظ ہے اس کا لغوی معنی مشقت ہے اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے کفار سے قتال کرنا، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا، فرض کفایہ ہے اور اگر کفار اسلامی ملک پر حملہ کریں تو ان سے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض مبین ہے اور اس میں "حج مبرور" کا لفظ ہے حج کا لغوی معنی ہے: قصد کرنا اور شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا، اس میں فرض نہیں، وقوف عرفات اور توف

زیارت حج کرنا زندگی میں ایک بار فرض ہے اس کی شرط یہ ہے کہ مسلمان کے پاس اتنی رقم ہو جس سے مکہ مکرمہ تک آنے جانے کا سفر ہو سکے اور اتنے عرصہ کے لیے اس کا اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کا خرچ ہو اور وہ صحت مند ہو مبرورہ حج ہے جس میں حج کرنے والا لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان سے اچھی باتیں کرے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے متعدد عبادات کو افضل عمل فرمایا ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت میں آپ نے فرمایا: افضل اسلام کھانا کھلانا ہے اور ہر شخص کو سلام کرنا ہے اور حضرت ابو موسیٰ کی روایت میں ہے: افضل اسلام لوگوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا ہے اور حضرت ابوذر کی حدیث میں ہے: افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ افضلیت مختلف احوال اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہے مثلاً جو شخص جہاد کا اہل ہے اس کے لیے جہاد کرنا دیگر عبادات سے افضل ہے اور جس شخص کے والدین بے سہارا ہیں اگر وہ ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے جائے گا تو اس کے والدین ضائع ہو جائیں گے اس کے لیے والدین کی خدمت کرنا جہاد سے افضل ہے اور جب کفار کا مسلمانوں کے شہر پر حملہ اور غلبہ ہو تو تمام عبادات سے جہاد کرنا افضل ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ جن عبادات کو آپ نے افضل العمل فرمایا ہے اس سے مراد ہے: یہ افضل اعمال کے قبیل سے ہیں یعنی لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا اور ان کو کھانا کھلانا اور سلام کرنا وغیرہ یہ سب افضل اعمال ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ یہی افضل عمل ہیں۔

جب اسلام سے اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہو

اور ظاہری اطاعت مراد ہو یا قتل کیے

جانے کا خوف مراد ہو

۱۹- بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى

الْحَقِيقَةِ وَكَانَ عَلَى الْإِسْتِسْلَامِ

أَوْ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ

بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ

تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا﴾ (الحجرات: ۱۴)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان

لے آئے آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو: ہم نے (ظاہری)

اطاعت کی ہے“ (الحجرات: ۱۴)۔

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمنین کا نام دیا اور جب اسلام کا

حقیقی معنی مراد ہو تو وہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: ”اللہ کے نزدیک

دین اسلام ہے“ (آل عمران: ۱۹) اور یہ آیت: ”جس نے اسلام

کے سوا کوئی اور دین پسند کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے

گا“ (آل عمران: ۸۵)۔

فَسَمَاهُمْ الْمُؤْمِنِينَ فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ

فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ

الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران: ۱۹) ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ

دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران: ۸۵)۔

امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر

امام بخاری نے جو باب کا عنوان قائم کیا ہے یہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں امام بخاری اور جمہور علماء اسلام کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں ہم نے اس پر مفصل بحث حدیث: ۸ کی شرح میں کر دی ہے لہذا اسلام کا حقیقی معنی دل سے ماننا اور قبول کرنا ہے اور اس کا مجازی معنی ظاہری اطاعت کرنا ہے الحجرات: ۱۴ کا سبب نزول یہ ہے کہ بنو اسد بن خزیمہ کے دیہاتی قحط کے سال مدینہ میں آئے اور انہوں نے اللہ اور رسول کی شہادت دی حالانکہ وہ دل سے مومن نہیں تھے انہوں نے کہا: ہم مصیبت زدہ ہیں آپ ہمیں صدقات میں سے مال دیجئے تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے البتہ یوں کہو:

ہم نے ظاہری اطاعت کی ہے۔ (الوسیط ج ۳ ص ۱۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۵ھ)

پھر امام بخاری نے اسلام کے حقیقی معنی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی: ”اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے (آل عمران: ۱۹)۔ یعنی اسلام حقیقی دین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ دین اسلام ہی ہے۔

پھر امام بخاری نے آل عمران: ۸۵ سے استدلال کیا کہ چونکہ اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں کیا جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی حقیقت میں دین ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے از زہری خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے از حضرت سعد بنی اللہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو عطا فرمایا اور حضرت سعد بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو میرے نزدیک بہت پسندیدہ تھا میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا؟ پس اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں! آپ نے فرمایا: یا مسلمان! میں کچھ دیر خاموش رہا پھر اس کے متعلق جو مجھے علم تھا وہ مجھ پر غالب آیا اور میں نے پھر اپنی بات کو دہرایا پس میں نے کہا: آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا؟ پس اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں! آپ نے فرمایا: یا مسلمان! پھر اس کے متعلق جو مجھے علم تھا وہ مجھ پر غالب آیا اور میں نے اپنی بات کو دہرایا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاد کو دہرایا پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے اس خوف سے کہ اس کو اللہ دوزخ میں اوندھے اوندھے منہ گرا دے گا۔

۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فَلَانٍ؟ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكْتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فَلَانٍ؟ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي وَعَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يَكُنَّ اللَّهُ فِي النَّارِ.

امام بخاری نے کہا: اور اس حدیث کو یونس اور صالح اور معمر

وَزَوَاهُ يُونُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ أَبِي

اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے روایت کیا ہے۔

الزُّهْرِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ. [طرف الحدیث: ۱۳۷۸]

(صحیح مسلم: ۱۵۰۰ سنن ابوداؤد: ۳۶۸۵۔ سنن نسائی: ۵۰۰۸۔ ۵۰۰۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابوالیمان الجلمی بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الاموی (۳) محمد بن مسلم الزہری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عامر بن سعد بن ابی وقاص القرشی انہوں نے اپنے والد حضرت عثمان حضرت جابر بن سمرہ اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے سعید بن مسیب سعد بن ابراہیم زہری اور دیگر نے سماع کیا ہے یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے یہ ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں

مدینہ میں فوت ہو گئے ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں (۵) ابواسحاق سعد بن ابی وقاص ان کا نام مالک بن وہیب القرشی ہے یہ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی اور ان چھ صحابہ میں سے ہیں جن کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورہ کے لیے مقرر کیا تھا ان کا نسب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پانچویں پشت کلاب میں مل جاتا ہے یہ چار شخصوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئے اس وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے یہ مستجاب الدعوات تھے انہوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا تھا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں خون بہایا تھا انہیں اسلام کا شہسوار کہا جاتا تھا یہ مہاجرین اولین میں سے تھے انہوں نے نبی ﷺ کے ہجرت کرنے سے پہلے مدینہ میں ہجرت کی تھی انہوں نے نبی ﷺ سے ۲۷۰ احادیث روایت کی ہیں ۱۵ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں ۵ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۸ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں ان سے ائمہ ستہ نے احادیث روایت کی ہیں انہوں نے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زمانہ میں ایران کو فتح کیا تھا اور حضرت عمر نے ان کو عراق کا گورنر بنادیا تھا انہوں نے ہی شہر کوفہ کی بنیاد رکھی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو یہ فتنہ سے الگ ہو گئے تھے اور مدینہ سے دس میل کی مسافت پر اپنے مکان میں فوت ہو گئے تھے ان کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زائد تھی اس وقت مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی یہ عشرہ مبشرہ میں سے فوت ہونے والی آخری صحابی تھے صحابہ میں جن کا نام سعد تھا ان کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۵)

سفارش کرنے کی تفصیل اور حضرت سعد کی سفارش قبول نہ کرنے کی توجیہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز معاملہ میں حکام سے سفارش کرنا صحیح ہے اور اگر ایک بار سفارش مسترد کر دی جائے تو کئی بار سفارش کرنی چاہیے اور اگر حاکم کسی وجہ سے سفارش قبول نہ کرے تو اس کو اپنا عذر بیان کر دینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو عطا فرما رہے تھے جو نئے نئے اسلام لانے تھے تاکہ ان کی دل جوئی اور تالیف قلب ہو اور قدیم الاسلام اصحاب کو عطا نہیں فرما رہے تھے کیونکہ وہ اپنے اسلام میں راسخ تھے اور ان کے پھسلنے کا امکان نہ تھا اور اس وقت اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب کو دیا جاسکتا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے قدیم الاسلام اصحاب کو ترک کر کے نئے اسلام لانے والوں کو عطا فرمایا کیونکہ اگر آپ قدیم الاسلام اصحاب کو عطا فرماتے اور نئے اسلام لانے والوں کو ترک کر دیتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ آپ کے متعلق بدگمانی کرتے اور اگر وہ آپ کے متعلق بدگمانی کرتے تو دوزخ میں اوندھے منہ جا گرتے اور قدیم الاسلام اصحاب سے یہ خطرہ نہ تھا حضرت سعد بن ابی وقاص جس کی سفارش کر رہے تھے وہ بھی قدیم الاسلام تھے رسول اللہ ﷺ نے جن کو عطا فرمایا ان پر تو آپ کا کرم ظاہر ہے اور جن کو آپ نے عطا نہیں فرمایا ان پر بھی آپ کا کرم ہے کیونکہ آپ نے ان کو اپنا سمجھا کہ وہ آپ کے متعلق بدگمانی نہیں کر سکتے غرض آپ کا دینا بھی کرم ہے اور نہ لینا بھی کرم ہے۔

حضرت سعد نے کہا: آپ اس کو کیوں نہیں دیتے اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں آپ نے فرمایا: یا وہ مسلمان ہو اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ایمان تو دل کی تصدیق کا نام ہے تو تم کسی کے دل کی تصدیق کی کیسے شہادت دے سکتے ہو البتہ اس کے ظاہر حال کے اعتبار سے اس کو مسلمان کہہ سکتے ہو اگرچہ مومن اور مسلم مترادف ہیں لیکن یہاں پر مسلم کا اطلاق ظاہر حال کے اعتبار سے محذور فرمایا ہے۔

زہری کے بھتیجے سے روایت کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید

امام بخاری نے اس حدیث کو شعیب سے روایت کیا تھا اب اس حدیث کے آخر میں امام بخاری شعیب کے متابعین کا ذکر کرتے ہیں اور وہ چار متابع ہیں: یونس، صالح، معمر اور زہری کا بھتیجا اور جس طرح شعیب نے اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے ان چار نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے اول الذکر تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور آخر الذکر کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۳) زہری کے بھتیجے کا نام محمد بن عبد اللہ بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب ہے یہ امام ابو بکر زہری کے بھتیجے ہیں جو اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یعقوب بن ابراہیم روایت کرتے ہیں امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں امام حاکم نے اپنی کتاب ”مخل“ میں کہا ہے کہ زہری کے بھتیجے سے روایت کی بناء پر امام بخاری اور امام مسلم پر غیب لگایا گیا ہے امام ابن ابی حاتم نے کہا: یہ قوی نہیں تھے ابن معن نے کہا: یہ ضعیف تھے ابن عدی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے مگر وہ نے کہا: یہ قوی نہیں ہے ان کو ان کے غلاموں نے ان کے باپ کے حکم کی وجہ سے قتل کر دیا تھا یہ ۱۵۲ھ میں قتل کیے گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۱)

* شرح صحیح مسلم: ۲۸۶- ج ۱ ص ۶۳۱ پر یہ حدیث مذکور ہے وہاں پر اختصار کے ساتھ نفس حدیث کی شرح کی گئی ہے۔

۲۰۔ بَابُ إِفْشَاءِ السَّلَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ بہ کثرت سلام کرنا اسلام کی علامات سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان تھا کہ دین اسلام ہے اور اسلام اس کے احکام پر عمل کرنے سے کامل ہوتا ہے اور اسلام کا ایک حکم بہ کثرت سلام کرنا ہے۔

وَقَالَ عُمَارٌ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانَ الْإِنْفَاقُ مِنَ نَفْسِكَ وَبَذَلَ السَّلَامَ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ اور عمار نے کہا: جس شخص نے تین خصائص کو جمع کر لیا اس نے ایمان کو جمع کر لیا: (۱) اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا (۲) تمام جماعت والوں پر سلام کو خرچ کرنا (۳) اسو ان کے جن کو سلام کرنا منع ہے (۳) اور تنگی کی حالت میں خرچ کرنا۔

۲۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ السَّلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کا کون سا حکم سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھاؤ اور ہر شخص کو سلام کرو خواہ اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا تعارف

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک ان کی والدہ سمیہ بنت خیاط ہیں وہ اور یاسر عمار کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے اپنی زندگی میں ابو جہل نے حضرت سمیہ کو قتل کر دیا تھا وہ اسلام کی راہ میں پہلی شہیدہ تھیں ان کو اللہ کی توحید پر ایمان کی وجہ سے مدہ میں ایذا دی جاتی تھی۔ اسی ایذا رسانی کی حالت میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہ لوگ تھے جن کی مدہ میں نہ کوئی رشتہ داری تھی نہ ان کی کوئی مدافعت کرنے والا تھا اور نہ ان کو کوئی قوت حاصل تھی

قریش ان کو سخت دھوپ میں ایذا دیتے تھے اسی طرح عمار مصیب، فکیہ اور عامر بن فہیرہ کو عذاب دیا جاتا تھا عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار کے اوپر آگ لگا دی رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو ان کے ہاتھ اور ان کے سر کے اوپر آگ تھی آپ نے فرمایا: اے آگ! عمار کے اوپر اس طرح ٹھنڈی ہو جا جس طرح تو حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہو گئی تھی حضرت عمار بدر میں اور تمام غزوات میں حاضر رہے ہیں یہ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے پھر انہوں نے حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تیس (۳۰) اور کچھ لوگوں کے مسلمان ہونے کے بعد یہ مسلمان ہوئے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں انہوں نے ۶۲ احادیث بیان کی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور تین احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۱۶-۳۱۵)

اس حدیث کی تخریج اور شرح حدیث: ۱۲ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کو امام بخاری نے قتیبہ سے روایت کیا ہے اور وہاں عمرو بن خالد سے روایت کیا تھا۔

خاوند کی ناشکری اللہ کی ناشکری

سے کم درجہ کی ناشکری ہے

۲۱- بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ

وَكُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ

اس باب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ امور ایمان میں تھے اور یہ باب کفر کے بیان میں ہے اور ایمان اور کفر میں تضاد ہے سو ان میں تضاد کی مناسبت ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری کی اس حدیث کو کتاب الحیض میں روایت کیا ہے دیکھئے صحیح البخاری: ۳۰۴۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھائی گئی پس اس میں زیادہ عورتیں تھیں وہ ناشکری کرتی ہیں کہا گیا: کیا اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں احسان کا انکار کرتی ہیں اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ ساری عمر احسان کرو پھر وہ تم سے تھوڑی سی کمی دیکھ لے تو کہے گی: میں نے تو تم سے کبھی اچھائی نہیں دیکھی۔

۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيلَ أَيْ كَفُرْنَ بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ .

(صحیح مسلم: ۸۸۳ سنن ابوداؤد: ۱۱۸۹ سنن نسائی: ۱۳۹۲)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنسی المدنی (۲) امام مالک بن انس ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابواسامہ زید بن اسلم القرظی العدوی یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام تھے یہ حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت جابر حضرت انس حضرت سلمہ بن اکوع حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے امام مالک الزہری معمر ایوب اور یحییٰ وغیرہم روایت کرتے ہیں

ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں (۴) عطاء بن یسار المدنی اہلحالی یہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلام تھے انہوں نے حضرت ابی بن کعب حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے عمرو بن دینار اور زید بن اسلم وغیرہما نے سماع کیا ہے ابن سعد یحییٰ بن معین اور ابو زرعة نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۱۴۳ھ یا ۱۴۴ھ میں فوت ہو گئے (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(مدۃ القاری ج ۱ ص ۳۴۱)

خاوند کا بیوی پر عظیم حق اور حدیث کے دیگر فوائد

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعمتوں اور حقوق کی ناشکری حرام ہے کیونکہ دوزخ میں دخول حرام کے ارتکاب سے ہوتا ہے آپ نے خاوند کی ناشکری اور اس کے احسان کے انکار پر دوزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ منعم اور محسن کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ خاوند کا بیوی پر بہت عظیم حق ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲ المستدرک ج ۲ ص ۱۸۲ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۱۰ شریعت لکھنؤ ج ۵ ص ۵۸۱ تہذیب والترہیب ج ۳ ص ۵۶ کنز العمال: ۷۷۷۷۷۷)

اسی وجہ سے تمام گناہوں میں سے خاوند کی ناشکری کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور خاوند کا جو بیوی پر حق ہے اس کو بندوں پر اللہ کے حق کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ رئیس کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کو وعظ کیا کرے اور نیکی پر ابھارا کرے اور تلامذہ کو چاہیے کہ اگر ان کی سمجھ میں استاذ کی کوئی بات نہ آئے تو اس سے وضاحت طلب کر لیں نیز اس حدیث میں ناشکری پر کفر کا اطلاق ہے نیز اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے کوئی شخص ایمان سے نکلتا ہے نہ نافر میں داخل ہوتا ہے۔

۲۲- بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ

وَلَا يَكْفُرُ صَاحِبُهَا بِإِرْتِكَابِهَا

إِلَّا بِالشِّرْكِ

معاصی امر جاہلیت سے ہیں اور کسی شخص کی

تکفیر صرف شرک کے ارتکاب کی وجہ

سے کی جائے گی

کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تم ایسے شخص ہو کہ تم میں جاہلیت کی خصلت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ اس کو نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے مٹا نہ ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے" (النساء: ۱۱۶-۱۱۷)۔

لَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أَمْرٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء: ۱۱۶)۔ (۴۸)

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں خاوند کے کفر کا بیان تھا اور اس باب میں اللہ کے کفر کا بیان ہے۔

۳۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلِ الْأَحْذَبِ عَنِ الْمَعْرُورِ قَالَ لَفِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنِّي سَابَيْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأَمْرِهِ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل الاحذب از المعرور انہوں نے کہا: میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات ہوئی ان پر بھی حدتہ تھا اور ان کے غلام

لِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعْيَرْتَهُ بِأَمِّهِ؟ إِنَّكَ أَمَرُوا فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، إخوانكم خولكم جعلهم الله تحت أيديكم، فمن كان أخوه تحت يده، فليطعمه مما يأكل، وليلبسه مما يلبس، ولا تكلفوهم ما يغلبهم، فإن كلفتموهم فأعينوهم.

[اطراف الحديث: ۶۰۵۰-۲۵۳۵]

(صحیح مسلم: ۱۶۶۱، مسند ابی حازم: ۳۹۹۶، الادب المفرد: ۱۸۹، مسند

ابو یونس: ۶۱۷۱، مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۳۳۲-ج ۳۵

ص ۱۴۱، مؤسسه الرسالہ: بیروت)

معاصی، جاہلیت اور شرک کے معانی اور اس باب کی باب سابق سے مناسبت

اس باب کا عنوان معاصی ہے اور یہ معصیت کی جمع ہے لغت میں اس کا معنی ہے: نافرمانی، اور شرع میں اس کا معنی ہے: واجب کے ترک سے یا مکروہ کے ارتکاب سے شارع کی مخالفت کرنا اور یہ کبار اور صغائر سے عام ہے اور اس عنوان میں جاہلیت کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: اسلام سے پہلے فترت کا زمانہ اور اس باب میں شرک کا ذکر ہے شرک کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب یا قدیم ماننا یا اس کی کسی صفت کو مستقل بالذات ماننا یا اس کو عبادت کا مستحق سمجھنا۔ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور معتزلہ کے نزدیک ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا اور خوارج کے نزدیک وہ کفر میں داخل ہو جاتا ہے امام بخاری کا اس باب سے مقصد خوارج اور معتزلہ کا رد کرنا ہے اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ سابق باب میں خاندن کی نافرمانی کا ذکر تھا اور وہ بھی معصیت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابویوب سلیمان بن حرب الازدی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج، ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) واصل بن حیان الاسدی الکوفی، یہ کبڑے تھے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابو حاتم نے کہا: بہت سچے اور حدیث کی صلاحیت رکھنے والے ہیں یہ ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۴) المعروف بن سوید ابوامیہ الاسدی الکوفی، انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ذر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے واصل اور اعمش وغیرہ نے سماع کیا ہے اعمش نے کہا: میں نے ان کو ۱۲۰ سال کی عمر میں دیکھا ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال کالے تھے یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت ابو ذر ان کا نام جندب بن جنادہ الغفاری ہے یہ اسلام لانے والوں میں چوتھے یا پانچویں تھے یہ مکہ میں آ کر مسلمان ہوئے پھر اپنی قوم کے شہروں میں چلے گئے اور وہیں رہے حتیٰ کہ بدر اُحد اور خندق کے معرکے گزر گئے پھر مدینہ آ گئے پھر تاحیات نبی ﷺ کے ساتھ رہے ان کے مناقب بہت ہیں اور ان کا زہد مشہور ہے ان کا مذہب یہ تھا کہ انسان کے اوپر اس کی ضرورت سے زائد مال کو جمع کرنا حرام ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۲۸۱ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری ان سے دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۱۷ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں ان سے بہت صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت ابن عباس اور حضرت انس بھی ہیں اور بہ کثرت تابعین ہیں یہ ربذہ میں ۳۲ھ میں فوت

ہو گئے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۲۵-۲۲۴)

لغوی معانی اور بعض شرعی احکام

اس حدیث میں ربذہ کا ذکر ہے یہ مدینہ سے تین مرحلہ دور ایک جگہ ہے، قید اور مکہ کی راہ پر ذات عرق کے قریب ایک گاؤں ہے، حضرت ابوذر غفاری اسی جگہ مدفون ہیں، اور اس حدیث میں غلہ کا ذکر ہے، ایک قسم کی دو چادروں کو حلہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو برا کہا تھا اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ عار دلایا تھا یعنی اس کی ماں کو عیب لگایا تھا، وہ شخص حضرت ابوالہریرہ اور حضرت ابوذر نے ان کو کہا تھا: اے حبشیہ کے بیٹے!

اس حدیث میں نوکروں اور خادموں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور کسی کے ماں باپ کو عیب لگانے سے بھی منع فرمایا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اپنے باپ دادا پر فخر کرنا بھی ممنوع ہے، اور نوکروں اور خدام کو وہ کھانا کھلائیں جو خود کھاتے ہوں اور وہ لباس پہنیں جو خود پہنتے ہوں اور ان کو اپنا بھائی کہیں اور ان سے سخت مشکل کام نہ کرائیں۔

اسلام میں غلامی کا چلن ختم ہونے کی تفصیل

چونکہ اس حدیث میں غلام کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم غلام اور باندیوں کی مختصر وضاحت کر رہے ہیں۔ ظہور اسلام سے قبل پوری دنیا میں یہ رواج تھا کہ جب دو فریقوں میں جنگ ہوتی تو جس فریق کو جنگ میں شکست ہوتی تو میدان جنگ میں مخالف فریق کے جو مرد اور عورتیں گرفتار ہوتیں تو ان مردوں کو غلام بنالیا جاتا اور عورتوں کو باندیاں بنالیا جاتا، چنانچہ ابتداء میں اسلام میں بھی اس طریقہ پر عمل ہوتا رہا، پھر جنگی قیدیوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْبَتْتُمُوهُمْ فَتُطَأُّهُمُ تُطَأُّ قُلُوبُهُم بِأَيْمَانِهِمْ إِذَا وَفَّقُوا لَهُمُ الْوُفَاءُ ۚ وَإِذَا كُنْتُمْ لَهُمْ خُفَاءَ فَأَمَّا لَلِأَمْرِ إِلَهِكُمْ ۚ

جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو قیدیوں کو مضبوط باندھ لو، پھر ان پر خود احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔

اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی کافر ملک نے مسلمان قیدیوں کو غلام بنالیا ہو تو مسلمانوں کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ بھی کافر قیدیوں کو غلام بنالیں اور اگر انہوں نے مسلمان قیدیوں کو غلام نہ بنالیا ہو بلکہ قید کر لیا ہو اور وہ ان کی رہائی کے عوض اپنے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں تو ہمیں تبادلہ میں جنگی قیدی چھوڑ دینا چاہیے اور جن کو غلام بنالیا جا چکا ہے ان کے ساتھ اسلام نے حسن سلوک کرنے کی بہت تاکید کی ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے، پھر ان کو آزاد کرنے کی بہت صورتیں رکھی ہیں کہ قتل خطا، کفارہ میں غلام کو آزاد کر دیا جائے، قسم توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کر دیا جائے، کفارہ ظہار میں غلام آزاد کر دیا جائے، روزہ توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کر دیا جائے، نیز غلام کو آزاد کرنے میں بہت اجر و ثواب رکھائے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۱۷، صحیح مسلم: ۱۵۰۹، سنن ترمذی: ۱۵۴۱، السنن الکبریٰ للبخاری: ۵۸-۵۹)

اسلام کے ان احکام کی وجہ سے اب مسلم دنیا میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے۔ شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۴-۵۷ میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ تحقیق کی ہے۔

۰۰۰ - بَابُ ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹)
 ”اگر مؤمنین کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ“ (الحجرات: ۹) اللہ تعالیٰ
 فَسَمَاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ
 نے ان دونوں جماعتوں کو مؤمن فرمایا

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل قتال کو مؤمنین فرمایا ہے حالانکہ اہل قتال مرتکب کبیرہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں اللہ کے ساتھ کفر کا بیان تھا اور اس باب میں اللہ کی معصیت کا ذکر ہے۔

۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَ يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَخْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تَرِيدُ؟ قُلْتُ أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا التَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمن بن المبارک نے ہمیں حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور یونس نے از حسن از الاخنف بن قیس حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ) کی مدد کے لیے گیا تو مجھے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ملے پس مجھ سے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں اس شخص کی مدد کروں گا انہوں نے کہا: واپس جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے پس مقتول (کے دوزخی ہونے) کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔

اطراف الحدیث: ۶۸۷۵-۷۰۸۳

(صحیح مسلم: ۲۸۸۸، سنن ابوداؤد: ۴۲۶۹، سنن نسائی: ۴۱۳۴، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۹۰، شرح السنہ: ۲۵۴۹، الاحاد والثنائی: ۱۵۶۴، صحیح ابن

حبان: ۵۹۴۵، طلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۶۲، مسند احمد ج ۵ ص ۴۳، طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۴۳۹- ج ۳۴ ص ۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی حسن بصری اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) عبد الرحمن بن المبارک بن عبد اللہ العنسی، یہ وہب بن خالد اور حماد بن زید وغیرہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری ابو زر عبد اللہ امام ابوداؤد اور ابو حاتم روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: یہ بہت سچے ہیں یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حماد بن زید درہم البصری انہوں نے ثابت بنانی ابن سیرین اور کثیر سے سماع کیا اور ان سے ابن المبارک اور یحیی القطان روایت کرتے ہیں عبد الرحمن بن مہدی نے کہا: اپنے زمانہ میں چار شخص امام تھے سفیان ثوری کوفہ میں مالک حجاز میں اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں یہ ۸۱ سال کی عمر میں ۱۷۹ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے (۳) ایوب السختیانی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) یونس بن عبید بن دینار البصری انہوں نے حضرت انس بن مالک الحسن البصری اور محمد بن سیرین کی زیارت کی ہے اور ان سے سفیان ثوری اور حماد نے روایت کی ہے امام احمد اور یحیی نے کہا: یہ ثقہ ہیں ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابوسعید الحسن بن الحسن الانصاری البصری ان کی ماں کا نام الخیرہ تھا یہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی

باندی تھیں یہ اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال رہ گئے تھے ان کی ماں کبھی کہیں چلی جاتیں اور یہ ان کے پیچھے روتے تھے تو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ان کو بہلانے کے لیے اپنا پستان ان کے منہ میں دے دیتی تھیں حتیٰ کہ ان کی ماں آجاتیں لیکن حسن بصری حضرت ام المؤمنین کا دودھ پیتے رہتے تھے ان میں جو فصاحت اور برکت تھی وہ ان ہی کی برکت سے تھی حسن بصری نے وادی القریٰ میں پرورش پائی الحسن نے کہا: ہم خراسان کے جہاد میں گئے اور ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے تین سو صحابہ تھے انہوں نے حضرت ابن عمر حضرت انس حضرت سمرہ اور قیس بن عاصم صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ الفضل بن عیاض نے ہشام بن حسان سے پوچھا: الحسن نے کتنے صحابہ کو پایا؟ انہوں نے کہا: ۱۳۰ صحابہ کو ابن سیرین نے کہا: میں صحابہ کو حسن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع صحیح نہیں ہے ابن معین نے کہا: حسن نے حضرت ابوبکر سے سماع کیا ہے نہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے نہ حضرت ابو ہریرہ سے ابو زرہ سے سوال کیا گیا: کیا حسن نے بدری صحابہ میں سے کسی سے ملاقات کی ہے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے حضرت عثمان اور حضرت علی کو دیکھا ہے انہوں نے کہا: حسن نے حضرت علی کو مدینہ میں دیکھا ہے پھر حضرت علی کو فہ اور بصرہ چلے گئے اور اس کے بعد حسن نے ان سے ملاقات نہیں کی ابو زرہ نے کہا: حسن نے حضرت ابو ہریرہ سے سماع کیا نہ ان کو دیکھا اور جس نے حسن کی ابو ہریرہ سے روایت بیان کی اس نے خطا کی اور نہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع کیا اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے ایک حدیث سنی ہے ابو رجا کہتے ہیں: میں نے حسن سے پوچھا: آپ مدینہ سے کب آئے؟ انہوں نے کہا: جنگ صفین میں میں نے پوچھا: آپ بالغ کب ہوئے؟ انہوں نے کہا: جنگ صفین میں ابن سعد نے کہا: حسن جامع عالم فقیہ ثقہ امین عابد اور فصیح و جلیل تھے خصوصاً جب وہ مکہ آتے تو لوگ ان کو تعظیم سے بٹھاتے اور لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے جن میں طاؤس عطاء مجاہد اور عمرو بن شعیب تھے پھر وہ ان کے سامنے احادیث بیان کرتے پھر ان میں سے بعض کہتے: ہم نے ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا ۱۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) الاحنف بن قیس انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ کے عہد میں اسلام لائے لیکن آپ کی زیارت نہیں کی یہ حضرت عمر کے پاس گئے تھے حسن اور ابن سیرین ان کے لشکر میں تھے انہوں نے حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں اور ان سے حسن نے سنی ہیں یہ کوفہ میں ۶۷ھ میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۷) حضرت ابوبکر نفع بن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ طائف میں طائف کے قلعہ سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس (بکرہ) صبح میں آ گئے تھے اس وجہ سے ان کی کنیت ابوبکر ہو گئی رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا ان کا شمار آپ کے آزاد کردہ غلاموں میں ہوتا ہے یہ فضلاء صحابہ اور صالحین میں سے ہیں عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے ۵۲ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۳۲ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے آٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور پانچ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور امام مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے اور ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

(مدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۲)

حدیث مذکور پر اعتراضات کے جوابات

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے قتال کیا ان میں قاتل اور مقتول تھے اور وہ جنت میں ہوں گے جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین میں شہید ہونے والے صحابہ حالانکہ اس حدیث میں مطلقاً فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان مسلمانوں کے متعلق ہے جن کی جنگ کسی اجتہاد پر مبنی نہ ہو محض ہوائے نفس کی بناء پر ہو اور دونوں فریقوں کا موقف شر اور باطل ہو۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت علی کی حضرت معاویہ

سے جنگ اجتہاد پر مبنی تھی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کی مدد کے لیے جانے سے کیوں منع کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ منع کرنا بھی اجتہاد پر مبنی تھا، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں، اس سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے کہ قاتل اور مرتکب کبیرہ کو دوزخ میں ڈالنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ کے عذاب کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان میں سے جس کو چاہے گا، معاف فرما دے گا، چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں آپؐ نے مقتول کے دوزخی ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا، حالانکہ اس کے قتل پر حرص تو گناہ کبیرہ نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرام کام کی حرص اور اس کا ارادہ بھی گناہ کبیرہ ہے، اگرچہ یہ ارتکاب حرام سے کم درجہ کا ہے، جب کہ وہ مقتول بھی قاتل پر تلوار سے حملہ کر رہا تھا اور یہ بہر حال گناہ کبیرہ ہے، پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مومن فرمایا ہے اور حدیث میں آپؐ نے دونوں کو مسلم فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ مسلم اور مومن واحد ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۳- ج ۷ ص ۷۹۶-۷۸۸ میں بھی مذکور ہے اور وہاں اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا موقف (۲) ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم (۳) حضرت معاویہ پر علامہ عینی کے اعتراض کا جواب (۴) حضرت معاویہ کے فضائل۔

ایک ظلم کا دوسرے ظلم سے کم ہونا

۲۳- بَابُ ظُلْمٍ دُونَ ظُلْمٍ

ظلم کا معنی ہے: دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا یا کسی چیز کو اس کی جگہ میں نہ رکھنا، سابق باب میں یہ بتایا تھا کہ دو مسلمانوں کا ناحق لڑنا دوزخ میں دخول کا سبب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ ظلم کی کئی انواع اور اقسام ہیں۔

۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنِي بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ۸۲) قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿وَإِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان: ۱۳)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی (ح) امام بخاری نے روایت کیا اور مجھے بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابراہیم از علقمہ از عبد اللہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا“ (الانعام: ۸۲) تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا: ہم میں سے کون اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا؟ تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے“ (لقمان: ۱۳)۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۶۰-۳۳۲۸-۳۳۲۹-۳۶۲۹-۳۷۷۶-۳۷۷۷]

[۶۹۱۸-۶۹۳۷]

(صحیح مسلم: ۱۲۳، سنن ترمذی: ۳۰۶۷، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۷۴-۷۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۰، السنن الکبریٰ للنسائی:

۱۱۱۶۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۵۹، صحیح ابن حبان: ۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور مشہور تابعی علقمہ کا تعارف

اس حدیث کو امام بخاری نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور ان میں کل رجال آٹھ ہیں:

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک البصری (۲) شعبہ بن الحجاج ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) بشر بن خالد العسکری ان سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے احادیث روایت کی ہیں اور ان کو ثقہ کہا ہے ۲۵۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۴) محمد بن جعفر الہذلی انہوں نے سفیان ثوری اور شعبہ سے سماع کیا ہے اور ان کی مجلس میں تقریباً بیس سال رہے اور ان سے امام احمد اور علی بن مدینی اور بندار وغیرہ نے سماع کیا ہے ابو حاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں اور شعبہ سے روایت میں ثقہ ہیں یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے (۵) سلیمان بن مہران الاسدی الکلبی امام بخاری نے کہا: یہ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۸ھ میں فوت ہوئے انہوں نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کو دیکھا ہے لیکن ان سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے انہوں نے ابوداؤد، معرور اور مجاہد وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے ابراہیم تیمی، ثوری اور شعبہ نے سماع کیا ہے (۶) ابراہیم بن یزید بن قیس الکوفی یہ اہل کوفہ کے فقیہ تھے حضرت عائشہ کی خدمت میں گئے تھے لیکن ان سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے العجلی نے کہا: انہوں نے متعدد صحابہ کو پایا لیکن کسی سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے یہ ثقہ تھے اور اپنے زمانہ کے مفتی تھے انہوں نے علقمہ الاسود بن زید خالد مسروق اور بہت سے مشائخ سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبی، منصور اور الاعمش وغیرہ نے سماع کیا ہے الاعمش نے کہا: ابراہیم حدیث میں صراف تھے جن دنوں میں فوت ہوئے ان دنوں یہ حجاج سے چھپے ہوئے تھے ان کے جنازہ میں صرف سات نفوس تھے ۵۸ سال کی عمر میں ۹۶ھ میں وفات پائی (۷) علقمہ بن قیس بن عبد اللہ بن علقمہ الکوفی یہ الاسود اور عبد الرحمان بن یزید کے چچا تھے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں اور بھی متعدد صحابہ سے اور ان سے ابوداؤد، ابراہیم نخعی اور محمد بن سیرین وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں ان کی جلالت اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے ابراہیم نخعی نے کہا: علقمہ حضرت ابن مسعود کے مشابہ تھے یہ ۶۳ھ یا ۷۰ھ میں فوت ہو گئے امام ابن ماجہ کے سوا باقی ائمہ سے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۸) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ان کا ذکر کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکا ہے صحابہ میں عبد اللہ بن مسعود نام کے تین شخص ہیں ایک یہ ہیں دوسرے ابو عمرو الشافعی ہیں تیسرے غفاری ہیں۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۳۹-۳۴۰)

الانعام: ۸۲ میں ظلم سے مراد شرک ہے یا عام معصیت؟ ہر تقدیر پر دلائل اور اعتراضات کے جوابات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔" (الانعام: ۸۲) صحابہ نے اس آیت میں ظلم کو اس کی تمام انواع پر محمول کیا اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس سے مراد ظلم کی خاص قسم ہے اور وہ شرک ہے حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نفی اس چیز کی کی جاتی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو اور ایمان کے ساتھ تو شرک کی آمیزش ہو ہی نہیں سکتی پھر اس کی نفی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرک کی دو قسمیں ہیں: شرک جلی اور شرک خفی شرک جلی کی تو ایمان کے ساتھ آمیزش نہیں ہو سکتی لیکن شرک خفی کی ایمان کے ساتھ آمیزش ہو سکتی ہے کیونکہ شرک خفی کا معنی ہے: ریاکاری اور دکھاوے کے لیے عمل کرنا اور اگر اس آیت کو ظلم کے عام معنی پر محمول کیا جائے اور وہ معصیت ہے تو پھر اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کسی قسم کی کوئی معصیت نہ کی ہو یا پھر اس سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں جنہوں نے کسی قسم کی کوئی معصیت نہیں کی۔

اس پر پھر یہ اعتراض ہو گا کہ یہ پوری آیت اس طرح ہے: "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (کسی معصیت) کے ساتھ نہیں ملایا ان ہی کے لیے امن اور سلامتی ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں" (الانعام: ۸۲) پھر اس سے یہ لازم

آئے گا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کے لیے امن اور سلامتی نہ ہو اور ان کے سوا کوئی ہدایت یافتہ نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ امن سے مراد ہے: کامل امن اور ہدایت سے مراد ہے: کامل ہدایت اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کامل امن اور کامل سلامتی انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہے۔

اور اگر اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جس نے ایمان لانے کے بعد شرک نہ کیا ہو خواہ کوئی اور معصیت کی ہو تو اس کو امن اور سلامتی حاصل ہوگی اس پر یہ اعتراض ہے کہ بعض فساق اور معصیت کرنے والوں کو دوزخ کا عذاب ہوگا تو پھر ان کو امن اور سلامتی تو حاصل نہ ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو بھی دوزخ کے دائمی عذاب سے امن اور سلامتی حاصل ہوگی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہیں ہوگا اور اس آیت میں معتزلہ اور خوارج کا رد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک بھی ہو سکتا ہے اور عام معصیت کا ارادہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ ظلم سے مراد شرک لینے پر تو صحیح بخاری: ۳۲ کی یہ حدیث ہے اور ظلم سے مراد عام معصیت لینے پر علامہ عینی نے "مسند عبد بن حمید" کی یہ حدیث نقل کی ہے: ابراہیم تمبی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ایک شخص آ کر مسلمان ہوا اور پھر فوراً شہید ہو گیا آپ نے فرمایا: یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۴۱) یعنی وہ شخص چونکہ ایمان لاتے ہی شہید ہو گیا اس لیے وہ کسی بھی معصیت سے محفوظ رہا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۵۔ ج ۱ ص ۵۸۶ پر درج ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی، تبیان القرآن ج ۳ ص ۵۶۹ پر الانعام: ۸۲ کی تفسیر ہے وہاں اس آیت کا مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرار دیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اس حدیث کی شرح جو یہاں نعمۃ الباری میں کی گئی ہے وہ زیادہ مفصل اور مدلل ہے۔ واللہ الحمد۔

۲۴۔ بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ

منافق کی علامات

منافق وہ شخص ہے جو ایک سبب سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے سبب سے نکل جاتا ہے اس کے دل میں کفر ہوتا ہے اور زبان سے اسلام کو ظاہر کرتا ہے علامات علامت کی جمع ہے علامت اس چیز کو کہتے ہیں جس سے دوسری چیز پر استدلال کیا جاتا ہے جیسے دھوئیں سے آگ پر استدلال کیا جاتا ہے باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ظلم کی انواع کا ذکر تھا اور اس باب میں نفاق کی انواع کا ذکر ہے اور نفاق بھی ظلم کی انواع میں سے ہے۔

۳۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكٍ بْنُ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سَهِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اتَّعِمَ خَانَ.

[اطراف الحدیث: ۲۷۳۹۔ ۶۰۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان ابو الربیع نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں نافع بن مالک بن ابی عامر ابو سہیل نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۹، سنن ترمذی: ۲۶۳۱، سنن نسائی: ۵۰۳۶، السنن الکبریٰ للبخاری: ۱۱۱۲، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۱۔ ۲۰، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۸، شرح

النہ: ۳۵، مسند ابویعلیٰ: ۶۵۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷، طبع قدیم مسند احمد: ۸۶۸۵۔ ج ۱ ص ۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سلیمان ابوالریح بن داؤد الزهرانی العسکری انہوں نے امام مالک سے ایک حدیث سنی ہے اور فلیح بن سلیمان اور اسماعیل بن زکریا وغیرہ سے سماع کیا ہے ان سے امام بخاری امام مسلم امام ابو داؤد اور دیگر نے سماع کیا ہے امام نسائی یحییٰ بن معین ابو حاتم اور ابو زرعة نے کہا: یہ ثقہ ہیں ۲۳۴ھ میں یہ بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر الانصاری انہوں نے ابو سہیل نافع اور عبد اللہ بن دینار وغیرہ سے سماع کیا ہے یحییٰ نے کہا: یہ مامون قلیل الخطاء اور بہت سچے ہیں ابو زرعة امام احمد اور ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۱۸۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۳) ابو سہیل نافع بن مالک بن ابی عامر انہوں نے امام مالک اور عمر بن عبد العزیز سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک وغیرہ نے روایت کی ہے امام احمد اور ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۴) ابوانس مالک بن عامر یہ امام مالک کے دادا ہیں انہوں نے طلحہ بن عبد اللہ حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ہے یہ ۱۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تحارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۳۵)

حدیث مذکور میں منافق کی تین علامتوں میں وجہ حصر بعض الفاظ کے معنی اور وعدہ پورا کرنے اور پورا نہ کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں ”کذب“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: واقع کے خلاف خبر دینا اور اس میں فرمایا ہے: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے حالانکہ وہ کئی مرتبہ سچ بھی بولتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہر بار جھوٹ بولتا ہے حدیث کا منشاء یہ ہے کہ وہ بعض اوقات جھوٹ بولتا ہے اور اس حدیث میں خیانت کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: امانت میں خلاف شرع تصرف کرنا۔

اس حدیث میں منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور اس میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ منافق کے قول فعل اور نیت سب میں فساد ہوتا ہے جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس میں اس کے قول کا فساد ہے اور جب وہ خیانت کرتا ہے تو اس میں اس کے فعل کا فساد ہے اور جب وہ وعدہ کے خلاف کرتا ہے تو اس میں اس کی نیت کا فساد ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت مذموم ہے جب اس کی ابتداء نیت یہ ہو کہ وہ وعدہ پورا نہیں کرے گا اور جب اس کی ابتداء نیت وعدہ پورا کرنے کی ہو اور بعد میں کوئی رکاوٹ آ جائے یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کی رائے بدل جائے تو پھر وعدہ پورا نہ کرنا منافق کی علامت نہیں ہے کیونکہ امام طبرانی کی روایت میں ہے: جب وہ وعدہ کرے اور اس کے دل میں ہو کہ وہ اس وعدہ کے خلاف کرے گا علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز بہہ کرنے کا وعدہ کرے تو اس کو پورا کرنا مستحب ہے اور اس کو پورا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور مستحب یہ ہے کہ وعدہ کرنے کے ساتھ ان شاء اللہ کہے تاکہ اس کا قول صورتہ جھوٹ نہ ہو اور جب وہ کسی کو سزا کی خبر دے کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو میں تم کو سزا دوں گا تو اس کے خلاف کرنا مستحب ہے نہ شریک اس میں کوئی فساد نہ ہو۔

اس اشکال کے جوابات کہ بعض مسلمان بھی جھوٹ بولتے ہیں خیانت کرتے ہیں اور وعدہ خلافی کرتے ہیں تو کیا وہ بھی منافق ہیں؟

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن تین خصلتوں کو اس حدیث میں منافق کی علامت قرار دیا ہے وہ تین خصلتیں تو مومن اور مسلم میں بھی پائی جاتی ہیں حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ مومن پر نفاق یا کفر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) علامہ نووی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ تین خصلتیں نفاق ہیں اور ان تین خصلتوں والا منافق کے مشابہ ہے اور ان

کے اخلاق سے متعلق ہے کیونکہ نفاق کا معنی ہے: باطن کے خلاف ظاہر کرنا اور جو شخص کسی سے جھوٹ بولتا ہے یا اس سے وعدہ کے خلاف کرتا ہے یا اس کی امانت میں خیانت کرتا ہے وہ اس سے نفاق کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے باطن کے خلاف ظاہر کرتا ہے پس وہ صرف اس شخص سے نفاق کر رہا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اسلام میں منافق ہے اور اسلام کے ساتھ نفاق کر رہا ہے۔

(۲) جس شخص میں ان تین خصلتوں کا غلبہ ہو وہ منافق ہو گا نہ وہ کہ جس میں کبھی کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں۔

(۳) علامہ خطابی نے کہا: یہ حدیث زجر و توبیخ اور ڈرانے اور دھمکانے پر محمول ہے تاکہ مسلمان ان تین خصلتوں سے ڈریں اور ان کو اپنی عادت اور شعار نہ بنائیں اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص ان خصلتوں کا حامل ہو گا وہ منافق ہو گا جیسے حدیث میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اس امت کے اکثر قراء منافق ہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۵، مسند احمد ج ۲۸ ص ۶۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) اس حدیث سے آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اکثر قراء حقیقہ منافق ہیں بلکہ اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح منافق لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتا ہے اسی طرح اکثر قاری ریاکاری سے قرآن پڑھتے ہیں۔

(۴) نیز علامہ خطابی نے کہا: نفاق کی دو قسمیں ہیں نفاق شرعی اور نفاق لغوی نفاق شرعی یہ ہے کہ انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے یہ نفاق رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا اور نفاق لغوی یہ ہے کہ انسان تنہائی میں احکام شرعیہ کو ترک کر دے اور لوگوں کے سامنے احکام شرعیہ پر عمل کرے اس سے انسان حقیقی منافق اور کافر نہیں ہوتا لیکن یہ عمل نفاق ہے اعتقادی نفاق نہیں ہے جیسے حدیث میں ہے: مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۳) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقیقی کافر ہے۔

(۵) سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ان کو بھی حدیث میں یہی اشکال ہوا تو انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ہمیں بھی یہ اشکال ہوا تھا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ میں نے اس حدیث کو منافقین کے ساتھ خاص کیا ہے میں نے جو کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس سے مراد ہے جب وہ مجھ پر نازل ہونے والی وحی کے متعلق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ
لَكَاذِبُونَ (النفاق: ۱)

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ بے شک ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں ○

اور میں نے جو کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اس سے مراد وہ منافق ہے جس کا ان آیات میں ذکر ہے:
وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمٍ یَّبْلُقُوْنَہٗ بِمَا اَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ○ (التوبہ: ۷۵-۷۷)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا تو وہ ضرور صدقہ کریں گے اور صالحین میں سے ہو جائیں گے ○ پس جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کر دیا تو انہوں نے اس مال میں بخل کیا اور منہ موڑ لیا ○ سو اس کی سزا میں اللہ نے حشر تک ان کے دلوں میں نفاق

ڈال دیا کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے O

پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ایسے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں! (عام کتب حدیث، کتب تفسیر اور کتب سیرت میں مذکور ہے کہ ان آیات میں جس کا ذکر ہے اس کا نام ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ اس کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب تھا اور وہ واقعی منافق تھا اس کی تحقیق کے لیے دیکھئے: بیان القرآن ج ۵ ص ۲۰۹-۲۰۱ (التوبہ: ۷۸-۷۵) پھر آپ نے فرمایا: اس آیت کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور میں نے جو یہ کہا تھا کہ اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے اس خیانت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے ساتھ ہے جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب: ۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر
(اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت میں
خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے
اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم
کرنے والا بڑا جاہل ہے O

پھر آپ نے فرمایا: ہر انسان اپنے دین پر امین ہے وہ غسل جنابت کرتا ہے اور تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور منافق صرف لوگوں کے سامنے ان احکام پر عمل کرتا ہے اور تنہائی میں ان احکام پر عمل نہیں کرتا کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا: نہیں آپ نے فرمایا: پھر تم اس حکم سے بڑی ہو۔ امام ابن جریر طبری اور علامہ سیوطی نے بھی منافق کی علامات کے سلسلہ میں مذکورہ تین آیات کا ذکر کیا ہے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۲۴۴ در المنہج ج ۲ ص ۲۲۵)

(۶) حضرت حذیفہ نے کہا: اب نفاق جا چکا ہے نفاق صرف رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اسلام پھیل چکا ہے اور اسلام میں لوگ پیدا ہو رہے ہیں پس جس نے اب نفاق کیا اسلام کو ظاہر کیا اور باطن میں کفر کیا وہ مرتد ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۵۱-۳۴۹ ملخصاً، معر جاو مشرحاً)

۳۴- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ
كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ الْيَقَاقِ
حَتَّى يَدْعَهَا إِذَا اتَّيَمَنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا
عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قبیسہ بن عقبہ نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی
از اعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از عبد اللہ بن عمرو کہ نبی ﷺ
نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہو گا
اور جس میں ان چار میں سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک
خصلت ہوگی حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے: (۱) جب اس کے
پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (۲) اور جب بات
کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب عہد کرے تو توڑ دے
(۴) اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے اور حد سے تجاوز کرے۔

[الطراف المحمدیہ: ۲۳۵۹-۳۱۷۸]

(صحیح مسلم: ۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۶۸۸، سنن ترمذی: ۲۶۳۲، سنن نسائی: ۵۰۳۵، معنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی:

۸۷۳۴ مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰ صحیح ابن حبان: ۲۵۳ حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۰۴ شعب الایمان: ۳۳۵۲ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۰ شرح السنہ: ۳۷۷ مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹ طبع قدیم مسند احمد: ۶۷۸-۶۷۹ ج ۱۱ ص ۳۸۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

تَابِعُهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ . اس حدیث کی شعبہ نے از الاعمش متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قیس بن عقبہ الکوفی انہوں نے مسعر شعبہ اور حماد بن سلمہ سے روایت کی ہے اور ان سے امام احمد بن حنبل، محمد بن یحییٰ ذہبی اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ہر چیز میں ثقہ ہیں سوا سفیان ثوری سے روایت کے اس میں یہ قوی نہیں ہیں یہ محرم ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن سعید بن مسروق یہ امام کبیر ہیں ان کی جلالت قدر کثرت علوم اور توثیق پر اتفاق ہے ابن عاصم نے کہا: یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں یہ ۱۶۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان الاعمش ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبد اللہ بن مرہ الہمدانی الکوفی تابعی یحییٰ بن معین اور ابو زرہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۵) ابو عاصم مسروق بن الاجدث الہمدانی الکوفی انہوں نے حضرت عمر حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ اور دیگر سے سماع کیا ہے ان کی جلالت توثیق اور امامت پر اتفاق ہے یہ ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۵۲-۳۵۱)

پہلی حدیث میں نفاق کی تین علامتیں اور دوسری حدیث میں نفاق کی چار علامتیں بیان کرنے کی توجیہ اس حدیث میں نفاق سے نفاق عملی یا نفاق عرفی مراد ہے نفاق شرعی مراد نہیں ہے ان چار خصلتوں کی وجہ سے خالص منافق اس لیے ہوتا ہے کہ ان چار خصلتوں کی وجہ سے اس کے ظاہر اور باطن میں مکمل مخالفت ہو جاتی ہے یعنی وہ ان خصلتوں کی وجہ سے منافقین سے بہت زیادہ مشابہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ پہلی حدیث میں نفاق کی علامتوں کا تین میں حصر کیا گیا تھا اور دوسری حدیث میں ایک اور علامت بیان فرمائی کہ جب وہ جھگڑا کرتا ہے تو بدکلامی کرتا ہے اور حد سے بڑھتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں مجرد نفاق کی تین علامتیں بیان فرمائی تھیں اور اس حدیث میں خالص نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۸- ج ۱ ص ۳۸۰-۳۷۷ میں مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں: ۱- تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ (۲) ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ مگر یہاں نعمۃ الباری میں اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی گئی ہے۔

۲۵- بَابُ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيمَانِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ كَقِيَامِ أُمُورِ الْإِيمَانِ سَعْدِ

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں یہ باب تھا کہ سلام کو پھیلانا امور ایمان سے ہے اور اس باب میں لیلۃ القدر کا ذکر ہے اور لیلۃ القدر میں فرشتے عبادت گزاروں پر ساری رات سلام پڑھتے رہتے ہیں۔

۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ . امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی

[اطراف الحدیث: ۳۷-۳۸-۱۹۰۱-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۳] نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت (صحیح مسلم: ۷۶۰) کر دی جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا ذکر اسی ترتیب سے باب: ۸ میں گزر چکا ہے۔

لیلۃ القدر کے قیام سے قیام کی کتنی مقدار مراد ہے اور اس رات کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں

اس حدیث میں "احتساب" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کوئی کام کرنا نہ کہ دکھاوے اور سنانے کے لیے لیلۃ القدر کے قیام سے مراد یہ ہے کہ اس رات میں اطاعت اور عبادت کے لیے کھڑے ہونا لیلۃ القدر میں افضل یہ ہے کہ تمام رات نماز میں قیام کیا جائے اور اگر رات کے کچھ حصہ میں قیام کیا تو یہ بھی کافی ہے حتیٰ کہ اگر اس نے رات کو صرف عشاء کے فرض پڑھ لیے پھر بھی لیلۃ القدر کا قیام حاصل ہو جاتا ہے اس رات کے قیام سے جو گناہ معاف ہوتے ہیں وہ گناہ صغیرہ ہیں کیونکہ گناہ کبیرہ صرف توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے اور لیلۃ القدر کے قیام سے صرف وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے وہ صرف بندوں کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں یہ قواعد کے مطابق تفصیل ہے ورنہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جو گناہ چاہے معاف فرمادے۔

جہاد امور ایمان سے ہے

۲۶- بَابُ الْجِهَادِ مِنَ الْإِيمَانِ

جہاد کا لغوی معنی ہے: کسی مقصد کے حصول کے لیے سخت کوشش کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے کفار کے ساتھ قتال کرنا اس باب میں اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ لیلۃ القدر کا قیام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان سخت کوشش کرے اور بہت مشقت برداشت کرے اور اپنے اہل و عیال سے اختلاط کو ترک کرے اسی طرح کفار کے ساتھ جہاد میں بھی سخت کوشش اور بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اور اہل و عیال کو چھوڑنا پڑتا ہے نیز لیلۃ القدر میں بدف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس رات کو تلاش کر کے حاصل کرے ورنہ اس کو شب بیداری اور عبادت کا ثواب بہر حال ملتا ہے اسی طرح جہاد میں بھی بندہ کا بدف شہادت ہوتا ہے ورنہ اس کو اجر اور مال غنیمت بہر حال حاصل ہوتا ہے۔

۳۶- حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ خَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْتَدَبَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي أَنْ أَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْ لَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوْ دِدْتُ أَنِّي أَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أَحْيَا ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَا ثُمَّ أَقْتُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حرمی بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو زرعة بن عمرو بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کا ضامن ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا اور اس کا گھر سے لکنا صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے تھا کہ میں اس کو اس کے حاصل کردہ اجر یا مال غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں یا اس کو جنت میں داخل کروں اور اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے بیٹھتا نہ رہتا اور میں اس کو

[اطراف الحدیث: ۲۹۷۳-۲۹۷۶-۲۲۲۷-۲۳۵۷-۲۳۶۳]

(صحیح مسلم: ۱۸۷۶، سنن نسائی: ۵۰۳۵، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۳، ضرور پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر میں زندہ
مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ۳۱، سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۹، کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔
صحیح قدیم مسند احمد: ۹۱۸۷، ج ۱۵ ص ۱۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ: بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حری بن حفص بن عمر العتکی البصری، ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے یہ ۲۲۶ھ
میں فوت ہوئے تھے (۲) ابوبشر عبد الواحد بن زیاد العبدي البصری، یحییٰ ابو حاتم اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابن سعد نے کہا: یہ کثیر
الحدیث ہیں یہ ۱۷۷ھ میں فوت ہوئے (۳) عمارہ بن القعقاع بن بشر، ان سے زہری اور اعمش نے روایت کی ہے یحییٰ نے کہا: یہ
ثقہ ہیں ابو حاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے (۴) ابوزرعہ ان کے نام میں کئی قول ہیں مشہور نام
ہرم ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ اور دیگر سے سماع کیا ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۶۰)

جہاد شہادت اور شہید کی فضیلت اور اس اعتراض کا جواب کہ جو مجاہد مال غنیمت کے ساتھ لوٹے۔۔۔۔۔
اس کے اجر میں کمی ہو جاتی ہے

(۱) اس حدیث میں جہاد کی اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت ہے اور شہادت کی تمنا کرنے کا جواز ہے اور اسی طرح ہر نیک
کام کی تمنا کرنے کا جواز ہے۔

(۲) جب دو مصلحتوں میں تعارض ہو تو جو رائج مصلحت ہو اس کو اختیار کیا جائے اور جو مرجوح ہو اس کو ترک کر دیا جائے کیونکہ نبی
ﷺ نے فرمایا: اور اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے بیٹھا نہ رہتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس
کام سے مسلمانوں کو مشقت ہو اس کام کو ترک کرنا چاہیے اور یہ کہ جہاد کو فرض عین نہیں ہے فرض کفایہ ہے۔

(۳) اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں فرمایا ہے کہ شہید کو جنت عطا کرنے کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے اس میں شہید کی کیا
خصوصیت ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جنت عطا فرمائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام مسلمان تو قیامت کے بعد جنت میں
جائیں گے اور شہداء موت کے فوراً بعد جنت میں چلے جائیں گے قرآن مجید میں ہے:

أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ (آل عمران: ۱۶۹)

○ ہے

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو حشر کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا ان سے حساب ہو گا نہ ان کو عذاب ہو گا اور
نہ ان کے گناہوں پر گرفت ہو گی اور ان کی شہادت ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ کی
راہ میں شہید ہونا قتل کے سوا ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۸۶)

(۴) ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مجاہد کے لیے ہر صورت میں اجر کی ضمانت دی گئی ہے خواہ وہ شہید ہو جائے خواہ وہ
سلامتی کے ساتھ مال غنیمت لے کر لوٹے حالانکہ ایک اور حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ جو سلامتی کے ساتھ مال غنیمت کے ساتھ
لوٹے اس کے اجر کے دو حصے کم ہو جاتے ہیں اور جس کو بالکل مال غنیمت نہ ملے اس کو پورا اجر ملتا ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور مال غنیمت پالے آخرت میں اس کے اجر کے دو تہائی حصے کم ہو جائیں گے اور اس کے لیے صرف ایک تہائی اجر باقی رہ جائے گا اور اگر ان کو بالکل مال غنیمت نہ ملا ہو تو پھر ان کو پورا اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۶، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۷، سنن نسائی: ۳۱۲۵، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں مجاہد کو اجر کی ضمانت دی ہے خواہ وہ شہید ہو یا مال غنیمت کے ساتھ لوٹے اس سے مراد وہ مجاہد ہے جو اخلاص کے ساتھ جہاد کی نیت کرے اور جس حدیث میں فرمایا ہے کہ اس کے اجر سے دو تہائی کم کیا جائے گا اس سے مراد وہ مجاہد ہے جو مال غنیمت کی طلب میں جہاد کے لیے گیا ہو۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۷۳۴-ج ۵ ص ۸۸۰ پر ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوب کا محمل (۲) جنت کی بشارت میں شہداء کا عام مسلمانوں سے امتیاز (۲) نیکی یا بدی پر مرنے والوں کا حشر (۳) موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود شہادت کی تمنا کیوں جائز ہے؟

۲۷- بَابُ تَطَوُّعِ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيمَانِ

رمضان میں نفلی قیام امور ایمان سے ہے

رمضان میں نفلی قیام سے مراد ہے رمضان کی راتوں میں نفلی عبادت کے لیے کھڑا ہونا اور تہجد اور تراویح پڑھنا رمضان کا لفظ رمضاء سے بنا ہے اس کا معنی سخت گرمی میں جلنا ہے پھر یہ اس معروف مہینہ کا نام ہو گیا باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ جہاد میں بھی مشقت ہوتی ہے اور رمضان کی راتوں کے قیام میں بھی مشقت ہوتی ہے۔

۳۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کے لیے رمضان میں قیام کیا اس کے پچھلے

[اطراف الحدیث: ۳۸-۱۹۰۱-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۳]

گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۷۵۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۷۱، سنن ترمذی: ۸۰۸، سنن نسائی: ۱۶۰۱، مصنف عبد الرزاق: ۷۷۱۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۲، مسند احمد

ج ۲ ص ۲۸۱، طبع قدیم مسند احمد: ۷۷۸-ج ۱۳ ص ۱۹۸، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن ابی اسحق امام مالک کے بھانجے (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حمید بن عبد الرحمان بن عوف الزہری المدنی انہوں نے کبار صحابہ سے سماع کیا ہے ان میں ان کے والد حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ ہیں رضی اللہ عنہم اور ان سے متعدد تابعین نے سماع کیا ہے ان میں ابن شہاب زہری بھی ہیں امام ابوزرعہ نے ان کی توثیق کی ہے یہ کثیر الحدیث تھے یہ ۷۳ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۶۶-۳۶۵)

عبادات سے صرف صغائر کا معاف ہونا

اس سے پہلے حدیث: ۳۵ میں گزر چکا ہے کہ لیلۃ القدر کے قیام سے بھی پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ دونوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ کا فضل بہت وسیع ہے لیکن علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ وضو کرنے اور پانچ وقت کی نمازوں سے یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کے روزے سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ کبار صرف توبہ سے یا حج سے یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے معاف ہوتے ہیں اور تمام صغائر معاف ہو چکے ہوں تو پھر کبار میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب تک کہ کبار کو نہ ڈھانپ لیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳-۱۳ سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۶ سنن ترمذی: ۲۱۳ صحیح ابن خزیمہ: ۳۱۳ مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۰ صحیح ابن حبان: ۱۷۳۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۷۷ شرح النہ: ۳۲۵ مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴ طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۲۸۵ ج ۱۶ ص ۱۹۶ بیروت)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۶۷۶- ج ۲ ص ۵۰۲-۳۹۳ پر مذکور ہے اور اس میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

- (۱) قیام رمضان (۲) کرم رسالت (۳) عبادت سے گناہوں کی بخشش (۴) رکعات تراویح میں مذاہب (۵) میں رکعات تراویح پر دلائل (۶) تراویح میں ختم قرآن (۷) رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ (۸) غیر مقلدین سے گزارش (۹) تنہا عشا پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔

ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ

رکھنا امور ایمان سے ہے

۲۸- بَابُ صَوْمِ رَمَضَانَ

اِحْتِسَابًا مِنَ الْاِيْمَانِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت واضح ہے اس باب میں رمضان کے قیام کا ذکر تھا اور اس باب میں رمضان کے روزہ کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن فضیل نے خبر دی وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ابو سلمہ از ابو ہریرہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

(اس حدیث کے اطراف اور تخریج وہی ہیں جو حدیث: ۳۵ میں ہے)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سالم البیکندی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) محمد بن فضیل الکوفی انہوں نے سبعی اور الاعمش وغیرہ تابعین سے سماع کیا اور ان سے ثوری اور امام احمد نے سماع کیا ابو زرہ نے کہا: یہ اہل علم میں بہت صادق تھے یہ ۱۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید انصاری مدینہ کے قاضی (۴) ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عوف (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۶۸)

رمضان کے روزوں سے پورے روزے مراد ہیں اور جو عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے وہ بھی۔۔۔۔۔
 مغفرت کی بشارت میں شامل ہے

ایک سوال یہ ہے کہ جس شخص نے رمضان کا صرف ایک روزہ رکھا کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرف میں رمضان کے روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے تمام روزے رکھے جائیں دوسرا سوال یہ ہے کہ جس شخص کی نیت پورے روزے رکھنے کی ہو لیکن وہ کسی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو کیا وہ بھی اس بشارت کا مصداق ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! جیسے کہ جب مریض بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو قیام کا ثواب ملتا ہے ایک اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ ہیں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے ان دو میں سے ایک لفظ ضرور زائد ہے کیونکہ جو مومن ہوگا وہ ثواب کی نیت سے ہی روزے رکھے گا اور جو ثواب کی نیت سے روزے رکھے گا وہ مومن ہی ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان مومن تو ہوتا ہے لیکن وہ ثواب کی نیت سے کام نہیں کرتا بلکہ دکھاوے کے لیے کرتا ہے اس لیے دونوں لفظوں کی ضرورت ہے۔

دین آسان ہے

۲۹- بَابُ الدِّينِ يَسْرُ

اس باب کا عنوان ہے: دین آسان ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے اور رمضان میں آسانی یہ ہے کہ مریض اور مسافر اگر رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو بعد میں قضا کر سکتے ہیں اور شیخ فانی اور جس شخص کو دائمی عذر ہو وہ روزوں کا فدیہ دے کر روزوں کو بالکل ترک کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج: ۷۸)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ

الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْخَيْفَةُ الشَّمْحَةُ.

اور (اللہ نے) تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو باطل سے مجتنب ہو اور سہل ہو۔

۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ

بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَفَارِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ هَذَا

الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا

وَأَسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدَّلْجَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد السلام بن مطہر

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان

کی از معن بن محمد الغفاری از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: بے شک دین آسان

ہے اور جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس

پر دین غالب آ جائے گا پس تم درست کام کرو اور درستی کے قریب

کام کرو اور (جنت کی) خوش خبری سن لو اور صبح کے وقت اور شام کے

وقت اور رات کے کچھ اندھیرے میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔

(سنن نسائی: ۵۰۳۹، الاحاد والثنائی: ۱۱۹۰، مسند ابی یعلیٰ: ۶۸۶۳، المعجم الکبیر: ۲۷۲-ج ۱، صحیح ابن حبان: ۳۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸، مسند احمد

ج ۵ ص ۶۹ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۶۶۹-ج ۳ ص ۲۶۹، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد السلام بن مطہر الازدی البصری انہوں نے مشہور اعلام سے روایت کی جن میں شعبہ ہیں اور ان سے اعلام نے روایت کی جن میں امام بخاری، امام ابو داؤد ابوزرعہ اور ابو حاتم ہیں ابو حاتم نے کہا: وہ بہت سچے ہیں ان کی وفات ۲۲۴ھ میں ہو گئی (۲) عمر بن علی بن عطاء المقدمی البصری انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے سماع کیا جن میں ہشام بن عروہ ہیں اور ان سے بہت اعلام نے سماع کیا جن میں عمرو بن علی ہیں یہ مدلس تھے اور بہت تدلیس کرتے تھے عفان نے کہا: یہ نیک آدمی تھے تدلیس کے علاوہ ان میں اور کوئی عیب نہ تھا یہ ۱۹۰ھ میں فوت ہو گئے (۳) معن بن محمد الغفاری انہوں نے حمید سے سماع کیا اور ان سے ابن جریج اور دیگر نے سماع کیا ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ ان سے روایت کرتے ہیں (۴) سعید بن ابی سعید المقبری المدنی انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں امام احمد نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ابن سعد نے کہا: جب یہ بوڑھے ہو گئے تھے تو موت سے پہلے ان کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا ان کی ۱۲۵ھ میں وفات ہوئی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۰)

اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرنے کی ممانعت اور اعتدال اور میانہ روی سے عبادت کرنے کی ترغیب

اس حدیث میں سہولت اور آسانی کے ساتھ عمل کرنے پر براہیختہ فرمایا ہے اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جن اعمال میں زیادہ دوام ہو خواہ وہ کم ہوں اور آپ نے فرمایا: (تم اپنے آپ کو) ان اعمال کا مکلف کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۴۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم وصال کے روزے (جن میں نہ سحری ہو نہ افطار) نہ رکھو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا: تم میری مثل نہیں ہو بے شک میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے تم (خود کو) ان اعمال کا مکلف کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام: ۵۸، الرقم المسلسل: ۲۵۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم (خود کو) ان اعمال کا مکلف کرو جن کی تم میں طاقت ہو۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۲۵۲۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱، ج ۲ ص ۳۵۰-۳۱۹-۲۵۷)

نبی ﷺ نے عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے اور اپنے نفس کو زیادہ مشقت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جو عبادات فرض کی ہیں وہ مسلسل اور لگاتار نہیں فرض کیں مثلاً وقفے وقفے سے دن کے مختلف اوقات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں یہ بندوں پر اس کی آسانی اور رحمت ہے۔

نیز فرمایا: جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا یعنی تم میں سے کوئی شخص زیادہ گہرائی میں نہ جائے اور آسان عبادت کو چھوڑ کر مشکل عبادت کو نہ اختیار کرے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ تھک جائے گا یا اکتا جائے گا یا عاجز آ جائے گا پھر وہ بعض یا کل عبادات کے کام نہیں کر سکے گا اور پھر اس کو عمل نہ کرنے کا عذاب ہوگا سو تم حتی الامکان درست کام کرنے کی کوشش کرو۔

نیز فرمایا: تم صبح، شام اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرو یعنی فرصت کے اوقات میں عبادت کرو تا کہ تم تروتازہ ہو کر خوشی

سے عبادت کرو اور بے دلی اور اکتاہٹ سے عبادت نہ کرو۔

نماز امور ایمان سے ہے

۳۰۔ بَابُ الصَّلَاةِ مِنَ الْإِيمَانِ

اس باب کی باب سابق سے مناسبت اس طرح ہے کہ سابق باب میں صبح اور شام یعنی دن کے وقت میں اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور پانچ نمازیں فرض ہیں ان میں چار نمازیں یعنی فجر، ظہر، عصر اور مغرب دن کے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور عشا کی نماز رات کے وقت میں پڑھی جاتی ہے نیز اس سے پہلے ابواب میں روزے کا ذکر تھا اور اس باب میں نماز کا ذکر ہے اور نماز اور روزہ دونوں دین کے عظیم ارکان میں سے ہیں۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں فرمائے گا“ (البقرہ: ۱۴۳) یعنی بیت اللہ کے پاس جو تم نے نماز پڑھی ہے۔

إِيمَانَكُمْ﴾ (البقرہ: ۱۴۳) يَغْنِي صَلَاتُكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ.

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز پر ایمان کا اطلاق کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایمان کا جز ہے امام واحدی المتوفی ۳۶۸ھ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ قبلہ تبدیل ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب فوت ہو گئے تھے ان میں حضرت سعد بن زرارہ، حضرت ابو امامہ بنو النجار سے اور حضرت البراء بن معرور بنو سلمہ سے تھے تو ان کے قبیلہ کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! ہمارے بھائی قبلہ اولیٰ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور اب اللہ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف پھیر دیا ہے پس ہمارے ان بھائیوں کی پڑھی ہوئی نمازوں کا اب کیا حکم ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تمہارے ایمان (یعنی نماز) کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

(الوسیط ج ۱ ص ۲۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

۴۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ نَزَلَ عَلَى أَجْدَادِهِ أَوْ قَالَ أَخْوَالِهِ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَّهُ صَلَّى قَبْلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قَبْلَ الْبَيْتِ وَأَنَّهُ صَلَّى أَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا صَلَاةُ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُونَ فَقَالَ أَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَكَّةَ فَنَادَوْا كَمَا هُمْ قَبْلَ الْبَيْتِ وَكَانَتْ الْيَهُودُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَهْلُ الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلَّى وَجْهَهُ قَبْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کہ جب نبی ﷺ ابتداء مدینہ میں آئے تو آپ انصار میں سے اپنے مانا یا ماموں کے ہاں ٹھہرے اور آپ نے سولہ (۱۶) مہینے یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو اور آپ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی پھر ایک شخص جس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی وہ بابرنگا اور ایک مسجد والوں کے پاس سے زرارہ اس وقت وہ لوگ رکوع میں تھے پس اس نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں میں نے (ابھی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے تب لوگ نماز میں ہی گھوم کر بیت اللہ کی

الْبَيْتِ أَنْكُرُوا ذَلِكَ.

طرف پھر گئے اور یہود اور اہل کتاب کو یہ پسند تھا کہ جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب آپ نے اپنا منہ بیت اللہ کی طرف کر لیا تو یہ ان کو ناگوار ہوا۔

زہیر نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از البراء ان کی اس حدیث میں یہ ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ لوگ فوت ہو گئے اور کچھ لوگ شہید ہو گئے پس ہم نے از خود نہیں جانا کہ ہم ان کے متعلق کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اللہ [اطراف الحدیث: ۱۸۵۶۳-۱۸۷۳۲] تمہارے ایمان کو ضائع نہیں فرمائے گا۔" (البقرہ: ۱۳۳)

قال زهير حدثنا أبو إسحاق عن البراء حديثه هذا أنه مات على القبلة قبل أن تحول رجال وقيلوا فلم ندر ما نقول فيهم فأنزل الله تعالى ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ (البقرہ: ۱۴۳).

(صحیح مسلم: ۵۲۵، ترمذی: ۲۹۶۲، صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۳، صحیح ابن حبان: ۱۷۱۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲، ابن الجارود: ۱۶۵، معرفۃ السنن والآثار: ۲۸۷۶، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۴۹۶، ج ۳ ص ۳۵۴-۳۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابوالحسن عمرو بن خالد الجزری الحرانی، یہ لیث اور ابولہبیدہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری، ابوزرعمہ اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں ابو حاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں، یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی الکوفی انہوں نے حمید اور ابی نعیم اور دیگر تابعین سے سماع کیا ہے اور ان سے یحیی القطان اور کئی ائمہ نے سماع کیا ہے ابوزرعمہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں مگر ابواسحاق سے انہوں نے اس کے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے یہ ۱۷۳ھ یا ۱۷۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ بن علی کوفی، جلیل القدر تابعی ہیں ان کی توثیق پر سب متفق ہیں انہوں نے حضرت علی، حضرت اسامہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے ان سے سماع نہیں کیا اور حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن الزبیر، حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور ان سے یحییٰ قتادہ اور اعمش نے سماع کیا ہے ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ الانصاری الادوی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۳۰۵ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ۲۲ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں ۱۵ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۶ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں جنگ احد میں یہ حضرت ابن عمر کے ساتھ گئے تھے مگر ان کو کم سن قرار دیا گیا پھر غزوہ خندق اور باقی تمام مغازی میں حاضر رہے ۲۴ھ میں انہوں نے رے (طبران) کو فتح کیا اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ غزوہ تستر میں تھے حضرت علی کے ساتھ ان کے تمام مشاہد میں رہے مصعب بن زبیر کے ایام میں کوفہ میں فوت ہو گئے ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۷۹-۳۷۸)

احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کا جواز

(۱) اس حدیث کے فوائد میں سے نسخ کا ثبوت ہے اور یہودیوں کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے کہ احکام شرعیہ کا منسوخ ہونا ثابت ہے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں کا بھائیوں کے ساتھ نکاح جائز تھا اسی سے نسل انسان پھیلی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزاد کو غلام بنانا جائز تھا بعد میں یہ احکام منسوخ ہو گئے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنت کا قرآن سے نسخ جائز ہے کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا سنت سے ثابت تھا جس کو قرآن نے منسوخ کر دیا امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد اور اہل ظاہر اس کے قائل نہیں ہیں اور امام

الوضیفہ اور جمہور اس کے قائل ہیں۔

(۳) اس حدیث میں دلیل ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے کیونکہ جس شخص نے نبی ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی تھی اس کے خبر دینے سے مدینہ کی دوسری مسجد کے نمازیوں نے اپنا قبلہ تبدیل کر لیا۔

(۴) اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک نماز کو دوطرف منہ کر کے پڑھنا جائز ہے اگر کسی شخص کو نماز میں پتا چل جائے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو وہ اس طرف مڑ جائے۔

(۵) اس حدیث میں نبی ﷺ کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کا جواز ہے کیونکہ اس مسجد کے نمازی یہ بھی کر سکتے تھے کہ نماز توڑ کر نبی ﷺ کے پاس جاتے کہ قبلہ تبدیل ہوا ہے یا نہیں۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ﷺ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوال کے بغیر بیت اللہ کو آپ کے لیے قبلہ بنادیا اور فرمایا: ”ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں“ (البقرہ: ۱۴۴)۔

۳۱- بَابُ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ

کسی شخص کے اسلام کا حسن

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں نماز قائم کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں کسی شخص کے حسن اسلام کا ذکر ہے اور کسی شخص کے اسلام میں اسی وقت حسن ہوگا جب وہ نماز قائم کرے گا۔

۴۱- قَالَ مَالِكٌ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسَنَ إِسْلَامُهُ، يَكْفِرُ اللَّهُ عَنْهُ كُلَّ سِنَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضَعْفٍ، وَالسِّنَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی کہ عطاء بن یسار نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: ان کو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب بندہ اسلام لائے اور اسلام پر اچھی طرح عمل پیرا ہو تو اللہ اس کے ہر سابقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے اور اس کے بعد برابر برابر ہے ایک نیکی کا دس مثل سے لے کر سات سو مثل تک اجر ہوتا ہے اور ایک بُرائی کی اتنی ہی سزا ہوتی ہے سوا اس کے کہ اللہ اس بُرائی سے درگزر فرمائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مالک بن انس رحمہ اللہ (۲) زید بن اسلم یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۳) عطاء بن یسار یہ حضرت ام المؤمنین کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۹۱)

حسن اسلام کے معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب بندہ اسلام لائے اور اس پر اچھی طرح عمل پیرا ہو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جائے اور اس کا یہ معنی بھی ہے جیسا کہ حدیث جبریل میں نبی ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ اخلاص اور خضوع اور خشوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس حدیث میں فرمایا ہے: تو اللہ اس کے ہر سابقہ گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے کفارہ کا معنی ہے: گناہوں کو ڈھانپ لینا اور اس کا یہ

معنی بھی ہے کہ وہ گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کا مستحق تھا اللہ تعالیٰ اس عذاب کو ساقط کر دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں ”زلفھا“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ جس گناہ کے قریب گیا تھا اور اس کا یہ معنی بھی ہے: اس نے جس گناہ کو پہلے کیا تھا۔

حسن اسلام کے سلسلہ میں مشہور حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی (غیر مقصود چیزوں کو) ترک کر دے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱)

اسلام لانے کے بعد اگر سابقہ بُرے کام دوبارہ کیے تو پھر وہ بُرے کام معاف ہوں گے یا نہیں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا ہم سے جاہلیت کے کاموں پر گرفت کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: جو اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہوا اس سے جاہلیت کے افعال پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام میں بُرے کام کیے اس کے پہلے اور بعد کے کاموں پر گرفت کی جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۶۹۲۱، صحیح مسلم: ۱۳۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۹)

اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہونے کا معنی یہ ہے کہ اسلام کے فرائض اور واجبات پر عمل کرے اور حرام اور مکروہ تحریمی کاموں سے باز رہے اور اسلام میں بُرے کاموں سے مراد یہ ہے کہ اسلام میں ان ممنوع کاموں کو کرنے جن کو جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان نے اسلام لانے سے پہلے جو بعض ایسے حرام کام کیے جو زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے اور جن سے وہ اسلام لانے کے بعد اجتناب کرتا ہے ان حرام کاموں کو اسلام لانے کے بعد مٹا دیا جاتا ہے اور رہے وہ حرام کام جن کو اس نے زمانہ جاہلیت میں کیا اور اسلام لانے کے بعد بھی ان حرام کاموں پر اصرار کیا تو اس سے ان کاموں پر بھی گرفت کی جائے گی کیونکہ جب اسلام لانے کے بعد اس نے ان حرام کاموں پر اصرار کیا تو وہ ان حرام کاموں سے تائب نہیں ہوا تھا سو بغیر توبہ کے وہ گناہ نہیں مٹائے جائیں گے اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ وہ اسلام لانے کے بعد ان گناہوں کو دوبارہ کرے یا نہ کرے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں جاگزین کر دیا تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں آپ نے ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا آپ نے پوچھا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا: کسا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میری مغفرت کر دی جائے آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب ایمان: ۱۹۲، رقم بلا تکرار: ۱۲۱۱، رقم المسلسل: ۳۱۳)

حضرت ابن مسعود کی حدیث کی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص کی حدیث کے عموم کو مقید کیا جائے گا یا حضرت ابن مسعود کی حدیث کی تائید کی جائے گی اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث بہ ظاہر اجماع امت کے خلاف ہے کہ اسلام زمانہ کفر کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

قَدْ لَبِذْنِ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ. آپ ان کافروں سے کہیے کہ اگر یہ لوگ (کفر سے) باز

(الانفال: ۳۸) آجائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ کافر جب اسلام لے آئے تو اس کے پچھلے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا جاتا پس اگر وہ اسلام لانے کے بعد انتہائی بُرا کام کرے اور وہ اسلام کی حالت میں بہت سخت گناہ پر سوار ہو تو اسلام میں اس کی اس بڑی معصیت پر گرفت کی جائے گی اور زمانہ کفر کی معصیت اور اس کو مٹانے پر سرزنش اور زبرد تو بیخ کی جائے گی اس سے کہا جائے گا: کیا تو نے زمانہ کفر میں یہ کام نہیں کیا تھا پھر تیرے اسلام نے تجھے اس کام کو دوبارہ کرنے سے کیوں نہیں روکا؟ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ کفر کی معصیت پر تو صرف سرزنش اور ملامت کی جائے گی اور زمانہ اسلام کی معصیت پر اس کو سزا دی جائے گی۔

حضرت ابن مسعود کی حدیث کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ زمانہ اسلام میں بُرا کام کرنے سے مراد کفر ہے کیونکہ وہ انتہائی بُرا کام اور بہت سخت معصیت ہے پس جب وہ شخص مرتد ہو گیا اور کفر پر مر گیا پھر وہ اس شخص کی طرح ہو گیا جو اسلام نہیں لایا اور اس کو اس کے تمام سابقہ گناہوں پر سزا دی جائے گی اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو ابواب المرتدین میں درج کیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ جو شخص اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہوا یعنی اس نے اسلام کے تمام احکام پر ان کی شرائط کے ساتھ عمل کیا تو اس کے زمانہ جاہلیت کے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام لا کر بُرا کام کیا یعنی توحید کے عقیدہ کو ترک کر دیا تو اس کے تمام سابقہ گناہوں پر مواخذہ کیا جائے گا میں نے علماء کی ایک جماعت پر اس حدیث کے جواب کو پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ اس حدیث کا اور کوئی معنی نہیں ہے۔

محب طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص صحیح اسلام لایا جس میں نفاق نہ ہو اس کے زمانہ جاہلیت کے برے کاموں کا کفارہ ہو جائے گا اور جس نے زمانہ اسلام میں نفاق کیا اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔

علامہ داؤدی نے کہا: جو اسلام لانے کے بعد اسلام پر مر گیا اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوگا اور جو غیر اسلام پر مرا اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔

علامہ قرطبی نے کہا: جو اخلاص سے اسلام لایا اس کے زمانہ جاہلیت کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور جو ریہ کاری اور دھانے کے لیے اسلام لایا اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۰-۶۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۴۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَعَمِلَ خَيْرًا يَكْتَسِبُ لَهَا بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَكْتَسِبُ لَهَا بِمِثْلِهَا. (صحیح مسلم: ۱۲۹۹ مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۸۳ صحیح ابن حبان: ۲۲۸ شعب ایمان: ۷۰۳۶ کتاب الاسماء والصفات ص ۷۱ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۷ طبع قدیم مسند احمد ج ۱ ص ۵۳۰ ہے۔

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام نیشاپوری امام ابوداؤد کے سوا ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں امام نسائی نے کہا: یہ

ثقة اور ثبت ہیں یہ ۲۵۱ھ میں غیشاپور میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرزاق بن حمام بن نافع الیمانی الصنعانی انہوں نے معمر ثوری اور امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے معمر اور امام احمد نے ان کی توثیق کی ابو احمد بن عدی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں عباس بن عبد العظیم نے ان کی جھوٹ کی طرف نسبت کی اور کہا: واقدی ان سے زیادہ صادق ہیں ان کی تشیع کی طرف نسبت کی گئی ہے انہوں نے فضائل اہل بیت میں ایسی احادیث روایت کیں جن میں کسی ثقہ راوی نے ان کی موافقت نہیں کی اور یہ منکر احادیث کو روایت کرنے سے زیادہ مذموم ہے یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۳) معمر بن راشد ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حماد بن منبہ بن کامل الیمانی الصنعانی یہ تابعی ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن عباس اور حضرت معاویہ سے سماع کیا یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۹۸-۳۹۷)

نیک کاموں کے اجر میں اضافہ پر دلائل

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر وہ نیکی جس پر کوئی شخص عمل کرتا ہے اس کے لیے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھی جاتی ہے: دس گنا کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا. (الانعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی کرے گا اسے اس کی دس مثلیں ملیں گی۔

اور سات سو گنا اجر کی دلیل یہ آیت ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ. (البقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے کی طرح ہے جو سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے دگنا کر دیتا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نیک کاموں کو اور بُرے کاموں کو لکھ لیا ہے پھر ان کا بیان فرمایا: پس جس نے نیکی کا منصوبہ بنایا اور اس پر عمل نہیں کیا اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیلی لکھ لیتا ہے اور جس نے نیکی کا منصوبہ بنایا پھر اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی دس نیکیاں لکھ لیتا ہے سات سو گنی چو گنی نیلیوں سے لے کر بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر اور جس نے کسی بُرائی کا منصوبہ بنایا پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی ایک کامل نیلی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے بُرائی کا منصوبہ بنایا اور پھر اس بُرائی پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی صرف ایک بُرائی لکھتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۹۱، صحیح مسلم: ۱۳۱، سنن دارمی: ۲۷۸۹، مستدرک احمد ج ۱ ص ۳۱۰، ج ۱ ص ۲۱۹ طبع قدیم)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۶، ج ۱ ص ۵۹۲ پر ہے وہاں پر اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم (۲) دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق۔

۳۲- بَابُ أَحَبِّ الدِّينِ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے

جس میں زیادہ دوام ہو

إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهُ

اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں کسی شخص کے اسلام کا حسن بیان فرمایا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اس باب میں نیک اعمال پر دوام مطلوب ہے اور جب بندہ نیک اعمال پر دوام

کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو خود دوام ہے اس لیے وہ دوام کو پسند فرماتا ہے۔ اس عنوان میں ”دین“ کا لفظ ہے اور اس سے مراد نیک اعمال اور عبادت ہے، امام بخاری کا مطلوب یہ ہے کہ یہاں ایمان کا اطلاق نیک اعمال پر ہے، لیکن یہ مطلوب اس وقت ثابت ہوتا جب دین سے مراد ایمان ہوتا، لیکن یہاں دین سے مراد نیک اعمال اور عبادت ہے۔ اس باب کے عنوان اور حدیث میں ”ادوم“ کا لفظ ہے اور یہ دوام کا اسم تفصیل ہے اس کا معنی ہے: زیادہ دوام اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوام کا معنی ہے: جو چیز ہمیشہ ہو اور تمام زمانوں میں ہو پس جو چیز تمام زمانوں میں ہو اس پر زیادتی کیسے ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد دوام حقیقی نہیں ہے دوام عرفی ہے اور اس میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔

۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ فُلَانَةٌ، تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا، قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تَطِيقُونَ، فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا. وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: یہ فلاں عورت ہے اس کی نماز کا بہت چرچا ہے آپ نے فرمایا: چپ کرو تم ان عبادات کو لازم رکھو جن کی تم طاقت رکھتے ہو پس اللہ کی قسم! اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ اور اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس پر عبادت کرنے والا دوام کرے۔

(صحیح مسلم: ۷۸۵، سنن ترمذی: ۲۸۵۶، شمائل ترمذی: ۳۰۴، سنن

نسائی: ۵۰۵۰، ۱۶۳، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۲۶، شرح السنہ: ۹۳۳، صحیح

ابن خزیمہ: ۱۲۸۲، مسند ابوعبلی: ۴۶۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۷، حلیۃ الاولیاء

ج ۲ ص ۶۶-۶۵، مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۹۸، مسند احمد ج ۶ ص ۵۱-۴۶،

طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۲۳۵-۲۴۱۸۹، ج ۳ ص ۲۲۲-۲۲۳، ج ۴ ص

ص ۲۹۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوموسیٰ محمد بن قیس البصری ان کا تعارف ”باب حلاوة الایمان“ میں گزر چکا ہے (۲) یحییٰ بن سعید القطان ان کا تعارف اس باب میں گزر چکا ہے: جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد عروہ بن الزبیر ان کا تعارف بھی الحدیث: ۲ میں گزر چکا ہے (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان کا تعارف الحدیث: ۲ میں ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۰۰)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ نے

حولاء کے منہ پر اس کی تعریف کی حالانکہ منہ پر تعریف کرنا منع ہے

اس حدیث میں ہے حضرت عائشہ نے کہا: اس وقت ان کے پاس ایک عورت تھی اس عورت کا نام الحولاء تھا یا کوئی اور تھی امام بخاری نے کہا ہے: یہ عورت بنو اسد سے تھی اور یہ عورت الحولاء بنت قویت تھی حضرت الحولاء بہت نیک اور عابدہ مہاجرہ خاتون تھیں۔ اس حدیث میں ”مہ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چپ کرو یا بس کرو اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ نے اس خاتون کے سامنے کہا کہ اس عورت کی عبادت کا بہت چرچا ہے حالانکہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا ممنوع ہے اس کا ایک جواب یہ

ہے کہ کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا اس وقت منع ہے جب اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اور جب یہ خدشہ نہ ہو تو پھر منہ پر تعریف کرنا جائز ہے جیسے نبی ﷺ نے بعض صحابہ کے سامنے ان کی تعریف کی جیسے آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: بے شک تمام لوگوں میں اپنی جان اور مال سے میرے ساتھ سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابو بکر ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۶۶) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم تھا کہ یہ خاتون فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگی دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک اور روایت میں ہے کہ اس خاتون کے جانے کے بعد حضرت عائشہ نے اس خاتون کے متعلق کہا تھا: یہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۴۰۲)

نیز اس حدیث میں ہے: پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کو اس وقت تک ملال نہیں ہوتا جب تک کہ تم کو ملال نہ ہو۔ ملال کا معنی ہے: کسی چیز کو بوجھ سمجھ کر اس کو ترک کر دینا اور اس کو ناپسند کرنا ملال کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں یہ مخلوق کی صفات میں سے ہے اللہ تعالیٰ کی صفات سے نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملال کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی عمل پر ثواب عطا کرنے کو ترک کر دے سو اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک تم عبادت کرنے کو ترک نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب عطا کرنے کو ترک نہیں کرتا۔

امت پر شفقت کی وجہ سے نبی ﷺ کا مشکل اور دشوار عبادات سے منع فرمانا

اس حدیث میں نفلی عبادت کو دوام کے ساتھ کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے اور نبی ﷺ کی اپنی امت پر شفقت کا بیان ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق عمل کریں اور اپنے آپ کو مشکل میں ڈال کر طاقت سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش نہ کریں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص مسلسل روزے رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع فرمایا وہ نہیں مانے اور کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں بڑھاپے میں ان کی صحت اس سے متاثر ہوگئی تو وہ اس پر افسوس کرتے تھے کہ کاش! میں رسول اللہ ﷺ کی نصیحت پر عمل کر لیتا۔ اس حدیث کا متن درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو (نماز میں) قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو اور رات کو قیام بھی کرو اور غیند بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم مہینہ میں تین روزے رکھو کیونکہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا اور اس طرح تمہارے دائمی روزے ہو جائیں گے میں نے مسلسل روزے رکھنے پر اصرار کیا آپ نے اصرار سے منع کیا میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کی قوت پاتا ہوں آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزے رکھو اور اس سے زیادہ نہ رکھو میں نے پوچھا: اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: نصف الدھر (ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا) (دوسری روایت میں ہے: یہ سب سے افضل روزے ہیں میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں تب نبی ﷺ نے فرمایا: اس سے کوئی افضل نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۵) بوڑھے ہونے کے بعد حضرت عبداللہ یہ کہتے تھے: کاش! میں نبی ﷺ کی فرمائی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۷۵، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، سنن ابوداؤد: ۲۳۴۸، سنن نسائی: ۱۶۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۲)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۳۰- ج ۱ ص ۵۳۷ پر ہے اور اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

- (۱) اکتانے اور استہزاء وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق (۲) نقلی عبادات پر دوام کا معنی (۳) نقلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل (۴) جس فعل کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے (۵) رسول اللہ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ (۶) نقلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت (۷) بدعت سینہ کی تعریف ۸ بدعت کا شرعی معنی اور اقسام (۹) بدعت حسنہ اور مصالح مرسلہ (۱۰) بدعت حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سینہ کا مصداق (۱۱) ایک شہ کا ازالہ (۱۲) قرون ثلاثہ پر سنت و بدعت کا مدار۔

۳۳- بَابُ زِيَادَةِ الْإِيْمَانِ وَنَقْصَانِهِ

ایمان کی زیادتی اور اس کا نقصان

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح کہ سابق باب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو اور اس باب میں ایمان کی زیادتی اور نقصان کا ذکر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بندہ کسی عبادت کو دوام کے ساتھ زیادہ کرتا ہے تو اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور جب وہ اس کے دوام میں تقصیر کرتا ہے تو اس کا ایمان کم ہوتا ہے اور یہی امام بخاری کا مطلوب اور مقصود ہے اور یہ ہم احناف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور اس کے امام بخاری بھی قائل ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ (الکہف: ۱۲) ﴿وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا﴾ (البقرہ: ۲۱۷) ﴿وَقَالَ ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (المائدہ: ۳) فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور ہم نے اسی ب کہف کی ہدایت کو زیادہ کیا“ (الکہف: ۱۲) ”اور ایمان والے ایمان میں زیادہ ہو جائیں“ (البقرہ: ۲۱۷) اور فرمایا: ”آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا“ (المائدہ: ۳) اور جب کمال میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ناقص ہوتی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں بشام نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک جو کے برابر بھی نیکی ہو اور وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک گندم کے برابر بھی نیکی ہو اور وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک جوار (یا ذرہ) کے برابر بھی نیکی ہو۔

۴۴- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُّ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُّ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُّ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ. [طرف المحدث: ۵۰۹]

(صحیح مسلم: ۱۹۳ سنن ترمذی: ۲۷۹۳ سنن ابن ماجہ: ۳۳۱۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۵۰ سنن ابی نعیم: ۱۲۴۳ صحیح ابن

خزیمہ ج ۲ ص ۶۰۷ مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۱۸۰-۱۷۹ صحیح ابن خبان: ۶۳۶۳ الشریعہ للامام جری ص ۳۴۹ کتاب الامارۃ صفحات ۱۹۱-۱۹۲ سنن: ۱۱۲۴

۴۳۳۴: مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۱۵۳- ج ۱۹ ص ۱۹۸ مؤسستہ الرسالہ بیروت

قال أبو عبد الله قال أبان حدثنا قتادة حدثنا أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم من إيمان مكان من خير. امام بخاری کہتے ہیں: ابان نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ اس میں خیر کے بجائے ایمان کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسلم بن ابراہیم البصری الازدی ان سے امام بخاری اور امام ابو داؤد نے احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۳۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں ابو حاتم نے کہا: ثقہ صدوق ہیں انہوں نے ستر (۷۰) خواتین سے احادیث سماع کی ہیں (۲) بشام بن ابوعبد اللہ الربیع البصری کعب نے کہا: یہ ثبت تھے امام ابو داؤد الطیالسی نے کہا: یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں محمد بن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت فی الحدیث تھے مگر یہ قدری تھے یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۰۵)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ ایمان تو ایک کیفیت ہے اس کا ذرہ برابر وزن کیسے ہوگا اور اس اعتراض کا جواب کہ محمد رسول اللہ پڑھے بغیر صرف لا الہ الا اللہ پڑھنے سے کیسے نجات ہوگی؟

اس حدیث میں "شعبرة" اور "بُرة" کا لفظ ہے "شعبرة" کا معنی جو ہے اور "بُرة" کا معنی گندم ہے اور "الدرة" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھوٹی چھوٹی اور اس کا معنی ہے: سوئی کے ناکے کے برابر وہ غبار جو سورج کی شعاع میں نظر آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اپنے ہاتھ سے گرد جھازو تو جو گرد جھڑے گی وہ ذرہ ہوگا ایک قول یہ ہے کہ چار ذروں سے مل کر ایک خردل (رائی کا دانہ) بنتا ہے شعبہ نے اس لفظ کو بدل کر "ذرة" لکھا ہے اس کا معنی ہے: جوار کا دانہ۔

اور اس حدیث میں "يُخْرَجُ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نکلتا ہے اور بعض روایات میں "يُخْرَجُ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نکالا جائے گا۔

اس حدیث میں ہے: جس کے دل میں ذرہ کے برابر خیر ہو خیر سے مراد ایمان ہے جیسا کہ امام بخاری نے ابان کی تعلق میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو وہ دوزخ سے نکل آئے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایمان کا وزن کس طرح کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے اعمال کے جس صحیفہ میں ایمان لکھا ہوگا اس صحیفہ کا وزن کیا جائے گا دوسرا جواب یہ ہے کہ اب سائنسی تحقیق سے واضح ہو چکا ہے کہ کیفیات کا بھی وزن ہو جاتا ہے جسم یا کمرہ میں یا فضاء میں جو درجہ حرارت ہو اس کا وزن کیا جاتا ہے اس وقت میرے کمرہ میں 28.4 درجہ حرارت ہے کل شام میرے خون میں رینڈم گلوکوز کی مقدار 225 ملی گرام تھی اور صبح کو میرے خون میں گولیسٹرول کی مقدار 199 ملی گرام تھی اور آج صبح میرا بلڈ پریشر 130/70 تھا سو جب سائنسی آلات سے ان کیفیات کا وزن ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ایمان کا وزن کرنا کیا مشکل ہے اور اس میں کون سا استبعاد ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو وہ دوزخ سے نکل آئے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ نجات کے لیے آپ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اس کے تین جواب ہیں:

(۱) لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہاں جز کا ذکر ہے اور اس سے مراد کل ہے (۲) لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم ہے جیسے ”قل هو اللہ احد“ سورہ اخلاص کا علم ہے (۳) لا الہ الا اللہ پر ایمان کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ پر اس کی تمام صفات کے ساتھ ایمان لانا اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کو رسول بنانے والا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بعض اہل ایمان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اس میں مرجحہ کے عقیدہ کا رد ہے کہ کسی مومن کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا اور اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا اس میں خوارج اور معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کو دوزخ سے نہیں نکالا جائے گا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۸۶- ج ۱ ص ۸۱۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۵- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمَّاسِ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرُؤُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعَشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا قَالَ آيَةُ آيَةٍ؟ قَالَ ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ: ۳) قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی انہوں نے جعفر بن عون سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن مسلم نے خبر دی از طارق بن شہاب از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ یہود میں سے ایک شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس کی آپ لوگ تلاوت کرتے ہیں اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس نے کہا: ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا“ (المائدہ: ۳)۔ حضرت عمر نے کہا: ہمیں وہ دن بھی معلوم ہے اور مقام بھی معلوم ہے جہاں یہ آیت نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی اس وقت آپ جمعہ کے دن میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۷۰۷-۳۶۰-۴۶۸]

(صحیح مسلم: ۳۰۱۷ سنن ترمذی: ۳۰۳۳ سنن نسائی: ۵۰۲۷)

(۳۰۰۲)

چونکہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں المائدہ: ۳ کو ذکر کیا تھا اس لیے یہاں اس حدیث کو روایت کیا ہے جس میں یہ آیت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) الحسن ابوعلی بن صباح الواسطی بغدادی امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ ثقہ اور عامل بالسنۃ ہیں ان سے امام بخاری امام ابوداؤد امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے یہ ۲۶۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے (۲) جعفر بن عون بن جعفر الجعفی ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں امام احمد نے کہا: یہ نیک شخص ہیں بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ یہ ۲۰۷ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوالعمیس عتبہ بن عبد اللہ الکوفی یحییٰ اور امام احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) قیس بن مسلم ابو عمر الجبلی انہوں نے طارق بن شہاب اور مجاہد وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے الأعمش اور مسر وغیرہ نے سماع کیا ہے۔ یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت طارق بن شہاب بن عبد شمس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں انہوں نے

نبی ﷺ کی زیارت کی ہے اور زمانہ جاہلیت کو بھی پایا ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں ۴۳ مغزی اور سرایا میں جہاد کیا ہے خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ سے روایت کی ہے اور کوفہ میں رہائش کی ہے ان کی نبی ﷺ سے کوئی روایت نہیں ہے یہ ۱۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۱۰-۳۰۹)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ حضرت عمر کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہ تھا اس حدیث میں ”یہود“ کا لفظ ہے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام ہے یہ ”ہادوا“ سے بنا ہے اس کا معنی ہے: مائل ہوئے یعنی یہ پتھر سے کی مبادت کی طرف مائل ہوئے یا ”ہاد“ سے بنا ہے اس کا معنی ہے: رجوع کیا یعنی انہوں نے خیر سے شر کی طرف رجوع کیا۔

اور اس حدیث میں ”عید“ کا لفظ ہے یہ ”عود“ سے بنا ہے جس کا معنی ہے: لوٹنا عید کو عید اس لیے کہتے ہیں یہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا. آسمان سے دسترخوان نازل فرما جو ہمارے پہلے اور بعد کے لوگوں کے لیے عید ہو جائے۔ (المائدہ: ۱۱۳)

اور عید اس دن کو کہتے ہیں جس دن کوئی فرحت اور سرور حاصل ہو اور کسی عظیم نعمت ملنے کی وجہ سے خوشی ہو۔ اس حدیث میں ہے: یہود میں سے ایک شخص نے کہا: وہ شخص کعب احبار تھے اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہاں کہا ہے کہ یہود نے کہا: اور یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت کعب احبار نے حضرت عمر سے یہ سوال کیا تھا ان کے ساتھ یہود کی ایک جماعت تھی گویا انہوں نے یہود کی نمائندگی کی تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کعب احبار کے سوال اور حضرت عمر کے جواب میں کوئی مناسبت نہیں ہے کعب احبار نے کہا: اس آیت کے نزول کے دن کو عید منانا چاہیے تھا حضرت عمر نے جواب دیا: یہ آیت جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ یہ دونوں عید کے دن ہیں اس لیے ہمیں الگ عید کا دن بنانے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے:

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا: میں ایسی قوم کو پہچانتا ہوں کہ اگر ان میں یہ آیت نازل ہوتی تو وہ اس دن میں غور کرتے اور اس کو عید بنا لیتے حضرت عمر نے پوچھا: کون سی آیت؟ انہوں نے کہا: ”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ (المائدہ: ۳) حضرت عمر نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ کون سے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی وہ جمعہ کا دن تھا اور عرفہ کا دن تھا اور یہ دونوں ہمارے لیے عید ہیں۔ (المجم الاوسط: ۸۳۳- ج ۱ ص ۳۶۰ مکتبہ المعارف ریاض ۱۳۰۵ھ)

حضرت ابن عباس نے بھی یہودی سے کہا: یہ آیت عید کے دن نازل ہوئی ہے جمعہ اور عرفہ کے دن۔ (سنن ترمذی: ۳۰۴۴)

اس حدیث کی شرح میں کعب احبار کا تذکرہ آ گیا ہے اس لیے اب ہم کعب احبار کا تعارف کرانا چاہتے ہیں:

کعب احبار کا تعارف

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزنی المتونی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام کعب بن مالک الحمری ابو اسحاق ہے یہ کعب احبار کے نام سے معروف ہیں اہل کتاب میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں امام بخاری امام ابو داؤد امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے اور ایک قول ہے: یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا۔

امام محمد بن سعد نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بعد اہل شام کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے یہ دین یہود پر تھے پھر اسلام قبول کر کے مدینہ میں آ گئے پھر شام چلے گئے پھر حمص چلے گئے پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۳۲ھ میں فوت ہو گئے۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے پوچھا: آپ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر عہد میں اسلام کیوں نہیں لائے حتیٰ کہ اب حضرت عمر کے عہد میں اسلام لائے ہیں تو انہوں نے کہا: میرے والد نے میرے لیے تورات کی ایک کتاب لکھ کر مجھے دی اور کہا: اس پر عمل کرنا اور باقی کتابوں پر مہر لگا دی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں ان کتابوں کی مہر کو نہ توڑوں پھر جب میں نے اسلام کا غلبہ دیکھا تو میں نے سوچا شاید میرے والد نے مجھ سے کچھ علم چھپایا ہے میں اس کو پڑھوں پھر میں نے مہر توڑ کر ان کو پڑھا تو ان میں سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت کی صفت تھی تو اب میں مسلمان ہو گیا پھر ان کی حضرت ابن عباس سے دوستی ہو گئی۔

حضرت معاویہ نے کہا: سنو! ابوالدرداء حکماء میں سے ہیں اور عمرو بن العاص حکماء میں سے ہیں اور کعب احبار علماء میں سے ہیں۔ ابو معن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس کعب کی حضرت عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا: اے کعب! اہل علم کون لوگ ہیں؟ کعب نے کہا: جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں انہوں نے کہا: جب علماء علم کو حاصل کر لیں اور اس کو محفوظ کر لیں پھر ان کے دلوں سے علوم کے نکل جانے کا کیا سبب ہے؟ کعب نے کہا: نفس کی طمع اور حرص اور لوگوں سے اپنی حاجات کو طلب کرنا حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ کعب نے کہا: اگر میں خوف خدا سے روؤں تو وہ میرے نزدیک اپنے وزن سے برابر صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

واقدی اور ابن حبان نے کہا: کعب احبار ۱۰۴ سال کی عمر گزار کر ۳۲ھ میں فوت ہو گئے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۵ ص ۳۰۲-۳۹۹ ملخصاً دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۳۸۷-۴۳۸۶ ج ۷ ص ۱۰۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) "الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" کی تفسیر (۲) دین شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات (۳) آیت مذکورہ سے یوم میلاد النبی کے عرفا عید ہونے پر استدلال۔

* اس آیت کی تفسیر ہم نے تبیان القرآن ج ۳ ص ۷۱-۷۶ میں کی ہے اور وہاں اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اسلام کا کامل دین ہونا ادیان سابقہ کے کامل ہونے کے منافی نہیں (۲) یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا ۲ یوم فارق اعظم یعنی عید پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ (۳) عشرہ حکیم الامت منایا جائے گا مفتی نعیم۔

شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے حوالے سے نبی ﷺ کے میلاد کی خوشی میں اس دن کو عید منانے کا ذکر آ گیا ہے اس سلسلہ میں غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ کی یہ عبارت الائق مطالعہ ہے:

سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

(اشہادہ العنبریہ من مولد خیر البریہ: ۱۳۰۵ھ)

زکوٰۃ امور اسلام سے ہے

۳۴- بَابُ الزَّكَاةِ مِنَ الْإِسْلَامِ

اس عنوان کا معنی ہے: اسلام کی شاخوں میں سے ایک شاخ زکوٰۃ ہے اس باب اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق کا عنوان تھا: ایمان میں زیادتی اور کمی اور اعمال کے زیادہ یا کم ہونے سے ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے اور زکوٰۃ کے زیادہ یا کم دینے سے بھی اسلام میں زیادتی اور کمی ہوگی اسی طرح ایمان میں بھی زیادتی اور کمی ہوگی اور یہ ہم احناف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک بھی ایمان کامل میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔

وقوله تعالى ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ﴾ (البین: ۵)۔
اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں اور باطلہ سے اجتناب کرتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے“ (البین: ۵)۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل کتاب کو تورات اور انجیل میں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ کی باقی تمام عبادات پر فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس آیت کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: زکوٰۃ امور اسلام سے ہے اور اس آیت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے۔

۴۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِي سَهْلٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدٍ اللَّهٍ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَابِرُ الرَّأْسِ نَسَمِعُ ذَوِي صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَادْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از اپنے چچا ابو سہیل بن مالک از اپنے والد کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سن رہے تھے اور اس کی بات سمجھ نہیں رہے تھے حتیٰ کہ وہ قریب ہوا تو وہ اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفل پڑھو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور رمضان کے روزے اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ کچھ اور روزے بھی میرے ذمے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفل روزے رکھو حضرت طلحہ نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا اس نے کہا: کیا زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی کچھ دینا میرے ذمے فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم

ابوداؤد: ۳۹۱ سنن نسائی: ۳۵۷۷ مسند البراء: ۹۳۳ مسند الشافعی ج ۱
 - ص ۱۲ ابن الجارود: ۱۳۴ صحیح ابن حبان: ۱۷۲۴ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۱
 شرح السنن: ۷ سنن دارمی: ۱۵۷۸ مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۱ طبع قدیم مسند
 احمد: ۱۳۹۰ ج ۳ ص ۱۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) اسماعیل بن ابی اویس بن عبد اللہ الامحی المدنی یہ امام مالک کے بھانجے ہیں ”باب تفاضل اهل الایمان“ میں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) امام مالک بن انس (۳) ابوسہیل نافع بن مالک (۴) ابوسہیل کے والد مالک بن ابی عامر ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابو محمد طلحہ بن عبید اللہ القرظی التیمی رضی اللہ عنہ یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی یہ بدر کے سوا تمام غزوات میں حاضر رہے رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ رکھا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غزوہ احد کا ذکر کرتے تو فرماتے: یہ پورا دن حضرت طلحہ کا تھا اور یہ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورے کے لیے نامزد کیا تھا جن سے رسول اللہ ﷺ وفات کے وقت راضی تھے یہ وہ ہیں جو غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قائم اور ثابت قدم رہے غزوہ احد میں مالک بن زبیر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف تیر مارے انہوں نے مدافعت میں اپنا ہاتھ آگے کر دیا جس کی وجہ سے ان کا ہاتھ شل ہو گیا (سوکھ کر بے کار ہو گیا) انہوں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ بچایا تھا اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ۷۵ زخم لگے رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام طلحہ الخیر اور طلحہ الجواد رکھا ان سے ۳۳ احادیث مروی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے دو حدیثوں پر متفق ہیں امام بخاری ۲ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۳ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں یہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے کسی نے ان کو تیر مارا مارنے والے کا پتا نہیں چل سکا ۶۴ سال کی عمر میں ۳۶ھ میں ان کی شہادت ہوئی ان کی قبر بصرہ میں ہے ابن قتیبہ نے کہا: یہ قرہ نامی پل کے نیچے مدفون ہیں تیس سال بعد ان کی صاحب زادی نے خواب دیکھا انہوں نے شکایت کی کہ ان کی قبر گیلی ہو گئی ہے ان کی صاحب زادی کے حکم سے ان کو قبر سے نکالا گیا ان کا جسم بالکل تروتازہ تھا پھر ان کو بصرہ میں دارالہجر تین میں دفن کیا گیا ان کی قبر مشہور ہے رضی اللہ عنہ بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۴۱۴)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو تیس سال بعد قبر سے تروتازہ نکالنے کے متعلق مزید حوالہ جات

جن مشاہیر علماء نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

- (۱) امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ: الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۲۴-۲۲۳ دار صادر بیروت
- (۲) حافظ ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ: تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ ص ۸۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
- (۳) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ: تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت
- (۴) حافظ جمال الدین یوسف حزی متوفی ۷۴۲ھ: تہذیب الکمال ج ۹ ص ۲۵۸ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
- (۵) شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ: سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۵ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
- (۶) مشہور دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان: کشف الباری ج ۲ ص ۴۸۳ مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۴۲۶ھ

بعض الفاظ کے معانی اور بعض اعتراضات کے جوابات خصوصاً اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اس سائل کی فلاح کی خبر دی حالانکہ اس نے محرمات سے اجتناب کا اقرار نہیں کیا تھا

”نجد“ سرزمین تہامہ سے لے کر ارض عراق تک جو بلند جگہ ہے وہ نجد ہے اس کا لغوی معنی ہے: زمین کی بلند جگہ۔
”ثائر الراس“ جس کے سر کے بال منتشر ہوں۔

”دوی صوتہ“ وہ آواز جو بلند اور متکرر ہو اور اس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی مثل آواز۔
اس حدیث میں ذکر ہے: ایک شخص آیا وہ شخص ضمام بن ثعلبہ تھا جو بنو سعد بن بکر کا بھائی تھا یہ ۵ھ میں اسلام لائے تھے۔
اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس شخص نے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ کو یہ ظاہر چاہیے تھا کہ آپ اس کو توحید اور رسالت کے متعلق بتاتے آپ نے اس کو نماز روزے اور زکوٰۃ کے متعلق بتایا تو یہ جواب سوال کے مطابق نہیں ہے اس کے دو جواب ہیں: (۱) اس کا سوال درحقیقت فرائض اسلام کے متعلق تھا پھر اعتراض ہو گا کہ آپ نے حج کا ذکر نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا (۲) ممکن ہے پہلے آپ نے اس کو توحید اور رسالت کی گواہی دینے کے متعلق بتایا ہو لیکن حضرت طلحہ فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کو سن نہ سکے ہوں۔

اس شخص نے کہا: میں ان پر اضافہ نہیں کروں گا اس پر اعتراض ہے کہ اس میں نوافل کا انکار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مراد یہ تھی کہ میں ان فرائض پر زیادتی نہیں کروں گا یعنی پانچ فرض کی بجائے چھ فرض نہیں پڑھوں گا۔
نیز اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا: اگر اس نے حج کہا تو یہ کامیاب ہو گیا حالانکہ اس نے واجبات ادا کرنے کا کہا تھا اور نہ حرام کاموں سے اجتناب کا کہا تھا تو ان کے بغیر اس کی فلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری کے آخر میں نمبر ۶۹۵۶ پر بھی درج ہے اس میں یہ جملہ ہے: پس اس کو رسول اللہ ﷺ نے شرائع اسلام کی خبر دی اور شرائع اسلام میں تمام فرائض اور واجبات اور تمام محرمات اور مکروہات بھی داخل ہیں اس کے بعد اس شخص نے کہا: میں ان چیزوں میں کوئی زیادتی کروں گا نہ کمی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس شخص نے حج کہا تو یہ فلاح پا گیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرے وہ جنتی ہی ہو گا۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۔ ج ۱ ص ۳۳۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

- (۱) نفلی عبادت کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل (۲) فرائض میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ (۳) غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم (۴) تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان (۵) وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور احناف کے موقف پر دلیل (۶) رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔

۳۵۔ بَابُ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ مِنَ الْاِيْمَانِ جنازوں کے ساتھ جانا امور ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں زکوٰۃ کا ذکر تھا اور وہ بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور اس باب میں جنازوں کے ساتھ جانے کا ذکر ہے اور وہ بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

۴۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَنْجَوِيُّ
قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ الْحَسَنِ وَ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عبد اللہ بن علی
المنجوفی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں روح نے حدیث

مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاجْتِمَاعًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا، وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيَرَاتَيْنِ، كُلُّ قِيَرَاتٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ يَدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيَرَاتٍ. [أطراف الحديث: ۱۳۲۳-۱۳۲۵]

بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی، از حسن اور محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حالت ایمان میں اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ گیا اور اس کے ساتھ رہا، حتیٰ کہ اس کی نماز جنازہ پڑھ لی اور اس کی تدفین سے فارغ ہو گیا، وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا، ہر قیراط احد پہاڑ کی مثل ہوگا اور جو اس کی نماز جنازہ پڑھ کر تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹے گا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۵-۵۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۸-ج ۱۲ ص ۱۱۳، مؤسسة الرسالة بیروت ان احادیث میں احد پہاڑ کی جگہ لکھا ہے: دو قیراط دو عظیم پہاڑوں کی مثل ہیں۔)

تَابِعَهُ عُمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

اس حدیث میں عثمان مؤذن نے روح کی متابعت کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ اسی حدیث کی مثل۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن عبد اللہ بن علی النخعی البصری، ان سے امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی روایت کرتے ہیں، یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) روح بن عبادہ البصری الخطیب نے کہا: یہ کثیر الحدیث ہیں اور انہوں نے سنن احکام اور تفسیر میں تصنیف کی ہے، یہ ثقہ تھے، علی بن مدینی نے کہا: میں نے روح کی ایک لاکھ سے زیادہ احادیث دیکھی ہیں، یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت سچے ہیں، یہ ۲۰۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عوف بن ابی جمیلہ بندویہ، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بندہ تھا یعنی عبد انہوں نے کبار تابعین سے سماع کیا ہے، جن میں حسن بصری بھی ہیں، اور ان سے ثوری اور شعبہ وغیرہ نے سماع کیا ہے، ان کی نسبت تشیع کی طرف تھی، ان کی ۱۴۷ھ میں وفات ہو گئی (۴) الحسن البصری، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) محمد بن سیرین، یہ مشہور تابعی ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، انہوں نے تیس صحابہ کو پایا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سال میں پیدا ہوئے، ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں، ۱۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۲۲)

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں روح کی متابعت عثمان مؤذن نے کی ہے، ان کا تعارف یہ ہے:

یہ عثمان بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، امام بخاری بہت جگہ ان سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں اور بعض جگہ محمد بن یحییٰ ذہلی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، اگر انہوں نے عثمان سے حدیث سنی ہو تو رسول اللہ ﷺ تک ان کے چار واسطے ہیں، عثمان کا پورا نام ہے: عثمان بن الہیثم بن جهم، یہ بصرہ کی جامع مسجد کے مؤذن تھے، عوف اور ابن جریج وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور امام نسائی نے روایت کی ہے، یہ گیارہ رجب ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

قیراط کا معنی اور اس سوال کا جواب کہ معصیت کی وجہ سے جواجر میں کمی ہوگی، کیا اس سے بھی احد پہاڑ

جتنا وزن مراد ہے؟

اس حدیث میں ہے: جس نے جنازہ کی اتباع کی، اتباع کا معنی ہے: کسی کے پیچھے جانا، کسی کی پیروی کرنا، کسی کے ساتھ لاحق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازوں کے ساتھ جانا (۴) دعوت کو قبول کرنا (۵) چھینک پر جواب دینا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۴۰، صحیح مسلم: ۲۱۶۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۳۰)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یس کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔

(السنن الکبریٰ: ۱۰۹۱۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۸، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷-۲۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس یسین پڑھی تو اللہ اس کے ہر حرف کے بدلہ میں ان کی مغفرت فرما دے گا۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۳۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان پر گزرا پھر گیارہ مرتبہ ”قل هو اللہ احد“ (سورہ اخلاص) پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیا تو اس کو ان مردوں کی تعداد کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا۔ (کنز العمال: ۴۲۵۹۶)

۳۶۔ بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ
يَحْبُطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ
مؤمن کو اس کا خوف کہ اس کے اعمال ضائع
ہو جائیں گے اور اس کو پتا بھی نہیں چلے گا

امام بخاری کے اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے اعمال کا ضائع ہونا تو معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی انسان کے منہ سے کلمہ کفر نکل جاتا ہے اور اس کو پتا بھی نہیں چلتا اس لیے نکاح کے وقت کلمے پڑھوائے جاتے ہیں اس باب کی سابق باب کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ مسلمان کے جنازے کے ساتھ جانے اور تدفین تک ساتھ رہنے سے دو قیراط اجر ملتا ہے امام بخاری نے اس عنوان کے ساتھ یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ اجر اس وقت ملے گا جب اس نے کوئی کلمہ کفر نہ کہا ہو۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابراہیم تیمی نے کہا: میں نے جب بھی (اپنے ایمان کے) قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ قرار دیا جائے اور ابن ابی ملیکہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے تمس اصحاب کو پایا وہ سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے ان میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہتا تھا کہ وہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل کے ایمان پر ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ اعمال کے ضائع ہونے سے صرف مؤمن ڈرتا ہے اور اس سے صرف منافق بے خوف ہوتا ہے اور نفاق اور معصیت پر بغیر توبہ کے اصرار کرنے سے اس آیت میں ڈرایا گیا ہے: ”اور وہ لوگ اپنے گناہ کے کاموں پر دانستہ اصرار نہیں کرتے“ (آل

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى
عَمَلِي اِلَّا خَشِيتُ اَنْ اَكُوْنَ مُكَذِّبًا وَقَالَ ابْنُ اَبِي
مَلِيكَةَ اَدْرَكْتُ ثَلَاثَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ مَا
مِنْهُمْ اَحَدٌ يَقُولُ اِنَّهُ عَلَى اِيْمَانٍ جَبْرِيْلَ وَمِيكَائِيْلَ
وَيَذْكُرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا اِيْمَنُ اِلَّا
مُنَافِقٌ وَمَا يُخَذَّرُ مِنَ الْاَصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ
مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَلَمْ يَصِرُوْا عَلٰى مَا
اَفْعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

صحابہ کرام کے ضیاع اعمال اور نفاق کے خوف کی توجیہ

صحابہ کرام اور اخیار تابعین اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کا خاتمہ کفر پر نہ ہو اور ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں اور بعض اوقات انہوں نے ظالم حکام کے بُرے کام دیکھے اور وہ ان برائیوں کے رد پر قادر نہ ہوئے تو وہ ڈرتے تھے کہ بُرے کاموں کا رد نہ کر سکیں کہیں نفاق اور مدامت نہ ہو۔ (شرح ابن بطل ج ۱ ص ۱۰۹ مکتبۃ الرشیدیہ ۱۳۲۰ھ) قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ ۖ

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ (المومنون: ۶۰) دلوں کے ساتھ دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اے صدیق کی بیٹی! اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔

(سنن ترمذی: ۳۱۷۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۸، مسند حمیدی: ۲۷۵، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳، شرح السنہ ج ۶ ص ۲۵)

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تمام تصانیف کو اور میری تمام نیکیوں کو قبول فرمائے اور میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ (آمین)

امام بخاری نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ ذُنُوبَ إِلَّا
اللَّهُ وَلَمْ يُعْصِرُوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کر لیں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور فوراً مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کی مغفرت کرے گا اور وہ لوگ دانستہ کسی کیے ہوئے گناہ پر اصرار نہیں کرتے ۝ (آل عمران: ۱۳۵)

اصرار کا معنی اور کسی گناہ کے بعد فوراً مغفرت طلب کر لی جائے تو وہ معاف ہو جاتا ہے علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت مہبان کھجور فروش کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کے پاس ایک حسین عورت کھجور خریدنے کے لیے آئی انہوں نے اس کو اپنے ساتھ چمٹایا اور اس کو بوسا دیا پھر وہ اس فعل پر نادم ہوئے اور نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو یہ ماجرا سنایا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۰۹)

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور کہا: اے اللہ! ہمارے گناہوں کو بخش دے ہم نادم ہیں اور تجھ سے توبہ کرتے ہیں اصرار نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے دوبارہ اس گناہ کو نہیں دہرایا اگر کوئی شخص گناہ پر صدق دل سے توبہ کر لے تو پھر وہ اصرار نہیں ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے گناہ پر مغفرت طلب کر لی اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو دہرائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۱۳، سنن ترمذی: ۳۶۳۰) اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور سچ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے پھر اس گناہ پر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ اس کو

مغفرت فرمادیتا ہے پھر آپ نے آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵ کی تلاوت فرمائی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۲۱، سنن ترمذی: ۱۹۰۲)

(الوسیط ج ۱ ص ۳۹۵-۳۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُورَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمَرْجِنَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

[اطراف الحديث: ۶۰۳۳-۶۰۴۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زبید انہوں نے کہا: میں نے ابوداؤد سے مرجہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسوق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۳، سنن ترمذی: ۲۶۳۵-۱۹۸۳، سنن نسائی: ۳۱۲۴-۳۱۲۱، سنن ابن ماجہ: ۶۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰، مسند ابوداؤد الطیالسی:

۲۵۸، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۳، صحیح ابن حبان: ۵۹۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۹۸۸، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۱۵، مسند الحمیدی: ۱۰۴، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱ طبع قدیم

مسند احمد: ۳۹۰۳ ج ۷ ص ۱۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن عرعرہ القرشی البصری یہ ۷۵ سال کی عمر میں ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان سے روایت کی ہے (۲) شعبہ بن الحجاج ان کا تذکرہ ہو چکا ہے (۳) زبید بن الحارث الکوفی یہ ابوداؤد اور تمام تابعین سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے کہا: یہ ۱۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوداؤد شقیق بن سلمہ الاسدی کوفی تابعی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ کی زیارت نہیں کی یہ کہتے ہیں: میں نے سات سال جاہلیت کے پائے میں نبی ﷺ کی بعثت کے وقت دس سال کا تھا اور اونٹوں کو چراتا تھا انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم و دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے بہت تابعین نے سماع کیا ہے ان کی جلالت، تقویٰ اور ثقاہت پر اجماع ہے یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے ۸۲ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۴۳۳-۴۳۲)

”المرجئة“ سباب، فسوق اور ”قتال“ کے معانی

”المرجئة“ یہ اسلام کا ایک فرقہ ہے جس کا نظریہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد معصیت سے ضرر نہیں ہوتا۔

”سباب“ اس کا معنی ہے: کسی کو گالی دینا یا عیب لگانا یا اس کو برا کہنا۔

”الفسوق“ فسق کا معنی ہے: حق سے خروج، جب تازہ پھل کا چھلکا اتر جائے تو کہتے ہیں: ”فسقت الرطبة“ معصیت کی

طرف میلان، گناہ کبیرہ کرنا اس کا اطلاق شرک اور گناہ دونوں پر ہوتا ہے۔

”قتال“ آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کو قتل کرنا، غاصت کو بھی مقاتلہ کہتے ہیں۔

اس اعتراض کے جوابات کہ مسلمان سے قتال کرنا معصیت ہے، پھر اس پر کفر کا اطلاق کیوں فرمایا ہے

اور اس سے بہ ظاہر خوارج کی تائید ہوتی ہے

اس حدیث میں مسلمان سے قتال کو کفر فرمایا ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمان سے لڑنا یا اس کو قتل کرنا معصیت ہے اس سے

آدی ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس حدیث میں کفر سے حقیقی کفر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: مسلمانوں کے حقوق کو تلف کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ان کو آپس میں قتال اور قطع تعلق سے منع فرمایا ہے سو جس نے مسلمان سے قتال کیا اس نے اس کے حق کا کفر کیا یعنی انکار کیا۔

(۲) مسلمان سے قتال کرنا وہ فعل ہے جو کفر کے مشابہ ہے کیونکہ مسلمانوں سے کفار قتال کرتے ہیں۔

(۳) کفر سے لغوی کفر مراد ہے کیونکہ مسلمان کا مسلمان پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی مدد کرے اور اس سے اذیت کو دور کرے اور جب اس نے مسلمان سے قتال کیا تو اس حق کو چھپایا اور کفر کا لغوی معنی چھپانا ہے اسی لیے کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیچ کوزمین میں چھپا دیتا ہے۔

(۴) جو شخص مسلمان سے قتال کرے گا ہو سکتا ہے اس کا انجام اور خاتمہ کفر پر ہو یعنی اس کا مال کفر ہے۔

(۵) جس نے مسلمان سے اس کے اسلام کے سبب سے قتال کیا اس کا یہ قتال کفر ہے۔

(۶) جس نے حلال اور جائز سمجھ کر مسلمان سے قتال کیا اس کا یہ قتال کفر ہے جیسے خارجی اور باغی امام برحق سے قتال کریں البتہ جو کسی تاویل کے ساتھ مسلمانوں سے قتال کریں تو وہ کافر نہیں ہیں جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے قتال کیا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۹- ج ۱ ص ۴۸ پر ہے اس کی شرح میں فقہ کی تین اقسام بیان کی ہیں اور مسلمان سے قتال کو کفر فرمانے کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے باہر نکلے پس دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے سو آپ نے فرمایا: میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے نکلتا تھا بے شک فلاں اور فلاں نے جھگڑا کیا پس لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا اور ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہو (اب) تم لیلۃ القدر کو ستائیسویں ایتیسویں اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔

۴۹- اَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بَلِيلَةَ الْقَدْرِ فَتَلَاخِي رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ إِنِّي خَرَجْتُ لِأَخْبِرَكُم بِبَلِيلَةِ الْقَدْرِ وَإِنَّهُ تَلَاخِي فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرَفَعْتُ وَعَمْسِي أَنْ يَكُونُ خَيْرًا لَكُمْ التَّمِسُّوهَا فِي السَّبْعِ وَالْتِمِسْهُ فِي الْخَمْسِ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۲۳-۶۰۴۹]

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید ان کا تعارف ”باب السلام من الاسلام“ میں ہو چکا ہے (۲) اسماعیل بن جعفر ان کا تعارف ”باب علامات المنافق“ میں ہو چکا ہے (۳) حمید بن ابی حمید الخزاعی البصری یہ پست قامت تھے ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ”باب علامت الایمان حب الانصار“ میں ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۴۳۵)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ دو صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی تعین کے علم سے محروم ہو گئے۔

اس حدیث میں ”فتلاحي“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ایک دوسرے سے لڑے اور جھگڑے۔
”التمسوها“ لیلۃ القدر کو طلب کرو یا تلاش کرو۔

جو دو مسلمان لڑ رہے تھے وہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما تھے حضرت عبداللہ نے حضرت کعب کا قرض دینا تھا رسول اللہ ﷺ لیلۃ القدر کی معین شب کی خبر دینے آئے ان کے جھگڑے کی وجہ سے اس کی تعین اٹھالی گئی اس حدیث میں مسلمانوں کے لڑنے کی مذمت ہے کیونکہ ان کے لڑنے کی وجہ سے مسلمان لیلۃ القدر کی تعین کی خبر سے محروم ہو گئے مگر اس وجہ سے ان صحابہ کو ملامت کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس تعین کا علم نہ ہونا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اب تم لیلۃ القدر کی تلاش میں کئی راتوں میں جاگ کر عبادت کرو گے اور لیلۃ القدر کو تلاش کرو گے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ علم ہوتا کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے پھر اس رات کوئی شخص گناہ کرتا تو وہ زیادہ عذاب کا مستحق ہوتا ایک اس گناہ کی وجہ سے دوسرے لیلۃ القدر کا احترام پامال کرنے کی وجہ سے اور جب یہ پتا نہ ہو کہ کون سی شب لیلۃ القدر ہے تو پھر وہ شخص صرف ایک عذاب کا مستحق ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کا لڑنا کیوں مذموم ہے جب کہ حضرت کعب حضرت عبداللہ سے اپنا قرض طلب کر رہے تھے اور اپنا حق طلب کرنا مذموم نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو وہ مسجد میں لڑ رہے تھے دوسرے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑ رہے تھے اور خصوصاً اس لیے کہ وہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں اللہ کے ذکر اور عبادت کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دنیاوی معاملات میں مسجد میں آوازیں بلند کرنی چاہئیں البتہ متوسط بلند آواز سے مسجد میں اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے لیکن گلا پھاڑ کر اور چلا چلا کر ذکر کرنا ہی مذموم ہے اگر اعتدال کے ساتھ مسجد میں اپنا حق طلب کیا جائے تو وہ بھی جائز ہے مگر ان کی آوازیں اعتدال سے زائد تھیں تاہم اس وجہ سے صحابہ کو مطعون کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام کی خطائیں بھی تکمیل دین کا سبب ہیں جن بعض صحابہ سے کبھی کبھار شراب نوشی چوری یا زنا کے افعال سرزد ہوئے اور انہوں نے ان افعال پر توبہ کر لی اور ان پر حد جاری ہوئی تو اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حد جاری کرنے کا اسوہ اور نمونہ متحقق ہوا سو اسی طرح یہ معاملہ بھی ہے اس لیے یہ نہ کہا جائے کہ ان صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی برکت سے محروم ہو گئے بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کی برکت کی وجہ سے ہمیں جاگ کر عبادت کرنے کے لیے کئی راتیں مل گئیں۔

حضرت جبریل کا نبی ﷺ سے ایمان

اسلام احسان اور علم قیامت کے

متعلق سوال کرنا

۳۷- بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ

وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ

اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ مومن کو اس کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ کس چیز سے کوئی شخص مومن ہوتا ہے۔

نیز امام بخاری نے کہا: اور نبی ﷺ کا حضرت جبریل کو یہ

امور بیان فرمانا پھر آپ نے فرمایا: حضرت جبریل تم کو تمہارے

وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ
جَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ. فَجَعَلَ

ذَلِكَ كُلُّهُ دِينًا، وَمَا بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِيُوفِدَ عَبْدَ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيمَانِ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَمَنْ
يَسْتَعِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران: ۸۵).

دین کی تعلیم دینے آئے تھے پس نبی ﷺ نے ان تمام امور کو
دین قرار دیا اور نبی ﷺ کا عبد القیس کے وفد کو ایمان کے متعلق
بتانا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”اور جس نے اسلام کے سوا کوئی اور
دین طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا“ (آل
عمران: ۸۵)۔

۵۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ مَا الْإِيمَانُ؟
قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ
وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ، قَالَ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ
الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ، وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ
وَتُؤَدِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتُصُومَ رَمَضَانَ، قَالَ مَا
الْإِحْسَانُ؟ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ
تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ
عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَمَا أَخْبَرَكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا
وَلَدَتِ الْأُمَّةُ رَبَّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاةُ الْأَهْلِ الْبُهِمِ فِي
الْبُنْيَانِ، فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾
(لقمان: ۳۴) الْآيَةَ، ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوهُ، فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا،
فَقَالَ هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں مسدد نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں ابو حیان التیمی نے خبر دی از ابو زرہ از حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے
تھے پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے سو آپ سے پوچھا:
ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر
ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اللہ سے ملاقات پر اور اس کے
رسولوں پر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان
لاؤ انہوں نے پوچھا: اور اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے
فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو
شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان
کے روزے رکھو انہوں نے پوچھا: احسان کی کیا تعریف ہے؟ آپ
نے فرمایا: تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو تم دیکھ رہے
ہو پس اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو (تو یہ یقین رکھو) کہ وہ تمہیں دیکھ رہا
ہے۔ انہوں نے پوچھا: قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس
سے اس کا سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے
اور میں تم کو عنقریب اس کی علامتوں کی خبر دوں گا جب باندی سے
اس کا مالک پیدا ہو اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے لمبی لمبی
عمارتیں بنائیں تو یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی (از خود) نہیں جانتا پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت
کی: ”بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا (از خود) علم ہے وہی
بارش نازل فرماتا ہے اور وہی (از خود) جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ
میں کیا ہے اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا
اور نہ کوئی شخص (از خود) جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا“ ہے۔

شک اللہ ہی بے حد جاننے والا خوب خبر دینے والا ہے۔ (۱) (تقریباً: ۳۴) پھر حضرت جبریل چٹھہ پھیر کر چلے گئے آپ نے فرمایا: ان کو واپس بلاؤ تو صحابہ نے کسی چیز کو نہیں دیکھا آپ نے فرمایا: یہ جبریل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

قال ابو عبد اللہ جَعَلَ ذَلِكَ كَلْمًا مِنَ الْإِيمَانِ۔ امام بخاری نے کہا: آپ نے ان تمام امور کو دین قرار دیا۔

[طرف الحدیث: ۴۷۷]

(سنن ابن ماجہ: ۶۳۰-۳۰۳۴ یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس کی تخریج یہ ہے: صحیح مسلم: ۸، سنن ابوداؤد: ۵۹۵، سنن ترمذی: ۲۶۱۰، سنن نسائی: ۴۹۹۰، سنن ابن ماجہ: ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱، سنن کبریٰ: ۳۳۱۰، سنن دارمی: ۱۷۰۰، مسند ابویعلیٰ: ۲۵۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۵۸، صحیح ابن حبان: ۳۵۱۳، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۷۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۲، ج ۱ ص ۳۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن سرحدان کا تعارف ”باب یحب لآخرہ ما یحب لنفسہ“ میں ہو چکا ہے (۲) اسماعیل بن ابراہیم ان کا تعارف ”باب حب الرسول من الایمان“ میں ہو چکا ہے (۳) ابو حیان یحییٰ بن حیان تلمیذ امام احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ ثقہ صالح اور صاحب سنت ہیں ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابو زرعہ ہرم بن عمرو الکلبی ان کا تعارف ”باب الجہاد من الایمان“ میں ہو چکا ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ص ۴۴۰)

”بارز، بعث، عبادۃ، احسان“ اور باندیوں سے مالک پیدا ہونے کے معانی

اس حدیث میں ”بارزاً“ کا لفظ ہے ”یروز“ سے بنا ہے اس کا معنی ہے: ظہور۔

”بعث“ مردوں کا قبر سے اٹھنا اس کا معنی انبیاء کی بعثت بھی ہے مگر یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

اللہ کی عبادت کرو یعنی خضوع اور خشوع اور تذلل اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

”احسان“ اس کا مادہ حسن ہے اور اس کی ضد قبیح ہے اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ انسان اللہ کے ہر حکم کو اس کی شرائط اور آداب کے ساتھ بجالائے اور جب بندہ کو اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے تو وہ برے کاموں کو ترک کرے گا اور صفات مذمومہ کو زائل کرے گا اور اپنے باطن کو پاک اور صاف کرے گا اور صفات محمودہ سے متصف ہوگا حتیٰ کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات منعکس ہوں گی۔

گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو ورنہ یہ یقین رکھو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے: اس میں بندہ کو عبادت میں کمال اخلاص کی ترغیب دی ہے کیونکہ انسان نیک لوگوں کے سامنے بُرے کام نہیں کرتا اور حکام کے سامنے قانون شکنی نہیں کرتا تو جس شخص کا اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت پر کمال ایمان ہوگا وہ اپنی خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کامل طریقہ سے کرے گا۔

اور باندی سے مالک پیدا ہوگا: اس کا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں باندیاں بہ کثرت ہوں گی حتیٰ کہ ایک شخص کسی باندی کو خریدے گا اور وہ درحقیقت اس کی ماں ہوگی اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ اپنی ماؤں کی عزت اور احترام نہیں کریں گے

اور ان کے ساتھ وہ ابھی بدسلوکی کریں گے جیسے وہ ان کی باندیاں ہوں۔

اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے: اس سے مقصود یہ خبر دینا ہے کہ آخر زمانہ میں حالات بدل جائیں گے اور دیہاتیوں کا شہریوں پر غلبہ ہو جائے گا اور وہ اپنے زور اور غلبہ سے شہریوں کی املاک پر قابض ہو جائیں گے اس کا اب مشاہدہ متحدہ عرب امارات میں ہو رہا ہے جو صحرائی بادیہ نشین تھے انہوں نے اونچے محلات بنالئے اور قیمتی کاریں اور سامان عیش و عشرت ان کے تصرف میں ہے۔

یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی از خود نہیں جانتا: ان پانچ چیزوں سے مراد ہے: (۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۴) بندہ کل کیا کرے گا؟ (۵) بندہ کس زمین میں مرے گا؟ آیا علوم خمسہ نبی ﷺ کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء غیر مقلدین کا نظریہ

معتقدین جمہور علماء اس کے قائل اور معتقد تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ عطا کیے گئے تھے جیسا کہ ہم اس کے ثبوت میں ان شاء اللہ عنقریب واضح تصریحات پیش کریں گے اور متاخرین علماء میں سے غیر مقلدین اور دیوبندی علماء نے آپ کو علوم خمسہ عطا کیے جانے کا انکار کیا ہے:

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

(قیامت کے علاوہ) باقی چار باتیں یہ ہیں: ابر سے پانی بر سے گایا نہیں؟ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ کل کیا ہوگا؟ آدمی کہاں مرے گا؟ یہ باتیں حقیقی غیب کی ہیں جن کا علم پیغمبروں کو بھی نہیں ہے۔ (الی قولہ) حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جو کوئی کہے کہ پیغمبر صاحب ان باتوں کو جانتے تھے اس نے بڑا بہتان کیا۔ (تیسرے الباری ج ۱ ص ۱۱۰ نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۰ء)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

ان پانچ علوم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پہلی تین چیزوں کے متعلق لقمان: ۳۴ میں فرمایا: ”ان کا علم اللہ ہی کے پاس ہے“ کیونکہ ان کا علم بہت عظیم ہے اور باقی دو کے متعلق فرمایا: مخلوق کو ان کا علم نہیں ہے۔ اس کے متصل بغیر حوالہ کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے لکھا: ان پانچ امور کو کوئی نہیں جانتا نہ ملک مقرب نہ نبی مرسل۔ سو جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کو ان میں سے کسی چیز کا علم ہے اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۳۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

شیخ محمد عبدالرحمان بن عبدالرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جس سے علم قیامت کے متعلق سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس کلام سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وقوع قیامت میں دونوں کا علم برابر ہے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وقوع قیامت کے عدم علم میں دونوں برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا اور یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۳۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

آیا علوم خمسہ نبی ﷺ کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کا نظریہ

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

فی خمس اور علم غیب

فرمایا: مراد یہ ہے کہ وقت قیامت کا علم بھی ان ہی پانچ میں داخل ہے پھر فرمایا کہ یہ پانچ چیزیں چونکہ امور تکوین سے متعلق ہیں امور تشریع سے ان کا کوئی تعلق نہیں اسی لیے انبیاء علیہم السلام کو ان کا علم نہیں دیا گیا الا ماشاء اللہ اور یہ بھی فرمایا: ”وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ“ اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تشریع ہی ہے جس کے لیے علوم شریعت موزوں ہیں علوم تکوین نہیں۔

علم غیب سے مراد

پھر علم غیب سے مراد اصول کا علم ہے علم جزئیات نہیں ہے جو اولیاء کرام کو بھی عطا ہوا ہے کیونکہ علم جزئیات حقیقت میں علم ہی نہیں ہے علم تو حقیقت میں وہی ہے جس سے ایک نوع کے تمام افراد کا علم حاصل ہو جائے اور وہ علم اصول شئی ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ ہزاروں چیزیں یورپ سے بن کر آ رہی ہیں ان کو ہم دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں لیکن ہم ان کے اصول سے ناواقف ہیں تو علم جزئیات بغیر علم کلی کے علم ہی کہلانے کا مستحق نہیں ہے کسی چیز کا علم کلی اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم اس نوع کی تمام جزئیات پر مطلع اور ان کے حقائق سے باخبر ہو سکتے ہیں اسی کو حضرت حق جل مجدہ نے مفاتیح سے تعبیر کیا ہے۔

(انوار الباری ج ۳ ص ۱۷۵ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۴۲۵ھ)

در اصل یہ تقریر شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے ”صحیح بخاری“ کی عربی شرح میں کی ہے دیکھئے: فیض الباری ج ۱ ص ۱۵۱ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ۔

پھر اسی تقریر کو شیخ سلیم اللہ خان نے زیادہ وضاحت سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں جن پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے احادیث میں ان کو ”مفاتیح الغیب“ فرمایا گیا ہے جن کا علم کلی بجز اللہ کے کسی کو نہیں فی الحقیقت ان پانچ چیزوں میں کل اکوان عینیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہے جن میں جملہ غیر متناہی مغیبات شامل ہیں۔ مغیبات اولاد و قسم پر ہیں:

(۱) ان کا تعلق جنس احکام سے ہوگا (۲) یا جنس اکوان سے۔

جو مغیبات جنس احکام سے ہیں ان کا علم کلی اور اصولی بقدر ضرورت تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز انبیاء سابقین کو دیا گیا تھا اذ کیا امت نے ان کی تفصیل و تبویب کی ان سے تو یہاں بحث نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلیہ مختص نہیں رہے۔

یہاں بحث مغیبات اکوان سے ہے کیونکہ ان کی کلیات اور اصول تو اللہ تعالیٰ نے کلیہ اپنے ساتھ مختص رکھے البتہ جزئیات منفرہ پر بہت سے حضرات کو حسب استعداد اطلاع دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی اتنا عظیم الشان اور وافر حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا اور یہ مغیبات اکوان ہیں تو غیر متناہی مگر ان کی پانچ انواع ہیں: (۱) مکانی (۲) زمانی۔

اور زمانی کی پھر تین انواع ہیں:

(۱) وہ جو ماضی سے متعلق ہے (۲) وہ جو حال سے متعلق ہے (۳) وہ جو مستقبل سے متعلق ہے مجموعی طور پر یہ چار انواع ہوئیں پھر وقت ساعت کا علم اگرچہ ان چار میں مندرج تھا کیونکہ وہ اکوان مستقبلہ میں سے ہے تاہم اس کو علیحدہ ذکر کیا کیونکہ یہ ایک بہت بڑا عظیم حادثہ ہے کہ اس جیسا حادثہ دنیا کو کبھی پیش نہیں آیا اور نہ پھر پیش آئے گا کسی مخلوق کو اس کے وقت کا علم نہیں دیا گیا اس لیے

خصوصیت سے اس کو مستقلاً ذکر کر دیا۔

ان اشیاء خمسہ میں سے ”بَاقِي اَرْضِ قَمُوتٍ“ مغیبات مکانیہ کی طرف اشارہ ہے ”يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْضِ“ مغیبات زمانیہ کی طرف اشارہ ہے۔

(کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۳ طبع مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حقیقی علم وہ ہے کہ اس کے اصول سے آگاہی ہو لہذا کسی چیز کا عالم اسی وقت کہلائے گا جب اس کے اصول سے واقف ہو۔

اس مقدمہ کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ سمجھئے کہ غیب کے جزئیات بھی ہیں اور کلیات بھی جس طرح جزئیات طب کے جاننے والے کو عالم طب اور طبیب نہیں کہیں گے اسی طرح جزئیات غیبیہ پر مطلع ہونے والے کو عالم غیب نہیں کہہ سکتے۔

کلیات کے علم کا مطلب یہ ہے کہ ضابطہ بتلادیا جائے کہ مثلاً فلاں ضابطہ سے پہچان لیں کہ فلاں جگہ فلاں وقت میں اتنے انچ بارش ہوگی اور پھر اتنی ہی بارش اسی وقت میں جس کا تعین کیا گیا ہے ہو بھی جائے اس میں تخلف نہ ہو بس جو اس ضابطہ کا علم رکھتا ہے اسے عالم غیب کہا جائے گا اور جو یہ ضابطہ نہیں جانتا اسے عالم غیب بھی نہیں کہہ سکتے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو عالم غیب نہیں کہہ سکتے کیونکہ کسی کو بھی کلیات تکوینیہ کا علم نہیں ہو سکتا صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہے جسے تکوینیات کا علم محیط حاصل ہے ہاں! بعض امور کا انکشاف ہو جاتا ہے مگر اسے علم نہیں کہتے کسی طرح اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے لیکن اگر کوئی پوچھ لے کہ لڑکا کیوں ہے؟ تو یقیناً ہمارے پاس اس کا جواب نہ ہوگا تو ضوابط اور اصول غیب کا علم کسی نبی کسی ولی کو نہیں ہو سکتا یہ علم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ مخصوص ہے ایک کلیہ کا علم اگر ہو تو وہ مفتاح بنتا ہے بہت سی جزئیات کے علم کا خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ“ (۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ قواعد و ضوابط غیب کا اور تکوینیات میں کلیات غیب کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں ہاں! بعض جزئیات کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ ہاں! تشریعیات کے مد میں کلیات کا علم غیب انبیاء علیہم السلام کو ہے کیونکہ اگر یہ علم انہیں نہ دیا جائے تو ان کے کام میں فرق آجائے۔ البتہ وہ اسی قدر ملتا ہے جتنا اللہ اپنی حکمت کے موافق عطا فرمادے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حوادث دہر پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور جزئیات کے عالم کو عالم غیب نہیں کہہ سکتے رہا کسی جزئی کے علم کا کسی پر منکشف ہو جانا تو یہ دوسری بات ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو ہوتا ہے البتہ ان دونوں کشف میں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق وہی ہے جس کو سورہ جن میں بیان فرمایا گیا ہے: ”عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَيَخْلُقُ رَصَدًا“ (۲۸) یعنی وہ عالم غیب ہے اور غیب پر کسی کو حاوی اور مسلط نہیں کرتا ہاں انبیاء و رسل کو تشریعیات اور تکوینیات میں سے جتنے پر چاہے مطلع کر دیتا ہے اسی طرح کہ کوئی چیز اس میں خلل انداز نہ ہو سکے نہ نفس کو کچھ دخل ہو نہ شیطان کو نہ کسی قسم کے شک و شبہ کو غرض یہ کہ ہر شے سے محفوظ ہو کیونکہ اس کے آگے پیچھے پہرے دار ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو جو کشف ہوتا ہے یا وحی آتی ہے اس کے ساتھ پہرے دار ہوتے ہیں اس لیے اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا بخلاف ولی کے کشف کے کہ اس میں غلطی کا احتمال بھی ہے اور شبہ کی گنجائش بھی اس لیے دونوں یکساں نہیں ہو سکتے اب دو فرق ہوئے: نبی کا علم قطعی اور ولی کا ظنی وہاں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے اور یہاں نہیں اور یہ سب جزئیات علم ہیں کلیات کا علم مختص بالباری تعالیٰ ہے یہ علوم نہ نبی کو حاصل ہیں نہ ولی کو انہیں جو کچھ حاصل ہوتا ہے خواہ کتنا کثیر ہو سب جزئیات ہیں اس لیے عالم غیب نہیں کہہ

سکتے۔

پھر یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ”غیب“ کے معنی ہے: ”مالا یقع تحت الحواس“ ولا تقتضیہ بداهۃ العقل“ اور جس غیب کے ساتھ حق تعالیٰ متفرد ہیں اس میں اتنی قید اور ہے: ”ولم ینصب علیہ دلیل“ (۲۹) یعنی نظر و فکر اور دلیل عقلی سے بھی معلوم نہ ہو ورنہ پھر غیب نہیں رہے گا۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۵)

کیا اکوان غیبیہ پر اطلاع یابی ممکن نہیں؟

اس آیت کی رو سے ہونا یہ چاہیے کہ ان اشیائے خمسہ میں سے کسی ایک کی جزئی بات کا علم بھی کسی کو حاصل نہ ہو حالانکہ ہم سینکڑوں واقعات اس کے خلاف پاتے ہیں اولیاء کرام کی کرامتیں کثرت سے منقول ہیں جو اس اختصاص کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رحم کی حالت معلوم ہو گئی تھی اور آپ نے انتقال سے پہلے اپنی حاملہ بیوی کے متعلق فرمادیا تھا کہ ان کے لڑکی ہوگی اس لیے آپ نے وصیت فرمائی کہ اس حمل کو لڑکی مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے اسی طرح پنجاب میں ایک بزرگ تھے: عبد اللہ شاہ یہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھواوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے اور حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی کے خلیفہ مجاز وہ دروزہ کا تعویذ دیتے وقت ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی یہ ان کی مشہور کرامت تھی۔ ایسے ہی مجہمین اور گہان پیشین گوئیاں کرتے ہیں جو کبھی کبھی واقع کے مطابق بھی نکل آتی ہیں اسی طرح آج کل جدید آلات کے ذریعے رحم کے اندر بچہ کی جنس کیا ہے؟ اس کا انکشاف ہو جاتا ہے محکمہ موسمیات کے ماہرین بارش ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں پیشگی بتا دیتے ہیں ان کی یہ پیش گوئی بسا اوقات درست بھی ہو جاتی ہے۔

اس اشکال کے جواب سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لیجئے اگر ایک چیز کے کچھ اصول ہوں اور کچھ فروع تو اصلی علم اس وقت کہیں گے جب اس کے اصول کا علم ہو فرض کیجئے ایک شخص سو دو سو یا دو چار ہزار امراض اور ان کے نسخے رٹ لے تو کیا اس کو طبیب کہہ سکیں گے؟ نہیں! بلکہ طبیب وہ سمجھا جائے گا جو اصول طب اور اس کے فن سے واقف ہو چاہے امراض اور نسخے رٹے نہ ہوں اسی طرح عالم وہ ہوگا جو اصول علم سے واقف ہو فقیہ وہ نہیں جسے محض جزئیات فقہ یاد ہوں بلکہ فقیہ وہ کہلائے گا جو اصول اور مآخذ پر مطلع ہو خواہ جزئیات کم یاد ہوں۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۳)

نیز شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں:

حدیث باب کے جملے ”ما المسئول عنها باعلم من السائل“ اور ”فی خمس لا یعلمہن الا اللہ“ صاف دلالت کر رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں کئی ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا علم سوائے اللہ جل جلالہ کے اور کسی کو نہیں۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۵۰ مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۴۲۶ھ)

علوم خمسہ کے مصداق کے متعلق علماء دیوبند کے موقف پر مصنف کا تبصرہ

شیخ انور شاہ کشمیری شیخ احمد رضا بجنوری اور شیخ سلیم اللہ خان نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد ہے: اصول کلیات اور ضوابط کا علم یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے قدامت مکملین جمہور مفسرین محدثین اور فقہاء اسلام اور اکابر علماء اسلام کی عبارات میں اس اصطلاح کا کوئی ثبوت نہیں ہے قدیم علماء نے اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کا علم ذاتی ہے یعنی بے تعلیم غیر اور قدیم ہے واجب ہے ازلی ابدی ہے اور بس! جیسا کہ عنقریب ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا لیکن ”لا مشاحۃ فی الاصطلاح“ ہمیں ان کی اس اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اسی طرح ہم اہل سنت و جماعت جو رسول اللہ ﷺ کے لیے علم کلمی مانتے ہیں اس سے ہماری مراد کل مخلوقات سے زیادہ علم ہے جیسا کہ شیخ سلیم اللہ خان نے بھی لکھا ہے:

اور نبی کریم ﷺ کو اس سے بھی اتنا عظیم الشان ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۳)

اور شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: قرآن کریم میں ہے کہ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور حضور اقدس ﷺ کو سب سے زیادہ عطا ہوئیں۔ (انعام الباری ج ۱ ص ۵۴، مکتبہ المحرق کراچی)

رسول اللہ ﷺ کے علم کلمی سے ہماری یہی مراد ہے نہ کہ کل کائنات کا علم محیط یا اللہ تعالیٰ کے علم کا مساوی علم جیسا کہ ہم اس پر ان شاء اللہ عنقریب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات پیش کریں گے، سو علماء دیوبند کو بھی اس اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ "لا مشاحۃ فی الاصطلاح"۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۱۱ پر عنوان "مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق" کے تحت علم غیب کے متعلق جو بحث کی ہے اس پر خود شیخ تقی عثمانی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس موضوع پر مفصل بحث کے بعد آخر میں فاضل مصنف لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب مطلق کے ساتھ منفرد ہے جو جمیع معلومات کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو ان بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے جو رسالت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔

شیخ عثمانی نے لکھا ہے: اگر فاضل مولف کے تمام اہل مسلک اس پر متفق ہو جائیں تو اس سنگین مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہ

رہے۔ (ابلاغ ص ۵۵، جمادی الاخریٰ ۱۶-۱۷ھ نومبر ۱۹۹۵ء)

واضح رہے کہ ہم نے جو بعض علوم غیبیہ کہا ہے اس سے اللہ کے علم غیب کے مقابلہ میں بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو کہ تمام مخلوق کے علوم سے زیادہ ہیں جیسا کہ شیخ سلیم اللہ خان اور شیخ تقی عثمانی کو بھی تسلیم ہے اور ہمارے تمام اہل مسلک اس پر متفق ہیں جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریحات پیش کریں گے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر نبی ﷺ کے علم تفصیلی محیط ثابت کرنے اور آپ کو عالم الغیب کہنے کا الزام

شیخ سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے مختلف کتابوں میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی رو سے ان کا مسلک یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر ہنگامہ محشر (حساب و کتاب وغیرہ) کے اختتام یا بالفاظ دیگر جنت و نار تک کے تمام واقعات جزئیہ و کلیہ دینیہ و دنیویہ کا علم تفصیلی محیط حضور سرور عالم ﷺ کو عطا فرمایا گیا ہے۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۷)

نیز شیخ سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ کے تمام غیوب اور جزئیات غیب پر مطلع کر دینے سے حضور اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں تو پھر آپ کے حضرات صحابہ کرام کے سامنے ان تمام امور کو بیان کر دینے سے ان تمام صحابہ کرام علیہم السلام کا عالم الغیب ہونا بھی تو لازم آئے گا پھر حضور اکرم ﷺ ہی کی تخصیص کیوں؟ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۷)

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نہ تو رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہتے ہیں یا مانتے ہیں اور نہ آپ کے لیے علم تفصیلی محیط مانتے ہیں بلکہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم سے بعض علوم عطا کیے جانے کے قائل ہیں تاہم آپ کے یہ بعض

علوم تمام مخلوق کے علوم سے بہت زیادہ ہیں اعلیٰ حضرت کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ "يعلم الغیب" وارد ہے "کما فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للملا علی القاری" بلکہ خود حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: "کان يعلم علم الغیب" مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت و جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفا علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: "الممراد به الخفی الذی لا ینفذ فیہ ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان يعلم الغیب" (غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتداء صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب جانتا ہے)۔

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس ﷺ قطعاً بے شمار غیوب و ماکان و مایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عز و جل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس ﷺ قطعاً عزت و جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے مگر محمد عز و جل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عز و جل و محمد ﷺ۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کوئی صحت معنی امام ابن المنیر اسکندری "کتاب الانصاف" میں فرماتے ہیں: "کم من معتقد لا یطلق القول به خشية ايهاه غيره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بين الاعتقاد والاطلاق" "کتنے عقائد ایسے ہیں جن کا مطلقاً قول نہیں کیا جاتا مبادا ان سے غیر کا وہم کیا جائے جن کا اعتقاد جائز نہیں ہے اس لیے کسی چیز کا اعتقاد رکھنے اور اس کا اطلاق کرنے میں کوئی تلازم نہیں ہے" یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ "حواشی کشاف" میں فرماتے ہیں: "وانما لم یجوز الاطلاق فی غیرہ تعالیٰ لانه یشاہد منه تعلق علم به ابتداء فیکون مناقضا واما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالیٰ الغیب او اطلعه علیہ فلا محذور فیہ" "اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء ہے تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

(حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی الخلیفۃ ۱۰۱۱ھ ۱۳۸۵ھ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۱ مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

علم مافی الغد (کل کا علم) کے بارہ میں ام المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا (کل کا علم تھا) وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی خبر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح "حاشیہ کشاف" پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۳۴ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لیے علم تفصیلی محیط ماننا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

اول : علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطا غیر ہو۔

دوم : علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ و تدبیر فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم : علم کا سرمدی ہونا کہ ازلا ابد ہو۔

چہارم : علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم : علم کا اثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر تبدیل فرق اور تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم : علم کا اقصی غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقة ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ (مستقبلہ)

موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجوہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل و علا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے جو کسی غیر الہی کے لیے عقول مفارقة ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ (الصمام ص ۳، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۷۲-۷۱، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱

یہاں ایک اہم بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ نصوص قطعیہ مثلاً ”لا اعلم الغیب“ وغیرہ جیسی آیتوں میں چونکہ صریحاً علم غیب کی نفی کا ذکر ہے اس لیے ایسے موقع پر منحرف لوگ ذاتی اور عطائی کی بے جا تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں کہیں آپ کی ذات سے علم غیب کی نفی آئی ہے اس سے ذاتی علم کی نفی مراد ہے آپ کو جو علم ماکان و مایکون حاصل تھا وہ عطائی تھا نہ کہ ذاتی اور اس کی نفی نہیں ہے۔

لیکن ان لوگوں کا یہ کہنا بے جا اور باطل ہے:

اولاً اس لیے کہ پیچھے اشارہ گزر چکا ہے کہ وہ علم غیب جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ متفرد ہیں وہ ہے ”مالا یقع تحت الحواس“ ولا تقتضیہ بداهۃ العقل“ ولم ینصب علیہ دلیل“ جب کہ مخلوقات کو جس قدر بھی علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس پر ”غیب“ کی تعریف ہی صادق نہیں آتی کسی کے بتانے اور خبر دینے سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو ”اخبار الغیب“ اور ”انباء الغیب“ تو کہہ سکتے ہیں علم غیب نہیں اور دونوں میں بون بعید ہے۔ (كشف الباری ص ۲۷۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم غیب کی نفی ہے تو تقریباً سب ہی علماء نے اس کو ذاتی علم کی نفی پر محمول کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

وما ذکرناہ فی الایۃ صرح بہ النووی رحمہ اللہ
یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
تعالیٰ فتاواہ فقال معناہا لا یعلم ذالک استقلاً لا
اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی فرماتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے
وعلم احاطۃ بکل المعلومات للہ تعالیٰ
کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذات خود ہو اور جمیع
(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ البابیہ وادارۃ مسند ۱۳۵۶ھ)
معلومات البیہ کو محیط ہو۔
قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَیْبَ إِلَّا
آپ کہیے: آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب کو
اللہ (النمل: ۶۵)
نہیں جانتا۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الہی کے ہو سکتا ہے (الی قولہ) ہاں! بعض بندوں کو بعض غیب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا۔ (حاشیہ عثمانی ص ۹۶ مطبوعہ دارالتصنیف کراچی)

اب کیا شیخ سلیم اللہ خاں صاحب شیخ عثمانی کو بھی منحرف قرار دیں گے کیونکہ انہوں نے بھی ذاتی اور عطائی کا فرق کیا ہے۔

رہا مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کا دوسرا اعتراض کہ کسی کے خبر دینے سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو انباء الغیب اور اخبار الغیب تو کہہ سکتے ہیں علم غیب نہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ:

ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کی خبریں بتلائی گئی ہیں اس سے ان کو علم غیب حاصل نہیں ہوا کیونکہ شرح عقائد (ص ۱۰) اور دیگر علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں: خبر صادق حواس سلیمہ اور عقل اور وحی بھی خبر صادق ہے تو جب انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے غیب کی خبریں دیں تو ان کو علم غیب حاصل ہو گیا اس لیے صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وحی سے علم غیب حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم محیط یا علم ذاتی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے بہت کم ماننے کو بھی غلط اور کم راہی کہنے کا جواب
شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

سوال: اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ نبی کریم ﷺ کو علم کلی عطا کیا گیا تو اس کو مشرک کہا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا اس لیے کہ وہ تاویل کرتے ہیں اور تاویل بھی فی الجملہ یعنی غلط سہی، لیکن وہ حضرات جو کچھ
کہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم میں اور نبی کریم ﷺ کے علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اللہ جل جلالہ کا علم
ازلی ہے وہ کسی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے نفی نہیں ہوا اور باری تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بغیر کسی واسطہ کے ہے جب کہ نبی
کریم ﷺ کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ ان کا علم ازلی نہیں ہے جیسا کہ احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ
کو آخر عمر میں عطا ہوا ہے یعنی یہ کہ وہ علم عطا کردہ ہے۔ احمد رضا خان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم کے ساتھ
حضور ﷺ کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک قطرے کو سمندر کے ساتھ ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقصود اشتراک نہیں ہے اس واسطے نبی کریم ﷺ کو علم کلی عطا ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو
مشرک کہنا درست نہیں ہے اور کفر کا فتویٰ لگا کر کافر نہیں کہا جائے گا لیکن بہر حال یہ عقیدہ غلط اور گمراہی کی بات ہے۔

(انعام الباری ج ۱ ص ۵۳۹)

یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسول اللہ ﷺ کے عظیم علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ماننا جیسا ایک قطرہ
بھی سمندر کے مقابلہ میں نہیں ہے یہ بھی غلط اور کم راہی کی بات ہے! (لا حول ولا قوۃ الا باللہ!)

اب ہم شیخ تقی عثمانی اور مولانا سلیم اللہ خان کے انصاف اور دیانت سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے ممدوح شیخ انور شاہ کشمیری کی
لیک عبارت یہ ہے:

والذی تحقیق عندی ان التحریف فیہ لفظی میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی
ایضا اما انہ عن عمد منهم او لمغلطۃ۔ ہے یا تو یہ تحریف لوگوں نے عمدا کی ہے یا کسی مغالطہ کی بناء پر ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵ مجلس علمی سورت 'مائدہ' ۱۳۵ھ)

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ کشمیری کے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی ثابت ہے اب بتائیں کہ آپ کے نزدیک یہ
عین اسلام ہے؟ کفر ہے؟ گمراہی ہے؟ یا کیا ہے؟

حدیث جبریل کے ضمن میں "فیض الباری" انوار الباری "کشف الباری" اور انعام الباری "کی عبارات پر تبصرہ کرنے کے بعد
اب ہم پھر اس حدیث کی باقی شرح کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے قیامت کی چند علامات بیان فرمائی ہیں دیگر احادیث میں آپ نے اور بہت علامات بیان فرمائی
ہیں۔ اب ہم ان احادیث کو بیان کر رہے ہیں:

نبی ﷺ کا علامات قیامت کی خبر دینا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ارض
حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو جس سے بھرنی کے ادنوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔

(صحیح البخاری: ۱۱۸، صحیح مسلم: کتاب القنن: ۴۲، (۲۹۰۶) ۱۵۶، جامع الاصول: ۷۸۸، ج ۱۰)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میں کذابوں کا خروج نہ ہو ان میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۸۴، ۲۹۲۳) ۷۲۰۹۔

سنن ابوداؤد: ۴۳۳۴، سنن ترمذی: ۲۲۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰۔ ۵۲۷ جامع الاصول: ۷۸۹۵۔ ج ۱۰

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو پس جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے اور جو لوگ اس سے پہلے ایمان نہ لائے ہوں ان کا اس دن ایمان لانا مفید نہ ہوگا یا جن لوگوں نے اس سے پہلے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہ کی ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۶، صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: ۲۳۸، ۱۵۷) ۳۸۹، سنن ابوداؤد: ۴۰۰۲، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، ۲۱۹۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۵۔

۱۳۵ جامع الاصول: ۷۸۹۷۔ ج ۱۰

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کریں اور انسان سے اس کے کوزے کا پھندا بات نہ کرے اور اس سے اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرے۔ (سنن الترمذی: ۲۱۸۶، جامع الاصول: ۷۸۹۹۔ ج ۱۰)

(۵) حضرت سلامہ بنت حر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اہل مسجد امامت کرنے کے لیے ایک دوسرے سے کہیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کے لیے کوئی امام نہیں ملے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۵۸۱۱، جامع الاصول: ۷۹۰۸۔ ج ۱۰)

(۶) قیس بن ابی حازم حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور تلچھٹ (بھوسی) باقی رہ جائیں گے جیسے جو کی بھوسی یا ردی کھجوریں باقی رہ جاتی ہیں۔

(صحیح البخاری: ۶۴۳۴، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۳، سنن الدارمی: ۲۷۲۲، جامع الاصول: ۷۹۰۹۔ ج ۱۰)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۱۵، صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۵۳، ۲۹۰۷) ۷۱۶۸، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳، الموطا: ۱۶۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۶، جامع

الاصول: ۷۹۱۱

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمانہ متقارب ہو جائے سال ایک ماہ کی طرح گزرے گا اور مہینہ ہفتہ کی طرح گزرے گا اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور ایک دن ایک گھنٹہ کی طرح گزرے گا اور ایک گھنٹہ آگ کی چنگاری کی طرح گزر جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۹۲۹، جامع الاصول: ۷۹۱۳)

(۹) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت صرف اشرار (بدترین لوگوں) پر قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۳۱، ۲۹۳۹) ۴۶۶، جامع الاصول: ۷۹۱۶

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتوں میں جنگ نہ ہو ان میں بہت بڑی جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا اور حتیٰ کہ تمیں دجالوں کذابوں کا ظہور ہوگا ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور حتیٰ کہ علم اٹھالیا جائے گا اور زلزلے بہ کثرت ہوں گے اور زمانہ

مقارب ہوگا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور بہ کثرت قتل ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۹، صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۷۱ (۲۸۸۸۰) ۱۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳، جامع الاصول: ۷۹۲، ج ۱۰)

(۱۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین کے لیے قتال کرتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی اور کسی کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ ان پر قیامت آجائے گی اور وہ اسی حال پر ہوں گے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور اس کا مس ریشم کی طرح ہوگا اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس کی روح قبض کر لے گی پھر اشرار (بدترین لوگ) باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہو گی۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الامار: ۱۷۱ (۱۹۲۳) ۱۷۳، جامع الاصول: ۷۹۱)

(۱۲) حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا: تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو پھر آپ نے دھوئیں کا دجال کا دابہ الارض کا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول کا یاجوج ماجوج کا اور تین مرتبہ زمین کے دھنسنے کا ذکر فرمایا ایک مرتبہ مشرق میں ایک مرتبہ مغرب میں ایک مرتبہ جزیرہ عرب میں اور سب کے آخر میں ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو عسکر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۳۹ (۲۹۰۱) ۱۵۲، سنن ابوداؤد: ۳۳۱۱، سنن ترمذی: ۲۱۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴، جامع الاصول: ۷۹۲)

(۱۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو وہ حدیث نہ سناؤں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا ہو آپ نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا اور جبل کا ظہور ہوگا اور زنا عام ہوگا اور شراب پی جائے گی اور مرد چلے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۸۱، صحیح مسلم۔ کتاب العلم: ۹ (۲۶۷۱) ۶۶۶۰، سنن ترمذی: ۲۲۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰، جامع الاصول: ۷۹۲)

(۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمانہ مقارب ہو جائے گا اور ظلم کم ہو جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل بہت زیادہ ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۲، ۷۰۶۳، صحیح مسلم۔ کتاب العلم: ۱۰ (۲۶۷۲) ۶۶۶۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۱، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۵، جامع الاصول: ۷۹۲)

(۱۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت چدرہ کاموں کو کرے گی تو اس پر مصائب کا آنا حلال ہو جائے گا عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنالیا جائے گا اور امانت کو مال غنیمت بنالیا جائے گا اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا جب لوگ اپنی بیوی کی اطاعت کریں گے اور اپنی ماں کی نافرمانی کریں گے اور جب دوست کے ساتھ نیکی کریں گے اور باپ کے ساتھ بُرائی کریں گے اور جب مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی اور ذلیل ترین شخص کو قوم کا سردار بنادیا جائے گا اور جب کسی شخص کے شریکے ذرہ

سے اس کی عزت کی جائے گی شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیاں اور ساز رکھے جائیں گے اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں کو بڑا کہیں گے اس وقت تم سرخ آنکھوں زمین کے دھسنے اور مسخ کا انتظار کرو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۱۷، جامع الاصول: ۷۲۵)

(۱۶) حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں نہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ریشم کو شراب کو اور گانے بجانے کے آلات کو حلال کہیں گے اور ضرور کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے کہ کل آنا اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں کو (جو ریشم شراب اور باجوں کو حلال کہیں گے) مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنادے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰، سنن ابوداؤد: ۴۰۳۹، جامع الاصول: ۷۲۵)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ عرب کا حاکم وہ شخص نہیں ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہے اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (یعنی محمد) اور دوسری روایت میں ہے: اگر ایام دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا سب کر دے گا حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص کو میرے اہل بیت سے مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام کے موافق اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا وہ زمین کو اس طرح عدل اور انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۸۲، سنن ترمذی: ۲۲۳۷)

(۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مال بہت زیادہ نہ ہو جائے اور حتیٰ کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے تو اس کو کوئی شخص نہ ملے جو اس کو قبول کرے۔

(صحیح مسلم: کتاب الزکوٰۃ: ۶۰، (۱۰۱۲) ۲۳۰۲، المسند: ۵۳۴۰)

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے وہ حاکم عادل ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہو گا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: کتاب ایمان: ۲۴۲ (۱۵۵) ۱۳۸۲، المسند: ۵۵۰۵)

(۲۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۳۹، صحیح مسلم: کتاب ایمان: ۲۴۲ (۱۵۵) ۱۳۸۵، المسند: ۵۵۰۶)

(۲۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور وہ زمین میں پینتالیس سال رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کیے جائیں گے پس میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے ابوبکر اور عمر کے درمیان سے کھڑے ہوں گے۔

(الوفی ابن الجوزی ص ۹۱۳، المسند: ۵۵۰۹)

(۲۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نجد سے بیدار ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ فرما رہے تھے: لا الہ الا اللہ اور اس کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا آپ نے فرمایا: عرب کے لیے اس شر سے ہلاکت ہو جو

قریب آ پہنچا ہے یا جوج ماجوج کی بندش آج کے دن کھل گئی اس کی طرح پھر آپ نے دس کا عقد کیا حضرت زینب نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم بدک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خباثت زیادہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۴۶، صحیح مسلم: ۲۸۸۰، سنن ترمذی: ۲۱۹۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳، صحیح ابن حبان: ۳۲۷، ج ۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۷۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۰۶۱، مسند الحمیدی: ۳۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۳، مسند احمد: ۲۷۴۸۶، ج ۱۰)

(۲۳) مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۹، صحیح ابن حبان: ۶۸۱۱، ج ۱۵، المعجم الکبیر: ۱۰۷، ج ۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۳۵)

(۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دابۃ الارض نکلے گا اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہوگا وہ مومن کے چہرے کو عصا سے روشن کرے گا اور کافر کی ناک پر انگٹھی سے نشان لگائے گا حتیٰ کہ قبیلہ کے لوگ جمع ہو جائیں گے اور وہ کہے گا: یا مومن! یا کافر۔

(سنن ترمذی: ۳۱۸۷، مسند احمد: ۷۹۴۲، ج ۲)

(۲۵) امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا ایک طویل ارشاد روایت کیا ہے جس کے آخر میں آپ نے فرمایا: یوم القیامۃ یوم عاشوراء ہے (یعنی محرم کے مہینہ کی دس تاریخ)۔

(فضائل الاوقات: ۲۳۷، ص ۴۴۱، مکتبہ النارۃ، مکہ مکرمہ: ۱۴۱۰ھ)

(۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے جس میں حضرت آدم پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی صرف جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم کتاب الجحد: ۱۹۴۴، ۸۵۴، ۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۴، سنن نسائی: ۱۳۷۳)

(۲۷) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور دو دنوں میں اس کی روزی پیدا کی پھر استواء فرمایا پھر دو دنوں میں آسمانوں کو پیدا فرمایا زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا اور منگل اور بدھ کو اس کی روزی پیدا کی اور آسمانوں کو جمعرات اور جمعہ کے دن پیدا کیا اور جمعہ کی آخری ساعت میں غلٹ سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہوگی (یہ حدیث حکما مرفوع ہے)۔

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

خاص وقوع قیامت کے متعلق نبی ﷺ کے علوم

نبی ﷺ نے قیامت واقع ہونے سے پہلے اس کی تمام نشانیاں بیان فرمائیں اور موخر الذکر تین حدیثوں میں یہ بھی بتادیا کہ محرم کے مہینہ کی دس تاریخ کو جمعہ کے دن دن کی آخری ساعت میں قیامت واقع ہوگی مہینہ تاریخ دن اور خاص وقت سب بتادیا صرف سن نہیں بتایا کیونکہ اگر سن بھی بتادیتے تو ہم آج جان لیتے کہ قیامت آنے میں اب اتنے سال باقی رہ گئے ہیں اور ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ پہلے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اب ایک گھنٹہ بعد قیامت آئے گی اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے:

قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً. (الاعراف: ۱۸۷)

اور نبی ﷺ قرآن مجید کے مکتب نہیں مصدق تھے اس لیے آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کے لیے سن نہیں بتایا۔

اور اپنا علم ظاہر فرمانے کے لیے باقی سب کچھ بتا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات قیامت کب واقع ہوگی؟ بارش کب ہوگی؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ انسان کل کیا کرے گا؟ اور کون شخص کس جگہ مرے گا؟ یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں۔ بعض علماء سلف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا کہ یہ علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ان تمام اجتماعات کے بعد ہمارے علماء میں یہ اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائے آیا وہ روزِ اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص کے گئے ہیں کسی نے کہا: مشابہات کا کسی نے خمس کا کثیر نے کہا: ساعت کا اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بہ کثرت علماء ظاہر نے آیات و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔

(خالص الاعتقاد ص ۷۷ مطبوعہ امام احمد رضا ائینہ کرپتی)

علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین یہ تاثر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے علوم خمسہ کو ثابت کرنے میں صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے قسبیین منفرد ہیں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ صرف ہمارا تفرد نہیں بلکہ بہت علماء اسلام کا یہی مسلک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ و علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق جمہور علماء اسلام کی تصریحات علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

فمن ادعی علم شیئ منها غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذباً فی دعواه۔
(المکرم ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۰ فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۳ ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸ مرقاۃ بن ابی اسحاق ج ۱ ص ۶۵ فتح المکرم ج ۱ ص ۱۵۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال بعضهم لیس فی الایة دلیل علی ان اللہ لم یطلع نبیہ علی حقیقة الروح بل یحتمل ان یکون اطلعه ولم یأمرہ انه یطلعہم وقد قالوا فی علم الساعة نحو هذا واللہ اعلم۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳)

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورہ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم

علامہ احمد قسطلانی الشافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۰۳)
علامہ زرقانی "المواہب" کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا في علم الساعة) وباقي الخمس المذكورة في اية ان الله عنده علم الساعة (نحو هذا) يعني انه علمها ثم امر بكتمتها.

(شرح المواہب اللہ نیج ص ۲۶۵)

علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتي علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتم ذلك.

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(شرح الصدور ص ۳۱۹، مطبوعہ بیروت، انصاف الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۵، بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه الله على تلك الخمس ولكنه امره بكتمتها. (تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵)

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمادیا، لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

لم يقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى علم كل شي يمكن العلم به. (روح المعاني ج ۱۵ ص ۱۵۳)

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع حبيبه عليه الصلوة والسلام على وقت قيامها على وجه كامل لكن لا على وجه يحاكي علمه تعالى به الا انه سبحانه اوجب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كتمه لحكمة ويكون ذلك من خواصه عليه الصلوة والسلام وليس عندى ما يفيد الجزم بذلك. (روح المعاني ج ۲۱ ص ۱۱۳)

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس نے علم الہی کا اشتباہ ہو، البتہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول ﷺ کے خواص میں سے ہو لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه المخصوص

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت

وہو قیام القيامة احداثا ثم قال بعده لكن من ارتضى
من رسول. (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۷۸)

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۱۹)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ہنا لیس للعموم بل مطلق
او معین ہو وقت وقوع القيمة بقریۃ السیاق ولا
یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسل من الملائكة او
البشر. (شرح المقاصد ج ۵ ص ۶ طبع ایران)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وہو قیام القيامة احداثا ثم قال بعده لكن من ارتضى
من رسول. (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۷۸)

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں
ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع
نہیں کیا، بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو
نہ دیا ہو اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا
ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص
فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور ﷺ سے روح کے
علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں جن
کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام
اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے سامنے
روح کے علم کی کیا حیثیت ہے؟ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے
روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

سیدی عبدالعزیز دہلوی عارف کامل فرماتے ہیں:

و کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اهل التصرف من امته الشریفة لا یمکنہ التصرف الا بمعرفة هذه الخمس۔
(الابریض ص ۳۸۳) معرفت نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہوگا حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب تک اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:
لا یعلم متى تقوم الساعة الا الله الا من ارتضى من رسول فانه يطلعہ علی من يشاء من غیبہ والولی تابع له یاخذ عنه۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۱۷۸)

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دے دیتا ہے (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

ہر چیز کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر ان پانچ چیزوں کے علم کی تخصیص کی وجہ

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عمر بنی مطلبہ کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالنے میں بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مؤنث؟ اور مجھے گزشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا ہوں لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا وحی الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے لہذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیب پر انبیاء اولیاء اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

غَلِیْمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلَیْ غَیْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ۔ (الحج: ۲۷-۲۶)

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمایا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اور بعض غیب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ (انعام: ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اس کے سوا (بذات خود) انہیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا لیکن صاحب شرع کی زبان سے ان کی

علامتوں کو ظاہر فرمادیا مثلاً خروج و جال نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اسی طرح بعض اولیاء نے بھی الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے تھے۔

(روح البیان ج ۷ ص ۱۰۵-۱۰۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

* رسول اللہ ﷺ کے علم ماکان و مایکون پر شیخ سلیم اللہ اور شیخ عثمانی نے جو اعتراضات کیے ہیں وہ ان لوگوں کے پرانے اعتراضات ہیں اور ان کے جوابات تفسیر تبیان القرآن الجن ۲: ۲۶ کی تفسیر میں مذکور ہیں اور ان شاء اللہ ان کا ذکر ”نعمۃ الباری“ میں بھی حسب مقام کیا جائے گا۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۔ ج ۱ ص ۲۷۱ پر مذکور ہے اور اس کی شرح ۳۲۹-۲۷۷ صفحات پر محیط ہے اور اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

۱۔ تمام علماء اور صالحین کے لیے نبی ﷺ کہنے اور لکھنے کا جواز (۲) اللہ تعالیٰ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب (۳) قضاء و قدر کے لغوی معنی کی تحقیق (۴) قضاء و قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق (۵) تقدیر کی تعریف (۶) معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان (۷) تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات (۸) تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۹) انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان (۱۰) انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۱۱) انسان کا امور ساریہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا (۱۲) بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے (۱۳) تقدیر مہرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث (۱۴) تقدیر مہرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء (۱۵) تقدیر مہرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آراء (۱۶) تقدیر مہرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء (۱۷) کفار اور بدعتیہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق (۱۸) کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی رکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۱۹) کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی رکھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار (۲۰) کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال (۲۱) کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ (۲۲) کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ (۲۳) کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ (۲۴) کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کی آراء (۲۵) نداء یا محمد کا جواز اور بحث و نظر (۲۶) اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو نداء یا محمد کے ساتھ خطاب کرنا (۲۷) انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ ﷺ کو یا محمد کے ساتھ نداء اور خطاب کرنا (۲۸) ارکان اسلام میں جہاد کو نہ ذکر کرنے کی وجہ (۲۹) مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق (۳۰) رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات (۳۱) اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب (۳۲) رسول اللہ ﷺ کا قیامت کی دیگر علامات کو بیان فرمانے اور سن کو بیان نہ فرمانے کا سبب۔

یہ باب سابق کا ترجمہ ہے اس لیے اس کا عنوان قائم نہیں کیا۔

۵۱- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرْقَلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ فَرَعَمْتُ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتَمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخِطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخَالِطُ بِشَاشَتِهِ الْقُلُوبَ لَا يَسْخِطُهُ أَحَدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عباس نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا: میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تم نے کہا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں اسی طرح ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ کیا کوئی شخص دین میں داخل ہونے کے بعد اس کو ناپسند کر کے اس سے پلٹ جاتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور اس طرح جب ایمان کی بشاشت دلوں میں رچ جاتی ہے تو کوئی اس کو ناپسند نہیں کرتا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابراہیم بن حمزہ القرشی الاسدی یہ کبار محدثین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے امام ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور صدوق ہیں ۲۳۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابراہیم بن سعد القرشی المدنی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) صالح بن کیسان الغفاری ان کا ذکر بھی ہو چکا ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۵۷) اس حدیث کی مفصل شرح حدیث: ۷ میں گزر چکی ہے۔

اس شخص کی فضیلت جو اپنے دین کو بچانے

کے لیے مشتبہ چیزوں سے بری ہوا

۳۹- بَابُ فَضْلِ مَنْ

اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس وجہ سے ہے کہ باب سابق میں ایمان کا ذکر ہے اور انسان کمال ایمان کی وجہ سے مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین کی اور اپنی عزت کی حفاظت کر لی اور جو شخص شبہات میں

۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَالَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَّاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ

جَمَى اللّٰهُ فِى اَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، اَلَا وَاِنَّ فِى الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

[طرف الحديث: ۲۰۵۱]

ملوث ہو گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو شاہی چراگاہ کے کمرے اپنے مویشی چرائے قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں گے سنو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے سنو! اس زمین میں اللہ کی مخصوص چراگاہ اس کے حرام کیے ہوئے کام ہیں سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو پورا جسم درست ہوتا ہے اور جب اس میں فساد ہو تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے سنو! وہ دل ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۹۹، سنن ابوداؤد: ۳۳۲۹، سنن ترمذی: ۳۰۷۱، سنن نسائی: ۱۲۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۴، سنن ابی نعیم: ۵۲۱۹، صحیح ابن حبان: ۷۲۱، المعجم الاوسط: ۲۴۹۳، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳۳۲، کامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۶۹۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۳۴، ج ۳۰ ص ۲۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابو نعیم بن دینار یہ ان کا لقب ہے ان کا نام عمرو بن حماد القرشی الطلمی ہے انہوں نے اعمش وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد وغیرہ نے سماع کیا ہے ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے امام بخاری نے ان سے بلاواسطہ روایت کی ہے اور امام مسلم امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ایک واسطہ سے روایت کی ہے ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زکریا بن ابی زائد ان کا نام خالد بن میمون الحمدانی الکوفی ہے انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے سماع کیا ہے جس میں شعبی اور سبیعی بھی ہیں اور ان سے شعبہ اور ثوری وغیرہ نے سماع کیا ہے یہ ۱۴۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عامر شعبی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت نعمان بن بشیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ ہجرت کے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے ان سے ۱۱۳ احادیث مروی ہیں ۶۵ھ میں واسطہ کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے یہ صحابی ابن صحابی ہیں ان کے علاوہ صحابہ میں نعمان بن بشیر کسی اور کا نام نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۵۹)

مشتبہات کے معانی اور محل عقل کے مصداق میں اختلاف فقہاء

اس حدیث میں "مشتبہات" کا لفظ ہے یہ وہ چیز ہے جو ایک جہت سے حلال ہو اور دوسری جہت سے حرام ہو جیسے کسی رشوت خور کے گھر کا کھانا اگر اس کی تنخواہ کی آمدنی سے پکا ہوا ہو تو حلال ہے اور اگر رشوت کی آمدنی سے پکا ہو تو حرام ہے یہ جس چیز کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہو جیسے مچھلی کے علاوہ دوسرے دریائی یا سمندری جانور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ حلال ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہیں۔

اس حدیث میں "قلب" کا لفظ ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ عقل کا محل دل ہے یا دماغ ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے کیونکہ دماغ پر چوٹ لگنے سے عقل متاثر ہوتی ہے اور دماغ کے مرض مثلاً جنون سے بھی عقل فاسد ہو جاتی ہے اور دل کے امراض سے عقل کی کارکردگی میں کوئی فرق نہیں آتا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں تعقل کا اسناد دل کی طرف کیا گیا ہے: لَهْم قُلُوبٌ يَّعْقِلُونَ بِهَا. (الحج: ۳۶)

امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس کا یہ جواب ہے کہ قرآن مجید میں یہ اطلاق مجازی ہے یہاں ذکر قلب کا ہے اور اس سے مراد دماغ ہے۔

* شرح صحیح مسلم میں یہ حدیث: ۳۹۸۲۔ ج ۳ ص ۴۱۵۔ ۴۰۹ پر ہے وہاں اس کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) امور مشتبہ کی تشریح میں علماء کے اقوال (۲) دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل (۳) قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کی توجیہ (۴) عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال (۵) محل عقل کے بارے میں علماء کے اقوال۔

۴۔ بَابُ آدَاءِ الْخُمْسِ مِنَ الْإِيمَانِ

خمس کا ادا کرنا امور ایمان سے ہے

”خمس“ کا معنی ہے: کفار کے خلاف جہاد کرنے سے فتح کے بعد جو مال غنیمت حاصل ہوا اس کے چار حصے تو مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کو دیا جاتا ہے اور آپ کی وفات کے بعد اس کو مسلمانوں کے بیت المال کے لیے بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے مصارف فقراء مسلمین اور قومی ضروریات ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ
وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ
السَّبِيلِ. (الأنفال: ۴۱)

یاد رکھو کہ تم غنیمت میں جو مال حاصل کرو اس میں سے
پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا
اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔

اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حلال اور حرام کا بیان فرمایا تھا اور اس باب میں مال غنیمت کے پانچویں حصہ کا ذکر ہے اور اس کو اپنے مصارف میں خرچ کرنا حلال ہے اور مصارف کے خلاف خرچ کرنا حرام ہے اور اس باب کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں خمس ادا کرنے کا ذکر ہے۔

۵۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ
أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ يُجْلِسُنِي
عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ أَقِمْ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا
مِنْ مَالِي فَقَامَتْ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ
الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
الْقَوْمُ؟ أَوْ مِنَ الْوَفْدِ؟ قَالُوا رَبِيعَةٌ قَالَ مَرَحَبًا بِالْقَوْمِ
أَوْ بِالْوَفْدِ؟ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ
وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارٍ مُضَرٍّ فَمَرَرْنَا بِأَمْرِ
فَصَلَّيْنَا نَخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ
وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرَبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ
أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا
الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ؟ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ
شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ وَأَنْ
تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمْسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی بن جعد نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی جمرہ
انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا تھا وہ
مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھاتے تھے انہوں نے کہا: تم میرے
ساتھ قیام کرو حتیٰ کہ میں اپنے مال سے کچھ حصہ تمہیں دوں میں ان
کے ساتھ دو مہینہ رہا پھر انہوں نے کہا کہ جب عبد القیس کا وفد
نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: یہ کون سی قوم ہے؟ یا یہ
کون سا وفد ہے؟ انہوں نے کہا: ربیعہ آپ نے فرمایا: اس قوم کو یا
اس وفد کو خوش آمدید! تم لوگ شرمندہ ہو گے نہ نادم! انہوں نے کہا:
یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں
آ سکتے ہیں ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر ہے آپ
ہمیں کوئی فیصلہ کن حکم بتائیں جس کی خبر ہم اپنے پیچھے چھوڑے
ہوئے لوگوں کو دیں اور اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں
انہوں نے آپ سے مشروبات کے برتنوں کے متعلق سوال کیا
آپ نے انہیں چار برتنوں میں پینے کی اجازت دی اور چار برتنوں
میں پینے سے منع فرمایا آپ نے انہیں ایک اللہ پر ایمان لائے

الْحَنَنُ، وَالذَّبَّاءُ، وَالنَّقِيرُ، وَالْمُزْقَتُ، وَرَبَّمَا قَالَ
الْمُقِيرُ، وَقَالَ احْفَظُوا هُنَّ وَآخِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۸۷-۵۲۳-۱۳۹۸-۳۰۹۵-۳۵۱۰]

[۴۲۵۶-۴۲۶۶-۶۱۷۶-۳۳۶۹-۳۳۶۸]

(صحیح مسلم: ۱۷۱۰، ابوداؤد: ۳۶۹۲، ترمذی: ۲۶۱۱، نسائی: ۱۵۹۹)

(۵۰۳۶-۵۷۰۸)

حکم دیا آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ راہبان لانے کا
کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے
ہیں آپ نے فرمایا: تم یہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی
عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز
قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، رمضان کے روزے رکھنے اور مالِ غنیمت
کے پانچویں حصہ کو ادا کرنے کا حکم دیا اور ان کو چار قسم کے
برتنوں میں پینے سے منع فرمایا: ہنر رنگ کے گھڑے، کھوکھلا کدو
کھولی لکڑی اور تارکول ملا ہوا برتن اور فرمایا: تم ان کو یاد کر لو اور
اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالحسن علی بن الجعد البہاشی البغدادی انہوں نے ثوری اور امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام حماد امام
بخاری امام ابوداؤد اور دیگر نے سماع کیا ہے موسیٰ بن داؤد نے کہا: میں نے ان سے زیادہ حافظ والا نہیں دیکھا یہ ۲۳۰ھ میں فوت
ہو گئے تھے (۲) شعبہ بن حجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابو جمرہ ان کا نام نصر بن عمران ہے انہوں نے حضرت ابن عباس حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے ایوب اور بہت تابعین نے سماع کیا ہے ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے ۱۲۸ھ میں بصرہ
میں ان کی وفات ہو گئی (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۷۱-۷۰)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

”وفد“ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی عظیم شخصیت سے ملاقات کے لیے سوار ہو کر جائیں قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا

(مریم: ۸۵) جائے گا

”مضر“ یہ مضر بن عدنان کا قبیلہ ہے مضر اور ربیعہ دو بھائیوں کی اولاد ہیں حرمت والے مہینوں یعنی رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ
اور محرم کے علاوہ باقی مہینوں میں ان کے درمیان جنگ رہتی تھی۔

”الحنتم“ ہنر رنگ کے گھڑے یا مکے ان میں نبیذ بنایا جاتا تھا۔

”الذبباء“ کدو کو خشک کر کے کھوکھلا کر کے برتن بنایا جاتا تھا یہ بھی نبیذ رکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

”النقیر“ کھجور کے تنے کو اندر سے کھوکھلا کر کے برتن بنایا جاتا تھا یہ بھی نبیذ رکھنے کے کام آتا تھا اس کو ”المقیر“ بھی کہتے

ہیں۔

”المزقت“ لکڑی کا پیالہ بنا کر اس پر تارکول کی لپائی کر دیتے تھے یہ بھی نبیذ کے ظروف میں سے ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن بیان پانچ چیزیں فرمائیں

اس حدیث میں فرمایا ہے: ان کو چار چیزوں کا حکم دیا لیکن جو مذکور ہیں وہ پانچ ہیں: (۱) کلمہ شہادت (۲) نماز قائم کرنا

(۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ جن چار

چیزوں کا حکم دیا تھا ان میں سے ایک چیز ایمان ہے اس کے بعد جن چیزوں کا ذکر ہے وہ ایمان لانے کی تفسیر ہیں اور بقیہ تین چیزوں کا ذکر کرنا راوی بھول گیا دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز، زکوٰۃ، روزے اور خمس ان چار چیزوں کا حکم دینا مقصود تھا اور اس سے پہلے اللہ اور رسول کی شہادت کا ذکر بہ طور تبرک ہے۔

دینی خدمات کا معاوضہ لینا صحابہ میں مروج تھا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ابو جمرہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میرے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ میں اپنے مال سے تمہیں حصہ دوں۔ البخاری: ۸۷ میں مذکور ہے کہ ابو جمرہ سائلین کے عجی زبان کے سوالات کا ترجمہ کر کے حضرت ابن عباس کو عربی میں سناتے تھے پھر ان کے جوابات کا عجی میں ترجمہ کر کے سائلین کو سناتے حضرت ابن عباس ان کی اس خدمت کا ان کو معاوضہ دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی خدمات کا معاوضہ لینا اور دینا صحابہ میں رائج اور معمول تھا۔

ابتداء میں چار قسم کے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع فرمانا پھر اس کی اجازت دینا

ابتداء میں رسول اللہ ﷺ نے ان مذکورہ چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں اس حکم کو منسوخ فرما دیا اور تمام برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو مشک کے سوا نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اب تم ہر مشک سے نبیذ پیو اور نشہ آور مشروب کو نہ پیو۔

(صحیح مسلم۔ رقم بلا تکرار: ۹۷۷، الرقم السلسل: ۵۱۰۹، سنن ابوداؤد: ۳۷۰۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو کچھ برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اور بے شک برتن کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتے اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔ (صحیح مسلم الرقم السلسل: ۵۱۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ برتنوں میں (نبیذ) پینے سے منع فرمایا تھا پھر انصار نے کہا: ہمارے لیے ان برتنوں سے پینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے آپ نے فرمایا: حلال مشروب کو پیو۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۰۰، سنن نسائی: ۵۶۶۶)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو تین چیزوں سے منع کیا تھا اب تم کو ان کی اجازت دیتا ہوں میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبروں کی زیارت آخرت کو یاد دلاتی ہے اور میں نے تم کو چند برتنوں میں (نبیذ) پینے سے منع کیا تھا سو اچڑے کے برتنوں کے اب تم ہر برتن میں (نبیذ) پیا کرو سوا اس کے کہ تم نشہ آور مشروب نہ پیو اور میں نے تم کو قربانی کے تین دن بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا اب تم اس کو کھایا کرو اور اپنے سفروں میں اس سے استفادہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۹۸، صحیح مسلم: ۹۷۷، سنن نسائی: ۲۰۳۱)

ایک اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

نبیذ کا فقہی معنی اور اس کے متعلق احادیث اور آثار

کھجوروں کو پانی میں ڈال کر معمولی سا جوش دیا جائے تو اس کو نبیذ کہتے ہیں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا پینا جائز ہے بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے اس پر احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴۷۳-۴۷۸، ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ) ان احادیث اور آثار

میں سے بعض یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس نبیذ لایا گیا آپ نے اس کو سونگھا پھر اس کی تیزی کی وجہ سے تیوری پر بل ڈالنے پھر پانی منگا کر اس میں ڈالا پھر اس کو پی لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیز نبیذ پیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اونٹوں کو خر کرتے ہیں اور ان کے گوشت کی شدت کو نبیذ کی شدت ہی کاٹ سکتی ہے۔

اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبیذ کو حلال قرار دیا ہے تو اس کے حرام کہنے سے صحابہ کو قاسق قرار دینا لازم آئے گا اور یہ بدعت ہے اسی لیے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ نبیذ کو حلال قرار دینا اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۳۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اگر کھجوریں زیادہ دن پانی میں پڑی رہیں یا ان کو زیادہ جوش دیا جائے تو پھر ان کا پانی نشہ آور ہو جاتا ہے اور اس نبیذ کو پینا حرام ہے۔

۴۱۔ بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَلِكُلِّ أَمْرٍ مَا نَوَى

اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسی عمل کا اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں ان اعمال کا بیان تھا جن سے انسان جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور عمل اسی وقت شرعاً معتبر ہوتا ہے جب اس میں اخلاص اور عبادت کی نیت ہو اسی وجہ سے اس باب کا عنوان ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے اس عنوان میں ”حسبہ“ کا لفظ ہے اسی سے احتساب ہے یعنی کسی کام کو ثواب کے لیے کرنا۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

فَدْخَلَ فِيهِ الْإِيمَانُ، وَالْوُضُوءُ، وَالصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْحَجُّ، وَالصَّوْمُ، وَالْأَحْكَامُ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَى شَاكِلِهِ﴾ (الاسراء: ۸۴) عَلَى نَيْتِهِ، وَنَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةً. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ.

پس اس باب میں ایمان اور وضو اور نماز اور زکوٰۃ اور حج اور روزہ اور احکام (دیگر عبادات اور معاملات) داخل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہیے: ہر شخص اپنی سرشت کے موافق عمل کرتا ہے“ (بنی اسرائیل: ۸۳) یعنی اپنی نیت کے موافق عمل کرتا ہے اور جو شخص اپنی بیوی کو ثواب کی نیت سے خرچ دے وہ بھی صدقہ ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: لیکن جہاد اور نیت ہے۔

۵۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ أَمْرٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از محمد بن ابراہیم از علقمہ بن وقاص از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی اجر ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت (کی نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت (واقع میں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت

(اس حدیث کے اطراف اس کی تخریج اور اس کی شرح تفصیل سے
حدیث: ۱۰ میں بیان کی جا چکی ہے۔)

(کی نیت) دنیا پانے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے
لیے ہے (تو واقع میں) اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی
طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

۵۵۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ. [اطراف الحديث: ۲۰۰۶، ۵۳۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن یزید سے سنا از حضرت ابو مسعود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۲، سنن ترمذی: ۱۹۶۵، سنن نسائی: ۲۵۳۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۲۰۵)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت عبداللہ بن یزید انصاری

اور حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

(۱) الحجاج بن منہال الانماطی اسلمی انہوں نے اکابر میں سے شعبہ سے سماع کیا ہے اور ان سے محمد بن یحییٰ الذہلی بغوی اور امام بخاری اور دیگر نے سماع کیا ہے ان کی توثیق اور نیکی پر اتفاق ہے یہ ۲۱۷ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعبہ بن حجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عدی بن ثابت انصاری کوئی انہوں نے اپنے اخیانی دادا حضرت عبداللہ بن زید انصاری حضرت البراء بن عازب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور ان سے اعمش اور شعبہ وغیرہ نے سماع کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابو حاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں یہ کوفہ میں مسجد شیعہ کے امام اور ان کے قاضی تھے ۱۱۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبداللہ بن یزید بن حصین بن عمرو بن الحارث الانصاری الصحابی یہ کوفہ کے امیر تھے ۷۱ سال کی عمر میں حدیبیہ میں حاض ہوئے جنگ صفین جنگ جمل اور جنگ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کا شمار افاضل صحابہ میں ہوتا ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۲۷ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان کی دو اور امام مسلم نے ان کی ایک حدیث روایت کی ہے یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ یہ ستر (۷۰) انصار کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے اور ان میں سب سے کم سن تھے یہ دادی بدر کے رہنے والے تھے غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۰۲ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ۹ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں یہ ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں کوفہ یا مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۹۲)

حدیث مذکور کی موید دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے گھر آئیں اور اجازت طلب کی، پس کہا گیا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں، آپ نے پوچھا: کون سی زینب؟ سو بتایا گیا: حضرت ابن مسعود کی بیوی، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے اس کو اجازت دو، ان کو اجازت دی گئی، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، میرے پاس میرے زیورات ہیں، میں ان کا صدقہ کرنا چاہتی ہوں، اور حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جن پر تم صدقہ کرو گے، ان میں

میں اور میری اولاد صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا جن پر تم صدقہ کرو گے ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر صدقہ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر صدقہ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر صدقہ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ نے فرمایا: اس میں تمہاری صواب دید ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱، سنن نسائی: ۵۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۶۷، صحیح مسلم: ۲۵۵۷، سنن ابوداؤد: ۱۶۹۳)

* زیر بحث حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۸۔ ج ۲ ص ۹۲ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۶۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِيهِ لِمِ امْرَأَتِكَ. [طرف الحدیث: ۲۷۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے حدیث بیان کی از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کی رضا کی طلب کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس پر تم کو اجر دیا جائے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے اس پر بھی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۳، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن نسائی: ۳۶۲۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۸، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۸۰۔ ج ۳ ص ۷۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سوال کا جواب کہ صدقہ کے اجر میں بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنے کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

اس حدیث میں بیوی پر خرچ کرنے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ انسان اپنی بیوی پر جو خرچ کرتا ہے اس کی منفعت اسی شخص کی طرف راجع ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بیوی کے کپڑوں اور بناؤ سنگھار پر خرچ کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی اسے اچھی لگے اور وہ اس سے اپنی شہوت پوری کرنے پر راغب ہو اور اس خرچ میں اس کی دل چسپی ہوتی ہے اس کے برخلاف جو وہ اپنے والدین پر خرچ کرتا ہے اس میں بعض اوقات اس کو کلفت اور مشقت ہوتی ہے اس لیے جب وہ اللہ کی رضا کے لیے اپنی محبت کے ساتھ ساتھ اس کے منہ میں لقمہ رکھے گا تو اس میں اس کو اجر ملے گا اور اگر اس میں اس کو کلفت اور مشقت ہو تو اس کا زیادہ اجر متوقع ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۰۲۔ ج ۳ ص ۹۳ پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کا ایک فقرہ ہے شرح صحیح مسلم میں اس مکمل حدیث کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① وصیت کا لغوی اور شرعی معنی ② وصیت کی اقسام ③ کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے: ثلث مال تک وصیت کی تحقیق

(۴) امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق (۵) لمبی عمر کی فضیلت۔

۴۲- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ النَّصِيحَةُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلَا ئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اللہ کی خیر خواہی کرنا اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرنا اور ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کرنا اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”جب وہ اللہ کی اور اس کے رسول کی خیر خواہی کریں“ (التوبہ: ۹۱)۔

(التوبہ: ۹۱)۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے یعنی جب تک انسان اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا جوئی کے لیے عمل نہ کرے جس میں کوئی دکھاوانہ ہو اس کا عمل قبول نہیں ہوتا اور یہی چیز اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام پر عمل کرے اور جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے ان سے باز رہے امام بخاری نے اس حدیث پر کتاب الایمان کو اس لیے ختم کیا ہے کہ یہ حدیث بہت جلیل القدر ہے اور اسی پر اسلام کے تمام احکام موقوف ہیں اور یہ حدیث ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: دین خیر خواہی ہے اس کا معنی ہے: خیر خواہی کرنا دین کا معظم رکن ہے جیسے کہا جاتا ہے: حج عرفہ ہے۔ اللہ اس کے رسول اس کی کتاب ائمہ دین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا محمل

اللہ کی خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایمان لائے اور اس کی صفات میں شک اور الحاد نہ کرے اور عیوب سے اس کی ذات کو پاکیزہ قرار دے اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرے اس کی اطاعت کرنے والوں سے محبت کرے اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھے اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور ان کا شکر ادا کرے اور تمام عبادات اخلاص سے کرے اور یہ حقیقت میں انسان کی اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام خیر خواہی کرنے والوں اور تمام جہانوں سے مستغنی ہے۔

اللہ سبحانہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور مخلوق اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہے تعظیم اور ادب سے اس کی تلاوت کرے اس کے معانی پر غور کرے اور ان کی تصدیق کرے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرے اور اس کے علوم کی تبلیغ کرے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کی رسالت کی تصدیق کرے اور آپ کی دی ہوئی تمام خبروں پر ایمان لائے اور آپ کے تمام احکام کی اطاعت کرے آپ کے دین کی نصرت کرے اور آپ کی سنتوں پر عمل کرے اور آپ کے اخلاق سے متخلق ہو اور آپ کی تعظیم بجالائے اور آپ پر کثرت سے صلوٰۃ و سلام پڑھے اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب سے محبت رکھے۔ ائمہ دین کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ حق بات میں ان کی معاونت کرے اور ان کی غلط باتوں پر ان کو نری سے ٹوکے ان کے خلاف بغاوت نہ کرے ان کی اقتداء میں نماز پڑھے اور جہاد کرے اور ان کو صدقات ادا کرے یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ جب ائمہ دین سے مراد باب حکومت ہوں جیسے خلفاء راشدین تھے اور اگر اس سے مراد علماء ہوں تو ان کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے فتاویٰ کو ماننے اور ان پر عمل کرے ان کے ساتھ حسن ظن رکھے اور ان کی تعظیم کرے۔

عام لوگوں کے ساتھ نصیحت (خیر خواہی) یہ ہے کہ ان کی دنیا اور آخرت کی بہتری کے لیے ان کو نصیحت کرے، ان سے ایذا کو دور کرے جو احکام نہ جانتے ہوں ان کو بتائے، نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرے، ان کے عیوب پر پردہ رکھے، ان پر شفقت کرے اور ان کے لیے ان ہی چیزوں کو پسند کرے جن کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اپنے ہاتھ اور زبان سے ان کو ضرر نہ پہنچائے اور ضرورت مندوں کی مدد کرے جو بیمار ہوں ان کی عیادت کرے اور ان کی نماز جنازہ پڑھے، موت کے بعد ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعا کرے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۹۹، موضحاً و مزیداً)

۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [أطراف الحديث: ۵۲۳-۱۳۰۱-۲۱۵۷-۲۷۱۳-۲۷۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل وہ کہتے ہیں: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

(صحیح مسلم: ۵۶، سنن ترمذی: ۱۹۲۵، سنن نسائی: ۴۱۶۷، مصنف عبد الرزاق: ۹۸۱۹، مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۳، مسند الحمیدی: ۹۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۷۷۷، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۳۷، المعجم الکبیر: ۲۲۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۹۹، ج ۳ ص ۵۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) سعد بن سرحد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) اسماعیل بن ابی خالد البجلی التابعی ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) قیس بن ابی حازم الکوفی البجلی الکھضرم انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا یہ نبی ﷺ سے بیعت کرنے آئے ابھی یہ راستے میں ہی تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا ان کے والد صحابی ہیں انہوں نے دس صحابہ سے سماع کیا جن کو جنت کی بشارت دی گئی اور بہت سے تابعین سے سماع کیا ان کی جلالت پر اتفاق ہے ان سے تابعین نے سماع کیا ہے ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں ان کی وفات ہو گئی تھی (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر البجلی الاحمسی ان کی رہائش کوفہ میں تھی یہ ۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے ۱۰۰ احادیث مروی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ۸ احادیث پر متفق ہیں امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۶ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۵۰۱-۵۰۰)

بیعت سنت اور بیعت مروجہ

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر عہد کرنا، نبی ﷺ اپنے اصحاب کو مختلف اوقات میں مختلف وجوہ سے بیعت کرتے تھے آج کل جو بیعت مروجہ ہے اس میں کسی عالم یا عمل کے ہاتھ پر یہ عہد کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے یہ بیعت کرنا فرض یا واجب نہیں ہے مستحسن اور مبارک فعل ہے۔

اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ پر بیعت کا ذکر ہے روزے کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جریر کی دوسری روایت میں سماع اور اطاعت پر بیعت کا ذکر ہے (مسند احمد: ۱۹۱۹۵) اور یہ تمام احکام شرعیہ کو شامل ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۷-ج ۱ ص ۷۳ پر بیان کی گئی ہے اور اس میں نصیحت اور خیر خواہی کے معنی کی تفصیل ہے۔

۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عُلَافَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ لِحَمْدِ اللَّهِ وَأَتَنِي عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللَّهِ وَخُدَّةِ لَا شَرِيكَ لَهُ وَالْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيرٌ فَإِنَّمَا يَأْتِيكُمْ الْآنَ ثُمَّ قَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَمِيرِكُمْ فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أَبَايَعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ لَكُمْ ثُمَّ اسْتَغْفَرُ وَنَزَلَ.

(مسند ابوعوانہ: ۷۵۰۹: مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۶۰: المعجم الکبیر: ۷۱: ۲۳)

مسند احمد ج ۳ ص ۶۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۹۳۔ ج ۳ ص ۵۳۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اس دن انہوں نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی اور کہا: تم لوگ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے ڈر اور اس کی تعظیم اور سکون کو لازم رکھو حتیٰ کہ تمہارے پاس نیا امیر آ جائے کیونکہ وہ ابھی آئے گا پھر کہا: اپنے (سابق) امیر کے لیے اللہ سے معافی طلب کرو کیونکہ وہ بھی معافی کو پسند کرتے تھے پھر کہا: حمد و صلوة کے بعد میں کہتا ہوں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ حاضر ہوا میں نے کہا: میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ نے مجھ پر یہ شرط لگائی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا سو میں نے آپ سے اس پر بیعت کر لی اور اس مسجد کے رب کی قسم! میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں پھر انہوں نے حضرت مغیرہ کے لیے مغفرت طلب کی اور (منبر سے) اتر گئے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری ان کا لقب عارم تھا جس کا معنی شری اور مفسد ہے لیکن یہ شر اور فساد سے بہت دور تھے انہوں نے ابن المبارک سے سماع کیا اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا ابو حاتم نے کہا: جب تم ان سے حدیث سن لو تو پھر کافی ہے آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) ابو عوانہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) زیاد بن مالک علاقہ بن مالک الثعلبی الکوفی انہوں نے حضرت جریر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور ان سے متعدد تابعین نے سماع کیا ہے یہ سیاہ خضاب لگاتے تھے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ تھے ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جریر رضی اللہ عنہ (عمدة القاری ج ۱ ص ۵۰۲)

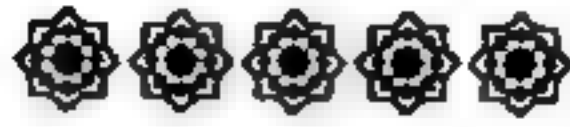
”وقار“ اور ”سکینہ“ کا معنی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور کافر کی خیر خواہی کا بیان

”وقار“: سنجیدہ ہونا پختہ رائے والا ہونا تعظیم کرنا اور ”سکینہ“ کا معنی ہے: پرسکون ہونا۔

اس حدیث میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے یہ حدیبیہ میں حاضر تھے غزوہ خندق کے زمانے میں اسلام لائے تھے ان سے ۳۶ احادیث مروی ہیں امام بخاری اور امام مسلم نو احادیث پر متفق ہیں امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں یہ جنگ یمامہ جنگ یرموک اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے بہت عاقل ذہین اور ادیب تھے ۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(تہذیب الکمال ج ۲۸ ص ۳۶۹ طبع قدیم تہذیب المعجم ج ۱ ص ۲۶۲ تقریب التہذیب: ۶۸۶۳ خلاصۃ تہذیب التہذیب الکمال للحریری ج ۳ ص ۱۲۲)

اس حدیث میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کا ذکر ہے آیا کافر کی خیر خواہی بھی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ مشورہ طلب کرے تو اس کو نیک مشورہ دینا اس کے ساتھ عہد شکنی دھوکا اور فراڈ نہ کرنا اگر وہ مسلمانوں کا خادم ہو اور بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرنا اس کی خیر خواہی ہے اور ان سب کا اسلام میں ثبوت ہے۔





نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۳۔ کتاب العلم علم کا بیان

امام بخاری نے ”کتاب العلم“ کو ”کتاب الوضوء“ اور ”کتاب الصلوٰۃ“ وغیرہا پر مقدم کیا ہے کیونکہ ان سب کا جاننا علم پر موقوف ہے اور ”کتاب العلم“ کو ”کتاب الایمان“ سے موخر رکھا ہے کیونکہ ایمان ان ہی چیزوں پر ہوتا ہے جو وحی سے معلوم ہوئیں۔

علم جہل کی ضد ہے علم کا معنی ہے: جاننا یعنی ذہن میں کسی چیز کا منکشف ہو جانا، متکلمین کے نزدیک علم کی تعریف یہ ہے: یہ صفت جس شخص کے ساتھ قائم ہو اس کے نزدیک ذکر کردہ چیز منکشف ہو جائے فلاسفہ حالت ادراکیہ کو علم کہتے ہیں علم ادراک الکلیات کے ساتھ خاص ہے اور معرفت ادراک الجزئیات کے ساتھ خاص ہے عقل سے جو چیز معلوم ہو اس کو علم کہتے ہیں اور حواس سے جو چیز معلوم ہو اس کو شعور کہتے ہیں حصول علم کے تین ذرائع ہیں: خبر صادق حواس سلیمہ اور عقل۔

علم کی فضیلت

۱۔ باب فضل العلم

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (المجادلہ: ۱۱) وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طہ: ۱۱۴)۔
اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”تم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کو درجات کی بلندی عطا فرمائے گا اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے“ (المجادلہ: ۱۱) اور اللہ عز و جل کا یہ ارشاد: ”اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرما“ (طہ: ۱۱۳)۔

امام بخاری نے علم کی فضیلت پر استدلال کرنے میں صرف ان دو آیتوں سے استدلال کیا ہے اور علم کی فضیلت میں احادیث کا ذکر نہیں کیا حالانکہ علم کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز قرآن مجید سے ثابت ہو وہ قوی ترین دلیل ہے۔

جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور وہ اپنی گفتگو میں مشغول رہا اس نے اپنی بات مکمل کی پھر سائل کے سوال کا جواب دیا

۲۔ باب مَنْ سِئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغَلٌ فِي حَدِيثِهِ فَأَتَمَّ الْحَدِيثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّائِلَ

اس عنوان کی سابق عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ کسی چیز کے علم کے سوال کا جواب دینا کتاب العلم کے مناسب ہے۔
 ۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح) وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي هَلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَغْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكُورَةٌ مَا قَالَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ يَسْمَعْ. حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ آيَنَ أَرَاهُ. السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ مَا أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَاَنْتَظِرِ السَّاعَةَ. قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ إِذَا وَبَّسَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَاَنْتَظِرِ السَّاعَةَ. [طرف الحديث: ۶۳۹۶]

(سنن ترمذی: ۲۳۸۵، صحیح مسلم: ۱۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۰۵، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۵۹، شرح النبی: ۳۳۷۹، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۳۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۰۱۳، ج ۱۹ ص ۷۱، مؤسسة الرسالة بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: مجھے ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ صحابہ کے سامنے حدیث بیان فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آ کر کہنے لگا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ اپنی گفتگو میں مشغول رہے بعض صحابہ نے کہا: آپ نے اس کی بات سنی اور اس کی بات کو ناپسند فرمایا اور بعض نے کہا: بلکہ آپ نے سنا نہیں حتیٰ کہ جب آپ نے اپنی حدیث مکمل کر لی تو فرمایا: وہ کہاں ہے؟ راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے آپ نے اس کے متعلق فرمایا جس کو میں نے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا تھا اس سائل نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہاں ہوں آپ نے فرمایا: جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے کہا: امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

ان تمام کتب حدیث کی احادیث میں امام بخاری کی اس روایت کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ نے سائل سے پوچھا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے بہت عمل نہیں کیے روزے نہ نمازیں مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ یہ حدیث مسند احمد کے ان نمبروں میں بھی ہے: ۱۲۷۷۵، ۱۲۷۰۳، ۱۲۷۱۵، ۱۲۷۶۲، ۱۲۷۶۹، ۱۳۰۹۲، ۱۳۲۲۳۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ آپ نے بیچ میں سوال کرنے والے کو فوراً جواب نہیں دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سنان الباہلی البصری ان سے امام بخاری اور امام ابو داؤد نے روایت کی ہے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ اور مامون ہیں یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فلیح بن سلیمان الخزاعی المدنی یہ نافع اور دیگر سے روایت کرتے ہیں ان سے عبد اللہ بن وہب بہت روایت کرتے ہیں یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف راوی ہیں ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا ابو حاتم اور امام نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں ابن عدی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں امام بخاری نے ان پر اعتماد کیا ہے یہ ۱۶۸ھ میں

فوت ہو گئے تھے (۳) ابراہیم بن المنذر القرشی الخزاعی ان سے امام ابو زرعة ابو حاتم امام ابن ماجہ اور امام بخاری نے روایت کی ہے یہ ۲۳۵ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن فلیح انہوں نے ہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے ابن معین نے ان کو ضعیف قرار دیا ابو حاتم نے کہا: یہ قوی تو نہیں ہے مگر ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے امام بخاری امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے یہ ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن فلیح مذکور کے والد (۶) حلال بن علی الفہری القرشی المدنی یہ کم سن تابعین میں سے ہیں انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر سے سماع کیا ہے ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے یہ ہشام کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۷) عطاء بن یسار ان کا تعارف ہو چکا ہے (۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۷۷-۷۸)

کسی کی بات کاٹ کر بات کرنا جائز نہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے سائل کے سوال کو ناپسند کیا تھا کیونکہ اس نے آپ کی بات مکمل ہونے سے پہلے سوال کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ گفتگو کے آداب میں سے یہ ہے کہ متکلم کی بات کو درمیان میں نہ ٹوکا جائے اسی طرح جب تک استاد خود کسی بات کی وضاحت نہ کرے اس پر اعتراض نہ کیا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی بات کی تلقین کی تھی۔

نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیاں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی نااہل کو منصب سونپ دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو جیسے خلافت قضاء اور افتاء کے معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں ہمارے زمانہ میں اکثر و بیشتر ایسا ہی ہے اور جس طرح شرعی علوم سے نااہل لوگوں کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا جج بنادیا جاتا ہے اور وہ دینی معاملات کے فیصلے کرتے ہیں اور جس طرح دینی علوم سے بے بہرہ لوگوں کو قومی اسمبلی صوبائی اسمبلی اور سینٹ کا رکن بنادیا جاتا ہے اور ان کو اسلامی ریاست کی حکومت چلانے کا استحقاق دے دیا جاتا ہے اور جس طرح نا تجربہ کار لوگوں کو ڈرائیونگ لائسنس دے دیا جاتا ہے اور ان سے بسوں اور بھاری گاڑیوں کے حادثات ہوتے رہتے ہیں اسی طرح دیگر صنعتی اداروں میں رشوت اور سفارش سے نا تجربہ کار افراد کو بھرتی کر لیا جاتا ہے اور وہ ادارے تباہ ہو رہے ہیں۔ خائن اور نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیوں کی مزید تفصیل بیان القرآن ج ۲ ص ۷۰-۷۱-۷۰۰ النساء: ۵۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس اعتراض کے جوابات کہ نبی ﷺ نے دینی سوال کے جواب میں تاخیر کی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے سائل کے سوال کا فوراً جواب نہیں دیا اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دینی مسئلہ معلوم کرے تو کیا عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جواب میں تاخیر کرے؟ اس کے تین جواب ہیں: ایک یہ کہ وہ سائل فوری جواب کا مستحق نہیں تھا کیونکہ اس نے کسی شرعی عملی کام کے متعلق سوال نہیں کیا تھا اس کا سوال وقوع قیامت کے معین وقت کے متعلق تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے جواب سے زیادہ اہم کام میں مشغول ہوں اور جو حدیث سن رہے ہوں وہ اس کے جواب سے زیادہ اہم ہو یا آپ وحی کا انتظار فرما رہے ہوں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ سائل کو اور دیگر صحابہ کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ کسی کی بات کاٹنی نہیں چاہیے۔ نبی ﷺ نے اس سائل کو ڈانٹا اور جھڑکا نہیں اور اس میں تعلیم ہے کہ طلبہ کو پڑھاتے وقت اساتذہ کو شفقت سے کام لینا چاہیے اور ان کے ساتھ نرمی برتنا چاہیے خصوصاً ہادیہ نشینوں کے ساتھ۔

بلند آواز سے علمی بات بتانا

۳- بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علمی سوال کا ذکر تھا اور عالم کو کبھی بلند آواز سے علمی جواب

قینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهَكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرَةٍ سَافَرْنَاَهَا فَأَذْرَكْنَا . وَقَدْ أَرَهَقْنَا الصَّلَاةَ . وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَوْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا . [اطراف الحديث: ۹۶-۱۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو النعمان عارم بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن مہک از عبد اللہ بن عمرو انہوں نے بیان کیا: ہم نے ایک سفر کیا نبی ﷺ اس سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ ہم سے مل گئے اس وقت نماز ہم سے موخر ہو گئی تھی اور ہم وضو کر رہے تھے ہم اپنے پیروں پر مسح کرنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے دو یا تین بار فرمایا: (بے ڈھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۲، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵، صحیح ابن حبان: ۱۰۵۹-۱۰۵۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۰، المستدرک ج ۱ ص ۱۶۲، المعجم الکبیر: ۸۱۰۹، مصنف عبد الرزاق: ۶۴، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۳، طبع قدیم مسند احمد: ۶۸۰۹-ج ۱ ص ۱۱۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جن مسلمانوں نے پیروں کو دھونے میں تقصیر کی اور پیروں کو دھونے کے بجائے ان کے مسح پر اکتفاء کر لیا آپ نے ان کو آگ کے عذاب کی وعید بلند آواز سے سنائی اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابو عوانہ الیشکری ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۳) ابو بشر جعفر بن ایاس الیشکری امام احمد یحییٰ اور ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں یہ ۱۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے (۴) یوسف بن مہک بن ہزاد الفارسی الکفی یحییٰ نے کہا: یہ ثقہ ہیں ۱۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔ لفظ مہک مجہد اور علیست کی بناء پر غیر منصرف ہے مہک کا معنی ہے: کسی چیز کو خوب کوشش سے پینا یا چڑھتی ہوئی جوانی یا زوجین کا جماع میں خوب کوشش کرنا (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ آپ نے بلند آواز سے مسئلہ بتایا۔

پیروں کو دھونے کی فرضیت، جسم اور روح دونوں کے عذاب کا ثبوت اور عالم پر غلط بات کو ٹوکنے کی ذمہ داری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے کیونکہ اگر پیروں پر مسح کر لینا کافی ہوتا تو آپ ان کو دوزخ کی آگ کی وعید نہ سناتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط روح کو عذاب نہیں ہوگا بلکہ جسم کو بھی عذاب ہوگا اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اور جب عالم کسی شخص کو کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھے تو اس کو بلند آواز سے منع کرے اور سختی کرے اور کسی اہم بات کا بار بار بار ذکر کرے کیونکہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا تھا: (بے ڈھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔

حدیث مذکور کی مؤید دیگر روایات جن میں اس سفر اور اس نماز کا بیان ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ آ رہے تھے حتیٰ کہ جب ہم راستہ میں پانی کے پاس سے گزرے تو بعض مسلمانوں نے عصر کی نماز کے لیے عجلت کی اور انہوں نے جلدی جلدی وضو کیا حتیٰ کہ جب ہم

ان کے پاس پہنچنے تو ان کی اڑیاں خشک تھیں، جن کو پانی نے نہیں چھو تھا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بے ڈھلی) اڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو وضو مکمل کیا کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۴۱، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء: ۲۶، سنن ابوداؤد: ۹۷، سنن نسائی: ۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ ہم سے آئے اس وقت عصر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی، ہم اپنے پاؤں پر مسح کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: (بے ڈھلی) اڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء: ۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنی اڑیوں کو نہیں دھویا تھا آپ نے فرمایا: (بے ڈھلی) اڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۴۲)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحابہ نے نماز کو افضل وقت سے کیوں مؤخر کر دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس حرص میں نماز کو مؤخر کیا تھا کہ وہ اس نماز کو نبی ﷺ کے ساتھ مل کر پڑھ لیں گے، لیکن جب دیر زیادہ ہو گئی اور ان کو نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہوا تو پھر انہوں نے جلدی کی اور غلبت سے وضو کرنے لگے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۷۸- ج ۱ ص ۸۸۶ پر مذکور ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① وضو میں پیر دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب (۲) وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل (۳) آیت وضو میں قراءت جر سے علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات (۴) علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات (۵) پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان (۶) علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب۔

محدث کا یہ کہنا: ”حدثنا“

۴- بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا

یا ”اخبرنا“ اور ”انبانا“

أَوْ أَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا

اس باب کو ”کتاب العلم“ میں وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری یہ تمبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ان احادیث کو روایت کیا ہے جو مسندہ یعنی متصل ہیں جن کو انہوں نے بغور اپنے اساتذہ سے سنا ہے کیونکہ ان ہی کو ”حدثنا“ یا ”اخبرنا“ یا ”انبانا“ کے صیغہ سے ذکر کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ محدث کے لیے ان الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی جاننا ضروری ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عالم کا بلند آواز سے مسئلہ بتانے کا ذکر تھا تا کہ حاضرین اس مسئلہ کو خود سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں اور جب وہ اس مسئلہ کو روایت یا نقل کریں گے تو کہیں گے کہ ہم کو فلاں نے حدیث بیان کی یا فلاں نے اس مسئلہ کی خبر دی اس لیے ضروری ہے کہ یہ جانا جائے کہ فلاں نے حدیث بیان کی یا فلاں نے خبر دی ان الفاظ کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ہم سے حمیدی نے کہا: وہ اس وقت ابن عیینہ کے پاس تھے انہوں نے کہا کہ محدث کے الفاظ ”ہم سے

حدیث بیان کی“ ہمیں خبر دی، ہم کو روایت حدیث کی اجازت دی اور میں نے فلاں سے حدیث سنی“ ان سب سے مراد واحد ہے۔

”حدثنا“ ”اخبرنا“ اور ”انبانا“ کے لغوی اور اصطلاحی معانی

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنے شیخ سے کوئی حدیث سنے تو سننے والا اس حدیث کو نقل کرتے وقت یہ کہہ سکتا ہے: ”حدثنا“ ”اخبرنا“ ”انبانا“ اور ”سمعتہ یقول“ اور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے فلاں نے کہا اور مجھ سے فلاں نے ذکر کیا، امام طحاوی کا بھی اسی طرف میلان ہے اور ابن حبان نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے اور امام حاکم سے منقول ہے کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور یہی زہری، یحییٰ قطان اور جماعت محدثین کا مذہب ہے اور حجازیین اور کوفیین کا بھی یہی مختار ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کو حمیدی اور سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے۔

دوسرے ائمہ حدیث نے یہ کہا ہے کہ جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو یوں کہا جائے: ”حدثنا فلاں قراءۃ علیہ و اخبرنا فلاں قراءۃ علیہ“ اور یہ متکلمین کا مذہب ہے۔

ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: ”حدثنا“ میں اس طرح نہ کہے اور ”اخبرنا“ میں اس طرح کہہ سکتا ہے اور یہی امام شافعی ان کے اصحاب، امام مسلم اور جمہور اہل مشرق کا مذہب ہے اور ابن جریر، اوزاعی، امام نسائی، ابن وہب اور اکثر محدثین کا مذہب ہے ایک قول یہ ہے کہ عبد اللہ بن وہب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مصر میں یہ فرق بیان کیا کہ استاذ حدیث پڑھے تو ”حدثنا“ کہے اور شاگرد استاذ کے سامنے حدیث پڑھے تو ”اخبرنا“ کہے پھر یہی مذہب اکثر محدثین میں شائع ہو گیا، زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ ان کی اصطلاح ہے تاکہ ”حدثنا“ اور ”اخبرنا“ میں فرق کیا جاسکے اگر تنہا سنے یا پڑھے تو ”حدثنی“ اور ”اخبرنی“ کہے اور اگر اس کے ساتھ دوسرا بھی شریک ہو تو ”حدثنا“ اور ”اخبرنا“ کہے۔ (اکمال العلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۱۸۶ دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض محدثین نے کہا: ”حدثنا“ ”اخبرنا“ اور ”انبانا“ میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ لغوی اعتبار سے اہل علم کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ ہماری گفتگو اصطلاح میں ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۱۷-۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ فتح الباری ج ۱ ص ۶۰۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابن وہب نے کہا ہے کہ جب استاذ حدیث پڑھے تو ”حدثنا“ کہے اور جب استاذ کے سامنے شاگرد حدیث پڑھے تو ”اخبرنا“ یا ”انبانا“ کہے۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۱۳۰ مکتبۃ الرشیدیہ ص ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں: اسی طرح ”انبانا“ اس وقت کہا جاتا ہے جب استاذ پڑھے نہ شاگرد استاذ کے سامنے پڑھے بلکہ استاذ نے اس حدیث کی روایت کرنے کی شاگرد کو اجازت دی ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۰۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میرے نزدیک یہ اصطلاح بہت عمدہ ہے کیونکہ اس سے اداء حدیث کے تینوں صیغوں کا فرق آ گیا دراصل یہ فرق بھی پہلے قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ جب محدث اپنے شیخ یا استاذ سے حدیث سنے تو کہے: ”حدثنا“ اور ”اخبرنا“ اور ”سمعت“ اور ”قال لنا“ اور ”ذکر لنا“ اور القاضی ابوبکر اور دیگر محققین کا مختار یہ ہے کہ اس میں بھی فرق کرے جب شیخ سے حدیث سنے تو کہے: ”حدثنا“ اور جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: ”اخبرنا قراءۃ“ یا ”قراءت علیہ“ یا ”سمعت یقرء علیہ“ تاکہ حصول

حدیث کی انواع میں اختلاط سے ابہام زائل ہو جائے اس فرق کی اصطلاح متاخرین محدثین نے وضع کی ہے سو امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری نے کہا کہ روایت حدیث میں میرا مختار یہ ہے اور میرے زمانہ کے اکثر ائمہ اور مشائخ کا مختار بھی یہی ہے کہ جب تنہا اپنے شیخ سے حدیث سنے تو کہے: ”حدثنی“ اور جب دوسروں کے سامنے سنے تو کہے: ”حدثنا“ اور جب تنہا اپنے شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: ”اخبرنی“ اور جب دوسروں کے سامنے پڑھے تو کہے: ”اخبرونا“ اور جب تنہا اس کے سامنے شیخ پر حدیث پیش کی جائے اور وہ اس کی روایت کی اجازت دے دے تو کہے: ”انبانی“ اور شیخ اس کی طرف جو حدیث لکھ کر بھیجے اور سامنے نہ پیش کی جائے تو کہے: ”کتب الی“۔ (معرفت علوم الحدیث ص ۲۶۰)

امام اوزاعی نے بھی اسی طرح کہا جس طرح حاکم نے لکھا ہے کہ جب شیخ سے حدیث سنے تو کہے: ”حدثنا“ اور جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: ”اخبرونا“ اور جب شیخ کے سامنے کوئی حدیث پیش کی جائے اور وہ اس کی روایت کی اجازت دے دے تو کہے: ”انبانا“۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۱۸۹-۱۸۸ دارالوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ. وَقَالَ شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً. وَقَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ.

اور ہم نے حمیدی نے کہا وہ اس وقت ابن عیینہ کے پاس تھے کہ ”حدثنا“ اور ”اخبرونا“ اور ”انبانا“ اور ”سمعت“ کا اصطلاحی معنی ایک ہے اور حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیث بیان فرمائی اور آپ صادق اور مصدوق ہیں اور شقیق نے حضرت عبد اللہ سے روایت کی: میں نے نبی ﷺ سے ایک بات سنی اور حضرت حذیفہ نے کہا: ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔

امام بخاری نے یہ تین تعلیقات اس لیے وارد کی ہیں کہ صحابی روایت حدیث کے وقت کبھی ”حدثنا“ (ہم سے حدیث فرمائی) کہتے ہیں اور کبھی ”سمعت“ (میں نے سنا) کہتے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَمَّا يَرَوِي عَنْ رَبِّهِ. وَقَالَ أَنَسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ.

اور ابو العالیہ نے کہا: از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: از نبی ﷺ آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: از نبی ﷺ آپ تمہارے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔

یہ دوسری تین تعلیقات ہیں جن کو امام بخاری نے اس لیے وارد کیا ہے کہ ”عن عنہ“ (وہ حدیث جو عن فلاں یا از فلاں از فلاں سے مروی ہو) سے جو حدیث مروی ہو تو وہ بھی حدیث مسند اور متصل کے حکم میں ہوتی ہے یہ شرطیکہ راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو اور یہی امام بخاری کا مذہب ہے اس کے برخلاف امام مسلم اس حدیث کے مسند ہونے کے لیے راوی اور مروی عنہ کا ہم عصر ہونا بھی کافی سمجھتے ہیں۔

۶۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ، ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

[اطراف الحديث: ۶۲- ۷۲- ۱۳۱- ۲۲۰۹- ۳۶۹۸- ۵۳۴۳]

[۵۳۴۸- ۶۱۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے "فحدثونی" (پس مجھے بتاؤ) وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں میں چلا گیا حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے (بتانے سے) حیا آئی پھر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! "حدثنا" (ہمیں بتائیے) وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۱۱، سنن ترمذی: ۳۱۱۹، صحیح ابن حبان: ۲۳۵، المعجم الكبير: ۱۳۵۱۳، حلیۃ الاولیاء: ج ۸ ص ۱۲۹، مسند عبد اللہ: ج ۳ ص ۲۳، سنن ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۱۲، مسند احمد: ج ۲ ص ۱۲، طبع قدیم مسند احمد: ۵۹۹، ج ۸ ص ۲۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: محدث کا کہنا: "حدثنا" اور اس حدیث میں مذکور ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حدثونی" اور صحابہ نے کہا: "حدثنا"۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عمر نے پہلی کا جواب دینے سے کیوں حیا کی؟

اس حدیث میں "البوادی" کا لفظ ہے "یہ بادیہ" کی جمع ہے اس کا معنی ہے: گاؤں دیہات۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے دل میں آیا وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے بتانے سے حیا آئی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت عبد اللہ بن عمر کی عمر صرف دس سال تھی اور وہ حاضرین میں سب سے چھوٹے تھے اور حیا کرنا اس وقت مستحب ہے جب اس سے کوئی مصلحت فوت نہ ہو اس وجہ سے بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تم اس وقت بتا دیتے تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ خوشی ہوتی۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے بھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے خود پہلی ڈالی ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کوئی پہلی یا بھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۵۶)

اس حدیث کی بناء پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کو پہلی ڈالنے سے منع فرمایا اور خود آپ نے صحابہ پر پہلی ڈالی کہ ایک درخت مومن کی مثل ہے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی ڈالنا اس صورت میں ممنوع ہے جب اس سے مقصود کسی کی لاعلمی ظاہر کرنا ہو یا اس کو لا جواب کرنا ہو یا اس کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرنا ہو لیکن جب استاذ اپنے شاگردوں میں سے کسی کی ذہانت اور زکاوت کو ظاہر کرنا چاہتا ہو یا ان کو ذہنی مشق کرانا چاہتا ہو تو پھر جائز ہے اور نبی ﷺ نے جو پہلی

ڈالی تھی وہ ایسی ہی تھی۔

مومن کی کھجور کے درخت سے تشبیہ کی وجوہ

کھجور کے درخت کو جو مومن کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) کھجور کے درخت میں بہت خیر ہے اس کا سایا ہمیشہ رہتا ہے اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور یہ پھل اکثر دستیاب ہوتا ہے اس کا تازہ پھل کھایا جاتا ہے سوکھنے کے بعد چھوڑا رہا جاتا ہے وہ بھی مختلف طریقوں سے کھایا جاتا ہے اس کے تنے سے شہتیر کا کام لیا جاتا ہے اس کے پتوں سے چٹائیاں رسیاں برتن اور نچکھے بنائے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی گٹھلیاں بھی کام آتی ہیں ان سے تسبیح بنائی جاتی ہے اسی طرح مومن میں بھی بہت خیر ہے نماز روزہ زکوٰۃ اور حج سے اس کو بہت ثواب ملتا ہے اپنے اہل و عیال کے رزق کی طلب کے لیے وہ جو کسب معاش کرتا ہے وہ بھی کارِ ثواب ہے دوستوں اور عزیزوں سے جو نیک سلوک کرتا ہے اس میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے حصولِ سنت کی نیت سے اس کا کھانا پینا سونا جاگنا اور اہل و عیال اور ماں باپ کے حقوق ادا کرنے سے بھی اس کو ثواب ملتا ہے غرض اس کے ہر نیک عمل میں ثواب ہے۔

(۲) جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جاتی ہیں اسی طرح مومن کے ایمان کی جڑیں اس کے سینہ میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کے نیک اعمال کی شاخیں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔

(۳) نبی ﷺ مسجد میں کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے جب آپ کے لیے منبر بنا کر مسجد میں رکھ دیا گیا اور آپ نے اس تنے کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کی محبت کی وجہ سے آپ کے فراق میں اس طرح دھاڑیں مار کر رونے لگا جس طرح اونٹنی اپنے گم شدہ بچے کے فراق میں روتی ہے اسی طرح مومن کے دل میں آپ کی شدید محبت ہوتی ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کا تمام مال اولاد حتیٰ کہ اس کی جان بھی چلی جائے اور اس کو ایک دفعہ آپ کی زیارت ہو جائے زائرینِ مدینہ جب مدینہ سے الوداع ہوتے ہیں تو دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں کہ وہ اب آپ کے روضہ کی زیارت سے محروم ہو رہے ہیں۔

۵- بَابُ طَرَحِ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةِ عَلٰی

أَصْحَابِهِ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

امام کا اپنے اصحاب کے علم کی آزمائش

کے لیے ان سے کوئی سوال کرنا

اس باب کے تحت بھی وہی حدیث سابق روایت کی ہے اور پہلے باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث کو اس لیے لائے کہ اس میں ”حدیثنا“ کا ذکر تھا اور اس باب میں اس حدیث کو اس لیے لائے کہ اس میں علمی آزمائش کا ذکر ہے البتہ پہلی حدیث قتیبہ کی سند کے ساتھ مروی تھی اور یہ حدیث خالد بن مخلد کی سند سے مروی ہے۔

۶۲- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ، حَدَّثُونِي مَا هِيَ؟ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، ثُمَّ قَالُوا حَدَّثَنَا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے پس مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبد اللہ نے

ہیَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

کہا: لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں میں چلا گیا، حضرت عبداللہ نے کہا: میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، پھر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خالد بن مخلد النخعی الکوفی، یہ امام مالک اور سلیمان بن بلال وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے اسحاق بن راہویہ اور محمد بن دینار وغیرہ روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل نے کہا: ان کی احادیث منکر ہیں، یحییٰ بن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ ۲۱۳ھ میں وفات پا گئے تھے، اس حدیث کے بقیہ رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۹)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۷۱-ج ۷ ص ۶۲۸ پر مذکور ہے، اس کی شرح میں کھجور کے درخت کے ساتھ مؤمن کی مشابہت کی وجوہات اور دیگر مسائل بیان کیے گئے ہیں، تقریباً ایک جیسی شرح ہے۔ علاوہ ازیں تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۸۰-۱۷۹، ابراہیم: ۲۶-۲۳ میں بھی اس کی شرح موجود ہے۔

علم کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

۶۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعِلْمِ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَوَقَّلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طہ): اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر" (طہ: ۱۱۳)

(۱۱۴)

اس باب کی پہلے ابواب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ان ابواب میں شیخ کے پڑھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں شیخ کے سامنے پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس عنوان میں قراءت اور عرض کا لفظ ہے اور عرض کے دو معنی ہیں: (۱) طالب شیخ کے سامنے حدیث پڑھ کر پیش کرے، اس کو عرض قراءت کہتے ہیں (۲) طالب شیخ کے سامنے اپنی لکھی ہوئی حدیثیں پیش کرے، پھر شیخ اس کا اپنی اصل کے ساتھ مقابلہ کرے، پھر وہ درست ہو تو اس کو واپس دے کر کہے: میں ان حدیثوں پر مطلع ہو گیا اور میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم ان حدیثوں کو مجھ سے روایت کرو، اس کو عرض منادلہ کہتے ہیں، اسی طرح شیخ کے سامنے قراءت کے بھی دو معنی ہیں، کیونکہ قراءت کا ایک معنی ہے: طالب کا شیخ کے سامنے شیخ کی لکھائی ہوئی حدیث کو پڑھنا، خواہ طالب پڑھے یا کوئی اور پڑھے اور شیخ اپنی اصل کو ہاتھ میں لے کر سنے اور طالب کے پڑھے ہوئے کا اپنی اصل سے مقابلہ کرے، اس قراءت علی الشیخ کو بعض محدثین عرض بھی کہتے ہیں۔

قراءت علی العالم پر دلائل

امام بخاری فرماتے ہیں:

محدث کے سامنے پڑھنا اور حدیث پیش کرنا۔

الْقِرَاءَةُ وَالْعَرْضُ عَلَى الْمُحَدِّثِ.

اور حسن، سفیان ثوری اور مالک کی رائے میں قراءت جائز

وَرَأَى الْحَسَنُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ الْقِرَاءَةَ

ہے۔

جائزۃ.

یعنی حسن بصری، سفیان ثوری اور امام مالک کے رائے میں محدث کے سامنے اس کی لکھائی ہوئی حدیثیں پڑھنا جائز ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ طالب نے اپنے شیخ سے صحیح نقل کیا ہے یا نہیں، پھر امام بخاری فرماتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: میں نے ابو عاصم سے سنا، وہ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَذْكُرُ عَنْ

سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ أَنَّهُمَا كَانَا يَرَيَانِ الْقِرَاءَةَ
وَالسَّمَاعَ جَائِزًا.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ إِذَا
قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ حَدَّثَنِي
وَسَمِعْتُ وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ
بِحَدِيثِ ضَمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اللَّهُ أَمْرَكَ أَنْ تُقِيمَ (نُصَلِّي) الصَّلَوَاتِ؟ قَالَ
نَعَمْ قَالَ فَهَذِهِ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَخْبَرَ ضَمَامٌ قَوْمَهُ بِذَلِكَ فَأَجَازُوهُ.

سفیان ثوری اور امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دونوں قراءت
اور سماع کو جائز کہتے تھے۔

ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں
نے کہا: جب محدث کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو ”حَدَّثَنِي“
اور ”سَمِعْتُ“ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض علماء نے عالم
کے سامنے پڑھنے پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے استدلال
کیا ہے انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے
کہ ہم نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ نبی ﷺ کے
سامنے قراءت ہے حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی اور
ان کی قوم نے اس خبر کو قبول کر لیا۔

امام بخاری نے فرمایا: جو بعض علماء نے کہا ہے: اس سے ان کی مراد ان کے شیخ حمیدی ہیں؛ کیونکہ انہوں نے تصحیح نقل کے لیے
محدث کے سامنے حدیث پڑھنے پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے؛ کیونکہ حضرت ضمام نبی ﷺ کے پاس
آئے اور آپ سے اسلام کے متعلق سوال کیا پھر آپ نے جو جواب دیا اس کو آپ کے سامنے دہرایا اور یہی قراءت علی الشیخ کی مثال
ہے پھر امام بخاری فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّحَابَةِ يَقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ
فَيَقُولُونَ أَشْهَدُنَا فُلَانٌ وَيَقْرَأُ ذَلِكَ قِرَاءَةً عَلَيْهِمْ
وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُولُ الْقَارِئُ أَقْرَأَنِي فُلَانٌ.

امام مالک نے اس سے ”صَحَّ“ (یہ لفظ چیک کا معرب ہے
جس کو فارسی میں قبالہ یا اقرار نامہ کہا جاتا ہے اس سے مراد دستاویز
ہے) پر استدلال کیا ہے جس کو قوم کے سامنے پڑھا جاتا ہے اور
پڑھنے والے پر پڑھا جاتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فلاں شخص نے
اس دستاویز (اشامپ و سپر وثیقہ) پر گواہ بنایا پس پڑھنے والا کہتا ہے
کہ مجھ کو فلاں شخص نے پڑھایا۔

اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
الْحَسَنِ الْوَائِسِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ
لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ.

ہم سے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہم
سے محمد بن الحسن الوائسی نے حدیث بیان کی از عوف از الحسن
انہوں نے کہا: عالم کے سامنے قراءت میں کوئی حرج نہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ
الْفَرَبِيُّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ إِذَا قُرِئَ
عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ حَدَّثَنِي. قَالَ
وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُولُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ الْقِرَاءَةَ

ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمد بن یوسف
الفربری نے خبر دی اور ہمیں محمد بن اسماعیل بخاری نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از
سفیان انہوں نے کہا: جب محدث کے سامنے حدیث پڑھی جائے
تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم کہو: اس نے مجھے حدیث بیان کی

عَلَى الْعَالَمِ وَقِرَاءَتُهُ سَوَاءٌ.

انہوں نے کہا: میں نے ابو عاصم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: از مالک وسفیان کہ عالم کے سامنے پڑھنا اور عالم کا پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

یعنی طالب کا محدث کے سامنے حدیث پڑھنا اور محدث کا خود حدیث پڑھنا دونوں برابر ہیں اور دونوں صورتوں میں طالب اس حدیث کو "حدثنا" کے صیغہ کے ساتھ روایت کر سکتا ہے اس وضاحت کے بعد امام بخاری باب کے عنوان پر درج ذیل حدیث روایت کر کے استدلال کرتے ہیں:

٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ هُوَ الْمُقْبَرِيُّ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاحَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكِيٌّ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ فَقُلْنَا هَذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَكِيُّ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي سَأَلْتُكَ فَمَشَدَّ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَأَ لَكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ اللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ اللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصُومَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ اللَّهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلَى فَقَرَائِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ أَمَنْتُ بِمَا جِئْتُ بِهِ وَأَنَا رَسُولٌ مِنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضِمَامٌ بَيْنَ ثَعْلَبَةَ أَخَوَيْ بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید جو مقبری ہے از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر بیٹھا ہوا آیا اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا پھر اس کو باندھ دیا پھر صحابہ سے کہا: تم میں سے کون شخص (سیدنا) محمد (ﷺ) ہے؟ اس وقت نبی ﷺ صحابہ کے درمیان نیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے ہم نے کہا: یہ سفید رو شخص جو نیک لگائے ہوئے ہیں پھر آپ سے اس شخص نے کہا: عبدالمطلب کے بیٹے ہو؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں جواب دے چکا ہوں پس اس شخص نے نبی ﷺ سے کہا: میں آپ سے سوال کرنے والا ہوں اور سوال میں آپ سے سختی کروں گا آپ اپنے دل میں مجھ پر غصہ نہ کریں آپ نے فرمایا: جو دل میں آئے سوال کرو اس نے کہا: میں آپ کو آپ کے رب کی قسم دے کر اور آپ سے پہلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا واقعی اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا واقعی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں: کیا واقعی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم سال کے اس مہینہ میں روزے رکھا کریں؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں: کیا واقعی آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے دولت مند لوگوں سے صدقہ لے کر اس کو

ہمارے قراء میں تقسیم کریں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس شخص نے کہا: آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں میں اس پر ایمان لے آیا اور میں اپنے پیچھے اپنی قوم کا رسول (نمائندہ) ہوں اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں جو بنو سعد بن ابی بکر کا بھائی ہے۔

رَوَاهُ مُوسَى وَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

امام بخاری فرماتے ہیں: اس حدیث کو موسیٰ اور علی بن عبد الحمید نے روایت کیا ہے، از سلیمان از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہما۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۲، سنن نسائی: ۳۰۱۹، مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۱۹، مسند ابن خزیمرہ: ۲۳۵۸، مسند ابی حنبلہ: ۱۵۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۷۱۹۔ ج ۲۰ ص ۱۳۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: محدث کے سامنے حدیث کو پڑھنا اور حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سن کر آپ کے سامنے اس حدیث کو پڑھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمیسی (۲) لیث بن سعد المصری (۳) سعید بن ابی سعید المقبری ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر المدنی القرشی ابی نمر پہلے اُحد میں مشرکین کے ساتھ مل کر لڑنے کے لیے آئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت دے دی انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سعید بن مسیب وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک اور سعید مقبری وغیرہ نے سماع کیا ہے ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے یحییٰ بن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے امام ترمذی کے علاوہ محدثین کی بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں ان کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی ہے (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۸)

حضرت ضمام بن ثعلبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ضمام بن ثعلبہ کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کا ذکر ہے اس میں اختلاف ہے کہ جب حضرت ضمام بن ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے اس وقت وہ مسلمان ہو چکے تھے یا نہیں ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ آپ کے پاس آنے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور امام بخاری نے بھی یہی سمجھا ہے اور وہ اس لیے آئے تھے کہ نبی ﷺ پر حدیث پیش کریں اسی لیے امام بخاری نے اس باب کا عنوان "قراءت والعرض علی المحدث" قائم کیا ہے نیز اس حدیث میں ہے: انہوں نے کہا: آپ جو کچھ لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا اور میرے پیچھے جو قوم ہے میں اس کا نمائندہ ہوں اور قاضی عیاض اور دیگر محدثین نے کہا: وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اس کے بعد اسلام لائے تھے اور اس وقت محض تفتیش کے لیے آئے تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو بھیجا تھا حتیٰ کہ جب وہ مکالمہ سے فارغ ہوئے تو پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس حدیث میں جو مذکور ہے: "آپ جو کچھ لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا" اس سے مراد ان کا اسی وقت ایمان لانا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے پہلے ایمان کی خبر دے رہے ہیں علامہ قرطبی نے بھی قاضی عیاض کے قول کو ترجیح دی ہے نیز امام ابوداؤد نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے: باب: مشرک کا مسجد میں داخل ہونا اور

امام بخاری نے جو ”قراءت والعرض علی المحدث“ کا عنوان قائم کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے اس وقت ضمام بن ثعلبہ کو مسلمان سمجھا ہو امام ابن اسحاق نے کہا: ضمام بن ثعلبہ ۹ھ میں آئے تھے الواقدی نے کہا: وہ ۵ھ میں آئے تھے لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ صحیح مسلم: ۱۲ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت آئے تھے جب قرآن مجید میں مسلمانوں کو سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور یہ ممانعت (المائدہ: ۱۰۱) میں ہوئی ہے اور سورہ مائدہ آخر میں نازل ہوئی ہے ثانی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دینے والوں کو زیادہ تر فتح مکہ کے بعد بھیجا تھا ثالث اس لیے کہ بنو سعد بن بکر غزوہ خنین کے بعد اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

نیز اس حدیث میں بنو سعد بن بکر کا ذکر ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی تخیال ہے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۳۳ فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۱ الملحم ج ۱ ص ۱۶۳-۱۶۲ ملخصاً)

مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا اور ماکول اللحم کا پیشاب اور گوہر حرام ہونا

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کے ایمان لانے کا ذکر ہے اور یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی معجزہ طلب کیا تھا یا از خود رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی معجزہ دکھایا تھا یا کوئی دلیل پیش کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ دلائل میں غور و فکر کے بغیر بھی مقلد کا ایمان صحیح ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ خبر واحد کا قبول کرنا صحیح ہے کیونکہ یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ کی قوم نے یہ کہا ہو کہ ہم تمہارے پیغام کو اس وقت تک قبول نہیں کریں گے حتیٰ کہ کسی اور ذریعہ سے تمہاری بات کی تصدیق ہو جائے۔ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا اور جانوروں سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی پیشاب یا لید کر دیں گے اس سے امام احمد نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا پیشاب اور ان کی لید پاک ہے۔

اسی طرح حافظ عبد اللہ روپڑی (غیر مقلد عالم) لکھتے ہیں:

”قضب گاؤ“ (بیل کا آلہ تاسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے مگر یہ مذہب صحیح نہیں بلکہ ”ماکول اللحم“ (جن جانوروں کا گوشت حلال ہے) کا گوہر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶ ادارہ احیاء السنۃ العربیہ سرگودھا)

ہمارے نزدیک محض مسجد میں اونٹ باندھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا پیشاب اور گوہر پاک اور حلال ہو جائے کیونکہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے مسجد کے احاطہ میں اونٹ باندھ دیا اور محض احتمال سے ان کا پیشاب اور گوہر کیسے پاک ہو سکتا ہے جب کہ ان کی تحریم اور نجاست کے متعلق صریح احادیث موجود ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر اس کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۳۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴۸ مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱ المسند رک ج ۱ ص ۱۸۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲ سنن دارقطنی: ۳۵۸)

گوہر اور لید کی نجاست کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے گئے اور مجھے فرمایا کہ میں آپ کے لیے تین پتھر لے کر آؤں مجھے وہ پتھر ملے میں نے تیسرا پتھر تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا پس میں نے گوبر اٹھالیا اور اس کو آپ کے پاس لے گیا آپ نے وہ پتھر لے لیا اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶، سنن ترمذی: ۷۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸)

ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا اور یا محمد کہنے کا جواز اور بعض اعتراضات کے جوابات

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے کہا: تم میں سے کون محمد ہے؟ اور اس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا جائز ہے لیکن آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا جائز نہیں ہے قرآن مجید میں ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ۶۳)۔

بلا تے ہو۔

البتہ یا محمد کہنا جائز ہے کیونکہ اس میں آپ کو نداء ہے اور آپ کو پکارنا ہے آپ کو نام لے کر بلانا نہیں ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے صحابہ کا آپ کو یا محمد کہنا ثابت ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۰۹)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے آپ کو یا نبی اللہ یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک وہ ایمان نہیں لائے تھے نیز انہوں نے دیہاتیوں کے طریقہ سے آپ کا نام لیا اور اس پر انکار نہیں کیا گیا۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ ۹ ہجری میں اسلام لائے تھے اس وقت تک حج فرض ہو چکا تھا حالانکہ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم: ۱۲ میں بھی ہے اس میں حج کا ذکر ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور اس حدیث میں صرف ہمارے فقراء کو زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ مصرف زیادہ مشہور ہے اس لیے صرف اس کا ذکر کیا گیا۔

۷ - بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ

أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ

کا علم کو شہر والوں کی طرف لکھنا

مناولہ کا لغت میں معنی ہے: کسی کا کوئی چیز دینا اور اس کا اس چیز کو لینا اور اصطلاح میں مناولہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مناولہ مقرونہ بالا جائزہ (۲) مناولہ مجردہ۔ "مناولہ مقرونہ بالا جائزہ" کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنا مجموعہ احادیث طالب کو دے اور کہے کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم ان احادیث کی مجھ سے روایت کرو امام مالک کے نزدیک یہ سماع کی حالت ہے اور اس صورت میں طالب ان احادیث کو "حدثنا" کے ساتھ روایت کر سکتا ہے (۲) دوسری قسم ہے: مناولہ مجردہ یعنی شیخ طالب کو اپنا مجموعہ احادیث دے اور یہ نہ کہے کہ میں تم کو اس کی روایت کی اجازت دیتا ہوں طالب کے لیے ان احادیث کو "حدثنا" کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں ہے امام بخاری کی یہاں مناولہ سے مراد پہلی قسم ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ان ابواب میں حدیث کی ادائیگی کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے۔

"مکاتبہ" کا معنی ہے: شیخ طالب کی طرف کوئی حدیث لکھ کر بھیج دے اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) مکاتبہ مقرونہ بالا جائزہ

(۲) مکاتبہ مجردہ۔

مکاتیب پر آثار صحابہ سے استدلال

وَقَالَ أَنَسُ نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ

بِهَا إِلَى الْأَفَاقِ.

امام بخاری فرماتے ہیں: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت عثمان نے مصاحف لکھے اور ان کو شہروں میں بھیج دیا۔

”مصاحف“، ”مصحف“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: لکھی ہوئی آسمانی کتاب قرآن مجید میں ہے:

ابراہیم اور موسیٰ پر نازل ہونے والے صحیفے ○

صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ (الاعلیٰ: ۱۹)

اب ہمارے عرف میں مصحف سے مراد لکھا ہوا یا چھپا ہوا قرآن مجید ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ آرمینیا اور آذربائیجان کی فتح کے لیے اہل شام کے خلاف جہاد کر رہے تھے اور ان کے ساتھ اہل عراق تھے اس وقت حضرت حذیفہ قرآن مجید کے پڑھنے میں مسلمانوں کے اختلاف سے گھبرا گئے پھر حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس سے پہلے کہ یہ امت یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف کرنے لگے آپ اس امت کو سنبھال لیں پھر حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا آپ ہمارے پاس وہ مصحف بھیج دیں (جس کو صحابہ کی ایک جماعت نے تحقیق سے مرتب کیا تھا) ہم اس کی نقل کرا کے آپ کو واپس کر دیں گے حضرت حفصہ نے حضرت عثمان کے پاس وہ مصحف بھیج دیا پھر حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کے موافق مصاحف لکھیں پھر حضرت عثمان نے تین قرشی صحابہ سے کہا: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت کا قرآن کے کسی لفظ میں اختلاف ہو تو اس کو اخت قریش کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن کریم ان کی لغت پر نازل ہوا ہے انہوں نے یہاں کیا حتیٰ کہ جب انہوں نے مصاحف تیار کر لیے تو حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کا مصحف واپس کر دیا اور ان صحابہ نے جو مصاحف تیار کیے تھے ان کی نقول تمام شہروں میں بھیج دیں اور یہ حکم دیا کہ تمام شہروں میں ان کے علاوہ جو مصاحف ہیں (ان کی سیانی و دھوکہ اور ان کے غسالہ اور دھوون کو تبرکاً لی کر) ان کا غزو کو جلا دیا جائے (تاکہ کلیۃً ان کا وجود ختم ہو جائے)۔ (صحیح البخاری: ۴۹۸)

اس مصحف کی نقول مختلف شہروں میں بھیجنے سے امام بخاری نے مکاتیب پر استدلال کیا ہے یعنی علم کو لکھ کر مختلف شہروں میں بھیجنا اور اس کا حجت ہونا باقی ان مصاحف سے قرآن مجید کا ثبوت نہیں ہے وہ تواتر سے ثابت ہے ان مصاحف سے قرآن مجید کی لکھی ہوئی صورت مستفاد ہوئی ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے ایک اور تعلق پیش کیا:

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یحییٰ بن سعید اور امام مالک

وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَ

نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

مَالِكُ ذَلِكَ جَائِزاً.

روایت حدیث کے طریقے

امام بخاری نے ان ابواب میں حدیث بیان کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں پہلے دو بابوں میں تین طریقے بیان کیے: (۱) ”حدثنا“ (۲) ”اخبرنا“ (۳) ”ابانا“ اس کے بعد (۴) ”المناولة المقرونة بالاجازة“ بیان کیا اس کے بعد (۵) ”المناولة المحردة“ بیان کیا اس کے بعد (۶) ”الكتابة المقرونة بالاجازة“ بیان کیا اس کے بعد (۷) ”الكتابة المحردة“ بیان کیا اس کے بعد (۸) ”الاجازة“ ہے اس کی قوی صورت یہ ہے کہ ایک معین استاد کسی معین طالب سے یہ کہے: میں تم کو امام بخاری یا دیگر محدثین کی احادیث روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں آج کل جو دینی مدارس میں سند حدیث دی جاتی ہے وہ اسی آٹھویں طریقہ کے مطابق

۶۔

امام بخاری فرماتے ہیں: اور بعض اہل حجاز نے مناوہ پر نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جب آپ نے لشکر کے امیر کو ایک مکتوب لکھا اور فرمایا: اس کو اس وقت تک نہ پڑھنا جب تک کہ تم فلاں فلاں مقام پر نہ پہنچ جاؤ جب وہ اس مقام پر پہنچ گئے تو انہوں نے اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور انہیں نبی ﷺ کے حکم کی خبر دی۔

وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمَنَاوَلَةِ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لَأَمِيرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأَهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ، وَآخَبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسلام کے پہلے لشکر کی کارروائی

حجاز سے مراد مکہ مدینہ اور یمامہ ہے اور بعض اہل حجاز سے مراد امام بخاری کے استاذ حمیدی ہیں اور لشکر کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش الاسدی ہیں یہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں امام محمد بن اسحاق نے کہا: یہ پہلا لشکر تھا جس میں مسلمانوں نے مال غنیمت حاصل کیا تھا یہ رجب ۲ھ میں غزوہ بدر سے پہلے ہوا تھا اس میں ۸ مہاجرین تھے واپسی میں یہ لشکر مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ میں قریش کی گھات میں ٹھہرا تا کہ ان کی جاسوسی کرنے کیلئے رجب کو انہوں نے عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا اور ان کے دو آدمی گرفتار کر لیے نبی ﷺ نے ان کو ملامت کی اور فرمایا: میں نے تم کو حرمت والے مہینہ میں تو قتل کرنے کے لیے نہیں کہا تھا ادھر قریش نے شور مچا دیا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے حرمت والے مہینہ کو حلال کر لیا یہ پہلا مقتول تھا اور پہلے قیدی تھے اور پہلا مال غنیمت تھا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۰-۳۸ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ یہ مکتوب بحرین کے امیر کو دے بحرین کے امیر نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا اس نے جب اس مکتوب کو پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ابن شہاب کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ ابن المسیب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف یہ دعا کی:

۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا، وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى، فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ، فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلُّ مُمَزَّقٍ.

[اطراف الحديث: ۲۹۳۹-۴۳۲۴-۷۲۶۳] ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں پورے پورے ٹکڑے۔

(سنن نسائی: ۸۸۳۶، سنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۹، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۹، سنن بیہقی ج ۹ ص ۷۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۴ طبع قدیم مسند

احمد: ۲۱۸۳ ج ۳ ص ۶۹ مؤسستہ الرسالہ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنا مکتوب اپنے نمائندہ کو دیا اور وہ حدیث ہے: "یہ المناوہ" کی اصل ہے اور آپ نے فرمایا: یہ مکتوب امیر البحرین کو دیا جائے "سویہ المکاتبة" کی اصل ہے۔

بیٹ مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن عبد اللہ المدنی (۲) ابراہیم بن سعد (۳) صالح بن کیسان الغفاری (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۰)

حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دیا، امام بخاری نے کتاب المغازی میں بیان کیا ہے کہ وہ شخص حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی تھے وہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور مہاجرین اولین میں سے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کو رومیوں نے قید کر لیا تھا، ان کے بادشاہ نے کہا تھا: تم میرے سر کو بوسہ دو، میں تم کو چھوڑ دوں گا، یہ طویل قصہ ہے، جس کو ہم حدیث: ۱۶ کی تشریح میں پہلے بیان کر چکے ہیں، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور بدر میں حاضر تھے، نبی ﷺ نے ان کو مسریٰ کی طرف روانہ کیا تھا، ان سے احادیث بھی مروی ہیں، امام مسلم ان کی ایک حدیث کی روایت کے ساتھ منفرد ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۴۱۱ طبع قدیم، تہذیب المعجم ج ۵ ص ۱۸۵، تقریب المعجم ج ۲ ص ۲۸۳، خلاصۃ الخرز ج ۲ ص ۵۹)

عظیم البحرین اور کسریٰ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عظیم البحرین کو دینے کے لیے مکتوب دیا، بحرین، بصرہ اور عمان کے درمیان ایک شہر ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۱) خلیج فارس کے ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے، جس کا رقبہ اڑھائی سو مربع میل ہے۔ ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان اردو ص ۶۱)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی اور حضرت العلاء بن الحضرمی کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا تھا، حضرت ابو عبیدہ کو آپ نے وہاں روانہ کیا تھا اور وہ وہاں سے جزیہ لے کر آئے تھے، البحرین کا بادشاہ المنذر بن سادوی تھا، اس نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی تھی اور مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے بہ راہ راست کسریٰ کو خط نہیں بھیجا تھا بلکہ عظیم البحرین کے واسطے سے بھیجا تھا کیونکہ اس کو بہ راہ راست مکتوب بھیجنے میں مشکلات تھیں۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

”کسریٰ“ فارس کے بادشاہوں کا لقب ہے، جیسے ”قیصر“ روم کے بادشاہوں کا لقب ہے، جس نے نبی ﷺ کا مکتوب گرامی بھاڑا تھا، اس کا نام پردیز بن هرمز بن انوشیروان تھا، جب اس نے نبی ﷺ کا مکتوب گرامی پھاڑا تو آپ نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور آپ نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، الواقعہ یہ ہے کہ کسریٰ پر اس کا بیٹا شہر وہ مسلط ہو گیا اور ۷۷ھ میں اس کو قتل کر دیا، پھر اس کے پورے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور تمام روئے زمین سے اس کی سلطنت جاتی رہی!

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے کہا ہے کہ جب کسریٰ نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب پھاڑ دیا تو اس نے یمن کے عامل بازان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ تم دو قوی مردوں کو اس شخص کے پاس بھیجو، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ میرے پاس اس شخص کی خبر لے کر آئیں، بازان نے اپنا مکتوب دے کر اپنے دو آدمیوں کو بھیجا، وہ مدینہ میں آئے اور انہوں نے بازان کا مکتوب نبی ﷺ کو دیا، نبی ﷺ مسکرائے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، ان کے کندھے کپکپانے لگے، آپ نے فرمایا: تم اپنے گورنر کو یہ پیغام پہنچا دینا

کہ میرے رب نے اس کے رب کسریٰ کو آج رات سات گھنٹے پہلے قتل کر دیا ہے یہ ۷ھ ۱۰ جمادی الاولیٰ منگل کی رات تھی بے شک اللہ نے اس کے بیٹے شروہ کو اس پر مسلط کیا اور اس نے پرویز کو قتل کر دیا زہری نے کہا ہے کہ جب بازار ان کو یہ خبر پہنچی تو وہ اسے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ ﷺ کی دعا ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا بے ادبی ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علم کو لکھ کر دوسرے شہروں میں بھیجنا چاہیے اور جب کفار بے ادبی سے پیش آئیں تو ان کے خلاف دعا ضرر کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں ”دعا علیہم“ کا لفظ ہے۔ عام اصول کے مطابق اس کا ترجمہ ہوگا ان پر بددعا کی لیکن جب دعا کا فاعل رسول اللہ ﷺ ہوں تو پھر یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی فعل بد نہیں ہے قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

بخاری کے اردو شارحین نے اس حدیث میں ”دعا علیہم“ کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے:

نواب وحید الزمان نے لکھا ہے: آں حضرت ﷺ نے ایران والوں پر بددعا کی۔ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۲۱)

سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے: ان لوگوں کے لیے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کی بددعا فرمائی۔ (انوار الباری ج ۵ ص ۵۹)

شیخ سلیم اللہ خان نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے بددعا کی۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۲۰۳)

شیخ اتقی عثمانی نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ان پر بددعا کی تھی۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۶۹)

ہمارے نزدیک یہ تمام تراجم غلط ہیں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کے ادب کے پیش نظریوں لکھنا چاہیے تھا: آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی آپ کسی کے متعلق دعائے خیر کریں یا دعائے ضرر کریں آپ کا ہر فعل حق صواب اور حسن ہے اور آپ کا کوئی فعل بد نہیں ہے۔

۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُونَ كِتَابًا إِلَّا مَحْتُمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِصَّةِ نَفْسِهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ كَاتِبِي أَنْظِرْ إِلَى يَاصِبِهِ فِي يَدِهِ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَفْسُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ أَنَسُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مقاتل ابو الحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قنادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک مکتوب لکھا یا آپ نے لکھنے کا ارادہ کیا آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جو مہر شدہ ہو تب آپ نے چاندی کی ایک انگلی بنوائی جس کا نقش ”محمد رسول اللہ“ تھا گویا میں آپ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا تھا شعبہ نے کہا: میں نے قنادہ سے پوچھا کہ کس نے کہا کہ اس کا نقش ”محمد رسول اللہ“ تھا انہوں نے کہا: حضرت انس نے۔

[اصطلاح: الحدیث: ۲۹۳۸-۵۸۷۰-۵۸۷۲-۵۸۷۵-۵۸۷۴]

ہے یہ مناولہ مجلس علم میں ہی ہوتا ہے اور اس باب میں جس مجلس کا ذکر ہے اس سے مراد بھی مجلس علم ہے۔

۶۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ
إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى
عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ
فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ
اِثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ
وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةَ فِي الْحَلْقَةِ
فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا
الثَّالِثُ فَادْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا
أَحَدُهُمْ فَاوَى إِلَى اللَّهِ فَأَوَاهُ اللَّهُ وَأَمَّا الْآخَرُ
فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ
فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث: ۴۷۳]

اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۶، سنن ابوداؤد: ۴۸۴۵، سنن ترمذی: ۲۷۲۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۱، مسند ابویعلیٰ: ۱۳۴۵، تاریخ دمشق ج ۱۹ ص ۱۹۲، الکبیر: ۳۳۰۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۳۴، الاحاد والثنائی: ۹۰۱، صحیح ابن حبان: ۸۶، شرح النبی: ۳۳۳۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۹، طبیح قدیم مسند احمد: ۲۱۹۰، ج ۳ ص ۲۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: جو شخص وہیں بیٹھ گیا جہاں مجلس علم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ وہاں جا کر بیٹھ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن اویس (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ یہ تابعی ہیں انہوں نے اپنے والد اور حضرت انس بن مالک سے سماع کیا ہے ان کی توثیق پر اتفاق ہے ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابومرہ عقیل بن ابی طالب کے آزاد شدہ غلام ہیں یہ حضرت ابوالدرداء، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے (۵) ابوقادح لیثی ان کے نام میں اختلاف ہے انہیں الکلی نے کہا: ان کا نام الحارث بن عوف ہے الواقدی نے کہا: ان کا نام الحارث بن مالک ہے یہ قدیم الاسلام تھے ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے انہوں نے خود کہا: اس سے پہلے میں کافر تھا غزوہ خنین میں تھے جنگ یرموک میں شریک ہوئے اس کے بعد مکہ میں فوت ہو گئے انہوں نے نبی ﷺ سے ۲۴ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے امام مسلم نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے انہوں نے ۶۸ھ میں ۵۷ سال کی عمر میں

میں وفات پائی۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۷۷)

عالم کی مجلس کی عظمت اور مجلس میں بیٹھنے کے آداب

اس حدیث میں ”نفر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس آدمیوں تک کی جماعت۔

اور اس حدیث میں ہے: ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص علم کی مجلس میں آ جائے وہ اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کو چاہیے کہ وہ طالب کو پناہ دے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عالم کی مجلس میں بیٹھنے کا قصد کرے اور وہاں بے ادبی کرنے سے حیا کرے تو اللہ اس سے حیا فرماتا ہے اور امید ہے کہ اس کو عذاب نہیں دے گا اور جو شخص عالم کی مجلس سے اعراض کرے اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے ان دو آدمیوں کی تحسین فرمائی جنہوں نے عالم کی مجلس کا ادب کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نیک کام کرے اس کی تحسین کرنی چاہیے اور یہ کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے اور کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔

آداب مجلس کے متعلق احادیث

عمرو بن شعیب اپنے باپ (شعیب) اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۳، سنن ترمذی: ۲۷۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کی اجازت کے بغیر ان میں تفریق کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مجلس سے اٹھ جائے اور پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۵۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مجلس میں چارزانو بیٹھے رہتے حتیٰ کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔ (صحیح مسلم: ۶۷۰، سنن ابوداؤد: ۴۸۵۰، سنن ترمذی: ۵۸۵، سنن نسائی: ۱۳۵۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجلس میں دو آدمی تیسرے آدمی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ تیسرا آدمی اس سے غمگین ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۶۲۹۰، صحیح مسلم: ۲۱۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۸۵۱، سنن ابن ماجہ: ۷۷۵، سنن ترمذی: ۳۷۷۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرو اور جو قرآن کا عالم ہو اور اس میں غلو اور کمی نہ کرتا ہو اس کی تعظیم کرو اور عادل حکمران کی تعظیم کرو (یعنی ان کو مجلس میں نمایاں جگہ بٹھاؤ)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۳)

* باب مذکور کی حدیث صحیح مسلم: ۵۵۶۵۔ ج ۵ ص ۵۴۲ پر ہے اس کی شرح کا یہ عنوان ہے: علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے

۹۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ مَبْلَغٍ أَوْ عِيٍّ مِنْ سَامِعٍ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم کی مجلس میں بیٹھنے والوں کا ذکر تھا اور علم کی مجلس میں لوگ ہوتے ہیں جو حدیث کو سنتے ہیں اور دوسروں تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں۔

اس باب کے عنوان پر درج ذیل حدیث صراحت دلاتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی پھر جس طرح اس بات کو سنا ویسے ہی اس کو دوسروں تک پہنچا دیا کیونکہ بعض اوقات جن کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۲۶۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از ابن سیرین از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود کہ نبی ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک انسان نے اس کی مہار یا لگام پکڑی ہوئی تھی آپ نے فرمایا: آج کون سادہ ہے؟ ہم خاموش رہے ہم نے گمان کیا کہ آپ عنقریب اس دن کے نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے آپ نے فرمایا: کیا آج قربانی کرنے کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ عنقریب آپ اس مہینہ کے نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے پھر آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اس طرح حرام ہیں جس طرح یہ آج کے دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہیں حاضر کو چاہیے کہ غائب کو یہ حدیث پہنچا دے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حاضر اس شخص کو یہ حدیث پہنچائے جو اس حدیث کو اس سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْوَانَ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخَطَامِهِ أَوْ بِرِجْلِهِ قَالَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ فَسَكَنَّا حَتَّى ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيَسْتَبِيهِ سَوَى اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلَى . قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ فَسَكَنَّا حَتَّى ظَنَّنَا سَيَسْتَبِيهِ بَغِيرِ اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا بَلَى . قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَآمَوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا يُبْلَغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُبْلَغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ.

اطراف الحدیث: ۱۰۵-۱۷۴-۳۱۹-۳۳۰۶-۳۶۶۲

۵۵۵۰-۷۰۷۸-۷۴۴۷

(صحیح مسلم: ۱۶۷۹، سنن ترمذی: ۱۵۲۰، سنن نسائی: ۴۴۰۱)

سنن دارمی: ۱۵۱۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۰۹۱، صحیح ابن حبان: ۳۸۴۸

۵۹۷۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵

ص ۲۶، مسند الزہرا: ۳۶۱۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷، طبع قدیم مسند احمد:

۲۰۳۸۷- ج ۵ ص ۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسور بن سرحدان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) بشر بن الفضل بن لاحق الرقاشی انہوں نے ابن المنکدر اور عبداللہ بن عون

وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد نے سماع کیا ہے ابو زرعد اور ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن عون بن اربطبان البصری انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور ان سے سماع نہیں کیا قاسم بن محمد حسن بصری اور محمد بن سیرین وغیرہ سے سماع کیا ہے ان سے شعبہ ثوری ابن المبارک اور دیگر نے سماع کیا ہے ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۶۶ سال کی عمر میں ۸۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن سیرین ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عبدالرحمان بن ابی بکرہ نقیج بن الحارث البصری یہ ۱۴ھ میں بصرہ میں پہلے مسلمان پیدا ہوئے انہوں نے اپنے والد ابو بکرہ اور حضرت علی اور دیگر سے سماع کیا ہے یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے (۶) حضرت ابو بکرہ نقیج بن الحارث رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۵۳)

اس اعتراض کا جواب کہ سواری پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے پھر آپ نے سواری پر خطبہ کیوں دیا؟ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے یہ منی میں حجة الوداع کا واقعہ ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں اور صحیح بخاری کے ایک اور باب میں بھی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی ﷺ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ اور آج کون سا دن ہے؟ تو صحابہ نے ہر سوال کے جواب میں کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۴۰۶، صحیح مسلم: ۱۶۷۹، سنن نسائی: ۵۸۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم پر واجب ہے کہ جن لوگوں تک علم نہیں پہنچا ہے ان تک علم پہنچائے اور جن کو پیغام سمجھ میں نہیں آیا ان کو پیغام وضاحت سے بیان کرے قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ. (آل عمران: ۱۸۷)

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جن کو کتاب دی گئی تھی کہ تم اس کو تمام لوگوں سے بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اونٹ پر بیٹھ کر خطبہ دیا حالانکہ اس کے خلاف یہ حدیث ہے: حضرت بلال بن معاذ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنی سواریوں پر کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: اپنی سواریوں پر سلامتی کے ساتھ سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور راستوں اور بازاروں میں ان سواریوں کو اپنی باتوں کے لیے کرسیاں نہ بناؤ بعض سواریاں اپنے سوار سے بہتر ہوتی ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو۔ (المجم الکبیر: ۳۳۲ ج ۲ ص ۲۰۵، مسند احمد: ۱۵۶۲۹ ج ۳ ص ۳۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (مجمع الرواۃ ج ۸ ص ۱۰۷) تاہم ایک اور حدیث کی سند حسن ہے: سعد بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان سواریوں پر سلامتی کے ساتھ سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور ان کو کرسیاں نہ بناؤ۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۸۶، صحیح ابن خزییمہ: ۲۵۳۳، صحیح ابن حبان: ۵۶۱۹، المعجم الکبیر: ۳۳۱ ج ۲ ص ۲۰۵، المستدرک ج ۱ ص ۳۳۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۵، مسند احمد: ۱۵۶۳۹ ج ۳ ص ۳۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بلا ضرورت سواریوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے اور نبی ﷺ کا اونٹ پر بیٹھ کر خطبہ دینا ضرورت پر محمول ہے اور یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے یا پھر یہ آپ کی خصوصیت ہے عام مسلمانوں کے لیے

جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کو اونچی جگہ پر بیٹھ کر خطاب کرنا چاہیے اور جو چیز شدید حرام ہو عالم پر واجب ہے کہ اس کی تحریم کو زیادہ شدت اور تاکید سے بیان کرے جیسے نبی ﷺ نے مسلمانوں کی جانوں، مالوں اور عزتوں کو حج کے مہینہ حج کے دن اور مکہ مکرمہ کی حرمت کے ساتھ تشبیہ دی اور اس سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کا خون ان کا مال اور ان کی عزت حرمت میں برابر ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۲۷۰ ج ۳ ص ۷۰۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے درج ذیل عنوان ہیں:

(۱) اشہر حرم میں رد و بدل کی تفصیل اور تحقیق (۲) آیا اشہر حرم میں قتال منسوخ ہو چکا ہے یا نہیں؟ (۳) حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل۔

۱۰- بَابُ اَلْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ

قول اور عمل سے پہلے علم کا حصول

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں مُتَلَمِّع اور سامع کا حال بیان کیا گیا اور مُتَلَمِّع وہ شخص ہے جس کو حدیث پہنچائی جائے اور حدیث کا پہنچانا علم کی تعلیم اور تعلیم کے ذریعہ ہوگا امام بخاری نے اس باب کے عنوان کے ثبوت میں اپنی سند کے ساتھ کوئی حدیث روایت نہیں کی البتہ عنوان پر قرآن مجید کی آیات اور دیگر ائمہ کی روایت کردہ احادیث سے استدلال کیا ہے:

علم کی فضیلت میں آیات احادیث اور آثار

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾
(محمد: ۱۹) فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ.

امام بخاری کہتے ہیں: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”پس

جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے“ (محمد: ۱۹)۔ اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتداء کی ہے۔

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا علم حاصل کر دو پھر لا الہ الا اللہ کہو اس کے بعد فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. (محمد: ۱۹)

اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں پر اللہ سے مغفرت

طلب کریں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کے لیے

مغفرت طلب کریں۔

اس آیت میں پہلے علم کے حصول کا حکم دیا ہے اور پھر مغفرت طلب کرنے کے عمل کا حکم دیا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا:

وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَرَثُوا الْعِلْمَ،

اور بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں انہوں نے علم کا

وارث بنایا ہے پس جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بڑے حصہ کو

حاصل کیا۔

امام بخاری نے اس مکمل حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پنجے بچھاتے ہیں اور بے شک عالم کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں مغفرت طلب کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ اور

ان کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے بشار کا وارث کیا ہے نہ درہم کا انہوں نے صرف علم کا وارث کیا ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۸۴، سنن ابوداؤد: ۳۶۳۱، سنن ابن ماجہ: ۲۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶)

ائمہ شیعہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(فتیہ من لاسننہ الفقہ ج ۳ ص ۲۷۷، جامع احادیث الشیعہ: ۲۶۰، ج ۱ ص ۱۳۲، مطبع المہر، قم، ایران: ۱۳۱۳ھ)

ائمہ شیعہ کا حوالہ ہم نے اس لیے دیا ہے تاکہ شیعہ پر حجت قائم ہو کہ انبیاء علیہم السلام مال کا وارث نہیں کرتے، علم کا وارث کرتے ہیں اور باغ فدک نبی ﷺ کا ترکہ نہ تھا کہ اس میں وراثت جاری ہوتی۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ
طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ.
جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

یہ بھی مذکور الصدر مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس آیت سے استدلال کیا:

وَقَدْ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ
الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸).
اور اللہ عزوجل نے فرمایا: ”اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں“ (فاطر: ۲۸)۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی سرقندی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ عالم پر یہ حق ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرے، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت اس کی ہیبت اور اس کی قدرت اور اس کے جلال کا علم ہوتا ہے اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا علم ہو اور وہ اس پر ایمان لایا ہو، وہ اللہ کے احکام کی مخالفت کرنے اور اس کی نافرمانی کرنے سے ڈرے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمانی سے ناراض ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیتا ہے، لیکن جس کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا علم نہ ہو اور وہ اس پر ایمان نہ لایا ہو، وہ اس سے نہیں ڈرے گا۔ (تذیلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۴۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ﴿وَمَا يَعْزِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ (العنکبوت): امام بخاری نے کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قرآن مجید میں

بیان کی ہوئی مثالوں کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں“ (العنکبوت: ۴۳)۔

یعنی عقول اشیاء کے اسباب اور ان کے دلائل کو سمجھتی ہیں کیونکہ علم اشیاء کے حقائق کی معرفت کی طرف پہنچاتا ہے لہذا قرآن میں بیان کی ہوئی مثالوں سے صرف علماء ہی نفع اٹھا سکتے ہیں اور بے علم شخص تو ان مثالوں کے معنی ہی کو نہیں جانے گا۔

(تذیلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۴۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۶ھ)

﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي

الْأَشْجَابِ الشَّعِيرِ﴾ (الملك: ۱۰) کہا: کاش! ہم بہ غور سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ

ہوتے“ (الملك: ۱۰)۔

جب کافروں نے یہ اعتراف کیا کہ ہمارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا تو گویا انہوں نے مان لیا کہ انہوں نے

اس کی آیات کو سنا اور سمجھا، لیکن انہوں نے اپنے سننے اور سمجھنے سے فائدہ نہیں اٹھایا، کیونکہ سننے کا فائدہ یہ تھا کہ اس کو مانتے اور سمجھتے فائدہ یہ تھا کہ اس کے تقاضے پر عمل کرتے۔ (تذیلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۱۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۶ھ)

وَقَالَ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۹)

اور امام بخاری نے کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”آپ کہیے:

جو لوگ علم والے ہیں اور جو لوگ بے علم ہیں برابر ہیں؟“ (الزمر: ۹)

یعنی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علم ہے اور وہ ان کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے ڈرتے

ہیں اور جو ان چیزوں کو نہیں جانتے، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (تذیلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۶۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۶ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُوَدِّ اللَّهُ

امام بخاری نے کہا: اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے

ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

بِهِ خَيْرٌ أَيْفَقَّهُهُ فِي الدِّينِ.

یہ حدیث معلق ہے اور پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے آگے چل کر امام بخاری نے اس حدیث کو مکمل موصول روایت کیا وہ

حدیث یہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا

ارادہ کر لیتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین

پر قائم رہے گی اور اس کو مخالفین سے ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۱، صحیح مسلم: ۱۰۳۷)

امام بخاری نے کہا:

وَأِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ.

اور علم صرف تعلیم یعنی سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ بھی ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

ہے: علم صرف تعلیم (سیکھنے) سے حاصل ہوتا ہے اور فقہ صرف تفقہ (سمجھنے) سے حاصل ہوتی ہے اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا

ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو ”معجم

کبیر“ میں روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا اور اس کی سند میں عتبہ بن ابی حکیم ہے اس کی ابو حاتم اور ابو ذر

اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۸)

وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمَامَةَ عَلَى

امام بخاری نے کہا: اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم اس

پر تلوار رکھ دو اور اپنی گدی کی طرف اشارہ کیا، پھر مجھے یہ گمان ہو کہ

تمہارے گدی پر وار کرنے سے پہلے میں وہ بات کہہ سکتا ہوں جس

کو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے تو میں اس بات کو ضرور کہوں گا۔

هَذِهِ. وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ. ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أَنْفَذْتُ كَلِمَةً

سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ

تُجِيزُوا عَلَيَّ لَا نَفَذْتُهَا.

یہ بھی ایک حدیث کا قطعہ ہے مکمل حدیث اس طرح ہے:

ابو کثیر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ جمرہ وسطیٰ کے

پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کے گرد لوگ جمع تھے اور ان سے فتوے طلب کر رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور ان

سے کہنے لگا: کیا تم فتویٰ دینے سے باز نہیں آتے؟ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: کیا تم میرے محاسب

مقرر کیے گئے ہو؟ اور اپنی گدی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اگر تم اس پر تلوار رکھ دو پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تمہارے گدی پر وار کرنے سے

میں وہ بات کہہ سکتا ہوں جس کو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے تو میں اس بات کو ضرور کہوں گا۔

(سنن دارمی: ۵۴۹۔ ج ۱ ص ۱۵۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر کوربذہ میں جلاوطن کرنے کا سبب اور سربراہ ملک کے منع کرنے کے باوجود احادیث بیان کرنا اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت ابوذر شام میں تھے تو حضرت ابوذر کا اور حضرت امیر معاویہ کا اس آیت کے مصداق میں اختلاف ہو گیا تھا:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا
يُجْزَىٰ سَبِيلَ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (التوبة: ۳۴)
جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کراتے ہیں اور اس کو اللہ کی
راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر دے
دیجئے ○

حضرت معاویہ کہتے تھے: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یہ آیت ہم مسلمانوں اور اہل کتاب دونوں کے متعلق ہے پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کوربذہ میں جلاوطن کر دیا اور ان کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان ہر حال میں حضور سے سنی ہوئی حدیث پہنچائے خواہ اس کو قتل کی دھمکی دی جائے یا اس کی گدی پر تلوار رکھ دی جائے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر سربراہ ملک کسی عالم کو فتویٰ دینے سے نزوک دے تو اس پر اس سربراہ کی اطاعت واجب نہیں بلکہ اس پر رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی اطاعت واجب ہے کہ میری حدیث دوسروں تک پہنچاؤ۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عالم پر واجب ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتا رہے اور برائی کو شدت سے روکتا رہے خواہ اس کو اس راہ میں مصائب برداشت کرنا پڑیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور اگر وہ اذیت کے خوف سے خاموش رہے تو یہ بھی اس کے لیے مباح ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علم یاد رکھے ایک قسم کا علم تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا اور اگر علم کی دوسری قسم کو میں پھیلا دوں تو میرے حلقوم کو کاٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۰)

حسن بصری نے کہا: حضرت ابو ہریرہ نے سچ کہا ان کی مراد ایسی احادیث تھیں جن میں آنے والے فتنوں کی خبر تھی اور ان کی خبر دینے میں کوئی مصلحت شرعی نہ تھی۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۶۳-۶۴)

ربانی، حلم، حکمت اور فقہ کے معانی

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ «كُنُونَا رَبَّانِيْنَ» (آل عمران: ۷۹) حُلَمَاءُ فَقَهَاءُ۔
امام بخاری کہتے ہیں: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:
”رب والے بن جاؤ“۔ (آل عمران: ۷۹) حلم والے اور فقہ والے۔

لغت میں ”ربانی“ کا معنی ہے: جو اللہ عزوجل والا اور عارف باللہ ہو اور عرف میں عالم اور معلم کو ربانی کہا جاتا ہے ”حلم“ کا معنی بردباری ہے یعنی غضب کے وقت پرسکون رہنا صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ”حکماء“ کا لفظ ہے حکمت کا معنی ہے: واقع کے مطابق اشیاء کی معرفت اور عقیدہ قول اور فعل کی صحت اور فقہ کا معنی ہے: دلائل تفصیلیہ سے احکام شرعیہ کی معرفت یا نفس کو اپنے نفع اور ضرر کے کاموں کی معرفت۔

وَيَقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصَغَارِ الْعِلْمِ
امام بخاری کہتے ہیں: ربانی اس کو کہتے ہیں جو لوگوں کو علم کی

قبل کبارہ۔ بڑی کتابوں سے پہلے علم کی چھوٹی کتابیں پڑھائے۔

امام بخاری نے یہ بعض علماء کا قول نقل کیا ہے۔

نبی ﷺ نصیحت اور علم میں صحابہ کی

۱۱۔ بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حفاظت اور رعایت کرتے تھے

وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُم بِالْمَوْعِظَةِ

تاکہ وہ اکتانہ جائیں

وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوا

اس عنوان میں "تخول" کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: حفاظت کرنا اور رعایت کرنا، یعنی نبی ﷺ صحابہ کرام کو وقفہ وقفہ پر

نصیحت کرتے تھے اور مسلسل تعلیم نہیں دیتے تھے تاکہ وہ گھبرانہ جائیں اور اکتانہ جائیں۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت ہے کہ پہلے باب میں علم کا ذکر تھا اور اس باب میں علم کو سکھانے کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف

۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی ازعمش

عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ

ابوداؤد از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ مختلف ایام میں

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ

نصیحت کر کے ہماری حفاظت اور رعایت کرتے تھے ہمارے

فِي الْإَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا

اطراف الحدیث: ۷۰-۶۸ | کتابت کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۲۱، سنن ترمذی: ۲۸۵۵، المعجم الکبیر: ۱۰۳۴، ابوالکامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۵۳، شرح السنہ: ۱۳۵، ظل دارقطنی ج ۵ ص ۱۲۹)

احمد ج ۱ ص ۳۷۷ طبع قدیم مسند احمد ج ۶ ص ۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے کیونکہ باب کے عنوان میں تعلیم میں رعایت کرنے کا ذکر ہے اور

حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن یوسف فریابی انہوں نے اعمش اور سفیان وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد اور محمد ذہلی وغیرہ نے سماع کیا

ہے اور امام بخاری نے بھی ان کی روایات سے بہت جگہ استدلال کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ نیک آدمی تھے امام نسائی اور ابو حاتم نے

کہا: یہ ثقہ تھے ۲۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان ثوری (۳) سلیمان بن مہران الاعمش (۴) ابوداؤد شقیق بن سلمہ الکوفی

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۶۶)

حدیث مذکور کا معنی

اس حدیث میں "السامة" کا لفظ ہے اس کا معنی ملال اور اکتاہٹ ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ مختلف اوقات میں صحابہ کو نصیحت کرتے تھے اور تمام اوقات میں نصیحت نہیں کرتے تھے

تاکہ صحابہ کو ملال نہ ہو اور وہ اکتانہ جائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (التوبة: ۱۲۸)

مسلمانوں کی مشقت سے حفاظت ان کی رعایت اور ان پر شفقت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور اسی وقت نماز کی اقامت ہو تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۷۱، صحیح مسلم: ۵۶۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کی ابتداء کرو اور اپنے کھانے سے پہلے نماز نہ پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۶۷۲، صحیح مسلم: ۵۵۷، سنن ترمذی: ۳۵۳، سنن نسائی: ۸۵۲، سنن ابن ماجہ: ۹۳۳، مسند احمد: ۳/۱۱۰)

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اس وقت ان کا کھانا ایا گیا قاسم نماز پڑھنے لگے تو حضرت عائشہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب کھانا آجائے تو نماز نہ پڑھے اور نہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت کو روک رہا ہو۔ (صحیح مسلم: ۵۶۰، سنن ابوداؤد: ۸۹)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرے اور جماعت کھڑی ہو تو وہ بیت الخلاء جانے سے ابتداء کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۸، سنن نسائی: ۸۵۱، سنن ابن ماجہ: ۶۱۶، مسند احمد: ۱۵۹۵۹، دار الفکر: معصف ابن ابی شیبہ: ۲/۳۲۳)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ نافع سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص کو اپنے پیٹ میں ریح (گیس) محسوس ہو رہی ہو؟ انہوں نے کہا: جس کے پیٹ میں ریح محسوس ہو رہی ہو وہ اس کو روک کر نماز نہ پڑھے۔ (معصف ابن ابی شیبہ: ۲/۳۲۳)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۰۔ ج ۷ ص ۶۵۸ پر ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: ”امت پر نبی ﷺ کی شفقت کا بیان“ اس کے تحت صرف ایک حدیث کا ذکر ہے۔

۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَسَرَّوْا وَلَا تُعْبَسَرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنْفَرُوا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو التیاح نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ

ﷺ آپ نے فرمایا: آسان احکام بیان کرو اور مشکل احکام نہ بیان کرو اور بشارت دو اور لوگوں کو متفرق نہ کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۳، مسند ابوعوانہ: ج ۳ ص ۸۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۶۶، مسند الزہرا: ۷۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۸۹۰، مسند ابویعلیٰ: ۳۱۷۲، حلیۃ الاولیاء: ج ۳ ص ۸۳، التلخیص الاوسط: ۷۴۱۲، مسند احمد: ج ۳ ص ۱۳۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۳۳۳۔ ج ۱۹ ص ۳۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ: بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے کہ مسلمان اکتانہ جائیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن بشار بن عثمان بن داؤد بن کیسان البصری امام احمد نے کہا: میں نے ان سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں ان سے امیر ایہم حربی ابو زرعہ اور ابو حاتم وغیرہ نے روایت کی ہے یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) ابوالتیاح یزید بن حمید انہوں نے حضرت انس اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے اور بہت

تابعین سے سماع کیا ہے، امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں، یہ ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے، بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۶۸)

آسان احکام کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اس حدیث میں حکام اور علماء کے لیے ہدایت ہے کہ وہ عوام کو آسان احکام بیان کریں اور مشکل احکام بیان کر کے لوگوں کو عمل سے دور نہ کریں اور نیک کاموں پر جنت اور ثواب کی خبر سنائیں۔

قرآن مجید میں آسان احکام کے لیے حسب ذیل آیات ہیں:

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْمَاءِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ. (المائدہ: ۶)

اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو پس اس کو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ملو اللہ تم کو کسی تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا، لیکن تم کو پاک کرنا چاہتا ہے۔

اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں (روزوں کی) تعداد پوری کرنی چاہیے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں کرتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ۷۸)

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ. (البقرہ: ۱۸۵)

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ. (البقرہ: ۱۸۳)

اور جو روزہ رکھنے کی دشواری سے طاقت رکھیں (جیسے شیخ فانی اور داغی مریض) ان کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا (دو کلو گرام گندم) ہے۔

آسان احکام کے متعلق احادیث

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان (نمازیوں) میں کمزور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳، صحیح مسلم: ۴۶۷، سنن ترمذی: ۲۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۶)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز اس لیے تاخیر سے پڑھتا ہوں کہ فلاں شخص فجر میں بہت لمبی قراءت کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس قدر غضب میں آئے کہ میں نے آپ کو کبھی اس قدر غضب میں نہیں دیکھا، پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ دوسروں کو متفر کرنے والے ہیں سو جو شخص لوگوں کا امام ہو وہ اختصار سے نماز پڑھائے کیونکہ اس کے پیچھے کم زور بوڑھے اور کسی کام پر جانے والے ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳، صحیح مسلم: ۴۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۸۳)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے طائف کا امیر بنایا تو مجھے آخری نصیحت

فرمائی: اے عثمان! نماز اختصار کے ساتھ پڑھانا اور جو سب سے کمزور لوگ ہوں ان کا خیال رکھنا، کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے کم عمر بیمار و دور جانے والے اور کام پر جانے والے (بھی) ہوتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۳۱، سنن نسائی: ۶۶۸، سنن ابن ماجہ: ۹۸۷، مسند احمد: ۱۶۲۷۳، دار الفکر)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے احکام میں تخفیف کر دی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کسی عمل کو ترک کر دیتے تھے حالانکہ وہ عمل آپ کو محبوب ہوتا تھا آپ کو یہ ناپسند ہوتا تھا کہ لوگ اس عمل میں آپ کی اقتداء کریں گے پھر ان پر وہ عمل فرض کر دیا جائے گا اور آپ کو یہ پسند تھا کہ مسلمانوں پر فرض میں تخفیف کر دی جائے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۴ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۵۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط مطابقت صحیح ہے۔)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۱۳۔ ج ۵ ص ۲۶۵ پر درج ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

جس شخص نے اہل علم کے لیے

معین دن مقرر کیے

۱۲۔ بَابُ مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ

الْعِلْمِ أَيَّامًا مَّعْلُومَةً

اس باب کی باب سابق کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس باب میں علم اور نصیحت کے معاملہ میں مسلمانوں کی رعایت کرنے کا بیان تھا تاکہ وہ اکتانہ جائیں اور اس باب میں معین دنوں میں ان کی تعلیم کا ذکر ہے تاکہ ہر روز تعلیم دینے سے وہ اکتانہ جائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہم کو جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہر جمعرات کے دن نصیحت کرتے تھے ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحت کیا کریں حضرت ابن مسعود نے کہا: لیکن مجھے جو چیز اس سے باز رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ میں تمہیں ملال اور اکتاہٹ میں مبتلا کرنے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں نصیحت کرنے میں تمہاری اس طرح حفاظت اور رعایت کرتا ہوں جس طرح نبی ﷺ اکتاہٹ اور ملال کے خدشہ سے ہماری حفاظت اور رعایت کرتے تھے۔

۷۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوْ دِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَيْبَى أَكْرَهُ أَنْ أَمْلِكُكُمْ وَإِنِّي أَخَوَلُّكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا.

سوئم اور چہلسم وغیرہ کا جواز

اس حدیث کی اطراف اور تخریج حدیث: ۶۸ میں دیکھ لی جائیں اور اس کی شرح بھی وہیں دیکھ لی جائے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود ہر روز نصیحت نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اکتانہ جائیں اور انہوں نے وعظ اور نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر کر لیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ نقلی عبادات کے لیے اپنی سہولت سے دن مقرر کرنا جائز ہے اور یہ

تعیین عرفی ہے، تعین شرعی نہیں ہے، جیسے آج کل پانچ نمازوں کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے مقرر کر لیے جاتے ہیں اسی طرح نفلی صدقہ اور خیرات کے لیے مسلمان اپنی سہولت کے لیے سوئم، چالیسویں اور برسی کا تعین کر لیں یا محفل میلاد کے انعقاد کے لیے یا حضرت غوث اعظم کو ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن معین کر لیں یا نکاح اور ولیمہ کے لیے یا ختم بخاری اور دستارِ فضیلت کے جلسہ کے لیے اپنی سہولت کے لیے کوئی تاریخ مقرر کر لیں تو یہ جائز ہے اور یہ تعین عرفی ہے اور اس کو ناجائز اور بدعت کہنا خود ناجائز ہے تاہم ان تاریخوں کو ضروری اور تعین شرعی جاننا اور دوسری تاریخوں میں ان کاموں کو ناجائز جاننا بدعت اور حرام ہے۔

۱۳- بَابُ مَنْ يُرِدُ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا

جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کر لے اس کو

يُفْقِهُهُ فِي الدِّينِ

دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں اہل علم کو نصیحت کرنے کا ذکر تھا کہ کیا چیز ان کے دین میں مفید ہے اور کیا چیز مضر ہے اور ایسی نصیحت کرنا فقہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس باب میں فقہ کی مدح کا ذکر ہے اور وہ کیوں کر مدح نہ ہوگا جب کہ اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب وہ کہتے ہیں کہ حمید بن عبد الرحمان نے کہا: میں نے حضرت معاویہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقہ عطا فرماتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے (یعنی قیامت)۔

۷۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَائِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ.

[طرف اللہ: ۳۱۱۶-۳۱۳۱-۳۱۴۲-۴۳۶۰]

(صحیح مسلم: ۱۰۳، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱، المعجم الکبیر: ۸۶۰، ج ۱۹، مسند ابویعلیٰ: ۴۸۸، ح ۵، ص ۱۳۲، مسند احمد ج ۴، ص ۹۲، طبع قدیم)

مسند احمد: ۱۶۸۳۳-ج ۲۸، ص ۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر البصری انہوں نے امام مالک ابن وہب لیث اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے محمد بن یحییٰ الذہلی امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے سماع کیا ہے امام ابن ابی حاتم نے کہا: میں نے ان سے سماع کیا ہے لیکن یہ ثبت نہ تھے المقدسی نے کہا: یہ انسب اور تاریخ میں سب سے بڑے عالم تھے ۲۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) عبد اللہ بن وہب البصری انہوں نے امام مالک لیث اور ثوری سے سماع کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ صحیح الحدیث تھے سماع اور عرض میں فرق کرتے تھے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ تھے ۱۹۷ھ میں مصر میں فوت ہو گئے (۳) یونس بن یزید الایلی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) حمید بن عبد الرحمان بن عوف ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا تب الوقی

تھے فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور ۷۸ سال کی عمر گزار کر ۲۲ رجب ۶۰ھ میں ان کی وفات ہو گئی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں اور امام مسلم نے پانچ احادیث روایت کی ہیں اور چار احادیث کی روایت پر دونوں متفق ہیں ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۷۳-۷۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث اور آثار

بعض لوگ حضرت معاویہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں اس لیے ہم ان کے فضائل میں احادیث ذکر کر رہے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! ان کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵-۶۶، التاج الکبیر ج ۲ ص ۹۹، مسند ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۵۳، تاریخ الکبیر ج ۵ ص ۲۴۰، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۵۸، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۷)

رویم بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میرے ساتھ کشتی لڑیے حضرت معاویہ نے اس کی طرف کھڑے ہو کر کہا: اے اعرابی! میں تیرے ساتھ کشتی لڑوں گا نبی ﷺ نے فرمایا: معاویہ کبھی بھی مغلوب نہیں ہوگا حضرت معاویہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے کبھی جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۳۶۵ ج ۲ ص ۶۲، ۱۶، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۲۱ھ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آسمان کی طرف اتنے ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے کہ آپ کی بغلیں نظر آ رہی تھیں آپ کہہ رہے تھے: اے اللہ! آگ کو معاویہ کے بدن پر حرام کر دے اے اللہ! آگ کو معاویہ کے بدن پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۳۸۳ ج ۲ ص ۶۶-۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے سامنے اس دروازہ سے ایک شخص آئے گا جو اہل جنت سے ہے تو اس دروازہ سے حضرت معاویہ آئے دوسرے دن پھر آپ نے اسی طرح فرمایا پھر حضرت معاویہ آئے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! وہ یہ ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! وہ یہ ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں آپ نے انشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم جنت کے دروازہ پر مجھ سے اس طرح ہو گے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۰ ج ۲ ص ۷۰)

یزید بن الاصم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہو گئی تو حضرت علی اپنے لشکر کے مقتولوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: یہ جنت میں ہیں پھر حضرت معاویہ کے لشکر کے مقتولین کے پاس گئے اور فرمایا: یہ (بھی) جنت میں ہیں اور ضرور میرے اور معاویہ کے درمیان معاملہ ہوگا پھر میرے حق میں فیصلہ کیا جائے گا اور معاویہ کی مغفرت کی جائے گی اسی طرح میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ ص ۹۷)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرو پس اللہ کی قسم! اگر تم نے معاویہ کو مکر یا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے گویا کہ وہ حنظل (اندرائن) ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ ص ۱۰۵)

میمون بن مہران اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس مرض میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی اس میں انہوں نے بیان کیا

کہ میں رسول اللہ ﷺ کو وضو کرا رہا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تم کو قیص نہ پہناؤں میں نے کہا: کیوں نہیں آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں آپ جو قیص پہنے ہوئے تھے آپ نے وہ اتار کر مجھے پہنا دی میں نے اس کو پہنا پھر اٹھا کر رکھ لیا آپ نے اپنے ناخن تراشے میں نے وہ ناخن لے کر ایک شیشی میں رکھ لیے اور وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو وہ قیص میرے جسم کے ساتھ ملا دینا اور ان ناخنوں کو میری آنکھوں پر رکھ دیا امید ہے ان کی برکت سے اللہ مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۵۶)

فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے خیر کا لفظ شرکی ضد ہے اس کا معنی ہے: خالص مشقت اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنی ہے: دو مقدور چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو واقع کرنا۔

اس کے بعد فرمایا: ”یفقه فی الدین“ یعنی اس کو دین میں فقیہ بنادیتا ہے۔ ”الفقه“ کا لغوی معنی ہے: دین کی فہم اور اس کا عرفی معنی ہے: دلائل تفصیلیہ سے احکام شرعیہ پر استدلال کرنا اور اس حدیث میں لغوی معنی ہی مناسب ہے پھر فقہ کی حسب ذیل تعریفیں ہیں:

الحسن البصری نے کہا: فقیہ وہ شخص ہے جو دنیا میں زاہد ہو اور آخرت میں راغب ہو دین پر بصیرت رکھتا ہو اور دائمی عبادت کرتا ہو۔ ”الحکم“ میں لکھا ہے: کسی چیز کے علم اور اس کی فہم کو فقہ کہتے ہیں اور اس کا غالب اطلاق علوم دینیہ پر کیا جاتا ہے۔

ثعلب نے کہا: قرآن مجید ہر علم کی اصل ہے اور اسی سے علماء کو دین کی فقہ حاصل ہوئی۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۷۴)

نبی ﷺ کے قاسم ہونے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں فرمایا: میں تو صرف قاسم ہوں اور عطا اللہ فرماتا ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اور بھی صفات ہیں آپ نبی اور رسول ہیں بشیر اور نذیر ہیں پھر یہ کیوں فرمایا: میں تو صرف قاسم ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد قصر قلب ہے یعنی میں عطا نہیں کرتا۔ عطا تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے میں تو صرف اس عطا کی تقسیم کرتا ہوں اور کیا تقسیم کرتا ہوں یہ نہیں فرمایا تاکہ آپ کی تقسیم صرف فقہ میں منحصر نہ ہو اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا کرتا ہے خواہ وہ علم ہو یا مال اور میں ہر چیز کو تقسیم کرتا ہوں خواہ وہ علم ہو یا مال ہو اسی وجہ سے ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ”باب العلم“ میں بھی ذکر کیا ہے اور ”باب الغنیمۃ“ میں بھی ذکر کیا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے جس کو جو کچھ ملا وہ آپ کی تقسیم سے ملا اور آپ کی تقسیم سے ملے گا۔

اور اس حدیث میں فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا امام احمد نے کہا: اس گروہ سے مراد محدثین ہیں قاضی عیاض نے کہا: اس گروہ سے مراد اہل سنت والجماعت ہیں علامہ نووی نے کہا: اس گروہ کی کئی شاخیں ہیں بعض مجاہد ہیں بعض فقہاء ہیں بعض محدث ہیں اور بعض زاہدین ہیں۔

حجیت اجماع پر احادیث سے دلائل

اس حدیث میں فرمایا: یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔ حجیت اجماع پر یہ حدیثیں بھی دلیل ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت گم راہی پر مجتمع نہیں ہوگی۔

(السنۃ لابن ماجہ ص ۸۶، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۷۳، سنن دارمی ج ۱ ص ۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی گم راہی پر مجتمع نہیں فرمائے

گ۔ (سنن ترمذی: ۲۵۰۶، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۱۰، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۹۶، اللامع المصنوع ج ۲ ص ۲۲۸، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۸۶)

نیز اس حدیث میں فقہ کی تمام علوم پر فضیلت ہے اور یہ فضیلت اس وقت ہے جب فقہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور علم کے تقاضوں پر عمل کرے اور اس حدیث میں نبی ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے کہ یہ امت قیامت تک اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور الحمد للہ! علماء حق کی جماعت اسی طرح دین پر قائم ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۷۸۔ ۷۹، ملخصاً و موضحاً و مخرجاً)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۵۔ ج ۲ ص ۹۵۸ پر ہے اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل (۲) دور قاروقی میں روایت حدیث میں احتیاط (۳) فقہ کی فضیلت (۴) ”انما انا قاسم“ کی تشریح۔

علم کی فہم

۱۴۔ بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ علم اور فہم کا ایک معنی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علم سے مراد ہے: معلوم اور اس عنوان کا خلاصہ ہے: معلومات کا ادراک اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں فقہ کا ذکر تھا اور ہم بتا چکے ہیں کہ فقہ کا معنی فہم ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: مجھ سے ابن ابی نجیح نے کہا از مجاہد انہوں نے کہا: میں مدینہ تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا میں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی صرف ایک حدیث سنی انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گوند لایا گیا جو چربی سے مشابہ ہوتا ہے آپ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جو مسلم کے مشابہ ہے میرے دل میں آیا کہ میں کہوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں حاضرین میں سب سے چھوٹا تھا میں خاموش رہا نبی ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

۷۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانِي بِجُحْمٍ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مِثْلَهَا كَمِثْلِ الْمُسْلِمِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَكَتُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ.

حدیث ۶۱: میں اس حدیث کی تخریج اور شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح سمعانی نے کہا: یہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا علم رکھنے والے تھے ان سے امام احمد امام بخاری اور امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن عیینہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد اللہ بن یسار ابو نجیح یحیی القطان نے کہا: یہ منکر تقدیر تھے ابو زرعة نے کہا: یہ ثقہ اور صالح الحدیث تھے یحیی نے کہا: ابن ابی نجیح اپنی بدعت کے بہت بڑے مبلغ تھے یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) مجاہد بن جبر المخرومی نہ تابعین کے طبقہ ثانیہ میں سے ہیں اور فقہاء الملک سے ہیں ان کی امانت اور توثیق پر اتفاق ہے انہوں نے حضرت ابن عباس حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے سماع میں اختلاف

ہے یہ ۸۳ سال کی عمر میں ۱۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۸۰-۷۹)

۱۵۔ بَابُ الْإِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

علم اور حکمت میں رشک کرنا

باب سابق اور اس باب میں یہ مناسبت ہے کہ باب سابق علم کی فہم میں تھا اور جس شخص میں جس قدر زیادہ علم کی فہم ہوتی ہے وہ اسی قدر زیادہ قابل رشک ہوتا ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ

امام بخاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: سیادت (منصب)

کے حصول سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

تُسَوِّدُوا.

حضرت عمر کا یہ ارشاد اس سند سے مروی ہے:

ابن عون از ابن سیرین از احف انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا: سیادت کے حصول سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۱۰ ج ۵ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے فرمایا کہ سیادت حاصل کرنے کے بعد آدمی کو علم حاصل کرنے سے شرم آئے گی اور اگر بغیر علم کے منصب پر بیٹھے گا تو غلط فیصلہ کرے گا اس لیے حصول منصب سے پہلے اس کا علم حاصل کرنے ہمارے ملک میں سینٹ اور قومی اسمبلی کے ممبران اسلامی قانون بناتے ہیں اور ان کو اسلام کے اصول اور فروع کا کوئی علم نہیں ہوتا اور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججز احکام شرعیہ کے مطابق فیصلے کرتے ہیں حالانکہ وہ مختصر القدوری سے بھی نا بلند ہوتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَبَعْدَ أَنْ تُسَوِّدُوا وَقَدْ تَعَلَّمْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كِبَرِ سِنِهِمْ.

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: اور حصول منصب کے بعد علم حاصل کرو کیونکہ نبی ﷺ کے اصحاب نے بڑی عمر کے بعد بھی علم حاصل کیا۔

۷۳۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلِطَ عَلَى هَاكِيهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيَعْلَمُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی اس کے سوا جو ہم کو زہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حسد (رشک) صرف دو آدمیوں میں کیا جائے ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو مصارف حق میں خرچ کرنے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس حکمت (علم) کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگوں کو تعلیم دے۔

[اطراف الحديث: ۱۳۰۹-۱۳۱۱-۱۳۱۶]

(صحیح مسلم: ۸۱۶ سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۸ مسند الحمیدی: ۹۹ سنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۳ مسند ابی یعلیٰ: ۵۰۷۸ صحیح ابن حبان: ۹۰۰ المعجم الاوسط:

۱۷۳۳ حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۳ سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۸ شعب الایمان: ۷۵۲۸ شرح السنہ: ۱۳۸ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۳۶۹ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵ طبع

قدیم مسند احمد: ۶۵۱ ج ۶ ص ۱۶۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم میں رشک کرنا اور حدیث میں بھی اسی کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۸۴)

حسد اور رشک کا معنی

اس حدیث میں حسد کا لفظ ہے حسد کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس شخص کی یہ نعمت زائل ہو جائے خواہ اس کو وہ نعمت ملے یا نہ ملے اس کے مقابلہ میں ”الغبطة“ (رشک کرنا ہے) اس کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت برقرار رہے اور اس کو بھی یہ نعمت مل جائے اور اس کا معنی صاحب نعمت اور صاحب کمال کی تعریف اور تحسین کرنا ہے حسد کرنا حرام اور رشک کرنا مستحسن ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

میں ہر حاسد کے حسد سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں O

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ O (الفلق: ۵)

حسد کی مذمت میں احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم حسد کرنے سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح ہٹا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو اور خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم سوار ہو کر مناظر سفر سے عبرت حاصل نہیں کرتے مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! پھر وہ سب سوار ہو کر گئے انہوں نے ایسے مکان دیکھے جن کے رہنے والے فنا ہو چکے تھے اور ان کے مکان ان کی چھتوں پر گرے ہوئے تھے آپ نے پوچھا: کیا تم ان مکانوں کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: میں ان مکانوں کو اور ان کے رہنے والوں کو نہیں پہچانتا آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ تھے جن کو بغاوت اور حسد نے ہلاک کر دیا ہے رشک حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور بغاوت اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے اور آنکھ زنا کرتی ہے (یعنی اس پر ابھارتی ہے) اور باتھوپہ جسم اور زبان اس کی تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب کرتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے حسد نہ کرنا ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۶۵ صحیح مسلم: ۲۵۵۹ سنن ترمذی: ۱۹۳۵ سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۹۳ ج ۲ ص ۵۹۲ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں صرف رشک اور حسد کا معنی بیان کیا گیا ہے۔

اس کا ذکر کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سمندر

میں حضرت خضر کی طرف گئے

۱۶۔ بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم پر رشک کرنے کا ذکر کیا گیا تھا اور اس باب میں علم کے حصول کے لیے ان کی طرف جانے کا ذکر ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿هَلْ أَتَبَعَكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَ مِمَّا عِلَّمْتَ رُشْدًا﴾ (الکہف: ۶۶)۔
امام بخاری کہتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”کیا میں آپ کی اس لیے اتباع کروں کہ آپ مجھے بھلائی کا وہ علم سکھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے؟“ (الکہف: ۶۶)۔

امام بخاری نے اس آیت سے علم کی فضیلت پر استدلال کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کے حصول کے لیے سمندر کے پرخطر سفر کو اختیار کیا اور علماء کی اتباع کرنے پر استدلال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے عظیم الشان نبی نے بھی حصول علم کی خاطر حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی اتباع کی پیش کش کی اور اپنی اتباع کرنے کا پہلے ذکر کیا اور طلب علم کا بعد میں ذکر کیا اور یہ نہیں کہا کہ آپ مجھے اپنا پورا علم سکھا دیں بلکہ یہ کہا کہ آپ کو جو علم دیئے گئے ہیں ان میں سے کچھ علم مجھے عطا فرمادیں اور یہ استاذ کا غایت ادب اور احترام ہے۔

۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ حَدَّثَنَا أَنَّ عَبِيدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ بْنِ حِصْنِ الْفَزَارِيِّ فِي صَاحِبِ مُوسَى فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا أَبِي بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لُقْيِهِ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَأَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى لَا فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ مُوسَى بَلِي عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحَوْتَ آيَةً وَقِيلَ لَهُ إِذَا فَقَذْتَ الْحَوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ وَكَانَ يَتَّبِعُ آثَرَ الْحَوْتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ ﴿وَأَرَأَيْتَ إِذَا أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحَوْتَ وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ قَالَ ذَلِكَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن غریب الزہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ان کی حرب بن قیس بن حصن الفزاری سے صاحب موسیٰ کے متعلق بحث ہوئی حضرت ابن عباس نے کہا: صاحب موسیٰ حضرت خضر تھے ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا اور کہا: میرے اور میرے اس ساتھی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث ہوئی ہے جن سے ملاقات کے راستہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا کیا آپ نے سنا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے متعلق کچھ فرمایا تھا؟ حضرت ابی نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے ایک شخص نے ان سے سوال کیا: کیا آپ کو علم ہے کہ آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر (تم سے بڑا عالم) ہے پس حضرت موسیٰ نے ان کے راستہ کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے پھلی کو ان کے لیے نشانی بنا دیا اور ان سے کہا گیا: جس جگہ آپ اس پھلی کو

جب الریان بن الولید فوت ہو گیا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کا امیر بنایا تھا اور ان کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا اس کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ ہوا اس کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اسلام کی دعوت دی تھی وہ اسلام نہیں لایا وہ ظالم بادشاہ تھا حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا پھر وہ بادشاہ ہلاک ہو گیا پھر اس کے بعد اس کا بھائی الولید بن مصعب بن ریان بادشاہ ہوا اس کی حکومت کے ایام بہت طویل تھے حتیٰ کہ وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کافرعون تھا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا اس سے زیادہ سرکش اور اس سے زیادہ لمبی عمر والا اور کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا وہ چار سو سال زندہ رہا حضرت موسیٰ کا نام موسیٰ کا معرب ہے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے ان کا یہ نام رکھا تھا عبرانی زبان میں "مو" کا معنی ہے پانی اور "شے" کا معنی ہے درخت حضرت موسیٰ کی والدہ نے ان کو تابوت میں رکھ کر اس تابوت کو سمندر میں ڈال دیا تھا پھر وہ تابوت بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر پرورش پائی۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۸۹)

حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف

اس حدیث میں حضرت خضر علیہ السلام کا بھی ذکر ہے ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت خضر کے نام میں کئی اقوال ہیں ابن قتیبہ نے "العارف" میں لکھا ہے: ان کا نام بلیاء ہے ابو حاتم جستانی نے کہا: ان کا نام خضرون ہے مقاتل نے کہا: ان کا نام ارمیاء ہے۔

ان کا لقب خضر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سفید چادر پر بیٹھتے تو اس کے پیچھے سبزہ اگ جاتا مجاہد نے کہا: جب وہ نماز پڑھتے تو ان کے ارد گرد کی چیزیں سبز ہو جاتیں۔

ان کے زمانہ میں بھی اختلاف ہے ایک قول ہے کہ وہ افریدون کے زمانہ میں تھے جو ذوالقرنین اکبر کا سپاہی تھا ثلثی نے کہا ہے کہ وہ ذوالقرنین کے وزیر تھے اور انہوں نے آب حیات پی لیا تھا ابن جریر نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ افریدون کے زمانہ سے پہلے تھے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا۔

حضرت خضر کے ولی یا نبی ہونے میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں کیونکہ انہوں نے کہا:

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي. (الکہف: ۸۲)

میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے۔

یعنی جن کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیے تھے وہ سب کام انہوں نے اپنی رائے سے نہیں کیے تھے بلکہ وحی سے کیے تھے اور وحی صرف انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی ہے ورنہ الہام کی بناء پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے یا کسی کی کشتی توڑنا جائز نہیں ہے۔

* ان کی حیات میں بھی اختلاف ہے جمہور ان کی حیات کے قائل ہیں اور محققین کہتے ہیں: ان کی وفات ہو چکی ہے اس کی تفصیل جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم: ۶۰۴ ج ۶ ص ۸۵۹-۸۵۳ کا مطالعہ فرمائیں نیز ان تمام مباحث کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۷ ص ۱۷۱-۱۵۰ الکہف: ۶۵-۶۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

مسائل علمیہ میں بحث کرنے اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کے آداب اور مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسائل علمیہ میں بحث کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حریز بن قیس الغزالی میں بحث ہوئی اور جب دو علماء میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم سے فیصلہ کرا لینا چاہیے جیسے حضرت ابن عباس نے حضرت ابی بن کعب سے فیصلہ کرایا اور کسی عالم کو اپنے موقف پر ضد نہیں کرنی چاہیے۔

انسان کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو اس کو مزید علم کی جستجو میں رہنا چاہیے اور کسی سے علم حاصل کرنے میں تکلف اور جھجک سے کام نہیں

لیتا چاہیے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کے لیے روانہ ہو گئے اور سفر میں اپنے ساتھ اپنے شاگرد کو بھی لیا اور کھانے پینے کی چیزیں بھی ہمراہ لیں اور یہ تمام چیزیں توکل کے عین مطابق ہیں، خلاف نہیں ہیں۔

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ”اے اللہ!

۱۷۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

اس کو کتاب کا علم سکھا

وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ عَلِمَهُ الْكِتَابَ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حضرت ابن عباس کی حرمین قیس کے ساتھ علمی بحث کا ذکر تھا اور اس باب میں حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کا ذکر ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کیا ہے۔

۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمِنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِمَهُ الْكِتَابَ. [أطراف الحديث: ۱۴۳-۳۷۶-۷۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے سینہ سے لگایا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم سکھا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۷، سنن ترمذی: ۳۸۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۶، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۳۷۹، ج ۵ ص ۷۲، مؤسسۃ

الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں وہی دعا مذکور ہے جو عنوان میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو البصریؒ یہ حافظ اور حجت ہیں انہوں نے عبد الوارث الدراوردی وغیرہ سے سماع کیا ہے ان سے ابو حاتم رازی اور امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا ہے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ اور عاقل اور منکر تقدیر تھے ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے

(۲) عبد الوارث بن سعید السمریؒ یہ ایوب السختیانی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور حجت تھے یہ بصرہ میں محرم ۱۸۰ھ میں فوت ہو گئے (۳) خالد بن مہران الحذاء (مویجی) یہ مویجیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے لیکن انہوں نے یہ کام نہیں کیا یہ تابعی ہیں انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے ابو حاتم رازی نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاتا یحییٰ اور احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۱۴۱ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۴) عکرمہ ابو عبد اللہ المدنیؒ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں برابر اہل مغرب سے ہیں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور بہت سے صحابہ سے سماع کیا ہے یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے علماء میں سے ہیں ان سے خالد الحذاء اور بہت لوگ روایت کرتے ہیں کہا گیا ہے کہ ان کی رائے خوارج کے موافق تھی نافع وغیرہ نے ان کو جھوٹا کہا امام بخاری نے ان پر اعتماد کیا ہے ان کی احادیث روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر عیب لگایا گیا ہے تاہم ان کی تعدیل میں بہت اقوال ہیں (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۹۹-۹۸)

حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لپٹایا اور میرے لیے یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم

عطا فرما۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے فضائل صحابہ میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے اپنے سینہ کے ساتھ لپٹایا اور یہ دعا کی: اللہ! اس کو حکمت کا علم عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۳۷۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس اس وقت سمجھ دار لڑکے تھے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے رشتہ دار بچہ کو شفقت سے سینہ کے ساتھ لگانا جائز ہے۔

اس دعا کا سبب امام بخاری نے ”کتاب الطہارۃ“ میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: نبی ﷺ بیت الخلاء گئے تو میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے دعا کی: اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۳۳) اور صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: جب آپ بیت الخلاء سے باہر آئے تو آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے تو آپ نے دعا کی: اللہ! اس کو سمجھ عطا فرما۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۷)

نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تکریم جائز اور صحیح ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کا خوش ہونا۔۔۔۔۔ اور شیخ اسماعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارت کا رد

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس دعا کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے شب کے معمولات دیکھنے کے لیے ایک رات گزاری جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا اس میں امام احمد نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز میں نبی ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم میرے پیچھے ہو جاتے تھے؟ تو میں نے کہا: کیا کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز میں آپ کے آگے ہو جائے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب آپ نے میرے لیے یہ دعا کی کہ اللہ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمائے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵ دار العرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام احمد کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ نے مجھے (بائیں جانب سے دائیں جانب کھڑا کرنے کے لیے) میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹا اور مجھے اپنے آگے کیا پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے تو میں پیچھے آ گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھ سے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا تو تم میرے پیچھے ہو جاتے تھے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز میں آپ سے آگے ہو جائے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو اللہ نے اتنا مرتبہ عطا کیا ہے! میرے اس جواب سے رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور میرے لیے یہ دعا کی کہ اللہ میرے علم اور فہم کو زیادہ فرمائے۔ الحدیث

شعیب الارنؤط نے کہا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم مسند احمد: ۳۰۶۰ ج ۵ ص ۱۷۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تکریم کرنا جائز اور صحیح ہے اس عمل سے رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے

امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینہ سے لگا کر یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا اور کتاب کی تائید کا علم عطا فرما۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۶)

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس کے حق میں دعا قبول نہ ہوئی ہو؟

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق نبی ﷺ کی یہ دعا قبول نہ ہوئی ہو؟ میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عام اللہ کے ولی کی دعا کو بھی ضرور بالضرور قبول فرماتا ہے حدیث میں ہے:

وان سنلنی لاعطینہ۔

اگر میرا بندہ مقرب مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بہ ضرور عطا فرماتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲، صحیح ابن حبان: ۳۳۷، کتاب الاسماء والصفات: ۴۹۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶، مسند ابویعلیٰ: ۲۰۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۶، المعجم الاوسط: ۶۱۳، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵، مقوۃ الصغریٰ ج ۱ ص ۱۵، مشکوٰۃ: ۲۲۶۶)

اور جب اللہ تعالیٰ عام عباد مقربین کی دعا کو بھی رد نہیں فرماتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور سید الانبیاء کی دعا کو قبول نہ فرمائے جب کہ اللہ ہر نبی کی دعا کو قبول فرماتا ہے حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ قسم کے لوگوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے: (۱) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کی تکذیب کرنے والا (۳) جبر سے حکومت پر قبضہ کرنے والا تاکہ ان کو عزت دے جن کو اللہ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے جن کو اللہ نے عزت دی ہے (۴) اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنے والا (۵) اور میری اولاد میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو حلال کرنے والا (۶) اور میری سنت کو (اہانتاً) ترک کرنے والا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۵۳، المعجم الاوسط: ۱۶۸۸، المعجم الکبیر: ۲۸۸۳)

اور چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں نبی ﷺ کی یہ دعا قبول ہو گئی تھی اسی وجہ سے حضرت ابن عباس قرآن مجید کے عالم ہیں، خبر الامت اور بحر علم ہیں، رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن ہیں اور قرآن اور سنت کے علماء راہنہ میں سے ہیں۔

* اس باب کی حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۶۲۴۶۔ ج ۶ ص ۱۱۴۳ پر مذکور ہے اور وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سوانح۔

۱۸ - بَابُ مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ

کم سن کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں نبی ﷺ کی دعا کا ذکر تھا اس وقت حضرت ابن عباس کم سن تھے اور سن شعور کو پہنچ چکے تھے اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ جو لڑکا کم سن ہو اور وہ سن شعور کو پہنچ چکا ہو وہ حدیث کا سماع کر سکتا ہے۔

سماع حدیث کی عمر کے تعین کی تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ سماع حدیث کی مدت کم سے کم پندرہ سال ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو غزوہ احد سے واپس کر دیا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال سے کم تھی امام احمد نے کہا: جب لڑکا سن شعور کو پہنچ جائے اور وہ سنی ہوئی بات کو سمجھ سکے تو اس کے لیے

حدیث کا سماع صحیح ہے اور حضرت ابن عمر کو اس لیے واپس کیا گیا تھا کہ وہ جہاد اور قتال کا موقع تھا اور خطیب بغدادی نے بہ کثرت ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جن کو صحابہ نے کم عمر میں سنا تھا۔ حضرت البراء بن عازب بھی جنگ بدر میں پندرہ برس سے کم تھے اس لیے ان کو بھی واپس کر دیا گیا تھا کیونکہ جنگ میں زیادہ قوت اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی حد پندرہ سال ہے اور سماع حدیث کے لیے اتنی عمر کافی ہے جس میں لڑکائی کو سمجھ سکے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل صفہ نے ۵ سال سماع حدیث کی حد مقرر کی ہے کیونکہ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے ۵ سال کی عمر میں حدیث سنی اور اس کو روایت کیا اور ابن الصلاح نے کہا: تمام محدثین کے نزدیک ۵ سال کی عمر سماع حدیث کے لیے معیار ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ سماع حدیث کے لیے کسی سن کا تعین نہ کیا جائے جب بھی لڑکے کی عمر اتنی ہو کہ وہ بات سمجھ سکے اس کا سماع حدیث صحیح ہے خواہ اس کی عمر پانچ سال سے کم ہو ابراہیم بن سعد الجوهری نے کہا: مامون کے پاس ایک چار سال کا بچہ لایا گیا جو قرآن پڑھتا تھا اور اس کو بھوک لگتی تو وہ روتا تھا اور ابو محمد عبد اللہ بن محمد اصہبانی نے پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور ابو بکر بن المقرئ چار سال کی عمر میں حدیث کا سماع کرتے تھے اور حضرت محمود بن الربیع کی حدیث سماع حدیث کے تعین کی دلیل نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن ابی اویس

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں گدھے (یا) گدھی پر سوار تھا اور اس وقت میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں بغیر کسی دیوار کی طرف منہ کیے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے میں کسی صف کے سامنے سے گزرا اور میں نے گدھی کو چرنے چھوڑ دیا پھر میں صف میں داخل ہو گیا تو کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

۷۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارِ آتَانَ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمِنَى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضِ الصَّفِّ، وَأَرْسَلْتُ الْآتَانَ تَرْتَعُ، فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۳-۸۶۱-۱۸۵۷-۴۴۱۲] کیا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۳ سنن ابوداؤد: ۱۵۷ سنن ترمذی: ۳۳۷ سنن نسائی: ۷۵۱ سنن ابن ماجہ: ۹۳۷ مسند الحمیدی: ۳۷۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۸ مشغل ابن الجارود: ۱۷۸ مسند ابویعلیٰ: ۲۳۸۲ صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۳ مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۵۴ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۶ مصنف عبدالرزاق: ۲۳۵۷ صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۹ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۹۱ ج ۳ ص ۳۷۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت کی وجہ سے بعض علماء نے بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کو جائز قرار دیا ہے اور یہ حضرت ابن عباس کے بچپن کا وقت تھا اس سے معلوم ہوا کہ جب بچہ کسی حدیث کو بلوغ سے پہلے سنے اور بالغ ہونے کے بعد اس حدیث کو روایت کرے تو وہ روایت صحیح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(۱) اسماعیل بن عبد اللہ جو ابن ابی اویس کے نام سے مشہور ہیں (۲) امام مالک (۳) ابن شہاب (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۰۳-۱۰۲)

حدیث مذکور کے معانی اور مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: میں گدھے گدھی پر سوار تھا دراصل حضرت ابن عباس نے پہلے گدھے کہا پھر ان کو خیال آیا کہ وہ گدھی تھی اس کو اصطلاح میں ”بدل الغلط“ کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم سن کا حدیث کو سننا اور اس کی روایت کرنا صحیح ہے اور جس طرح بچہ کم عمر میں کوئی حدیث سنے اور بڑا ہو کر اسے بیان کر سکتا ہے اسی طرح کافر کوئی حدیث سنے اور اسلام لانے کے بعد اس کو بیان کرے تو وہ بھی صحیح ہے جیسے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں ہر قل سے جو مکالمہ کیا اس کو اسلام لانے کے بعد روایت کر دیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انسان کوئی غلط کام کرے اس کے بعد کوئی درست کام کرے تو اس کا تدارک ہو جاتا ہے حضرت ابن عباس کا نمازیوں کی صف کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گزرنا غلط کام تھا اور جب وہ نماز کی صف میں داخل ہو گئے تو یہ درست کام تھا اور اس سے پہلی غلطی کا تدارک ہو گیا اسی لیے کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹی اور اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت یا کتیا گدھا گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے نمازی کا خشوع منقطع ہو جاتا ہے نیز نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے اس صورت میں بغیر سترہ کے نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز نہیں ہے اور حضرت ابن عباس کو کسی نے اس لیے منع نہیں کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ پر ان کی نظر نہ پڑی ہو۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۲۶۔ ج ۱ ص ۱۳۱ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں سترہ کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔

۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسٍ بَسِينٍ مِنْ دَلْوٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابومسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے الزبیدی نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ نبی ﷺ نے میرے چہرے پر ڈول کے پانی سے کلی کی تھی اس وقت میں پانچ سال کا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۹-۸۳۹-۱۱۸۵-۶۳۵۳-۶۳۲۲]

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۰۰، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۹ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۶۳۸ ج ۲ ص ۳۹ ج ۳ ص ۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ علماء نے اس حدیث سے اس پر استراحت کیا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے چہرے پر کلی کرنا جائز ہے اور منہ کا لعاب پاک ہوتا ہے اور اس کی دلیل صرف حضرت محمود بن الربیع کی یہ حدیث ہے جس کو انہوں نے پانچ سال کی عمر میں نبی ﷺ سے سنا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن یوسف البیہقی ابو احمد کیونکہ محمد بن یوسف القریابی کی ابو مسہر سے کوئی روایت نہیں ہے (۲) ابو مسہر عبد الاعلیٰ الغسانی دمشقی یہ جب مسجد سے نکلتے تھے تو لوگ ان کو سلام کرتے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے آزمائش کے ایام میں مامون نے ان کو بار بار میں بلایا اور تلواریں سونت کر کہا: قرآن مجید کو مخلوق کہو ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا اور جب انہوں نے اس کی بات نہیں مانی تو اس نے ان کو قید میں ڈال دیا ۲۱۸ھ میں وہ بغداد میں فوت ہو گئے امام بخاری نے ان سے ملاقات کی ہے اور ان سے بہت سی احادیث سنی ہیں (۳) محمد بن حرب الخولانی الحمصی انہوں نے امام اوزاعی سے سماع کیا ہے یہ ثقہ تھے ۱۷۴ھ میں دمشق میں فوت ہو گئے (۴) ابو الہذیل محمد بن الولید الزبیدی الشامی الحمصی یہ بہت ثقہ اور بہت بڑے مفتی تھے مکحول اور زہری وغیرہ سے روایت کرتے تھے اور ان سے محمد بن حرب اور یحییٰ بن خزہ نے روایت کی ہے ۱۳۸ھ میں فوت ہو گئے امام ترمذی کے علاوہ ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے (۵) محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری (۶) حضرت محمود بن الربیع بن سراقہ الانصاری الخزرجی ۹۹ھ میں بیت المقدس میں فوت ہو گئے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۰۷)

نبی ﷺ کے لعاب دہن کی برکتیں

اس حدیث میں نبی ﷺ کے برکت پہنچانے کا ذکر ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ کھجور کو چبا کر نو مولود بچے کے منہ میں ڈال کر گھٹی دیتے تھے اور صحابہ کرام نبی ﷺ کی برکت اپنے بچوں کے لیے حاصل کرنے کی حرص میں اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرتے تھے کیونکہ انہوں نے بہت مرتبہ نبی ﷺ کے لعاب دہن کی برکتوں کا مشاہدہ کیا تھا آپ نے حدیبیہ کے کنوئیں میں کلی کی تو اس کا پانی زیادہ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۵۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی چمتی ہوئی ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا تو وہ کھانا تمام لشکر کے لیے کافی ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۰۲) غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئیں اور پھر کبھی خراب نہیں ہوئیں۔ (صحیح البخاری: ۴۲۱۰) حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر لعاب دہن چھڑکا تو وہ جڑ گئی۔ (صحیح البخاری: ۴۲۰۶)

اس وجہ سے صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے لعاب دہن کے متمنی رہا کرتے تھے اور جن کے چہرے پر آپ نے کلی فرمائی وہ اس پر فخر کرتے تھے۔

آج کل کے جعلی پیر اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ ایسا ظاہر اور ثابت کرنے کے لیے کھانا کھا کر برتن میں کلی کرتے ہیں اور ان کے غالی مرید اس کو عقیدت سے پیتے ہیں حالانکہ ان کا منہ انواع و اقسام کے جرائم سے آلودہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

طلب علم کے لیے نکلنا

۱۹۔ بَابُ الْخُرُوجِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ابن عباس نبی ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے اور وہ گدھے پر سوار ہو کر کہیں سے آ رہے تھے اور ان کا آ کر نماز میں شامل ہونا بھی طلب علم کے لیے تھا اور اس باب میں بھی طلب علم کے لیے نکلنے کا ذکر ہے۔

امام بخاری کہتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ایک حدیث کی خاطر ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے حضرت عبد اللہ بن

وَوَحَلْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قُحَيْشٍ فِي حَدِيثٍ وَاحِدٍ۔

انہیں کے پاس گئے۔

اس معلق حدیث کو امام بخاری نے اس لیے وارد کیا ہے کہ اس سے حصول علم کے لیے سفر کرنے کی فضیلت ثابت ہے خواہ اس کے لیے خشکی کا سفر کیا جائے یا سمندری یہ حدیث چونکہ حضرت جابر سے مروی ہے اس لیے ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں یہ عقبہ اور بدر کے حاضرین میں سے ہیں حضرت جابر نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے اکیس غزوات میں اور یہ ان میں سے انہیں میں آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت جابر نے کہا: جس رات اونٹ کا واقعہ ہوا اس رات نبی ﷺ نے میرے لیے استغفار کیا تھا آخر عمر میں حضرت جابر کی بینائی چلی گئی تھی اور وہ اپنے سر اور ڈاڑھی کے کچھ بالوں پر زرد خضاب لگاتے تھے۔

حضرت جابر ۹۴ سال زندہ رہے اور ۷۳ھ میں فوت ہو گئے حجاج بن یوسف نے ان کا جنازہ پڑھا۔

(الاصابہ: ۱۰۲۸ ج ۱ ص ۵۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

انہوں نے نبی ﷺ سے ۱۵۴۰ احادیث روایت کی ہیں ۵۸ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ۲۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۲۶ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث معلق کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ طلب علم کی فضیلت کے لیے بحری اور بری سفر کی فضیلت ظاہر ہو۔

اس حدیث معلق میں حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا تعارف

ان کا نام عبد اللہ بن انیس الجعفی ہے ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے یہ انصار کے حلیف تھے العقبة الثانیہ اور احد کے حاضرین میں سے ہیں انہوں نے حضرت معاذ کے ساتھ مل کر بنو سلمہ کے بت توڑ ڈالے تھے ان سے ۲۴ احادیث مروی ہیں ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں حضرت جابر نے ان سے ایک حدیث روایت کرنے کے لیے مصر کا سفر کیا تھا ۸۰ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱۳ تہذیب المعجم ج ۵ ص ۱۳۹ تقریب المعجم ج ۱ ص ۳۲۴ خلاصۃ الخیر ج ۲ ص ۴۹)

اس حدیث کا بیان جس کے حصول کے لیے حضرت جابر نے ایک ماہ کا سفر کیا تھا

جس حدیث کو حاصل کرنے کے لیے حضرت جابر نے حضرت عبد اللہ بن انیس کی طرف سفر کیا تھا وہ حدیث یہ ہے:

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر سے ذکر کیا جاتا ہے از عبد اللہ بن انیس انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کرے گا پھر ان کو ایسی آواز کے ساتھ ندا کرے گا جس کو دور والا بھی اس طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا فرما۔ بے گناہ: میں بادشاہ ہوں میں دیان (جزا دینے والا) ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید ۳۲ باب قول اللہ تعالیٰ "وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ")

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے میں نے اونٹ خریدا اور اس پر سامان سفر باندھا پھر میں ایک ماہ کا سفر کر کے شام میں پہنچا تو وہاں حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ تھے میں نے دربان سے کہا: ان سے کہو کہ جابر دروازہ پر ہے انہوں نے پوچھا: ابن عبد اللہ! میں نے کہا: ہاں پھر وہ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے آئے اور مجھے گلے لگایا اور میں نے ان کو گلے لگایا میں نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے قصاص کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے مجھے خطرہ تھا کہ آپ سے اس حدیث کو سننے سے پہلے آپ فوت ہو جائیں گے یا میں فوت ہو جاؤں گا حضرت عبد اللہ بن انیس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا یا فرمایا: بندوں کو برہنہ بدن غیر مخنثون جمع کیا جائے گا ہم نے پوچھا: ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ فرمایا: ان کے ساتھ کچھ نہیں ہوگا پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایسی آواز کے ساتھ ندا فرمائے گا جس کو دور والا بھی اس طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں میں بہت جزا دینے والا ہوں اور اہل دوزخ میں سے کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس پر اہل جنت میں سے کسی کا حق ہو حتیٰ کہ میں جنتی کا حق دوزخی سے دلا دوں گا اور نہ اہل دوزخ میں سے کسی کا کسی پر حق ہوگا خواہ ایک ٹھنڈی ہو مگر میں اس کا حق دلا دوں گا ہم نے کہا: ہم اللہ کے پاس کیسے برہنہ بدن اور غیر مخنثون آئیں گے؟ آپ نے فرمایا: نیکیوں اور نیکوئیوں کے ساتھ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵، مسند احمد: ۱۶۰۴۲، ج ۲ ص ۲۵۲، ۲۳۱-۲۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مزید تخریج حسب ذیل ہے:

المستدرک ج ۲ ص ۲۳۷-ج ۴ ص ۵۷۴، کتاب الاسماء والصفات ص ۲۷۳-۲۷۸، الادب المفرد: ۹۷۰، خلق افعال العباد ص ۹۲، السنۃ لابن ابی عاصم: ۵۱۴، الاحاد والثنائی: ۲۰۳۴، المعجم الاوسط: ۸۵۸۸، مسند الشامیین: ۱۵۶

اس حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کی آواز کا ثبوت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی آواز اس کی شان کے لائق ہوگی اور مخلوق کی کوئی آواز اس کے مشابہ نہیں ہوگی۔

باب مذکور کی حدیث کا متن

۷۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحَرُثُ بْنُ قَيْسٍ بْنِ جِصْنِ الْفَزَارِيِّ فِي صَاحِبِ مُوسَى فَمَرَّ بِهِمَا أَبِي بَنْ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيلَ إِلَى لِقَائِهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ خَاتَمَهُ؟ فَقَالَ أَبِي نَعَمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ خَاتَمَهُ يَقُولُ بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَأٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو القاسم خالد بن خلیفہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: اوزاعی نے کہا: ہمیں الزہری نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی اور حر بن قیس الفزاری کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب کے مصداق کے متعلق بحث ہوئی پھر ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا پھر کہا: میری اور میرے اس ساتھی کی حضرت موسیٰ کے اس صاحب کے متعلق بحث ہوئی ہے جس سے ملاقات کا حضرت موسیٰ نے سوال کیا تھا حضرت ابی نے کہا: ہاں میں نے نبی ﷺ کو اس کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ حضرت موسیٰ بنی

جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَتَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى لَا، فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَالَ السَّبِيلَ إِلَى لُقْيِهِ، فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً وَقِيلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتَى مُوسَى لِمُوسَى ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾ (الكهف: ٦٣) قَالَ مُوسَى ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الكهف: ٦٤) فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ.

اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ ان کے پاس ایک شخص آ کر کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں! تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے پھر حضرت موسیٰ نے ان سے ملاقات کے راستے کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لیے نشانی بنا دیا اور ان سے کہا گیا کہ جس جگہ آپ مچھلی کو گم پائیں وہیں سے لوٹ جائیں پھر عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہوگی پھر موسیٰ علیہ السلام سمندر میں مچھلی کے نشانات کا پیچھا کر رہے تھے پھر حضرت موسیٰ کے شاگرد نے حضرت موسیٰ سے کہا: اس نے کہا: ”کیا آپ نے دیکھا جب ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے تو میں وہاں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور دراصل مجھے شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا۔“ (الكهف: ٦٣) حضرت موسیٰ نے کہا: ”ہم اسی کی تلاش میں تھے پھر وہ دونوں وہیں اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے لوٹے“ (الكهف: ٦٣) پھر ان دونوں نے حضرت خضر کو پایا پھر ان کا وہ ماجرا ہوا جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی تخریج اس کے اطراف اور اس کی شرح صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰- بَابُ فَضْلِ مَنْ عِلِمَ وَعِلَّمُ

پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عالم اور معلم کا ذکر تھا اور اس باب میں ان کی فضیلت کا بیان ہے۔

۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أَسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبْلَتْ الْمَاءَ فَانْبَتَتِ الْكَلَّا وَالْعُشْبُ الْكَثِيرُ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قَيْحَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از ابی موسیٰ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس زیادہ بارش کی ہے جو کسی زمین پر برے پس بعض زمینیں زرخیز ہوتی ہیں جو پانی کو قبول کرتی ہیں اور خشک اور زیادہ تر گھاس اگاتی ہیں اور بعض زمینیں بنجر ہوتی ہیں وہ پانی کو روک لیتی ہیں پس اللہ اس سے لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ اس پانی کو پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو پلاتے ہیں اور اس پانی سے کاشت کاری کرتے ہیں

كَانَ كَلَامًا، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ، وَنَفَعَهُ
بِعِلْمِهِ اللَّهَ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ
بِكَانِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ.

اور بارش بعض قسم کی زمینوں پر ہوتی ہے جو چکنی ہوتی ہیں نہ وہ پانی
کو روکتی ہیں اور نہ سبزہ اگاتی ہیں یہ مثال اس شخص کی ہے جو دین کی
فہم (فہم) حاصل کرے اور اللہ نے مجھے جو علم اور ہدایت دے کر
بھیجا ہے وہ اس کو نفع دے پس وہ پڑھے اور پڑھائے اور یہ اس
شخص کی مثال ہے جو اس ہدایت کی طرف توجہ نہ دے اور اللہ کی
اس ہدایت کو بالکل قبول نہ کرے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِسْحَقُ وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ
فَكَانَ الْمَاءُ.

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: اسحاق نے کہا: بعض زمینیں
پانی کو پی لیتی ہیں۔

قَاعٌ يَغْلُوهُ الْمَاءُ، وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيُّ مِنَ
الْأَرْضِ. (صحیح مسلم: ۲۲۸۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۳، مسند ابویعلیٰ:

”قاع“ اس کا معنی ہے: جس پر پانی بلند ہوتا ہے
”وَالصَّفْصَفُ“ اس کا معنی ہے: ہم دار زمین۔

۴۳۱، صحیح ابن خبان: ۴، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۹ طبع قدیم مسند احمد:

(۱۹۵۷ ج ۳ ص ۳۴۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن العلاء بن کریب یہ بہت صادق ہیں کوفہ میں انہوں نے تین لاکھ احادیث بیان کی ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے
(۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ البہاشمی القرظی یہ ثقہ ثبت اور صدوق ہیں ۸۱ سال کی عمر میں ۲۰۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) برید بن عبد
اللہ بن ابی بردہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عامر بن ابی موسیٰ اشعری ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ
عنہ ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۱۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں تعلیم کی فضیلت کا ذکر ہے۔

خلاصہ حدیث اور حدیث میں بیان کی ہوئی مثالوں کی وضاحت

اس حدیث میں زمین کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں: (۱) وہ زمین جو بارش سے نفع حاصل کرتی ہے پہلے وہ زمین مردہ ہوتی ہے
پھر بارش سے زندہ ہو جاتی ہے پھر سبزہ اگاتی ہے جس سے انسان اور مویشی فائدہ حاصل کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ
قسم ہے جس کو ہدایت اور علم پہنچتا ہے تو وہ اس کو یاد کر لیتا ہے اس سے اپنے دل کو زندہ کرتا ہے اس پر وہ عمل کرتا ہے اور دوسروں کو تعلیم
دیتا ہے پس وہ خود بھی نفع حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتا ہے (۲) زمین کی دوسری قسم وہ ہے جو خود تو بارش سے نفع حاصل
کرتی لیکن وہ اپنے اندر پانی کو جمع کر لیتی ہے اور اس جمع شدہ پانی سے انسان اور مویشی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس کے
مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے جن کا حافظہ بہت قوی ہوتا ہے لیکن ان میں احادیث سے مسائل مستبط کرنے اور اجتہاد کرنے کی
صلاحیت نہیں ہوتی وہ احادیث حفظ کر لیتے ہیں اور ان سے احادیث سن کر فقہاء ان احادیث سے احکام نکالتے ہیں اور (۳) زمین کی
تیسری وہ قسم ہے جو چکنی اور شور والی زمین ہوتی ہے نہ وہ اپنے اندر پانی کو روکتی ہے اور جمع کرتی ہے اور نہ اس پانی کو قبول کر کے اس
سے سبزہ اگاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے جن میں قوتِ حافظہ ہوتی ہے اور نہ روشن فہم ہوتی ہے اور ان میں قیاس
اور مسائل نکالنے کی بالکل صلاحیت نہیں ہوتی پس جب یہ لوگ علم کی کوئی بات سنتے ہیں تو اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کرتے اور نہ اس

کو یاد رکھتے ہیں کہ اس سے کوئی اور فائدہ اٹھا سکے۔

سو پہلی قسم وہ ہے: جو خود بھی نفع اٹھائے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے اور دوسری قسم وہ ہے: جو خود تو نفع نہ اٹھا سکے، لیکن دوسروں کو نفع پہنچائے اور تیسری قسم وہ ہے: جو خود نفع اٹھائے نہ دوسروں کو نفع پہنچائے، پہلی قسم سے فقہاء کی طرف اشارہ ہے دوسری قسم سے احادیث روایت کرنے والے محدثین کی طرف اشارہ ہے اور تیسری قسم سے عوام کی طرف اشارہ ہے آپ نے فرمایا: یہ اس شخص کی مثال ہے جو ہدایت کے ساتھ بالکل سر نہ اٹھائے اور اللہ کی اس ہدایت کو بالکل قبول نہ کرے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص بہت متکبر ہے اور غایت تکبر کی وجہ سے آپ کی طرف التفات نہ کرے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۳۶- ج ۶ ص ۷۱ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کا یہ عنوان ہے:

علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت۔

علم کا اٹھ جانا اور جہل کا غالب ہونا

۲۱- بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُورِ الْجَهْلِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق عالم اور محکم کی فضیلت میں تھا اور اس سے علم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور اس باب میں اس کی ضد کا بیان ہے یعنی جہل کا غالب ہونا۔

علماء کو ضائع کرنے کا معنی

وَقَالَ رَبِيعَةُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَضَيِّعَ نَفْسَهُ.

آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

یہ ربیعہ بن ابوعبدالرحمان فروخ ہیں، امام مالک بن انس کے شیخ ہیں ان سے امام ابوحنیفہ نے احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۳۶ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

اس قول کا معنی یہ ہے کہ عالم کو دنیا داروں کے پاس نہیں جانا چاہیے اور علم کی عظمت قائم رکھنے کے لیے ان کے سامنے تواضع نہیں کرنی چاہیے اور ایسا نہ کرے کہ وہ تعلیم و تعلم میں کم مشغول ہو اور نمود و نمائش کے کاموں میں زیادہ مشغول ہو اور علم کے تقاضے پر عمل کرنے کو چھوڑنا اور ظالم حکام کے سامنے حق بیان کرنے کو ترک کرنا نہیں چاہیے فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم شہر پر لازم ہے کہ وہ بیت المال سے علماء کا وظیفہ مقرر کرے جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے آدمی بکری یا سالک بکری کا بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔

۸۰- حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَرْفَعَ الْعِلْمُ وَيُثَبَّتَ الْجَهْلُ وَيَشْرَبَ الْخَمْرُ وَيُظْهَرَ الزِّنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہل ثابت ہوگا اور شراب پی جائے گی اور زنا بہ کثرت ہوگا۔

[اطراف الحدیث: ۸۱- ۵۲۳۱- ۵۵۷۷- ۶۸۰۸]

(صحیح مسلم: ۲۶۷۱، خلق افعال العباد: ۳۳۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۵، دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۵۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۱ طبع قدیم مستطاب)

احمد: ۱۲۵۲۷- ج ۲۰ ص ۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے: علم کا اٹھ جانا اور حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمران بن میسرہ المنقری البصری، ان سے ابو زرعة ابو حاتم، امام بخاری اور امام ابو داؤد نے احادیث روایت کی ہیں، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الوارث بن سعید بن ذکوان التیمی البصری، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوالتیاح یزید بن زیادہ الحمصی، یہ ثقہ ثبت اور صالح ہیں، ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے، ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۱۲۳)

ہمارے زمانہ میں جاہلوں کا غلبہ

علم کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ علماء کے سینوں سے علم کو محو کر دیا جائے گا، لیکن جب علماء فوت ہو جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو اپنا پیر اور پیشوا بنالیں گے اور وہ اپنی رائے سے دین میں احکام جاری کریں گے اور اپنی جہالت کے باوجود فتوے جاری کریں گے، احادیث کے غلط ترجمے کریں گے، اُردو کی کتابیں پڑھ کر اور ان میں اپنی طرف سے رنگ آمیزی کر کے وعظ کریں گے، خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے، ہمارے زمانہ میں اس کی بہت نظائر ہیں، ہم ان جاہلوں کے غلبہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۶۱- ج ۷ ص ۴۰۲ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی ② قیامت کی علامت میں سے مردوں کے کم ہونے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کی وجہ ③ جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت۔

۸۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَا حَدِيثَ نَكُنْ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَقْلَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزَّانَا وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقْلَ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَبِيْمُ الْوَاحِدُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، از شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں تم کو ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جس کو میرے بعد تم سے کوئی بیان نہیں کرے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل کا غلبہ ہوگا اور زنا بہ کثرت ہوگا اور عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم ہوں گے، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہوگا۔

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور اس کی تخریج اور بعض الفاظ کی شرح صحیح البخاری: ۸۰ میں گزر چکی ہے، اور جن الفاظ کی شرح نہیں ہوئی وہ ہم کر رہے ہیں۔

عورتوں کے زیادہ ہونے اور مردوں کے کم ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی اس کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱) مختلف جنگوں اور آپس کے جھگڑوں میں مرد قتل کر دیئے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی۔

(۲) آخر زمانہ میں مردوں کی پیدائش کم ہوگی اور عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔

(۳) کثرت فتوحات کی وجہ سے میدان جنگ سے بہت عورتوں کو قید کیا جائے گا اور باندیوں کی کثرت ہوگی۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہوگا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہقیقہ پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پچاس کا عدد آپ نے مبالغہ فرمایا ہو۔

علم کی فضیلت

۲۲۔ بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

اس باب اور باب سابق کی مناسبت واضح ہے کیونکہ دونوں بابوں میں علم کا ذکر ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ ”کتاب العلم“ کا پہلا باب بھی فضیلت علم میں تھا اور یہ باب بھی فضیلت علم میں ہے اور یہ تکرار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے باب سے مقصود علماء کی فضیلت کو بیان کرنا تھا اور اس باب سے مقصود علم کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ بن عبد اللہ بن عمر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سو ہوا تھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس کو پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (دودھ سے) سیری میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن الخطاب کو دے دیا صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

۸۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَتَيْتُ بِقَدَحٍ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتَّى أَتَى لَأَرَى الرَّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ أُعْطِيتُ فَضْلِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوْلَتْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ الْعِلْمُ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۸۱-۴۰۰۶-۴۰۰۷-۴۰۲۷-۴۰۳۲]

(صحیح مسلم: ۲۳۹۱، سنن ترمذی: ۲۲۸۴، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۵، السنن لابن ابی عامر: ۱۲۵۵، صحیح ابن حبان: ۶۸۷۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۳۳، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۳۱، مسند احمد ج ۲ ص ۸۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۵۵۵۴، ج ۹ ص ۳۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کی فضیلت اور اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو اس قدر علم دیا گیا کہ اس کی سیری آپ کے ناخنوں سے باہر آ گئی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) ابن شہاب زہری ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی انہوں نے اپنے والد حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کیا ہے احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ تابعی اور ثقہ ہیں بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۲۸)

دودھ سے علم کو تعبیر کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے دودھ کی تعبیر علم سے کی ہے کیونکہ دودھ اور علم دونوں کثرت نفع میں مشترک ہیں

دودھ انسان کے جسم کی غذا ہے اور بدن کی اصلاح اور قوت کا سبب ہے اور علم انسان کی روح کی غذا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت کی اصلاح کا سبب ہے۔ خواب میں دودھ کو دیکھنا سنت اور فطرت پر استقامت اور علم دین کے حصول کی دلیل ہے کیونکہ دودھ پہلی غذا ہے جو نوزاد کو دنیا کے طعام سے دی جاتی ہے اور دودھ سے اس کے بدن کی حیات حاصل ہوتی ہے جیسے علم سے دلوں کی حیات حاصل ہوتی ہے نیز دودھ جنت کی نعمتوں سے ہے کیونکہ جنت میں دودھ کے دریا ہوں گے نبی ﷺ نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر کو دیا اور اس کی تعبیر علم سے کی یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فطرت سلیم تھی اور ان کا دین صحیح تھا اور ان کا علم رسول اللہ ﷺ کا فیض تھا نیز اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کا جواز ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں تو آپ کا یہ خواب حقیقت واقعہ تھا یا محض تخیل تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حقیقت واقعہ تھا کیونکہ یہ ممکن ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۶۸۔ ج ۶ ص ۹۰۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳۔ بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ

عَلَى الدَّابَّةِ وَغَيْرِهَا

سواری پر کھڑا ہوا ہو

”الفتیاء“ اور ”الفتویٰ“ کا معنی ہے: کسی پیش آمدہ دینی مسئلہ کے متعلق سوال کرنا اور اس میں ”دابة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چوپایہ اور یہ عرف میں گھوڑے گدھے، خچر اور اونٹ کو کہتے ہیں یعنی عالم سے ہر حال میں سوال کرنا جائز ہے خواہ وہ سواری پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اور اس باب میں اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں کا تعلق علم سے ہے۔

۸۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنَى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟ فَقَالَ أَذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَتَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ أَرْمِ وَلَا حَرَجَ. فَمَا سَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَدِيمٍ وَلَا آخِرٍ إِلَّا قَالَ إِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ از حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں کھڑے ہوئے لوگوں کے سوالوں کے جواب دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا: مجھے پتا نہیں چلا میں نے ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو اور کوئی حرج نہیں پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: مجھے پتا نہیں تھا اور میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر (ذبح) کر لیا آپ نے فرمایا: تم اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں ہے پھر نبی ﷺ سے جس چیز کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ اس کو مقدم کر دیا گیا یا مؤخر کر دیا گیا تو آپ نے اس کے متعلق یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰]

(صحیح مسلم: ۱۳۰۶ سنن ابوداؤد: ۴۰۱۳ سنن ترمذی: ۹۱۶ سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۱ سنن الکبریٰ للقسائی: ۴۱۰ سنن ابوالویثی: ۲۲۸۵ ج ۱)

(ابن خزیمہ: ۲۹۵۱ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۳ المستفی: ۳۹۹ مستدرج ج ۲ ص ۱۵۸ طبع قدیم مستدرج ج ۱ ص ۲۳۸۳-۲۳۸۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان میں فتویٰ کا ذکر ہے اور اس حدیث میں فتویٰ

اور جواب فتویٰ دونوں کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن ابی اویس امام مالک کے بھانجے (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرظی یہ تابعی ثقہ اور افاضل اہل مدینہ سے ہیں ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کا تعارف بھی گزر چکا ہے۔

کنکریاں مارنے سے پہلے سرمونڈنے والے پر قربانی کے لزوم میں مذاہب فقہاء

افعال حج کی ترتیب یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کو پہلے جمرہ کبریٰ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں پھر تمتع یا قرآن کی قربانی کی جاتی ہے اس کے بعد سرمونڈایا جاتا ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ ان افعال کی یہ ترتیب سنت ہے یا واجب ہے اور اگر ان افعال میں سے کسی فعل کو مقدم یا موخر کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے یا یہ ترتیب واجب ہے اگر ان میں سے کسی فعل کو مقدم یا موخر کر دیا جائے تو اس کے تدارک کے لیے ایک دم دینا ہوگا یعنی ایک قربانی کرنی ہوگی۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے کہ جس شخص نے اس ترتیب کے خلاف عمل کیا آپ نے اس سے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا موقف یہ ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے اور جس نے اس ترتیب کے خلاف کیا اس پر ایک دم لازم ہے یعنی ایک قربانی واجب ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو اس سائل سے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے یعنی تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ تم نے عدا اس ترتیب کے خلاف نہیں کیا بلکہ بھول کر کیا ہے اور بھول معاف ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۳۴)

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا استدلال حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے:

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا: جس نے اپنے حج میں کسی چیز کو مقدم یا موخر کر دیا وہ اس کے لیے ایک جانور کا خون بہائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۵۳ ج ۳ ص ۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

سعید بن جبیر نے کہا: جس شخص نے اپنے حج میں کسی چیز کو کسی چیز سے پہلے کر دیا یا ذبح کرنے سے پہلے سرمونڈ لیا اس پر ایک جانور کا خون بہانا واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۵۵ ج ۳ ص ۲۴۵)

ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص ذبح سے پہلے سرمونڈ لے تو وہ اس کے لیے خون بہائے گا پھر یہ آیت پڑھی:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ.

جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے اپنے سروں کو نہ

(الباقی: ۱۹۶۰) موندو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۵۶ ج ۳ ص ۲۴۵)

امام مالک کے مذہب کی تقریر

قاسم عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حج کرنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ دس ذوالحجہ کو جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے پھر منیٰ میں سرمونڈنے پھر طواف زیارت کرے پھر اس میں اختلاف ہے کہ اگر اس نے ذبح سرمونڈنے اور کنکریاں مارنے میں کسی چیز کو مقدم یا موخر کر دیا۔ امام شافعی اور متقدم فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور امام ابوحنیفہ نے

کہا ہے کہ جس نے کنکریاں مارنے یا ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا اس پر ایک قربانی ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنے حج میں کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا اس پر ایک قربانی ہے اور یہ ان سے ثابت نہیں ہے اور اس کی مثل سعید بن جبیر قتادہ الحسن اور النخعی سے بھی مروی ہے۔

(امال المعلمینہ ۱۷۱ مسلم ج ۳ ص ۸۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے: جس نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر مونڈ لیا اس پر ایک دم (قربانی) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ۔

جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے اپنے سروں کو نہ

(البقرہ: ۱۹۶) مونڈو۔

اور قربانی کا وقت جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد ہے اور جس نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارت کر لیا اس میں امام مالک کے قول مختلف ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کا یہ طواف کفایت کرے گا اور اس پر ایک قربانی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ طواف کافی نہیں ہے گویا کہ اس نے طواف نہیں کیا اور وہ کنکریاں مارنے کے بعد دوبارہ طواف کرے اور قربانی کرے اور اس کا سبب ”وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ“ (البقرہ: ۱۹۶) کی مخالفت ہے۔

اور نبی ﷺ نے جو فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے“ آپ نے اس سے گناہ کی نفی کا ارادہ کیا ہے یا گناہ کی نفی اور قربانی کی نفی دونوں کا ارادہ کیا ہے اس میں اختلاف ہے یہ ظاہر احادیث سے امام شافعی اور محدثین کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔

(المفہم ج ۳ ص ۴۰۹ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۵۲۔ ج ۳ ص ۵۵۲ پر ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

۱۔ کنکریاں مارنے قربانی کرنے اور سر منڈانے کی ترتیب کے حکم میں مذاہب ۲۰ احناف کا نظریہ اور ان کے دلائل۔

جس نے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے

۲۴۔ بَابُ مَنْ أَجَابَ الْفَتَىٰ

سوال کا جواب دیا

بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّاسِ

اس سے پہلے باب میں صرف سوال کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سوال اور جواب دونوں کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ سے حج کے متعلق سوال کیا کیا ایک شخص نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں ایک شخص نے کہا: میں

۸۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيلَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ قَالَ وَلَا حَرَجَ قَالَ وَخَلَفْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ وَلَا حَرَجَ۔

نَعَمْ فَقُمْتُ حَتَّى تَجْلَأَنِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصْبُ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ، فَحَمِدَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيئُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، فَأَوْحَى إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيبٍ، لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ. مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ إِنَّدَجَالَ، يُقَالُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، أَوِ الْمُؤَقِّنُ، لَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ. فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَاجْبِنَا وَاتَّبَعْنَا، هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا، فَيَقَالُ نَمَّ صَالِحًا، قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا بِهِ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُؤْتَابُ، لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ. فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْنَا.

[اطراف الحديث: ۱۸۳-۹۲۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۶۱-۱۲۳۵]

[۱۳۷۳-۲۵۱۹-۲۵۲۰-۷۲۸۷]

(صحیح مسلم: ۹۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۶۹-۲۶۸، کراچی: المعجم الکبیر: ۳۱۶-۳۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۸، شرح السنن: ۱۱۳۸، مسند ابی یوسف ج ۲ ص ۳۷۰، صحیح ابن حبان: ۳۱۱۳، سنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۶-۳۲۵، طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۹۲-۳۶۹۳، ج ۴ ص ۴۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، پس اس وقت سب لوگ نماز کے قیام میں تھے، حضرت عائشہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے سر کے اشارہ سے جواب دیا: ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہو گئی، حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوش چھانے لگی تو میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی، پھر نبی ﷺ نے اللہ عزوجل کی حمد اور ثناء کی، پھر فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے (پہلے) نہیں دیکھا تھا، اس چیز کو میں نے اس جگہ میں دیکھ لیا ہے، حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی، پس میری طرف سے وحی کی گئی ہے: بے شک تمہاری قبروں میں تمہاری آزمائش ہوگی، جو المسیح الدجال کی آزمائش کی مثل ہوگی یا اس کے قریب ہوگی (راوی کہتا ہے: مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا، کہا جائے گا: اس شخص سے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ رہا ایمان لانے والا یا یقین کرنے والا) (راوی کہتا ہے: مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا، تو وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں، ہمارے پاس معجزات اور دلائل لے کر آئے تھے، سو ہم نے ان کے پیغام پر لبیک کہا اور ان کی پیروی کی اور تین دفعہ کہا: یہ محمد ہیں، پھر اس سے کہا جائے گا: تم (اپنے اعمال سے) نفع اٹھاتے ہوئے سو جاؤ، ہمیں معلوم تھا کہ تم بے شک ان پر یقین کرنے والے ہو اور رہا منافق یا شک زدہ (راوی کہتا ہے: مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا، سو وہ کہے گا: مجھے نہیں معلوم! میں نے لوگوں کو جو چہ کہتے ہوئے سنا، سو وہ میں نے کہہ دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو سر کے اشارہ سے جواب دیا، اور اس سے پہلی دو حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کے اشارہ سے جواب دینے کا ذکر ہے اور مطابقت نفس اشارہ میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل (۲) وہیب بن خالد (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام، ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) فی طہ بنت المنذر بن الزبیر بن العوام، یہ ہشام بن عروہ کی زوجہ اور عم زاد تھیں، یہ اپنی داوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں، ان سے ان کے خاوند ہشام اور محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں، یہ تابعیہ ثقہ ہیں اور ان سے مجاہدین کی بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، انہوں نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کیے تھے، ایک ٹکڑے سے اپنا ازار باندھا تھا اور دوسرے ٹکڑے سے رسول اللہ ﷺ کے لیے لایا ہوا کھانا باندھا

تھا اس وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے یہ ہجرت سے پہلے پیدا ہوئی تھیں ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی اور مسلمانوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائی تھیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۵۶ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۲ احادیث پر متفق ہیں اور چار چار کے ساتھ ہر دو منفرد ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۴۰)

”المسیح الدجال“ کا معنی اور مسیح دجال اور جھوٹے نبی کے نکلنے کے متعلق احادیث صحیحہ

اس حدیث میں ”المسیح الدجال“ کا ذکر ہے اس کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بہت سرعت کے ساتھ مسافت طے کرے گا اور اس لیے کہ مسیح بہ معنی مسح ہے اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی یعنی کانی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مسیح کہا جاتا ہے اور یہ مسیح بہ معنی ماح ہے یعنی وہ مادرزاد اندھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جاتے اور کوڑھیوں اور برص کے مریضوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو جاتے اور دجال دجل سے بنا ہے اس کا معنی ہے حق کو باطل کے ساتھ ملانے والا بہت جھوٹ بولنے والا اور جھوٹ کو خوش نما بنانے والا تیل لگے ہوئے اونٹ کو اور سونے کے پانی کو بھی دجال کہتے ہیں دجل کے معنی ڈھانپنا بھی ہیں دریائے دجلہ کو اس لیے دجلہ کہتے ہیں کہ اس نے زمین کے بہت بڑے حصہ کو ڈھانپ لیا ہے جھوٹے نبی کو بھی حدیث میں دجال کہا گیا ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وانه سيكون في امتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي وانا خاتم النبيين لا نبي بعدى. عن قريب ميري امت في تيسر تيسر جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبيين ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۵۲، صحیح مسلم: ۲۸۸۹، سنن ترمذی: ۲۲۱۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون دجالون كلهم يزعم انه رسول الله. اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی حتیٰ کہ تیس دجال نکلیں گے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۳۳، سنن ترمذی: ۲۲۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اپنے طویل خطبہ میں یہ حدیث ذکر کی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

والله لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون كذابا اخرهم الاعور الدجال ممسوح العين اليسرى. الحدیث اللہ کی قسم! اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی حتیٰ کہ تیس کذاب نکلیں گے ان کا آخری کانا دجال ہوگا اس کی بائیں آنکھ رگڑی ہوئی (کانی) ہوگی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳، سنن نسائی ج ۳ ص ۱۴۱-۱۴۰، بیروت: مخطوطات افعال العباد للبخاری: ۳۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۹، کراچی: صحیح ابن

خزیمہ: ۱۳۹۷، صحیح ابن حبان: ۲۸۵۲، المعجم الکبیر: ۶۷۹۹، المسند رک ج ۱ ص ۳۳۱-۳۲۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۹، مسند احمد: ۲۰۱۷۸، ایضاً: ۲۰۱۹۱-۲۰۱۹۰

۲۰۱۹۰-۲۰۱۸۰-۲۰۱۶۰ ج ۵ ص ۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

ليكونن قبل المسيح الدجال كذابون ثلاثون او اكثر. مسیح دجال سے پہلے تیس یا زیادہ کذاب ہوں گے۔

(سنن سعید بن منصور: ۸۵۱، مسند ابویعلیٰ: ۵۷۰۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۲، مسند احمد ج ۲ ص ۹۳ طبع قدیم: مسند احمد: ۵۶۹۳، ایضاً: ۵۶۹۵۔
۵۸۰۸-۵۹۸۵ ج ۹ ص ۵۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی حتیٰ کہ تمیں کے قریب
قریباً من ثلاثین کلہم یزعم انه رسول اللہ۔ کذاب دجال بھیج دیئے جائیں ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا
(صحیح البخاری: ۳۶۰۹، صحیح مسلم: ۲۸۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۱) رسول ہے۔

سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم اور اس کی شرعی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جو لوگوں کو خلاف معمول نماز میں کھڑے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا:
اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (اور یہی عنوان باب سے مطابقت ہے) یعنی سورج کو گہن لگ
گیا ہے اور لوگ سورج گرہن کی نماز پڑھ رہے ہیں حضرت اسماء نے پوچھا: کیا یہ (عذاب کی) نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے سر کے
اشارہ سے فرمایا: ہاں! قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخَوِيفًا (بنی اسرائیل: ۵۹)

اور ہم اپنی نشانیوں کو صرف (اپنے عذاب سے) ڈرانے

کے لیے بھیجتے ہیں ○

سورج کو گہن لگنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کیونکہ سورج اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اس
کے نور کو کم یا ختم کر دیتا ہے اور اس دنیا میں سب سے عظیم اور قوی چیز سورج ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کے نور کو زائل کر دیتا ہے تو وہ
ہمارے دلوں سے ایمان کے نور کو اور ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور کو زائل کرنے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہے سو یہ اللہ کے جلال
اور غضب کی نشانی ہے سو اس وقت نماز پڑھ کر اور صدقہ و خیرات کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرنا چاہیے کہ کہیں ہم پر بھی اللہ
تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن کی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور صدقہ اور خیرات کرنے کا حکم دیا۔
حدیث میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت
ہو گئے اس دن سورج کو گہن لگ گیا لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ حیات کی وجہ سے پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو
ایک اور روایت میں ہے: لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۳-۱۰۴۱، صحیح مسلم: ۹۱۵-۹۱۱، سنن نسائی: ۱۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱، مسند احمد: ۱۷۱۰، دار الفکر بیروت)

سورج گرہن اور چاند گرہن کی سائنسی توجیہ اور اس سے زمین کی حرکت پر استدلال

موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق سورج اور زمین کے درمیان چاند کا جتنا حصہ حائل ہو جاتا ہے اتنے حصہ پر سورج کو گرہن لگ
جاتا ہے اور اگر ان کے درمیان پورا چاند حائل ہو جائے تو پورے سورج کو گرہن لگ جاتا ہے چند سال پہلے پورے سورج کو گہن لگ گیا
تھا اور ہم نے کراچی میں عصر کے بعد اس کا مشاہدہ کیا پورا شہر تاریک ہو گیا تھا اور ابھی ۲۹ مارچ ۲۰۰۶ء کو سورج کو جزوی گرہن لگا
روزنامہ جنگ ۲۸ مارچ ۲۰۰۶ء کی یہ خبر ملاحظہ کریں:

سورج گرہن کل پاکستان میں جزوی طور پر نظر آئے گا

کراچی میں آغاز 3 بج کر 53 منٹ پر ہوگا سورج کو براہ راست نہ دیکھنے کا مشورہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) کراچی میں بدھ 29 مارچ کو جزوی سورج گرہن ہوگا جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ 26 منٹ ہوگا تاہم سورج گرہن سہ پہر 3 بج کر 53 منٹ پر شروع ہو کر 5 بج کر 19 منٹ پر ختم ہوگا۔ ماہرین نے سورج گرہن کو براہ راست نہ دیکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ رواں سال میں 2 سورج گرہن ہوں گے۔ ایک سورج گرہن 29 مارچ کو اور دوسرا 22 ستمبر کو ہوگا 29 مارچ کو ہونے والا سورج گرہن پاکستان میں جزوی طور پر جب کہ مکمل سورج گرہن برازیل کے مشرقی ساحلی علاقوں سے نظر آئے گا۔ جامعہ کراچی کے انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس اینڈ پلانٹری اسٹروفرز کس (ISPA) کے سربراہ پروفیسر محمد شاہد قریشی کے مطابق سال 2006ء میں دو سورج گرہن ہوں گے جن میں پہلا سورج گرہن 29 مارچ کو ہوگا جو پاکستان میں جزوی طور پر دکھائی دے گا جب کہ دوسرا 22 ستمبر کو ہوگا جو پاکستان میں دکھائی نہیں دے گا کراچی میں اس کا دورانیہ ایک گھنٹہ 26 منٹ ہوگا یعنی 24 فیصد گرہن ہوگا 29 مارچ کو ہونے والا سورج گرہن مشرقی برازیل، افریقہ، یورپ، مشرق وسطیٰ، پاکستان اور بھارت میں جزوی طور پر دیکھا جاسکے گا۔ پروفیسر محمد شاہد قریشی کے مطابق 29 مارچ کو پاکستان کے مختلف شہروں سے جزوی سورج گرہن اس شیڈول کے مطابق نظر آئے گا۔ گوادر میں سہ پہر 3:38 سے شروع ہو کر 5:19 منٹ پر ختم ہوگا۔ کوئٹہ میں 3:44 منٹ پر شروع ہو کر 5:31 منٹ پر ختم ہوگا۔ پشاور میں 3:47 بجے شروع ہو کر 5:38 منٹ پر ختم ہوگا۔ اسلام آباد میں 3:50 بجے شروع ہو کر 5:38 بجے تک کراچی میں 3:53 بجے سے 5:19 بجے تک لاہور میں 3:54 بجے سے 5:36 منٹ تک جب کہ حیدرآباد میں 3:55 بجے سے 5:22 بجے تک دیکھا جاسکے گا۔ پروفیسر شاہد قریشی نے بتایا کہ جامعہ کراچی کے انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس کی جانب سے سورج گرہن کو دیکھنے کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں انسٹی ٹیوٹ کے تمام طلبہ اور اساتذہ سورج گرہن کا مشاہدہ کریں گے تصاویر اور اصل وقت ریکارڈ کریں گے۔ پروفیسر شاہد قریشی نے کہا کہ سورج گرہن کو براہ راست دیکھنے سے پرہیز کیا جائے اس سے آنکھوں کو نقصان ہو سکتا ہے تاہم سیاہ ایکسے فلم کو دھرا کر کے دیکھا جاسکتا ہے۔

سائنس دان اور ماہر فلکیات سورج کی حرکت چاند کی حرکت اور زمین کی حرکت کا پورا پورا حساب رکھتے ہیں اور اس حساب سے ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان چاند کب حائل ہوگا اور اس سے سورج کا کتنا حصہ گہنائے گا اور دنیا میں کس کس ملک میں سورج کا گہن کتنے بج کر کتنے منٹ پر نظر آئے گا اور ان کا یہ حساب اتنا قطعی ہے کہ آج تک ان کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی۔ اسی طرح جب چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جائے تو چاند کو گہن لگ جاتا ہے اور سائنس دان اور ماہر فلکیات اس کی بھی اسی تفصیل کے ساتھ پیش گوئی کرتے ہیں اور یہ تب ہی ممکن ہے جب انہیں زمین کی حرکت چاند کی حرکت اور سورج کی حرکت کا حساب معلوم اور مشاہدہ ہو تب ہی انہیں معلوم ہوگا کہ زمین اس رفتار سے حرکت کرتے ہوئے کب سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جائے گی اور چونکہ برسوں سے سورج گرہن اور چاند گرہن کی پیش گوئیوں کا صدق ظاہر ہو رہا ہے اس لیے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جو قدیم علماء زمین کی حرکت کا انکار کرتے ہیں وہ اس کی کیا توجیہ کریں گے کہ ان سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کو سورج گرہن اور چاند گرہن لگنے اور تمام دنیا میں ان کے نظام الاوقات کا کیسے پتا چل جاتا ہے کیا وہ غیب دان ہیں!

آیا نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو حقیقت دیکھا تھا یا آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی تھی؟

نیز اس حدیث میں فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے (پہلے) نہیں دیکھا ہے اس چیز کو میں نے اس جگہ میں دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت

اور دوزخ کو بھی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یحییٰ متوفی ۸۵۵ھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے اپنی آنکھ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہو یا اس طور کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو آپ کے لیے منکشف کر دیا ہو اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو زائل کر دیا ہو جیسا کہ جب مشرکین مکہ نے آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے لیے منکشف کر دیا حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتانے لگا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۶، صحیح مسلم: ۱۷۰، سنن ترمذی: ۳۱۳۳، سنن ابی داؤد: ۱۱۲۸۲، مسند ابی یوسف: ۱۳۱، مسند ابی حنبلہ: ۲۵۹، صحیح ابن حبان: ۵۵، شرح السنہ: ۳۷۶، مسند احمد: ۳۷۷، طبع قدیم: ۱۵۰۳، ج ۳۲، ص ۲۸۰)

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

● علم کلام میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دیکھنا ایک ایسی صفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والے میں پیدا کرتا ہے اور اس میں شرط نہیں ہے کہ جس چیز کو دیکھا جائے وہ دیکھنے والے کے سامنے ہو اور اس کی شعاع بصری اس چیز کا احاطہ کرے بلکہ یہ امور عاقلہ شرط ہیں اور عقلاً ان کے بغیر بھی دیکھا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت اور دوزخ کا علم عطا کیا ہو اور وحی کے ذریعہ آپ کو جنت اور دوزخ کی تمام تفصیل پر مطلع کر دیا جن پر اس سے پہلے مطلع نہیں فرمایا تھا۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۱۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ نے فرمایا ہے: اس قول کے مطابق یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کی مثالوں اور صورتوں کو دیوار میں ثبت کر دیا ہو جیسے شفاف اجسام آئینہ میں ثبت ہوتے ہیں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے تو میں نے جنت اور دوزخ کی صورتوں کو قبلہ کی اس دیوار میں دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۷۳۹، دوسری حدیث میں ہے: ابھی میرے سامنے اس دیوار کے عرش میں جنت اور دوزخ مجھ پر پیش کی گئیں اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۰) اور ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر بنائی گئی اور میں نے اس دیوار میں ان دونوں کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۵۹)

اور اس کو اس وجہ سے بعید نہ سمجھا جائے کہ آئینہ میں صرف شفاف اجسام ثبت ہوتے ہیں کیونکہ یہ شرط عادی ہے عقلی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہو اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط عقلی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ صورتیں دیوار میں پہلے سے موجود ہوں اور اس کا ادراک کرنا صرف نبی ﷺ کے لیے ممکن ہو۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۵۵ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

مصنف کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں جنت اور دوزخ کو دیکھنے کا واقعہ کئی بار ہوا بعض اوقات آپ نے جنت اور دوزخ کی صورتوں اور مثالوں کو دیکھا جیسا کہ ان احادیث میں ہے اور بعض مرتبہ آپ نے حقیقت جنت اور دوزخ کو دیکھا جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے کھڑے ہونے کی جگہ میں کسی چیز کو پکڑ رہے تھے پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا: میں نے انگور کے خوشہ کو پکڑا اور انہر میں اس کو لے بیٹا تو

تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۵۲، صحیح مسلم: ۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۱، سنن ترمذی: ۵۶۰، سنن نسائی: ج ۳ ص ۱۲۹، بیرونی: ج ۱ ص ۱۲۹)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کسوف کے موقع پر اگر جنت کی صرف مثال اور تصویر ہی دیکھی ہو تو مثال اور تصویر سے انگوڑ کے خوشے نہیں توڑے جاتے اس سے معلوم ہوا کہ نماز کسوف پڑھانے کا واقعہ متعدد دفعہ ہوا ایک موقع پر آپ کو صرف جنت کی مثال اور تصویر دکھائی گئی اور دوسرے موقع پر خود جنت اور دوزخ کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کی ملک کر دی ہے کیونکہ اگر جنت آپ کی ملک نہ ہوتی تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا تو گناہ کبیرہ ہے اور آپ گناہوں سے معصوم ہیں پھر آپ جنت سے انگوڑ کے خوشے کیسے توڑتے! اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ طاقت دی ہے کہ آپ سات آسمانوں کے پار جنت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ صرف دیکھ سکتے ہیں بلکہ جنت میں تصرف کر سکتے ہیں اس کے خوشے بھی توڑ سکتے ہیں اور جب آپ کو جنت کا مالک بنا دیا گیا ہے تو آپ جس کو چاہیں مستحق سمجھیں جنت عطا بھی فرما سکتے ہیں۔

جنت اور دوزخ کا پیدا ہونا چکا ہونا اور وہ کہاں ہیں اور عمل قلیل کا مفسد نماز نہ ہونا

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ تو وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں ہمارے پاس دلائل اور معجزات لے کر آئے تھے سو ہم نے ان کے پیغام پر لبیک کہا اور ان کی پیروی کی اور تین دفعہ یہ کہا کہ یہ محمد ہیں پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم اپنے (اعمال سے) نفع اٹھاتے ہوئے سو جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف قبر میں اشارہ کر کے فرشتے قبر میں مدفون شخص سے پوچھیں گے: تمہیں اس شخص کے متعلق کیا علم ہے اور یہ فرشتے منکر نکیر ہیں۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ نہیں پیدا کی گئیں کیونکہ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے قیامت کے بعد جزاء اور سزا کا معاملہ پیش آئے گا تو اسی وقت جنت اور دوزخ کو پیدا کر دیا جائے گا ہم اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ جنت پیدا کی جا چکی ہے ان میں سے یہ آیتیں ہیں:

وَطَافًا يَخِصِفُنَ عَلَيْهِمَا مِنْ قَدَرِ الْجَنَّةِ اور آدم اور اس کی زوجہ دونوں اپنے گرد جنت کے درخت

(الاعراف: ۲۲، طہ: ۱۲) کے پتے لپیٹنے لگے۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى ○ سدرۃ المنتہی کے پاس ○ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے ○

(النجم: ۱۵-۱۳)

اور بہت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہے ان میں سے ایک باب مذکور کی یہ حدیث ہے۔ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں جس جنت کا ذکر ہے وہ زمین کا کوئی باغ ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ تاویل قرآن اور حدیث سے کھیلنے کے مترادف ہے اور جنت اور دوزخ کے سوا ہر مخلوق فنا ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے: جنت الفردوس اوسط الجنة ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۰) جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے اور دوزخ کہاں ہے اس کی قرآن اور حدیث میں کوئی واضح تصریح نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں قبر میں مردے کو زندہ کرنے اور اس سے سوال کرنے اور اس کے جواب دینے کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اور اس پر بہت دلائل ہیں۔

نیز اس حدیث میں دجال کے نکلنے کا ثبوت ہے اور منکر اور نکیر کا ثبوت ہے اور حضرت اسماء اور حضرت عائشہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام سے منع نہیں کیا گیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ہوش ہونے کے باوجود اگر عقل قائم ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ نماز میں حضرت اسماء اپنے سر پر پانی ڈالتی رہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس چیز کو میں نے اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

اس حدیث میں ”ما من شیء“ کے الفاظ ہیں اور یہ سب عام سے بڑھ کر عام ہے اور نکرہ حیز نفی میں ہے وہ بھی عموم کا مشید ہے اس کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو دیکھی جاسکتی تھی اس کو نبی ﷺ نے اس مقام پر دیکھ لیا یہ عقلی شخص ہے اور عرفی شخص یہ ہے کہ آپ نے ان چیزوں کو دیکھا جن کا تعلق دین اور جزاء وغیرہ کے ساتھ ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ جب علامہ یعنی کے قول کے مطابق یہ الفاظ اعم العام ہیں اور نکرہ کا حیز نفی میں ہونا بھی اس کے عموم کا مؤکد ہے تو پھر کسی شخص عرفی کی ضرورت نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کا دیکھنا ممکن تھا اس کو نبی ﷺ نے اس موقع پر دیکھ لیا۔

اس کے بعد علامہ یعنی نے لکھا کہ کیا نبی ﷺ نے اس مقام پر اللہ سبحانہ کی ذات کو بھی دیکھا اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ اس مقام پر آپ نے ہر شے کو دیکھا اور شے کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی شامل ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۳۸)

رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب کے متعلق علماء دیوبند کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

مشہور دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان حدیث کے اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ اس طرح کا کلام ترقی کے لیے استعمال ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ دیکھا یہ دیکھا حتیٰ کہ یہ بھی دیکھا اور یہاں ترقی کے معنی سمجھ میں نہیں آتے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ لیلۃ المعراج میں جنت و جہنم دیکھ چکے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بیان عالم سفلی کا ہو رہا ہے کہ اس عالم میں ہوتے ہوئے مجھے بہت سی غیبی اشیاء (کل غیبی اشیاء کہنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہ) حتیٰ کہ جنت و جہنم بھی دکھائی گئیں جب کہ لیلۃ المعراج میں آپ کو دوسرے عالم میں مشاہدہ کرایا گیا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جنت و جہنم کا مشاہدہ آپ کو لیلۃ المعراج میں کرایا گیا ہو لیکن نماز کسوف میں جس مخصوص صفت کے ساتھ آپ کو دکھایا گیا ہو اس طرح لیلۃ المعراج میں آپ نے نہ دیکھا ہو اس صفت میں ترقی کا تعلق مخصوص صفت کے

ساتھ ہوگا۔ (کشف الباری جلد ۳ ص ۳۹۲-۳۹۱ مکتبہ فاروقیہ کراچی مارچ ۲۰۰۵ء)

شیخ محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے پہلے نہیں دکھائی تھی مگر آج وہ اپنے اس کھڑے ہونے کی جگہ دیکھ لی ہے یعنی وہ چیزیں پہلے نہیں دکھائی گئیں تھیں وہ آج دکھا دی گئی ہیں یہاں تک کہ جنت اور جہنم کو بھی میں نے دیکھ لیا نماز کسوف کے اندر ملاء اعلیٰ کی بہت سی باتیں

حضور اکرم ﷺ پر منکشف فرمائی گئیں۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۱۱۶ مکتبہ المحرق کراچی)

حدیث میں ”اعم العام“ کا صیغہ ہے اور نکرہ چیز نفی میں ہونے سے اس کا عموم مؤکد ہے جس کا معنی ہے کہ آپ کو غیب کی تمام چیزیں دکھادی گئیں حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات بھی آپ کو دکھادی جو غیب الغیب ہے پھر باقی کیا رہ گیا لیکن چونکہ شیخ سلیم اللہ اور شیخ عثمانی رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب کے قائل نہیں ہیں اس لیے انہوں نے اس کے ترجمہ میں بہت سی غلطیاں لکھا ہے حالانکہ یہ حدیث آپ کے کلی علم غیب پر واضح دلیل ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور آپ کا علم متناہی ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور آپ کا علم ایک ذرہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مماثل نہیں ہے جو شخص ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ اور رسول کا علم مساوی مانے وہ مشرک ہے اور رسول اللہ ﷺ کو کلی اشیاء کا علم ہے مگر متناہی وجوہ سے اور یہی آپ کے علم کلی کا معنی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دیوبند کے ایک اور عالم سید احمد رضا بجنوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث الباب میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے پہلے سے نہیں دکھائی گئی تھی کہ میں نے اس کو اس مقام میں دیکھ لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے تو آپ ﷺ کو تمام چیزوں کی رویت حاصل تھی ہی نہیں صرف بعض کی تھی مگر اس مقام میں وہ رویت مکمل ہو گئی لیکن پھر بھی یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سے مراد تمام غیوب ہیں یا وہ غیوب ہیں جن کے بارے میں امت کو مطلع کرنے کی ضرورت تھی یا جو آپ ﷺ کی ذات مکرم و معظم کے لیے بطور خاص ضروری تھے اور جن امور کی اطلاع سے آپ ﷺ کا خصوصی اعزاز و اکرام مقصود تھا اس کا جواب یہ ہے کہ گو حدیث کے الفاظ سے دونوں کا احتمال ہے مگر بہ ظاہر دوسری صورت ہی مراد ہے اور پہلی صورت کے ممنوع ہونے پر کتاب و سنت دونوں شاہد ہیں حق تعالیٰ نے فرمایا: ”قُلْ لَا يَغْنَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ“ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ زمین و آسمان میں سوائے خدا کے غیب کو کوئی بھی نہیں جانتا حدیث میں ہے: ”مفاتيح الغيب خمس لا يعلمهن الا الله“ ”پانچ چیزیں غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی نہیں جانتا“ پھر اس کے لیے بھی جمیع غیوب مراد نہیں ہو سکتے کہ اس سے خالق و مخلوق کا برابر ہونا لازم آتا ہے جو عقلاً بھی ممکن ہے لہذا علم غیب کلی حضور اکرم ﷺ بہ طریق عقل و نقل مستحیل ہے۔ (بجہ النواص ج ۱ ص ۱۲۰)

آنحضرت ﷺ کے لیے علم غیب کلی کے ثبوت و عدم ثبوت کی بحث ہم آئندہ کسی مناسب موقع سے مکمل و مدلل لکھیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (انوار الباری ج ۲ ص ۱۳۵ اور تالیفات اثر فیضان ۱۳۲۵ھ)

شیخ بجنوری کے اپنے کلام میں تعارض ہے انہوں نے قرآن مجید کی جو دو آیتیں پیش کی ہیں ان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کو بھی عطا کیا غیب کا علم نہیں ہے پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ آپ کو جمیع غیوب کا علم نہیں ہے یعنی بعض غیوب کا علم ہے اور بقیت ان آیتوں کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی از خود غیب کا علم نہیں ہے اور اسی کو ذاتی علم سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام مفسرین نے ان آیتوں کی تفسیر میں یہی لکھا ہے ہم اس سے پہلے شیخ شبیر احمد عثمانی سے بھی نقل کر چکے ہیں انہوں نے اہمل: ۶۵ کی تفسیر میں لکھا ہے:

فل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الہی کے ہو سکتا ہے۔ (الی قول) ہاں! بعض بندوں کو بعض غیوب پر با اختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمایا۔ (حاشیہ ثانی ص ۴۹۶ انوار التسنین کراچی)

اور کلی علم غیب کا محمل ہم بیان کر چکے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں مساوات لازم نہیں کیونکہ آپ کا علم متناہی وجوہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے اور ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کا غیر متناہی وجوہ سے ہے اور آپ کا علم تمام علم متناہی وجوہ سے ہے ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی در غیر متناہی وجوہ سے ہے اس میں غیر متناہی کا تسلسل ہے اور جو آپ کے لیے ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے برابر مانے وہ مشرک ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ قبر میں تین سوال کیے جائیں گے پھر آپ کی شناخت کے متعلق سوال پر اقتصار کیوں کیا گیا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا قبر میں صرف آپ کے متعلق سوال کیا جائے گا یا اور کوئی سوال بھی کیا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جو سوالات کیے جائیں گے ان کی تفصیل ان احادیث میں ہے:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بھیجا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ ہیں پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: "يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُخْلِلُ اللَّهُ الظَّالِمِينَ" (ابراہیم: ۲۲)

(المعجم الکبیر: ۹۱۳۵ حنفی لکھی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴۱ یہ حدیث ابوالقاسم بن ابی حنیفہ (۱۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا: جب لوگ چنہ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ حناؤ نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو پٹیاں دیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں پھر وہ کہیں گے: تم کو ایسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے:

"يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ" (ابراہیم: ۲۲) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منجھائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو

بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا پھر آسمان سے ایک منادی نداء کرے گا: اس نے جھوٹ بولا اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تیش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر ٹک کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی منی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر منی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ امام احمد متوفی ۲۴۱ھ امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۳۷۳، مصنف عبد الرزاق: ۶۷۳۷، مسند احمد: ۲۸۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۷۳۳، الشریعہ للآجری: ۸۱۴، المستدرک ج ۱ ص ۷۳)

اب یہ اعتراض ہے کہ جب قبر میں تین سوالات کیے جائیں گے تو صحیح بخاری: ۸۶ کی اس حدیث میں صرف اس سوال پر کیوں اکتفاء کیا گیا ہے کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بہت اہم سوال ہے حتیٰ کہ پہلے دو سوالوں کے جوابوں کا قبول ہونا اسی سوال کے جواب کی صحت پر موقوف ہے اس لیے اسی سوال کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

۲۵۔ بَابُ تَحْرِيطِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَدَّ عَبْدَ الْقَيْسِ عَلَى أَنْ يَحْفَظُوا الْإِيمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ

نبی ﷺ کا عبد القیس کے وفد کو ایمان اور علم کی حفاظت پر براہیختہ کرنا اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں سوال اور جواب کا ذکر تھا اور سوال کے جواب میں بھی ایک قسم کے علم پر ترغیب ہوتی ہے اور اس باب میں بھی علم پر ترغیب ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں:

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحَوَارِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَعَلُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَعَلِمُوهُمْ

اور حضرت مالک بن حواریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو علم سکھاؤ۔

حضرت مالک بن الحواریث رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چھ افراد کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس آئے تھے پھر اسلام لے آئے اور کافی دن آپ کے پاس رہے پھر آپ نے ان کو ان کے گھر جانے کی اجازت دے دی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پندرہ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور یہ حدیث وہ ہے جس پر دونوں متفق ہیں یہ بصرہ میں رہے اور وہیں ۹۲ھ میں فوت ہو گئے بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۳۹، خلاصۃ الخیر ج ۳ ص ۶۶)

امام بخاری نے یہاں جو حدیث ذکر کی ہے وہ ایک حدیث کا قطعہ ہے مکمل حدیث یہ ہے:

حضرت مالک بن الحواریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ہم ہم عمر لو جو ان تھے

آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے پھر آپ نے یہ گمان کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کی طرف مشتاق ہو رہے ہیں اور آپ نے ہم سے کہا کہ ہم اپنے گھر میں کن کو چھوڑ کر آئے ہیں سو ہم نے آپ کو بتایا اور آپ بہت رفیق اور رحیم تھے آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو (نیکی کا) حکم دو اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز کی امامت کرائے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۰۸-۶۲۸، صحیح مسلم: ۶۷۴، سنن ابوداؤد: ۵۸۹، سنن ترمذی: ۲۰۵، سنن نسائی: ۹۷۹-۶۳۳، مسند احمد: ۲/۶۴۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمہ کرتا تھا انہوں نے بیان کیا کہ عبد القیس کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا: یہ کون سا وفد ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: ربیعہ آپ نے فرمایا: اس قوم کو خوش آمدید ہو! یا اس وفد کو! یہ نہ شرمندہ ہیں نہ نادم ہیں! انہوں نے کہا: ہم آپ کے پاس دور دراز کی مسافت سے آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ ہے اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینہ میں آنے کی طاقت رکھتے ہیں آپ ہمیں کوئی جامع حکم بتائیے جس کی ہم اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو خبر دیں اور اس وجہ سے جنت میں داخل ہو جائیں تو آپ نے ان کو چار کاموں کا حکم دیا اور چار کاموں سے منع فرمایا آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اللہ عزوجل وحدہ پر ایمان لائیں آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ وحدہ پر ایمان لانے کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور تم مالی غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو اور آپ نے ان کو کھوکھلے کدو، سبز گھڑوں اور تارکول ملے ہوئے برتنوں (میں ٹینڈ پینے) سے منع فرمایا۔

شعبہ نے کہا: بعض اوقات آپ نے فقیر کہا اور بعض اوقات مقیر کہا (کھوکھلا)۔ آپ نے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أترجم بين ابن عباس وبين الناس فقال إن وفد عبد القيس قالوا ربنا الله عليه وسلم فقال من الوفد أو من القوم؟ قالوا ربيعه فقال مرحبا بالقوم أو بالوفد؟ غير خزايا ولا ندامي قالوا إنا نأتيك من هبة بعيدة وبيننا وبينك هذا الحى من كفار مضر ولا نستطيع أن نأتيك إلا في شهر حرام فمرنا بأمر نخبر به من وراءنا ندخل به الجنة فأمرهم بأربع ونهاهم عن أربع أمرهم بالإيمان بالله عز وجل وحده قال هل تدرون ما الإيمان بالله وحده؟ قالوا الله ورسوله أعلم قال شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة وصوم رمضان وتعطوا الخمس من المغنم ونهاهم عن الذبائ والحتيم والمزقت.

قال شعبه ربما قال النقيير وربما قال المقير.

قال إحتفظوه وأخبروه من وراءكم.

پچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو۔

صحیح البخاری: ۵۳ میں اس حدیث کی تخریج اور شرح تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

تبلیغ اور تعلیم کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کا محمل

ملازمہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کا علم حاصل ہو اس پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کو اس کی تعلیم دے جن کو اس کا علم نہیں ہے اور اب یہ تعلیم دینا فرض کفایہ ہے کیونکہ اب مکمل اسلام پھیل چکا ہے اور ابتداء اسلام میں جس شخص کو دین کی کسی بات کا علم ہوتا اس پر دوسروں کو اس کی تعلیم دینا فرض عین تھا حتیٰ کہ اسلام مشارق اور مغارب میں پھیل گیا اور اس کا تمام ادیان پر غلبہ ہو گیا جس طرح نبی ﷺ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عذاب سے ڈرایا تھا اسی طرح ابتداء اسلام میں علماء پر فرض عین تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین کا لزوم

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھروالوں کو تعلیم دے اور ان کو فرائض سکھائے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو اور قرآن مجید میں ہے:

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم: ۶)

تم اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور اس وجہ سے بھی کہ انسان اپنے گھروالوں کے اعمال کا محافظ ہے اور اس سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور اس حدیث میں خبر واحد کے حجت ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

”کتاب الایمان“ کے آخر میں باب ”اداء الخمس من الایمان“ میں وفد عبد القیس کی حدیث: ۵۳ میں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے اور اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطلال ج ۱ ص ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۲۶۔ بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسَآلَةِ
النَّازِلَةِ وَتَعْلِيمِ أَهْلِهِ

کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے
سفر کرنا اور اپنے گھروالوں کو تعلیم دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم کی ترغیب کا ذکر تھا اور جس کوشدت سے علم کی ترغیب دی جائے وہ کبھی اپنے پیش آمدہ مسئلہ کے حل کی تلاش میں نکل جاتا ہے۔

۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةَ لَأَبِي إِيَّاهُ ابْنِ عَزِيزٍ فَاتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عَقْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابی حسیمن نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عقبہ بن الحارث بن عزیز سے کہ انہوں نے ابواحاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی

وَالَّتِي تَزَوَّجَ فَقَالَ لَهَا عَقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكَ أَرْضَعِينِي وَلَا أَخْبَرْتَنِي فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ فَقَارَقَهَا عَقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

اطراف اللہ پٹ: ۲۰۵۲-۲۶۳۰-۲۶۵۹-۲۶۶۰-۵۱۰۳ |
فرمایا: تم کیسے؟ (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے؟) حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے! پھر حضرت عقبہ اپنی بیوی سے الگ ہو گئے اور اس نے پھر کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۵۱، سنن ابوداؤد: ۳۶۰۳، مسند الحمیدی: ۵۷۹، سنن داری: ۲۲۶۰، سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۹، سنن ابی نعیم: ۶۰۲۸، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۷۶-۱۷۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۵۳۳۵-۱۳۹۶۸، صحیح ابن حبان: ۳۲۱۶، المعجم الکبیر: ۹۷۵-۹۷۴، ج ۱، مسند احمد ج ۳ ص ۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۱۳۸، ج ۲۶ ص ۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: پیش آمدہ مسند کے حل کے لیے سفر کرنا اور اس حدیث میں حضرت عقبہ کے اسی سفر کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن مقاتل المروزی (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمر بن سعید بن ابی حسین النوفلی الہکلی یہ طاؤس عطاء اور دیگر سے روایت کرتے ہیں یہ ثقہ ہیں امام ابوداؤد نے ان سے مراسل میں روایت کی ہے (۴) عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ القرشی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت عقبہ بن الحارث بن عامر بن عدی القرشی الہکلی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور مکہ میں رہائش رکھی امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے ان کی احادیث روایت کی ہیں امام مسلم نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی امام بخاری نے "کتاب العلم" کتاب الحدود" اور "کتاب الزکوٰۃ" میں ان کی تین احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۵۱) (خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی اس عورت کا نام ام یحییٰ غنیہ تھا اور اس خاتون نے بعد میں ضریب بن الحارث سے نکاح کر لیا۔

رضاعت ثابت نہ ہونے کے باوجود آپ نے حضرت عقبہ کے نکاح کو کیوں ناپسند فرمایا
حضرت عقبہ نے نبی ﷺ سے جب اپنی بیوی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم کیسے (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے؟) حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ حضرت عقبہ کا اپنی بیوی کے ساتھ نکاح صحیح تھا اور محض ایک عورت کے خبر دینے سے ان کے درمیان رضاعت (دودھ کا رشتہ) ثابت نہیں ہوتا تھا پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کے نکاح کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ حضرت عقبہ پر بہر حال یہ تہمت لگتی کہ انہوں نے اپنی دودھ شریک بہن سے نکاح کیا ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کا دامن پاک ہو اور وہ حرام کام سے بڑی ہو پھر بھی اس کو حرام کی تہمت سے بچنا چاہیے۔

”حدیث اتقوا مواضع التهم“ کی تحقیق

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے ذکر کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اتقوا مواضع التهم“ (تہمتوں کی جگہوں سے بچو)۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

اس کے حاشیہ پر علامہ عراقی نے لکھا ہے: مجھے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ملی۔

سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے ”احیاء العلوم“ کی شرح میں لکھا ہے:

الزبیر بن بکار نے ”الوفقیات“ میں اپنی سند سے روایت کیا ہے: حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: جو شخص تہمت کے درپے ہوا تو وہ اس کو ملامت نہ کرے جو اس کے ساتھ بدگمانی کرے اور امام بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے میرے بعض بھائیوں نے میرے لیے لکھا: جس شخص نے اپنے نفس کو تہمتوں کے لیے پیش کیا وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ (اتحاف السادة المتقين ج ۷ ص ۲۸۳ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص بدگمانی کے راستوں پر چلا اس کو تہمت لگے گی۔

(کشف الخفاء، حزیل البابا ج ۱ ص ۴۴ منقبتہ الغزالی دمشق)

تہمت کی جگہوں سے بچنے کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت علی بن احمین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں تھے وہ آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئیں اور پچھ دیر آپ سے باتیں کیں پھر جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی ﷺ بھی ان کو رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے دروازے پر پہنچیں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس تھا تو دو انصاری مرد وہاں سے گزرے اور انہوں نے نبی ﷺ کو سلام کیا نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حنی ہیں ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! اور ان پر یہ بات بہت شاق گزری تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ پہنچ جاتا ہے اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز (بدگمانی) ڈال دے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۳۵، صحیح مسلم: ۲۱۷۵، سنن ابوداؤد: ۲۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۹)

نیز حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا۔ (صحیح البخاری: ۵۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۹، مسند الحمیدی: ۱۵۱۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۲۹، سنن ترمذی: ۱۲۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۳، سنن نسائی ج ۷ ص ۲۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۹، سنن دارمی: ۲۵۳۳)

اور اس میں کوئی شک نہیں جب اس عورت نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے تم کو اور تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے تو ان کا نکاح مشتبہ ہو گیا اور ان کے دین اور ان کی عزت کی حفاظت کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دیتے۔

رضاعت کے ثبوت کے لیے نصاب شہادت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ایک دودھ پلانے والی عورت کی شہادت سے رضاعت

ثابت ہو جاتی ہے اور جو فقہاء کہتے ہیں کہ ایک عورت کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ کی حدیث احتیاط پر محمول ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک عورت کے خبر دینے سے ان پر ان کی بیوی حرام ہو گئی تھی۔ علامہ ابن بطال مالکی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور العلماء نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے شبہ سے بچنے کے لیے یہ حکم دیا ہے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ محل شک سے اجتناب کریں، تاکہ وہ اس خطرہ سے نکل جائیں کہ وہ اپنی رضاعی بہن سے مجامعت کر رہے ہیں، لیکن آپ نے قطعی طور پر یقین سے منع نہیں فرمایا، نیز اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، (اجمان کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور نبی ﷺ نے محتاط طریقہ پر عمل کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ حکم بہ طریقہ قضاء نہیں تھا، نبی ﷺ نے بہ طور احتیاط یہ حکم دیا جیسے کہ امام بخاری نے "کتاب البیوع" میں تفسیر مشتبہات میں اس حدیث کو درج کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا کہ حضرت عقبہ کی یہ حدیث، جو بی حکم پر محمول ہے اور انہوں نے کہا کہ دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کیا جاتا ہے، یہ امام احمد کا قول ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب ایک عورت دودھ پلانے والی ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور اس کی گواہی کے ساتھ اس کے قول پر قسم بھی لی جائے گی۔

امام مالک نے کہا: دودھ پلانے والی عورت کا قول قبول کیا جائے گا، بشرطیکہ اس کا دودھ پلانا گمہ میں اور پڑوسیوں میں مشہور ہو چکا ہو اور اگر دو عورتیں گواہی دیں تو پھر رضاعت کے ثبوت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عقبہ پر واجب تھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ نے تقویٰ اور احتیاط کے طور پر حضرت عقبہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں تو آپ پر لازم تھا کہ آپ حضرت عقبہ کو یہ حکم دیتے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں تاکہ وہ دوسرے شوہر پر حلال ہو جائیں، کیونکہ اگر یہ حکم احتیاط تھا اور ان کی بیوی پر دستور ان کے نکاح میں تھیں تو حضرت عقبہ کے چھوڑنے کے بعد ان کا دوسرے شخص سے نکاح جائز نہ ہوتا اور آپ نے جو فرمایا: تم ایسے (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے؟) حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ آپ کا یہ ارشاد اس لیے تھا کہ حضرت عقبہ پر معاملہ آسان ہو جائے اور اس کی تائید آپ کے تبسم سے ہوتی ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت عقبہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے وہ اس پر محمول ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر علیحدہ ہو گئے۔

امام ابو حنیفہ نے رضاعت کے ثبوت میں صرف عورتوں کی شہادت کو منع فرمایا ہے ان کے نزدیک دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

امام شافعی کے مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ جب ایک دودھ پلانے والی شہادت دے اور اپنی شہادت کے ساتھ وہ دودھ پلانے کی اجرت کا بھی دعویٰ کرے تو اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی، کیونکہ وہ اپنے فائدہ کے لیے شہادت دے رہی ہے اور اس کی شہادت منہم ہوگی اور اگر وہ اپنی اجرت کا دعویٰ نہ کرے صرف یہ کہے کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے تو اس کی شہادت کو قبول کرنے میں ان کا اختلاف ہے اور ان کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی شہادت قبول ہوگی۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ رضاعت کی شہادت مال کی شہادت کی طرح ہے اس میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اور تہما عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جائے

گی، امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی ہے اور امام احمد کے نزدیک ایک عورت کی گواہی ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۷- بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ

حصول علم کے لیے باری باری جانا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حصول علم کے لیے سفر پر جانے کا ذکر تھا اور اس باب میں طلب علم کے لیے باری باری جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں باب علم کی حرص میں مشترک ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از ابو ہریر (ح) امام ابو عبد اللہ بخاری کہتے ہیں: اور ابن وہب نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور از حضرت عبد اللہ بن عباس از حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید کے قبیلہ اور ان کے مواضع میں رہتے تھے اور یہ مدینہ کے بالائی حصہ پر تھا ہم باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا پس جب میں جاتا تو اس دن نزول وحی کی خبر لے کر آتا اور جس دن وہ جاتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا پس ایک دن میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: کیا وہ ہے؟ میں گھبرا کر اس کی طرف نکلا تو اس نے کہا: بہت سنگین حادثہ ہو گیا، حضرت عمر نے کہا: پس میں حصہ کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھی میں نے پوچھا: کیا تم کو رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں نہیں، پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں نے کہا: اللہ اکبر۔

۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَجَارُ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَانْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جَنَّتْ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوَيْتُ أَنْضَرْ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا فَقَالَ أَلَمْ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَدَّثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ طَلَقَكُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ لَا أَدْرِي ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَطَلَقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ۔

۱ اطراف الحدیث: ۲۳۶۸-۳۹۱۳-۳۹۱۴-۳۹۱۵-۵۱۱۹۔

۵۲۱۸-۵۸۳۳-۶۲۵۶-۷۲۶۳۔

(صحیح مسلم: ۱۳۷۹ سنن ترمذی: ۳۳۶۱ سنن نسائی: ۲۳۱-۲۷۵ سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۳ مسند ابویعلیٰ: ۲۲۲ صحیح ابن حبان: ۳۲۶۸ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۷ مسند البزار: ۲۰۶۱ الادب المفرد: ۸۳۵ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۲ ج ۱ ص ۳۵۰-۳۴۶ مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابق اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: طلب علم کے لیے باری باری جانا اور اس حدیث میں حضرت عمر اور ایک انصاری کے رسول اللہ ﷺ کے پاس باری باری جانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس انصاری پڑوسی کا ذکر ہے اس کا نام عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان الانصاری الخزرجی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصاری کی زوردار دستک سے حضرت عمر گھبرا گئے امام بخاری نے "کتاب التفسیر" میں حضرت عمر سے روایت کیا ہے: ہمیں یہ خطرہ تھا کہ غسان کا کوئی بادشاہ ہم پر حملہ کرے گا پس جب اس انصاری نے زوردار دروازہ کھٹکھٹایا تو میں سمجھا کہ اس غسانی نے حملہ کر دیا ہے۔

اس انصاری نے کہا: بہت سنگین حادثہ ہو گیا ہے اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور اس میں سنگینی کی وجہ یہ تھی کہ اس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بہت سنگین بات تھی کیونکہ ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ تھیں اس انصاری نے آپ کے ازواج سے علیحدہ ہونے سے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے اس لیے اس کے گمان کے اعتبار سے حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا: کیا آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے۔

حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل نکالے گئے ہیں:

(۱) اس سے طلب علم کی حرص کا جواز معلوم ہوتا ہے اسی لیے حضرت عمر اور وہ انصاری باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

(۲) طلب علم کے ساتھ اپنی گزراوقات اور اہل و عیال کی کفالت کا بھی انتظام کرنا چاہیے اسی لیے حضرت عمر ایک دن حصول علم کے لیے جاتے تھے اور ایک دن گزراوقات کے انتظام میں مشغول رہتے۔

(۳) صحابہ کرام ایک دوسرے کو نبی ﷺ کے احوال اور آپ کی احادیث سے مطلع کرتے رہتے تھے جیسے اس انصاری نے حضرت عمر کو مطلع کیا کہ آپ اپنی ازواج سے الگ ہو گئے ہیں اور اس میں خبر واحد کو قبول کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باپ کا اپنی بیٹی کے گھر اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے اور ان کے گھریلو معاملات کی تفتیش کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ کے گھر جا کر ایسا ہی کیا تھا۔

(۵) اس حدیث میں پڑوسی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے اور کھڑے ہو کر سوال کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھ کر نصیحت

اور تعلیم میں اظہارِ غضب کرنا

۲۸۔ بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ

وَالْتَّعْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حصول علم کے لیے استاذ اور معلم کے پاس جانے کا ذکر تھا اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ استاذ تعلیم دیتے وقت کبھی اظہارِ غضب بھی کرتا ہے۔

۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي بِيَانٍ كُنْ اُنْهَوْنَ نَعَبَا: بِمِيسْ سَفْيَانُ نَعَبَا خَرَدِيْ اَزْ اَبْنِ اَبِيْ خَالِدٍ اَزْ

مَسْعُودُ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا أَكَادُ أَذْرُكَ الصَّلَاةَ مِمَّا يَطْوِلُ بِنَا فُلَانٌ، فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمٍ مِثْلٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَنفَرُونَ فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

[اطراف الحديث: ۷۰۲-۸۰۳-۶۱۱۰-۱۵۹]

قیس بن ابی حازم از حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں فلاں شخص کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے (جماعت سے) نماز کو نہیں پڑھ سکتا! پس میں نے نبی ﷺ کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی غضب ناک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا! آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم (نمازیوں کو) متنفر کرتے ہو! پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف کے ساتھ پڑھائے کیونکہ نمازیوں میں بیمار کمزور اور کسی ضروری کام پر جانے والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۸۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۷۶، مسند الحمیدی: ۳۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۵-۵۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۰۵، صحیح ابن حبان: ۲۱۳، المعجم الکبیر: ۵۵۵، ج ۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۵، شرح السنن: ۸۴۴، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۸، طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۰۶۵، ج ۲۸ ص ۲۹۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی غضب ناک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن کثیر: یہ اپنے بھائی سلیمان شعبہ اور ثوری سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور امام ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے امام ابو حاتم نے کہا: یہ بہت سچے ہیں یہ ۹۰ سال کی عمر میں ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان ثوری: ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) اسماعیل بن ابی خالد الجبلی: ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (معدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۹-۱۵۸)

لمبی اور مختصر نماز پڑھانے کے محال اور دیگر مسائل

- (۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں فلاں شخص کی لمبی نماز کی وجہ سے جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر رد نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام لمبی نماز پڑھائے تو جماعت کو ترک کرنا جائز ہے۔
- (۲) اس شخص نے امام کی شکایت کی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غیر شرعی کام کرے اس کی شکایت کرنا جائز ہے۔
- (۳) جو شخص دین میں کوئی غلط کام کرے اس پر غضب ناک ہونا جائز ہے اور کسی مکروہ کام پر انکار کرنا جائز ہے کیونکہ اس امام کا بہت لمبی نماز پڑھانا غلط اور مکروہ کام تھا اگرچہ حرام نہیں تھا۔
- (۴) جب نماز کی لمبی نماز پڑھنے پر راضی نہ ہوں اور امام حد اعتدال سے لمبی نماز پڑھائے تو مفتی کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کو سختی سے منع کرے۔

(۵) امام کو لمبی نماز پڑھانے سے منع کرنے کا محمل یہ ہے کہ جب نمازیوں میں بوڑھے کمزور اور بیمار ہوں اور اگر نمازیوں میں سب صحت مند اور توانا ہوں اور وہ لمبی نماز پڑھانے سے خوش ہوں تو پھر امام کے لیے لمبی نماز پڑھانا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ لمبی سورتوں مثلاً سورۃ یوسف پڑھ کر بھی نماز پڑھاتے تھے اور آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف بھی پڑھی ہے تاہم جب

آپ نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں نماز میں مضطرب ہو گی۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۴۷۔ ج ۱ ص ۱۲۵۹ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال المدینی نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید المصعبی کے آزاد شدہ غلام از زید بن خالد الجہنی کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے قطعہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: اس کے سر بند (جس ڈوری سے تھیلی کو باندھا گیا ہو) کی پہچان رکھو یا فرمایا: اس تھیلی (ہوئے) اور اس کو بند کرنے کی چیز کی پہچان رکھو پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو پھر تم خود اس سے نفع حاصل کرو پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو وہ چیز ادا کرو اس شخص نے پوچھا: گم شدہ اونٹ (کا کیا حکم ہے)؟ سو آپ غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے یا راوی نے کہا: آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے اس کے ساتھ اس (کے پانی کا) مشکیزہ ہے اور اس کا جوتا ہے وہ پانی (کے چشمہ) پر جا کر پانی پی لے گا اور درختوں کو چرتا رہے گا اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو پا لے گا۔ اس سائل نے پوچھا کہ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے۔

۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِينِيُّ عَنْ رَيْبَعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُصَبِّعِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللَّفْظَةِ فَقَالَ أَعْرِفْ وَكَأَنَّهَا أَوْ قَالَ وَعَاءٌ هَا وَعِصَا صَهْبَا ثُمَّ عَرَفَهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتَعَ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَذِهَا إِلَيْهِ قَالَ فَصَالَةَ الْإِبِلِ؟ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجَنَّتَاهُ أَوْ قَالَ احْمَرَّتْ وَجْهَهُ فَقَالَ وَمَا لَكَ وَلَهَا! مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَجَذَاؤُهَا تَرُدُّ الْمَاءَ وَتَرْغَى الشَّجَرَ فَلَذَرَهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ فَصَالَةَ الْغَنَمِ؟ قَالَ لَكَ أَوْ لَا خِيْلَكَ أَوْ لِلذَّنْبِ.

اطراف الحدیث: ۲۳۷۲-۲۳۷۳-۲۳۷۴-۲۳۷۵-۲۳۷۶

۲۳۳۹-۵۲۹۲-۶۱۱۲

(صحیح مسلم: ۱۷۲۲ سنن ابوداؤد: ۱۷۰۳ سنن ترمذی: ۱۳۷۲)

اسنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۱۳ سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۳ مصنف عبدالرزاق:

۱۸۶۰۱ المستعین: ۶۶۹ صحیح ابن حبان: ۴۸۹۵ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۷۔

۱۸۶۱ مسند ابوعویبہ ج ۳ ص ۳۸ مسند الحمیدی: ۸۱۶ سنن دارقطنی ج ۳

ص ۲۳۹ المعجم الکبیر: ۵۲۰۵ شرح السنن: ۲۲۰۷ المعجم الاوسط: ۲۵۱۷

مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۰۵۰ ج ۲۸ ص ۲۸۳

مؤسسۃ المدینۃ المنورۃ

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اظہار غضب کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد ابوجعفر المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک (۳) سلیمان بن بلال المدینی (۴) ربیعہ بن عبدالرحمان ان سب کا

تعارف ہو چکا ہے (۵) یزید المصعبی کے آزاد شدہ غلام یہ حضرت ابوہریرہ حضرت زید بن خالد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ثقہ

راوی ہیں (۶) حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن ان کے ساتھ جہینہ کا جھنڈا تھا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۸۱

احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں یہ کوفہ میں ٹھہرے اور وہیں فوت ہو گئے ۸۵ سال کی عمر گزار کر ۷۸ھ میں فوت ہوئے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۶۱)

”لَقْطَه“ و ”كَاء“ و ”عَاء“ اور ”عِفَاص“ کے معانی

اس حدیث میں ”لَقْطَه“ کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: راستہ میں پڑی ہوئی چیز التقاط کا معنی ہے: بغیر طلب کے کسی چیز کا ملنا۔ اور اس حدیث میں ”و كَاء“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ ڈوری جس سے تھیلی کا منہ باندھتے ہیں اور اس میں ”و عَاء“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ظرف برتن، تھیلی، بنوایا پرس اور اس میں ”عِفَاص“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ظرف کا مادہ (یعنی جس چیز سے برتن یا تھیلی بنی ہوئی ہو) جیسے چڑیا کپڑا یا وہ ڈوری جس سے تھیلی کا منہ باندھا جائے۔

لَقْطَه کا معنی اور فقہاء احناف کے نزدیک لَقْطَه کو اٹھانے کا رائج ہونا

شمس المائمہ ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۹۷۷ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ لَقْطَه (کسی کی گری ہوئی چیز) کو اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا ہے اور یہ شرعاً حرام ہے اور ائمہ تابعین میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس کو اٹھانا جائز ہے اور اس کو ترک کر دینا افضل ہے کیونکہ اس کا مالک اس کو ڈھونڈتا ہوا اسی جگہ آئے گا جہاں وہ گری تھی اور اس لیے بھی کہ وہ اپنے نفس سے مطمئن نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اس چیز پر قبضہ کر لے اور ہمارے فقہاء کا مختار یہ ہے کہ اس کو اٹھالینا افضل ہے کیونکہ اگر اس نے اس کو نہیں اٹھایا تو ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی خائن اور فاسق اٹھا لے اور اس کا اعلان نہ کرے۔

اگر وہ ایسی چیز ہو جس سے اس کا مالک مستغنی ہو جیسے خالی ذبے یا رڈی تو اس کو اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اگر وہ ایسی چیز ہو جس کے متعلق گمان ہو کہ اس کا مالک اس کو تلاش کرے گا تو جو شخص اس کو اٹھائے گا اس پر اس کی حفاظت کرنا اور اس کی نشانیوں کو یاد رکھنا لازم ہے تاکہ وہ اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا سکے ابراہیم نخعی نے روایت کیا ہے کہ لَقْطَه کا ایک سال تک اعلان کرے اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دے ورنہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کا مالک آجائے تو اس کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو نافذ کر دے اور اگر وہ چاہے تو لَقْطَه اٹھانے والے کو ضامن کر دے۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۳-۳ ملاحظاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

لَقْطَه کا اعلان کرنے کی مدت کی تفصیل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: ہر چیز میں ایک سال تک اعلان کرنے کی مدت لازم نہیں ہے اتنی مدت تک اعلان کیا جائے جتنی مدت کے متعلق یہ ظن غالب ہو کہ لَقْطَه کا مالک اس کو صرف اتنی مدت تک ہی تلاش کرے گا دس درہم یا اس سے زائد مالیت کی چیز کا ایک سال تک اعلان کرے اور تین درہم سے نو درہم تک کی مالیت کی چیز کا ایک مہینہ اعلان کرے۔

(واضح رہے کہ ۲۰۰۶ء میں ایک درہم چالیس پاکستانی روپے کے برابر ہے) اور اس سے کم مالیت کی چیز میں ایک درہم تک جمعہ کو اعلان کرے اور ایک درہم سے کم مالیت کی چیز میں ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک پیسہ کی چیز ہو تو ادھر ادھر دیکھ کر فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ (آج کل ایک پیسہ سے مراد پاکستانی ایک روپیہ لینا چاہیے۔ سعیدی غفرلہ) ان بیان کردہ مقادیر میں سے کوئی مقدار بھی حتمی اور لازمی نہیں ہے۔

علامہ سرخسی نے جو اعلان کی مدت کی تفصیل بیان کی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو ایک درہم یا اس کے مشابہ کوئی چیز ملے تو وہ اس کا تین دن اعلان کرے اور اگر اس سے زیادہ مالیت کی چیز ہو تو سات دن تک اعلان کرے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۳، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۵، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۹)

اس حدیث کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لفظ کے اعلان کے لیے ایک سال یا تین سال کی مدت لازم نہیں ہے۔

(سعیدی غفرلہ)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا مجھے ایک چابک (یا کوڑا) ملا مجھ سے سلیمان نے کہا: اس کو پھینک دو میں نے کہا: نہیں! اگر مجھے اس کا مالک مل گیا تو میں اس کو دے دوں گا ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا جب ہم لوٹے تو ہم نے حج کیا پس جب میں مدینہ منورہ سے گزرا تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ان کو ایک تھیلی ملی تھی جس میں سودینار تھے (ایک دینار میں قیراط سونے کا ایک سکہ تھا ایک قیراط کا وزن بارہ چاول کے برابر ہے) میں وہ تھیلی نبی ﷺ کے پاس لے کر گیا آپ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرو میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا پھر آپ نے پاس کیا آپ نے فرمایا: (مزید) ایک سال تک اعلان کرو پس میں نے ایک سال تک (اور) اعلان کیا میں پھر آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا: (پھر) ایک سال تک اعلان کرو میں نے (پھر) ایک سال تک اعلان کیا پھر میں آپ کے پاس چوتھی بار آیا آپ نے فرمایا: اس کے دیناروں کی تعداد اور اس کی ڈوری اور اس کی تھیلی کو یاد رکھو اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو ورنہ تم خود اس سے نفع اٹھاؤ۔

(صحیح البخاری: ۲۴۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۰۱، صحیح مسلم: ۱۷۲۳، سنن ترمذی: ۱۳۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۶)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: جس حدیث کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ لفظ کا ایک سال تک اعلان کرنا مدت لازمہ نہیں ہے لیکن وہ اتنی مدت تک اس کا اعلان کرے جتنی مدت تک اس کے گمان میں اس لفظ کا مالک اس کو تلاش کرتا رہے گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ سودینار بہت عظیم مال ہے اور نبی ﷺ نے تین سال تک اس کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔

اعلان کے بعد لفظ سے فائدہ اٹھانے کا جواز

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلان کی مدت پوری کرنے کے بعد لفظ کو اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے خواہ وہ غنی ہو اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر وہ فقیر ہو تب وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب غنی تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اعلان کی مدت کے بعد ان کو اس تھیلی سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۷۷-۳ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

موجودہ دور میں اعلان کرنے کا طریقہ

پہلے یہ حکم تھا کہ جمعہ کے اجتماعات اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں میں لفظ کا اعلان کیا جائے لیکن اب یہ بہت دشوار ہے اب اخبارات ریڈیو اور ٹی۔وی میں لفظ کا اعلان کر دینا چاہیے اور جس کے اعلان کی مدت اس کے گمان میں ایک سال یا اس سے زائد ہو اس کا اس مدت میں وقفہ وقفہ سے اعلان کراتا رہے اور شہر میں بہت اخبارات نکلتے ہیں کبھی کسی اخبار میں اعلان کر دے اور کبھی کسی اخبار میں۔ میرے ایک شاگرد کو لاہور میں پارک چین پڑا ہوا ملا تھا اس نے اخبار میں اعلان کر دیا دوسرے دن اس چین کا مالک نشانیاں بتا کر اپنا چین لے گیا۔

شاگرد کے احمقانہ سوال پر ناراض ہونے کا جواز

اس حدیث میں ہے کہ جب اس سائل نے گم شدہ اونٹ کے متعلق پوچھا تو آپ غضب ناک ہوئے آپ کے غضب کی وجہ یہ تھی کہ اس سائل نے عقل سے کام نہیں لیا اور اس کا اونٹ کو لفظ قرار دینا صحیح نہیں تھا کیونکہ لفظ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی آدمی کے ہاتھ سے گر جائے اور اس کو پتہ نہ چلے کہ وہ چیز کہاں گری ہے؟ جب کہ اونٹ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے وہ خود درختوں کو چرتا ہوا اور چشموں کا پانی پیتا ہوا اپنے مالک تک پہنچ جائے گا اور نہ بکری اس طرح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب شاگرد اس قسم کا احمقانہ سوال کرے تو اسٹاذ کا اس پر غضب ناک ہونا صحیح ہے۔

لفظ کو اٹھانے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

کیا کسی شخص پر یہ ضروری ہے کہ وہ راستہ میں پڑی ہوئی چیز کو اٹھالے؟ امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ ہے امام شافعی کے اس میں تین قول ہیں: (۱) اس کے لیے لفظ کو اٹھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے (۲) لفظ کو اٹھانا واجب ہے (۳) اگر اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کا اٹھانا واجب ہے اور اگر اس کے ضیاع کا خوف نہ ہو تو اس کو اٹھانا مستحب ہے امام احمد سے یہ روایت ہے کہ اس کو ترک کرنا مستحب ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

لفظ کو اٹھانے میں شافعی مذہب کی تفصیل

”تکملة المجموع شرح المہذب“ کے شافعی مصنفین اور محققین نے لکھا ہے:

المزنی نے کہا ہے کہ میں لفظ کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا اور ”کتاب الام“ میں کہا ہے: اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب کے اس میں دو قول ہیں: (۱) اس کو اٹھانا واجب نہیں ہے کیونکہ یہ امانت ہے سو جس طرح امانت کو لینا واجب نہیں ہے اسی طرح اس کو اٹھانا بھی واجب نہیں ہے (۲) اس کو اٹھانا واجب ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن کے مال کی حرمت اس کے خون کی طرح ہے۔ (مسند الزہار: ۱۶۹۹ سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۲۶ مسند احمد ج ۵ ص ۷۲ حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۴) اور جب مومن کی جان کا خوف ہو تو اس کی حفاظت کرنا واجب ہے اس طرح جب اس کے مال کے ضیاع کا خوف ہو تو اس کی حفاظت کرنا بھی واجب ہے اور ابو العباس اور ابو اسحاق وغیرہما نے کہا ہے کہ اگر لفظ ایسی جگہ پر ہو جہاں اس کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو اور اس جگہ کے رہنے والے امانت دار ہوں تو اس پر لفظ کو اٹھانا واجب نہیں ہے کیونکہ دوسرے لوگ اس کی حفاظت کرنے میں اس کے قائم مقام ہیں اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ وہاں امانت دار لوگ آئے ہوں تو اس پر لفظ کو اٹھانا واجب ہے۔ (تکملة المجموع شرح المہذب ج ۷ ص ۱۰-۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

لفظ کو اٹھانے میں حنبلی مذہب کی تفصیل اور مذاہب اربعہ کے دلائل

علامہ مفتی الدین مہد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام رحمہ اللہ (احمد بن حنبل) نے کہا ہے کہ لفظ کو ترک کرنا افضل ہے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے حضرت جابر ابن زید اور ربیع بن خثیم کا بھی یہی قول ہے اور عطا کا بھی شرح ایک درہم کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس سے تعرض نہیں کیا۔

امام شافعی نے کہا: اگر اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا اٹھانا واجب ہے ورنہ نہیں ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا اٹھانا واجب ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ.

(التوبہ: ۷۱)

مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اور جب مؤمن ایک دوسرے کے ولی ہیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ لقطہ کو اٹھا کر اس کی حفاظت کریں۔

جن کی رائے میں لقطہ کو اٹھانا واجب ہے وہ سعید بن المسیب، الحسن بن صالح اور امام ابو حنیفہ ہیں، حضرت ابی بن کعب اور حضرت سید بن غفلہ رضی اللہ عنہما نے لقطہ کو اٹھالیا تھا، امام مالک نے کہا: اگر لقطہ قیمتی چیز ہے تو اس کو اٹھانا اور اس کا اعلان کرنا مستحب ہے اور اس میں مسلمان کے مال کی حفاظت ہے اور یہ اس کو ضیاع کے خطرہ میں ڈالنے سے اولیٰ ہے۔

(المفنی لابن قدامہ ج ۸ ص ۶۶ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

لقطہ کو اٹھانے میں مالکی مذہب کی تفصیل

علامہ ابوالبرکات سیدی احمد الدردیر مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں:

اگر لقطہ کوئی قیمتی چیز ہو اور یہ خطرہ ہو کہ اس کو اس جگہ سے کوئی خائن شخص اٹھالے گا اور اس کو اپنے نفس کی امانت اور دیانت پر اعتماد ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو اٹھالے اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس کا اپنا نفس خائن ہے تو پھر اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا حرام ہے خواہ کسی اور خائن کا خطرہ ہو یا نہ ہو اور جب اس جگہ کسی خائن کا خطرہ نہ ہو اور اس کو اپنے نفس کی امانت اور دیانت پر شک ہو تو پھر اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (ماشیۃ السوئی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۱۲۰-۱۱۹ دار الفکر بیروت)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح کے عنوانات

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۸۴ ج ۵ ص ۲۱۱ پر مذکور ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) لقطہ کا لغوی معنی (۲) لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۳) لقطہ کو اٹھانے میں فقہاء احناف کا موقف (۴) لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام (۵) لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار (۶) لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء (۷) آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار (۸) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۹) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۱۰) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۱۱) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ (۱۲) مالکیہ کا نظریہ (۱۳) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین (۱۴) حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح (۱۵) اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ (۱۶) حجاج کے لقطہ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت۔

ظاہر ہے کہ ہم نے شرح صحیح مسلم میں لقطہ کے تمام مباحث کا احاطہ کر لیا ہے، ہم نے یہاں ”نعمۃ الباری“ میں اس حدیث کے اہم اور ضروری مباحث ذکر کیے ہیں جو حضرات تفصیلی مباحث دیکھنا چاہیں وہ شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کریں۔

۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
أَسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرَّةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ
سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا
فَلَمَّا أَكْثَرَ عَلَيْهِ غَضَبٌ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُونِي عَمَّا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی
از بريد از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی ﷺ سے چند اشیا کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ

بُسْتُمْ . قَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَبِي؟ قَالَ أَبُوكَ حَذَافَةُ فَقَامَ
خَرُ فَقَالَ مِّنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ أَبُوكَ سَالِمٌ
مَوْلَى شَيْبَةَ . فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ .

[طرف الحدیث: ۷۹۱: ۷۹۲] (صحیح مسلم: ۲۳۶۰)

نے ناپسند کیا جب آپ سے زیادہ سوال کیے گئے تو آپ غضب
ناک ہوئے پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال
کرد ایک شخص نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا
باپ حذافہ ہے پھر دوسرے نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرا
باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے شیبہ کا آزاد
شدہ غلام جب حضرت عمر نے دیکھا کہ آپ کے چہرے میں
(غضب کے) کیا آثار ہیں تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اللہ
عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا ذکر ”باب فضل من علم وعلم“ میں ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے غضب ناک ہونے کا ذکر

ہے۔

اشیاء کے صیغے کی تحقیق

اس حدیث میں اشیاء کا لفظ ہے ”شیئی“ کی جمع ہے یہ غیر منصرف ہے غلیل نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل فعلاء ہے
شعراء کی مثل اس کا واحد نہیں ہے پہلے ہمزہ کو اول کلمہ کی طرف نقل کر دیا تو اشیاء ہو گیا پس اس کا وزن امعاء ہے انقش اور فراء نے
کہا: یہ اصل میں افعاء ہے انبیاء کی طرح یا اور الف کے درمیان جو ہمزہ ہے اس کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا پھر اس کا وزن افعاء
ہے الکسائی نے کہا: یہ اصل میں افعال ہے افراخ کی مثل کثرت استعمال کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے اور اس لیے کہ یہ فعلاء کے
مشابہ ہے۔

بہ کثرت سوالات کو ناپسند کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: آپ سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ نے ناپسند کیا آپ کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ
تھی کہ بعض اوقات کسی کے سوال کی وجہ سے کوئی چیز مسلمانوں پر حرام ہو جاتی اور اس سے وہ مشقت میں پڑ جاتے یا بعض اوقات اس
سوال کا جواب سائل کے لیے ناگوار یا رنج میں ڈالنے والا ہوتا یا بعض اوقات ان کا زیادہ سوال کرنا نبی ﷺ کو مشقت اور اذیت
میں ڈالتا اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب ہو جاتا اور یہ ان کے ایسے سوالات تھے جو غیر ضروری اور بے فائدہ تھے ورنہ ان کے سوالات کو
ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ ضرورت کے لیے سوال کرنا یا واجب ہے یا مستحب ہے قرآن مجید میں ہے:

فَسَلُّواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ O

پس اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل علم سے سوال کرو O

(انجیل: ۳۳)

زیادہ سوالات سے آپ کے غضب ناک ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے کہ جب آپ سے زیادہ سوال کیے گئے تو آپ غضب ناک ہوئے آپ کے غضب کی وجہ یہ تھی کہ وہ
بلا ضرورت اور بے فائدہ سوال کر رہے تھے اور ان کے سوالات غیر ضروری تجسس اور تکلف اور آپ کو مشقت میں ڈالنے پر مبنی تھے اور
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم اس شخص کا ہے جس نے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جو حرام نہ تھی اور

اس کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۷۲۸۹، صحیح مسلم: ۲۳۸۵، سنن ابوداؤد: ۳۶۱۰، مسند احمد: ۱۷۵)

آپ نے فرمایا: ”تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو“ اس کی تشریح میں شرح سابقین کی تقاریر

اس حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو۔ علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے کہا: آپ کا یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ آپ پر یہ وحی کی گئی تھی کہ آپ یہ کہیں: ”وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے کے بغیر آپ سے جس غیب کے متعلق سوال کیا جاتا“ آپ کو از خود اس کا علم نہ تھا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۱۳، طبع مصر ۱۳۲۸ھ)

قاضی عیاض متوفی ۵۴۰ھ نے لکھا ہے: ہر سوال کا از خود جواب دینا نبی ﷺ کے لیے ممکن نہ تھا آپ صرف وحی سے مطلع ہو کر بتا سکتے تھے کیونکہ آپ کو امور مغیبات میں سے صرف ان ہی چیزوں کا علم تھا جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دے دی تھی۔

(اکمال المعلم بشواہد مسلم ج ۷ ص ۳۳۲-۳۳۱، دار الفکر: ۱۳۱۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے: بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ کے اصحاب میں بعض ایسے اصحاب داخل ہو گئے تھے جن کا ایمان متحقق نہیں ہوا تھا انہوں نے سوالات کر کے نبی ﷺ کو آزمانے کا قصد کیا اور آپ کو عاجز کرنے کے لیے آپ سے بہت زیادہ سوالات کیے اور یہ منافقین اور آپ کے اعداء اور دین اسلام کے دشمنوں کا وطیرہ تھا اور وہ اس آیت کے مصداق تھے:

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (التوبہ: ۳۲)

وہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اس کے سوا انکار کرتا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل فرمائے گا خواہ کافروں کو برا لگے

جب نبی ﷺ نے ان کے منشاء کو سمجھ لیا تو آپ نے اسی مجلس میں ان سے فرمایا: ”مجھ سے سوال کرو مجھ سے سوال کرو“ پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ (المعجم ج ۶ ص ۱۶۵، دار ابن کثیر دمشق: ۱۴۲۰ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جو بار بار فرمایا: مجھ سے سوال کرو علماء نے کہا: یہ اس پر محمول ہے کہ آپ پر یہ وحی کی گئی تھی: ”وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے خبر دینے کے بغیر غیب کی ہر اس چیز کو از خود نہیں جانتے تھے جس کے متعلق آپ سے سوال کیا جائے۔“

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ظاہر حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جوش غضب میں فرمایا: مجھ سے سوال کرو اور آپ جانتے ہیں کہ وہ یہ سوال نہ کرتے لیکن آپ نے جواب میں ان کی موافقت کی کیونکہ آپ کے لیے ان کے سوال کو رد کرنا ممکن نہ تھا۔ (میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ غضب میں ہوں یا رضا میں آپ کے منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔ سنن ابوداؤد: ۳۶۳۶، سعیدی غفرلہ) (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۶۲۰۵، مکتبہ دار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ: ۱۴۱۷ھ)

شرح سابقین کی تقاریر پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کی تقریر

مصنف کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام متوقع سوالات کے جوابات کا پہلے ہی آپ کو علم عطا فرما دیا تھا اور آپ نے اسی علم پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو اور دوسری حدیث میں فرمایا: پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کا جواب دوں گا اگر اس کا یہ محمل ہوتا جیسا کہ علامہ عینی، قاضی عیاض اور علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ آپ غیب سے متعلق ہر سوال کا جواب اس وقت وحی سے مطلع ہو کر دیتے تو یہ اس موقع اور مقام کے مناسب نہیں

ہے کیونکہ سائلین لگا تار سوال کر رہے تھے اور نبی ﷺ کسی تردد اور وقفہ کے بغیر فی الفور ان کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے بلکہ غور کیا جائے تو یہ نبی ﷺ کے علم کلی کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا: تم مجھ سے جس چیز کا بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کا جواب دوں گا اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آپ کو تمام چیزوں کا علم کلی نہ دیا ہوتا تو آپ اس طرح تحدی اور للکار سے نہ فرماتے۔

آپ کے اس ارشاد پر شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی تقریر اور ان کا علم غیب اور علم کلی کو رد کرنا شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی حدیث کے اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ تو علم غیب کا ادعاء ہے کہ آپ فرما رہے ہیں: ”سلونی عما شئتم“ اس طرح آپ بتا رہے ہیں کہ عبد اللہ کا باپ حذافہ ہے اور سعد کا باپ سالم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ایک طریق میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے وہ سوال کرے پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۷۲۹۳، صحیح مسلم: ۶۱۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو معجزہ تھا اس مقام میں جب تک آپ تشریف فرما تھے اس وقت تک کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ تم جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا لہذا اس کو اطلاق پر حمل کرنا اور اس سے حضور اکرم ﷺ کے لیے علم غیب ثابت کرنا درست نہیں۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷، مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۳۲۶ھ)

شیخ سلیم اللہ خان کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ اور علم غیب اور علم کلی پر دلائل

قرآن کریم کی جن آیات اور جن احادیث صحیحہ سے نبی ﷺ کے علم غیب کی وسعت اور عموم اور علم کلی ثابت ہوتا ہے علماء دیوبند اسی طرح آپ کے علم کی تنقیص کرتے ہیں اور ان نصوص کے عموم اور اطلاق کو خانہ زاد قیود کے ساتھ مقید کرنے کی ناکام و شش کرتے ہیں شیخ سلیم اللہ خان نے نبی ﷺ کے علم کلی کی تنقیص پر جو شبہات پیش کیے ہیں اس کے متعلق ہماری چند گزارشات ہیں جن کو غور سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

(۱) شیخ سلیم اللہ خان نے مان لیا ہے کہ اس موقع پر اور اس مجلس میں آپ کو علم کلی عطا فرمایا گیا تھا چنانچہ انہوں نے لکھا ہے: اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو معجزہ تھا اس مقام میں جب تک آپ تشریف فرما تھے اس وقت تک کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ تم جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷)

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لیے علم غیب اور علم کلی ماننا شرک ہے اور جو چیز شرک ہو وہ بروقت اور ہر جگہ شرک ہے اور جو چیز شرک ہو اس کا ایک آن کے لیے بھی وقوع نہیں ہو سکتا تو جب آپ کے لیے علم غیب اور علم کلی شرک ہے تو اس مجلس میں اس کا وقوع کیسے ہو گیا! شیخ سلیم اللہ خان نے اس حدیث سے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی ہے کہ یہ تو آپ کا معجزہ تھا! سوال یہ ہے کہ جو چیز شرک ہو کیا وہ آپ کو بہ طور معجزہ عطا کی جاسکتی ہے اور کیا شرک بھی معجزہ بن سکتا ہے۔

(۲) شیخ سلیم اللہ خان نے اسی ضمن میں مزید لکھا ہے: لہذا اس کو اطلاق پر حمل کرنا اور اس سے حضور اکرم ﷺ کے لیے علم غیب ثابت کرنا درست نہیں۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷)

یعنی رسول اللہ ﷺ کو علم غیب اور علم کلی اس خاص مجلس میں عطا کیا گیا تھا واعمالاً اور مطلقاً نہیں گویا یہ علم غیب اور علم کلی

بعد میں آپ سے سلب کر لیا گیا ہم کہتے ہیں: یہ دعویٰ چند وجوہ سے مردود ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ: ۱۴)

اور آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر دے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا مطلوب اور منشاء آپ کے علم کو زیادہ کرنا ہے لہذا اگر اس مجلس میں آپ کو علم غیب اور علم لکھی عطا کر کے پھر اس کو سلب کر لیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے مطلوب اور منشاء کے خلاف ہوگا۔

(ب) وَلَئِذَا جِئْتَهُ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْأُولَى (النحی: ۴)

آپ کی بعد والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر ہے۔

اگر آپ کو پہلی ساعت میں علم غیب اور علم لکھی حاصل ہو اور بعد والی ساعت میں اس علم کو سلب کر لیا جائے تو آپ کی بعد والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر نہیں ہوگی اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے منافقین کا یہ حال بیان فرمایا ہے:

كُلَّمَا مَضَىٰ لَهُمْ مَشْوَا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا (البقرہ: ۲۰۰)

جب ان کے لیے بجلی نے روشنی کر دی تو یہ اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کر دیا تو یہ کھڑے کے کھڑے رو جاتے ہیں۔

ان لوگوں نے یہی حال نبی ﷺ پر منطبق کیا ہے کہ اس مجلس میں لوگوں کے سوالوں کے جواب دینے کے لیے آپ کو علم غیب عطا کر دیا اور جب وہ مجلس ختم ہو گئی تو پھر آپ سے اس علم کو سلب کر لیا۔

حضرت ابن عمر کی رائے تھی کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں انہوں نے کہا: جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں خوارج ان کو مومنوں پر منطبق کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری باب قتل الخوارج والسمکین)

خوارج کفار کی آیات کو مومنوں پر منطبق کرتے تھے اور یہ لوگ منافقین کی آیات کو سید الانبیاء سیدنا محمد ﷺ پر منطبق کر رہے ہیں۔

(د) اگر نعمت پر شکر ادا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے قرآن مجید میں ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم: ۷)

اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ (نعمت) دوں گا۔

علم سب سے بڑی نعمت ہے اور جب اس مجلس میں نبی ﷺ کو علم غیب اور علم لکھی دیا گیا تو اب یہ مانعین اور تنقیص علم کرنے والے بتلائیں کہ آپ نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا یا نہیں! اگر آپ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں تو پھر بعد میں یہ علم سلب نہیں ہوگا بلکہ اس علم میں اضافہ ہوگا اور اگر یہ لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار نہیں مانتے تو پھر ہمیں از خود چھ نہیں کہنا اس کا انجام یہ لوگ خود جانتے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توبہ کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: جب حضرت عمر نے دیکھا کہ آپ کے چہرے میں (غضب کے) کیا آثار ہیں تو انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ! ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

یعنی ایسے ناپسندیدہ سوالات جن سے رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے ان سے ہم توبہ کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ بعض صحابہ نے تو علم کی حرص کی وجہ سے سوال کیے تھے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر منافقین نے آپ کی نبوت کو آزمانے کے لیے

اور آپ کو تنگ کرنے اور آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لیے سوالات کرنے شروع کر دیئے جس سے آپ ناامید ہوئے تو حضرت عمر نے سب کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۰۳۔ ج ۶ ص ۸۲۳ پر مذکور ہے اور اس کے یہ عنوانات ہیں:

۱۔ نبی ﷺ سے زیادہ سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات (۲) نبی ﷺ کے ارشاد ”مجھ سے جو چاہو سوال کرو“ کی تشریح۔

۲۹۔ بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ

عِنْدَ الْإِمَامِ أَوْ الْمُحَدِّثِ

دو زانو بیٹھ جانے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں اس سائل پر عالم کے غضب کا ذکر ہے جس نے ادب کے تقاضے کو ملحوظ نہیں رکھا اور اس باب میں عالم کے سامنے متعلم کے ادب کا ذکر ہے۔

۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي؟ فَقَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ. ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا فَسَكَتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو گئے پس کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے پھر آپ نے بہت مرتبہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئے پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہیں پھر آپ خاموش ہو گئے۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۰-۵۳۹-۳۶۲۱-۶۳۶۲-۷۲۹۵]

(صحیح مسلم: ۲۳۵۹ سنن ترمذی: ۳۰۵۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۵۳ مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۱۳۷ ج ۲۰ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو زانو بیٹھنے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ اور دوسروں کے سوال کا فرق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے تواضع کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو وہ ان کو ان کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتا تھا اس لیے انہوں نے نبی ﷺ سے اپنے نسب کے متعلق دریافت کیا اور نبی ﷺ نے بتایا کہ تمہارے باپ حذافہ ہی ہیں۔

نیز اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کے علم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان کو یہ خوف ہوا کہ آپ سے زیادہ

سوالات کرنا آپ کو مشقت میں ڈالنے اور آپ کی نبوت میں شک کرنے کے مترادف ہے اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہیں اور حضرت عمرؓ کو یہ خطرہ ہوا کہ زیادہ سوال کر کے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی وجہ سے کہیں مسلمانوں پر عذاب نہ آجائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدِّلَكُمْ تَسْؤُكُمْ۔
ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو

(المائدہ: ۱۰۱) تم کو ناگوار ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے استہزاء سوال کرتے تھے کوئی شخص کہتا کہ بتائیں: میرا باپ کون ہے؟ اور جس شخص کی اونٹنی گم ہو جاتی وہ کہتا: بتائیں میری اونٹنی کہاں ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ“ (المائدہ: ۱۰۱)۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم سے صرف اس چیز کے متعلق سوال کیا جائے جس کی ضرورت ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے گھٹنوں پر بیٹھے اس میں آپ کا احترام اور آپ کے سامنے تواضع ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت عمرؓ کا اپنے کلمات سے رسول اللہ ﷺ کا ادب اور اکرام کرنا اور مسلمانوں پر شفقت کرنا۔۔۔

اور ان کی رائے کا ہمیشہ صائب ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا: ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے پاس جو اللہ کی کتاب ہے اور ہمارے نبی کی سنت ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے اور ہمیں اب کسی چیز کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ادب اور اکرام کے لیے اور مسلمانوں پر شفقت کے لیے یہ کلمات کہے کہ کہیں ان کا شمار رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے والوں میں نہ ہو جائے اور وہ اس آیت کا مصداق نہ بن جائیں:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (الاحزاب: ۵۷)
بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے

ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے ○

حضرت عمرؓ کے اس قول میں دین سے مراد توحید ہے اور دین کا اطلاق اسلام ایمان اور احسان پر بھی حدیث میں ہے اور دین سے مراد وہ احکام ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک تمام نبیوں اور رسولوں میں مشترک رہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے ہمیشہ درست ہوتی ہے اور ان کی زبان سے وہی کلام صادر ہوتا ہے جو حق اور صواب ہو۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۹۸۔ ج ۶ ص ۸۲۰ پر مذکور ہے اور اس کی وہی شرح ہے جو حدیث نمبر ۶۰۰۳ کی شرح کی گئی ہے۔

جس شخص نے حدیث کو تین بار دہرایا

تاکہ اس کو سمجھ لیا جائے

۳۰۔ بَابُ مَنْ أَعَادَ الْحَدِيثَ

ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ

یعنی جس شخص نے دین سے متعلق کلام کو تین بار دہرایا تاکہ اس کو سمجھ لیا جائے اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں سائل اور متعلم کا حال تھا اور اس باب میں تعلیم کے طریقہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات حدیث کو تین بار دہراتے تھے تاکہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

عنوان باب کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے ایک حدیث کا یہ قطعہ ذکر کیا:

فَقَالَ لَا وَقَوْلُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يَكُورُهَا.
پس آپ نے فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات پھر آپ مسلسل اس کی تکرار کرتے رہے۔

جس حدیث کا یہ قطعہ ہے وہ مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ (کبیرہ) کی خبر نہ دوں! مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا اور اللہ کی نافرمانی کرنا! آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات! آپ مسلسل اس کی تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ خاموش ہو جاتے۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۶-۲۶۵۳، صحیح مسلم: ۸۷، سنن ترمذی: ۱۹۰۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۶)

اس کے بعد امام بخاری نے ایک حدیث کا یہ قطعہ ذکر کیا:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ بَلَغْتُ؟ فَلَا تَأْتِي.
حضرت ابن عمر نے کہا: نبی ﷺ نے تین بار فرمایا: کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

جس حدیث کا یہ ایک قطعہ ہے وہ مکمل حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا مہینہ ہے جس کی حرمت سب سے زیادہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ مہینہ نہیں ہے! آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا شہر ہے جس کی سب سے زیادہ حرمت ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ شہر نہیں ہے! آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا دن ہے جس کی سب سے زیادہ حرمت ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ دن نہیں ہے! آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے جس طرح آج کے دن اس شہر میں اور اس مہینہ کی حرمت ہے یہ حرمت حقوق کے ماسوا ہے! آپ نے تین بار فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اور ہر بار مسلمان کہتے تھے: کیوں نہیں! ہاں! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں مارنا نہ شروع کر دینا۔ (صحیح البخاری: ۶۷۸۵، کتاب الحدود باب ظہر المؤمن حمی الافی حد اوحق)

۹۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُنْتَشِي قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ
سَلَّمَ ثَلَاثًا وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المنشی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ بے شک جب آپ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب بات کرتے تو کسی (اہم) بات کو تین بار دہراتے۔

[اطراف الحدیث: ۹۵-۶۲۳۳]

(سنن ترمذی: ۲۷۲۳۔ ۳۶۴۰، شمائل ترمذی: ۲۲۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵، المستدرک ج ۳ ص ۲۷۳، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۶، المعجم الکبیر: ۸۰۹۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۲۲۱۔ ج ۲۰ ص ۲۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں تین مرتبہ بات کو دہرانے کا ذکر ہے۔

۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ
قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَفْهَمَ
عَنْهُ، وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، سَلَّمَ عَلَيْهِمْ
ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدہ بن عبد اللہ نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں
نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس
رضی اللہ عنہ کہ جب آپ بات کرتے تو کسی (اہم) بات کو تین
بار دہراتے تاکہ اسے سمجھ لیا جائے اور جب آپ کسی قوم کے پاس
جاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

اس حدیث کے اطراف اور تخریج وہی ہیں جو حدیث سابق (۹۴) کی ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدہ بن عبد اللہ الخزاعی البصری ان سے امام مسلم کے علاوہ باقی ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ
ہیں یہ ۲۵۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الصمد بن عبد الوارث البصری یہ ۲۰۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن المثنیٰ یہ
حسن بصری اور ان کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں ابو حاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں امام ابوداؤد نے کہا: میں ان کی احادیث
روایت نہیں کرتا امام بخاری امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان کی احادیث روایت کی ہیں (۴) ثمامہ بن عبد اللہ بن انس بن مالک
الانصاری البصری یہ اپنے دادا حضرت انس اور حضرت البراء رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبد اللہ بن المثنیٰ اور معمر وغیرہ
روایت کرتے ہیں امام احمد اور امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے ابن معین نے ان کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے
(۵) پانچویں راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴)

تین بار سلام کرنے کی دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی مجالس میں سے ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگاہ حضرت ابو موسیٰ
اشعری آئے گویا کہ وہ خوف زدہ تھے انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر سے تین بار اجازت طلب کی مجھے اجازت نہیں ملی تو میں
لوٹ آیا حضرت عمر نے کہا: تم کو آنے سے کس چیز نے منع کیا؟ میں نے کہا: میں نے تین بار اجازت طلب کی مجھے اجازت نہیں ملی تو
میں لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی اجازت طلب کرے تو تین بار اجازت طلب کرے اس کو
اجازت نہ دی جائے تو وہ لوٹ جائے حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس حدیث پر ضرور کوئی گواہ پیش کرو گے حضرت ابو موسیٰ نے
کہا: کیا تم میں سے کسی ایک نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے سنا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کی شہادت
وہ دے گا جو لوگوں میں سب سے کم عمر ہے حضرت ابوسعید نے کہا: پس میں لوگوں میں سب سے کم عمر تھا میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا
اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ نبی ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۳۵، صحیح مسلم: ۲۱۵۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰، سنن ترمذی: ۲۶۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۹۳۲۳، سنن

دارمی: ۲۶۳۲ صحیح ابن حبان: ۵۸۱۰ مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۴

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں ہم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے پس فرمایا: ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ تو حضرت سعد نے بہت آہستہ آواز سے جواب دیا، قیس نے کہا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو آنے کی اجازت نہیں دے رہے؟ حضرت سعد نے کہا: چھوڑو! ان کو ہمیں زیادہ سلام کرنے دو رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ حضرت سعد نے پھر آہستہ سے جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ پھر رسول اللہ ﷺ لوٹ کر چلے گئے اور حضرت سعد آپ کے پیچھے گئے پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے سلام کرنے کو سن رہا تھا اور آپ کو جواب بھی دے رہا تھا اور میں (عمداً) پست آواز سے جواب دے رہا تھا تاکہ آپ ہمیں کثرت سے سلام کریں، قیس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ واپس آ گئے حضرت سعد نے آپ سے عرض کیا: آپ غسل کر لیں سو آپ نے غسل کیا، پھر انہوں نے آپ کو زعفران یا عنابی رنگ میں رنگی ہوئی چادر پیش کی آپ نے وہ چادر اوڑھ لی پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمتیں نازل فرما، پھر رسول اللہ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت سعد نے آپ کے قریب ایک دراز گوش لاکھڑا کیا جس کے اوپر ایک چادر ڈالی ہوئی تھی پھر رسول اللہ ﷺ اس پر سوار ہو گئے پھر حضرت سعد نے کہا: اے قیس! رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاؤ، حضرت قیس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: سوار ہو جاؤ میں نے (اربا) انکار کیا پھر آپ نے فرمایا: یا سوار ہو یا لوٹ جاؤ انہوں نے بتایا: میں لوٹ گیا۔

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عمر بن عبدالواحد اور ابن ساعدہ نے امام اوزاعی سے مرسل روایت کیا ہے اور حضرت قیس بن سعد کا ذکر نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵)

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے اگرچہ یہ حدیث بعض طرق سے مرسل مروی ہے تاہم کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً حجت ہوتی ہے۔
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے تکرار کی انتہاء تین کے عدد پر ہوتی ہے۔

۹۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَا لَهُ فَأَذْرَكْنَا وَقَدْ أَرَهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِّأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن ماحک از عبد اللہ بن عمرو انہوں نے کہا: ہم نے ایک سفر کیا جس میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ ہم سے آ کر مل گئے اس وقت ہم نماز میں تاخیر کر چکے تھے وہ عصر کی نماز تھی اور ہم وضو کر رہے تھے تو ہم اپنے پیروں پر مسح کرنے لگے پس نبی ﷺ نے بلند آواز سے پکار کر دوبار یا تین بار فرمایا: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت تین مرتبہ فرمانے میں ہے اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح صحیح البخاری: ۶۰ میں بیان کی جا چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۱- بَابُ تَعْلِيمِ الرَّجُلِ أَمَتَهُ وَأَهْلَهُ

کسی شخص کا اپنی باندی اور اپنی اہلیہ کو تعلیم دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں عام تعلیم کا ذکر تھا اور اس باب میں خاص تعلیم کا ذکر

ہے۔

۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ قَالَ عَامِرُ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ تَعَالَى وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ.

ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ أَعْطَيْنَا كُفَاهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ. [أطراف الحديث: ۲۵۳۳-۲۵۳۷-۲۵۴۱-۳۰۱۱-۳۳۳۶-۵۰۸۳]

(صحیح مسلم: ۲۵۳۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۳، سنن ترمذی: ۱۱۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۶، سنن نسائی: ۳۳۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۱۱۲، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۸، شعب الایمان: ۸۶۰۸، مسند الحمیدی: ۷۶۸، سنن سعید بن منصور: ۹۱۳-۹۱۳، سنن داری: ۲۲۳۳، الادب المفرد: ۲۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۵۰۲، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۱، الحلی ج ۹ ص ۵۰۵، شرح السنن: ۲۶، المعجم الاوسط: ۵۸۷۱، ۵۸۷۲-۳۰۷۳-۱۸۸۹، المعجم الصغیر: ۱۱۳، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۸۸، مسند ابویعلیٰ: ۷۳۰۸، الادب الشیعی: ۷۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۳۲، ج ۳۲ ص ۲۹۹، مؤلفات الرسائل: بیروت)

پھر عامر نے کہا: ہم نے تم کو یہ حدیث بغیر کسی معاوضہ کے سنائی ہے بے شک اس سے کم عبارت کی حدیث کے سننے کے لیے مدینہ کا سفر کیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت باندی کو تعلیم دینے میں ہے کیونکہ اس میں بیوی کو تعلیم دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے البتہ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب باندی کو تعلیم دینا جائز ہے تو بیوی جو آزاد عورت ہے اس کو مسائل دینیہ کی تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) المحارب بن عبدالرحمان بن محمد بن زیاد الکوفی، یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابو حاتم نے کہا: جب یہ ثقات سے حدیث بیان کریں تو صدوق ہیں یہ مجہولین سے احادیث منکرہ بیان کرتے ہیں تو ان کی حدیث میں فساد آ جاتا ہے یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) صالح بن حیان الکوفی ان کے طبقہ میں ان کا ہم نام صالح بن حیان القرشی ہے لیکن وہ ضعیف راوی ہے یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عامر بن شراحیل الشعمی (۵) ابوبردہ عامر الاشعمی الکوفی (۶) حضرت عبداللہ بن قیس

الاشعری رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۷۷)

جن اہل کتاب کو ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا اس سے مراد عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں یا قیامت تک کے اہل کتاب ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جو اہل کتاب سے ہو وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہو اور سیدنا محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا ہو اس کے لیے بھی دواجر ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کے مصداق میں اختلاف ہے اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اپنے نبی کے لئے ہوئے دین پر بغیر کسی تبدیلی اور تحریف کے قائم رہے حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہو گئے پھر وہ آپ پر بھی ایمان لے آئے سو ان کے لیے دواجر ہوں گے اور جن لوگوں نے اپنے نبی کے دین کو تبدیل کر دیا یا اس میں تحریف کر دی ان کے لیے اپنے دین کا کوئی اجر باقی نہیں رہا ان کو صرف سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے کا اجر ملے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں عموم مراد ہو کیونکہ یہ بعید نہیں ہے کہ نبی ﷺ پر ایمان لانا ان کے لیے دہرے اجر کا مقتضی ہو ایک مرتبہ ان کے ان نیک اعمال پر جو انہوں نے اس نبی کے دین میں کئے خواہ وہ تبدیل اور تحریف کرنے والے ہوں کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ کفار کے نیک اعمال اسلام لانے کے بعد مقبول ہوتے ہیں اور ایک مرتبہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بعد۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۷۹)

حافظ ابن حجر کے نزدیک اس سے قیامت تک کے اہل کتاب مراد ہیں اس پر ان کے دلائل

اس مسئلہ کو حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لفظ ”کتاب“ عام ہے اور اس کا معنی خاص ہے یعنی وہ کتاب جو اللہ کے پاس سے نازل کی گئی ہو اور اس سے مراد تورات اور انجیل ہے جیسا کہ ظاہر کتاب اور سنت میں کتاب کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف انجیل ہے جب کہ ہم یہ کہیں کہ نصرانیت یہودیت کے لیے ناسخ ہے جیسا کہ ایک جماعت نے اس کو مقرر رکھا ہے اور نسخ کی شرط کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالاتفاق بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے ان میں سے جس نے حضرت عیسیٰ کی دعوت کو قبول کر لیا وہ حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہو گئے اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی اور یہودیت پر قائم رہے وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے نہ تھے اور یہ حدیث ان کو شامل نہیں ہے کیونکہ اس میں شرط ہے کہ وہ اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لانے والے ہوں ہاں! جو بنی اسرائیل کے علاوہ یہودیت میں داخل ہوا یا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا اور اس کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی اس پر یہ صادق آئے گا کہ وہ یہودی مومن ہے کیونکہ وہ اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور اس نے کسی دوسرے نبی کی تکذیب نہیں کی پس ان میں سے جن لوگوں نے نبی ﷺ کی بعثت کو پالیا اور آپ پر ایمان لے آیا وہ بلاشبہ اس حدیث کی بشارت میں داخل ہے اسی طرح وہ عرب ہیں جو یمن وغیرہ میں تھے ان میں سے لوگ یہودیت میں داخل ہوئے اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کیونکہ وہ خصوصاً بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے ہاں! ان یہودیوں کے متعلق اشکال ہوگا جو نبی ﷺ کے زمانہ میں تھے اور یہ ثابت ہے کہ جو آیت اس حدیث کے موافق ہے وہ یہ ہے:

ان کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے دگنا اجر دیا جائے گا۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا۔

(القصص: ۵۴)

یہ آیت ایمان لانے والوں کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی تھی جن میں حضرت عبداللہ بن سلام کی مثل لوگ تھے۔ امام طبرانی نے حضرت رفاعہ قرظی سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان لوگوں کے متعلق جو میرے ساتھ ایمان لائے تھے۔ (المعجم الکبیر: ۳۵۶۳۔ ج ۵ ص ۵۳ دار احیاء التراث العربی بیروت) اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ علی بن رفاعہ القرظی سے روایت کیا ہے کہ دس اہل کتاب میں میرے والد رفاعہ بھی تھے وہ نبی ﷺ کے پاس آئے پس وہ ایمان لے آئے پھر ان کو ایذا دی گئی تب یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِينَ آمَنُوا مِن قَبْلِهِ هُم بِهٖ يُؤْمِنُونَ ○
 (القصص: ۵۲) کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں ○ وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس

سو یہ لوگ بنو اسرائیل میں سے تھے اور حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ یہودیت پر برقرار رہے تھے حتیٰ کہ وہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لے آئے اور یہ ثابت ہے کہ ان کو دوا جر دیئے جائیں گے۔

(المعجم الکبیر: ۳۵۶۳۔ ج ۵ ص ۵۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ طبری نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث کو اپنے عموم پر برقرار رکھا جائے کیونکہ یہ بعید نہیں ہے کہ ان کا سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانا ان کے ادیان کے قبول ہونے کا سبب بن جائے اگرچہ وہ دین منسوخ ہو چکے ہیں (علامہ طبری کی عبارت ختم ہوئی)۔
 (حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) میں عنقریب اس بات کو ذکر کروں گا جس سے اس کی تائید ہوتی ہے اور جو یہودی مدینہ میں تھے ان کے متعلق یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کیونکہ وہ اکثر شہروں میں نہیں گئے تھے سو وہ اپنی یہودیت پر ثابت رہے اور اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھے رہے یہاں تک کہ اسلام آگیا پھر وہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے اس تقریر سے ان شاء اللہ اشکال دور ہو جائے گا۔

فوائد

پہلا فائدہ: ابن الحنین وغیرہ کی شرح میں مذکور ہے کہ یہ آیت مذکورہ کعب الاحبار اور حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ قول حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق تو صحیح ہے لیکن کعب کے متعلق خطا ہے کیونکہ وہ صحابی نہیں ہیں اور وہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں اسلام لائے تھے اور طبری وغیرہ کی تفسیر میں قتادہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ قول درست ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام پہلے یہودی تھے پھر اسلام لے آئے اور حضرت سلمان فارسی پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہو گئے اور یہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔

دوسرا فائدہ: علامہ قرطبی نے لکھا ہے: وہ اہل کتاب جس کو دوا جر دیئے جائیں گے یہ وہ ہے جس کا ابتداء میں عقیدہ برحق تھا اور وہ اسی پر قائم رہا حتیٰ کہ وہ ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لے آیا سو اس کو پہلی بار حق کی اتباع پر بھی اجر دیا جائے گا اور دوسری بار بھی (علامہ قرطبی کی عبارت ختم ہوئی)۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ نے ہر قل کی طرف مکتوب لکھا: تم اسلام لے آؤ اللہ تم کو دوا جر عطا فرمائے گا حالانکہ ہر قل نصرانیت میں اس کے تبدیل اور تحریف کے بعد داخل ہوا تھا اور میں اس سے پہلے اس کے متعلق شیخ الاسلام علامہ بلقینی کی بحث لکھ چکا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث ہر قل میں جو ہر قل کو دوا جر دینے کی توجیہ لکھی ہے وہ یہ ہے:

ہر قل کو دوا جر عطا کیا جانا اس وجہ سے فرمایا کہ وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا پھر سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لاتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے لیے دگنے اجر کا اس لیے فرمایا ہو کہ ایک اجر اس کے اپنے اسلام لانے کی وجہ سے ہوتا اور ایک اجر اس لیے ہوتا کہ اس کی اتباع میں اس کے ماتحت لوگ اور پیروکار بھی اسلام لے آتے اور اس آیت سے ہمارے شیخ شیخ الاسلام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ہر وہ شخص جو اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرے اس سے نکاح کرنا اور اس کا ذبیحہ کھانا اہل کتاب کے حکم میں ہے کیونکہ ہر قل اور اس کی قوم بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے اور وہ تبدیل اور تحریف کے بعد نصرانیت میں داخل ہوئے تھے اور نبی ﷺ نے اس کے اور اس کی قوم کے لیے ”یا اہل الکتاب“ فرمایا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کے لیے اہل کتاب کا حکم ہے اس کے برخلاف بعض علماء نے اہل کتاب کے اس حکم کو اسرائیلیوں کے ساتھ خاص رکھا ہے یا ان کے ساتھ خاص کیا ہے جن کے متعلق معلوم ہو کہ ان کے اسلاف یہودیت یا نصرانیت میں تبدیل اور تحریف سے پہلے داخل ہوئے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

تیسرا فائدہ: داؤدی اور ان کے تبعین نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دگنے اجر کا یہ حکم سابقہ امتوں کے تمام ان لوگوں کو شامل ہو جنہوں نے کوئی نیک کام کیا ہو جیسا کہ حکیم بن حزام جب اسلام لائے تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی پچھلی خیر کو سلامت رکھا ہے لیکن یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث اہل کتاب کے ساتھ مقید ہے لہذا یہ دوسروں کو شامل نہیں ہوگی سوا اس کے کہ خیر کو ایمان پر قیاس کیا جائے نیز اس میں نکتہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہو اس سے معلوم ہوا کہ دگنے اجر کی علت یہ ہے کہ وہ دونوں پر ایمان لایا ہو اور کفار اس طرح نہیں ہیں کفار اور اہل کتاب میں فرق یہ ہے کہ اہل کتاب سیدنا محمد ﷺ کو پہچانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَجِدُوْنَہٗ مَكْتُوبًا عِنْدَہُمْ فِی التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِیْلِ۔ وہ (نبی امی کو) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے

(الاعراف: ۱۵۷) ہیں۔

پس ان میں سے جو آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی اتباع کی اس کو دوسروں پر فضیلت ہے اسی طرح ان میں سے جس نے آپ کی تکذیب کی اس کا گناہ دوسروں سے زیادہ شدید ہوگا حدیث میں جن تین قسم کے لوگوں کے لیے دائمی اجر کا فرمایا ہے یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے ہمارے شیخ علامہ ہلقینی کی یہی تحقیق ہے اس کے برخلاف علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم آپ کی بعثت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ کی بعثت کے بعد صرف آپ ہی نبی ہیں اب اگر کوئی یہودی یا عیسائی آپ پر ایمان لے آئے تو اس کو دگنا اجر نہیں ملے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۲ ص ۸۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ) لیکن علامہ کرمانی کا یہ قول اس شخص کے متعلق کیسے صحیح ہوگا جس تک نبی ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو اس لیے ہمارے شیخ کی تحقیق ہی ظاہر ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۳-۶۴۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی کے نزدیک اس سے مراد صرف عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں اس پر ان کے دلائل

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے حافظ عسقلانی کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے جو اب ایمان لائے گا اس کو دوا جر نہیں ملیں گے یہ حکم اس اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے جو آپ کی بعثت کے وقت آپ پر ایمان لایا اس پر یہ صادق آئے گا کہ وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور آپ پر بھی ایمان لایا اور آپ کی بعثت کے بعد تو ہر نبی کی دعوت منقطع ہو چکی ہے اب صرف آپ ہی کی نبوت ہے اور آپ کی بعثت کے بعد اہل کتاب کے لیے ہمارے نبی کے سوا اور کوئی نبی نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت منقطع ہو چکی ہے اس لیے آپ کی بعثت کے بعد جو آپ پر ایمان لائے گا وہ صرف ایک

اجر کا مستحق ہوگا اور وہ آپ پر ایمان لانے کی وجہ سے ہوگا اور باقی دو لوگ جو ہیں یعنی جو غلام اپنے مالک کی بھی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرے اور جو شخص اپنی باندی کو تعلیم دے کر آزاد کرے پھر اس سے شادی کر لے ان کے لیے دگنے اجر کا یہ حکم قیامت تک جاری رہے گا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۸۱-۱۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دیوبندی شارحین بخاری کے نزدیک اس سے مراد قیامت تک کے اہل کتاب ہیں

شیخ سلیم اللہ خان نے حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی عبارات وضاحت سے لکھنے کے بعد اس طرح محاکمہ کیا ہے:

صحیح بات وہی ہے جو علامہ بلقینی فرما رہے ہیں کہ یہ حکم عام ہے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(کشف الباری ج ۳ ص ۶۰۷ 'جامع فاروقی' کراچی ۱۴۲۶ھ)

سید احمد رضا بجنوری (دیوبندی) لکھتے ہیں:

یہ جواب شیخ الاسلام کے نظریہ پر ہی چل سکتا ہے کہ اہل کتاب کے ایمان لانے کا معاملہ وہ قیامت تک مستمر مانتے ہیں مگر کرماتی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ہی زمانہ بعثت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ بعد بعثت تو سب کے نبی صرف حضور ﷺ ہی ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت عام ہے۔

علامہ کرمانی کی یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر زمانہ بعثت کے ساتھ خاص کریں گے تو یہ بات حضور ﷺ کے زمانہ بعثت کے بھی سب لوگوں پر پوری نہ اترے گی یعنی جن کو حضور ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہوگی اور اگر ان لوگوں کو مراد لیں جن کو دعوت نہ پہنچی ہو تو پھر آپ ﷺ کے زمانہ بعثت اور بعد زمانہ بعثت میں کیا فرق رہا! لہذا شیخ الاسلام کی تحقیق زیادہ صاف ہے۔

(انوار الباری ج ۵ ص ۷۷۱: انوار جلیات شریفہ مکتان)

شیخ تقی عثمانی کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ حکم قیامت تک کے اہل کتاب کے لیے عام ہے، وہ تکتے ہیں:

یہی صورت اہل کتاب کے ساتھ تھی کہ ان کا علم ان کے راستہ میں رکاوٹ بن رہا تھا، لیکن جب اس رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاکر اس رکاوٹ کو عبور کر کے آدمی جب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا تو یہ ایمان مشقت کے ساتھ ہوا لہذا اس ایمان پر دہرا جر ملے گا۔

(انعام الباری ج ۲ ص ۱۳۵ مکتبۃ اعراف کراچی)

مصنف کے نزدیک اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو آپ کی بعثت سے پہلے قرآن مجید پر-----

اور آپ کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے

مصنف کا یہ نظریہ ہے کہ تمام اہل کتاب کے لیے یہ حکم عام نہیں ہے، لیکن مصنف کی دلیل وہ نہیں ہے جو علامہ کرمائی اور علامہ عینی نے قائم کی ہے مصنف کی دلیل وہ ہے جو ”تبیان القرآن“ میں قائم کی گئی ہے۔ اس دلیل کی تقریر سے پہلے قرآن مجید کی ان دو آیتوں کو پیش نظر رکھیں جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں:

الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝
وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا
كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرُهُمْ مَرَّتَيْنِ
بِمَا صَبَرُوا. (انقص: ۵۳-۵۴)

جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں ○ اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے تھے ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال

کا دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔

ان آیات کی تفسیر میں ہم نے لکھا ہے:

قرآن مجید میں چونکہ ”من قبلہ“ کی قید ہے یعنی وہ اہل کتاب جو ہمارے نبی ﷺ کی بعثت یا قرآن مجید کے نزول سے پہلے اپنی کتابوں میں ہمارے نبی اور قرآن مجید کی بشارت کا پڑھ کر آپ پر یا قرآن مجید پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کے ظہور کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا، سو دگنے اجر کی بشارت صرف ان کے لیے ہے قیامت تک کے تمام اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے لیے نہیں ہے۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ، علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، حافظ ابن کثیر متوفی ۷۴۳ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ان کو دگنے اجر دیئے جانے کی یہی وجہ لکھی ہے کہ یہ لوگ بعثت سے پہلے بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے اس وجہ سے ان کو دگنا اجر ملے گا۔ (تفسیر کبرج ۸ ص ۶۰۷، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۷۲، تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۳۰۷، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۱، روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۳۰-۱۳۹، دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

(تبیان القرآن ج ۸ ص ۸۲۶، القصص: ۵۳، فرید بک خاں لاہور۔ ۲)

دگنے اجر کی کیفیت اور ان تین قسم کے لوگوں کو دگنا اجر عطا فرمانے کی خصوصیت

ان تین قسم کے لوگوں کو دہرے اور دگنے اجر عطا فرمانے کا محمل یہ ہے کہ جس عبادت کا اجر ہمیں دس گنا عطا کیا جائے ان کو اس عبادت کا اجر بیس گنا عطا کیا جائے گا اور جس عبادت کا اجر ہمیں ستر گنا عطا کیا جائے گا ان کو اس کا اجر ایک سو چالیس گنا عطا کیا جائے گا۔ وعلى هذا القياس۔

ان تین لوگوں کو دگنا اجر اس لیے عطا کیا جائے گا کہ ان کی مشقت بھی دگنی ہے چنانچہ جو اہل کتاب پہلے اپنے نبی پر ایمان لائے گا پھر ہمارے نبی پر ایمان لائے گا اس کو ان دوسرے اہل کتاب کی سخت مخالفت کا سامنا ہو گا جو ہمارے نبی پر ایمان نہیں لائے اور جو غلام اپنے مالک کی بھی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرے اس کی دگنی مشقت بالکل واضح ہے اسی طرح جو شخص اپنی باندی کو تعلیم اور تربیت دے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اس کی مشقت اس طرح ہے کہ اب وہ بیوی سے باندی والی خدمات نہیں لے سکتا۔

عامر شعی کہارتا بعین میں سے ہیں انہوں نے خراسانی کو یہ حدیث سنا کر کہا کہ علم کا مرکز چونکہ مدینہ منورہ ہے جہاں خلفاء راشدین اور فقہاء صحابہ ہیں اس لیے ہم اس سے بھی کم مسئلہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے پہلے مدینہ کا سفر کیا کرتے تھے اور تم کو بغیر مشقت اٹھائے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا۔

اس حدیث میں خواتین کو تعلیم دینے کی دلیل ہے کیونکہ اس شخص کو دگنا اجر ملے گا جو اپنی باندی کو تعلیم دے اور ادب سکھائے۔ صحیح البخاری: ۹۸ میں اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت آئے گی ان شاء اللہ۔

۳۲۔ بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءِ وَتَعْلِيمِهِنَّ

امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور ان کو تعلیم دینا

امام خواتین کو اخروی انجام کی یاد دلانے اور ان کو دین کے احکام اور عقائد اور مسائل کی تعلیم دے اور ادب سکھائے اور خصوصاً ان کو عورتوں کے مخصوص مسائل کی تعلیم دے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ ایک شخص اپنی باندی اور بیوی کو تعلیم دے اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ امام عام خواتین کو تعلیم دے لہذا باب سابق میں خاص تعلیم کا ذکر تھا اور اس باب میں عام تعلیم کا

ذکر ہے اور امام سے مراد ملک یا شہر کا سربراہ ہے یا شہر کا قاضی یا مفتی یا علاقہ کا بڑا عالم دین۔

۹۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَوْ قَالَ عَطَاءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ النِّسَاءَ فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَلْقَى الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ایوب انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے متعلق شہادت دیتا ہوں یا عطاء نے کہا: میں حضرت ابن عباس کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ باہر آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے خواتین کو وعظ نہیں سنایا ہے تو آپ نے ان کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پھر خاتون اپنے کانوں کی بالیاں اور انگلیں (حضرت بلال کی جھولی میں) ڈالتی اور حضرت بلال کپڑے کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے تھے۔

اور اسماعیل نے کہا از ایوب از عطاء اور کہا: از ابن عباس میں نبی ﷺ پر گواہی دیتا ہوں۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ وَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [أطراف الحديث: ۸۶۳-۹۶۳-۹۶۵-۹۶۷-۹۶۹-۹۸۹]

[۱۳۳۱-۱۳۳۹-۳۸۹۵-۵۲۳۹-۵۵۸۱-۵۵۸۰-۵۸۸۳-۷۳۲۵]

(صحیح مسلم: ۸۸۳ سنن ابوداؤد: ۱۱۳-۱۱۳۳ سنن نسائی: ۱۵۸۵ ج ۳ ص ۱۹۲ سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۴ مسند ابویعلیٰ: ۷۰۱ ص ۲ صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۵۸ مسند الحمیدی: ۴۷۶ سنن دارمی: ۱۶۱۱ مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷ طبع قدیم مسند احمد: ۳۲۵۸ ج ۵ ص ۳۵۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے خواتین کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سلیمان بن حرب الازدی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ایوب سختیانی ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عطاء بن ابی رباح مسلم الہکلی القرشی حضرت عثمان کی خلافت کے آخر میں پیدا ہوئے انہوں نے کہا: میں حضرت عثمان کی شہادت کے وقت سمجھ والا تھا یہ کبار تابعین میں سے تھے اور مفتی تھے ۸۰ سال کی عمر گزار کر ۱۱۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۳)

صدقہ کا معنی صدقہ کی اقسام صدقہ کی فضیلت اور عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا اس حدیث میں صدقہ کرنے کا ذکر ہے جو مال ثواب آخرت کے لیے خرچ کیا جائے وہ صدقہ ہے زکوٰۃ قربانی اور نذر معین صدقہ واجب ہے اس کے علاوہ صدقات نافلہ ہیں اس حدیث میں صدقات نافلہ کا ذکر ہے۔ نیز اس حدیث میں "القرط" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کانوں میں پہننے والی بالیاں خواہ سونے کی ہوں یا چاندی کی۔

نبی ﷺ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ آپ نے اکثر خواتین کو دوزخ کے عذاب میں دیکھا تھا حدیث میں

ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں عید گاہ گئے آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے خواتین کی جماعت! صدقہ کیا کرو؟ کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے تم میں سے اکثر اہل دوزخ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۰۳، صحیح مسلم: ۷۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۹، سنن نسائی: ۱۵۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۸۸)

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمان بہت تنگی اور غربت کا شکار تھے اور آل کو مدد کی ضرورت تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی صدقہ میں ایجاب اور قبول کی ضرورت نہیں ہوتی، حضرت بلال اپنی جھولی پھیرتے جاتے تھے اور خواتین سے کچھ کہے بغیر ان کے سامنے سے گزرتے اور وہ اس میں اپنے زیورات ڈال دیتیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقات عامہ کو سربراہ ملک اپنی صواب دید سے خرچ کرتا ہے اور یہ کہ صدقات دوزخ سے نجات کا سبب بن جاتے ہیں اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ عورت اپنے مال کو شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کر سکتی ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ اس کے معارض یہ احادیث ہیں: عورت کے اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت میں احادیث

عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی عورت کا شوہر اس کی عصمت اور اس کی حفاظت کا مالک ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مال میں کوئی حکم نافذ کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳۶، سنن نسائی: ۳۷۶۵، سنن بیہقی ج ۶ ص ۶۰، المسند رک ج ۲ ص ۷۷، کنز العمال: ۳۴۷۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۳۷، سنن نسائی: ۲۵۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۷، سنن بیہقی ج ۶ ص ۶۰، الترفیب والترہیب ج ۲ ص ۶۰، شرح النہج ج ۳ ص ۴۱، کنز العمال: ۱۳۵۷۹)

احادیث مذکورہ کے جوابات

- (۱) جس حدیث سے ہم نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ عورت اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے وہ ”صحیح بخاری“ کی حدیث ہے اور اس کے خلاف جو احادیث ہیں وہ سنن کی احادیث ہیں اور وہ ”صحیح بخاری“ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔
- (۲) سنن کی مذکورہ احادیث اگر صحیح ہوں تو وہ اس پر محمول ہیں کہ افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ عورت اپنے مال میں سے بھی شوہر کی اجازت سے خرچ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا اگر چہ جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔
- (۳) عورت اپنے مال کے تہائی حصہ کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے اور ”صحیح بخاری“ کی یہ حدیث اسی پر محمول ہے اور اپنے کل مال کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی جس طرح وصیت میں ہوتا ہے اور سنن کی احادیث اسی پر محمول ہیں۔
- (۴) جس طرح شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو وہ روزہ ہو جائے گا اسی طرح شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا اپنے مال سے صدقہ کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس نے صدقہ کر دیا تو وہ ادا ہو جائے گا اسی طرح اگر وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلی اور خرید و فروخت کی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنے مال میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے:

وَأَنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ. (البقرہ: ۲۳۷)

اگر تم عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دو اور تم ان کا مہر مقرر کر چکے ہو تو مقررہ مہر کا نصف ان کو دے دو یہ اور بات ہے

(البقرہ: ۲۳۷) کہ وہ اس نصف مہر کو بھی از خود معاف کر دیں۔

یعنی عورت اپنے مال (نصف مہر) میں اپنی مرضی سے تصرف کر کے اپنے سابق شوہر کو دے سکتی ہے۔

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُنَّ فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا (النساء: ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو ہاں! اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کی کچھ رقم چھوڑ دیں تو اس کو خوشی خوشی کھا لو

یعنی عورتیں اپنے مہر کے مال میں سے اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہیں۔

فَلَا جُنَاءَ عَلَيْهِمَا فِيمَا اقْتَدَتْ بِهِ. (البقرہ: ۲۲۹)

اگر عورت خلع حاصل کرنے کے لیے اپنے مال میں سے کچھ فدیہ دے تو شوہر اور عورت پر کچھ حرج نہیں ہے۔

فدیہ دے تو شوہر اور عورت پر کچھ حرج نہیں ہے۔

ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ عورت اپنے مال میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہے اور سنن کی مذکورہ احادیث چونکہ ان آیات کے خلاف ہیں اس لیے وہ معطل ہیں اور حدیث معطل ضعیف ہوتی ہے اس لیے ”صحیح بخاری“ کی حدیث صریح کے مقابلہ میں ان کو ترک کر دیا جائے گا۔

عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ

اسی طرح سنن کی یہ احادیث درج ذیل احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہیں:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو ورنہ تمہارے لیے بھی تھیلی کو باندھ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۳۳)

دوسری روایت میں فرمایا: تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: تم جمع نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم پر جمع کرے گا تم جتنا خرچ کر سکتی ہو خرچ کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۳۳۳، صحیح مسلم: ۱۰۲۹، سنن نسائی: ۲۵۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ بنت ربیعہ آئیں اور کہنے لگیں: یا رسول اللہ! بے شک ابوسفیان کم خرچ ہیں کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال سے اپنے عیال (بچوں) کو کھلاؤں؟ آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم دستور کے مطابق ان کو کھلاؤ۔ (صحیح البخاری: ۲۳۶۰، صحیح مسلم: ۱۷۱۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۳۳، سنن نسائی: ۵۲۳۵، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹)

جب شوہر کے مال سے بھی عورت اس کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے تو اپنے مال سے تو بہ طریق اولیٰ خرچ کر سکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی دی ہوئی چیز کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کے کمر کا کنارہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت اپنی پڑوسن کو شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کوئی ہدیہ دے سکتی ہے۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں بھی تصرف کر سکتی ہے اور اپنے مال میں

بھی تصرف کر سکتی ہے اور ”سنن ابوداؤد“ اور ”سنن بیہقی“ کی مذکورہ احادیث چونکہ ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اس لیے وہ معطل اور ضعیف ہیں اور وہ ان احادیث صحیحہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

* اس حدیث میں عورتوں کو تعلیم دینے کا بھی ثبوت ہے اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت تفصیل سے لکھا ہے دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۷۳۷۸۔ ج ۷ ص ۹۷۲۔ ۹۵۲ اس کے بعض عنوان یہ ہیں: ① تعلیم نسواں اور عورتوں کے لکھنے کے متعلق خصوصی احادیث ② عورتوں کے لکھنے کے جواز پر فقہاء اسلام کی تصریحات ③ مانعین کے شبہات اور ان کے جوابات۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۲۔ ج ۲ ص ۶۶۲ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۳۔ بَابُ الْحَرَصِ عَلَى الْحَدِيثِ

حدیث کی حرص

یہ باب حدیث کی تحصیل کی حرص کے بیان میں ہے لغت میں حدیث کا معنی قدیم کے مقابلہ میں ہے یعنی جدید اور نئی چیز اور عرف میں حدیث کا معنی کلام ہے اور عرف شرع میں حدیث کا معنی ہے: نبی ﷺ کے اقوال آپ کے افعال آپ کی صفات اور آپ کے احوال اور آپ کی تقریرات یعنی آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو رد نہ فرمائیں بلکہ اس کو مقرر اور ثابت رکھیں۔

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عورتوں کو تعلیم دینے کا بیان تھا اور وہ بھی تعلیم خاص ہے اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ کے ایک سوال کا جواب ہے اور یہ بھی تعلیم خاص ہے۔

۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّ لَا يُسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوْلَ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ. [طرف الحدیث: ۶۵۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: یا رسول اللہ! یہ کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے حصول میں کون زیادہ کامیاب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! بے شک میرا یہ گمان تھا کہ اس حدیث کے متعلق تم سے پہلے مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا کیونکہ حدیث کے اوپر تمہاری حرص مجھے معلوم ہے قیامت کے دن میری شفاعت کے حصول میں سب سے زیادہ وہ شخص کامیاب ہوگا جس نے خلوص قلب یا اخلاص نفس کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھا۔

(اسنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۲، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۶۹۹، الشریعہ لاجری ص ۳۴۰، شرح السنۃ: ۳۳۶، السنۃ لابن ابی عامر: ۸۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۳ طبع قدیم مسند احمد: ۸۸۵۸۔ ج ۱۳ ص ۳۴۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو ہریرہ سے یہ ارشاد ہے کہ مجھے تمہاری حدیث پر حرص کا علم ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی العامری الاویسی المدنی الفقہی ان سے امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی

ہے ابو حاتم نے کہا: یہ مدنی صدوق ہیں (۲) سلیمان بن بلال ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن ابی عمرو میسرہ الکھزومی القرشی المدنی انہوں نے حضرت انس بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے امام مالک اور الدر اور دی نے روایت کی ہے امام ابو زرہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابو حاتم نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے قوی نہیں ہے اور حجت نہیں ہے یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سعید بن ابی سعید المقبری (۵) حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۱۸۹)

سعادت کا معنی اور آپ کی شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت حاصل کرنے کی تفصیل

اس حدیث میں ”امعد“ کا لفظ ہے ”یہ معد“ کا اسم تفصیل ہے ”معد“ کا معنی ہے: مبارک یہ منحوس کی ضد ہے بہت سارے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی سعادت اور برکت حاصل ہوگی لیکن مخلص مومن کو سب سے زیادہ سعادت حاصل ہوگی۔ (۱) نبی ﷺ میدان محشر کی ہولناکی سے چھڑانے کے لیے تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے (۲) بعض کفار کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کریں گے جیسے ابوطالب کے لیے (۳) بعض مؤمنین کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا آپ ان کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کریں گے (۴) بعض مؤمنین دوزخ میں دخول کے مستحق ہوں گے ان کو دوزخ میں داخل نہ کرنے کی شفاعت کریں گے (۵) بعض مؤمنین کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کرنے کی شفاعت کریں گے (۶) بعض کے لیے درجات میں بلندی کی شفاعت کریں گے (۷) جن کی نیکیاں اور نیائیاں برابر ہوں گی ان کو جنت میں داخل کرنے کی سفارش کریں گے۔ یہ سب لوگ آپ کی شفاعت کی سعادت حاصل کریں گے لیکن سب سے زیادہ آپ کی شفاعت وہ حاصل کرے گا جو خلوص قلب سے ایمان لایا ہو۔

شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی شفاعت میں مذاہب اور شفاعت میں اہل سنت کے موقف پر۔۔۔۔۔

قرآن مجید اور احادیث سے دلائل

شفاعت کا لفظ شفع سے بنا ہے اس کا معنی ہے: ایک چیز کے ساتھ اس کی مثل ملانا جیسے ایک رکعت کے ساتھ اس کی مثل ملائی جائے تو اس کو شفع (دو گنا) کہتے ہیں کوئی شخص کسی مکان کے ساتھ اس کی مثل ملائے تو اس کو ”شفعة“ کہتے ہیں اور جب مجرم اپنے ساتھ کسی معاون کو ملائے تو اس کو شفاعت کہتے ہیں اکثر شفاعت کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جب اپنی شخص کسی اعلیٰ شخص کو اپنے ساتھ ملائے۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو دوزخ سے بچانے اور ان کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت ہوگی اور خوارج اور معتزلہ کبیرہ گناہ کے مرتکبین کے لیے شفاعت کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ صرف صفار کے لیے اور نیک لوگوں کے درجات میں بلندی کے لیے شفاعت ہوگی ان کی دلیل اس قسم کی آیات ہیں:-

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ○ (الدھر: ۳۸)

ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہیں دے

○ کی

مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَیْمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ○ ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ شفاعت کرنے والا جس کی

(المومن: ۱۸) شفاعت قبول کی جائے ○

ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی آیات کفار کے حق میں وارد ہیں اور یہ آیات مؤمنین مرتکبین کبار کے لیے نہیں ہیں اور مؤمنین مرتکبین کبار کی شفاعت کا ثبوت اس قسم کی آیات سے ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصحاب کبار کی شفاعت کرتے ہوئے فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (ابراہیم: ۳۶)

جس نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء: ۶۴)

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ان کی شفاعت کریں تو یہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا پائیں گے O

اور درج ذیل احادیث میں بھی شفاعت کی تصریح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور ہر نبی نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جو اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۹، سنن ترمذی: ۳۶۰۲، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۳۹، سنن ترمذی: ۲۴۳۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۹۰-۱۷۱-۱۰، مشکوٰۃ: ۵۵۹۸، کامل ابن عدی ج ۱ ص ۳۴۲، ج ۲ ص ۵۱۲، ج ۳ ص ۱۰۰۳، المعجم الکبیر: ۱۱۳۵۳، التلخیص لابن عاصم ج ۲ ص ۳۹۹، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۲۶، صحیح ابن حبان: ۲۵۹۶، کنز العمال: ۳۹۰۵۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

شرح صحیح مسلم میں شفاعت کی بحث

شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۶- ج ۲ ص ۶۱-۳۸ میں ہم نے شفاعت پر بہت طویل بحث کی ہے اس کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) شفاعت کا لغوی معنی (۲) شفاعت کا اصطلاحی معنی (۳) اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات (۴) وہابیہ دینہ اہل سنت (۵) خوارج کے شبہ کا ازالہ (۶) بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ (۷) انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت (۸) حضور ﷺ کی وجاہت قرآن سے (۹) آیات (۱۰) شفاعت پر احادیث سے دلائل (۱۱) اقسام شفاعت (۱۲) نظریہ کفارہ مسیح اور شفاعت میں فرق۔

* تبیان القرآن میں بھی ہم نے شفاعت کے موضوع پر بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ (دیکھئے: ج ۷ ص ۴۸۱-۴۳۸، ج ۱۱۳-۱۰۹)

۳۴- بَابُ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ

علم کو کس طرح اٹھالیا جائے گا؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں حدیث کی حرص کا بیان ہے اور علم حدیث تمام انواع علوم میں سب سے اشرف اور افضل علم ہے اور اس باب میں علوم کے اٹھانے کا ذکر ہے سو اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اس سے پہلے کہ علوم اٹھالیے جائیں علم حدیث پر حرص کر کے اس کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر لیا جائے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس اثر معلق کا ذکر کیا ہے:

وَمَنْ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزٍ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَزْمٍ أَنْظِرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخِذْهُ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَقْشُوا الْعِلْمَ وَلِيَجْلِسُوا حَتَّى يُعَلِّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًّا.

اور عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن حزم کی طرف مکتوب لکھا: رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بھی ہے اس کو تلاش کر کے لکھ لو کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء (دنیا سے) چلے جائیں گے اور (پھر) صرف نبی ﷺ کی حدیث کو قبول کیا جائے گا اور علم کو پھیلاؤ اور مجلس (تعلیم) منعقد کرو حتیٰ کہ جس کو علم نہیں ہے اس کو تعلیم دی جائے کیونکہ علم اس وقت تک ضائع نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کو راز بنا لیا جائے۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمر بن عبد العزیز کا بھی خلفاء راشدین میں شمار کیا گیا ہے ”کتاب الایمان“ میں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔
(۲) ابوبکر بن حزم بن محمد بن حزم الانصاری المدنی ہیں سلیمان بن عبد الملک اور عمر بن عبد العزیز نے ان کو قضا کا منصب دیا اور حج کا امیر بنایا اور ان کو مدینہ کا گورنر بنادیا یہ ڈاڑھی میں عنابی رنگ کا خضاب لگاتے تھے یہ ۸۴ سال کی عمر گزار کر ہشام بن عبد الملک کی خلافت میں ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے امام ترمذی کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۱۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

عمر بن عبد العزیز کا احادیث کی تدوین کا حکم دینا

اس تعلیق میں یہ بتایا ہے کہ احادیث نبویہ کی تدوین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہے اس سے پہلے علماء حدیث اپنے حفظ پر اعتماد کرتے تھے عمر بن عبد العزیز ۱۰۰ھ کی ابتداء میں خلیفہ مقرر ہوئے تھے جب ان کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو لکھ کر منضبط اور مدون نہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو جائیں گی کیونکہ علماء کے فوت ہونے سے ان کے ساتھ ساتھ علم بھی اٹھ رہا ہے تو انہوں نے احادیث کو تلاش کر کے انہیں لکھنے اور منضبط کرنے کا حکم دیا ابو نعیم نے ”تاریخ اصہبان“ میں اس قصہ کا ذکر کیا ہے۔ (اس تصریح سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کا یہ پروپیگنڈا غلط ہے کہ اڑھائی سو سال بعد احادیث کی تدوین کی گئی۔ سعیدی غفرلہ)

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۳۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد امام بخاری لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ بِذَلِكَ يَعْنِي حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءُ.

ہمیں العلاء بن عبد الجبار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار اس اثر کی یعنی عمر بن عبد العزیز کی حدیث علماء کے (دنیا سے) جانے تک۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف

امام بخاری نے اس اثر کو روایت کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ اثر صرف تعلیقاً مروی نہیں ہے بلکہ موصولاً بھی مروی ہے۔
یہ اثر العلاء بن عبد الجبار سے مروی ہے ابو حاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں العجلی نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۲۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں امام مسلم نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

اس اثر کے دوسرے راوی عبدالعزیز بن مسلم ہیں، امام بخاری نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں، یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں، یحییٰ بن اسحاق نے کہا: یہ ابدال میں سے تھے، امام ابن ماجہ کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۹۶)

۱۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ دُورًا مِثْلَ دُورِ الْغَنَالِ فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ علم کو (اس طرح) نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں (کے سینوں) سے نکال لے لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے پس خود بھی گم راہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گم راہ کریں گے۔

قَالَ الْفَرَبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ نَحْوَهُ. [طرف الحدیث: ۷۳۰]

فربری نے کہا: ہمیں عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از ہشام اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷۳، سنن ترمذی: ۲۶۵۲، سنن ابن ماجہ: ۵۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۷، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۳۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۷۷، مسند الحمیدی: ۵۸۱، الترغیب لابن المبارک: ۸۱۶، صحیح ابن حبان: ۳۵۷۱، المعجم الاوسط: ۵۵، شرح النہ: ۱۳، خلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۵، تاریخ اسمہان ج ۱ ص ۱۹۶، دلائل النبوة للشیخ ج ۶ ص ۵۳۳، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۷۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۹۲، المعجم: ۲۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۲، طبع قدیم مسند احمد: ۶۵۱۱، ج ۱۱ ص ۵۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں علم کے اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

علم کو سینوں سے نکالنے پر قدرت کے باوجود علم کو سینوں سے نہ نکالنا اور اس باب کی مؤید دیگر احادیث

اس حدیث میں فرمایا: بے شک اللہ علم کو نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں سے نکال لے لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے بندوں کو جو علم عطا فرمایا ہے وہ ان سے واپس نہیں لے گا، جو علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کراتا ہے اور جس سے اس کے احکام شرعیہ کا پتا چلتا ہے ہاں! اگر کوئی شخص علم کو ضائع کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے علم کو اٹھا لیتا ہے مگر اس علم کو اس کے سینہ سے نہیں نکالتا اس حدیث کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: علم کے ختم ہونے سے پہلے اس کو حاصل کر لو

مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! علم کیسے ختم ہوگا! حالانکہ ہم میں اللہ کی کتاب موجود ہے پھر آپ غضب ناک ہوئے اللہ آپ کو غضب میں نہ لائے پھر آپ نے فرمایا: تم کو تمہاری مائیں روئیں! کیا بنی اسرائیل میں تورات اور انجیل موجود نہیں تھیں! پھر کوئی چیز ان سے کفایت نہ کر سکی پھر آپ نے تین بار فرمایا: بے شک حاملین علم کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۷۹۰۶۔ ج ۸ ص ۲۳۲ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کھڑے ہوئے اس دن آپ اونٹ پر سوار تھے اور آپ نے حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا اس وقت آپ نے فرمایا: اے لوگو! علم کو اس سے پہلے حاصل کر لو کہ اس کو اٹھالیا جائے اس سے پہلے قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہو چکی تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ. (المائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! اشیاء کے متعلق سوال نہ کرو اگر وہ تم پر ظاہر کر دی گئیں تو تم کو نہ مانگے گا۔

ہم کئی چیزوں کا ذکر کرتے تھے اور یہ آیت ہم کو سوال کرنے سے منع کرتی تھی پھر ہمارے پاس ایک اعرابی آیا مسلمانوں نے اس کو ایک چادر پہنائی اس نے اس چادر کو بہ طور عمامہ باندھ لیا حتیٰ کہ میں نے اس چادر کا کنارہ اس کی بائیں بھون پر دیکھا پھر ہم نے کہا: تم نبی ﷺ سے سوال کرو اس نے کہا: یا نبی اللہ! علم ہم سے کس طرح اٹھالیا جائے گا حالانکہ ہمارے پاس قرآن مجید ہے ہم نے اس کا علم حاصل کر لیا ہے اور ہم نے اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اور اپنے خدام کو قرآن مجید سکھا دیا ہے پھر نبی ﷺ نے اپنا سراٹھایا اور آپ کے چہرے پر غضب کی سرخی چھائی ہوئی تھی آپ نے فرمایا: اے شخص! تیری ماں تجھے روئے یہ یہود اور نصاریٰ ہیں ان کے سامنے ان کی کتابیں ہیں ان کے انبیاء جو کچھ لے کر آئے تھے یہ اس کے ایک حرف کے ساتھ بھی متعلق نہیں ہوئے پھر آپ نے تین بار فرمایا: سنو! اہل علم کے (دنیا سے) چلے جانے سے علم چلا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۷۸۶۷۔ ج ۸ ص ۲۱۶۔ ۲۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علم کو سببوں سے نکال لینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے لیکن یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا وقوع نہیں ہوگا۔

جہل کی دو قسمیں: جہل بسیط اور جہل مرکب اور دیگر مسائل

نیز اس حدیث میں جاہلوں کا ذکر ہے اور جہل کی دو قسمیں ہیں: جہل بسیط اور جہل مرکب جہل بسیط یہ ہے کہ آدمی کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ کہے: مجھے اس چیز کا علم نہیں ہے اور جہل مرکب یہ ہے کہ اس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ یہ سمجھے کہ اس کو اس چیز کا علم ہے اس کی دو جہالتیں ہیں: ایک وہ اس چیز سے جاہل ہے اور دوسرے وہ اپنی جہالت سے بھی جاہل ہے۔ اس حدیث میں جن جاہلوں کو مفتی بنانے کا ذکر ہے اس سے مراد وہ جاہل ہیں جو جہل مرکب میں مبتلا ہوں۔

نیز اس حدیث میں جاہلوں کو رئیس اور سردار بنانے کی مذمت ہے اور علم کی حفاظت کرنے اور علم کے ساتھ مشغول رہنے کی ترغیب ہے اور یہ کہ حقیقی ریاست علماء اور مفتیوں کی ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۷۲۔ ج ۷ ص ۴۰۵ پر ہے اور اس کی شرح کا عنوان ہے: ① علم کے انھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی (۴) جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت۔

کیا خواتین کی تعلیم کے لیے
علیحدہ دن مقرر کیا جائے

۳۵۔ بَابُ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ
يَوْمٌ عَلَى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق علم کو اٹھانے کے متعلق تھا جس کو علم کی حفاظت لازم ہے اور اس باب میں بھی علم کی حفاظت کا بیان ہے کیونکہ جب خواتین نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کر دیں تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا جس میں آپ ان کو تعلیم دیں گے اور اس سے بھی علم کی حفاظت ہوگی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن الاصبہانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابو صالح ذکوان سے سنا وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ خواتین نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے اوپر مرد غالب ہو گئے ہیں آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا جس دن میں آپ نے ان سے ملاقات کی ان کو نصیحت کی اور ان کو (کچھ اعمال کا) حکم دیا اور آپ نے ان سے جو کچھ فرمایا اس میں یہ ارشاد بھی تھا: تم میں سے جو عورت بھی اپنے تین بچوں کو پہلے بھیج دے گی وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے ایک خاتون نے کہا: اور وہ؟ آپ نے فرمایا: اور وہ بھی۔

۱۰۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبْنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَأَجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِّنْ نَّفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لِّقِيَهُنَّ فِيهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تَقْدِمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَلَدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۳۹-۱۳۱۰] [صحیح مسلم: ۲۳۳۳] ابن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۹۶، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷۹، صحیح ابن حبان: ۲۹۳۳، شرح السنۃ: ۱۵۳۶، شعب الایمان: ۹۷۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۲۹۶، ج ۱ ص ۳۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں خواتین کے لیے علیحدہ دن مقرر کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ ابن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبدالرحمان بن عبداللہ الاصبہانی الکوفی یہ شعبہ ابو عوانہ اور ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبداللہ بن معقل اور ابوصالح وغیرہ روایت کرتے ہیں ابو حاتم نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے امام نسائی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے یہ خالد کی امارت میں عراق میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوصالح ذکوان (۵) حضرت ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۰۰)

آپ پر مردوں کے غالب آنے کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خواتین نے کہا: آپ پر مرد غالب آ گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہفتہ کے تمام دنوں میں مرد آپ کے ساتھ لازم رہتے ہیں اور وہی آپ سے علم کی باتیں اور دینی مسائل کو سنتے ہیں اور ہم خواتین جسمانی طور پر کمزور ہیں اور مردوں سے مزاحمت کی طاقت نہیں رکھتیں تو آپ ہفتہ کے دنوں میں سے کوئی ایک دن ہمارے لیے بھی مقرر کر دیں جس دن میں ہم آپ سے علم کی باتیں اور دینی مسائل کا سامع کریں۔

پلک جھپکنے میں رسول اللہ ﷺ سے وحی کا رابطہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک خاتون نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔
یہ خاتون حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں ایک قول یہ ہے کہ کوئی اور خاتون تھیں۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ دو فوت شدہ بچوں کا بھی تین فوت شدہ بچوں والا حکم ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہو کہ آپ دو بچوں کے متعلق بھی مثبت جواب دے دیں اور یہ محال نہیں ہے کہ نبی ﷺ سے جس وقت سوال کیا گیا تھا اسی وقت پلک جھپکنے میں آپ پر وحی نازل ہو گئی ہو علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے آپ پر وحی نازل ہو گئی ہو اور علامہ ابوالحسن القاسمی وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ”کتاب الرقاق“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایک بھی دو کی مثل ہے وہ احادیث یہ ہیں:

نابالغ بچوں کے ماں باپ کو بخشوانے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندہ کے اہل دنیا میں سے (گناہوں سے) صاف بندے کی روح کو قبض کر لوں اور وہ (اس پر صبر کرنے میں) ثواب کی نیت کرے تو میرے پاس اس کی جزاء صرف جنت ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۲۳)

اور نابالغ بچے سے بڑھ کر صاف بندہ کون ہو گا! اور ”سنن ترمذی“ میں صریح حدیث ہے کہ دو اور ایک بھی تین کی طرح ہیں:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تین نابالغ بچوں کو بھیجا وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے محفوظ قلعہ بن جائیں گے، حضرت ابو ذر نے کہا: میں نے تو دو کو بھیجا ہے آپ نے فرمایا: اور دو بھی! پھر حضرت ابی بن کعب سید القراء نے کہا: میں نے تو ایک کو بھیجا ہے آپ نے فرمایا: اور ایک بھی! لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ پہلی بار صدمہ پہنچنے کے وقت صبر کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۷۵)

ایک اور حدیث میں اس سے زیادہ تصریح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے جس نے دو نابالغ بچے اپنے سے پہلے بھیج دیئے اللہ تعالیٰ ان بچوں کے سبب سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

حضرت عائشہ نے کہا: اور آپ کی امت میں سے جس شخص کا پہلے بھیجا ہوا ایک بچہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اور جس کا ایک بچہ ہوا! اُسے خیر کی توفیق دی گئی!! حضرت عائشہ نے کہا: اور جس کا آپ کی امت میں سے پہلے بھیجا ہوا کوئی بچہ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر میں اپنی امت کا پیش رو ہوں! میری (وفات کی) مثل سے بڑھ کر ان کو کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک نام تمام بچے اپنے رب سے جھگڑے گا، جب اس کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا! پس کہا جائے گا: اے نام تمام بچے! اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے پس وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے پکڑ کر گھسیٹا ہوا لائے گا، حتیٰ کہ ان کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۸، اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

خواتین کا عالم سے دینی مسائل معلوم کرنے کا جواز، تعیین یوم کا جواز اور مسلمان بچوں کا جنت میں ہونا
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے دینی مسائل مرد عالم سے معلوم کر سکتی ہیں اور مردان کو جواب دے سکتا ہے اسی طرح

اور بھی ضروری امور میں وہ مردوں سے بات کر سکتی ہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے عورتوں کو تعلیم دینے کے لیے ایک دن معین فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم اور عبادت کے لیے اپنے اجتہاد سے دن کا تعین کرنا جائز ہے اس پر قیاس کر کے دیگر کارہائے خیر کے لیے بھی دن کو معین کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جنت میں ہوگی کیونکہ جب وہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائیں گے تو خود تو بہ طریق اولیٰ جنت میں ہوں گے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۷۵۔ ج ۷ ص ۲۳۶ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ
قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ ذُكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان ابن الاصہبانی از ذکوان از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ یہی حدیث۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَلْفُوا
الْجَنَّةَ. [طرف الحدیث: ۱۲۵۰]

اور از عبدالرحمان بن الاصہبانی انہوں نے کہا: میں نے ابو حازم سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: تین ایسے بچے جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

حدیث مذکور کی روایت کرنے کے مقاصد

اس حدیث کو روایت کرنے سے امام بخاری کے دو مقصد ہیں: ایک مقصد ہے ابن الاصہبانی کا نام ذکر کرنا پہلی روایت میں انہوں نے اس کو مبہم ذکر کیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے شیخ سے اس کا نام اسی طرح سنا تھا اور یہ ان کی غایت احتیاط ہے کہ جس طرح اپنے شیخ سے کسی راوی کا نام سنا اس کو اسی طرح ذکر کر دیا دوسرا مقصد اس پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ تین بچے بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث میں ”حنث“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گناہ یعنی وہ بچے ابھی گناہ کرنے کی عمر کو نہ پہنچے ہوں یعنی نابالغ ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے رجال میں سے ابو حازم کے علاوہ سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے ابو حازم کا نام ہے: سلمان الاسجعی الکوفی یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں بہت بڑی جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۰۳)

۳۶۔ بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا

جس نے کسی بات کو سنا پھر بات کرنے والے کی

فَرَّاجَعَهُ حَتَّى يَعْرِفَهُ

طرف رجوع کیا حتیٰ کہ اس بات کو سمجھ لیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عورتوں کو تعلیم دینے کا ذکر تھا اور عورتوں کی عقل میں کچھ کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات انہیں عالم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس باب میں یہی بیان کیا ہے کہ

جب عالم کی بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۰۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عَذَابُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾؟ (الاستبصار: ۸) قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ الْغَرَضُ وَلَكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابُ يَهْلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۹۳۹-۶۵۳۶-۶۵۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نبی ﷺ کی زوجہ جب بھی کسی بات کو سنتیں جو ان کو سمجھ نہ آتی تو وہ اس میں رجوع کرتیں حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا: ”پس عنقریب آسان حساب لیا جائے گا“؟ (الاستبصار: ۸) حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ تو صرف حساب کو پیش کرتا ہے لیکن جس سے حساب میں جرح کی گئی وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۷۶، سنن ابوداؤد: ۳۰۹۳، سنن ترمذی: ۳۳۳۶-۲۳۲۶، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۳۸، صحیح ابن حبان: ۷۳۷۱-۷۳۶۹، الترغیب لابن المبارک: ۱۳۱۹، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۲۴۹، شعب الایمان: ۲۶۹، المستدرک ج ۳ ص ۵۸۰، المعجم الاوسط: ۸۵۹۰، مسند احمد ج ۶ ص ۴۷، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۲۰۰، ج ۲۰ ص ۲۳۶، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ کو کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس میں رجوع کرتی تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن ابی مریم مصری انہوں نے امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا ہے ابوحاتم راوی نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابن معین نے کہا: یہ ثقہ اشقات ہیں یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) نافع بن عمر بن عبد اللہ القرشی الجمحی الہکلی امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ ثبت صحیح الحدیث ہیں یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۱۶۹ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۳) عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ (۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۰۵)

جس سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا کے دو محمل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ جس دن انسان کے سامنے اس کے گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس کو اس کے کیے ہوئے نرے کاموں پر مطلع کیا جائے گا یہ اس کے لیے سخت عذاب اور مذمت کا باعث ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کا حساب لینا اس کے عذاب کے استحقاق کی طرف پہنچاتا ہے کیونکہ بندہ جو بھی نیکی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی توفیق سے کرتا ہے اور نیکی پر اس کے ہدایت دینے اور قدرت دینے سے کرتا ہے اور بندہ کے ایسے اعمال بہت کم ہیں جو اس نے اخلاص سے اللہ کے لیے کیے ہوں۔

اور فرمایا: اس پر جو حساب پیش کیا جائے گا وہ آسان ہے یعنی وہ بہت سہل ہے اس میں کوئی جرح نہیں ہوگی اور اس میں اس پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہوگا جو اس پر دشوار ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حدیث اور آیت میں کیا تعارض ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں عام حکم بیان کیا گیا ہے کہ جس سے بھی حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان میں سے بعض کو عذاب نہیں ہوگا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اصحاب الیمین ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں حساب سے مراد عرض ہے یعنی حساب کا پیش کرنا اور اس کا اظہار کرنا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بندہ کو اس کے گناہوں کی پہچان کرائی جائے گی پھر اس سے درگزر کر لیا جائے گا۔ جس سے حساب لیا گیا اس کو عذاب کیسے ہوگا؟

نیز اس حدیث میں فرمایا: جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا اس کو عذاب دیا گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بندوں پر تقصیر غالب ہے پس جس سے پورا پورا حساب لیا گیا اور اس کو چھوٹ نہیں دی گئی وہ ہلاک ہو گیا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ شرک کے سوا باقی گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا معاف فرما دے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ حساب میں مناقشہ کرنا بجائے خود عذاب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس سے حساب لیا جائے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حساب کے مطالبہ سے جو نفس کو وحشت اور اذیت ہوگی وہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔

مسائل کی تحقیق میں حدیث پر قرآن سے معارضہ کرنے اور مناظرہ کا جواز

اس حدیث میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا ثبوت ہے اور مسائل کی تحقیق میں ان کی حرص کا بیان ہے۔ نبی ﷺ کے ارشاد پر جب حضرت عائشہ نے قرآن مجید کی ایک آیت سے معارضہ کیا تو آپ اس سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ آپ نے قرآن مجید کی اس آیت کا محمل بیان فرمایا کہ اس آیت میں آسان حساب لینے سے مراد حساب کو پیش کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب شاگرد استاد پر اعتراض کرے تو استاد کو ناراض نہیں ہونا چاہیے اور شاگرد کے اعتراض کو دور کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب ہوگا اور عذاب بھی ہوگا اور عذاب میں لوگوں کے مختلف درجات ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علمی مسائل میں مناظرہ کرنا اور حدیث پر قرآن مجید سے معارضہ کرنا جائز ہے۔

* باب مذکورہ کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۹۔ ج ۷ ص ۷۰۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۷۔ بَابُ لِيُبْلَغَ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

شاید (حاضر) غائب کو علم پہنچا دے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں متعلم کی عالم کی طرف مراجعت کا بیان ہے اور اس باب میں غائب تک علم پہنچانے کا ذکر ہے اور جو غائب تک علم پہنچائے گا وہ اس کی طرف مراجعت کرے گا تو نفس مراجعت میں یہ دونوں باب مناسب ہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

یعنی نبی ﷺ کا یہ ارشاد شاید غائب کو پہنچا دے یہ حدیث معلق ہے ”کتاب الحج“ میں امام بخاری نے اس کو موصولاً روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو لوگوں کو خطبہ دیا پس فرمایا: اے لوگو! یہ کون

سادن ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ یوم حرام ہے پھر فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ شہر حرام ہے پھر فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ مہینہ حرام ہے (یعنی احترام والا مہینہ ہے) آپ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن میں تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے پھر آپ نے ان کلمات کو بار بار دہرایا پھر اپنا سر بلند کر کے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی! اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یہ ضرور آپ کی اپنی امت کے لیے وصیت تھی! شاہد غائب کو پہنچا دے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۳۹، سنن ابن ماجہ: ۲۳۳، مسند احمد: ۲۰۵۳۰-۲۰۴۲۹، ج ۵ ص ۳۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از ابی شریح انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! میں آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو کل نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا تھا اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور جس وقت آپ نے وہ حدیث فرمائی میری دونوں آنکھوں نے آپ کو دیکھا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: بے شک مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے اس کو لوگوں نے حرام قرار نہیں دیا سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے درخت کو کاٹنا جائز ہے پس اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے قتل کرنے سے قتل کی رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی ہے اور مجھے اس میں صرف دن کی ایک ساعت میں اجازت دی تھی آج اس کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے جیسا کہ کل اس کی حرمت تھی اور شاہد (حاضر) کو چاہیے غائب کو (یہ حدیث) پہنچا دے۔

پھر ابو شریح سے پوچھا گیا کہ (اس کے جواب میں) عمرو بن سعید نے کیا کہا؟ اس نے کہا: اے ابو شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں بے شک مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ قتل کر کے بھاگنے والے کو اور نہ کسی کی چوری کر کے بھاگنے والے کو۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۳، سنن ترمذی: ۸۰۹، سنن نسائی: ۲۸۷۶، سنن کبریٰ: ۵۸۴۶، اخبار مکہ: ۱۳۹۳، المعجم الکبیر: ۴۸۳، ج ۲۲، وائل النبوة للشیخ محمد)

۱۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرٍو بْنِ سَعِيدٍ. وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ. إِنَّنِي لَأُبَيِّهَا الْأَمِيرُ، أُحَدِّثُكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَاةَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعْتُهُ أُذْنًا، وَوَعَاهُ قَلْبِي، وَأَبْصَرْتُهُ عَيْنًا، حِينَ تَكَلَّمُ بِهِ حَمْدَ اللَّهِ وَأَتْنِي عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَمَهَا اللَّهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِمَرِيءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْصِدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ، وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ.

فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ عَمْرٍو؟ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ مَكَّةَ لَا تُعِيدُ عَاصِيًا وَلَا قَارًا بِدَمٍ وَلَا قَارًا بِخَرْبَةٍ. [الطراف الحديث: ۱۸۳۲-۳۲۹۵]

ج ۵ ص ۸۲-۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۳-۱۶۴ ج ۲ ص ۲۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: شاید غائب کو حدیث پہنچا دے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمیسی (۲) لیث بن سعد مصری (۳) سعید بن ابی سعید المقمری ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) ابو شریح خویلد بن صخر الخزاعی الکعبی یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اس دن انہوں نے بنو کعب بن خزاعہ کے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۲۰ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ۲ حدیثوں پر متفق ہیں امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں الواقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ عطاء اہل مدینہ سے تھے ۶۸ھ میں فوت ہو گئے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۰۹)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

”البعوث“ کا معنی ہے: لشکر۔ ”ان یسفک“ خون بہانا۔ ”ولا یعضد“ ”عضد“ کا معنی ہے: درخت کا ٹٹا۔ ”لا تعبد عاصبا“ مکہ کسی عاصی پر حد جاری کرنے سے منع نہیں کرتا۔ ”ولا فارا بدم“ جو کسی کو قتل کر کے قصاص کے خوف سے حرم میں پناہ لے اس کو مکہ پناہ نہیں دیتا۔ ”بخوبة“ ”خوبة“ کا معنی ہے: چوری، فساد، عیب، زیادہ تر اونٹوں کی چوری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا

اس حدیث میں عمرو بن سعید کا نام ہے یہ ابن امیہ القرشی الاموی ہے یہ صحابی تھا نہ اختیار تابعین سے تھا اس کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے علامہ ابن الاثیر نے کہا: اس کی کنیت ابو امیہ ہے یہ مدینہ کا امیر تھا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے جا رہا تھا پھر ۷۷ھ (صحیح ۷۷۳ھ ہے۔ سعیدی غفرلہ) میں حضرت ابن الزبیر کو عبد الملک بن مروان نے قتل کر دیا تھا۔

عمرو بن سعید حضرت ابن الزبیر سے قتال کے لیے مکہ کی طرف لشکر روانہ کر رہا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت معاویہ فوت ہوئے تو یزید نے حضرت ابن الزبیر سے اپنی بیعت کو طلب کیا حضرت ابن الزبیر اس کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے اس پر یزید غضب ناک ہوا اور مکہ کے والی یحییٰ بن حکیم کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر سے بیعت لے لے اس نے حضرت ابن الزبیر سے بیعت لے کر یزید کے پاس پیغام بھیج دیا یزید نے کہا: میں اس کی بیعت کو قبول نہیں کروں گا حتیٰ کہ اس کو زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس بھیجو وہ حضرت ابن الزبیر کے پاس گیا حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں یزید نے انکار کیا اور عمرو بن سعید کو لکھا کہ وہ مکہ کی طرف لشکر روانہ کرے سو عمرو بن سعید اس لشکر کو بھیج رہا تھا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۲)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر التونی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

عبد الملک بن مروان نے تین ہزار شامیوں کے لشکر کا حجاج بن یوسف کو امیر بنایا اور اس کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے قتال کے لیے روانہ کیا (الی قولہ) اس سال جب لوگ حج سے فارغ ہو گئے تو حجاج کے منادی نے اعلان کیا کہ تم لوگ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ کیونکہ ہم ابن الزبیر طرد پر متفق سے سنگ باری کر رہے ہیں پھر انہوں نے متفق سے کعبہ پر پتھر برسانے شروع کر دیے (الی قولہ) انہوں نے حضرت ابن الزبیر سے بہت زبردست قتال کیا حتیٰ کہ منگل کے دن جمادی الاخرہ ۷۳ھ کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے (الی قولہ) جس وقت حضرت ابن الزبیر کو شہید کیا گیا اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی ان کی خلافت نو سال رہی

کیونکہ ۶۳ھ میں ان کی بیعت کی گئی تھی اور ۷۳ھ میں وہ شہید کر دیئے گئے۔

(اکمال فی التاریخ ج ۳ ص ۲۷۷-۲۷۸ ملخصاً و مستقلاً دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۰ھ)

حضرت ابو شریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر لشکر کشی سے منع کر کے علماء کی ذمہ داری کو پورا کیا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال مالکی متوفی ۳۲۹ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ دین کی تبلیغ کریں گے اور اپنی امتوں کو بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے علماء کو انبیاء کا وارث بنایا اس لیے ان پر بھی دین کی تبلیغ کرنا اور اس کو بیان کرنا اور اس کو تمام روئے زمین پر پھیلانا واجب ہے حتیٰ کہ اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے اور نبی ﷺ نے اپنے زمانہ میں جس کو بھی دین کی تبلیغ کا حکم دیا اس پر دین کی تبلیغ کرنا فرض عین ہوگی لیکن ہمارے دور میں دین کی تبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے کیونکہ اب دین ہر طرف پھیل چکا ہے۔

حضرت ابو شریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر حملہ کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی کیونکہ جب امیر مملکت شریعت کے خلاف کوئی کام کرے تو عالم پر اس کو منع کرنا واجب ہے خواہ اس نے عالم سے سوال نہ کیا ہو۔

باب کی مذکور حدیث کی تاویل میں حضرت ابو شریح اور عمرو بن سعید میں اختلاف ہوا حضرت ابو شریح نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا کہ مکہ کی حرمت دائمہ ثابت ہے اور کسی فتنہ کی وجہ سے مکہ کو قتال کے لیے مباح کر لینا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کو قتل کرنے کے لیے بھی قتال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ نے پہلے کسی کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز تھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے اس میں قتال کرنا جائز ہے اس میں صرف ایک ساعت کے لیے آپ کا قتال کرنا جائز ہوا تھا اس کے بعد اس کی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی عمرو بن سعید نے اس حدیث کی یہ تاویل کی کہ مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو نافرمان اور باغی قرار دیا کیونکہ انہوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

عمرو بن سعید کے مقابلہ میں حضرت ابو شریح کی تصریح اولیٰ ہے کیونکہ وہ صحابی ہیں اور اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس حدیث کے تخریج اور اس کے سبب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

علماء اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ یزید اور عبد الملک بن مروان کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ لائق اور حق دار تھے کیونکہ ان دونوں سے پہلے حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی گئی تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور امام مالک نے کہا ہے کہ حضرت ابن الزبیر عبد الملک بن مروان سے اولیٰ تھے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱، رآئتہ العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ یزید کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے اور ابن بطلال کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۲)

عمرو بن سعید کے قول پر ابن حزم کا تبصرہ

اس حدیث میں فتح مکہ کا ذکر ہے میں رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح ہوا تھا۔

عمرو بن سعید نے جو حضرت ابن الزبیر کے متعلق کہا تھا کہ حرم عاصی کو پناہ نہیں دیتا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۳۵۶ھ نے کہا ہے:

اس لنیم شیطان شرطی فاسق کی کوئی کرامت نہیں ہے اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی سے زیادہ جاننے والا ہے اور یہ فاسق ہی اللہ اور اس کے رسول اور ان کے خلفاء کا عاصی اور نافرمان تھا۔ (المنہج ج ۲ ص ۲۱۳)

صحابی نے بھی اپنی روایت میں تاویل کی ہو اور بعد کے فقہاء نے بھی تو کس کی تاویل کا اعتبار کیا جائے گا؟

علامہ بن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب صحابی کسی حدیث کو روایت کرے اور اس حدیث کی تاویل اس صحابی نے بھی کی ہو اور بعد کے علماء نے بھی کی ہو تو کس کی تاویل کو ترجیح دی جائے گی؟

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس صحابی کی تاویل کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ اس حدیث کا راوی ہے وہ اس حدیث کے مخرج اور اس کے سبب کو دوسروں سے زیادہ جاننے والا ہے دوسروں نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کی تاویل صحیح نہ ہو تو پھر اس کی تاویل لازم نہیں ہے۔ علامہ المازری نے ”کتاب البرہان“ کی شرح میں کہا ہے کہ راوی کی مخالفت کی کئی اقسام ہیں: (۱) مخالفت بالکلیۃ (۲) مخالفت ظاہرہ بہ طور تخصیص (۳) تاویل محتمل یا مجمل اور ان تمام اقسام میں اختلاف ہے۔

امام الحرمین نے کہا ہے: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی روایت پر عمل کیا جائے گا اور اس کے عمل کی اتباع نہیں کی جائے گی امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے عمل کی اتباع کی جائے گی اس کی روایت کی اتباع نہیں کی جائے گی پس جب حدیث عام ہو تو کیا راوی کے عمل کی وجہ سے اس میں تخصیص کی جائے گی؟ اسی طرح جب حدیث کا لفظ مجمل ہو اور راوی اس حدیث کو اس کے کسی ایک احتمال پر محمول کرے تو کیا اس کے مذہب پر عمل کیا جائے گا؟ الخطیب نے کہا ہے کہ مذہب شافعی کا ظاہر یہ ہے کہ اگر راوی کی تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہو تو حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس کے احتمالات میں سے کوئی ایک احتمال رائج ہو تو اس کی طرف رجوع کیا جائے امام الحرمین نے اس کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے: سونے کی بیج سونے کے عوض سود ہے مگر جو دست بہ دست ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۱۷۴ سنن ابوداؤد: ۳۳۲۸ سنن ترمذی: ۱۲۴۳ سنن نسائی: ۳۵۵۹ سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۳) حضرت ابن عمر نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اسی مجلس میں قبضہ ہونا چاہیے اسی طرح حضرت ابن عمر سے حدیث مروی ہے کہ ہائع اور مشتری کو اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں حضرت ابن عمر نے اس حدیث کو تفرق بالابدان پر محمول کیا ہے۔

فقہاء احناف نے کتے کے جھوٹے میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن سے کتابی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۷۲ صحیح مسلم: ۲۷۹ سنن نسائی: ۶۶ سنن ابن ماجہ: ۳۶۳) اور حضرت ابو ہریرہ کا مذہب یہ تھا کہ تین دفعہ دھونے پر اقتصار کرنا جائز ہے اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ المازری وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو باب مخالفت سے شمار کرنا چاہیے جو بہ معنی نسخ ہے نہ بہ معنی تخصیص کیونکہ تین دفعہ دھونے پر اقتصار کرنا سات دفعہ دھونے کے عدد محدود کے خلاف ہے میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ نے سات کے عدد کی مخالفت اس لیے کی کہ ان کے نزدیک سات دفعہ دھونا منسوخ ہو چکا تھا اور نسخ پر محمول کرنا صحابی کے حق میں حسن ظن ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب اللہ عزوجل نے نماز کو فرض کیا تو دو دو رکعت فرض کی تھیں حضرت میں اور سفر میں پھر سفر کی نماز تو برقرار رہی البتہ حضر کی نماز میں دو رکعت زیادہ کر دی گئیں۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰ صحیح مسلم: ۶۸۵ سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸ سنن نسائی: ۴۵۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی تھیں چنانچہ کوفیوں نے ان کے عمل کو ترک کر دیا اور ان کی حدیث پر عمل کیا اور کہا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا فرض ہے۔ اس کو اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے اور امام شافعی کے نزدیک قصر کرنے میں اور پوری نماز پڑھنے میں اختیار ہے۔ (شرح ابن بطل مال ج ۱ ص ۱۷۱ عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۵ ملخصاً)

حرم میں حدود اور قصاص نافذ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حرم میں کوئی جرم کرے اس کو امان نہیں دی جائے گی کیونکہ اس نے حرم کی بے حرمتی کی ہے اور امان کو رد کر دیا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جس نے حرم سے باہر کوئی جرم کیا پھر اس نے حرم میں پناہ لے لی اس کے متعلق ابوبکر المروزی نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ جب اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا ہاتھ کاٹا ہو یا غیر حرم میں کوئی اور جرم کیا ہو جو حد لگانے کا موجب ہو پھر وہ حرم میں داخل ہو گیا ہو تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی اور نہ اس سے قصاص لیا جائے گا لیکن اس کو کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ اس سے خریدی جائے گی اور نہ اس کو کھانا دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر نکل آئے اور اگر اس نے حرم کے اندر کوئی جرم کیا ہے تو اس کو سزا دی جائے گی اور حنبل سے روایت ہے کہ اس نے حرم سے باہر قتل کیا پھر حرم میں داخل ہو گیا تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر اس کا جرم قتل سے کم ہو تو اس پر حد قائم کی جائے گی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ خواہ اس نے قتل کیا ہو یا قتل سے کم جرم کیا ہو تمام صورتوں میں اس پر (حرم میں) حد قائم کی جائے گی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۱۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو اس کے لیے حرم میں خون بہانا جائز نہیں ہے اس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص حرم میں پناہ لے لے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں یہ صورت بھی داخل ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۶)

امام مالک اور امام شافعی حرم میں حد جاری کرنے کے قائل ہیں اور ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

ابن نطل اور دیگر افراد کو کعبہ میں قتل کرنے کے متعلق احادیث

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا تمام لوگوں کو امان دے دی آپ نے فرمایا: ان کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھو (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبداللہ بن نطل (۳) مقیس بن صبابہ (۴) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رہا عبداللہ بن نطل تو وہ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا تھا اس کو پکڑ لیا گیا حضرت سعید بن حریت اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم دونوں اس پر جھپٹے حضرت سعید نے حضرت عمار پر سبقت کی وہ دو آدمیوں سے زیادہ طاقت ور تھے سوانہوں نے اس کو قتل کر دیا اور رہا مقیس بن صبابہ تو اس کو لوگوں نے مکہ کے بازار میں پکڑ کر قتل کر دیا اور رہے عکرمہ تو وہ سمندر میں سوار ہو گئے اور ان کو آندھی اور طوفان نے آلیا کشتی والوں نے کہا: اپنے خداؤں سے خلوص کے ساتھ دعا کرو آج تمہیں کوئی چیز بچا نہیں سکتی عکرمہ نے کہا: آج مجھے سمندر سے صرف اخلاص بچا سکتا ہے اور نہ خشکی میں مجھے اس کے سوا کوئی بچا سکتا ہے اے اللہ! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا جس میں میں مبتلا ہوں تو میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ دوں گا سو میں ان کو ضرور معاف کرنے والا کرم کرنے والا پاؤں گا سودہ آ کر اسلام لے آئے اور رہا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا تھا پس جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو وہ اس کو لے کر آئے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا: یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیں رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر تین بار دیکھا اور ہر مرتبہ

اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا پھر تین بار کے بعد اس کو بیعت کر لیا پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ روک رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا! اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں جانتے کہ آپ کے دل میں کیا ہے آپ نے ہمیں آنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا! آپ نے فرمایا: نبی کے لیے خیانت کرنے والی آنکھ نہیں ہونی چاہیے۔ (سنن نسائی: ۳۰۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی المتوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن نطل کا نام عبدالعزیٰ ابن نطل تھا یہ اسلام لے آیا اور اس کا نام رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رکھا اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے صدقات وصول کرنے کے لیے بنو خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ بھیجا وہ اس کے لیے کھانا تیار کرتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا یہ دونوں مجمع نامی جگہ میں ٹھہرے اس نے خزاعی کو کھانا پکانے کے لیے کہا اور دو پہر کو سو گیا جب بیدار ہوا تو خزاعی سویا ہوا تھا اور اس نے کھانا نہیں پکایا تھا اس نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اسلام سے مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا عبداللہ بن نطل اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی جھوٹا تھا اس کی دو فاسقہ باندیاں تھیں ایک کا نام غرتی تھا اور دوسری کا نام قریبہ تھا یہ دونوں ابن نطل کے حکم سے اس کے بنائے ہوئے جھوٹے اشعار کو گاتی تھیں رسول اللہ ﷺ نے جن دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا خواہ وہ کعب کے پردوں سے لپٹی ہوئی ہوں وہ یہی تھیں۔

(سبل الہدی والرشاد ج ۵ ص ۲۲۵-۲۲۳، ملخصاً: دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال کعبہ میں داخل ہوئے آپ کے سر پر خود تھا جب آپ نے اس کو اتارا تو ایک شخص نے آکر کہا: بے شک ابن نطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ (صحیح ابی ہریرہ: ۱۸۴۱، ۳۰۳۳-۳۲۸۶، ۵۸۰۸، صحیح مسلم: ۱۳۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۶۸۵، سنن ترمذی: ۱۶۹۳، سنن نسائی: ۲۸۶۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۸۳)

حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن نطل کی حدیث کے علامہ عسقلانی کی طرف سے جوابات
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن نطل کے قصہ سے حرم مکہ میں حدود اور قصاص کے قائم کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ چونکہ ابن نطل نے اس خزاعی انصاری کو قتل کر دیا تھا اس لیے اس مسلمان کے قصاص میں ابن نطل کو قتل کر دیا گیا علامہ سیبلی نے کہا کہ کعب کسی عاصی (نافرمان) کو پناہ نہیں دیتا اور نہ کسی واجب حد کو قائم کرنے سے منع کرتا ہے علامہ نووی نے کہا: جو فقہاء کعبہ میں قصاص لینے سے منع کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ابن نطل کو اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا جس ساعت میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کو حلال کر دیا گیا تھا اور ہمارے اصحاب شافعیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس ساعت میں آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے اس ساعت سے لے کر مکہ میں آپ کے غلبہ تک کی ساعت میں آپ کے لیے قتال کو مباح کیا گیا تھا اور ابن نطل کو اس کے بعد قتل کیا گیا تھا علامہ نووی کے اس جواب کو رد کیا گیا ہے کہ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اس ساعت سے مراد دن کے اول وقت سے لے کر دخول عصر تک کا وقت ہے اور ابن نطل کو قطعی طور پر اس سے پہلے قتل کیا گیا تھا کیونکہ حدیث میں یہ قید ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ نے اپنے سر سے خود اتارا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ مکہ میں ٹھہر گئے تھے۔ امام ابن خزیمہ نے کہا ہے: آپ نے جو فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میرے سوا کسی کے لیے حرم میں قتال کو حلال نہیں فرمایا اس سے مراد ان لوگوں کو قتل

کرنا ہے جو اس دن ابن نطل کے ساتھ قتل کیے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس ساعت میں آپ کے لیے قتال اور قتل دونوں کو حلال کر دیا تھا اور ابن نطل وغیرہ کو قتال ختم ہونے کے بعد قتل کیا گیا۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی ذمی رسول اللہ ﷺ کو ہتھیار لگائے تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا علامہ ابن عبد البر نے اس استدلال کو رد کر دیا ہے کیونکہ ابن نطل ذمی نہیں حربی تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو جو امان دی تھی وہ اس میں داخل نہیں تھا بلکہ نبی ﷺ نے اس کے ساتھ چار مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دے کر ان کو امان سے مستثنیٰ کر لیا تھا (جیسا کہ ہم سنن نسائی کی حدیث سے بیان کر چکے ہیں اور ابن نطل نے ایسے متعدد کام کیے تھے جو اس کو قتل کرنے کے موجب تھے مثلاً اس کا نبی ﷺ کی ہجو کرنا، مسلمان خزانہ انصاری کو قتل کرنا، اسلام کے بعد اس کا مرتد ہونا اور اپنی فاسقہ باندیوں کو حکم دینا کہ اس کی کمی ہوئی نبی ﷺ کی ہجو اسے گا کر سنائیں۔ سعیدی غفرلہ)۔ علامہ خطاب نے کہا: چونکہ اس نے اسلام میں جرائم کا ارتکاب کیا اس لیے اس کو قتل کر دیا گیا اور علامہ ابن عبد البر نے کہا: اس کو مسلمان کے قصاص میں قتل کیا گیا اور اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ کافر قیدی پر اسلام پیش کیے بغیر بھی اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۳۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ابن نطل کو کعبہ میں قتل کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے جو حکم دیا تھا اس سے امام مالک اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کعبہ میں بھی حدود اور قصاص کو قائم کرنا جائز ہے لیکن ان کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے اس کو کعبہ میں قتل کرنے کا حکم اس وقت دیا تھا جس وقت آپ کے لیے کعبہ میں قتال کرنا اور قتل کرنا حلال کر دیا گیا تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے وضاحت سے ثابت کر دیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن نطل عام مجرم یا عام قاتل یا عام مرتد نہیں تھا بلکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کر کے اور اپنی باندیوں کو ہجو کے اشعار گا کر پڑھنے کا حکم دے کر آپ کی شدید گستاخی کی تھی اس لیے نبی ﷺ نے اس کے لیے سنگین سزا سنائی اور فرمایا: اگر ابن نطل کعبہ کے پردوں میں لپٹا ہوا ہو پھر بھی اس کو قتل کر دو۔

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی اس حدیث سے امام شافعی کے استدلال کے متعدد جوابات دیے ہیں۔

حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن نطل کی حدیث کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات
علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ مرتد ہو گیا تھا اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا اور وہ نبی ﷺ کی ہجو کرتا تھا۔

(۲) وہ نبی ﷺ کی دی ہوئی امان میں داخل نہیں تھا کیونکہ آپ نے اس کو امان سے استثناء کر لیا تھا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے چھٹا ہوا ہو۔

(۳) وہ اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا جس ساعت میں آپ کے لیے قتال کرنا اور قتل کرنا مباح تھا علامہ عینی نے اس جواب پر یہ

اعتراض کیا ہے کہ وہ ساعت آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے لے کر مکہ پر آپ کے غلبہ تک تھی اور اس کو اس کے بعد قتل کیا

گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: جو مسجد میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور اسے اس کے بعد قتل کیا گیا تھا تمیز علامہ عینی نے یہ

جواب دیا ہے کہ ابن نطل ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آپ سے قتال کیا تھا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۷-۲۱۶)

مکہ مکرمہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے قتال کرنے کی وجہ سے مکہ میں

قتال کی رخصت پر استدلال کرے۔ (الحديث) اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے صلح سے فتح نہیں ہوا یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام ابو زاعی کا مذہب ہے لیکن نبی ﷺ نے اہل مکہ پر احسان فرمایا اور ان کے گھروں کو اور ان کے اموال کو ان کے پاس رہنے دیا اور ان کے اموال کو فتنے نہیں قرار دیا، امام شافعی نے کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا تحمل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں قتال کرنے کی ضرورت پیش آتی تو آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز تھا، لیکن اس حدیث کے الفاظ امام شافعی کی تاویل کے خلاف ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: پس اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے قتال کرنے سے (مکہ میں) قتال کی رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔ آپ کے اس ارشاد میں صاف تصریح ہے کہ آپ نے مکہ میں قتال کیا تھا اور مکہ قتال سے فتح ہوا ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

آپ نے فرمایا ہے: مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا نہیں جائے گا اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جن درختوں کو آدمیوں نے نہیں اگایا ان کو کاٹنا حرام ہے اور جن درختوں کو آدمیوں نے اگایا ہے ان میں اختلاف ہے۔
آپ نے فرمایا: شاید (حاضر) غائب کو پہنچا دے اس حدیث میں علم کو نقل کرنے اور سنن اور احکام کی تبلیغ اور اشاعت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں حکام کو نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے اور ان کے غلط کاموں کی اصلاح کرنے کی کوشش کا ثبوت ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے مقصود پر گفتگو کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک تابعی نے صحابی سے اپنے اجتہاد سے اختلاف کیا، اگرچہ صحابی کا موقف صحیح تھا۔
اس حدیث میں حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے حکم پر عمل کیا اور آپ کی حدیث پہنچائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم دین یہ دیکھے کہ حکام وقت دین میں تخریر کر رہے ہیں تو وہ ان کو برملا ٹو کے اور ان کو صحیح مسئلہ بتائے خواہ حکام نے اس سے سوال نہ کیا ہو۔

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: مکہ کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا، حالانکہ اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اہل مکہ کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو اس طرح حرم بناتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۲۱۲۹، صحیح مسلم: ۱۳۶۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۸۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ کو حرم بنایا تھا، از خود نہیں بنایا تھا اس لیے فرمایا ہے: اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا، لہذا مکہ کو حرم بنانے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت حقیقی ہے اور حضرت ابراہیم کی طرف یہ نسبت تاویل سے ہے اور مجاز عقلی ہے (یعنی انہوں نے اس کا حرم ہونا ظاہر فرمایا) اور رسول اللہ ﷺ نے جو مدینہ کو حرم بنایا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۰ ج ۳ ص ۷۰۶ پر ہے اس حدیث کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① مکہ ابتداء آفریش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد ② حرم میں حدود جاری کرنے میں مذاہب ③ مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل۔

۱۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ذِكْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ دِمَاءُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَلَا لِيُبْلِغَ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُولُ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ ذَلِكَ أَلَا هَلْ بَلَغْتَ مَرَّتَيْنِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہ ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال۔ (راوی) محمد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں تم پر (اس طرح) حرام ہیں جس طرح آج کے دن تمہارے اس شہر میں حرام ہیں سنو! تم میں سے شاہد (حاضر) کو چاہیے کہ غائب کو پہنچا دے اور (راوی) محمد یہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے حج فرمایا آپ نے دوبار فرمایا تھا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے!

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۶۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن عبد الوہاب ابو محمد الحنفی امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں یہ ثقہ ثبت ہیں یحییٰ اور دوسروں نے ان کی توثیق کی ہے ابو حاتم نے کہا: یہ صدوق ثقہ ہیں یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حماد بن زید بصری (۳) ایوب سختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۹)

نبی ﷺ پر جھوٹ
باندھنے کا گناہ

۳۸۔ بَابُ إِنْ مَن كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جھوٹ اور سچ کی تین تعریفیں ہیں:

- (۱) مذہب حق یہ ہے کہ کلام کا واقع کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا واقع کے مطابق ہونا سچ ہے۔
 - (۲) نظام معتزلی کے نزدیک کلام کا اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا اعتقاد مخبر کے مطابق ہونا سچ ہے۔
 - (۳) جاحظ کے نزدیک کلام کا واقع اور اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا واقع اور اعتقاد مخبر کے مطابق ہونا سچ ہے۔
- (مختصر المعانی ص ۷۲۔ ۷۳ ملخصاً المکتبۃ الفاروقیہ لبنان)
- آخری تعریف کے اعتبار سے صدق اور کذب میں ایک واسطہ نکل آئے گا یعنی جو کلام اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہو خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو وہ کلام صادق ہو گا نہ کاذب۔

اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جس کو علم نہ ہو اس کو علم پہنچایا جائے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ علم اور حدیث پہنچانے میں جھوٹ سے احتراز کیا جائے۔

۱۰۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْصُورٌ قَالَ سَمِعْتُ رَبِيعَ بْنَ حِرَاشٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے منصور نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ربیع بن حراش کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا اسے دوزخ میں داخل ہونا چاہیے۔

(مقدمہ صحیح مسلم: ۲، سنن ترمذی: ۳۷۱۵-۳۷۶۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱، سنن کبریٰ للنسائی: ۵۹۱۱، مسند ابویعلیٰ: ۶۲۷، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷)

مسند ابویعلیٰ: ۹۰۳، مسند احمد ج ۱ ص ۸۳، طبع قدیم مسند احمد: ۶۲۹، ج ۲ ص ۶۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے کے لیے دوزخ کی وعید ہے اور اس باب کا عنوان ہے: نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ثقہ تابعی ربیع بن حراش کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) علی بن الجعد الجوهري البغدادي (۲) شعبه بن الحجاج (۳) منصور ابن المتمر ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) ربیع بن حراش الغطفاني الحنفي یہ بہت متقی اور عبادت گزار تھے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بالکل جھوٹ نہیں بولا انہوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں بنیں گے جب تک کہ انہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہے جنت میں یا دوزخ میں؟ پھر موت کے بعد یہ بننے لگے ان کے دو بھائی تھے: مسعود اور ربیع مسعود نے موت کے بعد کلام کیا تھا اور ربیع نے بھی یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں بنیں گے جب تک کہ انہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنت میں ہیں یا نہیں ان کو غسل دینے والے نے بتایا کہ جب تک وہ تجت پر تھے مسلسل بنتے رہے حتیٰ کہ ہم انہیں غسل دے کر فارغ ہو گئے ابن المدینی نے کہا: مسعود سے صرف یہ چیز مروی ہے کہ انہوں نے موت کے بعد کلام کیا ربیع کی اولاد نہیں تھی ان کے بھائی مسعود کی اولاد تھی ابوالحسن القاسمی نے کہا ہے کہ ربیع نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف اسی حدیث کا سماع کیا ہے وہ شام میں آئے اور الجابیہ میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ سنا العجلی نے کہا: وہ ثقہ تابعی ہیں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ یوسف المزنی المتونی ۷۷۲ھ نے ربیع بن حراش کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۶ ص ۱۲۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ، تہذیب المعجم ج ۳ ص ۲۰۶، علامہ نووی نے بھی ان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مقدمہ مسلم ج ۱ ص ۳۲۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۱۷ھ)

(۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الهاشمی المکی المدنی، امیر المؤمنین، رسول اللہ ﷺ کے عم زاد، آپ کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر، حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں یہ پہلی ہاشمیہ تھیں جن سے ایک ہاشمی پیدا ہوئے یہ اسلام لائیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی یہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں فوت ہوئیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر میں اترے حضرت علی کی کنیت ابوالحسن تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابوتراب رکھی رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنا بھائی بنایا تھا اور فرمایا تھا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، حضرت علی آپ کے دونوں اسوں کے والد ہیں اور

پہلے ہاشمی مرد ہیں جن سے دو ہاشمی پیدا ہوئے جن دس مسلمانوں کو آپ نے جنت کی بشارت دی تھی ان میں سے ایک ہیں اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے خلفاء راشدین میں سے ایک ہیں اور علماء ربانین اور مشہور بہادروں اور زاہدوں میں سے ایک ہیں اور اسلام میں سبقت کرنے والوں میں سے ایک ہیں غزوہ تبوک کے سوا تمام مغازی میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے غزوہ تبوک میں آپ نے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا دیا تھا غزوہ احد میں حضرت علی کو سولہ زخم لگے تھے غزوہ خیبر میں آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا تھا اور یہ بشارت دی تھی کہ فتح ان کے ہاتھوں سے ہوگی ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور شجاعت میں ان کے احوال بہت مشہور ہیں ان کا علم بھی بہت زیادہ ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۵۸۶ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری ۹ (نو) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۱۵ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں پانچ سال خلیفہ رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیعت کی گئی کیونکہ اس وقت یہ سب سے افضل صحابی تھے عبدالرحمان بن ملجم مراری نے جمعہ کی شب زہر میں بھی ہوئی تلوار سے آپ کے دماغ پر ضرب لگائی تریسٹھ سال کی عمر گزار کر ۱۹ رمضان ۴۰ھ اتوار کی شب آپ کا انتقال ہو گیا آپ کا گندی رنگ تھا چوتھائی سر پر بال نہیں تھے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے بعض اوقات ڈاڑھی میں خضاب لگاتے تھے ڈاڑھی گھنی اور لمبی تھی چہرہ حسین تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہو آپ کی قبر کوفہ میں ہے لیکن خوارج کے خطرہ سے غائب کر دی گئی۔ صحابہ میں علی بن ابی طالب نام کا اور کوئی نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۴ دارکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ یوسف الحمزی المتوفی ۷۳۲ھ نے آپ کی وفات کے متعلق چار تاریخیں لکھی ہیں: تیرہ رمضان گیارہ رمضان انیس رمضان اور اکیس رمضان اور موضع دفن کے متعلق تین قول لکھے ہیں: کوفہ کا قصر امارت کوفہ کی شادہ زمین اور نجف الخیرۃ۔

(تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۳۰۵-۳۰۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: حضرت علی کو ۱۳ رمضان ۴۰ھ کو شہید کیا گیا اور ایک قول آئیس رمضان کا ہے۔

(تہذیب المعجم ج ۷ ص ۲۸۷ دارکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حافظ صفی الدین الخزر راجی المتوفی ۹۲۳ھ نے لکھا ہے کہ حضرت علی جمعہ کی شب ۱۹ رمضان کو شہید ہوئے۔

(غلام تہذیب المعجم ج ۲ ص ۳۱۰ دارکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کرنا سنگین گناہ کبیرہ ہے

نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہے خواہ آپ کے دین کی تائید اور تقویت میں آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کی جائے یا آپ کے دین کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کی جائے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا بھی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے میں داخل ہے کیونکہ آپ پر جھوٹ باندھنے کا معنی ہے: دین کے احکام میں جھوٹی بات گھڑ کر اس کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرنا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جھوٹ بولنا معصیت ہے اور ہر معصیت دوزخ میں دخول کا سبب ہے قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ
فَارًا خَالِدًا فِيهَا. (النساء: ۴)

اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی معصیت کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

لہذا ہر شخص پر جھوٹ باندھنا معصیت ہے اور دخولِ نار کا سبب ہے تو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کیا تخصیص ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسرے لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی بہ نسبت بہت سنگین ہے کیونکہ آپ کی طرف جو جھوٹی بات گھڑ کر منسوب کی جائے گا اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ شرعی حکم ہے اور جو لوگ اس کے جھوٹے ہونے پر مطلع نہیں ہوں گے وہ قیامت تک اس حکم پر عمل کرتے رہیں گے عام لوگوں پر جھوٹ باندھنا بھی گناہ کبیرہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا بہت سنگین گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ پر جھوٹ باندھنے کی سزا دوزخ میں داخل ہونا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اس سزا کو معاف بھی کر دیتا ہے لہذا قطعی طور پر یہ نہیں کیا جائے گا کہ آپ پر جھوٹ باندھنے والا دوزخ میں داخل ہوگا اسی طرح ہر گناہ کبیرہ کا حکم ہے پھر اگر کسی مسلمان کو اس کبیرہ کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا گیا تو وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بلکہ سزا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل اور رحمت سے دوزخ سے نکال لے گا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۴)

بعض زائدوں کا ترغیب اور ترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا

علامہ اسماعیل حقی خفی بروسوی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیفۃ الاسانید احادیث پر عمل کرنا جائز ہے علامہ علی بن برہان الدین حلبی نے کہا ہے: خواہ ان کی اسانید موضوعہ ہوں کیونکہ حاکم وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے ایک زائد احادیث وضع کرنے کے درپے ہوا اس سے پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن میں بے رغبتی کرتے ہیں تو میں نے ان کو قرآن مجید کی طرف راغب کرنے کے لیے احادیث وضع کیں ان سے کہا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر عدا جھوٹ باندھا وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنائے اس نے جواب دیا: اس حدیث میں لفظ ”علی“ ہے اور ”علی“ ضرر کے لیے آتا ہے یعنی جس نے آپ کے دین کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ پر جھوٹ باندھا وہ دوزخ میں اپنی جگہ بنا لے اور میں تو آپ کے دین کو نفع پہنچانے کے لیے احادیث وضع کر رہا ہوں جیسا کہ ”فتح القریب شرح الترغیب والترہیب“ میں مذکور ہے ان کی مراد یہ ہے جو نبی ﷺ کی طرف ایسی جھوٹی بات کی نسبت کرے جس سے قواعد اسلام منہدم ہوں اور شرعی احکام فاسد ہوں اس پر وعید ہے اور جو آپ کی طرف ایسے جھوٹے کلام کی نسبت کرے جو شریعت کی اتباع پر برا بیختہ کرے اور آپ کی میرت کی اتباع پر محرک ہو یعنی جو کذب علیہ نہ ہو بلکہ کذب لہ ہو اس کے متعلق وعید نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو چاہے ان اکابر کی (موضوع) روایات پر عمل کرے اور ان کی برکات سے مستفید ہو اور جو چاہے ان کی روایات پر عمل نہ کرے اور ان کی برکات سے محروم ہو جائے۔ (روح البیان ج ۳ ص ۶۹۵-۶۹۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

ترغیب اور ترہیب کے لیے حدیث وضع کرنے والوں کا رد

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنا حرام ہے اور بہت سنگین گناہ کبیرہ ہے لیکن اس سے وہ کافر نہیں ہوگا ہاں! جو اس کو حلال اور جائز سمجھ کر کرے وہ کافر ہو جائے گا (جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی نے اس زائد کا قول نقل کیا ہے ہر چند کہ اس نے تاویل کی ہے لیکن ایسے واضعین کا ایمان بہر حال خطرہ میں ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

شیخ ابو محمد جوینی نے کہا ہے کہ جس نے عدا آپ پر جھوٹ باندھا وہ کافر ہو گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ جو حلال سمجھ کر آپ پر جھوٹ

باندھے گا، وہ کافر ہو جائے گا، البتہ وہ شخص فاسق ہے اور اس کی کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ احکام میں ہو یا ترغیب اور ترہیب میں ہو یا مواعظ میں ہو، ان میں سے ہر کذب حرام ہے اور اکبر الکبار میں سے ہے بعض مبتدعین نے کہا ہے کہ ترغیب اور ترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا جائز ہے انہوں نے کہا: یہ کذب علیہ نہیں ہے بلکہ کذب لہ ہے یعنی یہ جھوٹ دین میں ضرر کے لیے نہیں ہے بلکہ دین کے نفع کے لیے ہے اور بعض جاہل زاہدوں نے اس قول کی پیروی کی ہے اور انہوں نے ان صریح آیات کا انکار کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً جھوٹ پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۰﴾ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿۱۰۱﴾

(البقرہ: ۱۰۰) تھے

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَذِبِينَ ﴿۶۱﴾ (آل عمران: ۶۱)

اور انہوں نے ان احادیث صریحہ متواترہ کی مخالفت کی جن میں نبی ﷺ نے جھوٹ کو حرام اور سنگین گناہ قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ کا کلام وحی ہے قرآن مجید میں ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿۱﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿۲﴾ وہ اپنی خواہش سے نہیں کلام کرتے آپ صرف وہی کلام کرتے ہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے ﴿۳﴾ (النجم: ۳-۲)

ان کا یہ کہنا کہ یہ کذب لہ ہے اور آپ کے حق میں جھوٹ ہے یہ عربی زبان اور خطاب شرع سے جہالت ہے۔ جس شخص کو علم ہو یا اس کو ظن غالب ہو کہ یہ روایت موضوع ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس روایت کو نہ بیان کرے اور اگر بیان کرنا پڑے تو یہ بتا کر بیان کرے کہ یہ روایت موضوع ہے اور اگر اس کے بغیر بیان کرے گا تو وہ بھی آپ پر جھوٹ باندھنے والوں میں داخل ہوگا کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے مجھ سے روایت کر کے کوئی حدیث بیان کی اور اس کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

(شرح مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۹-۳۳۰ ملخصاً، مکتبہ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ عمدة القاری ج ۲ ص ۲۲۵-۲۲۴)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جاہلوں کی ایک قوم نے دھوکا کھایا اور انہوں نے ترغیب اور ترہیب میں احادیث وضع کیں اور انہوں نے کہا: ہم آپ پر جھوٹ نہیں باندھ رہے بلکہ ہم آپ کی شریعت کی تائید کے لیے احادیث بنا رہے ہیں اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جس بات کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا اس کو آپ کی طرف منسوب کر کے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں کیونکہ ان احادیث موضوعہ کے ذریعہ وہ اپنی طرف سے شریعت کا کوئی حکم ثابت کرتا ہے خواہ وہ واجب ہو یا مستحب ہو یا حرام ہو۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۵۱ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

واضعین حدیث کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احادیث وضع کرنے والوں کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) "الزنادقہ" جیسے المغیرہ بن سعید الکوفی اور محمد بن سعید المصلوب انہوں نے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کا ارادہ کیا

انہوں نے یہ حدیث وضع کی: میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر اگر اللہ چاہے۔

(۲) متعصب لوگ: ان میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعصب رکھتے تھے انہوں نے حضرت علی کی تنقیص میں احادیث وضع کیں اور بعض حضرت معاویہ سے تعصب رکھتے تھے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں احادیث وضع کیں اور بعض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تعصب رکھتے تھے امام ابن حبان نے کہا: الحسن بن علی بن زکریا العدوی الرازی نے یہ حدیث وضع کی کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے الخطیب نے ”الکفایہ“ میں لکھا ہے کہ مہدی نے کہا: میرے سامنے ایک زندیق نے کہا کہ میں نے چار سو احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دی ہیں۔

(۳) بعض زاہدوں نے ترغیب اور ترہیب میں احادیث وضع کیں ابن صلاح نے روایت کی ہے کہ ابو عاصم نوح بن ابی مریم سے کہا گیا کہ تم نے فضائل قرآن میں ہر سورت کی فضیلت از عمرہ از ابن عباس کہاں سے روایت کی ہے اس نے کہا: میں نے دیکھا لوگ قرآن سے اعراض کر رہے ہیں اور ابوحنیفہ اور معاذ بن اسحاق کی فقہ میں مشغول ہو رہے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا۔

حدیث موضوع کی شناخت کے طریقے

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

حدیث موضوع کی شناخت واضح کے اعتراف سے ہوتی ہے یا راوی کے حال میں قرینہ سے ہوتی ہے یا اس کی روایت رکیک الفاظ سے ہوتی ہے یا وہ اس شخص سے روایت کرتا ہے جس کو اس نے نہیں پایا اور جو اس فن کے ماہرین ہوتے ہیں جیسے عبد اللہ بن المبارک وہ قرآن سے حدیث موضوع کو پہچان لیتے ہیں۔

حدیث کا واضح یا تو اپنے کلام کو حدیث بنا لیتا ہے یا بعض حکماء یا بعض صحابہ کے کلام کو حدیث بنا لیتا ہے جیسا کہ احمد بن اسماعیل اسہکی نے از مالک از وہب بن کیسان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ نماز جس میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے ماسوا امام کے۔ یہ حدیث موطاء میں ہے اسی طرح اور بہت علمی قرائن ہیں۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* شرح صحیح مسلم میں ہم نے ۳۶ قواعد ”حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد اور ضوابط“ لکھے ہیں جن سے حدیث موضوع کی شناخت ہوتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۲)

۱۰۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ إِنِّي لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فَلَانٌ وَفُلَانٌ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَفَارِقْهُ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جامع بن شداد از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از والد خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے رسول اللہ ﷺ کی اس قدر احادیث نہیں سنتا جس طرح فلان فلان حدیث بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: بہر حال میں آپ سے کبھی علیحدہ نہیں ہوا لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ دوزخ کی آگ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۵۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۶۰، مسند احمد: ۹۷۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۹۱۲)

مسند ابویعلیٰ: ۶۷۳، سنن داری: ۲۳۳، صحیح ابن حبان: ۶۹۸۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۱۳، ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت الزبیر بن العوام کا تذکرہ

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) جامع بن شداد الحارثی ابو صخر الکوفی یہ ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں ان کی کل ۲۰ احادیث ہیں یہ ۱۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام الاسدی القرشی المدنی یہ عابد فاضل اور ثقہ تھے ۱۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما یہ صحابی ابن صحابی ہیں مہاجرین میں ان کی سب سے پہلے اسلام میں پیدائش ہوئی ان کی والدہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا ہیں وہ ان کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئیں اور ان کو آپ کی گود میں رکھ دیا آپ نے ایک کھجور بنگالی اس کو چبایا پھر اس کو اپنے لعاب دہن کے ساتھ ان کے منہ میں ڈال دیا اور ان کو گھٹی دی پس سب سے پہلے جو چیز ان کے پیٹ میں پہنچی وہ نبی ﷺ کا لعاب دہن تھا پھر ان کے لیے دعا کی یہ اطلس (جس کی پیدائش ڈاڑھی نہ ہو) تھے ان کی ڈاڑھی نہیں آئی تھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۳۳ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے ۶ احادیث روایت کی ہیں یہ یون میں روزہ رکھتے تھے اور رات قیام اور سجود میں گزارتے تھے اور صبح تک عبادت کرتے رہتے تھے یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ۶۴ھ میں ان کو خلیفہ بنالیا گیا تھا اور اہل شام کے ملاوہ ان کی خلافت پر اہل حجاز، اہل یمن، اہل عراق اور اہل خراسان سب متفق تھے انہوں نے کعب کی عمارت کی تجدید کی اور رسول اللہ ﷺ کی منشاء کے مطابق حطیم کو کعبہ میں شامل کر لیا انہوں نے لوگوں کے ساتھ آنکھ جج کیے وہ اپنی خلافت پر قائم رہے حتیٰ کہ حجاج نے مکہ میں ان کا محاصرہ کر لیا یہ واقعہ کیم ذوالحجہ کی شب ۷۲ھ میں ہوا ان کا محاصرہ جاری رہا حتیٰ کہ ان پر ایک پتھر پھینکا گیا جس سے یہ شہید ہو گئے ان کے جسم مبارک کو صلیب پر چڑھایا گیا اور ان کے سر کو خراسان میں بھیج دیا گیا (۶) ان کے والد حضرت الزبیر بن العوام القرشی تھے یہ ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی اور چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں اور ان مہاجرین میں سے ایک ہیں جنہوں نے دو ہجرتیں کی ہیں اور نبی ﷺ کے حواری (مددگار) ہیں ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نبی ﷺ کی چھوٹی بہن ہیں وہ چوتھی اسلام لانے والی خاتون تھیں اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ منفرد ہیں حضرت زبیر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام کی راہ میں تلوار نکالی یوم الجمل میں یہ قتال کو ترک کر کے واپس ہو چکے تھے پھر ان کو جنگ جوؤں کی ایک جماعت نے بصرہ کی ایک جانب وادی السباع میں شہید کر دیا اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا پھر ان کو بصرہ لایا گیا اور وہاں ان کی قبر مشہور ہے ان سے ایک بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں ان کی چار ازواج تھیں ہر زوجہ کو بارہ بارہ لاکھ دیئے گئے ان کا تمام مال پانچ کروڑ ایک لاکھ تھا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۲۸-۲۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زبیر نے حبشہ ہجرت کی تھی پھر انہوں نے کیسے کہا: میں آپ سے جدا نہیں ہوا

اس حدیث میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا: میں کبھی رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوا یعنی سفر اور حضر میں ہمیشہ آپ کے

ساتھ رہا اس پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تو آپ سے جدا تو ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ غلبہ اسلام کے بعد یا اکثر احوال میں میں آپ سے جدا نہیں ہوا۔

حضرت علی کی روایت میں اور حضرت زبیر کی روایت میں عدا کی قید نہیں ہے اس سے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آپ پر جھوٹ بولنا مطلقاً حرام ہے اور دخول نار کا سبب ہے خواہ عدا جھوٹ باندھے یا بھولے سے لیکن صحیح یہ ہے کہ بھولے سے جھوٹ بولنے پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

۱۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ قَالَ أَنَسُ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَى كَذِبًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (مسند الزبیر: ۳۸۳، مسند احمد ج ۱ ص ۵۰، طبع قدیم مسند احمد: ۵۰۷ ج ۱ ص ۵۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، نوٹ: مسند احمد میں یہ حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزيز کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم کو بہ کثرت حدیثیں بیان کرنے سے ضرور یہ چیز منع کرتی ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے مجھ پر عدا جھوٹ باندھا وہ دوزخ کی آگ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔

عنوان باب کی مطابقت میں یہ تیسری حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو المنقری البصری (۲) عبد الوارث بن سعید التمیمی البصری (۳) عبد العزيز بن صہیب الاعلی البصری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان سب کا تعارف بھی گزر چکا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ جھوٹی احادیث پر عذاب کی وعید احادیث صادقہ کی روایت سے تو مانع نہیں ہے

حضرت انس نے جو بہ کثرت احادیث روایت نہ کرنے کا عذر بیان کیا ہے وہ جھوٹی اور موضوع احادیث سے احتراز ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ احادیث صادقہ تو بہ کثرت روایت کر سکتے تھے تو پھر انہوں نے بہ کثرت احادیث روایت کرنے سے احتراز کیوں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بہ کثرت احادیث روایت کرے گا تو عادتاً یہ خطرہ ہوگا کہ کہیں کوئی جھوٹی حدیث نہ روایت کر دے تاہم حضرت انس رضی اللہ عنہ مکلفین روایت میں سے ہیں اور انہوں نے ۱۲۸۶ احادیث روایت کی ہیں۔

(خلاصۃ الخیر ج ۱ ص ۱۱۷)

۱۰۹- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَقُلْ عَلَى مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ بن الاکوع انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری طرف اس بات کی نسبت کی جس کو میں نے نہیں کہا وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ کی آگ میں بنا لے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴، صحیح ابن حبان: ۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۵۳ ج ۱ ص ۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نوٹ: ”مسند احمد ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان“ میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ حدیث لفظاً متواتر ہے۔
عنوان باب کی مطابقت میں یہ چونکی حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) الحکم بن ابراہیم البلیغی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یزید بن ابی عبیدہ ابو خالد اسلمی یہ حضرت سلمہ بن الاکوع کے آزاد شدہ غلام ہیں ۱۳۶ یا ۱۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ یہ بیعت رضوان میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تین مرتبہ بیعت کی تھی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۷۷ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۶ احادیث پر متفق ہیں امام بخاری پانچ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں یہ ۸۰ سال کی عمر میں ۷۴ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے ان سے ایک بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں یہ بہت بہادر تیر انداز اور شہ سواری میں سبقت کرنے والے تھے ان کے اخلاق بہت عمدہ تھے کہا جاتا ہے کہ ان سے بھیڑیے نے کلام کیا تھا حضرت سلمہ نے کہا: میں نے بھیڑیے کو دیکھا اس نے ہرن کو پکڑ لیا تھا میں نے اس سے ہرن کو طلب کیا اور اس کو اس بھیڑیے سے چھڑا لیا بھیڑیے نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے! تمہارا اور میرا کیا تعلق ہے! میں نے اس رزق کا قصد کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور وہ تمہارا مال نہیں تھا پھر تم نے کیوں اس کو مجھ سے چھینا حضرت سلمہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ بہت عجیب بات ہے کہ بھیڑیا کلام کر رہا ہے بھیڑیے نے کہا: اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کے درختوں کے درمیان تم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلا رہے ہیں اور تم بتوں کی عبادت کے سوا اور کسی کی عبادت سے انکار کرتے ہو حضرت سلمہ نے کہا: پھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا ملا اور اسلام لے آیا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۳۱-۲۳۰)

روایت بالمعنی پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے: جس نے میری طرف اس بات کی نسبت کی جس کو میں نے نہیں کہا۔ یہ حدیث نبی ﷺ کے اقوال کے ساتھ خاص ہے لیکن نبی ﷺ کے افعال بھی اس میں حکماً داخل ہیں کیونکہ آپ پر جھوٹ باندھنے کے امتناع کی علت میں دونوں مشترک ہیں اہل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت بالمعنی بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ الفاظ نہیں ہوتے جو آپ نے فرمائے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ حدیث کے معنی کو ایسے الفاظ سے نہ تعبیر کیا جائے جس سے حدیث میں بیان کردہ حکم متغیر ہو جائے۔

۱۱۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسْمَوُا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَبُوا بِكُنْيَتِي وَمَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھے فیند میں دیکھا اس نے بے شک مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت کی مثل نہیں بنا سکتا اور جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ

[اطراف الحدیث: ۳۵۳۹-۶۱۸۸-۶۱۹۷-۶۹۹۳] وزخ کی آگ میں بنالے۔

(صحیح مسلم المقدمة باب: ۲، حدیث: ۴، صحیح مسلم: ۲۳۳۴-۲۳۳۱، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵، مسند الحمیدی: ۱۱۴۴، مصنف ابن

ابن شیبہ ج ۸ ص ۶۷۱ سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰۸ شرح السنہ: ۳۳۶۳ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۴۳۷۷ ج ۱۲ ص ۳۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

عنوان باب کی مطابقت میں یہ پانچویں حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل البصری التبوذکی (۲) ابو عوانہ الوضاح البشکری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابو حصین عثمان بن عاصم الکوفی انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو صالح وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ اور سفیان ثوری وغیرہ نے سماع کیا ہے یہ ثقہ اور صاحب سنت تھے اور حفاظ کوفہ میں سے تھے ان کے پاس چار سو احادیث تھیں یہ ۱۲۸ھ یا ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابو صالح ذوان السمان الزیاتی المدنی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری: ۲۳۲-۲۳۱)

کنیت کا معنی اور شیطان کا ضیغہ اور معنی

کنیت کا مادہ کنایہ ہے اس کا معنی ہے: ایک لفظ بولا جائے اور اس سے اس کے لازم کا ارادہ کیا جائے اور کنیت اسم کی ایک قسم ہے اسم کی تین قسمیں ہیں: علم، لقب اور کنیت جس اسم سے کسی شخص معین کا ارادہ کیا جائے اس کو عربی میں علم اور اردو میں نام کہتے ہیں اور اگر وہ اسم مدح یا ذم کی خبر دے تو اس کو لقب کہتے ہیں اور اگر وہ اسم اب یا ام سے شروع ہو اور اس کی کسی دوسرے اسم کی طرف اضافت ہو تو اس کو کنیت کہتے ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ کا علم اور نام محمد ہے اور آپ کا لقب مثلاً سید المرسلین اور خاتم النبیین ہے اور آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔

نیز اس حدیث میں شیطان کا ذکر ہے اس کا مادہ شیط ہے اور اس کا وزن فعلان ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک ہونے والا یعنی اللہ کے غضب میں اور یا اس کا مادہ شطن ہے اور اس کا وزن فیعال ہے اور اس کا معنی ہے: دور ہونے والا یعنی اللہ کی رحمت سے۔

نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے متعلق متعدد احادیث

نیز اس حدیث میں فرمایا گیا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے بے شک مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت کی مثل نہیں بنا سکتا۔

اسانید صحیحہ کے ساتھ اس قسم کی متعدد احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۶ صحیح مسلم: ۲۵۷۷ سنن دارمی: ۲۱۳۰ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶)

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے

حق دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۷ مسند احمد ج ۳ ص ۵۵)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ

عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بنا سکتا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۳ صحیح مسلم: ۲۲۶۶ سنن ابوداؤد: ۵۰۲۳ مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۹ ج ۵ ص ۳۰۶ تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۸۴)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان مجھے خیال میں نہیں

لا سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۳ صحیح مسلم: ۲۲۶۳ سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳)

دیکھا ہے کیونکہ خواب میں مثال ہی دکھائی دیتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے: شیطان میری مثل نہیں بن سکتا، یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور اسی کے قریب امام غزالی نے کہا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس نے میرے جسم اور میرے بدن کو دیکھا ہے بلکہ اس نے مثال کو دیکھا ہے اور یہ مثال اس معنی کو ادا کرنے کا آلہ ہے جو میرے دل میں ہے بلکہ بدن بیداری میں بھی صرف نفس کا آلہ ہوتا ہے پس حق یہ ہے کہ دیکھنے والا جودیکھتا ہے وہ آپ کی روح مقدسہ کی حقیقت کی مثال ہے جو روح مقدسہ محل نبوت ہے پس اس نے جو شکل دیکھی ہے وہ نبی ﷺ کی روح ہے نہ وہ آپ کا شخص ہے بلکہ تحقیق میں وہ آپ کی مثال ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ خواب کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ کی جانب سے خواب (۲) شیطان کی جانب سے خواب (۳) انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے اس کی خیالی صورتیں اور انسان خواب میں جو آپ کو دیکھتا ہے وہ شیطان کی طرف سے تو بہر حال نہیں ہے پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جو آپ کو دیکھا ہے وہ اس کی سوچ اور اس کے خیال کی صورت ہو؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان خواب میں اس صورت کو دیکھتا ہے جس کے ساتھ اس کو کوئی مناسبت ہوتی ہے خواہ وہ مناسبت ذات میں اشتراک کی وجہ سے ہو یا صفات اور افعال میں اشتراک کی وجہ سے ہو اور انسان جو کچھ سوچتا ہے اس میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنے اور نبی ﷺ کے درمیان کوئی مناسبت پیدا کر لے حتیٰ کہ وہ خواب میں آپ کی صورت کی مثال دکھائی دینے کا سبب بن جائے لہذا خواب کی یہ قسم اللہ کی جانب سے ہے نہ شیطان کی جانب سے ہے اور نہ اس کی سوچ اور اس کی باتوں کی خیالی صورت ہے۔ اس کے برخلاف جو فرشتہ خواب دکھانے پر موكل ہے وہ لوح محفوظ سے مناسبت کی مثل قائم کر دیتا ہے۔

آپ کو بیداری میں دیکھنے کا معنی

بعض روایات میں ہے کہ ”وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا“ اور یہ بھی حدیث ہے کہ ”گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا“ اس کے معنی میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے خواب کی تفسیر دیکھے گا کیونکہ وہ حق ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عنقریب آپ کو قیامت میں دیکھے گا اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کے زمانہ کے جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور انہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا وہ عنقریب بیداری میں بھی آپ کی زیارت کریں گے۔ (عنقریب میں اس حدیث کے متعلق اپنا موقف پیش کروں گا۔ سعیدی غفرلہ)

اس کی تحقیق کہ شیطان آپ کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے: بے شک شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا، یعنی میری صورت میں نہیں آ سکتا، اس حدیث میں صورت کے معنی میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد میری صفت ہدایت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی جو صورت مشاہد تھی وہ اس میں نہیں آ سکتا۔

علماء نے کہا ہے کہ دیکھنے والا آپ کو اس صورت میں دیکھے جو آپ کی اس صورت اور اس حلیہ سے مشابہ ہے جو نقل صحیح سے ثابت ہے حتیٰ کہ اگر اس نے آپ کو اس کی مخالف صورت میں دیکھا تو اس نے آپ کو نہیں دیکھا، مثلاً اس نے آپ کو بہت لمبا دیکھا یا بہت چھوٹا دیکھا یا آپ کو بہت بالوں والا دیکھا یا بوڑھا دیکھا یا بہت گندی دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ لوگ جو آپ کو دیکھتے ہیں تو ان کا دیکھنا صحیح ہوتا ہے اور ان تمام کی روایت صادق ہے اور شیطان کو آپ کی صورت میں آنے سے منع کر دیا ہے تاکہ وہ آپ کی زبان سے لوگوں کو گم راہ نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیداری میں شیطان کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ آپ کی صورت میں آ سکے، جی السنہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کو نیند میں دیکھنا حق ہے اور شیطان آپ کی مثل میں نہیں آ سکتا، اسی طرح وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی مثل میں نہیں آ سکتا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس زمانہ میں اور اس جہان میں آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق علماء کی تصریحات

جس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا علامہ بدرالدین عینی نے اس کی مکمل تحقیق نہیں کی اکابر امت نے اس حدیث کا یہ معنی بھی کیا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے وہ عنقریب اسی دنیا میں حقیقہ میری زیارت کرے گا۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے ”تویر الحواکف“ میں نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زیارت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ مجھ کو عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۶۶، مسند احمد: ۷۳۷۱)

علامہ ابن ابی جرہ نے لکھا ہے کہ متعدد عارفین نے نیند کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے سوالات کر کے دینی مسائل کی مشکلات کو سمجھا اور اس حدیث کی تصدیق کی۔

علماء کا اس میں کافی اختلاف ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھنے والا آپ ہی کے جسم اور بدن کو دیکھے گا یا آپ کی مثال کو دیکھے گا؟ علامہ جلال الدین سیوطی نے عبارات علماء کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ احادیث اور عبارات علماء سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ اپنے جسم مبارک اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف عالم میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ اسی حالت میں ہیں جس حالت میں آپ وفات سے پہلے تھے اور اس میں سرمو فرق نہیں ہوا اور آپ زندہ ہونے کے باوجود لوگوں کی نظروں سے اس طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے ان کی نظروں سے غائب ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو آپ کے اور اس بندہ کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے تو پھر آپ کی مثال کے قول کی کیا ضرورت ہے اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور اس جہان میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور اس پر بہ کثرت احادیث ناطق اور شاہد ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زیارت اس طرح نہیں ہوتی جیسے عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو دنیا میں دیکھتے ہیں یہ ایک حالت برزخیہ اور امر و جدائی ہے اس کی حقیقت کو وہی شخص پاسکتا ہے جس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روح کو دیکھتا ہے اور وہ روح کسی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے جب کہ وہ روح اس وقت آپ کے اس جسم مبارک میں بھی ہوتی ہے جو روضہ مبارک میں ہے جس طرح حضرت جبریل آپ کے سامنے حضرت وحیہ کلیبی کی شکل میں موجود ہوتے ہیں یا کسی اور صورت میں اور اس وقت وہ سدرۃ المنتہی سے بھی جدا نہیں ہوتے اور رہا آپ کا جسم مثالی تو اس کے ساتھ آپ ﷺ کی روح قدسیہ متعلق ہوتی ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ آپ کے غیر متناہی اجسام مثالی ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی روح واحدہ متعلق ہو اور یہ اس طرح ہو جیسے روح واحدہ کا تعلق ایک جسم کے متعدد اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے اور ہماری اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ انہوں نے آسمان زمین عرش اور کرسی کو رسول اللہ ﷺ سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد مقرنین نے ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر نبی ﷺ کی زیارت کی۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۵۳-۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۷ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟

اولیاء کرام کو نبی ﷺ کی جو زیارت ہوتی ہے اور وہ آپ سے دینی اور فقہی معاملات میں استفادہ کرتے ہیں اور اپنے اشکالات کو حل کراتے ہیں اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کرام کو جو اشکالات پیش آتے تھے مثلاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی میراث دینے یا نہ دینے کا مسئلہ تھا، حضرت ابو بکر کی خلافت کا مسئلہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا معاملہ تھا، جس کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین برپا ہوئیں، تو ان اکابر صحابہ کرام کو آپ کی زیارت کیوں نہیں ہوئی اور انہوں نے آپ سے ان الجھے ہوئے معاملات میں رہنمائی کیوں نہیں حاصل کی بعد کے اولیاء کرام جن کو نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت ہوتی رہی ہے اور وہ آپ سے اپنی مشکلات میں رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں ان سے تو بہر حال ان صحابہ کرام کا آپ سے قرب بہت زیادہ تھا اور بعد کے عارفین اور مقررین سے ان کا مرتبہ بہت بڑھ کر تھا۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نیند اور بیداری میں نبی ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ اولیاء کرام کی باقی کرامات کی طرح خلاف عادت امور سے ہے اور عہد صحابہ میں ان کرامات اور خلاف عادت امور کا ظہور بہت کم تھا کیونکہ اس دور میں عہد رسالت اور آفتاب نبوت بہت قریب تھا اور جس طرح سورج کی موجودگی میں ستارے نظر نہیں آتے اسی طرح آفتاب رسالت کے معجزات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کی کرامات کے ستارے نظر نہیں آتے تھے۔

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۶-۵۵ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

شیخ سراج الدین بن الملقن نے ”طبقات الاولیاء“ میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا: میں نے ظہر کی نماز سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: اے ابا جان! میں عجیب شخص ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: لوگوں کے سامنے وعظ کرو اور حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دو! پس میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھ گیا اور میرے سامنے بہت خلقت جمع ہو گئی، پھر مجھ پر کچپی طاری ہو گئی، پھر میں نے دیکھا کہ اس مجلس میں میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے ابا جان! مجھ پر کچپی طاری ہو گئی ہے، آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا، میں نے پوچھا: آپ نے سات مرتبہ لعاب ڈال کر مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے پھر آپ مجھ سے غائب ہو گئے، پھر مجھے یوں لگا جیسے علوم و معارف کا ایک عظیم سمندر میرے سینہ میں موجزن ہے اور میں اپنی زبان سے حقائق اور دقائق کے یواخت اور جواب بیان کر رہا ہوں۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۱)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور علامہ سراج الدین ابن الملقن نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملی نیند اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور وہ نیند اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے بہت فیض حاصل کرتے تھے، انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ آپ کی زیارت کی، ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا: اے خلیفہ! تم میری زیارت کے لیے اتنے بے قرار نہ ہوا کرو، کیونکہ کتنے اولیاء

تو میرے دیدار کی حسرت میں ہی فوت ہو چکے ہیں اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ”لطائف المنن“ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابو العباس المرسی سے کہا: آپ نے بہت سے شہروں میں بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے آپ اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کر لیں انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور انہوں نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل پاؤں تو میں اس ساعت میں خود کو مسلمان شمار نہیں کرتا اور اس قسم کی عبارات اولیاء کرام سے بہت منقول ہیں۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۱ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی متوفی ۹۴۷ھ سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی ﷺ سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر کی جواب میں لکھا: ہاں ایہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے علماء شافعیہ میں سے امام غزالی، بازاری، تاج الدین سبکی، عقیف یافعی اور علماء مالکیہ میں سے علامہ قرطبی، ابن ابی جرہ اور ابو جرہ نے اس کی تصریح کی ہے منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے پھر انہوں نے ایک حدیث بیان کی اس ولی اللہ نے کہا: یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے پوچھا: آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی ﷺ کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی ﷺ کی زیارت کر لی۔ (نادوی حدیث ص ۲۵۳ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی ﷺ کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبد الوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے میزان الشریعہ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، لوائح الانوار القدسیہ ص ۱۷ سعیدی غفرلہ) اور نبی ﷺ سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی ﷺ کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا (الی قولہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے ”صحیح بخاری“ پڑھی پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا ان میں سے ایک حنفی تھا اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا: بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۳ مطبعہ تجاری مصر)

(جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس

میں بیان کر دی ہے۔)

ایک اور دیوبندی عالم سید احمد رضا صاحب بجنوری لکھتے ہیں:

پھر کبھی اس کا مشاہدہ خواب کی طرح بیداری میں بھی ہوتا ہے میرے نزدیک یہ صورت بھی ممکن ہے حق تعالیٰ جس خوش نصیب کو بھی چاہیں یہ دولت عطا فرمادیں جیسے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ سے نقل ہے کہ انہوں نے ستر مرتبہ سے زیادہ بیداری کی حالت میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور بہت سی احادیث کے بارے میں سوالات کیے پھر آپ ﷺ کی تصحیح کے مطابق احادیث کی تصحیح کی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ کی سلطان وقت بھی بڑی عزت کرتا تھا ایک مرتبہ شیخ عطیہ نے ان کو لکھا کہ فلاں معاملہ میں سلطان سے میری فارش کر دیجئے! تو علامہ سیوطی نے انکار کر دیا اور جواب میں لکھا: ”میں یہ کام اس لیے نہیں کر سکتا کہ اس میں میرا بھی نقصان ہے اور

امت کا بھی کیونکہ میں نے سرورِ دو عالم ﷺ کی ستر بار سے زیادہ زیارت کی ہے اور میں اپنی بھلائی نہیں دیکھتا بجز اس کے کہ میں بادشاہوں کے دروازوں پر نہیں جاتا۔

پس اگر میں کام آپ کی وجہ سے کروں تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی زیارت مبارکہ کی نعمت سے محروم ہو جاؤں بعض صحابہ کو ملائکہ سلام کیا کرتے تھے انہوں نے کسی مرض کے علاج میں داغ لگوا لیا تو وہ اس کی وجہ سے ملائکہ کی رویت سے بھی محروم ہو گئے اس لیے میں آپ کے تھوڑے نقصان کو امت کے بڑے نقصان پر ترجیح دیتا ہوں۔ (الیواقیت والجاہر ج ۱ ص ۱۳۳)

غالباً امت کے نقصان سے اشارہ اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ کے وقت علوم نبوت کا استفادہ کر کے وہ امت کو افادہ کرتے تھے جیسا کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

علامہ شعرانی نے بھی لکھا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ ﷺ سے ”بخاری شریف“ پڑھی آٹھ رفیق دوسرے بھی ان کے ساتھ تھے جن میں ایک خفی تھے ان سب کے نام لکھے ہیں اور وہ دعا بھی لکھی جو ختم پر پڑھی تھی غرض کہ رویت بیداری بھی حق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔ (انوار الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۱۸ تا یلیغات اشرفیہ ملتان)

شیخ بخوری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مشہور محدث و فقیہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام (استاذ حافظ قاسم بن قطلوبغا خفی) نے ”القواعد الکبریٰ“ میں لکھا ہے کہ ابن الحجاج نے ”المدخل“ میں تحریر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت مبارکہ بہ حالت بیداری کا مسئلہ بہت دقیق ہے تاہم ایسے حضرات اکابر کے لیے اس کے وقوع و ثبوت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جن کے ظاہر و باطن کی حق تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے حفاظت فرمائی ہو البتہ بعض علماء ظاہر نے اس سے انکار کیا ہے۔ (الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ مسئلہ رویت منامی پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے رسالہ لکھا ہے آپ نے جمہور کا مذہب اختیار فرمایا اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے بھی رسالہ لکھا جس میں دوسری رائے قلیل جماعت والی اختیار کی۔

حافظ ابن تیمیہ کا انکار رویت بیداری

ان منکرین ہی میں سے حافظ ابن تیمیہ بھی ہیں جنہوں نے حسب عادت بڑی سختی و شدت سے بیداری کی رویت سے انکار کیا ہے ”کتاب التوسل والوسیلہ“ میں لکھا کہ منامی رویت کبھی حق ہوتی ہے اور کبھی شیطان کے اثر سے اس لیے حضور اکرم ﷺ کی منامی رویت تو ثابت و تسلیم ہے مگر بیداری کی رویت تو کسی کے لیے ثابت نہیں ہے اور جو یہ گمان کرے کہ میں نے کسی میت کو دیکھا تو یہ بات اس کی جہالت سے ہے اور بہت سے لوگ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے کسی نبی یا صالح یا خضر کو دیکھا تو درحقیقت انہوں نے شیطان کو دیکھا ہے۔ حادی ج ۲ ص ۱۶۳ میں ہے کہ ”ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے کسی ولی مقرب کو یہ اکرام بھی عطا فرمادیتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی زیارت مبارکہ سے بہ حالت بیداری مشرف ہو آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر بھی ہو اور آپ ﷺ کے معارف و مواہب سے حسب استعداد بہرہ ور ہو اس کو ائمہ شافعیہ میں سے امام غزالی بازاری تاج سبکی یافعی نے اور ائمہ مالکیہ میں سے علامہ قرطبی محدث ابن ابی جمرہ اور ابن الحجاج ایسے حضرات اکابر و محققین نے تسلیم کیا ہے شیخ ابوالحسن شاذلی فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر میں بہ قدر پلک جھپکنے کے بھی حضور اکرم ﷺ کے محبوب ہو جاؤں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔“

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایسے بہت سے حضرات کا ذکر کیا جن کو بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے مثلاً (۱) شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ میں نے ظہر سے قبل حضور ﷺ کی زیارت کی (۲) شیخ خلیفہ بن موسیٰ کے تذکرہ میں آتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو بہ کثرت دیکھتے تھے (۳) شیخ عبدالغفار حضور ﷺ کو ہر وقت دیکھتے تھے (۴) شیخ ابوالعباس موسیٰ کو حضرت ﷺ سے خصوصی اتصال کا شرف حاصل تھا کہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتے تو آپ ﷺ جواب دیتے نیز محادثہ اور سوال و جواب سے بھی مشرف ہوتے اسی طرح علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اور بہت سے اولیاء کرام کے نام ذکر کیے جو بیداری کی روایت سے مشرف ہوئے ہیں اور ان کے قصے بھی لکھے۔ (حاوی)

علامہ بازری شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ کے اور اس سے بھی قبل کے اور بہت سے اولیاء کرام رحمہم اللہ کے حالات میں سنا گیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو وفات کے بعد عالم بیداری میں زندہ دیکھا ہے ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ”انبیاء و ملائکہ کی روایت اور ان کا کلام سننا مومن و کافر دونوں کے لیے ممکن ہے فرق اتنا ہے کہ مومن کے لیے یہ طور کرامت ہوگا اور کافر کے لیے یہ طور عقوبت۔“

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں یہ بھی لکھا کہ نبی کریم ﷺ کی بیداری میں روایت تو اکثر قلب کے ذریعہ ہوتی ہے پھر ترقی ہو کر حاسہ بصر سے بھی ہونے لگتی ہے لیکن پھر بھی وہ روایت بصریہ عام متعارف روایت کی طرح نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک جمعیۃ حالیہ اور حالت برزخیہ و امر و جدائی ہیں جس کی حقیقت کا ادراک وہی شخص کر سکتا ہے جس کو جمعیت حاصل ہو شیخ عہد اللہ اسی کا قول پہلے نقل چکا ہے کہ ”جب امام نے اور میں نے احرام باندھا تو مجھے ایک پکڑنے والے نے پکڑ لیا اور میں روایت رسول اکرم ﷺ سے مشرف ہوا“ تو ”اخذتہنی اخذہ“ میں ”اخذہ“ (پکڑ اور کشش) سے اسی حالت مذکورہ کی طرف اشارہ ہے (جس کے ساتھ ہی شرف روایت بیداری میں حاصل ہو جاتا ہے)۔ (الحاوی للفتح ج ۲ ص ۲۶۲)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ ”تنویر الحلیک فی رؤیۃ النبی و الملک“ میں مستقل طور پر بحث کی ہے اس کو بھی دیکھا جائے۔

غرض اولیاء کرام کے حالات میں بڑی کثرت سے بیداری کی روایت کا ثبوت ملتا ہے قریبی زمانہ میں حضرت تنویری رحمہ اللہ کے حالات میں ہے کہ ایک روز ”تصور شیخ“ کے مسئلہ پر تقریر فرماتے ہوئے جوش میں آ کر اس امر مخفی کا اظہار بھی فرمادیا کہ ”کامل تین سال تک حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا“ پھر فرمایا کہ کتنے ہی سال تک میں نے کوئی بات حضور ﷺ سے استصواب کے بغیر نہیں کی اس کے بعد احسان کا درجہ حاصل ہو گیا۔ (امیر الروایات ص ۲۱۸)

ایسی صورت میں حافظ ابن تیمیہ ایسے محقق عالم کا انکار حیرت ہی کا باعث ہے سچ ہے بڑوں سے غلطی بھی بڑی ہی ہوتی ہے اور چند مسائل میں حافظ ابن تیمیہ کے تفردات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ (انوار الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۴۲۰-۴۱۹، ایضاً ش فیہ لمان)

ہم نے بیداری میں نبی ﷺ کی زیارت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ شیخ الاسلام علامہ بلقیں علامہ ابن ابی جمرة علامہ جلال الدین سیوطی علامہ ابن حجر ہمتی مکی علامہ آلوسی حنفی شیخ سراج الدین ابن الملقن علامہ عبد الوہاب شعرانی اور علماء دیوبند میں سے شیخ انور شاہ کشمیری شیخ بجنوری اور ان کے حوالہ سے شیخ گنگوہی کی تصریحات پیش کر دی ہیں کہ اولیاء اللہ کو اور علماء اور فقہاء کو بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے واللہ الحمد۔

آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی تفصیل اور تحقیق

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اور علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ ستوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو اہل ظاہر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کی کنیت رکھنی مطلقاً جائز نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، بیچ نے کہا: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے، خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھنا بھی منع ہے تاکہ وہ ابوالقاسم کنیت رکھنے کا سبب نہ بن جائے، حتیٰ کہ پہلے مروان کے بیٹے کا نام قاسم تھا، جب اس کو یہ حدیث پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے کا نام بدل کر عبد الملک رکھ دیا۔

دوسرے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا اس وقت ناجائز ہے جب اس کا نام محمد یا احمد ہو، حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میرا نام (محمد) رکھا، وہ میری کنیت (ابوالقاسم) نہ رکھے اور جس نے میری کنیت رکھنی ہے وہ میرا نام نہ رکھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۶، سنن ترمذی: ۲۸۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

دوسرے علماء نے کہا کہ یہ ممانعت اب منسوخ ہو گئی اور اب آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی رخصت ہے، اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کی وفات کے بعد میرا بیٹا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۷، سنن ترمذی: ۲۸۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، پس میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے، پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کس نے میرے نام کو حلال کہا ہے اور میری کنیت کو حرام کہا ہے؟ یا فرمایا: کس نے میری کنیت کو حرام کہا ہے اور میرے نام کو حلال کہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۸)

علامہ مازری نے کہا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا آپ کی حیات میں ناجائز تھا، جب کہ اب جائز ہے، حدیث میں ہے:

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ ایک شخص بازار میں نداء کر رہا تھا: ”یا ابا القاسم“ نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا:

میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا، تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم میری کنیت نہ رکھو۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴)

طبری کی رائے یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنے کی ممانعت منسوخ نہیں ہوئی، پہلے یہ ممانعت واجب تھی، اب مستحب ہے اور نام اور کنیت کو جمع کرنا مباح ہے۔

(اکمال المعلم بطوابع مسلم ج ۷ ص ۹-۸، اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۸۹، معجم اکمال الکمال ج ۷ ص ۸۹)

اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کی کراہت

بعض علماء کا شاذ قول ہے کہ کنیت خواہ کوئی رکھی جائے، لیکن آپ کا نام محمد رکھنا جائز نہیں ہے، حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھتے ہو، پھر ان پر لعنت کرتے ہو۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۳۸۶، مسند البزار: ۱۹۸۷، اس حدیث کی سند میں احکم بن علیہ ہے، امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا)

اور اس کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸

حضرت عمر نے اہل کوفہ کی طرف لکھا: تم کسی نبی کے نام پر اپنے بیٹوں کا نام نہ رکھو اور ایک جماعت کو حکم دیا جنہوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا ہے وہ اس کو بدل دیں حدیث میں ہے:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الحمید کے بیٹے کی طرف دیکھا اس کا نام محمد تھا اور ایک شخص اسے کہہ رہا تھا: یا محمد! اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایسا کرے اور ایسا کرے اور اس کو بُرا کہہ رہا تھا پس اس وقت امیر المؤمنین نے کہا: اے زید کے بیٹے! میرے قریب آؤ! کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ تمہاری وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کو بُرا کہا جا رہا ہے! اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں تم کو محمد کہہ کر کوئی نہیں پکارے گا پھر حضرت عمر نے اس کا نام عبدالرحمان رکھ دیا پھر آپ نے حضرت طلحہ کے بیٹوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بیٹوں کے نام بدل دیں اس وقت ان کے سات بیٹے تھے اور سب سے بڑے بیٹے کا نام محمد تھا پس محمد بن طلحہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا نام محمد تو سیدنا محمد ﷺ کے سوا کسی نے نہیں رکھا حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! جس کا نام سیدنا محمد ﷺ نے رکھا ہے میں اس کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۹ طبقات کبریٰ ج ۵ ص ۵۳ تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۶ المعجم الاوسط ج ۱ ص ۱۱۰ الاحاد والمثنائی: ۶۷۰ المعجم الکبیر: ۵۳۳ ج ۱۹ الاصابہ ج ۶ ص ۱۸ مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۶ طبع قدیم مسند احمد: ۸۹۶ ج ۱ ص ۲۹ ج ۲ ص ۲۲۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر نے سنا: کوئی شخص ان کے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے کہہ رہا تھا: اے محمد! تمہارے ساتھ اللہ ایسا کرے اور ایسا کرے تو حضرت عمر نے ان کو بلایا اور کہا: کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو بُرا کہا جا رہا ہے! اللہ کی قسم! جب تک تم زندہ ہو تم کو محمد کہہ کر نہیں پکارا جائے گا۔ (اکمال المعلم بھوانی مسلم ج ۷ ص ۹-۸ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱-۲۹۰ مکمل اکمال الکمال ج ۷ ص ۲۹۱-۲۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

انبیاء کا نام رکھنے اور آپ کا نام رکھنے کا جواز اور استحباب

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطاب نے کہا ہے کہ حضرت عمر کے نام بدلنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ محمد نام رکھنا جائز نہیں ہے اول تو یہ حدیث غیر معروف ہے اور بر تقدیر تسلیم اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا نام محمد ہے اس کو بُرا نہ کہو خصوصاً اس کو محمد کہہ کر بُرا نہ کہو نہ یہ کہ محمد نام ہی نہ رکھو کیونکہ محمد نام رکھنے کی ترغیب میں بہ کثرت احادیث وارد ہیں جیسا کہ عثمان العمری نے مرسل روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کو کیا ضرر ہوگا اگر اس کے گھر میں ایک محمد (نام کا ہو) یا دو محمد (نام کے ہوں) یا تین محمد (نام کے) ہوں۔

(طبقات کبریٰ ج ۵ ص ۳۸ کنز العمال: ۴۵۲۰۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ بھی مشورہ کرنے جمع ہوئے اور ان میں محمد نام کا کوئی شخص تھا اور انہوں نے اس کو مشورہ میں شامل نہیں کیا تو ان کے مشورہ میں برکت نہیں دی جائے گی۔ (کنز العمال: ۴۵۲۲۳)

درج ذیل حدیث کا اضافہ میں نے کیا ہے علامہ ابی نے جو تیسری حدیث لکھی تھی اس کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام کی برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام محمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ مخرجا و از اند علیہ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری: ۱۱۰ کی زیر بحث حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا صراحۃً حکم ہے کہ میرا نام (محمد) رکھو پھر آپ کا نام

رکھنے کے جواز اور استحسان میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے اور عموماً انبیاء علیہم السلام کا نام رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو وہب الجشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے اور سب سے سچا نام حارث اور حمام ہے اور سب سے بُرا نام حرب اور مرہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۹۵۰، سنن نسائی: ۳۵۶۸)

* تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۹۹-۴۹۷ الاعراف: ۱۹۰-۱۸۹ میں ہم نے محمد نام رکھنے کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں اور ان کی اسانید کی تحقیق کی ہے۔

خواب کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کرنے والوں کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟

جب کوئی شخص بیداری میں نبی ﷺ کی زیارت کرے تو آیا اس پر صحابی کا اطلاق کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ۔ اس پر صحابی کا اطلاق نہیں کیا جائے گا، کیونکہ صحابی کی تعریف یہ ہے: جس نے نبی ﷺ کو آپ کی دنیاوی حیات ظاہرہ میں ایمان کی حالت میں دیکھا ہو اور اسی ایمان پر فوت ہو گیا ہو نیز اس لیے کہ نبی ﷺ اللہ کے احکام کی خبر دینے والے ہیں اور آپ دنیا میں خبر دیتے تھے نہ کہ قبر میں۔

خواب میں آپ سے سنی ہوئی حدیث حجت ہے یا نہیں اور خواب کی تحقیق

جس شخص نے خواب میں آپ سے کوئی حدیث سنی وہ حجت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بھی یہ ہے کہ وہ حدیث حجت نہیں ہے کیونکہ استدلال کے لیے شرط یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث کو منضبط کر لیا ہو اور نیند کی حالت میں وہ ضبط نہیں کر سکتا۔

ایک سوال یہ ہے کہ خواب کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب وہ اور اکات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندے کے ذہن میں فرشتے یا شیطان کے واسطے سے پیدا کرتا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ جیسے بیداری میں انسان کے دل میں مختلف خیال آتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان خواب میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ کسی نہ کسی چیز کی مثال ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب پر ایک فرشتہ مامور ہے جو اس کو حکمت کی مثالیں دکھاتا ہے اور لوح محفوظ سے غیب کی باتوں پر مطلع کرتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۳۶-۲۳۵)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۴۷۶-ج ۶ ص ۴۹۲ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ابوالقاسم کنیت رکھنے کے متعلق مذاہب کی تفصیل (۲) کنیت رکھنے کی تحقیق (۳) انبیاء اور صالحین کے نام رکھنے کا جواز۔

علم کو لکھنا

۳۹- بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

علم کی باتوں کو لکھنے کے متعلق متقدمین میں اختلاف رہا ہے پھر ان کا لکھنے کے استحباب پر اجماع ہو گیا، بلکہ اس زمانہ میں اس کا وجوب بھی بعید نہیں ہے کیونکہ اب لوگ علم کو حفظ کرنے اور یاد کرنے کا اہتمام نہیں کرتے اور اگر اب علم کو لکھنا نہ جائے تو علم مٹ جائے گا کہا جاتا ہے: علم صید ہے اور کتابت اس کی قید ہے نیز علم کا لکھنا عام ہے خواہ اس کو مرد لکھیں یا خواتین لکھیں۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں روایت میں جھوٹ سے احتراز کرنے اور صحیح احادیث بیان کرنے کا حکم دیا تھا تا کہ احادیث ضائع نہ ہوں اور اس باب میں احادیث کو لکھنے کی ترغیب ہے تا کہ احادیث ضائع نہ ہوں۔

۱۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از

جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِّي هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ قُلْتُ فَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ الْعَقْلُ، وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يَقْتُلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

[اطراف الحديث: ۱۸۷۰-۳۰۳-۳۱۷۲-۶۹۰۳-۶۹۱۵]

مطرف از شعبی از ابی حنیفہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کچھ لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: صرف کتاب اللہ ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان شخص کو دی گئی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: دیت کے احکام (لکھے ہوئے ہیں) اور قیدیوں کو چھڑانے کے اور یہ کہ مسلمان کو کافر (حرابی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۷۰ سنن ابوداؤد: ۲۰۳۳ سنن ترمذی: ۲۱۲۷ السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۷۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۹۸ مسند ابی یوسف: ۲۶۳ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۶ مسند احمد ج ۱ ص ۸۱ طبع قدیم مسند احمد: ۶۱۵ ج ۲ ص ۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کو لکھنا اور اس حدیث میں صحیفہ کا ذکر ہے اور صحیفہ کا معنی ہے: لکھا ہوا ورق۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام بیکندی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) دکیج بن الجراح بن ملیح بن عدی الکوفی یہ اعمش وغیرہ سے روایت کرتے ہیں امام احمد نے کہا: ان کا حافظہ ابن مہدی سے زیادہ ہے حماد بن زید نے کہا: اگر میں چاہوں تو یہ کہوں کہ یہ سفیان سے رائج ہیں یہ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور دس محرم ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے (۳) سفیان طائفہ کرمانی نے کہا: یہ سفیان ثوری بھی ہو سکتے ہیں اور سفیان بن عیینہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ دکیج ان دونوں سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں مطرف سے روایت کرتے ہیں (۴) مطرف ابو عبد الرحمن الکوفی الحارثی ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے یہ ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) عامر شعبی ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) ابو حنیفہ وہب بن عبد اللہ السوائی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۴۵ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ۲ حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں امام بخاری ۲ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بہت تکریم کرتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے اور ان پر اعتماد کرتے تھے انہوں نے ان کو کوفہ کے بیت المال پر مقرر کر دیا تھا یہ تمام مشاہد میں حضرت علی کے ساتھ رہے اور ۷۷ھ میں فوت ہو گئے یہ کم عمر صحابہ میں سے تھے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت یہ بالغ نہیں ہوئے تھے (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۳۹)

کتاب فہم عقل اور فکاک الاسیر کے معانی

اس حدیث میں کتاب اور فہم کا لفظ ہے کتاب کا معنی ہے: مکتوب اور اس سے مراد ہے: رسول اللہ ﷺ کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی کوئی چیز فہم کا معنی ہے: ذہن کی تیزی کسی مشکل چیز کو جلد سمجھنے کی صلاحیت۔

نیز اس حدیث میں عقل کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رسی یا رسی سے باندھنا اور اس سے مراد ہے: دیت کیونکہ عرب دیت میں اونٹ ادا کرتے تھے جن کو اصطبل میں رسیوں سے باندھا جاتا تھا یا اس کی وجہ یہ ہے کہ دیت کا معنی خون بہا ہے یا کسی کو قتل کرنے یا اس کا عضو کاٹنے کا مالی معاوضہ اور عقل انسان کو قتل کرنے یا عضو کاٹنے سے منع کرتی ہے تاکہ بعد میں اس کا مالی معاوضہ نہ دینا پڑے۔

نیز اس میں فکاک الاسیر کا لفظ ہے فکاک کا معنی ہے: چھڑانا اور اسیر کا معنی ہے: قیدی۔

شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ نے خاص اسرار اور احکام بتائے تھے

سائل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا تھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خاص حکم لکھ کر دیا ہے جو قرآن میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ شیعہ یہ زعم کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو وحی کے خاص اسرار لکھ کر دیئے ہیں جن کا دوسرے صحابہ کو علم نہیں ہے یا آپ کو خاص وصیت لکھ کر دی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے یا آپ نے اپنی فہم سے کتاب اللہ کے جو احکام اور مسائل مستنبط کیے ہیں وہ لکھے ہوئے ہیں یا اس صحیفہ میں جو دیت کے احکام لکھے ہوئے ہیں کہ جان کے معاوضہ میں کتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور مختلف اعضاء کے تاوان میں کتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور قیدیوں کو چھڑانا ایک نیک عمل ہے اس کے متعلق لکھا ہوا ہے اور صحیفہ سے مراد وہ اوراق ہیں جن پر حضرت علی نے ان چیزوں کو لکھا ہوا تھا تا کہ بہ وقت ضرورت ان کو پڑھ کر ذہن میں حاضر کر لیا جائے اور یہ کاغذات اپنی تلوار کے دستہ میں یا اس کی میان میں رکھے ہوئے تھے اور اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ مسلمان کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث میں شیعہ کی اس بد عقیدگی کا رد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وصی تھے یا رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخصوص احکام اور اسرار لکھ کر دیئے تھے جو دوسرے صحابہ کرام کو نہیں بتائے تھے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنی فہم کے ساتھ قرآن مجید سے احکام اور مسائل کو نکالے اور اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا ثبوت ہے۔

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کافر کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص کو واجب نہیں کرتے خواہ وہ کسی قسم کا کافر ہو حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے اور تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز عطاء حسن بصری عکرمہ زہری اور ابن شبرمہ کا یہی قول ہے اور ائمہ میں سے امام مالک امام شافعی اور اوزاعی وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

نحعی، شعبی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ خصوصاً ذمی کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص واجب ہوگا، شعبی اور نحعی نے یہ کہا ہے کہ مجوسی، یہودی اور نصرانی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے اور اگر مسلمان نے اس کو قتل کیا تو اس کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا یہ بہت عجیب بات ہے کہ مجوسی کو مسلم کی مثل قرار دیا جائے سبحان اللہ! یہ کیسا قول ہے! اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۱۵، سنن ترمذی: ۲۱۲۷، سنن نسائی: ۳۲۷۸، سنن دارمی: ۲۳۵۶، سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۹، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸، مسند احمد ج ۱ ص ۸۱)

اور یہ فقہاء کہتے ہیں کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا اس سے زیادہ سخت بات اور کیا ہوگی! ان کا استدلال اس سے ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ذمی کے بدلہ میں مسلمان سے قصاص لیا حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا اور فرمایا: میں سب سے زیادہ کریم ہوں کہ اپنے ذمہ کو پورا کروں۔

(سنن دارقطنی: ۳۲۱۸، ج ۳ ص ۱۳۴، اس حدیث کو ابن عبد البر نے مرسل روایت کیا ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔)

اور اس لیے بھی کہ اس کا خون دائماً معصوم ہے لہذا مسلم کی طرح اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

(یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور بہت سی سندوں سے مروی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ سعیدی غفرلہ)

ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے اور وہ اپنے ماسوا پر ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں ان میں سے ادنیٰ فرد بھی مسلمانوں کے ذمہ (قصاص یا دیت) کے لیے کوشش کرے گا سنو! کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی ذمی کو اس کے جزیہ کی ادائیگی کے دوران قتل کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰، سنن نسائی: ۳۵۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۵-۲۶۸۳، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(سنن دارقطنی: ۳۲۱۶، ج ۳ ص ۱۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۵) (المختار ج ۱ ص ۳۰۵-۳۰۳، دارالحدیث القبرہ ۱۴۲۵ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو ہمارے نزدیک اس پر قصاص ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے ان کی

دلیل یہ آیت ہے:

أَقِمْنَ گَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ گَانَ قَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ○ کیا جو شخص مومن ہے وہ قاسق کی مثل ہو سکتا ہے وہ برابر نہیں

(احمد: ۱۸) ہیں ○

قصاص اس پر مبنی ہے کہ قاتل اور مقتول میں مساوات ہو اور مسلم اور کافر میں مساوات نہیں ہے اس لیے کافر کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص واجب نہیں ہوگا نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے اور اس حدیث کے آخر میں فرمایا: مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

امام محمد بن حسن نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا اور فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ (کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے:

مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰، مراسیل ابوداؤد ص ۲۰۸، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۳۵،

سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۰-۳۱۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا جس نے اہل حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا پھر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ عرب کے گھڑ سواروں میں سے ایک گھڑ سوار ہے پھر آپ نے لکھا کہ اس کو قتل نہ کیا جائے اور مقتول کے اولیاء کو دیت پر راضی کیا جائے۔

امام شافعی نے جو آیات پیش کی ہیں کہ کفار اور مؤمنین میں مساوات نہیں ہے ان کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔

رہا رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے سو اس میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ غیر مسلموں کا خون مسلمانوں کے خون کی مثل نہیں ہے۔

رہا رسول اللہ کا یہ ارشاد کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے تو اس سے مراد کافر حربی ہے کیونکہ کافر ذمی کے بدلہ میں آپ نے خود مسلمان کو قتل کیا تھا۔ (المصنوع ج ۲ ص ۱۶۱-۱۵۸ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ نے حسب ذیل آیات سے فقہاء احناف کے موقف پر استدلال کیا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ. (البقرہ: ۱۷۸)

تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔
اس آیت میں مطلقاً مقتول کا قصاص لینا فرض کیا ہے خواہ مقتول مسلمان ہو یا ذمی ہو نیز جس طرح حکومت پر مسلمان کی جان اور اس کے مال کی حفاظت فرض ہے اسی طرح جب ذمیوں نے جزیہ ادا کر دیا تو حکومت پر ان کی جان اور مال کی حفاظت بھی فرض ہے اور حکومت نے ان کی جان اور مال کی حفاظت کا عہد کر لیا سو جس طرح مسلمان مقتول کا قصاص لیا جائے گا اسی طرح ذمی مقتول کا بھی قصاص لیا جائے گا۔

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ. (المائدہ: ۴۵) ہے۔
اور ہم نے تورات میں یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان

اس آیت میں بھی مطلقاً جان کا بدلہ جان ہے خواہ وہ مسلمان کی جان ہو یا ذمی کی جان ہو۔
وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطٰنًا. (بنی اسرائیل: ۳۳) نے اس کے ولی کو (قصاص لینے کی) قوت عطا فرمائی ہے۔

اس آیت میں بھی ظلماً قتل ہونے والا عام ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو اور جو شخص ان آیتوں میں مسلمان کی قید لگائے گا اس پر لازم ہے کہ وہ ان آیات کی مساوی قوت کے ساتھ تشدید پر دلیل پیش کرے یعنی وہ قید قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ. (البقرہ: ۱۷۹)

تمہارے لیے قصاص (قتل کا بدلہ لینے) میں حیات ہے۔
اس آیت میں مسلمان کے قتل کا بدلہ لینے کی بہ نسبت ذمی کے قتل کا بدلہ لینا زیادہ واضح ہے کیونکہ غضب کے وقت دینی عداوت قتل کرنے پر زیادہ ابھارتی ہے تو اس کو رد کرنا زیادہ ضروری ہے اور اس سے حیات کا معنی زیادہ واضح ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث اور آثار

عبدالرحمان بن البلیمانی بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص نے ایک ذمی کو قتل کر دیا رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں پھر آپ کے حکم سے اس شخص کو قتل کر دیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۸۸۳ طبع جدید الام للنسائی: ۳۳۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰ شرح السنہ ج ۱ ص ۱۷۵ معرفت السنن والآثار: ۳۸۱۳)

عبداللہ بن عبدالعزیز بن صالح الحضری بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک کافر کے بدلہ میں ایک

مسلمان کو قتل کر دیا، اس کافر کو دھوکے سے قتل کیا گیا تھا، آپ نے فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ (الاعتبار فی التاخر والتمسوخ ص ۱۹۳-۱۹۲، نصب الراية ج ۵ ص ۸۹ طبع جدید)

بکر بن وائل کے ایک شخص نے اہل حیرہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اولیاء مقتول کی طرف لکھا: اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو اس کو معاف کر دیں، پھر اس شخص کو ولی مقتول کے حوالہ کیا گیا، جس کا نام حنین تھا، اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا، اس کے بعد حضرت عمر کا خط ملا، اس کو قتل نہ کرو، حضرت عمر کا ارادہ یہ تھا کہ اس کو دیت سے راضی کر دو۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۸۱۵، السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۲، کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۸۴۱-۱۸۸۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۳-۲۹۱)

زہری بیان کرتے ہیں کہ ابن شاس جذامی نے شام کے انباط سے ایک شخص کو قتل کر دیا، حضرت عثمان کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، پھر حضرت زبیر اور رسول اللہ ﷺ کے دوسرے اصحاب نے منع کیا تو حضرت عثمان نے اس پر ایک ہزار دینار دیت لازم کر دی۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۸۱۶، السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۳)

ابی الجحوب الاسدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس ایک مسلمان شخص کو لایا گیا، جس نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تھا، اس کے خلاف گواہ قائم ہو گئے تو حضرت علی نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، پھر مقتول کے بھائی نے آ کر کہا: میں نے اس مسلمان کو معاف کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید ان مسلمانوں نے تم کو ذرا یاد دھمکایا ہوگا، اس نے کہا: نہیں، لیکن اس کو قتل کرنے سے میرا بھائی تو واپس نہیں آئے گا، اور انہوں نے مجھے اس کا معاوضہ دے دیا ہے، سو میں راضی ہو گیا ہوں۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۳۸۱۷، السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۴)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان سے ایک ذمی کا قصاص لیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۲-۲۹۱، إدارة القرآن کراچی: ۱۴۰۶ھ)

حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص کسی یہودی یا نصرانی کو قتل کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۲۳- ج ۳ ص ۲۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۲- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ خَزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ. عَامَ فَتَحِ مَكَّةَ. بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ أَوْ الْفِيلَ. شَكَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ. وَسَلَطَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أَلَا وَإِنَّهَا خَلَّتْ لِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ فتح مکہ کے سال خزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے بدلہ میں جس کو بنو لیس نے قتل کیا تھا، ان کے ایک شخص کو قتل کر دیا، پس نبی ﷺ کو اس کی خبر دی گئی، آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے، پھر آپ نے خطبہ دیا، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ سے قتل کو یا فرمایا: "فیل" (ہاتھی) کو روک دیا ہے، اس میں ابو عبد اللہ (امام بخاری) و شک ہے اور ان پر رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو مسلط کر دیا ہے، سنو! بے شک مکہ

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، إِلَّا وَانْتَهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ، لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْصَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْقَطُ سَاقِطُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قَتَلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ يَقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ أَكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ أَكْتُبُوا لِأَبِي فَلَانٍ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَاثْنَا نَجْعَلُهُ فِي بَيوتِنَا وَقُبُورِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ، إِلَّا الْإِذْخِرَ.

(میں قتل کرنا) مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا سنو! بے شک یہ میرے لیے دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے اس کے کانٹے کاٹے جائیں گے نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے اور نہ اس کی گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جائے گی اعلان کرنے والے کے سوا اور کسی کے لیے اٹھانا جائز نہیں ہے پس جس شخص کا کوئی مقتول قتل کیا گیا ہے اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو اس کو دیت دی جائے یا مقتول کے اہل قصاص لیں پھر اہل یمن سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے لیے لکھ دیں آپ نے فرمایا: یہ ابو فلاں کے لیے لکھ دو پھر قریش کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ماسوا اذخر کے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يُقَالُ يَقَادُ بِالْقَافِ، فَقِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَيُّ شَيْءٍ كُتِبَ لَهُ؟ قَالَ كُتِبَ لَهُ هَذِهِ الْخُطْبَةُ. [أطراف الحديث: ۲۳۳۳-۶۸۸۰]

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: "يقاد" قاف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے پھر ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا: کیا چیز لکھی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: یہ خطبہ لکھا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۵ سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷ سنن ترمذی: ۱۳۰۵ سنن نسائی: ۴۹۹ سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۳ مسند ابوعوانہ ج ۳ ص ۴۳-۴۴ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۵ سنن دارقطنی ج ۳ ص ۹۷-۹۶ سنن بیہقی ج ۸ ص ۵۳ السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۵ سنن دارمی: ۲۶۰۰ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۲۲ ج ۱۲ ص ۱۸۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے اس (خطبہ) کو ابو فلاں کے لیے لکھ دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) شیبان بن عبد الرحمان ابو معاویہ النخوی انہوں نے الحسن البصری سے سماع کیا ہے اور ان سے ابن مہدی وغیرہ نے سماع کیا ہے ان سے امام ابو حنیفہ نے بھی روایت کی ہے یہ ۱۶۳ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن ابی کثیر صالح بن التوکل انہوں نے حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مرسل روایت کی ہے اور ابن ابی سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے ایوب نے کہا: روئے زمین پر ان کی کوئی مثل نہیں ہے یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمان بن صخر ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۴۶-۲۴۵)

”بنو خزاعة بنو لیت راحلة یختلی“ ”یعضد“ اور ”منشد“ وغیرہ کے معانی

اس حدیث میں ”خزاعة“ اور ”بنو لیت“ کے الفاظ ہیں ”خزاعة“ اردو کا قبیلہ ہے ان کو خزاعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اردو

مکہ سے نکلے اور مختلف شہروں میں پھیل گئے تو خزاعہ ان سے پیچھے رہ گئے اور وہیں مکہ میں رہ گئے اور خزاعہ کا معنی پیچھے رہنا ہے اور بنو لیث بھی قبیلہ ہے۔

اور اس میں ”راحلة“ کا لفظ ہے ”راحلة“ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس پر سفر کیا جاسکے اور ”راحله“ مطلقاً سواری کو بھی کہتے ہیں خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی۔

اس حدیث میں ”لا یختلی“ اور ”لا یعضد“ کے الفاظ ہیں ان کے معنی ہیں: نہ کانٹے جائیں۔
اس میں ”منشد“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: معرف اعلان کرنے والا یعنی جو حکومت کی طرف سے اعلان کرنے کے لیے مقرر ہو۔

اس میں ”اما ان یعقل“ کے الفاظ ہیں یہ عقل سے مشتق ہے اس کا معنی ہے: دیت اور ”اما ان یفساد“ کے الفاظ ہیں یہ ”فساد“ سے بنا ہے اس کا معنی ہے: قصاص

اور اس میں ”الا فبیحہ“ کا لفظ ہے یہ ایک خوشبودار گھاس ہے اس کا واحد ”اذخرہ“ ہے۔
احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی تحقیق

اس حدیث کے بعض مسائل اور فوائد صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکے ہیں اور باقی پر ہم یہاں گفتگو کر رہے ہیں:
اس حدیث میں علم کی باتوں کے لکھنے کا جواز ہے کیونکہ اہل یمن کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ (خطبہ) میرے لیے لکھ دیں تو آپ نے فرمایا: اس کو ابو فلاں کے لیے لکھ دو بعض علماء نے لکھنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ لکھنے سے حفظ کرنے کی عادت نہیں رہتی اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے نیز سب سے بڑی حجت اور دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کو لکھا گیا ہے جو تمام علوم کی اصل ہے اور نبی ﷺ وحی نازل ہونے کے بعد اس کو خود لکھواتے تھے شععی نے کہا: جب تم کوئی علم کی بات سنو تو اس کو لکھ لیا کرو خواہ تم کو دیوار پر لکھنا پڑے میں کہتا ہوں کہ اختلاف کا محل مصحف کے ماسوا میں ہے سو مصحف کے لکھنے سے ان کے خلاف دلیل قائم نہیں ہوگی۔
قاضی عیاض نے کہا ہے کہ متقدمین صحابہ اور تابعین مصحف میں علم کی باتوں کے لکھنے کو ناپسند کرتے تھے اسی طرح تدوین سنت کے لیے احادیث کو لکھنے کے بھی خلاف تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۱)

احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہیں دی۔ (سنن دارمی: ۳۵۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۱ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن کے علاوہ مجھ سے اور کوئی چیز نہ لکھو سو جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کوئی اور چیز لکھی ہو تو وہ اس کو مٹا دے۔ (سنن دارمی: ۳۵۴، صحیح مسلم: ۳۰۰۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱)
ابراہیم کاپیوں میں حدیث لکھنے کو مکروہ کہتے تھے وہ کہتے تھے: ان کو مصحف کے مشابہ کیا جا رہا ہے۔

(سنن دارمی: ۳۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۸)
ابراہیم تمبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگوں کے پاس کچھ لکھی ہوئی چیزیں ہیں جن سے وہ خوش ہوتے ہیں حضرت ابن مسعود ان کو ملامت کرتے رہے پھر ان کے پاس جا کر ان کو مٹا دیا پھر کہا: تم سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہو گئے وہ اپنے علماء کی کتابوں کو ترجیح دیتے تھے اور انہوں نے اپنے رب کی کتاب کو چھوڑ دیا تھا۔

(سنن داری: ۱: ۳۷۱ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۷)

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری سے کہا: آپ ہمیں کچھ لکھواتے نہیں کیونکہ ہم یاد نہیں رکھ سکتے انہوں نے کہا: ہم تم کو ہرگز نہیں لکھوائیں گے اور ہم اس لکھے ہوئے کو قرآن نہیں بنائیں گے لیکن تم ہم سے سن کر یاد رکھو جیسے ہم رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد رکھتے تھے۔ (سنن داری: ۳۷۵)

ابتداء میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن اور حدیث کے خلط ملط ہونے کے اندیشہ سے احادیث کو لکھنے سے منع فرمایا تھا لیکن جب قرآن مجید کے بہت زیادہ یاد کر لینے کی وجہ سے یہ خطرہ نہیں رہا تو پھر آپ نے احادیث کو لکھنے کی اجازت دے دی جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ لکھنے سے ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ پھر لوگ لکھنے پر اعتماد کر لیں گے اور یاد کرنا چھوڑ دیں گے۔

احادیث اور علم کو لکھنے کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جاننے والا اور کوئی نہ تھا ماسوا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اور دل سے یاد رکھتے تھے اور میں دل سے یاد رکھتا تھا اور ہاتھ سے لکھتا نہ تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳ طبع قدیم مسند احمد: ۹۲۳۱-ج ۱۵ ص ۱۷۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

شعیب الارطوط نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اس کی سند حسن ہے محمد بن اسحاق اور عمرو بن شعیب صدوق ہیں اور اس سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ درج ذیل کتب میں ہے جس میں مذکور ہے:

مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں تھیں ماسوا حضرت عبداللہ بن عمرو کے وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳ سنن ترمذی: ۲۶۶۸-۳۸۴۱ سنن داری: ۳۸۴۱ سنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۳ صحیح ابن حبان: ۷۱۵۲ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۳۸۹ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم مسند احمد: ۷۳۸۹-ج ۱۲ ص ۳۵۱)

درج ذیل حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو حدیث لکھنے کی اجازت دی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ہر اس حدیث کو لکھ لیتا تھا جس کو میں رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا میرا ارادہ اس کو محفوظ کرنے کا تھا پھر مجھے قریش نے منع کیا انہوں نے کہا: تم ہر وہ چیز جس کو رسول اللہ ﷺ سے سنتے ہو اس کو لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ ﷺ بشر ہیں کبھی غضب سے بات کرتے ہیں اور کبھی خوشی سے پھر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: تم لکھا کرو پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! مجھ سے حق کے سوا کوئی چیز نہیں نکلتی۔

شعیب الارطوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۳۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۰-۳۹ جامع بیان العلم ص ۹۰-۸۹ المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶-۱۰۵ سنن داری: ۳۸۹۰ مسند

احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم مسند احمد: ۶۵۰۱-ج ۱۱ ص ۵۸-۵۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے صدقات دیات فرائض اور سنن کے متعلق عمرو بن حزم وغیرہ کے لیے مکتوب لکھا۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۵۹)

مراسل ابوداؤد: ۹۳-۹۲ مصنف عبد الرزاق: ۱۳۲۲ صحیح ابن حبان: ۷۹۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۰-۸۹ المستدرک ج ۱ ص ۳۹۶-۳۹۵)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے میان میں ایک صحیفہ تھا جس میں لکھا ہوا تھا: جس شخص نے اپنے باپ کو گالی دی وہ ملعون ہے جس نے اپنی ماں کو گالی دی وہ ملعون ہے جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا وہ ملعون ہے۔
(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کو لکھنے کے ساتھ مقید کرو۔
(الناخ والمسنوخ: ۶۲۳ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۴۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کو لکھنے کے ساتھ مقید کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۹ سنن دارمی: ۲۹۵ المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶)

بشیر بن نہیک بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث سن کر لکھتا تھا اور جب ان سے جدا ہونے کا ارادہ کرتا تو ان کے پاس اپنی لکھی ہوئی احادیث لاتا اور بتاتا کہ یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: ہاں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۰ سنن دارمی: ۴۹۸)

ابو اسلمیخ نے کہا: تم ہمارے لکھنے کی مذمت کرتے ہو حالانکہ قرآن مجید میں ہے: "عَلَّمَهَا عِنْدَ رَبِّي فَنِي كِتَابٍ" (طہ: ۵۲) اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے یعنی لکھا ہوا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۱ سنن دارمی: ۴۹۳)

شامہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں سے کہتے تھے: اے بیٹو! علم کو لکھ کر مقید کر لو۔
(المعجم الکبیر: ۲۳۶ المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶ سنن دارمی: ۴۹۵)

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر بن محمد بن حزم کو لکھا: تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جو احادیث ثابت ہیں وہ مجھے لکھ بھیجو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ علم چلا جائے گا اور مٹ جائے گا۔ (سنن دارمی: ۴۹۱)

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو تلاش کر کے لکھ لو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء دنیا سے چلے جائیں گے۔ (سنن دارمی: ۴۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس علم کو لکھ کر مقید کر لو۔ (سنن دارمی: ۵۰۲)

نبی ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عباس نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! ماسوا اذخر کے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث اور اس کی مشابہ دیگر احادیث سے علماء اصول نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن مسائل میں قرآن مجید کا صریح حکم نہیں ہوتا تھا ان میں آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے اور یہی ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے اور بعض نے منع کیا ہے امام شافعی امام احمد اور امام ابو یوسف آپ کے اجتہاد کے قائل ہیں اور آدمی کا بھی یہی مختار ہے امام غزالی نے کہا: آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور اس کے وقوع میں توقف کیا ہے اکثر محققین نے تمام امور میں توقف کیا ہے اور بعض علماء نے صرف جنگ کے امور میں اجتہاد کو جائز کہا ہے۔ جن علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا سو حج

کر و ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج کریں؟ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار یہ سوال کیا پھر آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر (ہر سال حج کرنا) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے تم کو جس کام میں چھوڑ دوں اس میں تم مجھ کو چھوڑ دو تم سے پہلی امتیں زیادہ سوال کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں پس جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم اس کو اپنی طاقت کے مطابق ادا کرو اور جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳، سنن نسائی: ۲۶۱۹)

اور ان کا استدلال ان آیات سے بھی ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ. (آل عمران: ۱۵۹)

اور ان سے کام کا مشورہ کیا کریں پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر توکل کریں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ. (آل عمران: ۱۶۱)

نبی کے لیے خیانت کرنا ممکن نہیں ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْ لَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ سَبَقٌ لِّمُسْكُمُ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (الأنفال: ۶۸-۶۷)

نبی کے لیے (کافروں کو) قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ زمین میں (ان کا) خون بہا دیا جائے تم لوگ متاع دنیا کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ بہت غالب ہے حد حکمت والا ہے ۝ اور اگر اللہ کے پاس پہلے سے یہ لکھا ہوا نہ ہوتا (کہ اجتہادی خطا پر گرفت نہیں ہوتی) تو تم نے جو (فدیہ) لیا تھا تو اس پر تمہیں سخت عذاب پہنچتا ۝

اور اگر نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں سے اللہ کے حکم سے فدیہ لیا ہوتا تو یہ عتاب نہ کیا جاتا۔

جو علماء نبی ﷺ کے لیے اجتہاد کو جائز نہیں قرار دیتے انہوں نے ان تمام دلائل کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کاموں سے پہلے اللہ کا حکم مقارن ہو یا ان کاموں سے پہلے آپ پر وحی کی گئی ہو کہ اس صورت میں آپ اس طرح کر لیں مثلاً جب آپ نے اذخر کا استثناء نہیں کیا تھا اور حضرت عباس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ آپ اذخر کا استثناء کر لیں اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے ہوں اور آپ کو استثناء کرنے کا اشارہ کیا ہو لہذا آپ کا استثناء کرنا وحی سے ہو گا نہ کہ اجتہاد سے اور ”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ“ کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ جنگ کے معاملات کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۲)

* نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق ہم نے تفسیر تبيان القرآن سورة الانعام: ۵۰ کی تفسیر میں بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے اس بحث کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

- ① کیا نبی ﷺ کا اتباع وحی کرنا اجتہاد کے منافی ہے ② نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلائل ③ صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل ④ آپ کا اتباع وحی کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے ⑤ اجتہاد کی تعریف ⑥ نبی ﷺ کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب ⑦ نبی ﷺ کے اجتہاد میں توقف کے قائلین ⑧ نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء ⑨ نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث۔ (تبيان القرآن ج ۳ ص ۳۸۳-۳۷۶، فرید بک شال لاہور)

* نیز الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں بھی ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ (تبيان القرآن ج ۱۱ ص ۶۹)

* التوبہ: ۴۳ میں بھی ہم نے آپ کے اجتہاد پر بحث کی ہے۔ (تبيان القرآن ج ۵ ص ۱۳۸-۱۳۶)

* النجم: ۴ میں بھی ہم نے آپ کے اجتہاد پر مفصل بحث کی ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق ② رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد میں مذاہب فقہاء ③ رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد میں فقہاء احناف کا نظریہ ④ رسول اللہ ﷺ کی خطا اجتہادی میں مصنف کی تحقیق ⑤ نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث۔ (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۳۸۷-۳۸۵)

* شرح صحیح مسلم: ۵۸۔ ج ۱ ص ۳۱۰ اور نمبر: ۲۷۵۶۔ ج ۳ ص ۳۲۸-۳۱۸ میں بھی اجتہاد کی بحث لائق مطالعہ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۱۔ ج ۳ ص ۷۰۶ پر ہے اس کی شرح کے عنوانات ہیں:

① مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعت ابراہیم کے بعد ② حرم میں حدود جاری کرنے کے مذاہب ③ مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل ④ احادیث لکھنے پر دلیل۔

۱۱۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو قَالَ أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مُنْبِهٍ عَنْ أَخِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے وہب بن منبہ نے خبر دی از برادر خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو مجھ سے زیادہ احادیث یاد نہیں تھیں سوا حضرت عبد اللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

تَابِعُهُ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

وہب بن منبہ کی معمر نے متابعت کی ہے از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(سنن ترمذی: ۲۶۶۸-۳۸۳۱ سنن داری: ۴۸۳ سنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۳ صحیح ابن حبان: ۷۱۵۲ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۳۸۹ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم مسند احمد: ۷۳۸۹ ج ۱۲ ص ۳۵۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں لکھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ المدنی الامام (۲) سفیان بن عیینہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن دینار ابو محمد المکی یہ ائمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں یہ ۱۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) وہب بن منبہ ابن کامل بن تیج انہوں نے حضرت جابر حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے سماع کیا ہے ابو زرعة اور امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہیں الفلاس نے کہا: ضعیف ہیں یہ گزشتہ کتابوں کی معرفت میں مشہور ہیں انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے ۹۲ کتابیں پڑھیں ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کسریٰ نے یمن بھیجا تھا ان کی اصل ہرات سے ہے ۱۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۵) وہب کے بھائی ہمام بن منبہ ہیں یہ وہب سے عمر میں بڑے تھے یہ چار بھائی تھے اور وہب سب سے آخر میں فوت ہوئے یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہوئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۶) معمر کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۳)

اس حدیث میں بھی لکھنے کا ثبوت ہے اس کی تفصیل اور تحقیق حدیث: ۱۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ إِنِّي أَتَوْنِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا. فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّفْظُ قَالَ قَوْمُوا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرِّزْيَةَ كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ. [اطراف الحديث: ۳۰۵۳-۳۱۶۸-۳۲۳۱-۳۲۳۲-۵۲۶۹-۷۳۶۶]

(صحیح مسلم: ۱۶۳۷، رقم المسلسل: ۳۱۵۶-۳۱۵۵-۳۱۵۴، سنن

الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۷-۵۸۵۴-۵۸۵۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۵ طبع، تھیں۔

قدیم مسند احمد: ۲۹۹۰ ج ۵ ص ۱۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں لکھنے کا ذکر ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "اللفظ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بلند آوازیں شور۔ لیٹ نے کہا: اس کا معنی ہے: مبہم آوازیں جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہ آئے "الرزية" کا معنی ہے: مصیبت۔

اس حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ کا درد بہت زیادہ ہو گیا اس درد سے مراد ہے: مرض الموت صحیح بخاری میں سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ یہ آپ کی وفات سے چار روز پہلے جمعرات کا دن تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۰۵۳-۳۱۶۸)

علامہ ابن بطال مالکی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القریطی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کاغذ قلم لاؤ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گم راہ نہیں ہو گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت عمر کی دین میں فقہ معلوم ہوتی ہے اور ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ نبی ﷺ ایسے امور لکھ دیں گے جن پر عمل کرنے سے وہ عاجز ہوں گے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے پھر عذاب کے مستحق ہوں گے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ. (الانعام: ۳۸)

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ. (المائدہ: ۳)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے جان لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک آپ کے دین کو کامل نہیں کر دے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اس نے اپنی کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور دین کو کامل کر دیا ہے تو حضرت عمرؓ نے ان آیتوں پر قناعت کر لی اور چونکہ نبی ﷺ کا مرض شدید تھا اور آپ پر درد کا غلبہ تھا اس لیے انہوں نے آپ کو زحمت اور مشقت میں ڈالنا مناسب نہیں سمجھا پس حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ فقیہ تھے کیونکہ انہوں نے اس کو کافی سمجھا کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے دین کے کامل ہونے کو کافی نہیں سمجھا اس لیے انہوں نے کہا کہ سب سے بڑی مصیبت وہ تھی جو آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گئی۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۱۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطلال مالکی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ

علامہ ابن بطلال کی لکھی ہوئی آخری توجیہ صحیح ہے اور ان کی پہلی توجیہ صحیح نہیں ہے جس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ ان کو یہ خط ہوا تھا کہ نبی ﷺ ایسے امور لکھ دیں گے جن پر عمل کرنے سے وہ عاجز ہوں گے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے پھر عذاب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ گمان کیسے کر سکتے تھے جب کہ ان کو معلوم تھا کہ نبی ﷺ اپنی امت پر آسانی چاہتے ہیں اور امت کا مشقت میں پڑنا آپ کو ناگوار ہے قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (التوبہ: ۱۲۸) آسانی پر حریص ہیں اور مؤمنوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں ۝

اسی طرح احادیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی امت کا مشکل کاموں میں پڑنا دشوار تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز میں مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح البخاری: ۸۸۷، صحیح مسلم: ۲۵۲، سنن ابن ماجہ: ۶۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ بیٹھتا۔ (صحیح البخاری: ۳۶، صحیح مسلم: ۱۸۷، سنن نسائی: ۵۰۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ وہ عشاء کو تہائی رات تک یا آدمی رات تک مؤخر کریں۔ (سنن ترمذی: ۱۶۷، سنن ابن ماجہ: ۶۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آدمی رات کو نکلے اور آپ نے مسجد میں نماز پڑھی صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی صحابہ نے دوسروں سے یہ واقعہ بیان کیا تو اگلی رات بہت صحابہ جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے صبح کو یہ بیان کیا تو تیسری رات بہت زیادہ اصحاب جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور چوتھی رات اتنے اصحاب جمع ہو گئے کہ مسجد میں سہا نہیں سکتے تھے اس رات آپ نماز پڑھنے نہیں آئے نماز فجر کے بعد آپ نے فرمایا: نماز کے لیے تمہارا شوق مجھ سے مخفی نہ تھا لیکن مجھے یہ خطرہ ہوا کہ یہ نماز (تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی پھر تم اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ گے رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور تراویح کا معاملہ اسی طرح رہا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۱۲، مسلم: ۷۶۱، سنن ابوداؤد: ۱۳۷۳، سنن نسائی: ۱۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۷)

اسی طرح اور بہت احادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ امت کے لیے آسانی چاہتے تھے اور امت پر مشقت والی عبادات کو ناپسند کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسے یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ نبی ﷺ امت کے لیے ایسے پر مشقت کام لکھ دیں گے جن کے ادا کرنے سے وہ عاجز ہوں گے۔

علامہ ابن جوزی حنبلی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کیا لکھ کر دینا چاہتے تھے ایک قول یہ ہے کہ آپ یہ تصریح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ان کو ایسے احکام لکھ کر دینا چاہتے تھے جن کی وجہ سے کوئی اختلاف نہ رہتا لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت عمر نے کہا: ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے۔ علامہ خطابی نے اس کی وضاحت میں کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اگر آپ نے کسی ایسی چیز کی تصریح کر دی جس سے اختلاف زائل ہو جائے تو پھر علماء کی فضیلت نہیں رہے گی اور اجتہاد نہیں ہو سکے گا۔ علامہ خطابی کی یہ وضاحت دو وجوہوں سے غلط ہے: (۱) ایک تو اس لیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی رائے رسول اللہ ﷺ کی رائے سے بہتر تھی اور ایسا کہنا بدایہٴ باطل ہے (۲) دوسرا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اگر کسی ایک چیز یا چند چیزوں کا تعین کر دیتے تو اس سے اجتہاد باطل نہیں ہوتا کیونکہ حوادث اتنے زیادہ ہیں ان کا حصر نہیں کیا جاسکتا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ تھا کہ آپ پر مرض کا غلبہ ہے کہیں آپ اس حالت میں کوئی ایسی بات نہ لکھوادیں جو عقل کے خلاف ہو اور اگر صحابہ کو یہ یقین ہوتا کہ آپ کو افاقہ ہے تو وہ سب آپ کے حکم کی تعمیل میں سبقت کرتے اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے:

”اتراہ یہجو“ کیا تمہارے خیال میں آپ بے ربط باتیں کر رہے ہیں؟ یعنی جس طرح مریض غلبہٴ مرض کی وجہ سے بے تکی اور اول قول باتیں کرتا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ کا کلام بے ربط اور بے معنی نہیں ہے۔

(كشف المعقل ج ۱ ص ۱۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ

علامہ ابن جوزی نے جو حضرت عمر کی طرف سے یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت عمر کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں آپ بیماری کے حال میں ایسی بات نہ لکھ دیں جو خلاف عقل ہو یہ توجیہ علامہ خطابی کی توجیہ سے بھی زیادہ بعید ہے حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے انہوں نے اس قول سے نبی ﷺ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ آپ بیماری کے حال میں کوئی خلاف عقل یا غلط بات لکھ دیں گے بلکہ وہ آپ کو اس تکلیف میں لکھنے کی مشقت سے بچانا چاہتے تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ آپ کا یہ حکم وجوبی نہیں ہے بلکہ بہ طور استحباب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے کاغذ قلم منگوانے پر اصرار نہیں کیا اور اس کے بعد آپ چار دن تک ظاہر احوال رہے مگر آپ نے دوبارہ کاغذ اور قلم لانے کا حکم نہیں دیا اور چونکہ آپ نے حضرت عمر کے قول کا رد نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک حضرت عمر کا قول صحیح تھا۔

”اھجر“ کی تحقیق

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ بعض روایات میں ”اھجر“ کے الفاظ ہیں وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس نے کہا کہ جمعرات کا دن اور کیسا (اندوہ ناک) تھا جمعرات کے دن! رسول اللہ ﷺ کا درد بہت سخت ہو

گیا آپ نے فرمایا: مجھے (کاغذ، قلم) لا کر دو میں تمہیں ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے پھر صحابہ میں اختلاف ہو گیا اور نبی کے پاس اختلاف نہیں کرنا چاہیے صحابہ نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ ”اھجر“ کیا آپ بے ربط باتیں کر رہے ہیں؟ آپ سے پوچھ لو پھر صحابہ آپ کی طرف لوٹنے لگے آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو! اور آپ نے ان کو تین چیزوں کی وصیت کی: (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) جو وفد تمہارے پاس آئے اس کو اسی طرح انعام دو جس طرح میں ان کو انعام دیتا تھا راوی نے کہا: تیسری وصیت کو میں بھول گیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

یہ لفظ اگر ”ھجر“ ہو تو اس کا معنی ہڈیاں ہے اور اگر ”ھجر“ ہو تو اس کا معنی ہجرت کرنا اور جدا ہونا ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۹۷) اس حدیث میں ”ھجر“ نہیں ہو سکتا ورنہ اس کا معنی ہوگا: کیا آپ ہڈیاں کہہ رہے ہیں اور بے تکی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ سے پوچھ لو اور جو شخص ہڈیاں کر رہا ہو اس سے یہ پوچھنے کا کوئی معقول معنی نہیں ہے کہ کیا تم ہڈیاں کر رہے ہو؟ اور بے تکی باتیں کر رہے ہو؟ ”ھجر“ کا معنی ہڈیاں ہے جب اس کے مصدر میں ہا پر زبر ہو یعنی بیماری میں انسان جو بے ربط بے فائدہ اور مبہل باتیں کرتا ہے اور اس کا وقوع نبی ﷺ سے محال ہے آپ سے صحت میں ہڈیاں ممکن ہے نہ مرض میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ (النجم: ۲)

آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ○

نیز آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶)

سو جس صحابی نے یہ کہا: اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کاغذ، قلم لا کر دو آپ کوئی ہڈیاں تو نہیں کہہ رہے آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتے۔

”ھجر“ کا دوسرا معنی ہے: ہجرت کرنا الوداع ہونا جب اس کے مصدر میں ھا کے نیچے زیر ہو یعنی کیا آپ زندگی سے الوداع ہو رہے ہیں اور آخری وقت میں وصیت کر رہے ہیں؟ آپ سے پوچھ لو اور اس حدیث کے آخر میں ہے: آپ نے تین وصیتیں فرمائیں یہ اس معنی کی تائید کرتا ہے کہ ”ھجر“ کا معنی یہاں ہڈیاں نہیں ہے بلکہ ہجرت کرنا ہے اور آپ نے جو وصیتیں فرمائیں وہ بالکل صحیح اور معقول تھیں اور اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جنہوں نے یہ کہا کہ حضرت عمر کو یہ خطرہ تھا کہ آپ بیماری کے حال میں کوئی خلاف عقل بات کہہ دیں گے حضرت عمر آپ کے متعلق ایسی بات کب سوچ سکتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ پر اس الزام کا جواب کہ آپ کے تمام اقوال وحی کے موافق نہ تھے

بعض مشائخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اعتراض دور کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو غیر محفوظ قرار دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ آپ غلط بات کہہ سکتے تھے اس لیے حضرت عمر نے آپ کو کاغذ، قلم دینے سے منع کیا انہوں نے کہا: آں حضرت کے تمام منطوقات اور معقولات یعنی اقوال و گفتار وحی کے مطابق نہ تھے آیت کریمہ ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ نص قرآنی سے مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے محققین نے لکھا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق تھا امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ جس کو رسول بنانے کا ارادہ کرتا ہے اس کو بچپن میں کفر سے اور بُرے کاموں مثلاً چوری، زنا اور جھوٹ سے محفوظ رکھتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اپنے بچپن میں گم راہ نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے

تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۳۴ 'دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنت بھی عمل میں وحی منزل کی طرح ہے اور اس تفسیر کے مقدمہ میں حضرت مقدم بن معدی کرب کی حدیث گزر چکی ہے والحمد للہ۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۷۹ 'دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ قرطبی نے حضرت مقدم بن معدی کرب کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت المقدم بن معدی کرب الکندی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھے اور کئی چیزوں کو حرام کر دیا 'پھر فرمایا: عنقریب ایک شخص اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے میری حدیث بیان کر کے کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان صرف کتاب اللہ ہے ہم اس میں جو حلال پائیں وہ حلال ہے اور ہم جو اس میں حرام پائیں وہ حرام ہے سنو! جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرام کیا ہے وہ بھی اسی کی مثل حرام ہے جس کو اللہ عزوجل نے حرام کیا ہے۔ (سنن دارمی: ۵۹۰ 'دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ قرطبی مالکی کی اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک "وما ينطق عن الهوى" صرف قرآن مجید کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ آپ کے تمام اقوال کو شامل ہے۔

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ سے قرآن کا جو نطق صادر ہوتا ہے یا آپ جو بھی نطق کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی کی ہوئی وحی سے ہے جو علماء آپ کے لیے اجتہاد کو جائز نہیں کہتے انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ پر وحی کی گئی کہ آپ اجتہاد کریں تو جو حکم آپ کے اجتہاد سے حاصل ہوگا وہ بھی وحی ہوگا اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ حکم وحی سے حاصل ہوگا وحی نہیں ہوگا۔

(تفسیر البیضاوی مع حاشیہ شیخ زاہد ج ۸ ص ۵ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

آپ کے ہر کلام کے برحق ہونے کے ثبوت میں احادیث

نیز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ کا ہر کلام حق ہوتا تھا:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۳۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۹ المستدرک ج ۱ ص ۱۰۵ سنن دارمی: ۳۸۹ مسند الطبرانی ج ۲ ص ۱۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا آپ کے بعض اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق (بھی تو) کرتے ہیں آپ نے فرمایا: میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (شعیب الارؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند محمد بن عجلان کی وجہ سے قوی ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں شیخین کے رجال ہیں۔)

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۰ طبع قدیم مسند احمد: ۸۳۸۱ ج ۱۳ ص ۱۸۵ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۸ الادب المفرد للبخاری: ۲۶۵ المعجم الاوسط: ۹۱۹)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین نبی ﷺ پر سنت بھی اس طرح نازل کرتے تھے جس طرح قرآن نازل کرتے تھے۔ (سنن دارمی: ۵۹۲ 'دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن نبی ﷺ کی حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا: کتاب اللہ میں اس کے خلاف ہے انہوں نے کہا: کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر کتاب اللہ سے معارضہ کر رہے ہو! رسول اللہ ﷺ کتاب اللہ کو تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ (سنن دارمی: ۵۹۳)

”عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ“ سے معارضہ کا جواب

اسی طرح ان بعض مشائخ نے یہ معارضہ کیا ہے کہ اگر آں حضرت کے تمام اقوال و گفتار وحی کے موافق ہوتے تو حق تعالیٰ کی طرف سے بعض اقوال پر اعتراض وارد نہ ہوتا اور ان سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ. (التوبہ: ۴۳)

اللہ آپ کو معاف کرے آپ نے ان منافقین کو (غزوہ

تبوک میں شریک نہ ہونے کی) اجازت کیوں دی۔

میں کہتا ہوں: اگر اللہ نے پہلے آپ کو منافقین کو اجازت دینے سے لازماً منع کیا ہوتا تو آپ کا ان کو اجازت دینا فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہوتا اور اگر ترجیحاً منع کیا ہوتا تو پھر آپ کا اجازت دینا خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہوتا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو اس سے منع کیا ہی نہیں تو پھر آپ کا منافقین کو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دینا کسی قسم کا گناہ ہے نہ یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے بلکہ آپ کے لیے ان کو اجازت دینا یا نہ دینا دونوں فعل مباح تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت آمیز خطاب فرمایا ہے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دے دی حالانکہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو یہ پھر بھی جہاد میں شامل ہونے والے نہ تھے یعنی ان کے حق میں آپ کا اجازت دینا اور نہ دینا دونوں برابر تھے۔

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۳۸-۱۳۷، التوبہ: ۴۳، فرید بک سنال لاہور ۱۴۲۲ھ)

علاوہ ازیں میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ إِنَّمَا آتَيْتُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنَ رَبِّي.

آپ کہیے: میں صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جس کی

میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ (الاعراف: ۲۰۳)

میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی

إِنْ آتَيْتُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ. (الانعام: ۵۰، یونس: ۱۵)

کی جاتی ہے۔

لہذا آپ کا منافقین کو اجازت دینا بھی وحی کی بنیاد پر تھا اور یہ وحی خفی تھی قرآن مجید نے حصر کر دیا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق ہے اور آپ کا ہر فعل وحی کے موافق ہے نمازوں میں جو آپ کو سہو ہوئے وہ بھی وحی خفی کے موافق تھے تاکہ امت کے لیے ان کے سہو میں اسوہ اور نمونہ ہو جائے اور آپ کو جو نسیان ہوا وہ بھی وحی خفی کے موافق تھا جیسا کہ حدیث میں ہے:

امام مالک نے فرمایا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی فعل

سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک، کتاب السنن حدیث: ۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے آپ کی خطا ثابت کرنا اور اس کا جواب

بدر کے قیدیوں سے آپ کا فدیہ لینا بھی اتباع وحی میں تھا اور فدیہ لینے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب نہیں فرمایا بلکہ ان بعض نو مسلم صحابہ پر عتاب فرمایا جنہوں نے مال دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی رائے کو ترجیح دی تھی رہے آپ تو آپ نے فدیہ لینے کو اس لیے ترجیح دی تھی کہ آپ کو علم تھا کہ ان قیدیوں میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے سو آپ نے ان کے اسلام کی وجہ سے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کی رائے کو پسند کیا تھا۔

* بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی تحقیق الانفال: ۶۸-۶۷ کی تفسیر میں تبیان القرآن ج ۳ ص ۶۹۷-۶۹۲ میں مطالعہ فرمائیں۔

اس ضمنی بحث کے بعد ہم اب پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کر رہے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس وجہ سے کاغذ اور قلم

لانے سے منع کیا تھا۔

حافظ عسقلانی کی طرف سے حضرت عمر کی توجیہات اور اس کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ کیا لکھنا چاہتے تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کے لیے از خود لکھنا یا لکھوانا دشواری اور مشقت کا باعث ہوگا لہذا آپ کو اس کی زحمت نہ دی جائے علامہ قرطبی وغیرہ نے کہا ہے: آپ نے فرمایا: میرے پاس کاغذ اور قلم لاؤ یہ آپ کا حکم تھا اور حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لیکن حضرت عمر کی دوسرے اصحاب کے ساتھ رائے یہ تھی کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ نے زیادہ بہتر کام کی طرف متوجہ فرمایا ہے لہذا ان اصحاب نے آپ کو اس حالت میں اس مشقت میں ڈالنے کو ناپسند کیا اور جب کہ ان کے ذہنوں میں قرآن مجید کی یہ آیات بھی تھیں:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: ۳۸)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

تَبَيَّنَّا لَكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹)

قرآن مجید ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے۔

اس لیے حضرت عمر نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

صحابہ کی دوسری جماعت کی رائے یہ تھی کہ افضل یہ ہے کہ آپ کو لکھنے دیا جائے کیونکہ اس طرح آپ کے حکم پر عمل ہوگا اور چونکہ آپ نے بعد میں سب کو وہاں سے اٹھنے کا حکم دیا اس سے واضح ہو گیا کہ آپ کا پہلا حکم اختیاری تھا واجب نہ تھا یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد آپ کئی روز تک زندہ رہے لیکن آپ نے دوبارہ کاغذ اور قلم لانے کا حکم نہیں دیا اگر آپ کا یہ حکم واجب ہوتا تو صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے آپ اپنے حکم کو ترک نہ فرماتے کیونکہ آپ نے کفار کی شدید مخالفت کے باوجود تبلیغ کو ترک نہیں فرمایا اور صحابہ بعض کاموں میں آپ سے اختلاف کرتے تھے لیکن جب آپ کسی کام کا عزم فرمالیتے تو پھر آپ کے حکم پر عمل کرتے تھے ان شاء اللہ اس کو ہم بسط اور تفصیل سے ”کتاب الاعتصام“ میں لکھیں گے (حافظ ابن حجر ”کتاب الاعتصام“ میں تفصیل سے لکھنا بھول گئے وہاں صرف دو سطوریں لکھی ہیں دیکھئے فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ) حضرت عمر کے اس قول کو ان کی موافقات میں سے شمار کیا گیا ہے۔

نبی ﷺ کیا لکھنا چاہتے تھے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ ایسی تحریر لکھنا چاہتے تھے جس میں احکام کی صاف تصریح کر دی جاتی اور اختلاف نہ رہتا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اپنے بعد ہونے والے خلفاء کے نام لکھنا چاہتے تھے تاکہ ان کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ جب اپنے مرض کی ابتداء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے ان سے فرمایا حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض میں مجھ سے فرمایا: میرے لیے ابو بکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مؤمنین ابو بکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۷۷-۵۶۶۶، صحیح مسلم: ۲۳۸۷، طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۱۸۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۸۱، صحیح ابن حبان: ۶۵۹۸، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۳، دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۴۳، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۸۵، المعجم الاوسط: ۲۵۶۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۱۱۳-۲۵۱۱۴ ج ۲۲ ص ۵۰)

اس کے باوجود نبی ﷺ نے اس کو لکھا نہیں اور پہلا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس اختلاف کرنا نہیں چاہیے۔

آپ کے اس ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابی کے لیے اولیٰ یہ تھا کہ وہ آپ کے حکم پر عمل کرتے اگرچہ حضرت عمرؓ کی اختیار کی ہوئی تاویل صحیح تھی کیونکہ بعد میں نبی ﷺ نے اپنے حکم پر عمل کرنے کے لیے نہیں فرمایا علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحابہ کے اس اختلاف کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: تم میں سے کوئی شخص بنی قریظہ میں پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے۔

(صحیح البخاری: ۹۳۶، صحیح مسلم: ۱۷۷۰)

بعض صحابہ نے کہا: اگر ہم نے بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھی تو وقت نکل جائے گا اور آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ ضرور بنی قریظہ میں عصر پڑھنا سوانہوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی اور بعض نے اس حکم کے ظاہر پر عمل کیا اور بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی اور آپ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۵۸-۶۵۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے حضرت عمرؓ پر شیعہ علماء کے اعتراض کے جوابات اور دیگر مسائل

شیعہ علماء نے حضرت عمرؓ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کاغذ اور قلم لانے کے لیے کہا تو حضرت عمرؓ نے یہ جواب دیا کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ پر بھی ایسا ہی اعتراض ہوتا ہے حدیث میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ ان کے اور حضرت فاطمہ بنت النبی ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: تم دونوں نماز نہیں پڑھتے میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں جب ہم نے یہ کہا تو رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا پھر میں نے سنا آپ پیٹھ موڑ کر اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جارہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

اور انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

وَمَا كَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الکہف: ۵۴)

(صحیح البخاری: ۱۱۲۷، صحیح مسلم: ۱۱۲۷، سنن نسائی: ۱۶۰۸-۱۶۰۷، مسند احمد ج ۱ ص ۹۱، مسند احمد: ۷۰۵، ج ۲ ص ۱۱۳)

اور اس کے علاوہ یہ حدیث ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو طبق (بڑی پلیٹ) لا کر دوں آپ اس میں ایسی چیزیں لکھ دیں جس کے بعد آپ کی امت گم راہ نہیں ہوگی حضرت علیؓ نے کہا: مجھے یہ خطرہ ہوا کہ شاید آپ کی روح قبض ہو جائے میں نے کہا: میں یاد رکھوں گا اور محفوظ رکھوں گا (یعنی طبق لا کر نہیں دیا) آپ نے فرمایا: میں نماز کی زکوٰۃ کی اور تمہاری باندیوں کے معاملہ میں وصیت کرتا ہوں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۰، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۲۳، الادب المفرد للبخاری: ۱۵۶)

پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو تہجد کے لیے اٹھانے گئے تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو پلیٹ کر ایسا جواب دیا جس سے آپ کو سخت افسوس ہوا اور دوسری حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کے لیے طبق منگایا اور حضرت علیؓ نے لا کر نہیں دیا اور کہا: میں یاد رکھوں گا علماء شیعہ ان حدیثوں کا جواب دیں۔

حضرت عمرؓ کی طرف سے توجیہ یہ ہے کہ جب نبی ﷺ کوئی فیصلہ فرماتے اور صحابہ کو اس میں تردد ہوتا تو وہ آپ کے سامنے اپنی رائے اور اپنے اختلاف کو ظاہر کرتے اور جب وہ دیکھتے کہ اس فیصلہ پر نبی ﷺ کو جزم اور یقین ہے اور نبی ﷺ نے ان کے شبہات کو دلائل سے رد فرمادیا ہے تو پھر وہ آپ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیتے اور آپ کے حکم پر عمل کرتے جیسے مشرکین کے ساتھ حدیبیہ میں

جن شرائط پر صلح ہوئی تھی، حضرت عمر اور دیگر صحابہ کو ان شرائط سے اختلاف تھا، لیکن جب نبی ﷺ نے ان کے شبہات کا جواب دے دیا تو وہ مطمئن ہو گئے اور صلح کی ان شرائط کو مان لیا، اسی طرح جب آپ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا فیصلہ کیا تو حضرت عمر کو اس سے اختلاف تھا، لیکن جب آپ نے ان کے شبہات کا جواب دے دیا تو حضرت عمر نے آپ کے اس فیصلہ کو مان لیا، لیکن مرض الموت کے اس موقع پر جب آپ نے کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا اور اس پر حضرت عمر نے اپنا یہ شبہ پیش کیا کہ نبی ﷺ پر درود کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے، جو ہمیں کافی ہے تو آپ نے حضرت عمر کے اس قول کو رد نہیں فرمایا اور کاغذ اور قلم منگوانے پر اصرار نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول صحیح اور صاحب تھا، ورنہ آپ کسی کے اختلاف کی وجہ سے حق بات کو کبھی بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

آپ نے جو کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ ملک عوام کی مصلحت کی وجہ سے موت کے وقت ان کے لیے کوئی وصیت کر سکتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے ہوں، جیسا کہ صحیح مسلم: ۲۳۸۷ اور صحیح بخاری: ۵۶۶۶ میں ہے، لیکن آپ نے اس کو اس لیے ترک کر دیا کہ آپ مختلف قرائن سے اس امر کا اظہار کر چکے ہیں، مثلاً آپ نے نمازوں میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور کسی اور کو امام بنانے پر راضی نہیں ہوئے اور حضرت ابوبکر کی امارت میں مسلمانوں کو حج کے لیے بھیجا، سفر ہجرت میں اپنی رفاقت کے لیے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا، سو آپ چاہتے تھے کہ مسلمان ان قرائن میں غور و فکر کر کے از خود اپنے اجتہاد اور اپنے انتخاب سے میرے بعد حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنائیں۔

اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا ثبوت ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: کاغذ اور قلم لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گم راہ نہیں ہو گے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا اُمی ہونا آپ کے لکھنے اور پڑھنے کے منافی نہیں ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۱۹۔ ج ۴ ص ۵۱۷ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

① اہجر کی تحقیق ② حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات ③ کیا رسول اللہ ﷺ حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے۔

رات کو علم کی بات اور نصیحت کرنا

۴۰۔ بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بیان تھا، جو علم کو منضبط کرنے اور اس میں کوشش کرنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ باب رات کو علم کی تعلیم اور تعلم پر دلالت کرتا ہے اور اس کے لیے بھی منضبط کرنے اور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۱۵۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَعَمْرٍو وَبَحْبِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اسْتَيْقِظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از معمر از زہری از ہند از ام سلمہ و یحییٰ بن سعید از زہری از ہند از ام سلمہ و ابن عیینہ نے حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نبی ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے

فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفَتَنِ وَمَاذَا فَتَحَ
مِنَ الْخَزَائِنِ يَقْظُوا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ قُرْبَتْ كَاسِيَةٌ
عورتیں جو دنیا میں ملبوس ہوتی ہیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۲۶-۳۵۹۹-۵۸۳۳-۶۲۱۸-۷۰۶۹] (سنن ترمذی: ۲۱۹۶، معنی عبد الرزاق: ۴۰۷۸، المعجم الکبیر ج ۲ ص ۸۳۶،
شعب الایمان: ۱۰۳۸۹، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۸۸، المعجم الاوسط: ۹۲۰۰، مسند الشامیین: ۳۲۲۵، شرح السنہ: ۹۲۱، مسند الحمیدی: ۲۹۲، صحیح ابن حبان: ۶۹۱، مسند
احمد ج ۶ ص ۲۹۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۵۳۳، ج ۳ ص ۱۶۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کے عنوان میں دو امور ذکر کیے گئے ہیں: (۱) علم اور نصیحت کرنا۔ اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آج
رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں (۲) رات کو نصیحت کرنا۔ اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: حجروں والیوں کو بیدار کرو۔
حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

(۱) صدقہ بن فضل المروزی ابو الفضل ائمہ ستہ میں سے صرف امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں یہ حافظ اور امام
تھے ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عمرو بن دینار (۶) یحییٰ بن
سعید انصاری ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۷) ہند بنت الحارث الفراسیہ یہ معبد بن المقداد کی زوجہ تھیں امام مسلم کے علاوہ باقی ائمہ
ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ہند ہے ایک قول ہے: ان کا نام رملہ ہے نبی ﷺ کی زوجہ اور
ابو امیہ حذیفہ کی بیٹی ہیں یہ پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں وہ فوت ہو گئے تو پھر نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا انہوں
نے نبی ﷺ سے ۳۷۸ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ان سے ۱۳ احادیث پر متفق ہیں انہوں نے حبشہ اور
مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے ابو سلمہ کے نکاح میں ان سے زینب پیدا ہوئیں پھر ان کے بعد سلمہ عمر اور درہ کی ولادت ہوئی رسول
اللہ ﷺ نے شوال ۴ھ میں ان سے نکاح کیا یہ ۵۹ھ میں فوت ہو گئیں وفات کے وقت ان کی عمر ۸۴ سال تھی حضرت ابو ہریرہ
نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی البقیع میں ان کو دفن کیا گیا ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۲۶۰)

اس امت میں واقع ہونے والے بعض فتنے

اس حدیث میں فرمایا ہے: آج رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں اور کیا کیا خزانے کھولے گئے ہیں! اس کا معنی یہ ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ان رات خواب دیکھا اور اس میں آپ نے وہ فتنے دیکھے جو آپ کے بعد واقع ہوں گے اور آپ نے وہ
خزانے دیکھے جو آپ کی امت کے لیے کھولے جائیں گے اور بیدار ہونے کے بعد آپ پر اس کی حقیقت منکشف ہوئی آپ کے بعد
جو فتنے ہوئے وہ مشہور ہیں جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل، جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت
حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی شہادت، اس کے بعد کعبہ کو جلایا جانا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت، اس کے بعد ۳۳۹ھ
میں قرامطہ کعبہ پر حملہ آور ہوئے اور حجر اسود اکھاڑ کر لے گئے جو ۲۲ سال تک ان کے پاس رہا اور انہوں نے بہ کثرت حجاج کو شہید
کیا ۶۳۳ھ میں تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا اور لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر دیا، اس کے بعد اب تک مسلمان فتنوں کی زد میں ہیں۔
نیز اس حدیث میں فرمایا: حجروں والیوں کو جگاؤ اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں نیز اس میں فرمایا: جو دنیا میں ملبوس ہوں گی
وہ آخرت میں برہنہ ہوں گی اس کا معنی یہ ہے کہ جو دکھاوے کے اعمال کریں گی وہ آخرت میں بے عمل ہوں گی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شوہر کو چاہیے کہ وہ عبادت کے لیے رات کو اپنی بیوی کو اٹھائے۔

۴۱- بَابُ السَّمَرِ فِي الْعِلْمِ رات کو علم کی باتیں کرنا

اس باب کے عنوان میں ”سمر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں رات کو علم کی باتیں کرنے اور نصیحت کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں مطلقاً رات کو باتیں کرنے کا ذکر ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جو باتیں کرنے کی ممانعت ہے اس سے مراد دنیاوی باتیں اور قصے کہانیاں ہیں، نیکی، خیر اور فقہ کی باتیں عشاء کی نماز کے بعد بھی کرنا جائز ہیں۔

۱۱۶- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَلَاءُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَأَبِي بَكْرٍ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَتْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِئَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم و ابو بکر بن سلیمان بن ابی حتمہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنی آخر حیات میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس کے ٹھیک ایک سو سال بعد جو لوگ اب روئے زمین پر ہیں ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

[اطراف الحدیث: ۵۶۳-۶۰۱]

(صحیح مسلم: ۲۵۳۷، سنن ابوداؤد: ۳۳۳۸، سنن ترمذی: ۲۲۵۱، سنن کبریٰ للنسائی: ۵۸۷۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳، دلائل النبوة ج ۶ ص ۵۰۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۰۲۸-ج ۱ ص ۲۲۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد صحابہ سے علم کی باتیں کیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر (۲) لیث بن سعد ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبدالرحمان بن خالد یہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مصر کے امیر تھے ۱۱۸ھ میں ان کی مصر پر حکومت تھی ان کے پاس الزہری کی کتاب تھی جس میں دو سو یا تین سو احادیث تھیں ابو حاتم نے کہا: یہ صالح ہیں ابن یونس نے کہا: یہ ثبت فی الحدیث ہیں یہ ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبداللہ بن عمر (۶) ابو بکر بن سلیمان بن ابی حتمہ ان کا نام عبداللہ بن حذیفہ ہے امام بخاری نے ان کی صرف زیر بحث حدیث کو روایت کیا ہے یہ علماء قریش میں سے تھے انہوں نے حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کی ہیں امام مسلم اور امام ترمذی نے ان سے احادیث روایت نہیں کیں (۷) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۳)

عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے جواز اور عدم جواز کے محال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطلال المالکی التوفی ۳۳۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے عشاء کے بعد یہ خبر دی کہ جو لوگ اس وقت روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا آپ نے ان کو یہ نصیحت کی کہ ان کی عمریں کم ہیں اور پچھلی امتوں کی طرح ان کی لمبی عمریں نہیں ہیں اس لیے ان کو عبادت کرنے میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے سلف صالحین رات کو علم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کام سے عشاء کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا حضرت عمر نے کہا: اس وقت؟ میں نے کہا: میں نے فقہ کی بات کرنی ہے انہوں نے کہا: اچھا! میں نے ان سے باتیں کی پھر میں جانے لگا تو حضرت عمر نے کہا: بیٹھو میں نے کہا: نماز (تہجد)! انہوں نے کہا: ہم نماز میں ہیں پھر ہم بیٹھ کر باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔

اس مسئلہ میں امام مالک کے مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ علم کا ذکرہ افضل ہے نماز پڑھنا افضل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ علم کا ذکرہ افضل ہے جب نیت درست ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت عیسیٰ حضرت خضر اور ابلیس کے زندہ رہنے سے اس حدیث پر اعتراض اور اس کے جوابات
علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری اور جو علماء حضرت خضر علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر بالفرض حضرت خضر زندہ بھی تھے تو نبی ﷺ کی وفات کے ایک سو سال پورے ہونے سے پہلے وہ فوت ہو گئے اور جمہور اس کے خلاف ہیں اور جو علماء حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت خضر سمندر میں رہنے والے تھے اور یہ حدیث زمین پر رہنے والوں کے متعلق ہے لہذا حضرت خضر اس حدیث میں داخل نہیں ہیں بعض علماء نے اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جن لوگوں کو تم جانتے ہو اور ان کو پہچانتے ہو ان میں سے کوئی ایک سو سال بعد زندہ نہیں رہے گا پس حدیث کے الفاظ عام ہیں لیکن اس سے مخصوص لوگوں کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ ”جو لوگ روئے زمین پر ہیں“ اس قید سے فرشتوں سے احتراز کیا گیا ہے۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر نہیں ہیں بلکہ آسمان میں ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابلیس بھی تو زندہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر نہیں ہے بلکہ ہوا میں ہے یا آگ میں ہے یا حدیث سے مراد یہ ہے کہ روئے زمین پر اب جو انسان زندہ ہیں وہ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ سب کمزور باتیں ہیں اس حدیث پر نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعتراض ہوتا ہے نہ ابلیس سے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ اس وقت جو روئے زمین پر آپ کی امت ہے وہ اب سے سو سال بعد زندہ نہیں رہے گی اور روئے زمین پر جو مسلمان یا کفار ہیں وہ سب آپ کی امت ہیں مسلمان آپ کی امت اجابت ہیں اور کفار آپ کی امت دعوت ہیں۔
اور رہے حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام تو وہ آپ کی امت میں داخل نہیں ہیں اور رہا شیطان! تو وہ بنی آدم میں سے نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۶۷-۲۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۶۳۶۳- ج ۶ ص ۱۲۱۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۱۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا
الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

قَالَ بَتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَامُ؟ أَوْ كَلِمَةً تُشَبِّهُهَا، ثُمَّ قَامَ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَنَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ، حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ، أَوْ خَطِيطَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

[اطراف الحديث: ۱۳۸-۱۸۳-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۲۶]

۸۵۹۷۲۸-۹۹۲-۱۱۹۸-۳۵۶۹-۳۵۷۰-۳۵۷۱-۳۵۷۲-۵۹۱۹

[۷۲۱۵-۶۳۱۶-۷۳۵۲]

ہمیں احکم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں ایک رات اپنی خالہ کے پاس رہا، جن کا نام حضرت ميمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہے جو نبی ﷺ کی زوجہ ہیں اور اس رات نبی ﷺ ان کے پاس تھے نبی ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر آپ اپنے گھر آگئے پھر آپ نے چار رکعات نماز پڑھی پھر آپ سو گئے پھر آپ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے فرمایا: چھوٹا لڑکا سو گیا؟ یا کوئی اور کلمہ اس کے مشابہ فرمایا پھر آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے سو میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا پس آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خرائے لینے کی آواز سنی پھر آپ نماز کے لیے باہر آ گئے۔

(صحیح مسلم: ۷۲۳، سنن ابوداؤد: ۶۱۰، شمائل ترمذی: ۵، سنن نسائی: ۱۶۲۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۴۱-۱۳۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۱۷۵-۳۱۷۶ ج ۵ ص ۲۵۸)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے عشاء کے بعد فرمایا: لڑکا سو گیا؟ اور اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے سوائے احکم بن عتیبہ کے ان کا نام عبد الکندی ہے اور ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے یحییٰ بن معین، عبد الرحمن بن مہدی اور ابو حاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ حماد کے ساتھ کوفہ کے فقیہ تھے انہوں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ اور حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور ان سے شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے یہ عابد اور عامل ہالستہ تھے ۱۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۶۹)

حضرت ام المؤمنین ميمونہ بنت الحارث کا تذکرہ

حضرت ام المؤمنین ميمونہ بنت الحارث البہلاییہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ۶۷ھ یا ۷۵ھ میں نکاح کیا یہ ۵۱ھ میں مقام سرف میں فوت ہو گئی تھیں ایک قول ۶۶ھ کا ہے مقام سرف میں ہی رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی کہا گیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کی آخری زوجہ تھیں کیونکہ ان کے بعد آپ نے اور کسی سے نکاح نہیں کیا یہ حضرت لبابہ بنت الحارث کی بہن ہیں جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور یہ حضرت عبد اللہ اور حضرت الفضل وغیرہما کی ماں تھیں یہ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائیں نبی ﷺ ان سے ملاقات کیا کرتے تھے یہ لبابہ کبریٰ ہیں ان کی بہن لبابہ صغریٰ تھیں جو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۷۰)

ہے اور تغیر کا بھی ثبوت ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نابالغ بچے کی نماز صحیح ہے اور اگر وہ اکیلا ہو تو اس کے ساتھ بھی جماعت ہو جاتی ہے۔

(۷) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے کل گیارہ رکعات پڑھیں جن میں دو رکعت سنت فجر تھیں، تین رکعت وتر اور چھ رکعت آپ نے تہجد کی نماز پڑھی تہجد کی رکعات آپ نے کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات پڑھی ہیں۔

(۸) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ محرم کی موجودگی میں بغیر جماع کے سو سکتا ہے بعض روایات میں ہے کہ حضرت میمونہ اس رات حائضہ تھیں ورنہ حضرت ابن عباس اس رات آپ کے معمولات کا مشاہدہ کرنے کے لیے جاگ کر رات نہ گزارتے۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی ﷺ لیٹ کر سو جائیں تو اس سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا آپ کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور آپ کا دل جاگتا رہتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہوتا ہے اور لیلۃ القدر میں جب آپ سوئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ سورج کے طلوع کو دیکھنا آنکھوں کا کام ہے اور وہ سوئی ہوئی تھیں۔

احادیث مکررہ میں ہر بار نئے نئے مسائل کا استخراج

اس حدیث کو امام بخاری نے انیس جگہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ اس سے ایک نیا مسئلہ مستنبط کیا ہے مثلاً یہاں اس حدیث کو عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: کیا چھوٹا لڑکا سو گیا؟ حدیث: ۱۳۸۰ میں اس کو "تخفیف فی الوضو" کے باب میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے کم پانی کے ساتھ تخفیف سے وضو کیا پھر نماز پڑھی حدیث: ۱۸۳ میں اس کو "باب قراءة القرآن بعد الحدث" میں ذکر کیا کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ جب آپ سو کر اٹھے تو آپ نے سورۃ آل عمران کی دس آیات تلاوت کیں اس کے بعد وضو کیا۔ حدیث: ۶۹۷ میں اس کو اس باب کے تحت ذکر کیا کہ جب ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے حدیث: ۶۹۸ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا کہ اگر مقتدی بائیں جانب کھڑا ہو جائے اور امام اس کو نماز میں دائیں جانب کھڑا کر دے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی حدیث: ۶۹۹ میں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا کہ امام نے کسی کو نماز پڑھانے کی نیت نہ کی ہو پھر کوئی آ کر نماز میں شامل ہو جائے تو جماعت کی نماز صحیح ہے حدیث: ۷۲۶ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا کہ اگر ایک آدمی امام کی بائیں طرف کھڑا ہو جائے اور امام اس کو نماز میں دائیں طرف کر دے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی حدیث: ۷۲۸ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا: امام اور مسجد کی دائیں جانب اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے آپ نے ان کو دائیں جانب کر دیا۔ حدیث: ۸۵۹ میں اس حدیث کو بچوں کے وضو کرنے کے باب میں ذکر کیا کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابن عباس کے وضو کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث: ۹۹۲ میں اس حدیث کو "باب الوتر" کے تحت ذکر کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے وتر پڑھنے کا ذکر ہے۔ حدیث: ۱۱۹۸ میں اس حدیث کو نماز میں نماز کے کام میں ہاتھ سے استعانت کے باب میں ذکر کیا کیونکہ اس حدیث میں ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے بستر سے اٹھ کر ہاتھ کو آنکھوں پر ملا پھر ایک لنگی ہوئی مشک سے پانی لے کر وضو کیا۔ حدیث: ۴۵۶۹ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا جس میں "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ" (آل عمران: ۱۹۰) پڑھنے کا ذکر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بستر سے اٹھ کر یہ آیت پڑھی تھی حدیث: ۴۵۷۰ میں اس حدیث کو "باب: الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ" (آل عمران: ۱۹۱) میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں ان میں یہ آیت بھی ہے۔

حدیث: ۳۵۷۱ میں اس حدیث کو ”بَابُ: رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ۔ (آل عمران: ۱۹۲)“ میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر آل عمران کی آخری دس آیتوں کو پڑھا ان میں یہ آیت بھی ہے۔ حدیث: ۳۵۷۲ کو ”بَابُ: رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ۔ (آل عمران: ۱۹۳)“ میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر آل عمران کی آخری دس آیتوں کو پڑھا جن میں یہ آیت بھی ہے۔ حدیث: ۵۹۱۹ میں اس حدیث کو ”بَابُ الذَّوَابِّ“ (مینڈھیاں) میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے میری مینڈھیوں یا میرے سر کو پکڑ کر بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا حدیث: ۶۲۱۵ کو اس باب میں ذکر کیا ہے جس میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا ذکر ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ تہائی رات گزرنے کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھا پھر آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ حدیث: ۶۳۱۶ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے جس میں بیدار ہونے کے بعد دعا کرنے کا ذکر ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ تہجد کی تیسرہ رکعت پڑھنے کے بعد آپ سو گئے اور جب دوبارہ بیدار ہوئے تو آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے میری آنکھ میں نور کر دے میرے کان میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے (یعنی مجھے مجسم نور کر دے)۔ حدیث: ۷۴۵۲ کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے آسمانوں اور زمینوں اور دیگر مخلوقات کی تخلیق کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے ”إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (آل عمران: ۱۹۰)“ پڑھی جس میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ۱۹ بار مکرر ذکر کیا ہے اور ہر بار اس حدیث سے ایک نیا مسئلہ نکالا ہے اور جس حدیث کو بھی امام بخاری جتنی بار مکرر ذکر کرتے ہیں اس سے امام بخاری اتنے ہی مسائل کا استنباط اور استخراج کرتے ہیں۔

احادیث مکررہ میں سند کے تکرار کا تجزیہ

اسی طرح امام بخاری جس حدیث کو مکرر ذکر کرتے ہیں تو عموماً ہر مرتبہ اس کو نئی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں مثلاً اس حدیث کو نمبر ۱۱ میں آدم سے روایت کیا نمبر ۱۳۸ میں علی بن عبد اللہ سے نمبر ۱۸۳ میں اسماعیل سے نمبر ۶۹۷ میں سلیمان بن حرب سے نمبر ۶۹۸ میں احمد سے نمبر ۶۹۹ میں مسدد سے نمبر ۷۲۶ میں قتیبہ بن سعید سے نمبر ۷۲۸ میں موسیٰ سے نمبر ۸۵۹ میں علی بن عبد اللہ سے نمبر ۱۳۸ میں علی بن عبد اللہ سے روایت تھی نمبر ۹۹۲ عبد اللہ بن مسلمہ سے نمبر ۱۱۹۸ میں عبد اللہ بن یوسف سے نمبر ۳۵۶۹ میں سعید بن ابی مریم سے نمبر ۳۵۷۰ میں پھر علی بن عبد اللہ سے یہ ان سے تیسری بار مکرر روایت ہے نمبر ۳۵۷۱ میں پھر علی بن عبد اللہ سے یہ ان سے چوتھی روایت ہے نمبر ۳۵۷۲ میں قتیبہ بن سعید سے نمبر ۷۲۶ بھی ان ہی سے تھی نمبر ۵۹۱۹ میں علی بن عبد اللہ سے یہ ان سے پانچویں روایت ہے نمبر ۶۲۱۵ میں ابن ابی مریم سے نمبر ۳۵۶۹ بھی ان سے روایت تھی نمبر ۶۳۱۶ میں پھر علی بن عبد اللہ سے یہ ان سے چھٹی مکرر روایت ہے نمبر ۷۴۵۲ میں سعید بن ابی مریم سے یہ ان سے تیسری مکرر روایت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ۱۹ احادیث میں سے علی بن عبد اللہ سے چھ مرتبہ سعید بن ابی مریم سے تین مرتبہ قتیبہ بن سعید سے دو مرتبہ مکرر روایت کی ہے اور یہ گیارہ مکرر اسانید ہیں اور آٹھ بار نئی اسانید سے روایت کی ہے۔

مکرر روایت کی یہ تفصیل اور تجزیہ صرف ہماری شرح کی خصوصیت ہے اور کسی شارح نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۰۵-۱۷۸۵-ج ۲ ص ۵۱۱ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

① حدیث ابن عباس سے مستفاد نہتر (۶۹) احکام شرعیہ (۲) دعاء نور (۳) لفظ رب کی تحقیق۔

۴۲- بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ علم کی حفاظت کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا ذکر تھا اور اس سے مقصود بھی علم کی حفاظت تھی اور یہ باب بھی علم کی حفاظت میں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں اور اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر انہوں نے ان آیتوں کی تلاوت کی: ”بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو اس کے بعد چھپاتے ہیں جب کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر دیا ہے ان لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں“ سو ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (ان کا) بیان کر دیا تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہوں“ (البقرہ: ۱۵۹-۱۶۰) بے شک مہاجرین میں سے ہمارے بھائی بازاروں میں سودا کرنے میں مصروف رہتے تھے اور انصار میں سے ہمارے بھائی کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے اور بے شک ابو ہریرہ بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لازم رہتا تھا اور ان مواقع پر حاضر ہوتا تھا جب وہ حاضر نہیں ہوتے تھے اور ان احادیث کو یاد رکھتا تھا جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

۱۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَوْ لَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثًا ثُمَّ يَتْلُوهُنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أُنْزِلَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّاهُ فَأُولَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرہ: ۱۶۰)۔ (۱۵۹)۔ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَبَعِ بَطْنِهِ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُونَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ۔

[اطراف الحدیث: ۲۰۴-۲۳۵۰-۳۶۳۸-۷۳۵۴] (صحیح)

مسلم: ۲۴۹۲ سنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۶۷ سنن ابن ماجہ: ۲۶۳۳ مسند

احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۷۶ ج ۱۲ ص ۲۲۱ مؤسسۃ

الرسالۃ بیروت

باب کے عنوان کے ساتھ اس کی مطابقت میں یہ الفاظ ہیں: اور ان احادیث کو یاد رکھتا تھا جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

اس حدیث کے کل پانچ رجال ہیں ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

”الصفق“ کا معنی اور علم کے اظہار اور تبلیغ کا بیان

اس حدیث میں ”الصفق“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ہاتھ پر ہاتھ مارنا جب کوئی شخص بازار میں کوئی چیز خریدتا ہے تو سودا ہو

جانے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ نے جو البقرہ کی دو آیتیں پڑھی تھیں ان میں علم کو چھپانے کی مذمت ہے حضرت ابو ہریرہ کا مطلب یہ تھا کہ اگر

علم کو چھپانا حرام نہ ہوتا تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا لیکن جب کہ علم کو چھپانا حرام ہے اور اس کا اظہار کرنا اور اس کی تبلیغ کرنا فرض

ہے تو اس وجہ سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی تمام احادیث بیان کر دیں۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی احادیث کا تقابل

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں سوائے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس احادیث زیادہ محفوظ اور لکھی ہوئی تھیں اور حضرت ابو ہریرہ نے احادیث زیادہ روایت کی ہیں حضرت ابو ہریرہ نے ۵۳۷۴ احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے ۷۰۰ احادیث روایت کی ہیں۔

علم کو دائماً طلب کرنے کی فضیلت ضرورت کے وقت اپنے کمال کا اظہار اور کسب معاش کی فرضیت

اس حدیث میں علم کی حفاظت کرنے اور دائماً علم کو طلب کرنے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ احادیث کی طلب میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے طلب علم کو طلب مال پر ترجیح دی تھی اور حضرت ابو ہریرہ نے اپنی اس فضیلت کو ظاہر کیا اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی فضیلت اور اپنے کمال کا اظہار کرنا جائز ہے یہاں ضرورت یہ تھی کہ لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ روایت کرنا بھی جائز ہے اور تجارت کرنا بھی جائز جیسا کہ مہاجرین تجارت کرتے تھے اور کاشت کاری کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ انصار کاشت کاری کرتے تھے اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کرنے کے لیے اس قسم کے کسب کرنا مستحب ہیں اور اگر کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو تو پھر اپنی اور اپنے ماں باپ اور اہل و عیال کی کفالت کے لیے کسب معاش کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۴۷ - ج ۶ ص ۱۱۶۲ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر ابو مصعب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابراہیم بن دینار نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے بہ کثرت احادیث سنتا ہوں جن کو میں بھول جاتا ہوں آپ نے فرمایا: تم اپنی چادر پھیلاؤ پس میں نے اپنی چادر پھیلائی آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا (اور اس کو میری چادر میں ڈال دیا) پھر فرمایا: اس چادر کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹالو سو میں نے اس چادر کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹالیا پھر اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی فدیک نے یہی

۱۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَبُو مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ أَبِي ذئبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أُنْسَاهُ؟ قَالَ أَبْطُ رَدَاءً لَكَ فَبَسَطْتُهُ قَالَ فَعَرَفْتُ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ. فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ.

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَدْيَكٍ بِهَذَا أَوْ قَالَ عَرَفْتُ بِيَدَيْهِ فِيهِ.

[طرف الحدیث: ۳۶۳۸] (سنن ترمذی: ۳۸۳۵) حدیث بیان کی یا کہا: آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں چٹو بنایا۔
اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کی حفاظت کرنا اور حضرت ابو ہریرہ نے اپنے حافظہ کی شکایت کر کے جو حافظہ کی کمی کا تذکرہ کیا تھا وہ علم کی حفاظت کے لیے ہی کیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابوبکر ان کا نام القاسم ہے یہ مدینہ کے عالم اور قاضی ہیں ابو حاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں یہ ۹۲ سال کی عمر میں ۲۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن ابراہیم بن دینار المدنی الانصاری یہ امام مالک کے ساتھ اہل مدینہ کے مفتی تھے امام بخاری نے کہا: یہ حدیث میں معروف تھے ابو حاتم نے کہا: ثقہ تھے (۳) محمد بن عبد الرحمن بن المغیرہ بن ابی ذؤب القرشی العامری یہ ثقہ اور کبیر الشان تھے امام احمد نے کہا: ابن ابی الذؤب امام مالک سے افضل تھے یہ ۵۹ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے (۴) سعید بن ابی سعید المقبری المدنی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۷۵)

نسیان سہو اور خطاء میں فرق اور نبی ﷺ کا شفا دینا اور ہر درد کا درماں ہونا۔

اس حدیث میں "نسیان" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بھولنا اور علم کے بعد جہل۔ سہو اور نسیان میں یہ فرق ہے کہ نسیان میں علم کی صورت حافظہ اور مد رکہ دونوں سے نکل جاتی ہے اور سہو میں علم کی صورت صرف مد رکہ سے نکل جاتی ہے اور حافظہ میں موجود ہوتی ہے اور سہو اور خطاء میں یہ فرق ہے کہ سہو میں معمولی تنبیہ سے انسان سمجھ جاتا ہے اور خطا میں معمولی تنبیہ کافی نہیں ہوتی 'نسیان وہ حالت ہے جو انسان پر غیر اختیاری طور پر طاری ہوتی ہے اور اس کا سبب حفظ کے اسباب سے غفلت برتنا ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ سے نسیان کو دور کر دیا اور چادر پھیلانے اور اس کو سینہ کے ساتھ چمکانے سے نسیان کا دور کرنا ایک اور طرح سے معجزہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ نے نبی ﷺ سے نسیان کی شکایت کی تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ نسیان کے ازالہ کے لیے کسی طبیب یا معالج کے پاس جاؤ میرا منصب تو صرف احکام شرعیہ بتانا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ صرف احکام شرعیہ بتانے کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ ہر درد کے درماں تھے اور آپ کے پاس ہر مشکل کا حل تھا اور آپ نے حضرت ابو ہریرہ کا حافظہ قوی کر کے اس کو ثابت کر دیا۔

۱۲۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ابْنِ أَبِي ذُؤَبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَاءَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَشْتُهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَشْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبَلْعُومُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذؤب از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن یاد رکھے ہیں ایک برتن کو تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاتا تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جاتا۔

قال أبو عبد الله الله البلعوم مَجْرَى الطَّعَامِ. ابو عبد الله (امام بخاری) نے کہا: "البلعوم" وہ نالی ہے جس سے طعام گزرتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ نے علم کی حفاظت کے لیے علم کے

ایک برتن کو لوگوں میں انڈیل دیا اور اپنی جان کی بقاء کے لیے دوسرے برتن کو نہیں انڈیلا۔
اس حدیث کے رجال کا تعارف ہو چکا ہے اسماعیل بن ابی اویس کے بھائی کا نام عبدالحمید بن ابی اویس ہے یہ ۲۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

علم کے دو برتنوں کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطل المالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

”وَعَاءُ“ اس طرف کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز جمع کی جائے۔ اس حدیث میں علم کے دو ”وَعَاءُ“ سے مراد علم کی دو قسمیں ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ نے علم کی ایک قسم وہ جمع کی جس میں سنن اور احکام شرعیہ سے متعلق احادیث تھیں اور دوسری قسم وہ جمع کی جس میں مستقبل میں واقع ہونے والے فتنوں کی خبریں تھیں اول الذکر کو لوگوں میں پھیلا دیا اور ثانی الذکر کو بیان نہیں کیا۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۱۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ علم کا چھپانا تو جائز نہیں ہے پھر حضرت ابو ہریرہ نے دوسری قسم کی احادیث کو کیوں بیان نہیں کیا؟

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو چھپالیں حالانکہ آپ نے فرمایا ہے: میری احادیث کی تبلیغ کرو اور رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ کیسے جائز ہے کہ آپ ایسی احادیث بیان کریں جن کی روایت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے اور مسلمانوں اور صحابہ اور اخیار تابعین کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کر دیں جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے جن احادیث کو چھپایا تھا ان کا تعلق احکام شرعیہ سے نہیں تھا کیونکہ ان کا چھپانا جائز نہیں ہے اور خود حضرت ابو ہریرہ نے کہا تھا کہ اگر قرآن مجید کی دو آیتیں نہ ہوتیں (البقرہ: ۱۶۰-۱۵۹) تو میں کوئی حدیث نہ بیان کرتا پس حضرت ابو ہریرہ کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جائے گا کہ وہ احکام شرعیہ میں سے کوئی حکم چھپالیں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرما چکے ہیں: تم میں جو یہاں حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۵) جن احادیث کو انہوں نے چھپایا تھا وہ ایسی احادیث ہیں جن میں آپ نے فرمایا تھا: فلاں شخص منافق ہے اور عنقریب تم عثمان کو قتل کرو گے اور میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی جو بنو فلاں ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۵۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۴) اگر حضرت ابو ہریرہ قریش کے ان لڑکوں کے ناموں کی تصریح کرتے تو وہ ان کی تکذیب کرتے اور ان کو قتل کر دیتے۔

(كشف المشكل ج ۱ ص ۱۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علم کے جس برتن کو حضرت ابو ہریرہ نے نہیں پھیلا یا اس میں وہ احادیث ہیں جن میں ظالم حکام کے اسماء ان کے احوال اور ان کے زمانہ کی تصریح ہے حضرت ابو ہریرہ ان میں سے بعض کا اشارہ ذکر کرتے تھے اور ان کی صراحت نہیں کرتے تھے کیونکہ اس سے ان کی جان کو خطرہ تھا جیسے انہوں نے کہا: میں ۶۰ھ کی امارت سے اور بچوں کی امارت سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور اس میں یزید بن معاویہ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا جو کہ ۶۰ھ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور وہ ۶۰ھ سے پہلے فوت ہو گئے اور اس کا کچھ ذکر ”کتاب الفتن“ میں آئے گا۔ ”کتاب الفتن“ میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: بچوں کی امارت

میں پہلا امیر یزید بن معاویہ تھا جو ۶۰ھ میں خلیفہ ہوا اور ۶۴ھ میں مر گیا پھر اس کا بیٹا خلیفہ ہوا اور وہ چند مہینوں بعد مر گیا اور اس سے مراد بعض حکام ہیں جو کم عمری میں حکمران بنادیئے گئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۳-۲۲۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو فرقہ باطنیہ نے اپنے باطل عقائد کی تصحیح کا ذریعہ بنالیا ہے ان کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت کا ایک باطن ہے اور ایک ظاہر ہے اور باطن سے ان کی مراد ہے: احکام شریعہ کی قید سے آزاد ہونا ہے اور دوسرے علماء نے کہا: اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن کا تعلق قیامت کی علامات سے ہے اور لوگوں کے احوال کے تغیر اور آخری زمانہ کی جنگوں سے ہے پس جس کو ان کا شعور نہیں ہوگا وہ ان کا انکار کرے گا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۶۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی یہی کچھ لکھا ہے اس کے بعد مزید لکھتے ہیں: متصفین نے کہا ہے کہ پہلے ظرف سے مراد ہے: احکام اور اخلاق کا علم اور دوسرے ظرف سے مراد ہے: اسرار اور حکمتوں کا علم جو علماء اور عرفاء کے ساتھ خاص ہے اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد حقیقی علم ہے اور وہ راز ہے جو محفوظ ہے اور یہ خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہوتا ہے یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں تیراکی کرتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے جن کے دل مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں کیونکہ یہ وہ اسرار ہیں جو دلوں میں جاگزین ہوتے ہیں اور یہ ریاضت کرنے والے نفوس کو حاصل ہوتے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۔ بَابُ الْإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کرنا

اس سے پہلا باب علم کی حفاظت کرنے میں تھا اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کیا جائے اور یہ ان دونوں بابوں میں مناسبت ہے۔

۱۲۱۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مَذْرُوكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ جَرِيرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِبِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے علی بن مدرک نے خبر دی از ابی زرعہ از جریر کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں کو خاموش کر دو پھر آپ نے فرمایا: میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۵-۶۸۶۹-۷۰۸۰]

(صحیح مسلم: ۶۵ سنن ابوداؤد: ۴۶۸۶ سنن نسائی: ۴۱۳۶ سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۳ السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۸۲ مسند ابوداؤد الطحاوی: ۶۶۴ سنن دارمی: ۱۹۴۱ مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۵ صحیح ابن حبان: ۵۹۳۰ المعجم الکبیر: ۲۴۰۴ شرح السنہ: ۲۵۵۰ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۶۷ ج ۳ ص ۵۰۳)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگوں کو خاموش کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حجاج بن منہال الاغاطی (۲) شعبہ بن الحجاج ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) علی بن مدرک الحنفی الکوفی یہ صالح صدوق اور ثقہ ہیں ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۴) ابوزرعہ ان کا نام ہرم بن جریر بن عبد اللہ الجبلی ہے آپ سید اور مطاع تھے اور بہت حسین و جمیل اور بلند قامت تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۸۰)

”ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا“ اس حدیث کے محال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں لوگ کافر نہیں ہوں گے اس لیے آپ نے اپنی وفات کے بعد اس سے منع فرمایا
یعنی جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو میرے بعد تم اپنے ایمان اور تقویٰ پر برقرار رہنا اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرنا اور ان کے اموال کو
باطل تاویل سے نہ حاصل کرنا یعنی تمہارے افعال کفار کے افعال کے مشابہ نہ ہوں اور تم ان کی طرح مسلمانوں کی گردنیں نہ مارو۔
اس حدیث کے مزید محال حسب ذیل ہیں:

- (۱) جائز اور حلال سمجھ کر مسلمانوں کی گردنیں مارنا کفر ہے۔
- (۲) مسلمانوں کی گردنیں مارنا نعمت اسلام کی ناشکری ہے۔
- (۳) مسلمانوں کی گردنیں مارنا کفر کے قریب ہے اور کفر تک پہنچاتا ہے۔
- (۴) مسلمانوں کی گردنیں مارنا حقیقت میں کفر ہے لہذا تم دائماً مسلمان رہو۔
- (۵) میرے بعد تم ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔
- (۶) تم ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔

علماء کی تکریم کی وجوہ

نبی ﷺ نے حکم دیا کہ لوگوں کو خاموش کر داس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کا کلام سننے کے لیے لوگوں کو
چپ کرانا محکمین پر لازم ہے قرآن مجید میں ہے:
لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(الحجرات: ۲)

جس طرح نبی ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنا منع ہے اسی طرح جب علماء حدیث پڑھ رہے ہوں تو ان کی آواز پر آواز بلند کرنا
بھی منع ہے کیونکہ وہ بھی نبی ﷺ کی آواز کے حکم میں ہے اور علماء کی تکریم اس لیے واجب ہے کہ وہ نبی ﷺ کی سنتوں کو زندہ
کرتے ہیں اور آپ کی شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۔ ج ۱ ص ۸۹ پر بیان کی گئی ہے اس کی شرح میں ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے
اطلاق کی ۷ توجیہات بیان کی گئی ہیں۔

جب عالم سے سوال کیا جائے کہ سب سے

بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب

ہے کہ وہ اس کا علم اللہ کے سپرد کر دے

۴۴۔ بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا

سُئِلَ أَيْ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَيَكُلُّ

الْعِلْمَ إِلَى اللَّهِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق عالم کی تعظیم کے بیان میں تھا اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ وہ
تعظیم کا اس وقت مستحق ہے جب وہ یہ کہے کہ سب سے زیادہ علم اللہ کا ہے۔

۱۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا - امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے

سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى لَيْسَ بِمُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ. فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبِي بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ أَنَا أَعْلَمُ، فَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ لِي بِهِ؟ فَقِيلَ لَهُ اخْمِلْ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ، فَإِذَا فَقَدْتَهُ، فَهُوَ تَمَّ، فَاَنْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُونٍ وَحَمَلًا حُوتًا فِي مِكْتَلٍ حَتَّى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا وَنَامَا، فَاَنْسَلَّ الْحُوتُ مِنَ الْمِكْتَلِ، ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ (الكهف: ٦١) وَكَانَ لِمُوسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَاَنْطَلَقَا بِقِيَّةٍ لَيْلِيَّتِهِمَا وَيَوْمِيَّتِهِمَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ ﴿إِنَّا غَدَاءٌ نَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا﴾ (الكهف: ٦٢) وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى مَسَامِنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أُمِرَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ﴾ (الكهف: ٦٣) قَالَ مُوسَى ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَاَرْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الكهف: ٦٤) فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسْجِي بِثَوْبٍ، أَوْ قَالَ تَسْجِي بِثَوْبِهِ، فَسَلَّمَ مُوسَى، فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنْتَ بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ أَنَا مُوسَى، فَقَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ ﴿هَلْ أَتَبَعَكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (الكهف: ٦٦-٦٧) يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عِلْمِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عِلْمُكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ. ﴿قَالَ سَتَجِدُنِي إِن

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ بے شک نوف بکالی یہ زعم کرتا ہے کہ (قرآن میں حضرت خضر کے ساتھ) جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں وہ کوئی اور موسیٰ ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں سب سے بڑا عالم ہوں اللہ عزوجل نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کو اللہ کی طرف نہیں لوٹایا تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ بے شک میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ آپ سے بڑا عالم ہے حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں اس تک کیسے واصل ہوں گا؟ ان سے کہا گیا کہ آپ ایک ٹوکری میں (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لیں جس جگہ اس مچھلی کو گرم پائیں گے وہیں خضر ہوں گے حضرت موسیٰ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد حضرت یوشع بن نون بھی روانہ ہوئے اور انہوں نے ایک ٹوکری میں (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لی حتیٰ کہ جب وہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچے تو ان دونوں نے اس پر اپنے سر رکھے اور سو گئے پس وہ مچھلی ٹوکری سے نکلی اور اس نے سمندر میں سرنگ کی مثل اپنا راستہ بنا لیا O (الكهف: ٦١) اور موسیٰ اور ان کے شاگرد کے لیے یہ بہت عجیب بات تھی پھر وہ دونوں بقیہ رات اور دن تک چلتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا: ”ہمارا ناشتہ لادو“ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ ہوئی ہے O (الكهف: ٦٢) اور موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ اسی وقت محسوس ہوئی تھی جب انہوں نے اس جگہ سے تجاوز کیا تھا جس جگہ انہیں جانے کا حکم دیا گیا تھا پھر ان کے شاگرد نے ان سے کہا: ”کیا آپ نے نہیں دیکھا جب ہم چٹان سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے

مَشَاءَ اللَّهِ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ (الکہف: ۶۹)
 فَأَنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا
 سَفِينَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ
 يَحْمِلُوهُمَا فَعَرَفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ
 فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَتَقَرَّرَ
 نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسَى
 مَا نَقَصَ عِلْمِي وَاعْلَمْكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا كُنْقَرَةٌ هَذَا
 الْعُصْفُورُ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنْ
 الْأَوَاحِ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوسَى قَوْمٌ حَمَلُونَا
 بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
 أَهْلَهَا؟ ﴿قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾
 قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ ﴿(الکہف: ۷۲-۷۳)﴾
 فَكَانَتْ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نَسِيَانًا فَأَنْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ
 يَلْعَبُ مَعَ الْغُلَّامَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ
 فَأَقْلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوسَى ﴿أَقْتَلْتُ نَفْسًا زَكِيَّةً
 بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ ﴿(الکہف: ۷۴)﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ
 تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿(الکہف: ۷۵)﴾ قَالَ ابْنُ عَصِيَّةَ
 وَهَذَا أَوْ كَذُ ﴿فَأَنْطَلَقَا حَتَّى إِذَا آتَا أَهْلَ قَرْيَةٍ بِاسْتِطْعَمَا
 أَهْلُهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ
 يَنْقُضَ فَأَقَامَهُ﴾ ﴿(الکہف: ۷۷)﴾ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ
 فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ
 أَجْرًا﴾ قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ﴿(الکہف: ۷۸)﴾
 ﴿۷۷﴾ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللَّهُ
 مُوسَى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتَّى يَقْصَ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِ هَذَا

[طرف الحديث: ۷۳]

(صحیح مسلم: ۲۳۸۰، سنن ترمذی: ۳۱۳۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۰۶)

تھے وہاں میں پھلی بھول گیا تھا“ (الکہف: ۶۳) حضرت موسیٰ نے کہا: ”ہم اسی کو تلاش کر رہے تھے پس وہ اپنے قدموں کے نشان تلاش کرتے ہوئے لوٹے“ (الکہف: ۶۳) جب وہ اس چٹان تک پہنچے تو وہاں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے تھے یا کہا: اس نے چادر سے اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا پس حضرت خضر نے کہا: تمہاری زمین میں سلامتی کہاں ہے؟ پس انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں! انہوں نے کہا: بنو اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! کہا: ”کیا میں اس پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ سکھا دیں جو نیک علم آپ کو سکھایا گیا ہے“ خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے“ (الکہف: ۶۷-۶۸) اے موسیٰ! میرے پاس اللہ کے علم میں سے وہ علم ہے جس کی اللہ نے مجھے تعلیم دی ہے جس کا آپ کو علم نہیں ہے اور آپ کے پاس اللہ کا وہ علم ہے جس کی اللہ نے آپ کو تعلیم دی ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے“ حضرت موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا“ (الکہف: ۶۹) پھر وہ دونوں روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ساحل سمندر پر پہنچے وہاں ان دونوں کے لیے کوئی کشتی نہیں تھی پھر ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری انہوں نے ان سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کر لیں انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا پس انہوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ان دونوں کو سوار کر لیا پھر ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے بیٹھ گئی اس نے سمندر میں ایک چوہے یا دو چوہیوں ماریں حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! میرا علم اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے سمندر میں اس چڑیا کی ایک چوہے ہے پھر حضرت خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کا ارادہ کیا اور اس کو اکھاڑ دیا حضرت موسیٰ نے کہا: ان لوگوں نے بغیر معاوضہ کے ہمیں کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کا تختہ اکھاڑ دیا تاکہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں! حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے“ موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر میری گرفت نہ کیجئے“

(الکہف: ۷۳-۷۴) سو پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہو گئی پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے پس وہاں ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھل رہا تھا حضرت خضر نے اس لڑکے کا سراپہ کی طرف سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا پھر حضرت موسیٰ نے کہا: ”کیا آپ نے ایک بے قصور جان کو بغیر کسی جان کے عوض کے قتل کر ڈالا“ (الکہف: ۷۴) ”خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہیں صبر کر سکیں گے“ (الکہف: ۷۵)۔ ابن عیینہ نے کہا: اس میں زیادہ تاکید ہے ”پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ ایک دیہات والوں کے پاس پہنچے تو دیہات والوں سے کھانا مانگا انہوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا پھر ان دونوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی انہوں نے اس کی مرمت کر دی“ (الکہف: ۷۷) خضر نے اپنے ہاتھ سے اس کی مرمت کی تب حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: ”اگر آپ چاہتے تو اس پر کوئی معاوضہ لے لیتے!“ حضرت خضر نے کہا: بس! یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے“ (الکہف: ۷۸-۷۹) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے ہم چاہتے تھے اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ ان دونوں کے مزید واقعات ہم پر بیان کیے جاتے۔

حدیث: ۷۴ میں اس حدیث کی مکمل تخریج اور شرح گزر چکی ہے باقی امور کی شرح ہم یہاں ذکر کریں گے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ عنوان میں ہے: جب عالم سے پوچھا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اس علم کو اللہ کے سپرد کرے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: سب سے بڑا عالم میں ہوں پھر اس کے نتیجہ میں ان کو حضرت خضر علیہ السلام تک سفر کرنا پڑا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد الجعفی المسندی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۶) نوف بن فضالہ ابو یزید البکالی وہ عالم فاضل اور دمشق والوں کے امام تھے ابن الحنین نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دربان تھے اور قصہ گو تھے مشہور یہ ہے کہ وہ کعب احبار کی بیوی کے بیٹے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے البکالی میں بنی بکال کی طرف نسبت ہے اکثر محدثین اس لفظ کو بنگالی پڑھتے ہیں (۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۸۳)

علم کے مضاف ہونے کی توجیہ عتاب کا معنی اور حضرت موسیٰ پر عتاب کی توجیہ مجمع البحرین کا مصداق اور یہی ہوئی مچھلی کے زندہ ہونے کی توجیہ۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس جملہ میں موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف مضاف ہے حالانکہ موسیٰ علم ہے اور علم کی اضافت نہیں کی جاتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس لفظ کو نکرہ بنایا گیا پھر اس کی اضافت کی گئی اور نکرہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: ان میں سے ایک جن کا نام موسیٰ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں سب سے بڑا عالم ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا عتاب کا معنی ہے: شفقت اور محبت سے کسی کو ملامت کرنا یا اس کے کسی نامناسب کام پر محبت سے ٹوکنا یا اس کی گرفت کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا تھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اور سائل کا منشاء یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اور واقع میں بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے اس لیے حضرت موسیٰ کا جواب صحیح تھا لیکن چونکہ سوال مطلقاً تھا اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ تنبیہ کی گئی کہ آپ کو چاہیے تھا آپ کہتے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے مجمع البحرین کا معنی ہے: بحر فارس اور بحر روم کے ملنے کی جگہ غلبی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ یہ جگہ افریقہ میں ہے۔

جس چٹان پر حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون سر رکھ کر سوئے تھے اس چٹان میں آب حیات کا چشمہ تھا اس کا پانی جس کو بھی لگ جاتا وہ زندہ ہو جاتا وہ مچھلی پکی ہوئی تھی اس کو پانی نے چھو تو وہ زندہ ہو گئی اور حرکت کرنے لگی اور ان کی ٹوکری سے نکل کر سمندر میں داخل ہو گئی۔

جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس کا تعارف

جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ الضحاک نے کہا: وہ لڑکا عمار افساد کرتا تھا اور اپنے ماں باپ کو ایذا پہنچاتا تھا کلبی نے کہا: وہ لڑکا رات کو لوگوں کی چیزیں چرائیتا تھا اور صبح کو اپنے ماں باپ کے پاس چلا جاتا اور وہ اس پر شفقت کی وجہ سے قسم کھا کر کہتے کہ یہ تو رات بھر ہمارے پاس رہا تھا اس کے نام میں اختلاف ہے الضحاک نے کہا: اس کا نام جیسون تھا شعبہ نے کہا: اس کا نام جیسور تھا ابن وہب نے کہا: اس کے باپ کا نام ملاس اور اس کی ماں کا نام رحمی تھا۔

عالم یا شیخ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے حضرت خضر کی نبوت پر دلیل اور دیگر مسائل

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ علم کی طلب کے لیے سفر کرنا چاہیے اور سفر میں ناشتہ اور کھانے کی چیزیں ساتھ رکھنی چاہئیں اور عالم یا شیخ کا ادب اور احترام کرنا چاہیے اور ان کے اقوال اور افعال میں سے اگر کوئی چیز سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ ضرورت کے وقت کھانے کا سوال کرنا جائز ہے اور یہ کہ جب کسی کام میں دو خرابیاں ہوں تو بڑی خرابی کے مقابلہ میں چھوٹی خرابی کو برداشت کر لینا چاہیے کیونکہ کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دینا چھوٹی خرابی ہے اور ظالم بادشاہ کا اس سالم کشتی کو غصب کر لینا بڑی خرابی ہے حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ کر اس کو عیب دار کر دیا تاکہ ظالم بادشاہ اس کو غصب نہ کر سکے نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے ہر حکم کو تسلیم کرنا چاہیے خواہ اس کی حکمت معلوم نہ ہو یا سمجھ میں نہ آئے جیسے خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا تختہ اکھاڑ دیا اور اس لڑکے کو قتل کر دیا یہ ظاہر یہ کام خراب اور فاسد تھے لیکن یہ کام واقع میں صحیح تھے جیسا کہ بعد میں ان

کاموں کی حکمت معلوم ہوگئی اسی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي. (الکہف: ۸۲)

میں نے اپنی رائے سے یہ کام نہیں کیے۔

حضرت خضر کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ انہوں نے یہ کام وحی سے کیے تھے اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے سو اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے صرف ولی نہ تھے بعض محدثین اور مبتدعین یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ولی تھے اور ولی نبی سے افضل ہوتا ہے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ولی سے علم حاصل کرنے گئے یہ عقیدہ باطل ہے حضرت خضر علیہ السلام نبی اور رسول تھے اور ایک نبی کا دوسرے نبی سے علم حاصل کرنا جائز ہے۔

حضرت خضر نے جو چڑیا کی چونچ میں پانی اور سمندر کے پانی کی مثال دی اس پر اعتراض کا جواب

ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت خضر نے کہا: میرے اور تمہارے علم کی مثال اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے چڑیا کی چونچ میں پانی سمندر کے پانی کے مقابلہ میں ہے حالانکہ چڑیا کی چونچ میں جو پانی ہے وہ بھی تنہا ہی ہے اور سمندر کا پانی بھی تنہا ہی ہے اور یہ تنہا ہی کا تنہا ہی کے ساتھ تقابل ہے اور حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم کی اللہ کے علم کے مقابلہ میں جو نسبت ہے وہ تنہا ہی کا غیر تنہا ہی کے ساتھ تقابل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال سے مقصود علم کی قلت اور عظمت میں تشبیہ دینا ہے اور اس سے من کل الوجوه تشبیہ دینا مقصود نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا یہ واقعہ کس جگہ پر ہوا تھا؟ اس کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام میدان تیار میں تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکلنے سے پہلے یہ واقعہ ہوا تھا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۹۶ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے اس واقعہ کی پوری تفصیل جاننے کے لیے بیان القرآن ج ۷ ص ۱۹۲-۱۶۰ الکہف: ۸۲۔ ۶۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

جس نے کھڑے ہوئے سوال کیا

اور عالم بیٹھا ہوا تھا

۴۵- بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ

قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس میں بھی عالم سے سوال کا

ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن عفان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جریر نے خبر دی ہے از منصور از ابی وائل از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آکر کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں قتال کرنے کی کیا تعریف ہے؟ کیونکہ ہم میں سے ایک شخص غضب میں قتال کرتا ہے اور ایک شخص حمیت (زبان یا قبیلہ کے تعصب) میں قتال کرتا ہے آپ نے اپنا سراٹھایا آپ نے جس وقت سراٹھایا تو

۱۲۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَإِنْ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حِمِيَّةً فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ قَالَ وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِيَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۰-۳۱۲۶-۷۳۵۸] اس وقت وہ سائل کھڑا ہوا تھا آپ نے فرمایا: جس نے اس لیے

قتال کیا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو وہ اللہ عزوجل کی راہ میں قتال ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۵۱۷، سنن ترمذی: ۱۶۳۶، سنن نسائی: ۳۱۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۳، مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ۷۷-۷۶، مسند

ابوداؤد الطیالسی: ۳۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۷۳ ج ۳ ص ۵۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس وقت سائل نے یہ سوال کیا 'اس وقت وہ کھڑا ہوا تھا اور اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ جب عالم بیٹھا ہوا ہو اور کوئی شخص اس سے کھڑے ہوئے سوال کرے تو یہ اس باب سے نہیں ہے کہ جب لوگوں کے لیے کھڑے ہونے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور جب کسی شخص میں اپنی تعظیم اور بڑائی کا خیال نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی سند میں عثمان کا ذکر ہے اس سے مراد عثمان بن ابی شیبہ ہے اور جریر سے مراد جریر بن عبد الحمید ہے اور منصور سے مراد منصور بن المعتمر ہے اور ابو داؤد سے مراد شقیق بن ابی سلمہ ہے اور ابو موسیٰ سے مراد عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

نیک اعمال کا انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہونا

انسان کی تین قوتیں ہیں: قوت عقلیہ، قوت غضبیہ اور قوت شہوانیہ اللہ کی راہ میں قتال اس وقت ہوگا جب وہ قوت عقلیہ کے تقاضے سے قتال کرے گا اور اس وقت اس کا یہ قتال اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے ہوگا یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگا یا اجر آخرت کے لیے ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہیں اور یہ کہ عبادت کے لیے اخلاص شرط ہے جس عبادت کا محرک اور باعث کوئی دنیاوی امر ہو اس کی وہ عبادت رائیگاں جائے گی اور مجاہدین کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں وہ ان مجاہدین کے متعلق ہیں جو دین کی سر بلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مستفتی کسی سبب یا عذر سے کھڑا ہوا ہو اور مفتی بیٹھا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اخلاص سے جہاد کی فضیلت اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کی مذمت میں احادیث

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر پوچھا: ایک شخص مال غنیمت کے حصول کے لیے قتال کرتا ہے ایک شخص اپنے ذکر اور شہرت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک شخص اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کا مقام دکھایا جائے ان میں سے اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرے کہ اللہ کا دین سر بلند ہو وہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۱۰، صحیح مسلم: ۱۹۰۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے جہاد اور غزوہ کے متعلق بتائیے آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اگر تم صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے قتال کرو گے تو تم صابر اور محتسب اٹھائے جاؤ گے اور اگر تم دکھاوے کے لیے اور مال کی کثرت کے لیے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاکار اور کثرت کے طالب ہو گے اے عبد اللہ بن عمرو! تم جس حال میں قتال کرو گے یا قتل کیے جاؤ گے اللہ عزوجل تم کو اسی حال میں اٹھائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کی متاع کو طلب کرتا ہے آپ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے لوگوں پر یہ حدیث بہت گراں گزری اور انہوں نے اس شخص سے کہا: تم اپنا سوال دوبارہ دہراؤ اس نے دوبارہ کہا: یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کی متاع کو طلب کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے اس نے تیسری بار سوال دہرایا رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۶، صحیح ابن حبان: ۳۶۳، المستدرک ج ۲ ص ۸۵، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۹۰۱، ج ۱۳ ص ۲۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے ایک شخص جہاد کرتا ہے وہ اجر کو بھی طلب کرتا ہے اور شہرت کو بھی اس کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا اس نے تین بار سوال دہرایا آپ نے ہر بار یہی فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے ہو اور اس سے اس کی ذات کا ارادہ کیا گیا ہو۔ (سنن نسائی: ۳۱۳۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں: جس نے اللہ کی رضا کے لیے جہاد کیا اور امام کی اطاعت کی اور اپنے پاک مال کو خرچ کیا اور اپنے شریک کے ساتھ آسانی کی اور فساد سے پرہیز کیا اس کی نیند اور بیداری سب کی سب اجر ہے اور جس نے فخر کرتے ہوئے اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا اس کا معاملہ برابر برابر نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۵، المعجم الکبیر: ۱۷۶، ج ۲ ص ۸۵، مسند الشافعی: ۱۱۵۹، المستدرک ج ۲ ص ۸۵، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۸، سنن دارمی: ۲۳۱۷، سنن نسائی: ۳۱۸۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۷۳۰، شعب الایمان: ۳۲۶۵، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۲۰، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۰۴۲، ج ۳۶ ص ۳۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۸۰۳، ج ۵ ص ۹۱۳ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۶- بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمِي الْجِمَارِ شیطان کو کنکریاں مارتے وقت سوال کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے۔

۱۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجُمُرَةِ وَهُوَ يُسْتَلُّ، فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ إِيَّاهُ وَلَا خَرَجَ قَالَ آخِرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ؟ قَالَ إِنْحَرْ وَلَا خَرَجَ، فَمَا سُبُلَ عَنْ شَيْءٍ قَدِيمٍ وَلَا آخِرٍ إِلَّا قَالَ إِفْعَلْ وَلَا خَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از زہری از عیسیٰ بن طلحہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو جمرہ کے پاس دیکھا آپ سے سوال کیا جا رہا تھا ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر (ذبح) کر لیا آپ نے فرمایا: اب کنکریاں مارو کوئی حرج نہیں! دوسرے شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے نحر کرنے سے پہلے سروٹ لیا آپ نے فرمایا: اب نحر کر لو کوئی حرج

نہیں آپ سے جس چیز کے بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا: اب کر لو کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح، حدیث: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”اور تم کو جو بھی علم دیا

۴۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَمَا أُوتِيتُمْ

گیا ہے وہ کم ہے O“ (بنی اسرائیل: ۸۵)

مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا) (الاسراء: ۸۵)

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے لیکن باب سابق میں عالم کے جواب کا ذکر تھا اور اس باب میں عالم نے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ اس جواب کی سائل کو اپنے عمل میں ضرورت نہیں تھی اور جواب نہ دینے میں آپ کی نبوت کی تصدیق تھی اس کی تفصیل یہ ہے:

اس باب کے عنوان میں آیت کا ایک حصہ ذکر کیا گیا ہے پوری آیت اس طرح ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا O (بنی اسرائیل: ۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے O

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہودیوں نے آپ سے اس معروف روح کے متعلق سوال کیا تھا جس کے سبب سے بدن میں حیات ہوتی ہے لیکن آپ نے اس کا جواب نہیں دیا اور روح کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا۔ (تذیلات اہل النجاشی ص ۱۰۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں تھا آپ کے پاس ایک لائچی تھی جس سے آپ ٹیک لگاتے تھے آپ کے پاس سے یہودیوں کا ایک گروہ گزرا ان میں سے بعض نے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کر ڈا اور بعض نے کہا: ان سے سوال نہ کرو آپ اپنی لائچی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا انہوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا میں نے جان لیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا O“ (بنی اسرائیل: ۸۵)۔

(جامع البیان ج ۱۵ ص ۱۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش سلیمان نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں جا رہا تھا اور آپ جس لائچی پر ٹیک لگاتے تھے وہ آپ کے ساتھ تھی آپ یہودی کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان

۱۲۵- حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا وَأَمِيئُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْبِ النَّمِذِيَّةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَصَاٍ فَقَامَ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ لِمَ تَسْأَلُونَهُ لَيْعُظُ سَلْوَةً عَنِ الرُّوحِ؟ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ لَا يَجِيءُ فِيهِ بَشَرٌ تَكْرَهُونَهُ فَقَالَ

ہے کہ ان کا سوال حضرت جبریل کے متعلق تھا دوسرا قول ہے کہ ان کا سوال حضرت یحییٰ کے متعلق تھا تیسرا قول ہے: ان کا سوال قرآن مجید کے متعلق تھا چوتھا قول ہے: ان کا سوال عظیم روحانی مخلوق کے متعلق تھا اس کے متعلق اور بھی اقوال ہیں اس کی تفصیل ان شاء اللہ ”کتاب التفسیر“ میں آئے گی اور وہاں پر ہم یہ اشارہ کریں گے کہ روح حیوانی میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی حقیقت ان چیزوں میں سے ہے جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطل مالکی متوفی ۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض چیزوں کے علم پر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مطلع فرمایا ہے نہ کسی اور کو۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اپنی مخلوق کا روح کے علم سے امتحان لے پھر ان کو اس پر واقف کرے کہ وہ روح کے علم سے عاجز ہیں حتیٰ کہ وہ عاجز ہو کر روح کے علم کو اللہ کی طرف لوٹا دیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ اور وہ اللہ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا

(البقرہ: ۲۵۵) وہ چاہے۔

اور روح کا علم ان چیزوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کے علم پر مطلع کرنا نہیں چاہا۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۱۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

روح کے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہے اس نے اس علم کی کسی کو خبر نہیں دی۔ لوگوں نے روح کی ماہیت کے بارہ میں بہت زیادہ کلام کیا ہے حالانکہ قرآن نے اس کی خبر نہیں دی اور رسول سے اس کے متعلق سوال کیا گیا مگر انہوں نے اس کو نہیں بیان کیا اور مجھے فلاسفہ پر اتنا تعجب نہیں ہے جتنا علماء اسلام پر تعجب ہے جب ان کو علم ہے کہ قرآن نے روح کی حقیقت نہیں بتائی اور نہ رسول نے جن سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کے باوجود بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ روح جسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح ایک چیز ہے اور نفس دوسری چیز ہے انہوں نے ان اقوال کو فلاسفہ اور اطباء کے کلام سے اخذ کیا ہے اور روح تو اللہ عزوجل کے امر میں سے ایک امر ہے روح کا علم صرف اس کے تصرفات سے ہوتا ہے جیسے اللہ کے وجود پر صرف اس کے افعال سے استدلال کیا جاتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ”رَبِّ ارْنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰی“۔ (البقرہ: ۲۶۰) اے رب! تو مجھے دکھا کہ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا پس جب زندہ کرنے کا ادراک حضرت ابراہیم کی قدرت میں نہیں تھا تو اللہ سبحانہ نے ان کو چند مردے دکھائے جن کو زندہ کر دیا گیا۔ (كشف المشكل ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے روح کی ماہیت نہیں بتائی کیونکہ اس کی ماہیت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس لیے کہ اس کے بیان نہ کرنے میں ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین علماء اور حکماء کا روح کی تعریف میں اختلاف ہے اور جس تعریف پر عام متکلمین کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کا بدن میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح پانی کا گلاب کے پھول میں حلول ہوتا ہے اور اشعری سے یہ منقول ہے کہ انسان کے جسم میں جو سانس داخل اور خارج

ہوتا ہے وہ روح ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۳۸۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بنو آدم کی روح کے متعلق امام اشعری نے کہا ہے کہ وہ سانس ہے دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ ایک جسم ہے جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ کا شریک ہے تیسری تعریف یہ ہے کہ روح جسم لطیف ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کی ہے کہ اس کے بغیر حیات نہیں ہوتی، بعض علماء نے خون کو روح کہا ہے اور روح میں ستر (۷۰) اقوال ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ روح اور نفس ایک چیز ہیں یا الگ الگ ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں متغائر ہیں اور نفس انسانی وہ چیز ہے جس کو ہر شخص اپنے آپ سے تعبیر کرتا ہے امام غزالی نے کہا: نفس مجردہ ہے نہ وہ جسم ہے نہ جسمانی ہے اور امام غزالی نے کہا کہ روح ایسا جوہر ہے جو قائم بنفسہ ہے اور غیر متحیز ہے نہ وہ جسم میں داخل ہے اور نہ جسم سے خارج ہے نہ اس سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے۔

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو مخلوق سے مبہم رکھا ہے اور اس کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے حتیٰ کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ کو بھی روح کا علم نہیں تھا میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اور تمام مخلوق کے سردار ہیں سو آپ کا منصب اس سے بہت بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا جب آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ احسان ذکر فرمایا ہے:

وَعَلَّمَكُمَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (النساء: ۱۱۳)

آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے اللہ نے آپ کو اس کا علم دے دیا اور یہ آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے ○

اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں دلیل نہیں ہے کہ روح کو جانا نہیں جاسکتا اور نہ اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کو روح کا علم نہیں تھا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۰۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* تبیان القرآن ج ۶ ص ۹۳-۹۸ بنی اسرائیل: ۸۵ میں ہم نے روح پر بہت طویل بحث کی ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی ② روح کی موت کی تحقیق ③ جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر ④ روح کا حادث اور مخلوق ہونا ⑤ نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ ⑥ نفس امارہ نفس مضمہ کی تعریفات ⑦ عالم خلق اور عالم امر ⑧ رسول اللہ ﷺ کو روح کا علم تھا یا نہیں۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۲ پر ہے اور اس کی شرح ص ۶۱۷-۶۱۳ پر ہے اور شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① روح کی بحث ② یہودیوں نے نبی ﷺ سے کون سی روح کے متعلق سوال کیا تھا ③ روح کی تعریف ④ روح کی حقیقت مخفی رکھنے کی حکمت ⑤ نبی ﷺ کو روح کا علم دیئے جانے کے متعلق اکابر علماء اسلام کی تصریحات۔

۴۸- بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ
مَخَافَةً اَنْ يَقْصُرَ فَهَمُ بَعْضِ النَّاسِ
عَنْهُ فَيَقْعُوا فِيْ اَشَدِّ مِنْهُ

جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کبھی عالم کسی حکمت کی وجہ سے کسی سوال کا جواب نہیں دیتا اور اس باب میں بھی یہ بیان کیا

گیا ہے کہ کبھی عالم کسی اختیاری چیز کو کسی حکمت کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے جیسے کعبہ کی از سر نو تعمیر کرنا جائز تھا لیکن نبی ﷺ نے اس حکمت کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا کہ بعض نو مسلم جو زمانہ کفر کے قریب ہیں ان کے دلوں میں یہ چیز ناگوار ہوگی سو دونوں بابوں میں قدر مشترک حکمت ہے یعنی باب سابق میں حکمت کی وجہ سے جواب ترک کرنے کا ذکر ہے اور اس باب میں حکمت کی وجہ سے ایک اختیاری کام کو ترک کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ كُنْتُ عَائِشَةَ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيرًا، فَمَا حَدَّثْتُكَ فِي الْكُعْبَةِ؟ قُلْتُ قَالَتْ لِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ لَا قَوْمُكَ حَدِيثُ عَهْدِهِمْ. قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ. بِكَفَرٍ لَنَقَضْتُ الْكُعْبَةَ، فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُونَ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ. | اطراف الحديث: ۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۳۳۶۸۔ [۳۳۸۳-۷۲۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از اسود انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم کو بہت راز کی باتیں بتاتی تھیں تو کعبہ کے بارے میں انہوں نے تم کو کیا بتایا ہے؟ حضرت عائشہ نے یہ بتایا کہ مجھ سے نبی ﷺ نے یہ فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم دوہر جاہلیت کے قریب نہ ہوتی حضرت ابن الزبیر نے کہا: (یعنی) دوہر کفر کے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک دروازے سے لوگ کعبہ میں داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے پھر حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو اسی طرح بنا دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳، سنن نسائی: ۳۹۰۰، مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۴۸، کتاب الام ج ۲ ص ۱۵۰، السنن الکبریٰ للبخاری: ۳۸۸۳، مسند ابو یعلیٰ: ۴۳۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۶، صحیح ابن حبان: ۳۸۱۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷، معرفۃ السنن والآثار: ۹۹۱، شرح السنن: ۱۹۰۳، مصنف عبد الرزاق: ۸۹۴۱، مسند احمد ج ۶ ص ۷۷، طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۴۴۰، ج ۴ ص ۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ اس وجہ سے ترک کر دیا کہ قریش کعبہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے تو اگر آپ یہ اختیاری کام کر لیتے تو ان کے بدظن ہونے کا اندیشہ تھا اس وجہ سے آپ نے اس کام کو ترک کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان میں سے اسرائیل اور اسود کے سوا باقی سب کا تعارف ہو چکا ہے ان دونوں کا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السہمی البہدانی الکوفی، امام احمد نے کہا: یہ شیخ ثقہ ہے اور وہ ان کے حافظ پر تعجب کرتے تھے انہوں نے اپنے دادا ابو اسحاق سے احادیث کا سماع کیا یہ ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۰ھ میں فوت ہو گئے (۲) اسود بن یزید بن قیس اللخمی، یہ ابراہیم کے ماموں ہیں انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ کی زیارت نہیں کی یہ ۷۵ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے انہوں نے اسی (۸۰) حج اور عمرے کیے یہ ہر روز ۷۰۰ رکعات نماز پڑھتے تھے ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث کی روایت کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۰۵)

حطیم کے باہر سے طواف کرنا اتفاقی ہے اور حطیم کے اندر سے طواف کرنا اختلافی ہے

امام مازری نے کہا ہے کہ قریش قواعد ابراہیم پر مکمل بیت اللہ نہ بنا سکے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حطیم بیت اللہ کا جز ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جس نے حطیم کے اندر سے طواف کیا، گویا اس نے طواف نہیں کیا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ طواف دہرائے گا اور اگر وہ اپنے شہر چلا گیا ہے تو اس پر قربانی لازم ہے۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم“ کی اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حطیم بیت اللہ کا جز ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف حطیم کے باہر سے کریں اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے حطیم کے اندر سے طواف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا یا نہیں؟ جمہور کا قول یہ ہے کہ اس کے لیے یہ طواف کافی نہیں ہوگا اور امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے۔

اگر صحیح کام کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے

نبی ﷺ نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کی از سر نو تعمیر نہیں کی اور حطیم کو کعبہ میں داخل نہیں کیا اور اس کے دو دروازے نہیں بنائے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کام کرنا صحیح ہو لیکن اس کام کے کرنے سے زیادہ ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کام کو ترک کر دینا چاہیے اور لوگوں کو متنبہ کرنے سے احتراز کرنا چاہیے خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک سے ذکر کیا کہ وہ دوبارہ کعبہ کو منہدم کر کے اس طرح بنانا چاہتا ہے جس طرح حضرت ابن الزبیر نے بنایا تھا کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے رسول اللہ ﷺ کے منشاء کے مطابق کعبہ کو بنادیا تھا جس کو حجاج بن یوسف نے منہدم کر کے دوبارہ قریش کی تعمیر کے مطابق بنادیا تھا جب ہارون رشید نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو امام مالک نے اس سے کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کو قسم دیتا ہوں آپ ایسا نہ کریں ورنہ ہر بادشاہ اپنی نام آوری کے لیے کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو بناتا رہے گا اور لوگوں کے دلوں سے کعبہ کی ہیبت نکل جائے گی۔

(اکمال المعجم بقوائد مسلم ج ۳ ص ۳۲۸-۳۲۷ دار الفوائد بیروت ۱۴۱۹ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۳۶- ج ۳ ص ۵۹۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

- (۱) فائدہ کے مقابلہ میں نقصان سے بچنا زیادہ اہم ہے (۲) تعمیر کعبہ کی تفصیل و ارتقاء (۳) یزید کے دور حکومت میں کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر (۴) بیعت یزید کے سلسلہ میں حضرت حسین کا موقف (۵) بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف (۶) واقعہ حرہ کی تفصیلات (۷) مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھے (۸) مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت (۹) واقعہ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (۱۰) مصنف کا موقف (۱۱) یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا (۱۲) یزیدی فوجوں کے خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر (۱۳) حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (۱۴) شہادت حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ (۱۵) یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام غزالی کی رائے (۱۶) علامہ زبیدی کی رائے (۱۷) علامہ حلبی کی رائے اور مصنف کا موقف (۱۸) یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق (۱۹) جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق (۲۰) حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق (۲۱) حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات (۲۲) لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ (۲۳) لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ (۲۴) یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے (۲۵) لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر کی رائے (۲۶) لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے (۲۷) یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۳۸-۵۹۲ پر مذکور ہے۔

کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص

۴۹۔ بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا

کرنا اور اس خطرہ سے دوسروں کو نہ

دُونَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةً أَنْ لَا يَفْهَمُوا

بتانا کہ وہ نہیں سمجھیں گے

اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ جب یہ خطرہ ہو کہ کسی صحیح کام سے لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے شر میں مبتلا ہوں گے تو اس کام کو ترک کر دیا جائے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ کوئی مسئلہ صرف خاص سمجھ دار لوگوں کو بتایا جائے اور نا سمجھ لوگوں کو نہ بتایا جائے البتہ پہلا باب افعال میں تھا اور یہ باب اقوال میں ہے۔

وَقَالَ عَلِيُّ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، اتَّحِبُّونَ
اور حضرت علی نے فرمایا: لوگوں سے ایسی احادیث بیان کرو جن کو وہ سمجھ لیں کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی

تکذیب کی جائے؟

اس سے حضرت علی کی مراد یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو اس کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ جو چیز ان کے نزدیک غیر معروف ہو اس کو چھوڑ دو امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ تم کسی قوم کو ایسی حدیث نہ بیان کرو جس کی ان کی عقلوں تک رسائی نہ ہو ورنہ وہ حدیث ان لوگوں کے لیے فتنہ ہو جائے گی۔

۱۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ مَعْرُوفٍ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از معروف بن خربوذ از حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی اثر روایت کیا۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو اثر پہلے بیان کیا گیا ہے وہ مذکور الصدر سند سے بھی مروی ہے۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

یہ اثر عبید اللہ بن موسیٰ بن بزام نے خربوذ سے روایت کیا ہے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے ابو حاتم نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس کے سوا بخاری میں ان کی کوئی اور حدیث نہیں ہے۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا نام عامر بن داؤد ہے یہ غزوہ احد کے سال پیدا ہوئے اور کوفہ میں رہائش اختیار کی پھر مکہ میں منتقل ہو گئے انہوں نے سعید الجری سے کہا: آج میرے سوا تمہیں روئے زمین پر کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبین میں سے تھے اور ان کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نواحدیث روایت کی ہیں یہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے آخر میں فوت ہو گئے تھے امام بخاری نے ان کے صرف اس اثر کو روایت کیا ہے امام مسلم امام ابو داؤد امام نسائی اور

امام ابن ماجہ نے بھی ان کی احادیث روایت کی ہیں یہ ۱۱۰ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۰۹)

۱۲۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث

بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

أَنَّ بَنِي مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ. قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ إِذَا يَتَكَلَّمُوا وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِمًا.

[اطراف الحديث: ۱۲۹-۱۲۲]

(صحیح مسلم: ۳۲۰، الادب المفرد للبخاری: ۹۳۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۱۳، شرح السنن: ۳۹، المعجم الکبیر: ۲۵۵، ج ۲۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۶۵، الاحادیث الثانی: ۱۸۳۲، مسند ابی یوسف: ۲۶۲، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۲، مسند ج ۵ ص ۲۲۸-۲۲۲، طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۹۹۳-۲۲۰۹۶، ج ۳۶ ص ۳۱۹-۳۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قادمہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ (سواری کے) پالان پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت معاذ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: یا معاذ بن جبل! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں آپ نے (دوبارہ کہا: یا معاذ!) انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! اور آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں! یہ تین بار مکالمہ ہوا آپ نے فرمایا: جو شخص بھی صدق دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا حضرت معاذ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں آپ نے فرمایا: پھر وہ اسی پر تکیہ کر لیں گے اور حضرت معاذ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے اس کی خبر دے دی۔

اس باب کا عنوان ہے: کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس حدیث میں بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عظیم بشارت کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو خاص کر لیا اور انہیں منع فرمادیا کہ وہ دوسرے لوگوں کو یہ خبر نہ بتائیں ورنہ وہ اسی پر اعتماد کر لیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں تو ایک قوم کو کسی چیز کے ساتھ خاص کر لینے کا ذکر ہے جب کہ حدیث میں ایک فرد کو خاص کر لینے کا ذکر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوم سے مراد عام ہے ایک شخص ہو یا کئی اشخاص ہوں نیز یہاں پر حضرت معاذ کے ساتھ حضرت انس بھی تھے اور کبھی ایک شخص پر امت کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا. (النحل: ۱۲۰)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) الخلق بن ابراہیم ابن راہویہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) معاذ بن ہشام الدستوائی یہ اپنے والد اور ابن عون سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہے ابن معین نے کہا: یہ صدوق ہیں اور حجت نہیں ہیں ابن عدی نے کہا: یہ بعض اوقات غلطی کرتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ صدوق ہیں یہ ۲۰۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابو ہشام (۴) قادمہ بن دعامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۱۰)

”رَدِيفُ رَحْلِ لَبَيْكَ سَعْدَيْكَ يَتَكَلَّمُوا“ اور ”تَأْتِمًا“ کے معانی

اس حدیث میں ”رَدِيفُ“ کا لفظ ہے جو شخص سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہو اس کو ”رَدِيفُ“ کہتے ہیں جو چیز دوسری چیز کے تابع ہو اس کو بھی ”رَدِيفُ“ کہتے ہیں نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھنے والے مختلف اوقات میں تمیں سے زائد صحابہ تھے۔
رَحْلُ: اونٹ پر جو پالان ہوتا ہے اس کو ”رَحْلُ“ کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں جس سواری کا ذکر ہے وہ دراز گوش تھا جیسا

کہ ”کتاب الجہاد“ میں اس کا ذکر آئے گا۔

لیک: ”یہ لب“ سے بنا ہے یہ اصل میں تھا: ”اَلْبُكُّ لَكَ اِلْبَابًا بَعْدَ اِلْبَابٍ“ اس کا معنی ہے: میں آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کے لیے حاضر ہوں۔

سعدیک: یہ اصل میں تھا: ”اُسْعِدْكَ لَكَ اِسْعَادًا بَعْدَ اِسْعَادٍ“ یہ بھی لیک کے معنی میں ہے اس کا معنی بھی ”لیک“ کی مثل ہے تاکید کے لیے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

یتسکلو: اس کا مصدر ”اِتَّكَال“ ہے اس کا معنی ہے: اعتماد کرنا یعنی پھر لوگ صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے پر اعتماد کر لیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔

تائماً: ”تَائَمَ فُلَانٌ“ کا معنی ہے: اس نے ایسا فعل کیا جس سے وہ گناہ سے نکل گیا اگر حضرت معاذ اس کی کسی کو کبھی بھی خبر نہ دیتے تو وہ علم کو چھپانے کی وعید میں داخل ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ ضرور علم کو بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ. (آل عمران: ۱۸۷)

اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے پکا عہد لیا کہ وہ اس کو ضرور لوگوں سے بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں۔

اس لیے حضرت معاذ نے اس آیت کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اس بشارت کی خبر دے دی۔

حدیث مذکور کی بشارت کو مخفی رکھنے کی وجوہ

نبی ﷺ نے اس بشارت کو مخفی رکھنے کا جو حکم دیا تھا اس میں اس بشارت پر اعتماد کر کے ترک عمل کے علاوہ اور کیا حکمت تھی؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس بشارت کے ظاہر کا یہ تقاضا تھا کہ جس نے بھی توحید و رسالت کی گواہی دے دی وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جب کہ دلائل قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جن موحدین نے گناہ کیے ہیں ان میں سے بعض کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے یا شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکال لے گا اور چونکہ یہ معنی مخفی تھا اس لیے آپ نے حضرت معاذ کو اس بشارت کا اعلان عام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(۲) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو اپنے تمام گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد توحید اور رسالت کی گواہی دے اور اسی پر مر جائے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(۳) یہ بشارت اکثر مسلمانوں کے لیے ہے کہ جو توحید اور رسالت کی صدق دل سے گواہی دیتا ہے وہ نیک عمل کرتا ہے اور گناہوں سے مجتنب رہتا ہے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(۴) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس نے توحید اور رسالت کی گواہی دی وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اصلاً دوزخ میں داخل ہی نہیں ہوگا۔

(۵) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کے پورے جسم کو دوزخ کا عذاب نہیں ہوگا کیونکہ مسلمان کے جسم کے مواضع جود کو اور کلمہ پڑھنے والی زبان کو عذاب نہیں ہوگا۔

(۶) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا اس کو دوزخ کا عذاب نہیں

ہوگا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

- (۱) جو لوگ مسائل کے حفظ اور ضبط کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہوں ان کو لطیف معافی اور اسرار پر مطلع کرنا چاہیے اور جن لوگوں میں یہ خصوصیت نہ ہو ان کو ایسی باتیں نہیں بتانی چاہئیں تاکہ وہ اپنی کم فہمی کی بناء پر ان اسرار و رموز کو افشاء نہ کر دیں۔
- (۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔
- (۳) اس سے معلوم ہوا کہ جس مسئلہ میں تردد ہو کہ عام لوگوں کو اس کی خبر دی جائے یا نہیں اس کے متعلق امام سے استفسار کر لینا چاہیے۔

(۴) جب کوئی امیر یا امام نام لے کر نداء کرے تو لبیک کہہ کر جواب دینا چاہیے۔

(۵) اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے مغفرت کی عظیم بشارت ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۱- ج ۱ ص ۴۰۱ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ ذَكَرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذٍ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ . قَالَ أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ لَا، إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو شخص اللہ سے اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا حضرت معاذ نے کہا: کیا میں اس کی لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے خطرہ ہے کہ لوگ پھر اسی پر اعتماد کر لیں گے۔

اس حدیث کی تخریج حدیث: ۱۲۸ کی مثل ہے اور اس کی باب کے عنوان سے مطابقت بھی واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرہد ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان التیمی البصری یہ اپنے والد اور منصور وغیرہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن مہدی وغیرہ نے روایت کی ہے یہ ثقہ اور صدوق ہیں اور علم اور عمل میں اپنے والد کی مثل تھے یہ ۱۰۶ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے احادیث کی روایت کی ہے (۳) معتمر کے والد سلیمان تیمی یہ بنو مرہ میں گئے اور وہاں لوگوں سے تقدیر کے مسئلہ پر بحث کی انہوں نے ان کو نکال دیا پھر ان کو بنو تمیم نے قبول کر لیا اور یہ ان کے امام ہو گئے شعبہ نے کہا: میں نے سلیمان سے زیادہ صادق کسی کو نہیں پایا جب یہ نبی ﷺ کی حدیث بیان کرتے تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا یہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے عشاء کے وضو سے ساری رات نماز پڑھتے رہتے تھے یہ اور ان کا بیٹا ساری رات مساجد میں گشت کرتے رہتے تھے کبھی ایک مسجد میں نماز پڑھتے اور کبھی دوسری مسجد میں یہ ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے ان کا میلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ کیا رسالت پر ایمان اور عمل کے بغیر بھی انسان جنت میں چلا جائے گا؟

اس حدیث میں یہ ذکر ہے: جس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اس میں صرف توحید کا ذکر ہے رسالت کا ذکر نہیں ہے حالانکہ رسالت پر ایمان کے بغیر توحید پر ایمان سے نفع نہیں ہوتا اس لیے لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا ذکر ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص کہے: جس نے وضو کر لیا اس کی نماز صحیح ہے یعنی جب کہ صحت نماز کی بقیہ شرائط بھی پوری کی جائیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص توحید پر ایمان لایا اور باقی ان چیزوں پر ایمان لایا جن پر ایمان لانا واجب ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں اعمال کا ذکر نہیں ہے کیا بغیر عمل کے بھی مومن جنت میں چلا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ بغیر عمل کے بھی جنت میں ابتداء چلا جائے گا اور اگر اللہ چاہے گا تو عمل نہ کرنے کی سزا کے بعد اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

۵۰۔ بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعِلْمِ علم میں حیا کا بیان

حیا کا معنی اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی کام پر مذمت کے خوف سے انسان پر تغیر کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے اس کو حیا کہتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ علم میں حیا سے کیا مراد ہے؟ حصول علم میں حیا کرنی چاہیے یا حصول علم میں حیا ترک کرنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں مراد ہیں بعض مواقع پر حصول علم میں حیا مطلوب ہوتی ہے اور بعض مواقع پر حیا کو ترک کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

علم میں حیا کی مثال یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا کہ ایک درخت مومن کی مثل ہے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ تو حضرت ابن عمر کے ذہن میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن چونکہ وہاں پر اکابر صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ان کے سامنے زبان کھولنے سے حضرت ابن عمر نے حیا کی۔ (صحیح البخاری: ۶۱)

اور بعض مواقع پر حیا کو ترک کرنا مطلوب ہوتا ہے اس کی مثال مجاہد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال میں آرہی ہے۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ لطائف اور اسرار کو صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے جو اس کے اہل ہوں اب اس باب میں یہ بتایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی مسئلہ معلوم کرنے کی حاجت ہو تو وہ اس وجہ سے اس کے معلوم کرنے کو ترک نہ کرے کہ ممکن ہے میں اس کے علم کا اہل نہ ہوں اور سوال کرنے سے حیا کرے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ اور مجاہد نے کہا: حیا کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکتا۔

یعنی جو شخص سوال کرنے سے حیا کرے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس کو اس بات کا بھی علم نہیں یا جو آدمی اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھتا ہو اور وہ سوال کرنے کو اپنی بڑائی کے خلاف سمجھتا ہو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا: آپ نے اتنا عظیم علم کیسے حاصل کیا؟ تو امام اعظم نے فرمایا: میں نے کسی کو فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور کسی سے فائدہ حاصل کرنے میں کبھی عار نہیں سمجھا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعَمَ النِّسَاءِ النِّسَاءُ الْأَنْصَارُ لَمْ يَمْنَعْنَهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصار کی خواتین کیا خوب خواتین ہیں انہیں دین کو سمجھنے سے کبھی حیا منع نہیں کرتی۔

امام بخاری نے یہ حدیث کا ایک فقرہ روایت کیا ہے اور جس حدیث کا یہ فقرہ روایت کیا ہے وہ مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک عورت اپنے پانی اور پیری کے چوں کو لے کر اچھی طرح وضو کرے پھر اپنے سر پر پانی ڈالے پھر اس کو اچھی طرح رگڑے حتیٰ کہ اس کے سر کے تمام حصوں میں پانی پہنچ جائے پھر اپنے سر پر پانی بہائے پھر مشک کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے حضرت اسماء نے کہا: اس سے کیسے پاکیزگی حاصل کرے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرے حضرت عائشہ نے چپکے سے ان سے کہا: اس مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشانوں کو صاف کرے پھر میں نے آپ سے غسل جنابت کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: پانی لے کر اس سے طہارت کرے پھر اچھی طرح وضو کرے پھر اپنے سر پر پانی بہائے پھر سر کو اچھی طرح ملے حتیٰ کہ سر کے تمام حصوں میں پانی پہنچ جائے پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہائے حضرت عائشہ نے کہا: کیا خوب عورتیں ہیں انصار کی عورتیں انہیں دین کو سمجھنے سے حیا منع نہیں کرتی۔

(صحیح مسلم: ۳۳۲، رقم المسلسل: ۷۳۴، سنن ابوداؤد: ۳۱۶، ۳۱۵، ۳۱۳، سنن ابن ماجہ: ۶۴۲)

انصار کی خواتین سے مراد اہل مدینہ کی خواتین ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از زینب بنت ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: یا رسول اللہ! اللہ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا کیا عورت پر بھی غسل (واجب) ہوتا ہے جب اسے احکام ہو جائے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جب وہ پانی دیکھ لے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور کہا: یا رسول اللہ! عورت کو بھی احکام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں! پس اس کا بچہ کس چیز سے اس کے مشابہ ہوتا ہے؟

۱۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلِ إِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ فَعَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ قَالَ نَعَمْ تَرَبَّثَ يَمِينُكَ فِيمَ يُشَبِّهَهَا وَلَذَهَا؟

[اطراف الحدیث: ۲۸۲، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۴۱]

(صحیح مسلم: ۳۱۳، سنن ترمذی: ۱۲۳، سنن نسائی: ۱۹۷، سنن ابوداؤد: ۲۳۷، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۹، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۶۵، سنن دارمی: ۷۶۳، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۹۲، صحیح ابن حبان: ۱۱۶۶، مسند الشامیین: ۱۷۳۹، مسند احمد ج ۶ ص ۹۲، طبع قدیم مسند احمد: ۶۱۰، ۲۳ ج ۳ ص ۱۵۶، مؤسستہ الرسالہ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حیاء کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام البیہقی (۲) ابو معاویہ محمد بن حازم التیمی (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام ان کا تعارف گزر چکا ہے (۵) زینب بنت ام سلمہ یہ زینب بنت عبد اللہ بن عبد الاسد الخزومی ہیں ان کی نسبت ان کی اُس ماں کی طرف ہے جوام المؤمنین ہیں ان کے اس شرف کو بیان کرنے کے لیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ (لے پاک) ہیں اور یہ بتانے کے لیے کہ ان

کی روایت ان کی ماں سے ہے جن کا نام پہلے بڑھ تھا پھر نبی ﷺ نے اس نام کو بدل کر ان کا نام زینب رکھ دیا یہ اپنے زمانہ کی خواتین میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں ان کی والدہ حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئیں اور وہاں سے ان کو لے کر آئیں یہ عمر سلمہ اور ذرہ کی بہن تھیں امام بخاری نے صرف ان کی یہی ایک حدیث روایت کی ہے اور امام مسلم نے دوسری حدیث روایت کی ہے یہ ۳۷۳ھ میں فوت ہو گئی تھیں ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ نبی ﷺ کی زوجہ تھیں ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۱۸)

اللہ تعالیٰ کے حیا کرنے کا معنی ہے: کسی کام کو ترک کرنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں فرماتا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کو ترک نہیں فرماتا اسی طرح میں بھی اپنی حاجت کے سوال کو ترک نہیں کرتی جس کا سوال کرنے میں عموماً عورتیں حیا کرتی ہیں کیونکہ عورتوں کی منی کا نازل ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو مردوں کی شدید خواہش ہے حیا کی تاویل ہم نے ترک کرنے سے اس لیے کی ہے کہ حیا انسان کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جو کسی عیب یا مذمت کے خوف سے طاری ہوتی ہے اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک و تعالیٰ حیا فرمانے والا کریم ہے جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۸۸، سنن ترمذی: ۳۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے بندہ کی دعا قبول نہ کرنے اور اس کے ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو حیا سے تعبیر فرمایا ہے پس اللہ تعالیٰ کا ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو ترک فرماتا اس کا حیا فرمانا ہے جیسے کریم کا کسی محتاج کے لوٹانے کو ترک کرنا اس کا حیا فرمانا ہے۔

بچہ ماں یا باپ کے کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے؟

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کی منی پر اس کے بچہ کی اس کے ساتھ مشابہت سے استدلال فرمایا ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں حضرت ام سلیم کے جواب میں فرمایا:

پس مشابہت کس وجہ سے ہوتی ہے؟ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے پس ان میں سے جس کا پانی بھی غالب ہو اور سابق ہو اسی کی وجہ سے مشابہت ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۱، سنن نسائی: ۲۰۰-۱۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۲، سنن ابن ماجہ: ۶۰۱)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: جب عورت کو احتلام ہو اور وہ پانی دیکھ لے تو کیا وہ غسل کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت عائشہ نے اس عورت سے کہا: تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں اور جنگ زدہ ہوں حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو چھوڑو عورت کی اپنے بچے کے ساتھ مشابہت اس پانی کی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۱۳، رقم المسلسل: ۷۰۰)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

- (۱) پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق عالم سے سوال کرنے میں حیا نہیں کرنی چاہیے۔
- (۲) عورت یا مرد جس کو بھی احتلام ہو اور اس کے کپڑوں پر پانی لگ جائے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔
- (۳) مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور اس کی بو گندھے ہوئے آنے کی طرح ہوتی ہے اور جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو اس کی بو انڈے کی طرح ہوتی ہے مرد کا پانی اچھل کر نکلتا ہے اور اس کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے اور اس پانی کے خروج کے وقت جسم کو لذت آتی ہے اور اس کے آلہ میں شہوت ہوتی ہے اور شہوت اور لذت سے خروج منی کے بعد غسل واجب ہوتا ہے اور عورت کی منی کے خروج کے بعد اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کو شہوت ہو یا نہ ہو اور شہوت سے مراد یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے جماع کی خواہش ہو۔

(۴) اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے اور ایک چیز کے لیے اس کی نظیر کا حکم ثابت کرنا ہے اور اس میں عورت کی منی کا ثبوت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۱۸-۶۱۷-ج ۱ ص ۱۰۰۹ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مِثْلُ الْمُسْلِمِ حَدَّثُونِي مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبَرْنَا بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَحَدَّثْتُ أَبِي بِمَا وَقَعَ فِي نَفْسِي فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتُهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذَا وَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلم کی مثل ہے مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ پس لوگوں کے ذہن جنگل کے درختوں میں چلے گئے اور میرے ذہن میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے پھر مجھے (بتانے سے) حیا آئی صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: میں نے اپنے والد کو بتایا جو میرے ذہن میں آیا تھا انہوں نے کہا: اگر تم اس وقت بتا دیتے تو میرے لیے یہ اس سے زیادہ محبوب تھا کہ مجھے اتنا اور اتنا مل جاتا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۶۱۱ میں گزر چکی ہے۔

جس شخص نے حیا کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا

۵۱- بَابُ مَنْ اسْتَحْيَا فَأَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّوَالِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت واضح ہے کیونکہ دونوں بابوں میں حیا کا ذکر ہے۔

۱۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرِ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ كُنْتٍ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از الاعمش از منذر الثوری از محمد بن الحنفیہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان

الْمَقْدَادُ أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . کرتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا جس کو مذی بہت آتی تھی میں نے
فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوُضُوءُ . [اطراف الحدیث: ۱۷۸-۲۶۹]
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ سے سوال کریں انہوں
نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس میں وضو کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۰۳، رقم المسلسل: ۶۸۱، سنن نسائی: ۱۵۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۸۸، مسند البیہقی: ۶۵۰-۶۵۹، مسند احمد ج ۱ ص ۸۰ طبع قدیم
مسند احمد: ۶۰۶، ج ۲ ص ۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے: حیاء کی وجہ سے دوسرے کو سوال کرنے کا حکم
دینا اور مذی عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ سے نکلتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خود رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کرتے ہوئے حیاء آتی
تھی کیونکہ آپ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں تھیں اس لیے انہوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آپ سے یہ سوال کریں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن سرحدان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) عبد اللہ بن داؤد بن عامر الخریبی، یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں
ابوزرعمہ اور محمد بن سعد نے کہا: یہ ثقہ ناسک ہیں انہوں نے کہا: میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا سوا ایک مرتبہ کے کم عمری میں ابو حاتم نے
کہا: یہ اپنی رائے پر عمل کرتے تھے اور صادق تھے سوائے امام مسلم کے ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے یہ ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے
تھے (۳) سلیمان الأعمش ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) منذر بن یعلیٰ ابو یعلیٰ الثوری ان کی احمد بن عبد اللہ اور عبد الرحمن نے توثیق
کی ہے اور ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۵) محمد بن حنفیہ یہ محمد بن علی بن ابی طالب الباشمی ہیں الحنفیہ ان کی ماں تھیں ان
کا نام خولہ بنت جعفر الحنفی الیمامی ہے یہ بنو حنیفہ کے قیدیوں میں سے تھیں محمد بن حنفیہ اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت عمر کی خلافت
کے دو سال رہ گئے تھے یہ ۸۰ یا ۸۱ سال کی عمر میں ۱۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے اور بقیع میں دفن کیے گئے ان سے ایک جماعت نے
روایت کی ہے (۶) حضرت علی بن ابی طالب الباشمی رضی اللہ عنہ ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۳)

مذی وودی اور منی کی تعریفات

اس حدیث میں مذی کا ذکر ہے ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ یہ وہ چکنی تری ہے جو عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کے وقت مرد کے آلہ سے نکلتی
ہے اور اس کے نکلنے کے بعد جسم میں کمزوری طاری نہیں ہوتی اور نہ اس کے نکلنے کا احساس ہوتا ہے اور یہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی
زیادہ نکلتی ہے اور وودی وہ چکنی تری ہے جو پیشاب کے بعد آلہ سے نکلتی ہے اور منی وہ سفید پانی ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے
خروج کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مقداد کا ذکر ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں اسود بن عبد یغوث نے ان کی پرورش کی تھی یا ان کو بیٹا بنا لیا تھا اسلام
لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا یہ بدری صحابی ہیں یہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ
سے ۳۲ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم ایک حدیث پر متفق ہیں اور امام مسلم ۳ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں مدینہ
سے دس میل کے فاصلہ پر جرف کے مقام پر ان کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی ۳۳ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
دور خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے احادیث

روایت کی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۵)

خروج مذی پر وضو کا وجوب اور بیوی کے والد کا احترام

اس حدیث میں آپ نے بتایا کہ مذی میں وضو ہے یعنی مذی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ وضو واجب ہوتا ہے کیونکہ یہ نجس ہے اسی لیے اس کے خروج کے بعد آلہ کو دھونا واجب ہے۔

حضرت علی نے حضرت مقداد سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کرو اس سے معلوم ہوا کہ استفتاء میں نیابت جائز ہے نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کے والد کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے سامنے ایسی بات کا ذکر نہیں کرنا چاہیے جو ان کی بیٹی کے ساتھ جماع یا بوس و کنار کے ساتھ متعلق ہو کیونکہ مذی کا خروج بیوی کے ساتھ بوس و کنار کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۳- ج ۱ ص ۱۰۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔

۵۲- بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فی المسجد علم اور فتویٰ کا مسجد میں ذکر کرنا

فتویٰ کا معنی ہے: کسی پیش آمدہ مسئلہ کا شرعی جواب جو عموماً مستند فقہاء سے حاصل کیا جاتا ہے باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے خروج مذی کے متعلق سوال کیا تھا اور اس باب کی حدیث میں ہے: ایک شخص نے نبی ﷺ سے حج کے احرام کے متعلق سوال کیا یعنی دونوں بابوں میں ایک امر دینی کے متعلق سوال کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی جو حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام جھ سے احرام باندھیں اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں اور حضرت عمر نے کہا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اہل یمن یلمم سے احرام باندھیں اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو نہیں سنا۔

۱۳۳- حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نَهْلَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيَهْلُ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحَفَةِ وَيَهْلُ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَهْلُ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمَمٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَمْ أَفْقَهُ هَذِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحديث: ۱۵۲۲-۱۵۲۵-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۳۳]

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱، رقم المسلسل: ۲۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۳، سنن نسائی: ۲۶۵۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۳، سنن ترمذی: ۸۳۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶)

مسند ابوضیف: ۲۲۳، صحیح ابن حبان: ۳۷۶۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲، طبع قدیم مسند احمد: ۳۳۵۵- ج ۸ ص ۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں رسول اللہ ﷺ سے حج میں احرام

ائمہ نے کا مسئلہ معلوم کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) لیث بن سعد ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) نافع بن سرجس ایک قول یہ ہے کہ یہ مغرب کے رہنے والے تھے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نیشاپور کے رہنے والے تھے تیسرا قول ہے: یہ کابل کے رہنے والے تھے حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کو بعض غزوات میں حاصل کیا تھا اور عمر بن عبدالعزیز نے ان کو مصر بھیج دیا تھا تا کہ یہ سنت کا علم حاصل کریں۔ یہ ۱۱۷ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۸-۳۲۷)

”اہلال“ کا معنی اور مواقیت کا جغرافیائی مواضع وقوع

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ”نہل“ کا لفظ ہے ”اہلال“ سے بنا ہے اس کا معنی ہے: احرام باندھ کر بلند آواز سے تلبیہ کہنا۔ جب بچہ پیدا ہونے کے بعد بلند آواز سے روتا ہے تو اس کو ”استہل“ کہتے ہیں۔

”ذوالحلیفہ“ علامہ نووی نے کہا: یہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے قاضی عیاض نے کہا: یہ مدینہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے ابن حزم نے کہا: یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (مدینہ سے چھ یا سات میل پر ایک گاؤں ہے جہاں سے اہل مدینہ احرام باندھتے ہیں۔ معجم البلدان ص ۱۱۹)

”الجحفۃ“ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جو شام کی جانب ہے۔ یہ مکہ سے چھ یا سات مراحل پر واقع ہے یہ سمندر کے قریب ایک شہر ہے۔ (مدینہ اور مکہ کی راہ پر چوتھی منزل پر ایک گاؤں ہے) یہ اہل شام اور مصر کی میقات ہے۔

(معجم البلدان اردو ص ۹۴)

”اہل نجد“، ”نجد“ کا معنی ہے: زمین کا جو حصہ زمین کے اوپر ہو اس کو ”نجد“ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پتھریلی زمین ہے اور یہاں جانا بہت صعوبت کا باعث ہے ”نجد“ حجاز اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے۔ (عرب کا وسطی علاقہ اس کا مرکزی شہر بل ریاض ہے اس کی حدود بدلتی رہتی ہیں اب اس کے مشرق میں بحرین ہے مغرب میں حجاز ہے شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء ہے۔ معجم البلدان اردو ص ۳۳۹)

”قرن“ یہ گول اور چمکنا پہاڑ ہے جو شخص نجد کے راستہ سے آئے اس کا میقات قرن النازل ہے یہ مکہ سے مشرق کی طرف ہے یہاں سے مکہ ۷۲ میل ہے۔ (یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔ معجم البلدان اردو ص ۲۷۲)

”یللم“ یہ تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور مکہ سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے ابن حزم نے کہا: یہ مکہ کے جنوب میں ہے اور اس سے مکہ ۳۰ میل ہے البکری نے کہا: اس کی وادیاں سمندر میں گرتی ہیں یہ یمن کے راستہ میں ہے اور یہ تہامہ کے بڑے راستہ میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۳۰-۳۲۸ ملخصاً)

”یللم“ مکہ کے جنوب میں دو شب کی مسافت پر اہل یمن کی میقات جہاں حضرت معاذ بن جبل کی مسجد بھی ہے یا طائف کے قریب ایک پہاڑ۔ (معجم البلدان اردو ص ۳۶۳)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۹۹- ج ۳ ص ۲۷۹-۲۷۸ پر ہے اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) میقات کا لغوی اور شرعی معنی (۲) میقات سے گزرنے میں مذاہب اربعہ (۳) احناف کا موقف (۴) احرام کا فلسفہ۔

۵۳- بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ

جس نے سائل کے سوال سے

بَاكَثَرَ مِمَّا سَأَلَهُ

زیادہ جواب دیئے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بھی سوال اور جواب تھے اور اس باب میں بھی سوال اور جواب کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذؤب نے حدیث بیان کی از ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ اور از الزہری از سالم از ابن عمر از نبی ﷺ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا: محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور نہ ٹوپی پہنے اور نہ ایسا کپڑا پہنے جس کو زعفران یا درس سے رنگا ہوا ہو پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں (درس سے مراد خوشبودار گھاس ہے)۔

۱۳۴- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُؤَبٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرَسُ أَوْ الزَّعْفَرَانُ فَإِنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْحُقُوفَيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَحْتَ الْكُعْبَيْنِ.

[اطراف احديث: ۳۶۶-۱۵۴۲-۱۸۳۸-۱۸۳۴-۵۷۹۳-۵۸۰۳-۵۸۰۵-۵۸۰۶-۵۸۳۷-۵۸۵۲] (صحیح مسلم: ۱۱۷۷، رقم المسلسل:

۲۷۴۵ سنن ابوداؤد: ۱۸۲۳ سنن نسائی: ۲۶۶۹-۲۶۷۴ سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹-۲۹۳۲ مسند الشافعی ج ۱ ص ۳۰۰ سنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۳۹ مسند ابویعلیٰ: ۵۸۰۵ صحیح ابن حبان: ۳۷۸۳ سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۹ شرح السنہ: ۱۹۷۶ مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ طبع قدیم مسند احمد: ۵۳۰۸ ج ۹ ص ۲۲۵ مؤسسة الرسالة بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے کیونکہ یہ جملہ اس کے سوال سے زائد ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان سب کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے آدم کا پورا نام آدم بن ابی ایاس ہے اور ابن ابی ذؤب کا نام محمد بن عبد الرحمن مدنی ہے اور نافع حضرت ابن عمر کے آزاد کیے ہوئے غلام ہیں اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں اور سالم وہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے بیٹے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

”الکعبین“ کی تفسیر علامہ بدرالدین عینی سے

”الکعبین“ کے متعلق علامہ بدرالدین محمود بن العینی التونی ۸۵۵ھ نے صحیح البخاری کی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: یہ ”کعب“ کا تشبیہ ہے اور یہاں اس سے مراد وسط قدم کی وہ جگہ (ہڈی یا جوڑ) ہے جہاں جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں نہ کہ وہ ابھری ہوئی ہڈی جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے کیونکہ ”کعب“ سے مراد وہ ابھری ہوئی ہڈی وضو کے باب میں ہوتی ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

پنڈلی کے جوڑ پر جو ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے اس کو عرف عام میں ٹخنہ کہتے ہیں علامہ عینی کا مطلب یہ ہے کہ حج میں ”کعب“ سے مراد ٹخنہ نہیں ہے بلکہ اس سے وسط قدم مراد ہے یعنی موزوں کو وسط قدم تک کاٹا جائے نہ کہ صرف ٹخنوں تک لیکن اس پر قوی اشکال یہ ہے کہ حدیث میں ”کعبین“ کا لفظ ہے جو کہ تشبیہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: دو ہڈیاں اور وسط قدم میں تو صرف ایک ہڈی ہے اس پر ”کعبین“ کا لفظ صادق نہیں آئے گا ”کعبین“ کا لفظ تو صرف ٹخنوں پر صادق آئے گا جو ہر پیر میں دو ہوتے ہیں اس پر دوسرا قوی اشکال یہ ہے کہ موزوں کو ”کعبین“ تک کاٹنے کا مقصد تو یہ ہے کہ جوتوں کی بجائے ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا جائے اگر ”کعبین“ سے مراد ٹخنے لیے جائیں تو پھر ٹخنوں تک موزوں کو کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہن کر چلا جاسکتا ہے لیکن اگر ”کعبین“ سے مراد وسط قدم کی ہڈی لی جائے اور وہاں تک موزوں کو کاٹ دیا جائے تو ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا نہیں جاسکتا کیونکہ اب ان موزوں کے ٹھہرنے اور نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی اور محرم کی عجیب صورت حال ہوگی اس کا آدھا پیر تو موزے کے اندر ہوگا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو اس مضحکہ خیز صورت حال پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر کا ”کعب“ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت سے رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث (۱۵۴۲) کی شرح میں لکھتے ہیں: امام محمد بن حسن اور فقہاء احناف میں سے ان کے قبعین نے کہا ہے کہ ”کعب“ سے مراد یہاں وہ ہڈی ہے جو قدم کے وسط میں ہوتی ہے جس جگہ جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں اس پر یہ اعتراض ہے کہ ”کعب“ کا یہ معنی اہل لغت کے نزدیک معروف نہیں ہے اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ امام محمد کا یہ قول ثابت نہیں ہے اور اس قول کو ان سے نقل کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہشام بن عبید اللہ الرازی نے محرم کے مسئلہ میں ان سے یہ سنا کہ محرم کو جب جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو کاٹ لے پھر امام محمد نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا اور اس کو ہشام نے وضو میں پیر دھونے کی طرف نقل کر دیا اسی وجہ سے علامہ ابن بطال اور دوسرے ان علماء پر رد کیا گیا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ”کعب“ سے مراد وہ معین ہڈی ہے جو قدم کی پشت پر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ”کعب“ کا یہ معنی امام محمد سے منقول ہے اور اگر بالفرض یہ نقل صحیح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہو اور اصمعی نے امامیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”کعب“ وہ گول ہڈی ہے جو پنڈلی کی ہڈی کے نیچے پنڈلی اور قدم کے جوڑ پر ہوتی ہے اور جمہور اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ ہر قدم میں دو ”کعب“ ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ ”کعب“ سے مراد وسط قدم کی ہڈی لینا امام ابو حنیفہ کا قول ہے نہ اس کو امام محمد بن حسن شیبانی نے کہیں لکھا ہے یہ صرف علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ اور شارحین ”ہدایہ“ نے ہشام بن عبد اللہ الرازی کے قول سے مستنبط کیا ہے ”ہدایہ“ کی شرح میں علامہ عینی نے اس کے بالکل برخلاف لکھا ہے جو انہوں نے بخاری کی شرح ”عمدة القاری“ میں لکھا ہے۔

علامہ عینی کا ”کعب“ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت قواعد نحو اور احادیث سے رد کرنا

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے ”ہدایہ“ میں لکھا: ”الكعب“ سے مراد وہ ابھری ہوئی بلند ہڈی ہے۔

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

”الكعب“ وہ ہڈی ہے جو قدم کے جوڑ میں ہوتی ہے جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر بلند ہوتی ہے (یعنی ٹخنے) اور الاصمعی نے

ان لوگوں کے قول کا انکار کیا ہے جنہوں نے کہا: یہ بڑی قدم کی پشت پر ہوتی ہے انہوں نے جوہری سے یہ نقل کیا ہے کہ زجاج نے کہا ہے کہ ”الکعبان“ دو بلند ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے آخر میں قدم کے ساتھ ہوتی ہیں (یعنی ٹخنے) اور ہڈیوں کا ہر جوڑ ”کعب“ ہے مگر یہ دونوں ”کعب“ دائیں اور بائیں قدم میں ظاہر ہوتے ہیں اس وجہ سے اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ کہا جائے دو ”کعب“ وہ ہیں جن کی یہ اور یہ صفت ہے۔ (الصراح للجوہری ج ۱ ص ۲۱۳ دارالعلم للملایین بیروت ۱۴۷۶ھ) علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے اس عبارت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ”کعب“ سے مراد وہ بڑی لینا جو قدم کی پشت پر ہوتی ہے یہ شیعہ کا قول ہے اور اصمعی نے اس قول کا رد کیا ہے۔ (ج ۱ ص ۱۵۶ العروس ج ۱ ص ۲۵۶ دار احیاء التراث العربی بیروت) علامہ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (النبایہ ج ۳ ص ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۸۸ھ) علامہ طاہر ثنی گجراتی متوفی ۹۸۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۳۱۶ مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۱۴۱۵ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور ”المختصر“ میں لکھا ہوا ہے: ہر پیر میں دو ”کعب“ ٹخنے ہوتے ہیں اور پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر دو طرفوں کی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ (مختصر القدوری ص ۳۰ اداریۃ القرآن ۱۴۲۲ھ) ابن جنی نے کہا: ابوبکر کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ”الکعبین“ وہ بلند ہڈیاں ہیں جو ہر پنڈلی کے نیچے اس کی کروٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ معین ہڈی جو قدم کی پشت میں ہوتی ہے وہ کعب نہیں ہے اور الازہری نے ”الہندیہ“ میں ثعلب سے نقل کیا ہے کہ ”الکعبان“ دو بلند ہڈیاں ہیں انہوں نے کہا: یہ ابو عمرو بن العلاء اور الاصمعی کا قول ہے اور ”کتاب النستی“ اور ”جامع القرائن“ میں مذکور ہے: ”الکعب“ وہ بلند ہڈی ہے جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر ہوتی ہے اور ہر پیر میں دو ”کعب“ (ٹخنے) ہوتے ہیں اور اس کی جمع ”کعبوب“ اور ”کعباب“ ہے۔

امامیہ اور تمام وہ لوگ جو پیروں پر مسح کے قائل ہیں انہوں نے کہا: یہ گول ہڈی ہے جیسی بکریوں اور گایوں کی ہڈی ہوتی ہے جو پنڈلی کے نیچے وہاں رکھی ہوئی ہے جہاں پنڈلی اور قدم کا جوڑ ہے جو تسمہ باندھنے کی جگہ ہے اور فخر الدین ابن الخطیب نے کہا: الاصمعی نے ”الکعب“ میں امامیہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا: دو بلند طرفوں کو ”نجمان“ کہا جاتا ہے اور یہ نقل اس کے خلاف ہے کہ ”کعب“ وسط قدم کی ہڈی ہے اور اگر ”کعب“ وہ ہوتا جس کو انہوں نے ذکر کیا ہے تو ہر پیر میں ایک ”کعب“ ہوتا پھر مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ پیروں کو ”کعباب“ تک دھویا جائے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی خلقت میں جو عضو واحد ہے اس کا تثنیہ جمع کے صیغہ سے آتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَقَدْ صَفَّتْ قُلُوبُنَا (التحریم: ۴)

پس بے شک تم دونوں کے دل راہ اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ”الی الکعبین“ کی جگہ ”الی الکعباب“ کیوں نہیں فرمایا اور ”کعب“ سے قدم کی پشت کی ہڈی کو مراد لینا ایک مخفی چیز ہے جس کو شارحین کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ہم نے جو ”کعبین“ کا معنی ذکر کیا ہے (یعنی ٹخنے) یہ معنی ہر ایک کو معلوم ہے اور مکلف کرنے کا مدار ظاہر معنی پر ہوتا ہے نہ کہ مخفی معنی پر نیز حضرت عثمان کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے دائیں پیر کو ”الکعبین“ تک دھویا پھر اسی طرح بائیں پیر کو دھویا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹، صحیح مسلم: ۲۲۶، رقم المسلسل: ۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۶، سنن نسائی: ۸۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر پیر میں دو ”کعب“ (ٹخنے) ہیں اور اسی طرح یہ حدیث ہے: حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا رکھو اللہ کی قسم! تم اپنی

ہفتوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔ حضرت نعمان نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے کے ساتھ چماتا تھا اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے ”کعب“ کو اس کے ”کعب“ کے ساتھ۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص اپنے ”کعب“ کو اپنے صاحب کے ”کعب“ کے ساتھ چماتا تھا اگر ”کعب“ کا معنی وسط قدم کی ہڈی ہو تو پھر کوئی شخص اپنے ”کعب“ کو نماز میں اپنے صاحب کے ”کعب“ کے ساتھ نہیں ملا سکتا یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ”کعب“ کا معنی ٹخنے ہو۔

درج ذیل حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ ”کعب“ کا معنی وسط قدم کی ہڈی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا معنی ٹخنہ ہی ہو سکتا ہے۔ حضرت طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالحجاز کے بازار میں دیکھا آپ کے اوپر سرخ جبہ تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! کہو لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) تم فلاح پا لو گے اور ایک آدمی آپ کے پیچھے آپ کو پتھر مار رہا تھا اور آپ کی کونچوں (ایڑی کے اوپر کے پٹھوں) اور آپ کے ”کعبین“ (ٹخنوں) سے خون بہ رہا تھا اور وہ آدمی یہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا یہ بہت بڑا جھوٹا ہے میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ عبد المطلب کے بیٹے ہیں پھر میں نے پوچھا: یہ آدمی کون ہے؟ جو ان کا پیچھا کر رہا ہے اور ان کو پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عبد العزیٰ ابولہب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۰۰، إدارة القرآن ۱۳۰۶ھ، صحیح ابن حبان: ۶۵۶۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۳ھ، سنن دارقطنی: ۲۹۴۴، ج ۳ ص ۴۴، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ، المسند رک: ۴۲۱۹، ج ۲ ص ۶۱۲، ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، مکتبہ نزار، مصطفیٰ ۱۴۲۰ھ، جمع الجوامع للسیوطی: ۱۱۳۵۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ”کعب“ سے مراد وہ بلند بھری ہوئی ہڈی ہے جو قدم کی جانب میں ہوتی ہے یعنی ٹخنہ جب کوئی شخص کسی چلنے والے کو پیچھے سے پتھر مارے گا تو وہ اس کے وسط قدم کی پشت پر نہیں لگے گا وہ اس کے ٹخنے پر ہی لگ سکتا ہے۔

صاحب ”ہدایہ“ نے کہا: ”کعب“ کا یہی معنی صحیح ہے علامہ عینی فرماتے ہیں: صاحب ”ہدایہ“ نے اس قول کو صحیح کہہ کر ہشام بن عبد اللہ رازی کی روایت سے احتراز کیا ہے کہ ”کعب“ قدم کی پشت پر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے فقہاء نے کہا ہے کہ ہشام کو امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے نقل کرنے میں سہو ہوا ہے کیونکہ امام محمد نے محرم کے مسئلہ میں یہ کہا ہے کہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ”کعبین“ (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ لے اور امام محمد نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا پس ہشام نے اس قول کو ”باب طہارت“ میں نقل کر دیا۔

علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ ”کعب“ وہ ہڈی ہے جو قدم کی پشت میں اُبھری ہوئی ہوتی ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے جو کہا ہے اس کو اہل لغت نہیں پہچانتے علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ابن حجر کی امام ابو حنیفہ کے مذہب سے جہالت ہے کیونکہ ابن حجر نے جو نقل کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ کا قول نہیں ہے اور نہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے کسی نے اس قول کو نقل کیا ہے پس اس نے یہ کیسے کہہ دیا کہ امام ابو حنیفہ نے ایسے ایسے کہا ہے اور یہ ان کی ائمہ کے خلاف بہت بڑی جرأت ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۷۹-۸۰، مکتبہ خانہ لبنان ۱۴۰۸ھ)

”کعب“ کی تفسیر میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی عبارات پر مصنف کا محاکمہ

در اصل علامہ عینی خود بھول گئے کہ وہ ”عمدة القاری شرح بخاری“ میں کیا لکھ چکے ہیں انہوں نے وہاں لکھا ہے کہ ”کعب“ مراد وسط قدم کی وہ ہڈی ہے جس پر جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں نہ کہ وہ ابھری ہوئی ہڈی جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۳۵) اور علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو یہ عتاب کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ ”کعب“ وسط قدم کی ہڈی ہے اور یہ اہل لغت کے نزدیک ثابت نہیں سو یہ بھی علامہ عینی کا بے جا عتاب ہے علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء احناف نے اس طرح کہا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے نہ امام محمد کا ہم علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن حجر کی روح سے معذرت خواہ ہیں اور ہم اس پر شرمندہ ہیں کہ ہمارے بہت بڑے حنفی عالم نے علامہ ابن حجر کی شان میں نازی کلمات کہے جب کہ وہ ان کلمات کے مصداق نہیں ہیں اور جو کچھ علامہ عینی نے ان کے خلاف کہا وہ ان سے بڑی ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں محققین پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور ان کے درجات بلند کرنے بے شک علامہ ابن حجر نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ ”کعب“ مراد وسط قدم کی ہڈی نہیں ہے بلکہ ٹخنے کی ہڈی ہے لیکن انہوں نے صرف اہل لغت کے مبہم اقوال سے استدلال کیا ہے اس پر انہوں نے ایک بھی حدیث نہیں پیش کی جب کہ علامہ عینی نے اس پر متعدد کتب لغت کے حوالے دیئے ہیں نحوی قواعد سے استدلال کیا ہے اور حضرت عثمان، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت طارق بن عبد اللہ محاربی رضی اللہ عنہم کی صحیح اور صریح احادیث سے استدلال کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن حجر کی بہ نسبت علامہ عینی کی احادیث پر بہت گہری نظر ہے اور علم میں ان کا مرتبہ حافظ ابن حجر سے کہیں زیادہ ہے لیکن انسانی کمزوریوں سے کوئی بشر خالی نہیں ہے اور معاصرانہ تعصب بھی انسانی کمزوری ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ”کعب“ کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۷۹۷ھ نے علامہ عینی کی طرف سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

ہشام نے جو امام محمد سے روایت کی ہے کہ ”کعب“ کا معنی وسط قدم کی پشت ہے یہ ان کا سہو ہے کیونکہ انسان کے جن اعضاء کا تشبیہ (دو دو) لکھنا ہو تو ان کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے جیسے ”فَقَدْ صَفَتْ قُلُوبُكُمْ“ (التحریم: ۴) میں ہے یعنی تم دونوں کے دل قدرے سچ ہو گئے اور اگر ہشام کی روایت صحیح ہوتی تو قرآن مجید میں ”الی الکعبین“ کی بجائے ”الی الکعاب“ ہوتا جیسے ”الی المرافق“ ہے۔ اسی طرح ”المبسوط“ میں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس روایت پر لغت اور سنت سے رد کیا جائے رہی لغت تو صحاح میں یہ تصریح ہے کہ ”کعب“ ابھری ہوئی بلند ہڈی کو کہتے ہیں اور الاصمعی نے اس قول کو رد کر دیا ہے کہ ”کعب“ کا معنی وسط قدم کی پشت ہے انہوں نے کہا کہ ”کعب“ کلام عرب میں علو (بلندی) سے ماخوذ ہے اسی وجہ سے ”کعبۃ“ کہتے ہیں کیونکہ وہ بلند ہے اور رہی سنت تو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو نیچا کر دے گا حضرت نعمان بن بشیر نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے سے ملاتا اور اپنے ”کعب“ کو اپنے صاحب کے ”کعب“ سے ملاتا (اور یہ اسی وقت ہوگا جب ”کعب“ کا معنی ٹخنہ ہونہ کہ وسط قدم کی پشت کی ہڈی)۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۳-۱۳ المکتبۃ الماحدیہ کوئٹہ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

”الکعبین“ قدم کی دونوں جانبوں میں دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں (یعنی ٹخنے) پھر انہوں نے ”البحر الرائق“ کے دلائل کے حوالے سے ہشام کی اس روایت کا رد کیا ہے کہ ”الکعب“ وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

”کعب“ کی تفسیر میں ”صحیح البخاری“ کے دیوبندی شارحین کی لغزش

”صحیح بخاری“ کے دیوبندی شارحین اس تحقیق پر مطلع نہیں ہو سکے اور انہوں نے زیر بحث حدیث البخاری: ۱۳۴ کی شرح میں لکھا ہے کہ ”کعب“ کا معنی وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

اگر جوتے کو اوپر سے اس طرح چاروں طرف سے کاٹ دیا جائے کہ پاؤں کا اوپر کا حصہ اور پیچ کی ہڈی کھلی رہی تو وہ بھی جائز ہے۔ (انوار الباری ج ۶ ص ۳۱۲ دار تالیفات اشرافیہ ملتان)

اس عبارت میں دوسری غلطی یہ ہے کہ حدیث میں تو جوتے نہ ملنے کی صورت میں موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کانٹے کا حکم ہے اور انہوں نے اس کی شرح میں جوتے کو چاروں طرف سے کانٹے کو لکھا ہے۔

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

”کعبین“ سے وسط قدم کی ہڈی مراد ہے یعنی اس طرح کاٹ لیں کہ اس سے نیچے ہو جائیں۔

(انعام الباری ج ۲ ص ۲۲۶ فقہیۃ الخزانہ عراقی)

”کعب“ سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ وضو کی بحث میں ”کعب“ سے مراد ٹخنہ ہے اور محرم کی بحث میں ”کعب“ سے مراد وسط قدم کی ہڈی ہے سو یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ جب کتب لغت، نحو، قواعد اور احادیث سے ثابت ہو گیا کہ ”کعب“ کا معنی ٹخنہ ہے تو اس کو محرم کی بحث میں وسط قدم کی ہڈی پر محمول کرنے کا کیا جواز ہے! نیز نبی ﷺ نے محرم کے متعلق ہی فرمایا ہے کہ وہ موزے کو ”کعبین“ کے نیچے سے کاٹ لے اور ”کعبین“ تثنیہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: دو ”کعب“ اور ہر پیر میں دو کعب ٹخنے ہی ہوتے ہیں وسط قدم کی ہڈی تو ایک ہے دو نہیں ہے اس پر ”کعبین“ کا اطلاق کیسے درست ہوگا! دوسرے یہ کہ اگر موزے کو وسط قدم سے کاٹ دیا جائے تو آدھا پیر موزے کے اندر ہوگا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہوگا اور آدھے پیر کا موزہ پہن کر نہ صرف یہ کہ چن بہت مشکل ہوگا بلکہ یہ صورت انتہائی مضحکہ خیز ہوگی اور حدیث رسول کو ایسے مضحکہ خیز معنی پر محمول کرنا جائز نہیں ہے رسول اللہ ﷺ اور امام محمدؒ ”کعب“ کے اس معنی سے مذی ہیں۔

امام محمدؒ کی ”المبسوط“ میں ہشام کی عبارت کی تحقیق

ہم نے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے امام محمدؒ کی ”المبسوط“ (کتاب الاصل) کا مطالعہ کیا اس میں امام محمدؒ کی یہ عبارت نہیں ہے جس کو فقہاء احناف نے نقل کیا ہے البتہ شمس الاممہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے اس طرح لکھا ہے:

ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو ”کعبین“ کے نیچے سے کاٹ دے تاکہ وہ موزے جوتوں کے حکم میں ہو جائیں اور ہشام نے امام محمدؒ کی طرف سے یہ تفسیر کی ہے کہ اس جگہ ”کعب“ سے مراد وہ جوڑے جو وسط قدم میں تسمہ باندھنے کی جگہ پر ہوتا ہے اسی وجہ سے ہمارے متاخرین مشائخ نے کہا ہے کہ محرم کے ”المشک“ پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ”کعب“ کو نہیں چھپاتا تو وہ جوتوں کے حکم میں ہے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۱۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہشام کی یہ تفسیر اس لیے غلط ہے کہ وسط قدم میں کوئی جوڑ نہیں ہے انسان کے قدم یا پیچ کا عضو ایک سیدھا اور سپاٹ جسم سے اس

میں کوئی جوڑ نہیں ہے جو صرف پیر کی دونوں جانبوں میں ہے جہاں پنڈلی ختم ہوتی ہے اور اس کی دونوں جانبوں میں ٹخنے ہیں اور یہی ”کعبین“ کا مصداق ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شمس الائمہ سرخسی کا جو قدیم نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں ہشام کی منقولہ عبارت نہیں ہے اس کی عبارت اس طرح ہے:

امام محمد نے کہا: محرم نہ قباء (اچکن) پہنے نہ قمیص نہ شلوار نہ ٹوپی کیونکہ حضرت ابن عمر نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ محرم نہ قباء پہنے نہ قمیص نہ شلوار اور نہ ٹوپی اور نہ موزے البتہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ”کعبین“ (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ دے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۷۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

محرم کے لیے چمڑے اور ریگزین کی چپل پہننے کا جواز

ہم اس مسئلہ کی گہرائی اور گیرائی میں اس لیے گئے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں ناواقف عوام میں یہ مسئلہ مشہور ہو گیا ہے کہ محرم کے لیے اسفنج یا ربڑ کی ایسی چپل پہننا ضروری ہے جس میں پیر کی پوری پشت کھلی رہتی ہے اور چمڑے یا ریگزین کی ایسی چپل یا ایسا جوتا پہننا جائز نہیں ہے جس میں پیر کی پشت ڈھکی ہوئی ہو خواہ ٹخنے کھلے ہوئے ہوں جب کہ ایسی چپل یا ایسے جوتے پہننا بالکل جائز ہیں جیسا کہ ہماری تفصیل اور تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ۲۶۸۹ ج ۴ ص ۲۴۶ میں بھی یہ مسئلہ لکھا تھا لیکن وہاں اختصار سے صرف چار سطریں لکھی تھیں جب کہ یہاں ”نعمۃ الباری“ میں اس مسئلہ کو بالکل ”الم نشرح“ کر دیا ہے۔ الحمد للہ علی ذلك۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں وہ کپڑے ذکر کیے جن کا پہننا ان کے لیے جائز نہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں ان کپڑوں کا ذکر فرمایا جن کا پہننا محرم کے لیے جائز نہیں ہے بہ ظاہر جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ محرم فلاں فلاں کپڑے پہنے تو اس خلاف ظاہر جواب کی کیا توجیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس خلاف ظاہر جواب کے حسب ذیل فوائد اور حکمتیں ہیں:

(۱) محرم کے لیے جن کپڑوں کا پہننا ناجائز ہے وہ منحصر اور منضبط ہیں اور جن کپڑوں کا پہننا اس کے لیے جائز ہے وہ غیر منضبط اور غیر منحصر ہیں۔

(۲) اصل اشیاء میں اباحت ہے محرم کے لیے جن کپڑوں کا پہننا ناجائز تھا ان کو آپ نے بتا دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے ماسوا کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔

(۳) اگر بالفرض آپ یہ فرماتے کہ محرم فلاں فلاں کپڑے پہنے تو ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص مفہوم مخالف سے یہ سمجھ لیتا کہ غیر محرم ان کپڑوں کے علاوہ کپڑوں کو نہیں پہن سکتا۔

(۴) آپ نے اس جواب سے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ دراصل سائل کو چاہیے تھا کہ وہ یہ پوچھتا کہ محرم کون سا لباس نہیں پہن سکتا اور اس کے لیے کون سا لباس پہننا حرام ہے کیونکہ حرام سے بچنا زیادہ اہم ہے باقی رہا جواز تو اس کا جاننا زیادہ اہم نہیں ہے کیونکہ وہ قیاس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

(۵) نبی ﷺ نے جن جزوی ملبوسات کو پہننے سے منع فرمایا ہے وہ اپنے ضمن میں کلیات کے حامل ہیں مثلاً آپ نے قمیص اور شلوار

کو پہننے سے منع فرمایا اس سے یہ کلیہ نکلتا ہے کہ محرم کے لیے سلا ہوا کوئی کپڑا پہننا جائز نہیں ہے، شلوار کے لفظ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ شرم گاہ کو چھپانے کے لیے کوئی سلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں، عمامہ اور ٹوپی کے لفظ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ احرام میں سر کو ڈھانپنا جائز نہیں، خواہ سلعے ہوئے کپڑے سے، خواہ ان سلعے کپڑے سے اور موزوں کے ذکر سے پیروں کو ڈھانپنے کی حدود کا ذکر فرمایا اور زعفران اور ورس کے ذکر سے یہ بتایا کہ محرم کے لیے کسی قسم کی خوشبو لگانا جائز نہیں اور آپ نے مذکر کے صیغے ذکر فرمائے اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ لباس کے یہ احکام خصوصاً مردوں کے لیے ہیں، عورت کے لیے اپنے تمام جسم کو چھپانا جائز ہے، خواہ لباس سلا ہوا ہو یا ان سلا البتہ اس کے لیے منہ کو ڈھانپنا حرام ہے۔

(۶) اجرام میں آپ نے جس قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ محرم کو خوش نما لباس سے احتراز کرنا چاہیے اور سادہ لباس میں رہنا چاہیے، ممنوع کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے اور عبادت میں دل لگانا چاہیے اور کفن کے مشابہ لباس پہننے، تاکہ اس کو موت اور آخرت کی یاد آتی رہے اور خوشبو سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے تاکہ وہ دنیا کی زینت اور دنیا کی مرغوبات سے دور رہے۔

موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں اس شخص کو موزے پہننے کی اجازت دی ہے جس کو جوتے نہ ملیں، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے، ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اس کے برخلاف امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ محرم ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کو کاٹے بغیر بھی ان کو پہن سکتا ہے، ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس محرم کو تہ بندنہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۴۰، صحیح مسلم: ۱۱۷۸، المرقم السلسل: ۲۷۳۸، سنن ترمذی: ۸۳۴، سنن نسائی: ۲۶۷۱، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۱)

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو تہ بندنہ ملے وہ شلوار پہن لے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۷۹، المرقم السلسل: ۲۷۵۱)

چونکہ ان احادیث میں موزوں کو کاٹنے کی شرط نہیں ہے اس لیے امام احمد نے کہا ہے کہ موزوں کو کاٹے بغیر بھی پہننا جائز ہے اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی جس حدیث میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے وہ ان احادیث سے منسوخ ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ موزوں کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹے بغیر ان کا پہننا جائز نہیں ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی احادیث جو مطلق ہیں ان کو ان احادیث پر محمول کرنا واجب ہے جن میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے اور ثقہ راوی کی حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں ان کو قبول کر لیا جاتا ہے اور ان کا موزوں کے کاٹنے کو مال کا ضائع کرنا قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام کیا جائے اس کو تصبیح مال کہنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جس نے ضرورت کی بناء پر موزے پہنے اس پر فدیہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر اس پر فدیہ

واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ بتا دیتے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اس پر فدیہ واجب ہے جیسے اس محرم پر فدیہ واجب ہوتا ہے جو سر میں جوؤں کے عذر کی وجہ سے سر منڈائے۔

حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کی حدیثوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس کو تہ بند نہ ملے وہ شلوار پہن سکتا ہے امام شافعی اور جمہور کا یہی مسلک ہے البتہ امام مالک اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ عذر کی حالت میں محرم شلوار پہن سکتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۱۷-۳۱۸ ملخصاً مکتبہ زار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے وہ شلوار پہن سکتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس شخص کو فدیہ دینا ہوگا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۳۸)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۸- ج ۳ ص ۲۳ پر ہے اس کی شرح میں مذاہب اربعہ میں احرام کی کیفیت کا بیان ہے۔

”کتاب العلم“ کا اختتام

صحیح البخاری: ۱۳۴ پر ”کتاب العلم“ ختم ہو گئی ”کتاب العلم“ میں ۱۰۲ احادیث اور ۱۸ متابعات اور تعلیقات وغیرہ ہیں اور اس میں ۱۶ مکرر احادیث ہیں اور ان میں ۱۶ احادیث ایسی ہیں جن کو امام مسلم نے روایت نہیں کیا اور اس میں ۲۲ صحابہ کے آثار ہیں۔ ابن رشد نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ”کتاب العلم“ کو اس باب پر ختم کیا ہے: ”باب من اجاب السائل باكثر مما سئل عنه“ جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیئے اس میں یہ اشارہ ہے کہ امام بخاری خیر خواہی کے جذبہ اور نیت صحیحہ پر اعتماد کرتے ہوئے انتہا پر پہنچ گئے ہیں اور اس سے کچھ پہلے انہوں نے یہ باب ذکر کیا تھا: ”من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية ان لا يفهموا“ جس نے علم کی بات کسی ایک قوم کو بتائی نہ کہ دوسروں کو ان کی نا سمجھی کو ناپسند کرتے ہوئے تو امام بخاری نے بھی ایسا کیا ہے اور بعض مقامات پر اس وجہ سے ان احادیث کو روایت نہیں کیا جو ان کے نزدیک صحیح الاسناد تھیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۷ ملخصاً دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

آج ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۶ مئی ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ ”صحیح البخاری“ کی ”کتاب العلم“ کی شرح مکمل ہو گئی۔ الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی اللہ العظیم! ”صحیح البخاری“ کی باقی کتب کی شرح بھی مکمل فرما دے! ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم ○ ربنا واجعلنا مسلمین لك وتب علينا انک انت التواب الرحيم ○





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۴۔ کتاب الوضوء [الطہارۃ] وضوء کا بیان

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کو ”باب الوحی“ سے شروع کیا پھر ”کتاب الایمان“ کو ذکر کیا اس کے بعد ”کتاب العلم“ کو ذکر کیا اور اب اس کے بعد ”کتاب الوضوء“ کو ذکر کیا صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ”کتاب الوضوء“ کے بجائے ”کتاب الطہارۃ“ لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ طہارت زیادہ اعم لفظ ہے وضو غسل اور تیمم سب کو شامل ہے اور طہارت کا معنی نجاست کو زائل کرنا ہے خواہ نجاست حقیقی اور حسی ہو یا حکمی ہو اس لیے ”کتاب الوضوء“ کے بجائے ”کتاب الطہارۃ“ زیادہ موزوں لفظ ہے۔

”وضوء“ کا لغوی اور شرعی معنی

”الوضوء“ ”الوضاءۃ“ سے ماخوذ ہے اس کا معنی حسن اور صفائی ہے اگر یہ لفظ ”وضوء“ ہو تو اس کا معنی وہ پانی ہے جس سے وضوء کیا جائے اور اگر یہ لفظ ”وضوء“ ہو تو اس کا معنی وضوء کرنے کا فعل ہے ”طہور“ اور ”طہور“ کے بھی اسی طرح دو معنی ہیں ”وضوء“ کا شرعی معنی عنقریب وضوء کی احادیث سے معلوم ہو جائے گا اور اس آیت (المائدہ: ۶) سے جس کو امام بخاری باب: ۱ کے عنوان میں ذکر کر رہے ہیں۔

وضوء کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

۱۔ باب مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”جب تم نماز کے قیام (کا ارادہ کرو) تو تم اپنے پیروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ“ (المائدہ: ۶)۔

وَقُولِ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدہ: ۶)۔

”صلوۃ“ کا لغوی اور شرعی معنی

امام بخاری نے ”کتاب الوضوء“ کو اس آیت سے اس لیے شروع کیا ہے کہ وضوء کے مسائل کو مستنبط کرنے میں اصل یہ آیت ہے اور قرآن مجید کی آیت سے افتتاح کر کے تبرک حاصل کرنا بھی مقصود ہے۔

اس آیت میں ”صلوۃ“ کا لفظ ہے یہ لفظ ”صلا“ سے بنا ہے جس کا معنی وہ ہڈی ہے جس پر دو کو لہے ہیں کیونکہ نماز کے رکوع اور سجود میں نمازی کے دونوں کو لہے ملتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ”صلوۃ“ کا معنی دعا ہے اور نماز کے آخر میں دعا ہوتی ہے اس لیے اس کو ”صلوۃ“ کہتے ہیں اور ”صلوۃ“ نبی ﷺ پر درود پڑھنے کو بھی کہتے ہیں اور نماز کے آخری تشہد میں آپ پر درود

پڑھا جاتا ہے اس لیے نماز کو ”صلوٰۃ“ کہتے ہیں اور ”صلوٰۃ“ کا شرعی معنی عبادت کے افعال مخصوصہ اور اذکار معلومہ ہیں اس آیت میں چہروں کو دھونے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے اور سروں پر مسح کرنے کا حکم ہے مسح کا معنی ہے: گھیلا ہاتھ پھیرنا اور اس آیت میں ٹخنوں تک پیروں کو دھونے کا حکم ہے ”الکعبین“ کا معنی ٹخنے ہیں جس کی تفصیل اور تحقیق البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے اور یہی وضوء کا شرعی معنی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آیت وضوء سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد وضوء کیا جائے

بہ ظاہر اس آیت کا معنی ہے: جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضوء کرو جب کہ نماز میں قیام سے پہلے وضوء کیا جاتا ہے اس لیے یہاں پر مراد یہ ہے کہ جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضوء کرو اس پر پھر اعتراض ہو گا کہ اگر نمازی نے پہلے سے وضوء کیا ہو تو کیا پھر بھی اس پر وضوء کرنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد ہے: جب تم بے وضوء ہو اور نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو پھر وضوء کرو۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (النحل: ۹۸) پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم قرآن پڑھ چکو تو پھر ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ پڑھو حالانکہ تعوذ کو قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے پڑھنا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ جب تم قرآن کریم پڑھنے کا ارادہ کرو تو پھر تعوذ پڑھو۔

اس اعتراض کا جواب کہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ آیت وضوء کے خلاف ہے

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں پہلے چہروں کو دھونے کا حکم ہے حالانکہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے جائیں پھر کلی کی جائے پھر ناک میں پانی ڈالا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پاک پانی سے وضوء کیا جائے اور پانی کے پاک ہونے کا تین اوصاف سے پتا چلتا ہے پانی میں نجاست کا رنگ نہ ہو اور اس میں نجاست کا ذائقہ نہ ہو اور اس میں نجاست کی بو نہ ہو جب پانی سے ہاتھ دھوئے تو معلوم ہو گیا اس میں نجاست کا رنگ نہیں ہے جب کلی کی تو معلوم ہو گیا کہ اس میں نجاست کا ذائقہ نہیں ہے اور جب ناک میں پانی ڈالا تو معلوم ہو گیا کہ اس میں نجاست کی بو نہیں ہے اور جب پانی کے اوصاف ثلاثہ سے اس کی طہارت کا یقین حاصل ہو گیا تو پھر وضوء کرنا شروع کر دیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَرَضَ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً، وَتَوَضُّأً آيْضًا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ثَلَاثٍ، وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْإِسْرَافَ فِيهِ وَأَنْ يَتَجَاوَزُوا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام ابو عبد اللہ نے کہا: اور نبی ﷺ نے یہ بیان کیا ہے کہ وضوء کا فرض ایک ایک بار دھونا ہے اور آپ نے دو دو بار بھی دھویا ہے اور تین تین بار بھی اور تین بار سے زیادہ نہیں دھویا اور اہل علم نے وضوء میں اسراف کو مکروہ کہا ہے اور نبی ﷺ کے فعل سے تجاوز کرنے کو بھی مکروہ کہا ہے۔

یہاں امام بخاری نے ایک ایک بار دو دو بار اور تین تین بار دھونے کے متعلق احادیث متعلقہ ذکر کی ہیں اس کے بعد ان کے متعلق احادیث موصولہ بھی ذکر کی ہیں البخاری: ۱۵۷ میں ایک ایک بار دھونے کی حدیث ہے البخاری: ۱۵۸ میں دو دو بار دھونے کی حدیث ہے اور البخاری: ۱۵۹ میں تین تین بار دھونے کی حدیث ہے۔

”وضو“ میں اسراف کرنے کو امام بخاری نے مکروہ کہا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے امام احمد نے تین بار سے زیادہ دھونے کو ناجائز کہا ہے اور ابن المبارک نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ وہ شخص گناہ گار ہوگا۔

اعضاء وضوء کو تین تین بار سے زیادہ دھونے کی کراہت کی دلیل

تین بار سے زیادہ دھونا اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو) سے اپنے دادا (عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! وضوء کس طرح ہوتا ہے؟ آپ نے ایک پانی کا برتن منگایا پھر اس میں سے پانی لے کر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا پھر تین مرتبہ اپنی کلائیوں کو دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر شہادت کی دو انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا پھر اپنے انگوٹھوں سے اپنی کانوں کے ظاہر پر مسح کیا اور شہادت کی دو انگلیوں سے کانوں کے باطن پر مسح کیا پھر اپنے دونوں پیروں کو تین تین بار دھویا پھر فرمایا: اس طرح وضوء ہوتا ہے جس نے اس پر زیادتی کی یا اس سے کمی کی تو اس نے بُرا کام کیا اور ظلم کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۵، سنن نسائی: ۱۳۰، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۰)

آپ نے تین دفعہ سے کم دھونے یا تین دفعہ سے زیادہ دھونے کو جو بُرا کام اور ظلم فرمایا ہے یہ اس شخص کے لیے ہے جو تین دفعہ دھونے کو صحیح اور سنت نہ سمجھے اور جو شخص تین دفعہ سے کم ایک بار یا دو بار دھوئے اور اس کی یہ نیت ہو کہ آپ نے بھی ایک ایک بار اور دو دو بار دھویا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اسی طرح جو شخص اپنا شک دور کرنے کے لیے یا زیادہ صفائی حاصل کرنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے تین تین بار سے زیادہ دھوئے وہ بھی اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی

۲۔ بَابُ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوَرٍ

اس عنوان میں طہارت سے مراد عام ہے جو غسل اور وضوء دونوں کو شامل ہے اس باب کو بعد کے ابواب پر اس لیے مقدم کیا ہے کہ یہ کتاب وضوء اور غسل کے احکام میں ہے اور نماز ان میں سے کسی ایک کے بغیر مقبول نہیں ہوتی۔ اس عنوان کی صحت پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳، رقم المسلسل: ۵۲۳، سنن ترمذی: ۱، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی ازہام بن منبہ بے شک انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے وضوء توڑ دیا اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک کہ وہ وضوء نہ کر لے حضرت موت کے ایک شخص نے کہا: اے ابو ہریرہ! حدیث کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بغیر آواز کے ہوا کا خارج ہونا یا آواز سے ہوا کا خارج ہونا۔

۱۳۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَضَرَ مَوْتَ مَا أَحْدَثَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ فَسَاءَ أَوْ ضَرَّاطٌ. [طرف الحديث: ۶۹۵۳]

(صحیح مسلم: ۲۲۵، رقم المسلسل: ۲۵۲۶، سنن ابوداؤد: ۶۰، سنن ترمذی: ۷۶، سنن ابن ماجہ: ۵۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۷۔ ۲۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰ طبع قدیم مسند احمد: ۹۳۱۳۔ ج ۱۵ ص ۱۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کلیۃً مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان عام ہے: طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور حدیث خاص ہے کہ وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے اور ان کی احادیث کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے، ماسوا الخلی بن راہویہ کے کیونکہ امام ابن ماجہ نے ان کی احادیث کو روایت نہیں کیا، اسحاق بن ابراہیم الحنظلی، اسحاق بن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں اور عبدالرزاق بن ہمام ہیں اور معمر بن راشد ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۷۰)

”أَحَدَثٌ، حَضَرَ مَوْتَ، فُسَاءٌ“ اور ”ضُرَاطٌ“ کے معانی

اس حدیث میں ”أَحَدَثٌ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جس شخص نے اپنا وضوء توڑ دیا۔

”حَضَرَ مَوْتَ“ یہ یمن کے ایک شہر یا اس کے ایک قبیلہ کا نام ہے یہ اصل میں دو نام تھے جن کو ملا کر ایک نام بنا دیا گیا۔

”فُسَاءٌ“ اور ”ضُرَاطٌ“ یہ دونوں اس معنی میں مشترک ہیں کہ جو ہوا ذر سے خارج ہوا اگر وہ بغیر آواز کے ہو تو اس کو ”فُسَاءٌ“ کہتے ہیں اور اگر وہ آواز کے ساتھ خارج ہو تو اس کو ”ضُرَاطٌ“ کہتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابو ہریرہ نے صرف ہوا خارج ہونے کو وضوء ٹوٹنے کا سبب بیان کیا ہے، حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال البکری المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے وضوء ٹوٹنے کے صرف دو سبب بیان کیے ہیں حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں: پیشاب اور پاخانہ کرنے، مذی اور ودی کے نکالنے، مباشرت کرنے، ٹیک لگا کر سونے اور خون نکلنے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے اور مس ذکر سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے وضوء ٹوٹنے کا وہ سبب بیان کیا ہے جو سبب غالب ہے اور جس کا اکثر وقوع ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۲۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز جنازہ، نماز عید اور سجدہ تلاوت کے لیے وضوء کرنے کا وجوب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے وضوء توڑ دیا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ وضوء کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام نمازوں کے لیے وضوء کرنا ضروری ہے اور اس میں نماز جنازہ اور نماز عیدین وغیرہ داخل ہیں، شععی اور محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضوء کے پڑھنا جائز ہے، ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ ان کا یہ قول اس باب کی حدیث اور اجماع کے خلاف ہے، فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے عذر بغیر عذر کے بے وضوء نماز پڑھی تو وہ گناہ ہوگا، کافر نہیں ہوگا اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے نماز کو کھیل بنا لیا۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ سجدہ تلاوت نماز نہیں ہے اس لیے بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے، اسی طرح جنبی اور حائض کے لیے بھی سجدہ تلاوت ادا کرنا جائز ہے اور اس میں قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی شرط نہیں

ہے۔ (المکلی بالآثار ج ۱ ص ۹۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

اسی طرح مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ نے بھی لکھا ہے:

سجدۃ تلاوت کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ سجدۃ تلاوت کرنے والے کو با وضوء ہونا

چاہیے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۰، دارالوقایہ ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک یہ دونوں قول باطل ہیں سجدۃ تلاوت ادا کرنے کے لیے بھی با وضوء ہونا ضروری ہے حدیث میں ہے:

عن ابن عمر لا یسجد الرجل الا وهو طاهر۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ کوئی شخص بغیر وضوء کے سجدہ نہ

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۵، مطبوعہ ملتان) کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حماد اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جب جنبی شخص آیت سجدہ کو سنے تو غسل کرے اس کے بعد سجدہ

کرے۔ (معنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

* اس مسئلہ کو ہم نے زیادہ تفصیل اور تحقیق سے بیان القرآن ج ۱ ص ۶۹۶-۶۹۳، الواقعہ: ۷۹ میں لکھا ہے۔

نماز کے دوران از خود وضوء ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء ٹوٹنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ وضوء ٹوٹنا اختیاری ہو یا اضطراری۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

وراصل علامہ ابن حجر نے یہ فقہاء احناف پر تعریض کی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر نماز میں انسان کا وضوء از خود بلا قصد ٹوٹ گیا

تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی وہ دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کر سکتا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا نماز میں وضوء ٹوٹ جائے وہ واپس جائے اگر امام ہے تو کسی کو خلیفہ بنا دے اور وضوء کرے اور اسی نماز پر بناء کرے

اور قیاس یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھے اور یہی امام شافعی کا قول ہے کیونکہ وضوء ٹوٹنا نماز کے منافی ہے اور وضوء کے لیے چل کر جانا اور

قبلہ سے منحرف ہونا نماز کو فاسد کر دیتے ہیں لہذا یہ عمد وضوء توڑنے کے مشابہ ہو گیا۔ (ہدایہ اولین ص ۱۲۸، مکتبہ شریعت مدینہ ملتان)

ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو (نماز میں) قے آجائے یا نکسیر آجائے یا مدی

نکل آئے تو وہ واپس جائے اور وضوء کرے پھر اس کی جو نماز گزر چکی ہے اس نماز پر بناء کرے اور وہ اس درمیان میں بات نہ

کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۱، سنن دارقطنی: ۵۵۴، کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۹۶)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں قے آجائے یا تھوڑی سی قے ہو تو وہ لوٹ

جائے اور وضوء کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے جب تک اس نے کلام نہ کیا ہو۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲، سنن دارقطنی: ۵۶۰)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قے آجائے یا تھوڑی سی

قے یا اس کی مدی نکل آئے اور وہ نماز میں ہو تو وہ واپس جائے اور وضوء کرے پھر واپس آ کر اپنی نماز پر بناء کرے جب تک اس نے

کلام نہ کیا ہو۔ (سنن دارقطنی: ۵۶۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۳۳-۱۳۲)

ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ جس شخص نے نماز میں وضوء ٹوٹنے کے بعد دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کی ہے اس کا یہ عمل اس باب کی حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس نے بہر حال وضوء کر کے نماز پڑھی ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ وہ از سر نو نماز پڑھے اور اس مسئلہ میں حدیث بھی وارد ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت علی بن طلحہ الحظمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی نماز میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ لوٹ جائے پھر وضوء کرے اور اپنی نماز کو دہرائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۰۵، سنن ترمذی: ۱۱۶۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۵، شرح السنہ: ۷۵۳، صحیح ابن حبان: ۲۲۳۷، سنن دارقطنی: ۵۵۳، مسند احمد ج ۱ ص ۸۶)

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کا جواز

قرآن مجید میں ہے: جب تم میں سے کوئی نماز میں قیام کا ارادہ کرے تو اپنے چہروں کو دھوئے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے (الخ) یعنی مکمل وضوء کرے۔ آیا ہر نماز کے لیے اس پر وضوء کرنا ضروری ہے یا ایک نماز سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا، حضرت عمر نے کہا: آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے آپ نہیں کرتے تھے آپ نے فرمایا: اے عمر! میں نے عدا یہ کام کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۷، رقم المسلسل: ۶۳۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۲، سنن ترمذی: ۶۱، سنن نسائی: ۱۳۳، سنن ابن ماجہ: ۵۱۰)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۵، ج ۱ ص ۸۶۳ پر مذکور ہے اور اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

- ① موجب طہارت کی تحقیق ② فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال ③ فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ ④ بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق ⑤ فاسقوں کے لیے زجر ادا نہ کی جائے ⑥ مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔

۳۔ بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ مِنْ اَثَارِ الْوُضُوءِ

وضوء کی فضیلت اور آثار وضوء سے جن مسلمانوں کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور چمک دار ہوں گے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ وضوء کرنے کی وجہ سے وضوء کرنے والے مسلمانوں کو دوسروں پر فضیلت دی جائے گی اور اس باب کی پہلے باب سے مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں یہ بتایا تھا کہ وضوء کے بغیر نماز جائز نہیں ہے اور اس باب میں وضوء کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

۱۳۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هَالٍ عَنْ نَعِيمِ الْمُجَمِّرِ قَالَ رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید بن ابی حلال از نعیم البحر انہوں نے کہا: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا، حضرت ابو ہریرہ نے وضوء

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي يَدْعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُخَجَّلِينَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ. (صحیح مسلم: ۲۳۶، رقم المسلسل: ۵۶۸، سنن ابن ماجہ: ۲۲۸۲، سنن نسائی: ۱۵۰، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۳۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۸۳۱۳۔)

کیا پھر کہا: بے شک میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک میری امت کو وضوء کے آثار کی وجہ سے قیامت کے دن "غرمُحجل" (جن کے چہرے اور ہاتھ پیرسفید اور روشن ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے سو وہ ایسا کرے۔

ج ۱۳ ص ۱۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی آثار وضوء سے غرمُحجل ہونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن کبیر (۲) لیث بن سعد مصریٰ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) خالد بن یزید البریری فقیہ مفتی تابعی ہیں ثقہ ہیں ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سعید بن ابی حلال اللیثی یہ مصر میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں پرورش پائی پھر ہشام کی خلافت میں دوبارہ مصر لوٹ آئے اور ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) نعیم بن عبد اللہ النخعی یہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے بیٹے محمد اور امام مالک روایت کرتے ہیں امام ابو حاتم اور دوسروں نے ان کی توثیق کی ہے یہ بیس سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رہے ہیں انجر ان کے والد کی صفت ہے اس کا معنی ہے: لوبان کی دھونی دینے والا یہ مسجد میں لوبان کو سلگا کر اس کی خوشبو پھیلاتے تھے صحابہ میں بھی نعیم بن عبد اللہ انعام نام کے لوگ تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۷۴)

"غرمُحجل" کا معنی

اس حدیث میں "غرمُحجل" کا لفظ ہے۔ "غُرَّة" اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا ماتھا سفید ہو اور "محجل" اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پیرسفید ہوں قیامت کے دن وضوء کرنے والے مسلمانوں کے آثار وضوء سے ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پیرسفید ہوں گے۔

امت دعوت اور امت اجابت

اس میں آپ نے فرمایا ہے: میری امت غرمُحجل ہوگی آپ کی امت کی دو قسمیں ہیں: امت دعوت اور امت اجابت امت اجابت وہ لوگ ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور امت دعوت وہ لوگ جن کو آپ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ آپ پر ایمان نہیں لائے یہاں امت اجابت کی فضیلت مراد ہے۔

آثار وضوء سے چہرے ہاتھوں اور پاؤں کا سفید ہونا اس امت کی خصوصیت ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال البکری المالکی المتونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: ابو محمد اصیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت ہے دوسری امتیں وضوء نہیں کرتی تھیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۲۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کی امت کی خصوصیت آثار وضوء سے غرمُحجل ہونا ہے وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ پہلی امتیں بھی وضوء کرتی تھیں:

حضرت سارہ کو جب ایک کافر بادشاہ نے گرفتار کر لیا اور وہ بدی نیت سے ان کی طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے کھڑے ہو کر وضوء،

کیا اور نماز پڑھی اور یہ دعا کی: اے اللہ! بے شک میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے سو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کر پھر اس کافر کا پیر زمین میں دھنس گیا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۷، صحیح مسلم: ۲۳۷۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۲)

بنی اسرائیل کا ایک عابد تھا جرتج، اس کو اس کی ماں نے نماز میں آواز دی، وہ سوچنے لگا: ایک طرف ماں بلا رہی ہے، دوسری طرف نماز ہے، وہ نماز میں مشغول رہا۔ ماں نے تین دفعہ آواز دی، وہ نہیں گیا تو ماں نے اس کو بددعا دی: اے اللہ! یہ اس وقت تک نہ مرے جب تک کہ فاحشہ عورت کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے، ایک چرواہی نے جرتج کو دعوتِ گناہ دی، اس نے انکار کیا، اس نے کسی چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی اور اس کے ہاں ناجائز بچہ پیدا ہو گیا اور اس نے جرتج پر اس کا الزام لگا دیا، لوگوں نے جرتج کو مارا اور اس کا گر جا منہدم کر دیا، جرتج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی، پھر اس نوزائیدہ بچے سے کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نو مولود بچے نے کہا: میرا باپ چرواہا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۸۲، صحیح مسلم: ۲۵۵۰)

ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر اور پیروں کو گتھنوں سے اوپر دھونے کی ممانعت پر علامہ ابن بطال -----
اور قاضی عیاض کے دلائل

اس حدیث میں ہے: پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے وہ ایسا کرے۔
علامہ ابن بطال مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ نے حدیث کے اس جملہ کی یہ تاویل کی ہے کہ وضوء کی حد سے زیادہ وضوء کرنا چاہیے پس وہ آدمی پنڈلیوں تک وضوء کرتے تھے اور آدھے بازو تک وضوء کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری سفیدی طویل ہو جائے اور اس فعل میں حضرت ابو ہریرہ کی کسی نے موافقت نہیں کی اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء میں اللہ اور رسول کی معین کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ فضیلت کے حصول میں تمام لوگوں پر سبقت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ رغبت کرنے والے تھے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے آپ نے کبھی وضوء کی حدود سے تجاوز نہیں کیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ کے خلاف اس آیت میں دلیل ہے:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ. (الطلاق: ۱)

اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم

4

عمر و بن شعیب نے اپنے والد سے اپنے دادا سے یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے وضوء کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پانی کا برتن منگایا اور تین تین مرتبہ وضوء کیا اور فرمایا: اسی طرح وضوء کرنا چاہیے جس نے اس سے زیادہ بار وضوء کیا اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۵، سنن نسائی: ۱۳۰، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۰)

اور نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے: تم میں سے جو شخص طاقت رکھتا ہو وہ اپنی سفیدی کو لمبا کرے اس کا محل یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص ہر نماز کے لیے داعی وضوء کر سکتا ہو تو وہ ایسا کرے کیونکہ اس سے غرہ لمبا ہوتا ہے یعنی اس کا نور قوی ہوتا ہے اور اس کی رونق دگنی چوگنی ہوتی ہے پس غرہ قیامت کے دن چہرے کے نور سے کنایہ ہے اور طول اور دوام کا معنی متقارب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی الندلسی متوفی ۵۴۴ھ نے بھی وضوء کو لمبا کرنے کی ممانعت پر یہی دلائل دیئے ہیں۔

(اکمال المعلم بطوابع مسلم ج ۲ ص ۳۴ 'دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابن بطلال اور قاضی عیاض کے دلائل پر علامہ نووی شافعی اور علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے اوپر دھونا مستحب نہیں ہے سو ان کا یہ دعویٰ باطل ہے اور ان کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ یہ فعل رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر کوئی مخالف اس کی مخالفت کرے تو اس کو ان دلائل سے رد کر دیا جائے گا اور علامہ ابن بطلال اور قاضی عیاض نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ”جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا یا کم دھویا تو اس نے بُرا کام کیا اور ظلم کیا“ ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد عدد میں زیادتی اور کمی ہے یعنی تین بار سے زیادہ دھوئے یا تین بار سے کم دھوئے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علامہ ابن بطلال پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے جس کو آپ نے نہیں دیکھا؟ فرمایا: وہ وضوء کے آثار سے غریب ہو جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰)

پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وضوء کو کتنی مقدار تک لباس کرنا مستحب ہے پس کہا گیا ہے کہ ہاتھوں کو کندھوں تک دھوئے اور پیروں کو گھٹنوں تک دھوئے ایک قول ہے: نصف بازو اور نصف پنڈلی تک دھوئے اور ایک قول اس سے اوپر تک ہے۔ اسی طرح علامہ ابن بطلال کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ سفیدی کو لباس کرنے کا معنی اس پر دوام کرنا ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۷۹ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطلال اور قاضی عیاض کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

علامہ نووی اور علامہ عینی نے علامہ ابن بطلال کی اس دلیل کا جواب نہیں دیا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ. (الطلاق: ۱)

کیا۔

یعنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو اور دورانِ عدت اس کو گھر سے نہ نکالے اگر اس نے بیوی کو زمانہ حیض میں طلاق دی یا اس طہر میں طلاق دی جس میں جماع کر چکا تھا یا دورانِ عدت اس کو گھر سے نکال دیا تو اس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا یا اس نے تین طلاقیں دینے کے بعد بھی بیوی کو اپنے اوپر حلال سمجھا پھر بھی اس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اور اپنی جان پر ظلم کیا۔

سورہ طلاق کی یہ آیت کہنیوں اور ٹخنوں سے اوپر ہاتھوں اور پیروں کے دھونے پر صادق نہیں آتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ ہاتھوں کو دھونے کے لیے کہنیاں حد ہیں اس کے اوپر نہ دھونا اور پیروں کو دھونے کے لیے ٹخنے حد ہیں ان کے اوپر نہ دھونا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر دھونے کی ترغیب دی ہے کہ ”پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے وہ ایسا کرے۔“

نیز علامہ ابن بطلال نے زیر بحث حدیث کا یہ محمل بتایا ہے کہ ”تم میں سے جو شخص ہر نماز کے لیے دائماً وضوء کر سکتا ہو تو وہ ایسا کرے“ ظاہر ہے یہ مستحب حکم ہے اور اس محمل کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جو شخص ہر نماز کے لیے وضوء کر سکتا ہو تو افضل ہے ورنہ اس کے بغیر بھی درست ہے حالانکہ وضوء کے بغیر تو نماز جائز ہی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء کرنے والوں کو قیامت کے دن یہ عزت اور کرامت حاصل ہوگی کہ ان کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہوں گے۔

(۲) قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو اس علامت سے پہچان لیں گے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن مرتدین کو بھی ”اصباحی“ (میرے صحابی) فرمائیں گے اس میں تاویل کرنا واجب ہے کہ آپ بے تو جہی سے ایسا فرمائیں گے یا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کیا یہ میرے صحابی ہیں جن کے چہرے کالے ہیں اور جن کا اعمال نامہ ان کے ہاتھ میں ہے! یعنی یہ میرے صحابی نہیں ہو سکتے اور یہ استفہام انکاری ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چہرے ہاتھوں اور پیروں کی سفیدی کو لباً کرنے کے لیے ان کی حدود سے کس قدر زیادہ دھونا مستحب ہے۔

(۴) اس حدیث کی اس پر قطعی دلالت ہے کہ پیروں کو دھونا فرض ہے اور ان پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخرت میں ہونے والے مغیبات پر مطلع فرمایا ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو قیامت کے دن ان خصوصی نعمتوں سے نوازے گا جو کسی اور امت کو عطا نہیں فرمائیں۔

(۷) اس حدیث میں اس کا بیان ہے کہ مسجد کی چھت پر وضوء کرنا جائز ہے، بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور بعض نے اس کو بلاکراہت جائز کہا ہے تاہم مسجد کو تھوک اور ناک کی رطوبت سے منزہ رکھنا چاہیے اور اگر مسجد میں وضوء کرنا پڑے تو وضوء کے غسل کے لیے ایک برتن رکھنا چاہیے۔

(۸) بعض علماء نے اس حدیث کے پیش نظر کہا ہے کہ وضوء کرنا اس امت کی خصوصیت ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں حضرت سارہ اور بنی اسرائیل کے عابد جرج کے وضوء کرنے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں علامہ ابن بطلال نے اس کے خلاف درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۱۶)

از زید عقی از معاویہ بن قرہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگا کر اس سے ایک ایک بار وضوء کیا پھر فرمایا: یہ وہ وضوء ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا پھر پانی منگا کر دو دو بار وضوء کیا پھر فرمایا: یہ وہ وضوء ہے جس پر دگنا اجر ملے گا پھر کچھ دیر کے بعد پانی منگایا اور تین تین بار وضوء کیا پھر فرمایا: یہ میرا وضوء ہے اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضوء ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۰، سنن ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۱، سنن دارقطنی: ۲۵۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۰، المسند رک ج ۱ ص ۵۰، مسند ج ۲ ص ۹۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ سے پہلے نبی بھی وضوء کرتے تھے اس لیے وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت نہیں ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے علامہ بوسیری نے کہا ہے کہ یہ حدیث زید عقی سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کا بیٹا کذاب ہے اور معاویہ بن قرہ کی حضرت عمر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ (زوائد ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۷۱)

امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا جس کو عبدالرحیم بن زید العنقی نے اپنے والد سے انہوں نے معاویہ بن قرہ سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک ایک بار وضوء کر کے فرمایا الحدیث۔ میرے والد نے کہا: عبدالرحیم بن زید متروک الحدیث ہے زید العنقی ضعیف الحدیث ہے اور نبی ﷺ سے اس کی روایت صحیح نہیں ہے امام ابو زرہ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میرے نزدیک اس کی سند وہی (ضعیف) ہے اور معاویہ بن قرہ حضرت ابن عمر سے نہیں ملے۔ (عل دارقطنی ج ۱ ص ۳۵)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۸۔ ج ۱ ص ۸۹۶ پر ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① غرہ اور تجمل میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ② غرہ اور تجمل میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ③ غرہ اور تجمل میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ④ غرہ اور تجمل میں فقہاء احناف کا نظریہ ⑤ حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال ⑥ بعض مرتدین کو حوض پر اصحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کے جوابات ⑦ مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان ⑧ بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ ﷺ کے دیکھنے کی تحقیق ⑨ عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

شک کی وجہ سے وضوء نہ کرے حتیٰ کہ وضوء

۴۔ بَابُ لَا يَتَوَضَّأُ مَنْ

(ٹوٹنے کا یقین) ہو جائے

الشَّكِّ حَتَّى يَسْتَيَقِنَ

فقہاء کی اصطلاح میں شک اس کو کہتے ہیں کہ علم اور جہل کی دونوں جانبیں برابر ہوں اور آدمی کو کسی چیز پر حکم لگانے میں تردد اور توقف ہو اور اس کا کسی طرف میلان نہ ہو تو پھر یہ شک ہے اور اگر ایک جانب رائج اور دوسری جانب مرجوح ہو تو رائج جانب ظن ہے اور مرجوح جانب وہم ہے اور جب شک اور وہم دونوں زائل ہو جائیں تو پھر وہ یقین ہے۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کے احکام ہیں باب سابق میں وضوء کی فضیلت کا حکم تھا اور اس باب میں وضوء کا یہ حکم ہے کہ اگر وضوء ٹوٹنے میں شک ہو تو اس سے وضوء کرنا لازم نہیں ہے حتیٰ کہ وضوء ٹوٹنے کا یقین ہو جائے۔

۱۳۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ عُبَادِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِي يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ لَا يَفْعَلْ أَوْ لَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا. [اطراف الحديث: ۱۷۷-۲۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب اور از عباد بن قیس از عمرو بن شعبتہ از ابی رافع از رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے یہ شکایت کی کہ اس کو نماز میں یہ خیال آتا ہے کہ نماز میں کچھ ہو گیا ہے (ہوا خارج ہو گئی ہے) آپ نے فرمایا: وہ نماز سے اس وقت تک نہ مڑے حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا اس کو بدبو آئے۔

(صحیح مسلم: ۳۶۱، رقم المسلسل: ۷۸۲، سنن ابوداؤد: ۱۷۶، سنن نسائی: ۱۶۰، سنن ابن ماجہ: ۵۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۷، سنن ترمذی: ۷۵، سنن

بخاری: ۷۲۱، صحیح ابن خزيمة: ۲۸-۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۷-۱۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳، طبع قدیم مسند احمد: ۹۳۵۵، ج ۱ ص ۲۰۸، مؤسسۃ الرسالۃ

بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ وہ اس وقت تک نماز سے نہ

مڑے حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا اس کو بدبو آئے اس کا مفاد یہ ہے کہ وہ اس وقت تک وضوء نہ کرے حتیٰ کہ اس کو وضوء ٹوٹنے کا یقین ہو جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ بن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم ابو ہریری (۴) سعید بن المسیب ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عباد بن تمیم ابن تمیم بن زید الانصاری المدنی یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے غزوہ خندق یاد ہے اس وقت میری عمر پانچ سال تھی لہذا ان کو صحابہ میں شمار کرنا چاہیے لیکن ابن الاثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ تابعی ہیں صحابی نہیں ہیں اور یہی مشہور ہے جس قول کے مطابق یہ صحابی ہیں تو صحابہ میں ان کے سوا اور کسی کا نام عباد بن تمیم نہیں ہے (۶) عباد بن تمیم کے چچا ان کا نام حضرت عبداللہ بن زید بن عامر الانصاری رضی اللہ عنہ ہے ان کے ماں باپ صحابی ہیں اور ان کے بھائی حبیب بن زید وہ شخص ہیں جن کو مسلمانہ کذاب نے قتل کر کے ٹکڑے کر دیا تھا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر مسلمانہ کذاب کو قتل کیا حضرت عبداللہ بن زید نے ۴۸ احادیث کو روایت کیا ہے جن میں سے ۸ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اس نام کے ایک اور صحابی ہیں: حضرت عبداللہ بن زید جنہوں نے خواب میں اذان کے کلمات سنے تھے ان کی صرف ایک حدیث مشہور ہے جو اذان کی حدیث ہے امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے لیکن انہوں نے اس کے علاوہ بھی دو حدیثیں روایت کی ہیں حضرت عبداللہ بن زید جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ ستر سال کی عمر میں واقعہ حرہ میں قتل کر دیے گئے تھے واقعہ حرہ ۶۳ھ کے آخر میں ہوا تھا۔ (مدقہ القاری ج ۲ ص ۳۸۱-۳۸۰)

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور اس کو یہ اشکال ہو کہ اس سے کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں؟ تو وہ مسجد سے نہ نکلے حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا بدبو محسوس کرے۔

(صحیح مسلم: ۳۶۲، رقم المسلسل: ۷۸۳، سنن ابو داؤد: ۱۷۷۱)

سہیل بن ابی صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وضوء صرف آواز سے واجب ہوتا ہے یا بدبو سے۔ (سنن ترمذی: ۷۴، سنن ابن ماجہ: ۵۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آئے اور کہے: تمہارا وضوء ٹوٹ گیا تو تم (دل میں) کہو: تو نے جھوٹ بولا سوا اس کے کہ اس کو ناک میں بدبو آئے یا وہ اپنے کان سے آواز سنے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲ ص ۵۳-۵۱-۵۰)

اگر وضوء میں شک ہو جائے تو وضوء کرنے یا نہ کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال البہری المالکی المتوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ شک یقین و زائل نہیں کرتا اور یقین کے بعد اگر شک ہو جائے تو اس کو لغو قرار دیا جائے گا اور اس میں اختلاف بھی ہے ابن التمام نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس کو طہارت کے یقین کے بعد وضوء ٹوٹنے کا شک ہو جائے اس پر وضوء کرنا واجب ہے اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس کے لیے وضوء کرنا مستحب ہے اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس پر وضوء نہیں ہے۔

ثوری امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنے یقین پر بنا کرے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا وضوء ہے اسی طرح وہ بے وضوء ہونے اور با وضوء ہونے میں یقین پر بنا کرے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز سے نہ مڑے حتیٰ کہ آواز سن لے یا بدبو محسوس کرے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کو پہلی بار یہ معاملہ پیش آیا ہو یا دہا اس کا مادی ہوا نہوں نے کہا ہے کہ اصول یقین پر مبنی ہوتے ہیں اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار رکعات پڑھی ہیں تو وہ اپنے شک کو چھوڑ دے اور ان رکعات پر بنا کرے جو یقینی ہیں پھر سلام پھیرنے سے پہلے وہ سب کو سجدة کرے۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: ۱/۵۵۱ رقم المسلسل: ۱۲۴۹ سنن ابوداؤد: ۲۰۲۶-۲۰۲۳ سنن نسائی: ۱۲۳۸ سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۰)

اسی طرح اگر اس کو شک ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ تو اس کو طلاق دینا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کو اپنے نکاح کا یقین ہے اسی طرح اگر اس کو شک ہو گیا کہ اس کے کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہے یا نہیں؟ تو چونکہ اس کو پہلے طہارت کا یقین تھا وہ اس طہارت پر بناء کرے۔

مصنف کے نزدیک لائڈری اور ڈرائی کلیئر ز میں دیئے ہوئے کپڑوں کا بھی یہی حکم ہے اگر وہ ناپاک ہے ایسے تھے تو وہ دھل کر آنے کے بعد بھی ناپاک ہیں کیونکہ لائڈری میں سب کپڑے ٹہلے ہوئے جاتے ہیں ایک ایک کپڑے کو نہیں دھویا جاتا لہذا جیسے کپڑے دیئے تھے وہ دھل کر آنے کے بعد بھی ویسے ہی ہیں اگر ناپاک کپڑے دیئے تھے تو پہلے ان کے پاک ہونے کا یقین تھا اب ان کے ناپاک ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور اگر ناپاک کپڑے دیئے تھے تو پہلے ان کے ناپاک ہونے کا یقین تھا اور اب ان کے پاک ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ جس کو اپنے وضوء میں شک ہو جائے وہ نماز سے نہ مڑے حتیٰ کہ آواز سن لے یا بدبو محسوس کرے یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو وہ ایک رکعت اور پڑھ لے اور کم رکعات پر بنا کرے پہلی حدیث میں آپ نے یقین پر عمل کرنے اور شک و الغور اردینے کا حکم دیا اور دوسری حدیث میں یقین کو الغور اردینا اور اس کو ایک رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔

لیکن یہ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح ان علماء نے گمان کیا ہے بلکہ یہ دونوں حدیثیں شک و الغور اردینے میں اور یقین پر عمل کرنے میں متعلق ہیں اور جس حدیث کو انہوں نے اس باب کی حدیث کے معارض سمجھا ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں اس کو تین رکعات پر تو یقین ہے اور چوتھی رکعت میں شک ہے تو وہ اس شک و الغور اردینے اور تین رکعت جو یقینی ہیں اس پر عمل کرے اور ایک رکعت اور پڑھ لے۔ والحمد للہ

(شرح ابن کثیر: ۲/۲۱۸-۲۱۹ کتاب الوضوء: ۱۲۳۸)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

- (۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کو نماز میں خیال آتا تھا کہ شاید اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے اس نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو جو عوارض پیش آئیں ان کے متعلق علماء سے سوال کرنا چاہیے۔
- (۲) کسی مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے حیا نہیں کرنی چاہیے اور نبی ﷺ مسلمانوں کو ہر چیز کی تعلیم دیتے تھے اور جب تک

وضوء نہ ٹوٹے ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھنے کی تعلیم دیتے تھے۔

(۳) صحابہ کرام اپنے ہر حال کی نبی ﷺ کو خبر دیتے تھے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۔ ج ۱ ص ۱۰۴۳ پر ہے اس کی شرح کا یہ عنوان ہے: شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

۵- بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ

وضوء میں تخفیف

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں شک کی صورت میں وضوء کو برقرار رکھنے کا حکم دیا تھا اور یہ

وضوء کے معاملہ میں مشقت سے بچانا ہے اور اس باب میں وضوء میں تخفیف کا بیان ہے اور یہ بھی وضوء میں مشقت سے بچانا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی

از عمرو انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ سو گئے حتیٰ کہ آپ نے خرائے لیے پھر آپ

نے نماز پڑھی اور بعض دفعہ یہ کہا کہ آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ

نے خرائے لیے پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

پھر ہمیں سفیان نے ایک مرتبہ کے بعد دوسری بار حدیث

بیان کی از عمرو از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا:

میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری

پھر نبی ﷺ رات کو اٹھے پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو نبی

ﷺ نے اٹھ کر مشک سے پانی لے کر وضوء کیا عمرو نے کہا: تخفیف

اور قلیل وضوء کیا اور آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں نے

بھی اسی طرح وضوء کیا جس طرح آپ نے وضوء کیا تھا پھر میں

آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا اور کبھی سفیان نے

”یسار“ کے بجائے ”شمال“ کا لفظ استعمال کیا دونوں کا معنی

بائیں جانب ہے پھر آپ نے مجھے پھر کر اپنی دائیں جانب کر لیا

پھر جتنی اللہ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی پھر آپ لیٹ کر سو گئے

حتیٰ کہ آپ خرائے لینے لگے پھر مؤذن آپ کے پاس آیا اور اس

نے آپ کو نماز کی اطلاع دی آپ اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز

کی طرف گئے پھر آپ نے نماز پڑھائی اور آپ نے وضوء نہیں کیا

ہم نے عمرو سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں

سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا عمرو نے کہا: میں نے عبید بن

عبید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے پھر

۱۳۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ صَلَّى

وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى

ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو

عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَتُّ عِنْدَ خَالَتِي

مَيْمُونَةَ لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ

اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مَعْلَقٍ وَضُوءٌ خَفِيفٌ

يُخَفِّفُهُ عَمْرٍو وَيَقْلِلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا

مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ وَرُبَّمَا قَالَ

سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ

صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ

اتَّاهُ الْمُنَادِي فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ

فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ

قَلْبُهُ؟ قَالَ عَمْرٍو سَمِعْتُ عَبِيدَ بْنَ عَمِيرٍ يَقُولُ رَوَيْنَا

الْأَنْبِيَاءَ وَحْيًا ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي

أَذْبَحُكَ﴾ (الصافات: ۱۰۲)۔

انہوں نے یہ آیت پڑھی: ”میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں“ (الفقت: ۱۰۲)۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۱ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ لیٹ کر سو گئے اور آپ کا وضوء نہیں ٹوٹا اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام کا بھی حکم ہے اسی وجہ سے عبید بن عمیر نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نیند آپ کے قلب کو اس لیے بیدار رکھتی ہے کہ آپ خواب میں ہونے والی وحی کو محفوظ رکھ سکیں۔

(۲) اس حدیث میں نابالغ لڑکے کا اپنے محرم کے گھر میں رات کو رہنے کا ثبوت ہے خواہ اس کی اہلیہ بھی ساتھ ہو۔

(۳) اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے شب کے معمولات کو دیکھنے کے لیے جاگتے رہے اور آپ کے افعال کی اقتداء کی نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے تخفیف سے وضوء کیا یعنی ایک ایک بار اعضاء وضوء کو دھویا اور باب کا عنوان بھی یہی ہے۔

(۴) اس میں نفل کی جماعت کا ثبوت ہے اور یہ کہ ایک فرد کے ساتھ بھی جماعت ہو جاتی ہے خواہ اس کو نماز پڑھانے کی پہلے نیت نہ کی ہو اور اگر ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیے اور امام نماز میں عمل قلیل سے کسی غلطی کی اصلاح کر سکتا ہے جیسے آپ نے حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب پھیر دیا اور مؤذن کو چاہیے کہ امام کو نماز کی اطلاع دے اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ چھوٹے بچے کے کان کو مروڑنا جائز ہے۔

مکمل وضوء کرنا

۶۔ بَابُ اسْبَاغِ الْوُضُوءِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں وضوء کی تخفیف کا ذکر تھا اور اس باب میں وضوء کی تکمیل کا ذکر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اسْبَاغُ الْوُضُوءِ اَلْاِتْقَانُ۔
حضرت ابن عمر نے کہا: وضوء کا اسباغ اور تکمیل یہ ہے کہ اعضاء وضوء کو صاف کیا جائے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنی ”مصنف“ میں سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے اور یہ کسی چیز کی اس کے لازم کے ساتھ تفسیر کرنا ہے کیونکہ جب مکمل اور تام وضوء کیا جائے تو اس سے عادتاً اعضاء وضوء صاف ہو جاتے ہیں اور امام ابن منذر نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر وضوء میں اپنے پیروں کو سات بار دھوتے تھے اور وہ پیروں کو دھونے میں اس لیے مبالغہ کرتے تھے کہ عموماً وہ لوگ ننگے پیر چلتے تھے اور اس سے پیروں پر دھول اور مٹی لگ جاتی تھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار سے زیادہ دھونے کو ظلم اور نہائی فرمایا ہے تو حضرت ابن عمر سات بار کیوں دھوتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم اور نہائی اس وقت ہے جب طہارت کے لیے تین بار دھونے کو نا کافی قرار دے کر تین بار سے زیادہ دھویا جائے لیکن اگر جسم سے میل کچیل اتارنے اور اعضاء وضوء کو صاف کرنے کے لیے تین بار سے زیادہ دھویا جائے تو

پھر یہ جائز ہے اور جو شخص تین بار دھونے کو وضوء کے لیے کافی سمجھتا ہو تو پھر اس کا تین بار سے زیادہ دھونا نور علی نور ہے۔

۱۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّعْبِ نَزَلَ قَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسَبِّحِ الْوُضُوءَ، فَقُلْتُ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ، فَلَمَّا جَاءَ الْمَزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَاسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلَّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أَقِيَمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّى، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

[اطراف الحدیث: ۱۸۱-۱۶۶-۱۶۶۹-۱۶۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از کریب مولى حضرت ابن عباس از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما انہوں نے حضرت اسامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب آپ ایک گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا اور کامل وضوء نہیں کیا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز؟ آپ نے فرمایا: نماز تمہارے آگے (پڑھنی) ہے پھر آپ سوار ہوئے پس جب آپ مزدلفہ پہنچ گئے تو آپ نے اتر کر وضوء کیا سو کامل وضوء کیا پھر نماز کی اقامت کہی گئی پس آپ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر انسان نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا پھر عشاء کی نماز کی اقامت کہی گئی پس آپ نے نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۰، الرقم المسلسل: ۳۰۳۳، سنن ابوداؤد: ۱۹۲۱، سنن نسائی: ۳۰۳۱، سنن کبریٰ للنسائی: ۳۰۶۱، سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۹، سنن دارمی:

۱۸۸۱، مسند ابوعوانہ: ۳۴۸۰، شرح السنہ: ۲۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۲، مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۸۳۱-۲۱۸۳۲-۲۱۸۳۳۔

۲۱۷۶۱-۲۱۷۶۲ ج ۳ ص ۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آپ نے وضوء کیا اور کامل وضوء نہیں کیا، یعنی اعضاء وضوء کو تین تین بار نہیں دھویا، صرف ایک ایک بار دھویا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن مسلمہ (۲) امام مالک رحمہ اللہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش المدنی انہوں نے کریب اور ام خالد صحابیہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور ان سے امام مالک سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے یہ مفتی اور ثقہ تھے یہ ۱۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے ان کے مغازی تمام مغازی سے زیادہ صحیح ہیں (۴) کریب ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ابن محبوب ہیں یہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کی باندی ام ایمن کے بیٹے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اٹھارہ سال کی عمر میں عامل بنا دیا تھا نبی ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی انہوں نے ۱۲۸ احادیث روایت کی ہیں پندرہ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری اور امام مسلم منفرد ہیں یہ ۵۵ سال کی عمر میں ۴۵ھ میں وادی القریٰ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۹۲)

”عَرَفَاتُ شِعْبٍ“ اور ”مَزْدَلِفَةُ“ کے معانی

اس حدیث میں ”عرفہ“ کا لفظ ہے یہ اسم زمان ہے اور اس سے مراد ۹ ذوالحجہ کا دن ہے ایک قول یہ ہے کہ عرفہ اور عرفات یہ۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا اور حضرت اسامہ کے نماز یاد دلانے کی توجیہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز تمہارے آگے ہے اس ارشاد میں آپ نے یہ بتایا کہ جو شخص عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو تو وہ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں پڑھے اور مغرب کی نماز کو اس کے معروف وقت میں نہ پڑھے اور حضرت اسامہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھی جائے گی کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور جب آپ مزدلفہ پہنچے تو پھر آپ نے کامل وضوء کیا یعنی تمام اعضاء وضوء پر تین تین بار پانی ڈالا۔

آپ نے گھائی میں جو کامل وضوء نہیں کیا تھا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مزدلفہ کی طرف جاتے ہوئے بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ بغیر وضوء کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

حضرت اسامہ نے جو آپ سے کہا تھا: یا رسول اللہ! نماز؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ادنیٰ اعلیٰ کو نماز یاد دلایا جاتا ہے حضرت اسامہ کو یہ اندیشہ تھا کہ افعال حج کی کثرت اور ذکر اللہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ نماز کو بھول نہ جائیں تب رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا کہ مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچ کر عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھنی ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے مغرب اور عشاء میں نفل نہیں پڑھے اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں نفل نہ پڑھے جائیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میں سفر میں نفل نماز پڑھوں تو فرض پورے نہ پڑھ لوں اور قصر نہ کروں۔

حضرت ابن عمر کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی اور سفر میں نفل نماز پڑھنا اور اس کو ترک کرنا دونوں جائز ہیں البتہ مزدلفہ میں یہ خصوصیت ہے کہ وہاں جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائے گا تو ان کے درمیان نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی اور رسول اللہ ﷺ نے سفر میں پیادہ اور سواری پر نفل پڑھے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۲۷-۲۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۳ھ)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ قرطبی اور ابن وہب نے کہا ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ان نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے ہو سکتا ہے کہ علامہ قرطبی نے مغرب کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کو اس لیے جائز کہا ہو کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا اور جب مغرب کی نماز کے بعد اونٹوں کو بٹھا سکتے ہیں تو نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جمع تاخیر جیسا کہ مزدلفہ میں ہے اس میں دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھ سکتے ہیں اور جمع تقدیم جیسا کہ عرفات میں ہے اس میں دو نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھ سکتے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا منع ہے کیونکہ ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا ان کو جمع کرنے کے منافی ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت مشترک ہے اور یہ صرف مزدلفہ میں ہے اسی طرح عرفات میں ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہے اور یہ صرف عرفات میں ہے اور کسی جگہ نہیں ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قضاء نماز کے لیے اذان نہیں دی جاتی کیونکہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی گئی اور اس کے لیے اذان نہیں دی گئی لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ مزدلفہ میں جو مغرب کی نماز

عشاء کے وقت میں پڑھی گئی تھی وہ قضاء نہیں تھی بلکہ مغرب کی نماز کا وقت مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں منتقل ہو گیا تھا۔
اس حدیث میں ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا اس سے معلوم ہوا کہ ان دو نمازوں کے درمیان کوئی کام کر لیا جائے یا کوئی بات کر لی جائے تو وہ ان دو نمازوں کے جمع کرنے کے منافی نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۹۷-۳۹۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۸۳- ج ۳ ص ۵۱۰ پر ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
① مزدلفہ میں نماز مغرب پڑھنے کا طریقہ ② احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کا طریقہ ③ تلبیہ کہنے کی مدت میں مذاہب ائمہ۔

ایک ہاتھ سے چلو بنا کر دونوں ہاتھوں

سے چہرے کو دھونا

۷۔ بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ

مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

باب کے اس عنوان میں ”غرفة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چلو بھرنا اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

مگر جو اپنے ایک ہاتھ سے چلو بھر لے۔

إِلَّا مَنْ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ. (البقرہ: ۲۴۹)

اس عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے چلو بنانا ضروری نہیں ہے کیونکہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کے وضوء کی طرح وضوء کر کے دکھایا تو اپنے ایک ہاتھ سے چلو بنا کر پانی لیا پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا پھر اس کے ساتھ اپنا چہرہ دھویا جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں نبی ﷺ کے وضوء کی صفت اور کیفیت بیان کی گئی تھی کہ آپ نے مکمل وضوء نہیں کیا تھا اور اعضاء وضوء کو صرف ایک ایک بار دھویا تھا اور اس باب میں بھی آپ کے وضوء کی صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے کس طرح چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھویا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوسلمہ الخزاعی منصور بن سلمہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن بلال یعنی سلیمان نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے وضوء کیا پھر اپنے چہرے کو دھویا پھر ایک چلو میں پانی لیا اس سے گھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر ایک چلو میں پانی لیا پھر اس سے اسی طرح کیا پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا پھر اس سے چہرے کو دھویا پھر ایک چلو میں پانی لیا پس اس کے ساتھ دایاں ہاتھ دھویا پھر ایک چلو میں پانی لیا اور اس کے ساتھ بایاں ہاتھ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کو دھویا پھر دوسرے چلو میں پانی لیا سو اس کے ساتھ بایاں پیر دھویا پھر کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو وضوء

۱۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْخَزَاعِيُّ مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا، أَضَافَهَا إِلَى يَدِهِ الْأُخْرَى، فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْبُسْرَى، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَرَشَّ عَلَى رِجْلَيْهِ الْيُمْنَى حَتَّى غَسَلَهَا، ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ الْبُسْرَى، ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَتَوَضَّأُ.

کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳، سنن ترمذی: ۲۸، سنن نسائی: ۱۰۱، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۶ ص ۳۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ، سنن ترمذی اور مسند احمد میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ایک چلو سے پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ایک چلو میں پانی لیا، پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا، پھر اس سے چہرے کو دھویا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن عبد الرحیم بن ابی زبیر البغدادی: یہ یزید بن ہارون اور روح سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور دیگر روایت کرتے ہیں یہ بزاز تھے اور ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوسلمہ منصور بن سلمہ الخزاعی البغدادی انہوں نے امام مالک وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے الصفانی وغیرہ نے روایت کی ہے یہ ۲۲۰ھ میں المصیصہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال المدنی (۴) زید بن اسلم ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۹۸)

”مضمضة“ اور ”استنشاق“ کا معنی

اس حدیث میں ”تمضمض“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: منہ میں پانی ڈال کر اس پانی کو منہ میں گھمانا، پھر اس پانی کی کلی کر دینا۔

”استنشاق“ ناک میں پانی داخل کرنا، پھر ناک صاف کرنا اور اس پانی کو نکال دینا۔

نیا پانی لے کر سر کا مسح کرنا اور کانوں کے مسح کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھ دھونے کے بعد سر کا مسح کیا اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں سر پر مسح کرنے کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر نہیں ہے، ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں پر جو تری تھی اسی سے سر کا مسح کر لیا، حالانکہ وہ تری تو مستعمل پانی کے حکم میں ہے اور اس سے مسح کرنا صحیح نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ”سنن ابوداؤد“ میں نیا پانی لینے کا ذکر ہے اور بعض احادیث دوسری بعض احادیث کی تفسیر کرتی ہیں ”سنن ابوداؤد“ کی وہ حدیث یہ ہے:

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضوء کرتے تھے؟ پھر انہوں نے پانی کا ایک برتن منگایا اور دائیں ہاتھ سے ایک چلو میں پانی لیا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر دوسرے چلو میں پانی لیا اور دونوں ہاتھ ملا کر ان سے اپنے چہرے کو دھویا، پھر چلو میں پانی لیا اور اس سے اپنے دائیں ہاتھ کو دھویا، پھر چلو میں پانی لیا اور اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا، پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر اس پانی کو جھاڑا، پھر اس پانی کی تری کے ساتھ اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳، سنن ترمذی: ۳۵)

اور سنن نسائی میں کانوں کا مسح کرنے کی تفصیل ہے اس میں مذکور ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے سر کا اور کانوں کا مسح کیا، کانوں کے باطن کا شہادت کی انگلی سے مسح کیا اور کانوں کے ظاہر کا انگوٹھوں سے مسح کیا۔ (سنن نسائی: ۱۰۲، سنن ترمذی: ۳۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۸)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک چلو میں پانی لیا اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔
ایک چلو پانی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ امام شافعی کا مذہب ہے اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے:
اس حدیث سے ایک چلو پانی سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو جمع کرنے کی دلیل ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں دو قول ہیں:

(۱) اس قول کو الحرمی اور الربیع نے نقل کیا ہے کہ ایک چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین بار کرے۔

(۲) اس قول کو ابو یسیٰ نے روایت کیا ہے کہ وہ دو چلوں میں پانی لے ایک چلو پانی سے کلی کرے اور دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین بار کرے پہلے کلی کرے اور پھر ناک میں پانی ڈالے۔

(الحاوی الکبیر ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

امام ابو یسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ "باب المضمضة والاستنشاق من کف واحد" کے تحت لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اس سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا زیادہ پسندیدہ ہے امام شافعی نے کہا: اگر ان دونوں کو ایک چلو میں جمع کر لیا تو یہ جائز ہے اور اگر ان کو الگ الگ چلو سے کیا تو یہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر دوام کیا ہے اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ تین مرتبہ کلی کرے اور ہر مرتبہ نیا پانی لے پھر اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح وضوء کرنا منقول ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۸ مکتبہ شریعت علیہ ملتان)

الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل

طلحہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس گیا اس وقت آپ وضوء کر رہے تھے اور پانی آپ کے چہرے اور آپ کی ڈاڑھی سے آپ کے سینہ پر بہ رہا تھا میں نے دیکھا آپ الگ الگ پانی سے کلی کر رہے تھے اور ناک میں پانی ڈال رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹)

طلحہ بن مصرف اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا آپ ہر بار کے لیے نیا پانی لیتے تھے۔ الحدیث (المکبیر: ۴۰۹ ج ۱ ص ۱۸۱-۱۸۰)

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا پس آپ نے کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار دایاں ہاتھ دھویا پھر تین بار دوسرا ہاتھ دھویا اور اس پانی سے سر کا مسح کیا جو ہاتھوں سے بچا ہوا نہیں تھا اور پیروں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۶ رقم المسلسل: ۵۳۸)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ پہلے تین بار کلی کی اور پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا ہو اور ایک چلو میں دونوں کو جمع نہ کیا ہو۔

حضرت عبداللہ صناحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ وضوء کرنے پس کلی کرے تو اس سے اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں پس جب وہ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو اس کی ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں پھر جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں پس جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے کانوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں پس جب وہ پیر دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ پیروں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

(المستدرک: ۴۳۶-ج ۱ ص ۱۳۰) یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے الترغیب والترہیب للمندری ج ۱ ص ۱۵۳ دارالحدیث قاہرہ المشکوٰۃ: ۲۹۷)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے کلی کرنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر کیا ہے اور ناک میں پانی ڈالنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا گیا ہے۔
الامام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی التونی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: ان کو ایک چلو پانی میں جمع کرے اور بعض نے کہا: پہلے ایک چلو سے کلی کرے پھر اس کے بعد دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے۔ طلحہ بن مصرف نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس گیا اس وقت آپ وضوء کر رہے تھے میں نے دیکھا: آپ جدا جدا چلو سے کلی کرتے تھے اور ناک میں پانی ڈالتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹۰) حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے اور شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے الگ الگ پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور انہوں نے کہا: اس طرح رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا ہے اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے تین تین بار وضوء کیا اور الگ الگ پانی سے وضوء کیا اور ناک میں پانی ڈالا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح وضوء کیا ہے۔

(شرح السنہ ج ۱ ص ۲۳۷-۲۳۸ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۳ھ)

حضرت عثمان اور حضرت علی کی حدیثوں کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ”تلخیص الحجیر“ ج ۱ ص ۱۱۵ (مکتبہ زار مصطفیٰ) مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ میں ثابت کیا ہے۔

اکثر روایات میں یہ ذکر ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈالا جائے لیکن یہ تمام روایات بیان جواز پر محمول ہیں اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ چلو سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے جیسا کہ ہر عضو کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جاتا ہے اور منہ اور ناک بھی الگ الگ عضو ہیں اس لیے ان کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں سے منہ کو دھونا چاہیے کیونکہ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر منہ دھویا تھا اور دائیں عضو سے دھونے کی ابتداء کرنی چاہیے اور دھونے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالنے لیکن یہ صحیح نہیں ہے حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ وضوء کرنے اور طعام کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ قضاء حاجت اور اس قسم کے دوسرے کاموں کے لیے تھا۔ (صحیح بخاری: ۱۶۸، صحیح مسلم: ۲۶۸، سنن ابوداؤد: ۳۳، سنن ترمذی: ۶۰۸، سنن نسائی: ۱۱۲)

ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا

اور جماع کے وقت بھی

۸۔ بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى كُلِّ

حَالٍ وَعِنْدَ الْوَقَاعِ

امام بخاری نے پہلے سات ابواب وضوء کے اوصاف سے متعلق ذکر کیے اور اب استنجاء کے ابواب شروع کر رہے ہیں اور درمیان میں اس باب کو ذکر کیا جس میں ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے اگرچہ ان کو یہ چاہیے تھا کہ پہلے بسم اللہ پڑھنے کا باب ذکر کرتے پھر استنجاء کے متعلق ابواب کا ذکر کرتے پھر وضوء کے اوصاف کے ابواب ذکر کرتے لیکن چونکہ اہم مقصود وضوء کے اوصاف کو ذکر کرنا تھا اس لیے پہلے انہوں نے وضوء کے اوصاف کے ابواب کا ذکر کیا پھر بسم اللہ پڑھنے کے باب کو ذکر کیا اور اس کے بعد استنجاء کے ابواب کا ذکر کیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

منصور از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہ

اس حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر تم

میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا کرے:

اللہ کے نام سے (ابتداء کرتا ہوں) اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور

رکھ اور ہم کو جو عطاء فرمائے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ پھر ان

کے درمیان جو اولاد مقدر کی جائے اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکے

گا۔

۱۴۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ

عَنْ مَبْنُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ

اللَّهُمَّ جَنَّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنَّبِ الشَّيْطَانُ مَا رَزَقْنَا

لَقَضَى بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ.

[الطراف الحدیث: ۳۲۷۱، ۳۲۸۳، ۵۱۶۵، ۶۳۸۸، ۷۳۹۶]

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳، الرقم السلسل: ۳۳۷۰، سنن ابوداؤد: ۲۱۶۱، سنن ترمذی: ۱۰۹۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۰۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۱۹، عمل الیوم

والملیۃ: ۲۶۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۳۶۶، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۱، سنن داری: ۲۰۱۲، صحیح ابن حبان: ۹۸۳، المعجم الکبیر: ۱۲۱۹۵، کتاب الدعاء:

۹۳۱، شرح النبی: ۱۳۳۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۷۰۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷، طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۱، ج ۳ ص ۳۶۱، مؤسستہ الرسالۃ بیروت)

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا اور اس حدیث کی مطابقت باب

کے جزء ثانی کے اعتبار سے ہے۔

وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا وضوء نہ ہو اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو بسم اللہ نہ

پڑھے اس کا وضوء (کامل) نہیں ہوتا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۱، سنن ترمذی: ۲۵، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۱)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسانید غیر قوی ہیں امام احمد نے کہا: ان میں سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے پھر امام احمد

نے روایت کیا ہے:

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے پانی کے برتن میں ہاتھ رکھا اور آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح ایلنے لگا تو آپ نے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضوء کرو (یہ حدیث ثابت ہے) اس وقت آپ کے ساتھ تقریباً ستر (۷۰) اصحاب تھے۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۵۳- ج ۱ ص ۱۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۳۳، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۳، مسند ابویعلیٰ: ۳۰۳۶، صحیح ابن خزیمہ:

۱۳۴، صحیح ابن حبان: ۶۵۴۴، سنن نسائی: ۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۶۹۳- ج ۲ ص ۱۲۱- ۱۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے رجال کا تعارف

اگر حدیث کے چھ رجال ہیں:

(۱) علی بن عبد اللہ المدنی (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) منصور بن المعتمر ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سالم بن ابی الجعد الاشجعی الکوفی التابعی یہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے منصور اور اعمش روایت کرتے ہیں ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں لیکن یہ ارسال اور تدلیس کرتے تھے (۵) کریب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۰۵)

شیطان رزق قضا اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "اہل" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بیوی اس کی جمع "اہلات" اور "اھالی" ہے۔

"جَنِبْنَا: جَنْبٌ، يَجْنِبُ" کا معنی ہے: دور کرنا قرآن مجید میں ہے:

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ○ (ابراہیم: ۳۵) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ ○

"شیطان" اگر اس کا مادہ "شطن" ہو تو اس کا وزن "ففعال" ہے اور اس کا معنی ہے: دور ہونا یعنی شیطان نیکی اور خیر سے دور ہے اور اگر اس کا مادہ "شيط" ہو تو اس کا وزن "فعلان" ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک ہونا یعنی شیطان اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں ہلاک ہو گیا نیز اس کا معنی باطل ہے جن اور انس میں سے ہر وہ جو سرکش اور متکبر ہو اس کو شیطان کہتے ہیں عرب سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں۔

"مَا رَزَقْنَا" اس کا مادہ رزق ہے جس سے نفع حاصل ہو وہ رزق ہے اس کی جمع ارزاق ہے قرآن مجید میں بارش پر بھی رزق کا اطلاق کیا ہے:

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ. (الباقیہ: ۵) اور اللہ نے آسمان سے جو رزق نازل کیا ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ. (الذاریات: ۲۲) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔

اور رزق کا معنی حصہ اور نصیب ہے قرآن مجید میں ہے:

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تُكَذِّبُونَ ○ (الواقعة: ۸۲) اور تم نے جھٹلانے کو اپنا حصہ بنا لیا ○

معتزلہ نے کہا: رزق کا شرعی معنی ہے: جاندار کو کسی چیز سے نفع اٹھانے پر قادر کرنا اور اس کا دوسرے کو اس سے نفع اٹھانے سے روکنا اس لیے انہوں نے کہا: حرام چیز رزق نہیں ہے اہل السنۃ نے کہا: حرام چیز بھی رزق ہے کیونکہ رزق کا لغت میں معنی حصہ اور نصیب ہے پس جس شخص نے حرام چیز سے نفع اٹھایا سو وہی اس کا حصہ اور نصیب ہے اور وہی اس کا رزق ہے اگر حرام چیز رزق نہ ہو تو جس شخص نے ساری عمر سود اور چوری کا مال کھایا تو اس تفسیر کی بناء پر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رزق نہیں دیا حالانکہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا.

(مائدہ: ۶۰) ذمہ ہے۔

”فقضی“ یہ لفظ ”قضا“ سے بنا ہے اس کے متعدد معانی ہیں ”قضا“ کا معنی ہے: حکم دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِلَٰهًا. (بنی اسرائیل: ۲۳)

اور آپ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔

”قضی حاجتہ“ کا معنی ہے: اس کی ضرورت پوری کر کے فارغ ہو گیا ”قضی دینہ“ کا معنی ہے: اس کا قرض ادا کر دیا

”قضی نحبہ“ کا معنی ہے: اس کی روح قبض کر لی وہ مر گیا ”قضی الیہ الامر“ کا معنی ہے: اس تک معاملہ پہنچا دیا ”قضاہ“ کا معنی ہے: اس کو مقدر کر دیا اس حدیث میں قضاء کا معنی حکم دینا یا مقدر کرنا ہے۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے محال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب انسان اپنی بیوی سے جماع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو شیطان سے دور رکھے تو شیطان اس کی اولاد کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا یعنی اللہ کے نام کی برکت سے اس بچہ پر شیطان کا تسلط نہیں ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان محفوظ بندوں میں سے ہو جائے گا جن کے متعلق فرمایا ہے:

إِنَّ عِبَادِي لَأَنسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ. (الحجر: ۴۲)

میرے (خاص) بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہ ہو سکے گا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کو دینی ضرر نہ پہنچا سکے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کو بدنی ضرر نہ پہنچا سکے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ شیطان اس کی عقل کو اور اس کے بدن کو خراب نہ کر سکے ہر چند کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے کہ شیطان اس کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا، لیکن یہ تخصیص ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ وہ گناہوں سے بالکل معصوم ہو جائے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور نبی ﷺ نے جو خبر دی ہے اس کا وقوع ضروری ہے اور جب ہم اس ضرر کو عقل اور بدن کے ضرر پر محمول کریں گے تو پھر اس کا وقوع ممتنع نہیں ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس کو مرگی میں مبتلا نہیں کر سکے گا، بعض نے کہا: شیطان اس کی ولادت کے وقت اس کو انگلی نہیں چھوئے گا جب کہ دوسروں کو وہ انگلی چھوتا ہے جس کی وجہ سے بچہ روتا ہے اور ہم اس حدیث کو ضرر کی تمام اقسام پر محمول نہیں کرتے کیونکہ شیطان سب کو وسوسہ بھی ڈالتا ہے اور گناہوں پر ابھارتا بھی ہے داؤدی نے کہا ہے: وہ اس بچہ کو فتنہ کفر میں مبتلا نہیں کر سکے گا۔

علامہ مندنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو کسی نے بھی عموم ضرر پر محمول نہیں کیا کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ بنو آدم کے ہر بچہ کو شیطان اپنی انگلی سے مس کرتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸-۲۹۲-۳۱۹ طبع قدیم)

ایک قول یہ ہے کہ شیطان اس کو کفر کے ساتھ گم راہ نہیں کر سکے گا ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کو گناہ کبیرہ میں مبتلا نہیں کر سکے گا ایک قول یہ ہے کہ جب وہ گناہ کے بعد توبہ کرنا چاہے گا تو وہ اس کو توبہ سے روک نہیں سکے گا ایک قول یہ ہے کہ جنات اس کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رہنا اور پاکیزہ اولاد کی دعا کرنا اور ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رکھے اور اس کے نام سے برکت حاصل کرتا رہے اور یہ یقین رکھے کہ ہر نیک عمل میں اللہ تعالیٰ ہی اس کا معین اور مددگار ہے۔
جماع سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور حدیث میں مذکور دعائے امام غزالی نے کہا: بسم اللہ کے بعد سورۃ اخلاص پڑھے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور یہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو نے میرے لیے اولاد مقدر کی ہے تو مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب جماع سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے تو ہر نیک کام سے پہلے خصوصاً وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

انسان کی تمام زندگی میں شیطان کا اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا

اس حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے کہ شیطان ہر وقت انسان کے ساتھ لازم رہتا ہے جب وہ اپنی ماں کے رحم سے باہر آتا ہے اس وقت سے موت تک انسان کے ساتھ لازم رہتا ہے حتیٰ کی اس کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے اور جب انسان سو جاتا ہے تو اس کے نٹھوں میں رات گزرتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو اس کو دوسو ڈالتا ہے اور جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب انسان سو جاتا ہے تو اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے اور جب انسان بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے اور وضوء کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو یہ تینوں گرہیں کھل جاتی ہیں غرض شیطان ہر وقت انسان کو دینی ضرر پہنچانے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ شیطان کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۴۲۹۔ ج ۳ ص ۸۶۳ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۔ بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ بیت الخلاء میں دخول کے وقت کیا کہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں جماع سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بیان تھا اور اس باب میں بیت الخلاء جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بیان ہے سودوںوں بابوں میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔

۱۴۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں خبیث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

شعبہ سے اس حدیث کی روایت میں محمد بن عرعہ نے آدم کی متابعت کی ہے اور غندر نے کہا: جب آپ بیت الخلاء میں جاتے اور موسیٰ نے حماد سے روایت کیا ہے: جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور سعید بن زید نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث

قَابِقَةُ ابْنُ عَرَعَةَ عَنْ شُعْبَةَ. وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ. وَقَالَ مُوسَى عَنْ حَمَادٍ إِذَا دَخَلَ. وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ. [طرف الحدیث: ۶۳۲۲]

بیان کی: جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے۔

(صحیح مسلم: ۳۷۵، رقم المسلسل: ۸۰۹، سنن ابوداؤد: ۴، سنن نسائی: ۱۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۸، سنن ترمذی: ۵، المستثنیٰ: ۲۸، مسند ابویعلیٰ: ۳۹۱۳، صحیح ابن حبان: ۱۳۰۷، کتاب الدعاء: ۳۵۹، عمل الیوم والمیلہ: ۱۷، شرح السنۃ: ۱۸۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۹۹ ج ۲ ص ۲۱۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس دعا میں ہے: اے اللہ! میں خبث اور خباثت سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
اس حدیث کے چار رجال ہیں:

(۱) آدم (۲) شعبہ (۳) عبدالعزیز بن صہیب (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

”خبث“ اور ”خبائث“ کا معنی اور ایچ باتھ میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت

اس حدیث میں ”خبث“ اور ”خبائث“ سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے اس سے مراد شیاطین اور ان کی مؤثرات ہیں، کیونکہ شیاطین بیت الخلاء میں حاضر ہوتے ہیں یہ وہ مقامات ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا اس لیے ان سے احتراز کرنے کے لیے آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

”خبث“ سے مراد کفر یا شر ہے اور ”خبائث“ سے مراد شیاطین ہیں ابن الاعرابی نے کہا کہ کلام عرب میں خبث مکروہ چیز کو کہتے ہیں اگر وہ مکروہ کلام ہو تو وہ سب و شتم ہے اگر وہ مکروہ طعام ہو تو وہ حرام ہے اور ”خبائث“ ”خبیثۃ“ کی جمع ہے یعنی جو نیک اور محمود فعل نہ ہو یعنی افعال مذمومہ اور خصال ردیہ۔

آپ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے، کیونکہ یہ جگہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیے جانے کے قابل نہیں ہے اور بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کا دل میں ذکر کرنا چاہیے نہ کہ زبان سے۔

آج کل گھروں میں ایچ باتھ روم بنے ہوئے ہوتے ہیں جن میں ایک طرف قضاء حاجت کی جگہ ہوتی ہے اور دوسری طرف وضوء کرنے کی جگہ ہوتی ہے اور درمیان میں کوئی آڑ یا حجاب نہیں ہوتا سو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینا صحیح نہیں ہے اور وضوء کرنے سے پہلے باتھ روم سے باہر آ کر بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور وضوء کی دعائیں اس جگہ نہیں مانگنی چاہئیں۔

نبی ﷺ کی شیطان کے شر سے پناہ کی دعا کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں خبث اور خباثت سے تیری پناہ میں آتا ہوں، نبی ﷺ کا شیاطین سے پناہ طلب کرنا عبودیت کے اظہار اور تعلیم امت کے لیے ہے ورنہ نبی ﷺ تمام جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ ہیں۔

بیت الخلاء میں دعا اور اذکار کی ممانعت اور جو تعویذ غلاف میں ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانے کا جواز

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں خبث اور خباثت سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے بعد زبان سے یہ دعا کرتے تھے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے تھے جس طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (النحل: ۹۸)

طلب کریں

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ قرآن پڑھنے کے بعد شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ

قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں اسی طرح اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے، کیونکہ نبی ﷺ بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے تھے حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس سے گزرا اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، نبی ﷺ نے تیمم کیا، پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰، سنن ترمذی: ۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۶، سنن نسائی: ۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے میرے سلام کا جواب دینے کا عذر بیان فرمایا ہے:

المہاجر بن قنفذ بیان کرتے ہیں کہ: وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے انہوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ نے وضو کر لیا، پھر آپ نے ان کے سامنے عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کو ناپسند کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷، سنن نسائی: ۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰)

بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا تو دور کی بات ہے، آپ تو بیت الخلاء جانے سے پہلے اپنی انگلی بھی اتار لیتے تھے، کیونکہ اس میں اللہ کا نام لکھا ہوا تھا حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے (کا ارادہ) کرتے تو اپنی انگلی اتار کر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۹، سنن ترمذی: ۱۷۴، سنن نسائی: ۵۲۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲)

انگلی پر کوئی خلاف نہیں ہوتا اس لیے آپ انگلی کو اتار دیتے تھے، لیکن جس ذکر پر کوئی غلاف ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانا جائز ہے جیسے تمویذ چمڑے یا چاندی کے غلاف میں ہو۔ (در مختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ)

بعض صحابہ نے بیت الخلاء میں دعا کرنے اور ذکر کرنے کو جائز کہا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت (یا تمام اوقات میں) اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸، سنن ترمذی: ۳۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲)

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ہر وقت زبان سے اللہ کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ بعض اوقات زبان سے اللہ کا ذکر کرتے تھے اور بعض اوقات دل سے اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۵، ج ۱ ص ۱۰۵۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۔ بَابُ وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ

بیت الخلاء کے پاس پانی رکھنا

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے کیونکہ دونوں بابوں میں بیت الخلاء کے متعلق احکام ہیں۔

۱۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعَتْ لَهُ وَضُوءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هَذَا؟ فَأَجَبَ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَيِّقْهُ فِي الدِّينِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی یزید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھا، آپ نے پوچھا: یہ کس نے رکھا ہے؟ پس آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں فقہ عطا فرما!

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۷۵ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: **بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھا۔**
حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد الجعفی المسندی "باب امور الایمان" میں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ہاشم بن القاسم ابو النضر الخراسانی یہ حافظ ثقہ صاحب سنت تھے اہل بغداد ان پر فخر کرتے تھے ۲۰۷ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں فوت ہو گئے (۳) ورقاء بن عمر الیشلمی الکوفی یہ خوارزم کے تھے مدائن میں سکونت رکھی انہوں نے عبد اللہ بن محمد اور دیگر سے روایت کی ہے اور ان سے الفریابی نے روایت کی ہے یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبید اللہ بن ابی یزید المکی یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے ۱۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۱۶-۳۱۷)

بعض علماء کا پانی سے استنجاء کا انکار کرنا اور ان کے رد میں احادیث

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں پانی رکھنا حدیث سے استنجاء کے لیے ہے اس میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے پانی سے استنجاء کرنے کا انکار کیا ہے انہوں نے کہا: پانی سے استنجاء کرنا صرف عورتوں کے لیے مشروع ہے اور مرد صرف پتھر سے استنجاء کرتے تھے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ پانی سے استنجاء کرتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے باہر آتے تو پانی سے استنجاء کر کے آتے تھے۔

(صحیح ابن حبان: ۱۴۴۱، موسسة الرمالیة بیروت ۱۴۱۴ھ)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو پانی سے استنجاء کرتے تھے یا وضوء کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۳، اوارۃ القرآن کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی قضاء حاجت کر کے آتے تو میں اور انصار کا ایک اور لڑکا مشکیزہ میں پانی لاتے جس سے آپ استنجاء کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۳، صحیح مسلم: ۲۷۱، شرح السنہ: ۱۹۵، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۴۴۲)

مجاذہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ پانی سے استنجاء کیا کریں کیونکہ مجھے ان سے یہ کہتے ہوئے حیا آتی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۴، صحیح ابن حبان: ۱۴۴۳)

**۱۱۔ بَابُ لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ
أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ
أَوْ نَحْوِهِ**
پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے
لیکن جب عمارت میں ہو یا کسی دیوار یا اس طرح
کی کسی چیز کی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں

بعض علماء نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا اس وقت متحقق ہوگا جب کھلے میدان یا جنگل میں قضاء حاجت کی جائے لیکن

جب انسان کسی عمارت مثلاً بیت الخلاء میں ہو یا کسی دیوار کی آڑ میں بیٹھا ہو تو پھر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کا قبلہ کی طرف منہ ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ جب انسان کا قبلہ کی طرف منہ ہوگا تو یہی صادق آئے گا کہ اس کا قبلہ کی طرف منہ ہے، خواہ وہ صحراء میں ہو یا میدان میں یا کسی عمارت میں ہو یا کسی دیوار کے پیچھے ہو اور جس طرح بیت الخلاء میں اس کے اور قبلہ کے درمیان بیت الخلاء کی دیوار حائل ہوتی ہے اسی طرح کھلے میدان اور صحراء کے آگے بھی پہاڑ اور ٹیلے اور شہر کی عمارتیں حائل ہوتی ہیں اس لیے ان میں شرعی حکم کے لحاظ سے فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب قضاء حاجت اور بیت الخلاء کے ذکر میں مشترک ہیں۔

۱۴۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْغَائِطُ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ شَرْقًا أَوْ غَرْبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذنب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پاخانہ کرنے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے، مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

[طرف الحدیث: ۳۹۳]

(صحیح مسلم: ۲۶۳، الرقم المسلسل: ۵۹۸، سنن ابوداؤد: ۳۸، سنن نسائی: ۲۲-۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۸، موطا امام مالک: ۴۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۰، المعجم الکبیر: ۳۹۳، مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۳، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۵۱۳-۲۳۵۱۴ ج ۳۸ ص ۴۹۶، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص پاخانہ کرنے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے، لیکن امام بخاری نے عنوان میں عمارت یا دیوار وغیرہ کی آڑ کا جو استثناء ذکر کیا ہے اس کا اس حدیث میں بالکل ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ایوب انصاری کا تذکرہ اور ان کی قبر کے پاس دعا کا قبول ہونا

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) محمد بن عبد الرحمن بن مغیرہ بن الحارث بن ابی ذنب (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابویزید عطاء بن یزید اللیثی، یہ تابعی ہیں ۱۸۲ھ یا ۱۸۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ان کا نام خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ الانصاری البخاری ہے یہ غزوہ بدر اور عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے جب نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس ایک مہینہ ٹھہرے تھے یہ معزز صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں انہوں نے ۱۵۰ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے سات احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں یہ جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ۵۰ھ میں قسطنطنیہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو گئے اس جہاد میں یہ یزید بن معاویہ کے ساتھ تھے یہ اس کے ساتھ نکلے پھر بیمار ہو گئے جب ان کا مرض زیادہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھالینا اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو مجھے تم اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا، سو انہوں نے ایسا ہی کیا، ان کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب ہے معروف ہے اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے لوگ وہاں بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۸۲۰)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف الحزری المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

یہ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس ٹھہرے تھے یہ نبی ﷺ کے ساتھ بدر احد اور تمام مشاہد میں حاضر تھے ان کا گھر مدینہ میں تھا خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان کے بعد ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہے اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں روم کے شہر میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہوئے القسطنطنیہ کی سرحد میں ان کی قبر ہے۔

سعید بن المسیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابویوب نے نبی ﷺ کی ڈاڑھی مبارک میں کوئی مکروہ چیز لگی دیکھی انہوں نے اس کو نکال کر آپ کو دکھائی آپ نے ان کو وعادی کہ ابویوب میں جو مکروہ چیز ہو اللہ اس کو نکال لے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۳)

حضرت ابویوب کے آزاد کردہ غلام ابلح بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ام ایوب نے حضرت ابویوب سے کہا: کیا آپ سن رہے ہیں کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابویوب نے کہا: کیوں نہیں! یہ جھوٹ ہے اے ام ایوب! کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! حضرت ابویوب نے کہا: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ تم سے بہت افضل ہیں پھر جب قرآن نازل ہوا اور اس میں تہمت لگانے والوں کا ذکر ہوا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ (النور: ۱۲)

اس بات کو سنا تو وہ ان کے متعلق نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ صریح بہتان ہے O

یعنی جس طرح حضرت ابویوب نے حضرت ام ایوب سے بات کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نیک گمان کیا۔

ابوزبید بیان کرتے ہیں کہ میں اور نوف بکالی حضرت ابویوب کی عیادت کے لیے گئے نوف نے کہا: اے اللہ! ان کو عافیت میں رکھ اور شفا دے حضرت ابویوب نے کہا: یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو: اے اللہ! اگر اس کی زندگی پوری ہوگئی ہے تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اگر اس کی زندگی باقی ہے تو اس کو شفا دے اور اجر عطا فرما۔

حضرت ابویوب ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے ۵۱ھ اور ۵۲ھ کے بھی قول ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۵ ص ۳۵۳-۳۵۲ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابویوب جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لیے گئے تھے اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا حضرت ابویوب بیمار ہو گئے تو یزید عیادت کے لیے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں حضرت ابویوب نے بتایا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا جب حضرت ابویوب فوت ہو گئے تو ان کو القسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابویوب اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے القسطنطنیہ پر حملہ کیا یہ ۵۲ھ کا واقعہ ہے یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی

حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور جب ان پر قحط آئے تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔
نیز لکھا ہے: جب بارش نہ ہو تو اہل روم ان کی قبر کو کھول دیتے ہیں پھر ان پر بارش ہوتی ہے۔

نیز لکھا ہے کہ ابوسعید الخدری نے کہا ہے کہ اہل روم نے ان کی قبر پر سفید گنبد بنا دیا ہے اور اس پر قندیل روشن کرتے ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۸ ص ۴۵-۴۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

الواقدي نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۶۵-۶۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں امام ابو حنیفہ کا مذہب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے خواہ صحراء میں قضاء حاجت کی جائے یا کسی عمارت میں انہوں نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے اور مجاہد ابراہیم نخعی سفیان ثوری ابو ثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کا بھی یہی مسلک ہے نیز اس ممانعت کی وجہ قبلہ کی تعظیم ہے اور وہ صحراء اور عمارت دونوں میں موجود ہے اگر عمارت میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا اس لیے جائز ہو کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان عمارت کی دیواریں حائل ہیں تو صحراء میں بھی اس کے اور قبلہ کے درمیان ٹیلے اور پہاڑ اور دوسرے شہروں کی عمارتیں حائل ہوتی ہیں اور اس سلسلہ میں اور بھی احادیث ہیں۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۴۲۲)

امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تائید میں احادیث

حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ کرے خواہ پیشاب کرے یا پاخانہ لیکن مشرق کی طرف منہ کرے یا مغرب کی طرف حضرت ابو ایوب نے کہا: جب ہم شام گئے تو وہاں کے بیت الخلاء قبلہ کی طرف بنے ہوئے تھے تو ہم منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور اللہ سے استغفار کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹، سنن ترمذی: ۸، مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۷-۴۱۶، مسند الحمیدی: ۸۷، ۳، ۱، مجمع الکبیر: ۷، ۳۹۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۱، شرح السنہ: ۱۷۴، صحیح ابن حبان: ۱۴۱۶)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے کہا گیا کہ تمہارے نبی تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کی بھی تعلیم دیتے ہیں حضرت سلمان نے کہا: ہاں! آپ نے ہمیں پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور لید یا ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۲، سنن ابوداؤد: ۷، سنن ترمذی: ۱۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لیے باپ کی جگہ ہوں، تمہیں تعلیم دیتا ہوں پس جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور آپ تین پتھروں کا حکم دیتے تھے اور لید اور ہڈی سے منع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵، سنن ابوداؤد: ۸، سنن نسائی: ۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹، مسند احمد: ۸۵۵، دار الفکر)

حضرت معقل بن ابی معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت ہمیں اونٹوں قبوں کی طرف منہ کرنے سے منع کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹، مسند احمد: ۸۵۵، دار الفکر)

قضاء حاجت کے وقت داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز داؤد ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز ہے اور حضرت ابویوب انصاری کی حدیث منسوخ ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۲۳)

داؤد ظاہری کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کی وفات سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳، سنن ترمذی: ۹، سنن ابن ماجہ: ۳۲۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

داؤد ظاہری کی دلیل کا رد

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث سے استدلال کرنا ضعیف ہے کیونکہ یہ آپ کے فعل کی حکایت ہے اس میں عموم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ فعل کسی عذر کی وجہ سے ہو اور یا آپ کا یہ فعل کسی عمارت یا بیت الخلاء میں ہو۔

(تحفہ الخیر ج ۱ ص ۱۵۲، مکتبہ نزار، مدینہ منورہ، ۱۴۱۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کا یہ فعل کسی عمارت میں یا بیت الخلاء میں ہوتا تو حضرت جابر اس کو کیسے دیکھ سکتے تھے اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے آپ کا منع فرمانا آپ کا قول ہے اور اس حدیث میں آپ کا فعل ہے اور قول اور فعل میں جب تعارض ہو تو آپ کا قول آپ کے فعل پر راجع ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی ممانعت تحریم پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث سے اس کی اباحت ثابت ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت میں عموم کا صیغہ ہے اور اس حدیث میں تخصیص ہے اور عام حکم خاص فعل پر راجع ہوتا ہے۔

حضرت جابر کی اس حدیث پر شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے جرح کی ہے وہ لکھتے ہیں: رہی حضرت جابر کی حدیث تو وہ ابان بن صالح کی روایت ہے اور وہ مشہور نہیں ہے اور نیز اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے منع کرنے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت جابر اس کو بتاتے اور اگر یہ استدلال صحیح ہو تو اس میں صرف قبلہ کی طرف منہ کرنے کا جواز ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کا جواز بالکل نہیں ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ جس بات کا حدیث میں ذکر نہ ہو اس کا از خود اضافہ کیا جائے اور یہ بات نہیں ہے کہ آپ نے دو چیزوں سے منع کیا ہو اور ایک کی ممانعت منسوخ ہو جائے تو اس سے دوسری ممانعت بھی منسوخ ہو جائے لہذا اس حدیث سے ان کا یہ ثابت کرنا باطل ہو گیا کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے۔ (المکفی بالآثار ج ۱ ص ۱۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کی توجیہ

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو یہ

خطاب اہل مدینہ کے لیے ہے یا ان لوگوں کے لیے ہے جن کا قبلہ مدینہ کی سمت پر ہے اور جن کا قبلہ مشرق یا مغرب کی سمت پر ہو وہ قضاء حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف منہ نہیں کریں گے بلکہ وہ مشرق یا مغرب کی دائیں یا بائیں جانب منہ کریں گے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۱۷۔ ج ۱ ص ۹۳ پر ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ② قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ③ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ④ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔

۱۲۔ بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلَى لَبَتَيْنِ

جو شخص قضاء حاجت کے لیے دو اینٹوں پر بیٹھا

باب سابق میں بالعموم قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت تھی اور اس باب میں ائمہ ثلاثہ اور امام بخاری کی رائے کے مطابق بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے یعنی پہلے باب میں عام ممانعت تھی خواہ صحرا میں قضاء حاجت کرے یا بیت الخلاء میں اور اس باب میں خاص ممانعت ہے صرف صحرا میں یہ ظاہر یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف ہے اس حدیث کی شرح میں ان شاء اللہ ہم اس حدیث کی توجیہات بیان کریں گے۔

۱۴۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدْ ارْتَفَيْتَ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ لَنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ. وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُصَلُّونَ عَلَى أَوْرَائِكِهِمْ؟ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي وَاللَّهِ. قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِي يُصَلِّي وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْأَرْضِ يَسْجُدُ وَهُوَ لَا صِقَ بِالْأَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از محمد بن یحییٰ بن حبان از عم خود واسع بن حبان از عبد اللہ بن عمر وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تم اپنی قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت المقدس کی طرف پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت کر رہے تھے آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا حضرت ابن عمر نے (واسع بن حبان سے) کہا: شاید تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے کولہوں کو بچھا کر نماز پڑھتے ہیں؟ واسع بن حبان نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی بات نہیں سمجھا امام مالک نے حضرت ابن عمر کے قول کا مطلب بتایا یعنی جو شخص اس طرح نماز پڑھے کہ زمین سے اوپر نہ اٹھے وہ زمین سے چپکا ہوا سجدہ کرے (مردوں کا اس طرح نماز پڑھنا خلاف سنت ہے اس طرح عورتیں نماز پڑھتی ہیں حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ شاید جس طرح تم خلاف سنت طریقہ سے نماز پڑھتے ہو اسی طرح تم خلاف سنت طریقہ سے قضاء حاجت کرتے

[اطراف الحدیث: ۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰] (صحیح مسلم: ۲۶۶) رقم المسلسل: ۶۰۰ سنن ابوداؤد: ۱۳ سنن ترمذی: ۱۱ سنن نسائی: ۲۳ سنن ابن ماجہ: ۳۲۲ موطا امام مالک: ۴۶۵ سنن الکبریٰ للنسائی: ۲۲ صحیح ابن خزیمہ: ۵۹ صحیح ابن حبان: ۱۳۲۱ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۶۱ سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۲ شرح السنہ: ۱۷۶ المعجم الکبیر: ۱۳۳۱۲ مسند احمد ج ۲ ص ۴۱ طبع قدیم مسند احمد ج ۹ ص ۴۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

المقدس کی طرف تو ان کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام سنتوں سے معافی حاصل کرنے میں مختلف تھے اور ان میں سے ہر ایک اس پر بالعموم عمل کرتا تھا جو اس نے نبی ﷺ سے سنا تھا۔

علامہ ابن القصار نے کہا: حضرت ابن عمر کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ نبی ﷺ کی شرم گاہ کی طرف دیکھیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی اچانک نظر پڑ گئی تو انہوں نے دیکھ لیا اور انہوں نے قصداً نہیں دیکھا پھر جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اس کو نقل کر دیا۔ حافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ مذکور الصدور دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب کی مطلقاً ممانعت والی حدیث کو صحراء پر محمول کرنا جیسا کہ شعی نے کہا ہے یہ امام مالک کا اور ان کے اصحاب کا اور امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور یہی ابن المبارک اور اسحاق بن راہویہ کا قول ہے۔

اور ثوری اور کوفیوں (فقہاء احناف) کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے صحراء میں نہ بیت الخلاء میں امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال حضرت ابو ایوب انصاری حضرت ابو ہریرہ حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت سہل بن حنیف حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔

(تمہید ج ۱ ص ۲۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ ضحلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ وہ صحراء میں ہو یا بیت الخلاء میں اور یہی ثوری اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے کیونکہ احادیث میں بالعموم ممانعت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے اور یہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے اور یہی امام مالک امام شافعی اور ابن الہمد ر کا قول ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۰۹ دار اللمیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کا یہ نظریہ تھا کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت صرف صحراء میں ہے جب کہ وہاں کوئی حجاب نہ ہو جیسا کہ اس پر امام ابو داؤد اور امام حاکم کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام ابو حنیفہ کی طرف سے حدیث مذکور سے استدلال کے جوابات

حضرت ابن عمر کی اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ممانعت کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت ابو ایوب انصاری حضرت ابو ہریرہ حضرت عبد اللہ بن مسعود

حضرت سہل بن حنیف حضرت عبد اللہ بن الحارث اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم ہیں اور رخصت کی حدیث صرف حضرت ابن عمر

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جو حدیث چھ صحابہ سے مروی ہو وہ اس حدیث پر رائج ہے جو صرف ایک صحابی سے مروی ہو۔

(۲) حضرت ابن عمر نے قصداً اور بغور نہیں دیکھا تھا کہ بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت رسول اللہ ﷺ کا منہ بیت المقدس

کی طرف تھا اتفاقاً ان کی نظر پڑ گئی تھی اس حالت میں عام آدمی کی طرف بھی دیکھنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کی

طرف سو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطا واقع ہوئی ہو اس لیے اس حالت میں ان کی روایت قابل اعتماد نہیں ہے خصوصاً جب کہ اس کے خلاف متعدد احادیث صحیحہ ہیں۔

(۳) ممانعت کی احادیث عام ہیں اور رخصت کی حدیث خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے لہذا ممانعت کی احادیث رائج ہیں۔
(۴) ممانعت کی احادیث میں نبی ﷺ کا قول ہے اور رخصت کی حدیث میں آپ کا فعل ہے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر رائج ہوتا ہے لہذا ممانعت کی احادیث رائج ہیں۔

(۵) ممانعت کی احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور رخصت کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم رائج ہوتی ہے لہذا ممانعت کی احادیث رائج ہیں۔

(۶) ممانعت کی احادیث میں کعبہ کا زیادہ احترام ہے اس لیے وہ رائج ہیں۔

(۷) نبی ﷺ کعبہ سے افضل ہیں اس لیے قضاء حاجت کے وقت بیت الخلاء میں آپ کی پیٹھ کعبہ کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں اس کے برخلاف ہمارا یہ مقام نہیں ہم پر کعبہ کا احترام لازم ہے اور ہمارا اس حالت میں کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۸) بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف تھے اور ہم سمت کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف ہیں اسی طرح آپ قضاء حاجت کے وقت عین کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنے کے مکلف تھے سو جب حضرت ابن عمر نے آپ کو دیکھا تو آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف تھی نہ کہ عین کعبہ کی طرف اور یہ بہ غور تحقیق کرنے کا موقع نہ تھا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۱۹۔ ج ۱ ص ۹۳۶ پر ہے اس کی شرح میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۔ بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبَرَازِ خواتین کا کھلے میدان میں (قضاء حاجت کے لیے) نکلنا

”براز“ کا معنی وسیع میدان ہے اور یہ قضاء حاجت سے کنایہ ہے حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمین لعنت کی جگہوں سے بچو پانی کے گھاٹ پر عام راستہ پر اور سائے کی جگہوں پر براز (قضاء حاجت) کرنے سے (اس حدیث میں آپ نے قضاء حاجت کے لیے ”براز“ کا لفظ فرمایا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶، سنن ابن ماجہ: ۳۲۸)

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بیت الخلاء میں قضاء حاجت کا ذکر تھا اور اس باب میں کھلے میدان میں قضاء حاجت کا ذکر ہے۔

۱۴۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَرْوَاحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيدٌ أَفْبَحُ فَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْجَبْ نِسَاءً كَ، فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ کی ازواجِ رات کو قضاء حاجت کے لیے المناصع کی طرف جاتی تھیں المناصع کا معنی ہے: وسیع میدان۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں اور نبی ﷺ اس طرح نہیں کرتے تھے پس نبی ﷺ

پڑے تو بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نہ نکلیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ ایک رات کو عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لیے باہر نکلیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس القرشیہ العامریہ بہت پہلے اسلام لائی تھیں اور بیعت کر چکی تھیں وہ پہلے اپنے عم زاد کے نکاح میں تھیں جن کا نام اسکران بن عمرو تھا وہ ان کے ساتھ اسلام لائے تھے اور ان دونوں نے ایک ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر جب یہ مکہ میں آئیں تو ان کے خاوند فوت ہو گئے پھر ان سے نبی ﷺ نے نکاح کر لیا یہ واقعہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے پہلے ہوا پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کی جب ان کی عمر زیادہ ہو گئی تو آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا حضرت سودہ نے کہا: آپ مجھے طلاق نہ دیں اور انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کے لیے کر دی پھر آپ نے ان کو رکھ لیا ان سے پانچ احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان سے دو احادیث روایت کی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں ان کی وفات ہوئی ایک قول ہے کہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ۵۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۴۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری التونی ۶۰۶ھ سے علامہ یعنی نے یہ احوال نقل کیے ہیں ان کے علاوہ علامہ

ابن الاثیر نے لکھا ہے:

حضرت سودہ کا بدن بھاری تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کی عمر زیادہ ہو گئی اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے۔

محمد بن علی بن الحسین نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کل پندرہ عورتوں سے نکاح کیا تھا اور حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بعد آپ نے جس خاتون سے سب سے پہلے نکاح کیا تھا وہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا! آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا پس تم اس کی طرف سے قرض ادا کرتے تو کیا تمہاری طرف سے وہ قرض قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۹)

حضرت سودہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئی تھیں۔

(اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۵۸-۱۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور ان کی رائے کی فضیلت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو مشورہ دینا جائز ہے اور اس میں مشورہ دینے کی فضیلت ہے بہ شرطیکہ مشورہ دینے سے کسی کو مشکل اور دشواری میں ڈالنا مقصود نہ ہو اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ ان کے مشورہ کے بعد حجاب کے احکام نازل ہوئے اور سورۃ الاحزاب کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید میں حسب ذیل آیات نازل ہوئی ہیں:

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں آیات حجاب کا نازل ہونا

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ. (الحزاب: ۵۹)

اے نبی! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ دیتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے سو حضرت عمر کی رائے کے موافق یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ازواج مطہرات کو تنبیہ فرمانا

(۲) غَسَى رِبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ تُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكَنَّ. (التحریم: ۵)

اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج غیرت میں جمع ہو گئیں تو میں نے ان سے کہا: اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا تب التحريم: ۵ نازل ہو گئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۹۹، ۱۸۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں مقام ابراہیم کو مصلی بنانا

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ مقام ابراہیم کو مصلی بنالیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى. (البقرہ: ۱۲۵)

اور تم مقام ابراہیم کو مصلی بنالو۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۶۱۷، ۶۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

ان آیات کا ذکر اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت تین آیات میں کی ہے: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلی بنالیں تو یہ آیت نازل ہو گئی: "وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى". (البقرہ: ۱۲۵) اور آیت حجاب میں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ اپنی ازواج کو یہ حکم دیں کہ وہ حجاب میں رہیں کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے آدمی بات کرتے ہیں تو آیت حجاب نازل ہو گئی (الحزاب: ۵۹) اور نبی ﷺ کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا: اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا تو التحريم: ۵ نازل ہو گئی۔ (صحیح البخاری: ۵۰۲، سنن ترمذی: ۲۹۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۹، سنن دارمی: ۱۸۳۹، مسند الزہری: ۲۲۱-۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۶۸۹۶، المعجم الصغير: ۸۶۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸، شرح السنن: ۳۸۸۷، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۷-۱۵۸ ج ۱ ص ۲۹۷، مؤسسة الرسالہ بیروت)

اس حدیث میں صرف تین آیات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کا ذکر ہے حالانکہ حضرت عمر کی موافقت کی آیات کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین آیات زیادہ مشہور تھیں باقی آیات حسب ذیل ہیں:

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ان مسلمانوں پر عتاب جنہوں نے غزوہ بدر میں
قیدیوں سے فدیہ لینے کو اختیار کیا تھا

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يَتَخَنَ فِي
الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (الأنفال: ۶۷)

نبی کے پاس اس وقت تک قیدی نہیں ہونے چاہئیں جب تک
کہ (کافروں کا) خون نہ بہایا جائے تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ
آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے

حضرت عمر بن الخطاب کی روایت کے آخر میں ہے:

ابو زمیل نے کہا: غزوہ بدر کے دن تیسرے آسمان سے مدد آئی! پس ستر کفار قتل کر دیئے گئے اور ستر کفار قید کر لیے گئے حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب قیدیوں کو گرفتار کر لیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کہا: ان قیدیوں کے
متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے نبی اللہ! یہ چچا اور رشتہ داروں کی اولاد ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ ان
سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو جائے گی پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو اسلام کے لیے ہدایت دے دے
پھر رسول اللہ ﷺ نے کہا: اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ (حضرت عمر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ
رائے نہیں ہے جو ابوبکر کی رائے ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ ہم ان پر قدرت پا چکے ہیں سو ہم ان کی گردنیں اڑا دیں آپ حضرت
علی کو موقع دیں وہ عقیل کی گردن اڑا دیں اور مجھے فلاں پر موقع دیں میں اس کی گردن اڑا دوں یہ لوگ کفر کے ائمہ اور ضناد ہیں پھر
رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر کے قول کی طرف مائل ہوئے اور میرے قول کی طرف مائل نہیں ہوئے دوسرے دن صبح کو جب میں
آیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر دونوں بیٹھے ہوئے رو رہے تھے میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے آپ اور آپ کے یہ
صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ پس اگر مجھے بھی از خود رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے
کی وجہ سے زبردستی روؤں گا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ تمہارے اصحاب کے فدیہ لینے کی وجہ سے
میرے اوپر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت کے قریب آچکا تھا وہ درخت نبی ﷺ کے قریب تھا اور اللہ عزوجل نے یہ
آیتیں نازل فرمائیں:

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يَتَخَنَ فِي
الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۱) لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲) فَكُلُوا مِنَّمَا غَنِمْتُمْ حَلَالًا
طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الأنفال: ۶۷-۶۹)

نبی کے پاس اس وقت تک قیدی نہیں ہونے چاہئیں جب تک
کہ کافروں کا خون نہ بہایا جائے تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ
آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے
اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی یہ حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو چھو تم نے فدیہ لیا
ہے اس پر تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا (۱) پس تم نے جو حلال اور پاکیزہ
غنیمت حاصل کی ہے اس کو خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو (۲)

شک اللہ بہت بخشنے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے

پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۷۳۳، رقم المسلسل: ۳۵۰، سنن ابوداؤد: ۲۶۹۰، سنن ترمذی: ۳۰۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۵۰، ج ۱۳ ص ۳۶۶-۳۶۵، مسند ابی حنبلہ ج ۱ ص ۱۹۶، صحیح ابن حبان: ۳۷۳، سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۲۱، دلائل ابنہ ج ۱ ص ۵۱-۵۲، ج ۳ ص ۳۰۸، مسند احمد ج ۱ ص ۳۰، طبع قدیم مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

فدیہ لینے پر عتاب کی توجیہ

الانفال: ۶۹ میں ہے: ”اگر اللہ کی طرف سے یہ حکم پہلے ہی لکھا ہوا نہ ہوتا“۔ اس کی تفسیر میں امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس امت کو مال غنیمت کھلانے والا ہے اور انہوں نے اللہ کے حکم سے پہلے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا تھا اس وجہ سے ان پر عتاب کیا گیا۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی متوفی ۶۱۵ھ نے لکھا ہے کہ فدیہ کی رقم چالیس اوقیہ تھی اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۳۱۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے الانفال: ۶۸ کی تفسیر میں اس آیت کی چار وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) اس امت سے پہلے مال غنیمت کو کھانا حرام تھا اور اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہے اگر پہلے سے یہ حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کے فدیہ لینے کی وجہ سے ان پر عذاب آتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے فدیہ لینے سے منع نہیں کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ جس کام کو مسلمان کریں جس سے ان کو پہلے منع نہ کیا ہو تو اس پر ان کو عذاب نہیں ہوگا اگر یہ پہلے لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ اہل بدر کو عذاب نہیں ہوگا اگر یہ لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ سیدنا محمد ﷺ کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آئے گا اگر یہ حکم پہلے سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۳۰۷-۳۰۶، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

* ان آیات کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے بیان القرآن ج ۳ ص ۷۰۰-۶۹۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت

(۵) وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَ إِلَّا (التوبہ: ۸۴) ان (منافقین) میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ کبھی بھی نہ پڑھیں۔

یہ آیت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی قحافہ فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے میں اس میں اس کو کفن دوں گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کریں پس نبی ﷺ نے ان کو اپنی قمیص عطا کر دی اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا میں اس کی نماز پڑھوں گا جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا: کیا اللہ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دو چیزوں کا اختیار ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (التوبہ: ۸۰)

آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) استغفار کریں تو اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا۔

پھر نبی ﷺ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت نازل ہو گئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا. (التوبہ: ۸۴) ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ (آئندہ) اس کی نماز جنازہ کبھی بھی نہ پڑھیں۔

(صحیح البخاری: ۱۲۶۹، صحیح مسلم: ۲۷۷۳، سنن ترمذی: ۳۰۹۸، سنن نسائی: ۱۸۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸)

حضرت عمر کے قول کے موافق ”تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ“ کا نازل ہونا

(۶) فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (المومنون: ۱۳) پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے

○ ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے چار آیتوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے اور تیسری آیت یہ بیان کی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ○ بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خالصہ سے پیدا کیا ○

(المومنون: ۱۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے کہا: ”تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ“ تو یہ آیت نازل ہوئی: ”تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ“ (المومنون: ۱۳)۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۱، معجم الکبیر: ۱۲۴۳۳، الدر المنثور ج ۶ ص ۹۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں شراب کی تحریم کا نازل ہونا

(۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ ○ (المائدہ: ۹۱-۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوڑ اور بت اور فال کے تیرے محض ناپاک ہیں! شیطانی کاموں سے ہیں! پس تم ان سے بچو تاکہ کامیاب ہو جاؤ ○ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوڑ کے ذریعہ عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ ○

شراب کی تحریم کی یہ آیتیں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں حدیث میں ہے:

ابو میسرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کر دے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (البقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جوڑ کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے: ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے اس میں دنیاوی فائدہ ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کر دے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَى. (النساء: ۴۳)

اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کر دے تو پھر المائدہ: ۹۱-۹۰ نازل ہوئی جس

کے آخر میں ہے: کیا تم باز آنے والے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا: ہم باز آ گئے! ہم باز آ گئے۔

(سنن ترمذی: ۳۰۳۹، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۰، سنن نسائی: ۵۵۵۵، معنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۱۲، المستدرک ج ۳ ص ۱۳۳، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۵، مسند احمد ج ۱ ص ۵۳ طبع قدیم مسند احمد: ۳۷۸، ج ۱ ص ۳۳۳، ۳۳۲، مؤسسة الرسالة بیروت)۔

حضرت عمرؓ کا حضرت جبریلؑ کی حمایت کرنا اور اس پر البقرہ: ۹۷ کا نازل ہونا

(۸) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ
بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرہ: ۹۷)
آپؐ کہیے کہ جو شخص جبریلؑ کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) بے شک
اس نے تو آپؐ کے دل پر اللہ کے اذن سے قرآن نازل کیا ہے۔

یہ آیت بھی حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے حدیث میں ہے:

عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی طرف گئے اور ان سے کہا: میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو حضرت موسیٰؑ پر نازل کیا! کیا تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کو اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمرؓ نے کہا: پھر ان کی پیروی کرنے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس رسول کو بھی بھیجا اس کا فرشتوں سے کوئی کفیل ہوتا ہے اور بے شک جبریلؑ (سیدنا) محمد (ﷺ) کا کفیل ہے اور وہ فرشتوں میں سے ہمارا دشمن ہے اور میکائیل ہمارا دوست ہے وہ ہم پر سلامتی لاتا ہے اگر ان کے پاس میکائیل آتا ہوتا تو ہم ان پر ایمان لے آتے حضرت عمرؓ نے کہا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰؑ پر تورات کو نازل کیا ہے! ان دونوں فرشتوں کا اللہ کی جناب میں کیا مرتبہ ہے؟ انہوں نے کہا: جبریلؑ اللہ کی دائیں جانب ہے اور میکائیل اللہ کی بائیں جانب ہے حضرت عمرؓ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں میکائیل جبریلؑ کے دشمن پر سلامتی نہیں لاتے اور نہ جبریلؑ میکائیل کے دشمن پر سلامتی لاتے ہیں ابھی ان میں یہ بات ہو رہی تھی کہ نبی ﷺ تشریف لے آئے یہودیوں نے کہا: اے ابن الخطاب! یہ تمہارے پیغمبر ہیں حضرت عمرؓ آپؐ کی طرف کھڑے ہو گئے اور اس وقت آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی: "قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ" (البقرہ: ۹۷) آپؐ کہیے جو شخص جبریلؑ کا دشمن ہے (تو ہوا کرے)۔ (معنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۸۵، إدارة القرآن کراچی ۱۳۰۶ھ)

حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق قرآن مجید کی آیات کے نازل ہونے کا سبب

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق یہ آیات اس لیے نازل ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان کو اظہار حق کا ذریعہ بنادیا تھا حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور اس کے دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا: جب بھی لوگوں کو کوئی امر پیش آیا اور لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق کوئی اور بات کہی تو قرآن حضرت عمرؓ کے قول کے موافق نازل ہو جاتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۲)

راستہ میں خواتین سے باتیں کرنے کا اور اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمرؓ کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے آواز دے کر کہا: اے سودہ! ہم نے آپؐ کو پہچان لیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرد راستے میں عورتوں سے بات کر سکتے ہیں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کر سکتا ہے کیونکہ اس کلام سے حضرت عمرؓ کی غرض یہ تھی کہ حضرت سودہ حجاب میں رہا کریں اسی طرح

حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو جو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں، وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی کی وجہ سے کہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی علم تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے، لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار کر رہے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے گا تو پھر آپ اس پر عمل کرائیں گے اور ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے مشورہ پر عمل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں زیادہ فضیلت تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کے مشورہ پر عمل نہیں کر رہے تھے۔

۱۴۷۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ
هشام بن عروہ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي
حَاجَتِكُنَّ . قَالَ هِشَامُ يَعْنِي الْبَرَازَ .
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام
بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ آپ نے
فرمایا: بے شک تمہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے
نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ہشام نے کہا: یعنی قضاء حاجت
کے لیے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۷۰، رقم المسلسل: ۵۵۶۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: عورتوں کا قضاء حاجت کے لیے کھلے میدان میں نکلنا اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ قضاء حاجت کے لیے اپنے گھروں سے نکل سکتی ہیں حضرت سودہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد قضاء حاجت کے لیے نکلیں اور ان کا جسم بہت بڑا تھا تو حضرت عمرؓ نے ان کو پہچان لیا اور کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ ہم سے نہیں چھپ سکی ہیں آپ غور کریں کہ آپ کس طرح باہر نکل رہی ہیں حضرت سودہ نے واپس آ کر نبی ﷺ سے اس واقعہ کی شکایت کی آپ اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک تمہیں قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۰، رقم المسلسل: ۵۵۶۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان میں سے پہلے زکریا بن یحییٰ بن صالح اللؤلؤی ہیں ان کی کنیت ابو یحییٰ بلخی ہے یہ حافظ فقیہ اور مصنف فی السنۃ تھے یہ ۲۳۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے اور وہیں مدفون ہوئے۔

دوسرے راوی ابواسامہ حماد بن اسامہ کوفی ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے تیسرے راوی ہشام بن عروہ ہیں چوتھے راوی عروہ کے والد الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں اور پانچویں راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۴۳۳)

خواتین کے لیے اپنی ضروریات میں گھر سے نکلنے کی اجازت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد ان کو قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اور جب ان کے لیے قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے تو دیگر ضروریات کے لیے بھی گھر سے باہر نکلنا جائز ہے اور نبی ﷺ نے عیدین کی نماز کے لیے ان کو جانے کا حکم دیا ہے بلکہ پانچ وقت کی نمازوں کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دی ہے اور مردوں سے فرمایا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے منع نہ کریں اور حج اور عمرہ کے لیے آپ خود ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ لے کر گئے اور حضرت ام المؤمنین کو

آپ نے ان کے والدین سے ملنے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے گھر سے نکل سکتی ہیں اور جب آپ بیمار ہو گئے تو دیگر ازواج آپ کی عیادت کے لیے آتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کا اپنے بیمار رشتہ داروں کی عیادت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب

اس تفصیل سے شیعہ کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ نے گھر سے باہر نکل کر "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" (۱۱۱: احزاب) کے حکم کی مخالفت کی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گئی تھیں اور یہ جائز تھا اس دوران باغیوں نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا تو حضرت طلحہ حضرت زبیر اور ان کے رفقاء مکہ میں حضرت عائشہ سے ملے اور آپ کو مدینہ واپس جانے سے منع کیا اور ان سے درخواست کی کہ بصرہ میں ہمارے موافقین ہیں آپ وہاں چلیں مدینہ جانے میں یہ خطرہ ہے کہ باغی آپ کے ساتھ بھی بے ادبی سے پیش نہ آئیں سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ بصرہ چلی گئیں ادھر باغیوں نے حضرت علی سے کہا: یہ لوگ آپ کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے بصرہ میں جمع ہو رہے ہیں اس سے پہلے کہ یہ لوگ پہل کریں آپ ان پر حملہ کر کے ان کی قوت کو ختم کر دیں تو حضرت علی بھی بصرہ روانہ ہو گئے وہاں دونوں طرف سے اکابرین میں مذاکرات ہوئے اور اس پر اتفاق ہو گیا کہ خون عثمان کا قصاص لیا جائے گا اس پر باغیوں نے محسوس کیا کہ اب ان کی بقاء کو خطرہ ہے پس رات کے اندھیرے میں چند باغیوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پڑاؤ پر اچانک حملہ کر دیا اور یہ کہا کہ علی نے معاہدہ شکنی کی اور کچھ نے حضرت علی کے لشکر پر حملہ کر دیا اور کہا کہ طلحہ اور زبیر نے عہد شکنی کی اور یوں باغیوں کی سازش کامیاب ہو گئی اور فریقین میں جنگ چھڑ گئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی لاشوں کو دیکھ کر بہت رونے اور کہا: کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی محمد بن ابوبکر کے ہمراہ عزت اور احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا حضرت ام المومنین جب بھی "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" (۱۱۱: احزاب) کی تلاوت کرتیں تو اس واقعہ کو یاد کر کے بہت روتی تھیں۔

* اس واقعہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۹ ص ۲۳۶-۲۳۷، الاحزاب: ۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۵۳- ج ۶ ص ۵۳۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حجاب کے تین مراحل (۱) قضاء حاجت کے لیے ازواج مطہرات کے گھر سے باہر نکلنے کے تین احوال (۲) حدیث الباب کے مسائل۔

گھروں میں قضاء حاجت کرنا

۱۴- بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوتِ

پہلے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اس لیے خواتین قضاء حاجت کے لیے صحراء اور میدان میں جاتی تھیں جیسا کہ اس سے پہلے باب میں ذکر ہے بعد میں گھروں میں بیت الخلاء بنادے گئے تو پھر خواتین گھروں کے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کرتی تھیں اور سوائے شرعی ضرورت کے گھر سے باہر نہیں نکلتی تھیں اور باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں قضاء حاجت کے لیے میدان میں جانے کا ذکر تھا اور اس باب میں گھروں میں قضاء حاجت کا ذکر ہے اور قدر مشترک قضاء حاجت ہے۔

۱۴۸۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از محمد بن یحییٰ بن حبان از واسع بن حبان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت کے اوپر اپنے کسی کام سے چڑھا تو میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کر رہے تھے آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور منہ شام کی طرف تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح حدیث: ۱۳۵ میں گزر چکی ہے۔

حدیث: ۱۳۵ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی وہاں صرف یہ ذکر تھا کہ آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا لازم ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر بیت الخلاء میں قضا حاجت کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابراہیم بن المنذر ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) انس بن عیاض ابو ضمیر اللیشی المدنی یہ ثقہ عالم ہیں شعبہ اور متعدد ائمہ سے روایت کرتے ہیں ان سے امام احمد روایت کرتے ہیں ۲۹۶ھ میں فوت ہو گئے تھے کتب مست میں انس بن عیاض نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ابو عثمان القرشی المدنی یہ اپنے والد القاسم سالم اور متعدد سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبد الرزاق اور دیگر روایت کرتے ہیں یہ ۱۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن یحییٰ بن حبان (۵) واسع بن حبان (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (ممد القاری ج ۲ ص ۴۳۴)

باب

۰۰۰۔ باب

۱۴۹۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ أَنَّ عَمَّهُ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لَيْتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از محمد بن یحییٰ بن حبان کہ ان کے چچا واسع بن حبان نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح حدیث: ۱۳۵ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یعقوب بن ابراہیم ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یزید بن ہارون یہ حافظ اور متقن تھے ان سے ذیلی اور دیگر نے روایت کی

ہے یہ نابینا ہو گئے تھے ۸۸ سال کی عمر میں ۲۰۶ھ میں واسطہ شہر میں فوت ہو گئے تھے (۳)(۴)(۵)(۶) یحییٰ بن سعید انصاری المدنی ان کا ذکر کئی بار ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۴۴-۴۴۳)

۱۵- بَابُ الْإِسْتِجَاءِ بِالْمَاءِ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا

یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا شرعی حکم استنجاء کا لغوی معنی ہے: مخرج کے منہ پر باقی نجاست کو زائل کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: قبل یا ذر پر لگی ہوئی نجاست کو مٹی کے ڈھیلوں یا پانی سے زائل کرنا اس سے پہلے باب میں قضاء حاجت کا ذکر تھا اور اس باب میں قضاء حاجت کے اثر کو زائل کرنے کا ذکر ہے۔

۱۵۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ وَاسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَجَىءُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ يَعْنِي يَسْتَنْجِي بِهِ. [اطراف الحديث: ۱۵۱-۱۵۲-۲۱۷-۵۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالمکک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی معاذ ان کا نام عطاء ابن ابی میمونہ ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا آتا ہمارے ساتھ پانی کا برتن ہوتا آپ اس سے استنجاء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰، رقم السلسل: ۶۰۸، سنن ابوداؤد: ۴۳، سنن نسائی: ۴۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ اس (پانی) سے استنجاء کرتے۔ امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنے کا قصد کیا ہے جو کہتے ہیں: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ نبی ﷺ نے پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کیا، ہم عنقریب ان شاء اللہ اس سلسلہ میں مفصل احادیث بیان کریں گے صحیح البخاری: ۴۳ کی شرح میں بھی اس کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالمکک البصری (۲) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابومعاذ عطاء بن میمونہ البصری التابعی یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ تقدیر کا انکار کرتے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۴۹)

”غلام“ اور ”اداوہ“ کا معنی

اس حدیث میں ”غلام“ کا لفظ ہے ”غلام“ اس نوعمر لڑکے کو کہتے ہیں جس کی میں بھیگ چکی ہوں زختری نے کہا ہے کہ غلام اس نوعمر لڑکے کو کہتے ہیں جس کی ڈاڑھی آنے والی ہو۔

”اداوہ“ چمڑے کے چھوٹے برتن کو کہتے ہیں جس میں پانی رکھا جاتا ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہام بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: پھر ہمیشہ میرے

ہاتھ سے بدبو آتی رہے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۵۔ ج ۱ ص ۱۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

قضاء حاجت کے بعد ہاتھوں کو صابن سے دھولینا چاہیے، خصوصاً جراثیم کش صابن مثلاً ڈینول کے صابن سے اس سے بدبو بھی زائل ہوگی اور پیلیا (یرقان) کا خطرہ بھی نہیں رہے گا اگر استنجاء کرنے کے بعد صابن سے ہاتھ دھوئے بغیر کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگایا جائے اور ان کو کھایا جائے تو اس سے پیلیا کا خطرہ ہے، گٹر کے پانی سے یہ بیماری پھیلتی ہے، پاکستان کے شہروں میں سیوریج سسٹم کی خرابی کی وجہ سے سڑکوں پر گٹر کا پانی بہتا رہتا ہے، پھر دھوپ لگنے سے اس کے بخارات فضا میں اٹھتے ہیں اور گزرنے والوں کے سانس کے ذریعہ ان کے جسم میں اس کے جراثیم داخل ہو جاتے ہیں، اسی طرح لوگ سڑک پر بلغم تھوک دیتے ہیں اور دھوپ لگنے سے اس سے بخارات اٹھتے ہیں اور سانس کے ذریعہ تھوکنے والے کی بیماریاں دوسروں میں منتقل ہو جاتی ہیں، ہمارے ملک کے لوگوں میں اجتماعی شعور اور احساس ذمہ داری نہیں ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود اور عبدالرحمان بن یزید بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور پتھروں سے استنجاء کرتے اور اس پر اضافہ نہیں کرتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۶)

یہ تابعین کا عمل ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مقابلہ میں مرجوح ہے، پتھروں سے استنجاء کرنے سے کھال چھل جانے کا خطرہ ہے، آج کل گھروں میں جو بیت الخلاء بنے ہوئے ہوتے ہیں وہاں استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو رکھنا بہت دشوار ہے، مساجد میں جو استنجاء خانے بنے ہوتے ہیں، بعض لوگ استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو بیت الخلاء کے اندر اس کی نالی میں ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے سیوریج سسٹم خراب ہو جاتا ہے اور بیت الخلاء کی نالی سے پانی نہیں گزرتا اور وہ بند ہو جاتا ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین پتھروں سے استنجاء کیا جائے، جن میں لید نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۸)

اس حدیث میں پتھروں سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہیں اور اس کا محل گاؤں اور دیہات ہیں یا چھوٹے شہر ہیں، جہاں شہر کے باہر جنگل اور کھلے میدان ہوتے ہیں وہاں مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کر کے ان ڈھیلوں کو وہیں پھینک دیا جاتا ہے، اس سے گھروں کے اندر بنے ہوئے بیت الخلاء میں ڈھیلوں سے استنجاء کرنا مراد نہیں ہے، علاوہ ازیں اس حدیث میں بیان جواز مراد ہے استحب نہیں ہے۔

بشر کہتے ہیں کہ طاؤس نے کہا: تین پتھروں سے استنجاء کرؤ میں نے کہا: اگر مجھے تین پتھر نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر تین لکڑیوں سے استنجاء کرؤ میں نے کہا: اگر مجھے تین لکڑیاں نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر خاک کی تین مٹیوں سے استنجاء کرؤ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۹)

تین پتھروں کی وضاحت اس سے پہلے کی جا چکی ہے، نیز یہ طاؤس کا قول ہے رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے، تین لکڑیوں سے استنجاء کرنے سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے اور خاک کی مٹی کے لیپ سے صفائی حاصل نہ ہونے کا امکان ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ پیشاب اور پاخانے کے اثر کو پانی سے دھولیا

کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ یہ عمل کرتے تھے اور میں لوگوں سے حیا کرتی ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۸)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ خواتین سے فرماتی تھیں: اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد

(یعنی قضاء حاجت کے بعد) استنجاء کیا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۹)

فریغہ حضرت حذیفہ کی زوجہ تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۰)
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور میرا ہم عمر ایک اور لڑکا پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے تھے سو آپ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۱)
ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو وضوء کرتے یا پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۳)

ابوالخاس بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (المصنف: ۱۶۲۴)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حوض سے پانی لے کر استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۸)
یعقوب بن مجمع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عویم بن ساعدہ سے پوچھا: تمہاری وہ کون سی طہارت ہے جس کی وجہ سے اللہ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے انہوں نے کہا: ہم پچھلے حصہ کو پانی سے دھوتے ہیں۔ (مصنف: ۱۶۲۹)
محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس قباء میں آئے تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی تعریف اور تحسین کی ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ (التوبہ: ۱۰۸)
اس بستی میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے O
کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دو گے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے تو رات میں پڑھا تھا کہ پانی سے استنجاء کرنا چاہیے۔

(مصنف: ۱۶۳۰)
شمسی بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ O" (التوبہ: ۱۰۸) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل قباء! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف اور تحسین کس وجہ سے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے ہر شخص بیت الخلاء سے نکل کر پانی سے استنجاء کرتا ہے۔ (المصنف: ۱۶۳۱)

عبد الملک بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ میٹگیاں کرتے تھے اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو اس لیے تم ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ)
کسی بڑے عالم کو چھوٹوں سے ایسی خدمت لینی چاہیے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس اور ایک اور لڑکا رسول اللہ ﷺ کے استنجاء کے لیے پانی لے جاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل فضل کی اس قسم کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔
کسی نیک شخص اور بڑے عالم کو لڑکوں سے اس قسم کی خدمت لینی چاہیے۔

۱۶- بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ لِيُطَهَّرَ بِهِ

جس شخص کی طہارت کے لیے پانی لے جایا گیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کہ دونوں بابوں میں پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے کہا:

وَقَالَ أَبُو الذَّرْدَاءِ أَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبٌ
اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم میں جوئے اٹھانے والے اور وضوء کرانے والے اور تکیہ اٹھانے والے نہیں ہیں؟
لَتَعْلَيْنَ وَالطَّهَوْرُ وَالْوَسَادُ؟

حضرت ابوالدرداء کا نام عویر بن مالک بن عبد اللہ بن قیس ہے یہ افاضل صحابہ میں سے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ دمشق کے قاضی تھے ۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے ان کی قبر دمشق میں ہے۔

امام بخاری نے جو حضرت ابوالدرداء کے قول کا ذکر کیا ہے یہ ایک حدیث کا قطعہ ہے پوری حدیث اس طرح ہے:

علقہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں داخل ہوا پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ہم نشین میسر کر! پس میں نے ایک بوڑھے شخص کو آتے ہوئے دیکھا جب وہ قریب ہوا تو میں نے دل میں کہا: مجھے امید ہے کہ میری دعا قبول ہوگئی اس نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: میں اہل کوفہ سے ہوں اس نے کہا: کیا تم میں (رسول اللہ ﷺ) کے جوتے اٹھانے والے اور تکیہ اٹھانے والے اور پانی کا برتن لانے والے نہیں ہیں؟ کیا تم میں وہ نہیں ہیں جن کو شیطان سے پناہ دی گئی ہے کیا تم میں وہ نہیں ہیں جو راز رکھنے والے ہیں جن کے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا؟ ابن ام عبد نے "واللیل" کی کیسے قراءت کی ہے؟ میں نے کہا: "وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارُ إِذَا تَجَلَّى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى" (البقرہ: ۱۱۵) اس نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے یہ سورت پڑھائی ہے اور آپ کا منہ میرے منہ کی طرف تھا اب شام کے لوگ مجھے اس قراءت سے بنانا چاہتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۶۱ سنن ترمذی: ۲۹۳۹ صحیح مسلم: ۸۶۴۲ رقم المسلسل: ۱۹۱۳)

۱۵۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ هُوَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ مِنَّا مَعَنَا إِذَا وَهَ مِنْ مَاءٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی معاذ اور وہ عطاء بن ابی میمونہ ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ہم میں سے ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتا اور ہمارے ساتھ پانی کا مشکیزہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۰ کا مطالعہ کریں۔

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہمارے ساتھ پانی کا مشکیزہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

استنجاء کے لیے پانی کے ساتھ

نیزہ کو اٹھانا

۱۷۔ بَابُ حَمْلِ الْعَنْزَةِ مَعَ

الْمَاءِ فِي الْإِسْتِنْجَاءِ

اس باب کے عنوان میں "العنزۃ" کا لفظ ہے یہ لاشی سے لیا ہوتا ہے اور جنگ میں استعمال ہونے والے نیزہ یا بھالے سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی چھل طرف لوہے کا نوک دار پھل ہوتا ہے اور اس کو بوڑھے لوگ سہارے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

"مقات العلوم" میں مذکور ہے کہ نجاشی نے نبی ﷺ کو نیزہ بدیہ میں پیش کیا تھا جب آپ عیدہ گاہ میں نماز پڑھانے کے لیے جاتے تو وہ آپ کے سامنے زمین میں گاڑ دیا جاتا آپ کے بعد وہ نیزہ آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے پاس رہا اور "طبقات کبریٰ" میں مذکور ہے کہ نجاشی نے نبی ﷺ کو تین نیزے بدیہ کے لیے تھے ایک نیزہ آپ نے اپنے پاس رکھ لیا ایک نیزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اور ایک نیزہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۴۴ فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۳)

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں بابوں میں پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے۔

۱۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِذَاؤُهُ مِنْ مَاءٍ وَعَنْزَةٌ يَسْتَنْجِي بِالمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی میمونہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور ایک اور لڑکا پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے آپ پانی سے استنجاء کرتے۔

تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ. الْعَنْزَةُ عَصَا عَلَيْهِ زُجْجٌ.

محمد جعفر کی متابعت النضر اور شاذان نے کی ہے از شعبہ۔ ”العنزہ“ اس لاشی کو کہتے ہیں: جس پر نوک دار لوہے کا پھل ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۰ کا مطالعہ کریں۔

نیزہ ساتھ رکھنے کی حکمتیں

(۱) نماز کے وقت سامنے نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بنا دیا جائے تاکہ کھلی فضاء میں لوگ اس کے سامنے سے گزر سکیں۔
(۲) اس نیزہ سے منافقوں اور یہودیوں کی سازشوں کا توڑ کیا جاسکے وہ آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کرتے رہتے تھے اس لیے آپ اپنی مدافعت کے لیے اپنے پاس نیزہ رکھتے تھے۔

(۳) موذی جانوروں اور حشرات الارض اور سانپ اور بچھو سے بچاؤ کے لیے آپ نیزہ رکھتے تھے۔

(۴) قضاء حاجت کے وقت نرم جگہ بنانے کے لیے نیزہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۵) بعض اوقات اس پر کوئی چیز ٹانگی ہوتی ہے اور بعض اوقات نیزہ سے سہارا لیا جاتا ہے اور اس پر ٹیک لگائی جاتی ہے۔

۱۸۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ

جمہور فقہاء کے نزدیک دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اس کی وجہ دائیں ہاتھ کا شرف اور اس کی فضیلت ہے۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بائیں میں استنجاء کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

۱۵۳۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ. [اطراف الحديث: ۱۵۳۔ ۵۱۳۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی جو کہ الدستوائی ہیں از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والدہ خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷، رقم المسلسل: ۶۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۱، سنن ترمذی: ۱۵، سنن نسائی: ۲۵، سنن ابن ماجہ: ۳۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۸۳)

صحیح ابن خزیمہ: ۷۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۸۳، مسند الحمیدی: ۳۲۸، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۳۱۹، ج ۳۲ ص ۱۶۱)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) معاذ بن فضالہ البصریؓ یہ ثوری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور دیگر روایت کرتے ہیں (۲) ہشام بن ابی عبد اللہ المستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ ابو ابراہیم لمخیؓ یہ ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے (۵) ابو قتادہ الحارث یا نعمان یا عمرو بن ربیع المدنیؓ یہ رسول اللہ ﷺ کے گھڑ سوار تھے یہ أحد خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے مشہور یہ ہے کہ یہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے انہوں نے ۱۰۷ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم گیارہ حدیثوں پر متفق ہیں امام بخاری دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم آٹھ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں یہ ۴۵ھ میں ستر سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے ایک قول یہ ہے کہ کوفہ میں فوت ہو گئے تھے ان کے علاوہ اور کسی صحابی کی کنیت ابو قتادہ نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۴۷)

پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ منہ کو برتن سے الگ کیے بغیر سانس لینا مکروہ ہے برتن سے پانی وغیرہ کو پیتے وقت تین مرتبہ سانس لینا چاہیے اور ہر مرتبہ منہ برتن سے الگ کرے منہ سے جو آدمی سانس لیتا ہے اس کو تنفس کہتے ہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پانی میں پھونک نہیں مارتی چاہیے کیونکہ انسان کے جسم میں جو بیماریاں ہوتی ہیں ان کے جراثیم سانس کے ذریعہ اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ایک شخص نے کہا: میں پانی کے برتن میں تنکا دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا: اس پانی کو گرا دو اس شخص نے کہا: میں ایک سانس میں پینے سے سیر نہیں ہوتا آپ نے فرمایا: پھر تم اپنے منہ کو پانی کے برتن سے الگ کرو۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۷، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

جن احادیث میں مذکور ہے کہ تین سانس میں پانی پینا چاہیے ان کا بھی یہی محمل ہے کہ منہ کو پانی کے برتن سے الگ کر کے سانس لے۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے پیشاب کے آلہ کو چھونے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور جب بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جب پانی پئے تو ایک سانس میں پانی نہ پئے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱، سنن ترمذی: ۱۵، سنن نسائی: ۲۳)

اس حدیث میں پیشاب کے طریقہ کے ساتھ پانی پینے کا طریقہ بھی بتایا ہے کیونکہ پیشاب کا سبب پانی پینا ہے تو جب آپ نے مستحب کا طریقہ اور ادب بتایا تو سبب کا طریقہ اور ادب بھی بتا دیا۔

پانی پینے کے آداب میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو بلکہ تم دو یا تین سانس میں پانی پیو اور جب تم پانی پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب تم پانی پی چکو تو الحمد للہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۵)

اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت میں یہ حدیث بھی ہے:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ کھاتے پینے اور کپڑوں کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا اور اس کے ماسوا کے لیے بائیں ہاتھ مخصوص کیا ہوا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۲۱۔ ج ۱ ص ۹۳۶ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹۔ بَابُ لَا يُمَسِّكُ ذَكَرَهُ بِیَمِينِهِ إِذَا بَالَ

پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ کو اپنے
دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے

اس سے پہلے باب میں پیشاب کے وقت آلہ کو چھونے سے منع فرمایا تھا اور اس باب میں آلہ کو پکڑنے سے منع فرمایا ہے اور دونوں بابوں میں قدر مشترک آلہ کو دایاں ہاتھ نہ لگانا ہے۔

۱۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا
الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا
يَسْتَنْجِي بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والدہ خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۔ بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

پتھروں سے استنجاء کرنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں جو پتھروں کا لفظ ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہوں کیونکہ پتھر بہت سخت ہوتے ہیں اور ان سے کھال کے چھلنے یا اس سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں استنجاء کرنے کے احکام ہیں۔

۱۵۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا
عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو الْمَكِّيِّ عَنْ جَدِّهِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ قَدَنُوتٍ
مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِي أَحْجَارًا اسْتَنْفِضْ بِهَا. أَوْ نَحْوَهُ. وَلَا
تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ. فَاتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ
ثِيَابِي فَأَوْضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى
اتَّبَعْتُ بِهِ. طرف الحدیث: ۳۸۶۰ اس حدیث کو ائمہ متہم سے
بقیہ روایت نہیں کیا اور نہ امام احمد نے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد مکی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو المکی نے حدیث بیان کی از جد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا آپ ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا میں کپڑے کی ایک طرف میں پتھر لے کر آیا پس وہ میں نے آپ کے پہلو میں لا کر رکھ دیئے اور آپ سے منہ پھیر لیا جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان پتھروں سے استنجاء کیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو میں ان سے استنجاء کروں گا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن محمد بن عون ابوالولید الغسانی الازرقی المکی یہ صاحب ”تاریخ مکہ“ کے دادا ہیں ابوالولید مذکور نے امام مالک سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے ان کے پوتے ابوالولید محمد بن عبد اللہ نے ”تاریخ مکہ“ لکھی ہے یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عمرو بن یحییٰ بن سعید ابوامیہ القریشی المکی الاموی عمرو مذکور عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں دمشق پر غالب ہو گئے تھے عبد الملک بن مروان نے ان کو قتل کر دیا اور ان کی اولاد کو مدینہ بھیج دیا عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے (۳) عمرو بن یحییٰ کے دادا سعید بن عمرو بن سعید بن العاص التیمی الثقفی انہوں نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹوں اسحاق اور خالد اور ان کے پوتے عمرو بن یحییٰ نے روایت کی ہے امام ترمذی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۴) حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمن رضی اللہ

(عمدة القاری ج ۲ ص ۵۳)

بڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی وجہ

امام بخاری نے ”مناقب الانصار“ میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کے وضوء اور آپ کے استنجاء کے لیے مشکینہ میں پانی لے کر جا رہے تھے پس جس وقت وہ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ابو ہریرہ ہوں آپ نے فرمایا: میرے لیے پتھر تلاش کر کے لاؤ جن سے میں استنجاء کروں اور بڈی اور گوبر لے کر نہ آنا میں اپنے اپنے کپڑے کے پتھروں میں چند پتھر لپیٹ کر لایا حتیٰ کہ میں نے وہ آپ کے پہلو میں رکھ دیئے پھر میں واپس چلا گیا حتیٰ کہ جب آپ فارغ ہوئے تو میں پھر آ گیا اور میں نے پوچھا: بڈی اور گوبر کی کیا وجہ تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ جنات کے طعام کا حصہ ہیں اور ب شکم میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت اچھے جنات تھے انہوں نے مجھ سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو میں نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! یہ جس بڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں یہ اس کے اوپر طعام پالیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۹۰)

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا ہو سکتا ہے کہ یہ اسی رات کا واقعہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسی رات کے واقعہ کی خبر دی ہو اور نصیبین الجزیرہ کا مشہور شہر ہے ابن التین نے کہا: وہ شام میں ہے اور اس میں مجاز ہے کیونکہ الجزیرہ شام اور عراق کے درمیان ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ جس بڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں اس پر طعام پالیں ابن التین نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے طعام کو چکھ لیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ اس پر طعام کو پیدا کر دے ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ گوبر ان کے جانوروں کی خوراک ہے اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں یہ مراد ہو کہ ان کے جانور گوبر کے اوپر اپنی خوراک پالیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود کی روایت کا متن اس طرح ہے:

جنات نے آپ سے زاد کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بروہ بڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو اس پر تمہارے لیے پہلے سے زیادہ گوشت بھرا ہوا ہوگا اور ہر میٹھی تمہارے جانوروں کا چارا ہوگی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان

سے استنجاء نہ کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کا طعام ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۵۰، رقم المسلسل: ۹۹۰)

حضرت سواد بن قارب کو ایک جن کا رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر دینا اور ان کا یہ خبر سن کر اسلام لانا حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ شافعی دمشق نے لیلۃ الجن میں جنات سے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کی بحث میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا مفصل واقعہ ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں: حضرت سواد بن قارب زمانہ جاہلیت میں کاہن تھے حضرت سواد بن قارب بیان کرتے ہیں کہ ایک جن میرے پاس آ کر کہتا تھا کہ لوئی بن غالب میں سے اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں جب کئی راتوں کو بار بار آ کر اس جن نے مجھ سے یہ کہا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوا نبی ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: مرحبا! اے سواد بن قارب! ہمیں معلوم ہے تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت سواد نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے چند اشعار کہے ہیں وہ آپ مجھ سے سن لیں آپ نے فرمایا: اے سواد! کہو پھر میں نے وہ اشعار پڑھے:

| | |
|---|---|
| اتسانی رنی بعد لیل وجمعة | ولم یك فیما قد بلوت بکاذب |
| رات کو سونے کے بعد میرے پاس ایک جن آیا | میں جس میں جتلا ہوا ہوں وہ اس میں جھوٹا نہیں ہے |
| ثلاث لیل قولہ کل لیلۃ | اتاک رسول من لوی بن غالب |
| وہ مسلسل تین راتیں آیا اور ہر رات اس کا کہنا تھا | تمہارے پاس لوی بن غالب سے رسول آ چکے ہیں |
| فأشهد ان اللہ لا رب غیرہ | وانک مامون علی کل غائب |
| پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں | اور بے شک آپ ہر غیب پر امین ہیں |
| وانک ادنی المرسلین وسیلۃ | الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطایب |
| اور بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں | اللہ کی طرف اے مکرم اور پاک لوگوں کے بیٹے! |
| وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعة | سواک بمنعن عن سواد بن قارب |
| آپ میری شفاعت کرنے والے ہو جائیں جس دن | آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا جو |

۔ سواد بن قارب کو (عذاب سے) بچا سکے۔

نبی ﷺ یہ اشعار سن کر ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا: اے سواد! تم نے فلاح پالی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۳، دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سے نقل کیا ہے دیکھئے:

دلائل النبوة للبیہقی ج ۲ ص ۲۵۱-۲۵۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ

اس کے مزید حوالہ جات درج ذیل ہیں:

المعجم الکبیر للطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ رقم: ۶۴۷۵-ج ۷ ص ۹۴-دار احیاء التراث العربی بیروت المستدرک للحاکم المتوفی ۴۰۵ھ

ج ۳ ص ۶۰۹-دار الباز مکہ مکرمہ دلائل النبوة لابن نعیم متوفی ۴۳۰ھ ج ۱ ص ۱۱۳-۱۱۴-دار النفاکس بیروت الاستیعاب لابن عبدالبر

المتوفی ۴۶۳ھ ج ۲ ص ۲۳۴-دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ الوقلا بن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ ص ۱۴۹-دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۴۰۸ھ عمدة القاری للعلینی المتوفی ۸۵۵ھ ج ۱ ص ۱۱-دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ فتح الباری ج ۵ ص ۶۳-دار المعرفہ بیروت

۱۴۲۶ھ سبل الہدی والرشاد لمحمد بن یوسف الصالحی المتوفی ۹۴۲ھ ج ۲ ص ۲۰۹-دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ مختصر سیرۃ الرسول

للشیخ عبد اللہ بن الشیخ محمد بن عبد الوہاب النجدی المتوفی ۱۲۴۲ھ ص ۶۹، المکتبۃ السلفیہ لاہور۔

محترم اشیاء سے استنجاء کرنے کا عدم جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کو استنجاء کے لیے پتھر لانے کا حکم دیا اور فرمایا: ہڈی اور گوبر نہ لانا اس سے معلوم ہوا کہ پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کرنا جائز ہے اور ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں جنات کی اور ان کے جانوروں کی خوارک ہے۔

نبی ﷺ نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی تمام چیزوں کے ساتھ استنجاء کرنا ممنوع ہے اور دیگر تمام محترم اشیاء سے استنجاء کرنا ممنوع ہے مثلاً علمی کتابوں کے اوراق کے ساتھ البتہ ٹوائٹ پیپر رول کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے کیونکہ اس کاغذ میں لکھے جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور اس کی وضع ہی استنجاء کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ از خود رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے جارہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اجازت کے بغیر بھی ان کے پیچھے پیچھے جانا جائز ہے اور بزرگوں کا اپنے مقبوعین سے خدمت لینا جائز ہے جب رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت میں مشغول ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ وہاں سے چلے گئے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت کر رہا ہو اس کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

گوبر سے استنجاء نہ کرے

۲۱۔ بَابُ لَا يُسْتَنْجَى بِرَوْثٍ

باب سابق میں یہ حدیث تھی کہ استنجاء کے لیے گوبر نہ لانا اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ گوبر سے استنجاء نہ کرے اور اس سے

ان دونوں بابوں کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق انہوں نے کہا: اس حدیث کو ابو عبیدہ نے ذکر نہیں کیا لیکن عبد الرحمن بن الاسود نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو تین پتھر (یا مٹی کے ڈھیلے) لا کر دوں پس مجھے دو پتھر مل گئے میں نے تیسرے پتھر کو تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا تو میں نے گوبر (کا ٹکڑا) اٹھالیا پس وہ آپ کے پاس لے آیا آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔

۱۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَيْسَ أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ، وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطُ، فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ، وَالتَّمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ، فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَآتَيْتُهُ بِهَا، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَالْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هَذَا رِجْسٌ.

اور ابراہیم بن یوسف نے اپنے والد سے انہوں نے ابو اسحاق سے روایت کی ہے کہ مجھے عبد الرحمن نے حدیث بیان کی ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ.

(سنن ترمذی: ۱۷، سنن نسائی: ۴۲، سنن ابن ماجہ: ۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۲۳، المعجم الکبیر: ۹۹۵۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ طبع قدیم)

(مسند احمد: ۳۶۸۵، ج ۶ ص ۲۱۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے وارد کیا ہے کہ ابو اسحاق اس روایت میں مدس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے عبد الرحمن بن اسو،

سے اس حدیث کو خود سنا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دیکین (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی الکوفی (۳) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبد الرحمان بن الاسود ابو حفص النخعی کوفی عالم کامل یہ اپنے والد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے الاشمس وغیرہ روایت کرتے ہیں یہ ہر روز سات سو رکعات پڑھا کرتے تھے اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھتے تھے یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) الاسود بن یزید الکوفی النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۴۵۹)

ابو عبیدہ کے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع پر دلائل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ابواسحاق کی از ابو عبیدہ از ابن مسعود کی روایت سے عدول کیا ہے حالانکہ یہ سند اعلیٰ تھی کیونکہ ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے سو یہ روایت منقطع ہو جاتی بلکہ انہوں نے ابواسحاق کی از عبد الرحمان الاسود از والد خود از ابن مسعود کی روایت کو ذکر کیا ہے کیونکہ یہ روایت متصل ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۸ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ محمود بن احمد یمنی حنفی کے نزدیک ابو عبیدہ کا حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت ہے سو وہ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ قول مردود ہے کیونکہ امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں اس سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: زیاد بن سعد از ابی الزبیر انہوں نے کہا: مجھے یونس بن عتاب الکوفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابو عبیدہ بن عبد اللہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ الحدیث (میرے پاس "المعجم الاوسط" کے دو نسخے ہیں اور ان دونوں میں یہ سند نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ علامہ یمنی کے پاس کوئی اور نسخہ ہو جس میں یہ سند مذکور ہو۔ سعیدی غفرلہ)۔

اس کے بعد علامہ یمنی لکھتے ہیں: ابو عبیدہ کے حضرت ابن مسعود سے سماع پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حاکم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں اس سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے: ابواسحاق ابو عبیدہ سے اور وہ اپنے والد (حضرت ابن مسعود) سے روایت کرتے ہیں حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۷۲ طبع قدیم المستدرک: ۴۰۹۱ طبع جدید) اور امام ترمذی نے متعدد احادیث کو حسن قرار دیا ہے جن میں ابو عبیدہ کی اپنے والد حضرت ابن مسعود سے روایت ہے:

(۱) جب یوم بدر میں قیدیوں کو لایا گیا۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۳)

(۲) جب آپ دو رکعت میں بیٹھتے تو گویا آپ گرم پتھر پر تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶)

(۳) "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ"۔ (آل عمران: ۱۶۹) کی تفسیر میں۔ (سنن ترمذی: ۳۰۱۱)

میں کہتا ہوں کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پہلی دو سندوں کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے لیکن ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے تاہم تیسری حدیث کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے صرف اتنا کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ یمنی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک حدیث حسن کی شرط یہ ہے کہ اس کی سند متصل ہو اگر

ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع نہ ہو تو پھر یہ احادیث منقطع ہوں گی اور پھر ان کو حسن قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ یعنی لکھتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابو عبیدہ نے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے حدیث کا سماع نہ کیا ہو کیونکہ جب حضرت ابن مسعود فوت ہو گئے تو ابو عبیدہ کی عمر سات سال تھی اور متعدد اہل نقل نے تصریح کی ہے کہ سات سال کی عمر میں مسافر محدثین سے بھی سماع صحیح ہے تو ان محدثین سے سماع کیوں کر صحیح نہیں ہوگا جو مقیم اور متوطن ہوں اور سننے والے کے والد بھی ہوں۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

استنجا کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

استنجا کی مشروعیت میں اختلاف ہے امام شافعی، امام احمد اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک استنجا کرنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب اور ایک قول کے مطابق امام مالک کے نزدیک استنجا کرنا سنت ہے مرنی شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۵۶)

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے سرمہ لگایا تو طاق مرتبہ لگائے جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اور جس نے استنجا کیا تو طاق مرتبہ کرے جس نے ایسا کیا تو اچھا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔ (المحدث (سنن ابوداؤد: ۳۵۰ سنن ابن ماجہ: ۳۴۹۸)

نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے طاق مرتبہ استنجا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اس میں یہ دلیل ہے کہ استنجا واجب نہیں ہے۔

آیاتین پتھروں سے استنجا کرنا ضروری ہے یا دو پتھر بھی کافی ہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی التونی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک تین پتھروں سے استنجا کرنا واجب ہے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے جس سے استنجا کرے یہ تین پتھر اس سے کفایت کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۰ سنن نسائی: ۴۴ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۵۵)

علامہ الماوردی نے کہا ہے: جب آپ نے تین پتھر لے جانے کا حکم دیا اور کفایت کو تین پتھروں پر معلق کیا تو معلوم ہوا کہ تین پتھروں سے استنجا کرنا واجب ہے اور اس سے کم پتھر کافی نہیں ہیں۔ (الحاوی الکبیر ج ۱ ص ۱۹۲ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کمال پر محمول ہے یعنی کامل استنجا تین پتھروں سے ہوگا اور تین پتھروں سے کم سے بھی استنجا صحیح ہے کیونکہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب حضرت ابن مسعود دو پتھر اور گوبر لے کر آئے تو آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اگر تین پتھر واجب ہوتے تو آپ حضرت ابن مسعود سے فرماتے: جاؤ تیسرا پتھر بھی تلاش کر کے لاؤ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ”مسند احمد“ میں یہی حدیث اس سند سے ہے: معمر از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے میرے پاس پتھر لاؤ۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۸)

اس سے معلوم ہوا کہ تین پتھر ضروری ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور حافظ ابن حجر کو مغالطہ ہوا ہے یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ "مسند احمد" میں دو جگہ مذکور ہے رقم: ۳۶۸۵ ج ۱ ص ۳۸۸ اور رقم: ۴۴۳۵ ج ۱ ص ۴۶۵ اور دونوں جگہ حافظ کے نقل کردہ اضافی الفاظ نہیں ہیں البتہ "مسند احمد" رقم: ۴۲۹۹ ج ۱ ص ۴۵۰ میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: میرے پاس پتھر لاؤ۔

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: ان اضافی الفاظ کے بغیر یہ حدیث صحیح ہے الفاظ کی یہ زیادتی اس وقت صحیح ہوتی جب یہ ثابت ہوتا کہ ابواسحاق السبئی نے اس حدیث کو علقمہ بن قیس سے سنا ہے۔ (حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہی سند ذکر کی ہے از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۸)) اور ابوحاتم اور ابوزرعمہ نے کہا ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ (حاشیہ مسند احمد: ۴۲۹۹ ج ۱ ص ۴۵۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض باطل ہے اور استیفاء کے لیے تین پتھر شرط نہیں ہیں اور یہی احناف کثر ہم اللہ کا مذہب ہے والحمد للہ۔

حافظ ابن حجر کا حدیث منقطع کو مرسل قرار دینا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابواسحاق کا علقمہ سے سماع نہیں ہے لیکن کراچی میں اس حدیث کا ان سے سماع ثابت کیا ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہاں کوئی راوی چھوٹا ہوا ہے تو حدیث مرسل ہمارے مخالفین کے نزدیک حجت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک بھی حجت ہوتی ہے اگر اس کی قوت پر قرینہ ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۸)

میں کہتا ہوں کہ کراچی کی کیا اہمیت ہے؟ جب امام ابوحاتم اور حافظ ابوزرعمہ ایسے اکابر ائمہ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی رہا علامہ ابن حجر کا اس حدیث کو مرسل کہنا سو یہ بہت عجیب ہے حدیث مرسل تو وہ ہوتی ہے جس میں تابعی درمیان سے صحابی کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث مرسل کی یہ تعریف کی ہے: **هو ما سقط من آخره من بعد التابعي هو المرسل وصورته ان يقول التابعي سواء كان كبيرا او صغيرا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا.** جس حدیث کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی ساقط ہو وہ حدیث مرسل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ کم عمر ہو یا بزرگ وہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا۔

(شرح نخبة الفکر مع شرحہ لعلی القاری ص ۳۰۰-۳۹۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور یہاں صورت یہ ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے روایت کی اور علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اور ابواسحاق اور علقمہ کے درمیان راوی چھوٹا ہوا ہے تو یہ حدیث منقطع ہوئی مرسل کیسے ہو گئی اور حافظ ابن حجر ایسے ماہر فن حدیث کا اس کو مرسل کہنا بہت عجیب اور باعث حیرت ہے!

تین سے کم پتھروں سے استیفاء کے جواز پر مزید دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطل البکری القرطبی المالکی المتونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: پتھروں کے عدد میں ائمہ کا اختلاف ہے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ تین پتھروں سے کم سے بھی استیفاء کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان سے صفائی حاصل ہو جائے اور امام شافعی نے کہا: تین پتھروں سے کم سے استیفاء کرنا جائز نہیں ہے خواہ صفائی حاصل ہو جائے۔

جن احادیث میں تین پتھروں سے استیفاء کرنے کا حکم دیا ہے ان کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ ابن بطل لکھتے ہیں:

اور جائز ہے کہ تین پتھروں کو استحسان پر محمول کیا جائے خواہ تین سے کم پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے اس لیے کہ استنجا پتھر سے مسح کرنا ہے اور شریعت میں مسح میں تکرار واجب نہیں ہے اس کی دلیل سر اور موزوں کا مسح ہے نیز یہ وہ نجاست ہے جس کا اثر معاف ہے پس ضروری ہے کہ اس میں مسح کا تکرار واجب نہ ہو نیز اگر پتھر کی تین اطراف ہوں تو وہ تین پتھروں کے قائم مقام ہے اسی طرح جب ایک یا دو پتھروں سے بھی نجاست زائل ہو جائے تو وہ بھی تین پتھروں کے قائم مقام ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۳۸-۲۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰، سنن نسائی: ۴۴، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۸) اگر کوئی شخص اپنے ساتھ کپڑے کا ٹکڑا لے گیا جو پتھروں سے زیادہ صفائی کرتا ہو تو وہ بھی جائز ہے یا اون یا روئی یا ریشم کا ٹکڑا لے گیا یا اس کی مثل کوئی اور چیز لے گیا تو وہ بھی جائز ہے کیونکہ شارع کی غرض صرف یہ ہے کہ نجاست زائل ہو جائے اور صفائی حاصل ہو جائے تو جس چیز سے پتھروں سے زیادہ صفائی حاصل ہو اس سے استنجا کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے۔ (جامع الفقہ ج ۱ ص ۱۳۸ دارالوقفہ ریاض ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پتھروں کے بجائے ٹوائلٹ پیپر رول سے استنجا کرنا چاہیے اول اس لیے کہ آج کل شہروں میں جو ٹوائلٹ بنے ہوتے ہیں ان میں پتھروں کے استعمال سے حرج ہوگا اگر ٹوائلٹ میں وہ پتھر ڈال دیئے جائیں تو ٹوائلٹ بند ہو جائیں گے نیز اس سے ہاتھ نجاست سے آلودہ بھی نہیں ہوں گے اور اس کے بعد پانی سے استنجا کر لیا جائے۔

گوبر کے نجس ہونے میں مذاہب فقہاء اور ابن حزم داؤد اور دیگر غیر مقلدین کا رد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود دو پتھروں کے ساتھ تیسرا گوبر کا ٹکڑا لائے تھے آپ نے گوبر کے ٹکڑے کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ "صحیح بخاری" سنن نسائی مصنف ابن ابی شیبہ "اور" المعجم الکبیر "وغیرہ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ "رکس" ہے اور سنن ابن ماجہ: ۳۱۳ میں ہے: آپ نے فرمایا: یہ "رجس" ہے اور "رکس" "اور" رجس "ان دونوں لفظوں کا معنی نجس ہے اور اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ گوبر نجس ہے۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے تحت مذاہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گوبر کی نجاست کی صفت میں علماء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ نجاست غلیظہ ہے یہی امام زفر کا قول ہے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے اور امام مالک کے نزدیک گوبر طاہر ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۴۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن وہب بیان کرتے ہیں: ہم نے امام مالک سے کہا کہ راستوں میں جانوروں کا گوبر اور ان کا پیشاب اور ان کا پاخانہ ہوتا ہے امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ چیزیں ہمیشہ سے راستوں میں ہوتی تھیں اور مسلمان بارش اور کچڑ میں داخل ہوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور کپڑوں کو نہیں دھوتے تھے۔ (المدونہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

غیر مقلدین کے نزدیک بھی گوبر پاک ہے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۵۶۶ھ لکھتے ہیں:

داؤد نے کہا: ہر حیوان کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے خواہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو ہوا انسان کے پیشاب اور

پاخانے کے وہ نجس ہیں۔

شیخ ابن حزم نے کہا: امام ابو حنیفہ نے کہا: یہ نجاست غلیظ ہے، ان کا یہ قول فاسد ہے، اس کی اصل سنت صحیحہ میں ہے نہ ضعیفہ میں نہ قرآن میں نہ قیاس میں نہ اجماع میں نہ یہ کسی ایسے شخص کا قول ہے جس کی رائے صحیح ہو۔

(نکلی بالآثار ج ۱ ص ۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں:

گو بر حنفی مذہب میں پاک نہیں، مگر حدیث سے اس کی طہارت ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکریوں کے بازوے میں نماز پڑھو، اس سے معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا گو بر پیشاب پاک ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ استدلال فاسد ہے، بکریوں کے بازوے میں نماز پڑھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کے پیشاب اور گو بر پر نماز پڑھی جائے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بازوے میں کسی صاف جگہ پر مصلیٰ بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے۔ سعیدی غفرلہ) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند آدمیوں کو جو مدینہ میں آ کر بیمار ہو گئے، فرمایا: تم اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیو، وہ شفا یاب ہو گئے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا بول (پیشاب) گو بر پاک ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۲۴۲، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

دوسری حدیث سے استدلال میں حافظ روپڑی نے کئی غلطیاں کی ہیں، ایک یہ ہے کہ اس حدیث میں کہیں گو بر کا ذکر نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے گو بر کے پاک ہونے کو بھی کشید کر لیا، دوسری غلطی یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ چند بیمار آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ نے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی، نہ کہ تمام امت مسلمہ کو، لہذا اونٹنیوں کا پیشاب مطلقاً پاک نہ ہوا، تیسری غلطی یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بالعموم فرمایا ہے: پیشاب سے بچو، کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۸، سنن ابن ماجہ: ۳۴۸) اور اس حدیث میں جو ان بیماروں کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی بیماری کا علاج اسی سے ہو سکتا ہے، سو یہ حدیث ان کے ساتھ مخصوص ہے، پیشاب پینے کے جواز میں عام نہیں ہے۔

غیر مقلدین نے گو بر کے نجس ہونے کے قول کو امام ابو حنیفہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، حالانکہ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ یحییٰ بن زکریا نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ابن حزم نے اپنی کتاب "محلی" میں داؤد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب اور گو بر پاک ہے، اس کا یہ قول انتہائی فاسد ہے۔

جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب اور گو بر ہمارے نزدیک نجس ہے اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف وغیرہما کے نزدیک بھی اور امام مالک اور امام احمد نے ان کو پاک کہا ہے، امام محمد کے نزدیک بھی ان کا گو بر نجس ہے۔

(شرح المہذب ج ۳ ص ۵۷۸-۵۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

اس باب کی حدیث میں صحیح بخاری: ۱۵۶ اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گو بر کے ٹکڑے کو نجس فرمایا، اس کے علاوہ صحیح البخاری: ۱۵۵ میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو، میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گو بر نہ لانا۔

ان صحیح اور صریح احادیث کے بعد گو بر کے نجاست غلیظ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے!

ایک ایک بار وضو کرنا

۲۲۔ بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سابقہ ابواب میں استنجاء کے مسائل بیان کیے گئے تھے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعضاء وضوء میں سے ہر عضو کو ایک ایک بار دھونا اور ظاہر ہے کہ استنجاء کے بعد وضو کیا جاتا ہے اس لیے امام بخاری نے استنجاء کے ابواب کے بعد وضوء کے ابواب شروع کیے۔

۱۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک ایک بار وضوء کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۸، سنن ترمذی: ۴۲، سنن نسائی: ۸۰، مسند عبد بن حمید: ۷۰۲، سنن دارمی: ۶۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۵، شرح السنن: ۲۲۶، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۶۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۳، طبع قدیم: مسند احمد: ۲۰۷۲، ج ۳ ص ۴۹۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں ایک ایک بار وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن یوسف بیکندی (۲) سفیان بن عیینہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سفیان ثوری ہو اور یہی راجح ہے کیونکہ ابویعیم نے اپنی کتاب میں اس کی تصریح کی ہے (۳) زید بن اسلم تابعی مدنی (۴) عطاء بن یسار (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳)

نبی ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ اعضاء وضوء کو تین تین بار دھوتے تھے لیکن آپ نے بیان جواز کے لیے ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کو دھویا تاکہ اگر کبھی پانی کم ہو یا وقت کم ہو تو ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کے دھونے سے وضوء ہو جائے اور یہ وضوء بھی آپ کی سنت ہو۔

دو دو مرتبہ وضوء کرنا

۲۳۔ بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

۱۵۸۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ حَزْمِ بْنِ عَبَادٍ عَنْ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسین بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از عباد بن تميم از حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو دو مرتبہ وضوء کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۶، سنن ترمذی: ۴۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱، صحیح ابن حبان: ۱۰۹۳، المستدرک ج ۱ ص ۱۵۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۹، ابن الجارود: ۷۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۸، طبع قدیم: مسند احمد: ۱۷۸۷، ایضاً ۸۷۶۲، ج ۱۳ ص ۲۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔ ان کتب حدیث میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور صحیح بخاری: ۱۵۸ میں یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن زید سے مروی ہے۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے، کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دو مرتبہ وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) الحسین بن عیسیٰ بن حمران البسطامی الدامغانی، یہ ائمہ عربیہ میں سے ثقہ تھے انہوں نے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن خزیمہ سے احادیث روایت کی ہیں انہوں نے غیشا پوز میں رہائش رکھی اور وہیں ۲۴۷ھ میں فوت ہو گئے (۲) یونس بن محمد بن مسلم بغدادی، یہ حافظ تھے ۲۰۷ یا ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) فلیح بن سلیمان، ان کا لقب فلیح ہے اور ان کا نام عبد الملک ہے، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبد اللہ بن ابی بکر المدنی الانصاری، یہ تابعی تھے ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) عباد بن تمیم بن زید بن عاصم انصاری، ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے (۶) حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم المازنی رضی اللہ عنہ، ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ یہ عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ کے ماسوا ہیں جنہوں نے اذان کا خواب دیکھا تھا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶-۵)

اس حدیث سے بھی مقصود امت کے لیے سہولت فراہم کرنا ہے۔

تین تین مرتبہ وضوء کرنا

۲۴- بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ الادبسی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کہ ان کو عطاء بن یزید نے خبر دی کہ ان کو حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حمران نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پانی کا برتن منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی اٹھایا پھر ان دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا پھر اس سے کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک تین بار دھویا پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی (اپنے اختیار سے کوئی بات نہ سوچی) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۱۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْثِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا يَدَايِهِ، فَافْرَغَ عَلَى كَفَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَبَدَّيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۰-۱۶۳-۱۹۳۴-۶۳۳۳]

(صحیح مسلم: ۲۲۶، الرقم المسلسل: ۵۲۷، سنن ابو داؤد: ۱۰۶، سنن نسائی: ۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۶، صحیح ابن حبان: ۳۶۰)

مسند احمد ج ۱ ص ۶۸ طبع قدیم مسند احمد: ۴۸۹- ج ۱ ص ۵۲۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس چیز میں ہے کہ اس حدیث میں اعضاء وضوء کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالعزیز الاویسی (۲) ابراہیم بن سعد (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عطاء بن یزید التابعی ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حمران بن ابان بن خالد بن عمرو بن عیینہ التمر کے قیدیوں میں سے تھے ان کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا اور ان کو بہت ذہین پایا پھر ان کو حضرت عثمان کی خدمت میں پیش کر دیا انہوں نے ان کو آزاد کر دیا اور یہ ان کے منشی اور دربان تھے امام بخاری نے ان کا ضعف میں شمار کیا ہے اور اپنی صحیح میں ان کی روایت سے استدلال کیا ہے ابن سعد نے کہا: یہ کثیر الحدیث تھے اور میں نے نہیں دیکھا کہ ان کی احادیث سے استدلال کیا جاتا ہو یہ ۷۵ھ میں فوت ہو گئے تھے حجاج نے ان پر ایک لاکھ (درہم) کا جرمانہ کیا تھا بعد میں عبدالملک کی سفارش سے وہ درہم واپس کر دیئے تھے (۶) حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کا لقب ذوالنورین ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحب زاوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دی تھیں وہ ان کے پاس فوت ہو گئیں پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دیں حضرت عثمان نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۴۶ حدیثیں روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے ۱۱ حدیثیں روایت کی ہیں یکم محرم ۲۴ھ کو انہیں خلیفہ بنایا گیا اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو انہیں شہید کر دیا گیا الاسود الجہمی نے ان کو قتل کیا تھا۔ (حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ الاسود نے حضرت عثمان کا گلا گھونٹ دیا تھا اور ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ سودان بن حمران نے آپ کو کموار سے قتل کیا تھا ایک روایت ذکر کی ہے کہ رومان بن سودان نے کموار کے وار سے آپ کو قتل کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۸-۲۷۹ دار الفکر بیروت ۱۳۱۹ھ) ہفتہ کی شب بقیع میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا ان کی عمر اس وقت ۸۲ سال تھی حکیم بن حزام نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کے دور خلافت میں بیت المال میں بہت اموال جمع ہو گئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۷)

اس حدیث میں تین تین بار کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے اور چہرہ ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے ان کی تفصیل اور بیان مذاہب ہم صحیح البخاری: ۱۳۰ میں ذکر کر چکے ہیں اس حدیث میں سر پر ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے۔

سر پر مسح کی کیفیت اور سر پر مسح کی تعداد میں مذاہب

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

چہرے ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونے کا بہ کثرت احادیث میں ذکر ہے اور سر پر صرف ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے پس امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک سر کے مسح میں بھی تکرار سنت ہے۔

(اکمال المسعومین ج ۲ ص ۱۳-۱۴ دار الوفا ۱۳۱۹ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: پھر سر کا مسح تین بار کرے اور مستحب یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرے اور کنپٹیوں کا مسح کرے سر کے اگلے حصہ پر مسح کی ابتداء کرنے پھر ہاتھوں کو گدی تک لے جائے پھر ہاتھوں کو لوٹا کر اسی جگہ لائے جہاں سے ابتداء کی تھی۔

(مختصر الزیلعی ص ۲)

سر پر تین بار مسح کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حمران بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا پھر سابقہ روایت کی طرح بیان کیا اور

اس حدیث میں کہا کہ انہوں نے سر پر تین بار مسح کیا اور تین بار پیروں کو دھویا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۷)

اس کے بعد امام ابو داؤد نے حدیث: ۱۰۸، حدیث: ۱۰۶ کی مثل بیان کی پھر فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انہوں نے صرف ایک بار سر کا مسح کیا، کیونکہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان نے اعضاء وضوء کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح صرف ایک بار کیا اور سر کے مسح میں تعداد کا ذکر نہیں کیا، جس طرح دیگر اعضاء وضوء میں تعداد کا ذکر کیا تھا۔ (سنن ابو داؤد ص ۳۳ دار الفکر بیروت)

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: امام شافعی نے جو تین بار مسح کرنے کی روایت کی ہے وہ ایک پانی سے تین بار مسح کرنے پر محمول ہے اور وہ بھی جائز ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ سے منقول ہے، کیونکہ فرض مسح کرنا ہے اور تین بار پانی سے مسح کرنے سے مسح نہیں رہے گا، بلکہ وہ سر کا دھونا ہو جائے گا۔ (ہدایہ اولین ص ۲۲ مکتبہ شریعت علیہ ملتان)

نماز میں بُرے کاموں کا منصوبہ بنانا مذموم ہے اور نیک کاموں کا منصوبہ بنانا مستحسن ہے

اس حدیث کے آخر میں فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

انسان کے دماغ میں جو خیالات آتے ہیں ان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) حواس: کسی چیز کا اچانک خیال آ جائے۔

(۲) خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

(۳) حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے، نفس یا ذہن اس چیز کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کا منصوبہ بنائے۔

(۴) ہم: غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب جانب اس کو ترک کرنے کی ہو مبادا اس میں کوئی ضرر ہو۔

(۵) عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ اس کے حصول کا پختہ ارادہ اور نیت کر لے۔

اگر انسان کے ذہن میں گناہ کا خیال آ جائے تو پہلے تین مرتبوں میں اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، نہ پچھلی امتوں میں مواخذہ تھا نہ اس امت میں ہے اور چوتھے مرتبہ میں پچھلی امتوں پر مواخذہ تھا اس امت میں نہیں ہے اور جب گناہ کا عزم کر لے گا تو پھر اس سے مواخذہ ہوگا، خواہ وہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ نماز میں انسان اگر کسی بُرے کام کے متعلق حدیث نفس کرے یعنی کسی بُرائی اور گناہ کا منصوبہ بنائے تو وہ مذموم ہے اور اگر کسی نیکی کا منصوبہ بنائے تو وہ محمود اور مستحب ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز کی حالت میں بھی لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔ (صحیح البخاری۔ العمل فی الصلوٰۃ: ۱۸)

نماز میں خود بہ خود خیالات آتے رہتے ہیں انہیں آنے دیں از خود کسی کام کے متعلق نہ سوچیں، خصوصاً کسی بُرے کام کے متعلق۔ وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے کن گناہوں کی بخشش ہوگی

اس حدیث میں فرمایا ہے: اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سب معاف کر دیئے جائیں گے، لیکن علماء نے اس کو صغائر کے ساتھ خاص کیا ہے، کیونکہ دوسری روایت میں کبار کا استثناء فرمایا ہے پس جس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہوں اس کے صغائر معاف کر دیئے جائیں گے اور جس کے صرف صغائر ہوں وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس کے صرف کبار ہوں ان میں تخفیف کر دی جائے گی اور جس کے نہ صغائر ہوں نہ کبار اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۰۱ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

وضوء کے بعد دو رکعت نماز "سنت وضوء" ہے نہ کہ تحیۃ الوضوء

وضوء کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کو فقہاء سنت وضوء سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۴ میں مذکور ہے۔

بعض علماء دیوبند نے اس کو "تحیۃ الوضوء" کہا ہے۔ (انوار الباری ج ۷ ص ۳۰۸ انعام الباری ج ۲ ص ۲۶۹) یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ "تحیۃ الوضوء" کا معنی ہے: وضوء کا شکرانہ یعنی دو رکعت نماز پڑھ کر وضوء کرنے کا شکر ادا کیا جائے حالانکہ نماز مقصود ہے اور وضوء اس کا ذریعہ ہے اور نماز اعلیٰ عبادت ہے اور وضوء ادنیٰ عبادت ہے اور ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو شکرانہ بنانا صحیح نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے لکھا ہے کہ "تحیۃ الوضوء" اور شکر وضوء کوئی چیز نہیں ہے۔ (الی قولہ) کیونکہ نماز اصل اور مقصود لہذا ہے جب کہ وضوء اس کی فرع اور اس کے طفیل ہے۔ وضوء نماز کے لیے ہے نہ کہ نماز وضوء کے لیے۔ (ملعات ج ۱ ص ۱۹۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد اور شکر وضوء کے لیے کوئی علیحدہ نماز نہیں ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۴) نیز انہوں نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد بھی اصل میں "تحیۃ رب المسجد" ہے کیونکہ جب انسان بادشاہ کے گھر جاتا ہے تو گھر کے بجائے بادشاہ کو سلام کرتا ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۹ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وضوء کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کو سنت وضوء دو وجہوں سے کہا جاتا ہے ایک وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے اچھی طرح وضوء کیا پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ اپنے قلب اور اپنے چہرے سے اس نماز ہی کی طرف متوجہ تھا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴، الرقم السلسل: ۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۱۶۹، سنن نسائی: ۱۵۱)

وضوء کے بعد دو رکعت نماز کو سنت وضوء اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ ہر وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال سے کہا: اے بلال! تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے جس کے اجر کی تم کو زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے نعلین کی آواز کو سنا حضرت بلال نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کے اجر کی مجھے زیادہ توقع ہو بے شک میں دن یا رات میں جب بھی وضوء کرتا ہوں تو میں اس وضوء کے ساتھ وہ نماز پڑھتا ہوں جس کا پڑھنا میرے لیے مقدر کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۹، صحیح مسلم: ۲۳۵۸) سو اس حدیث کے اعتبار سے وضوء کے بعد دو رکعت نماز حضرت بلال کی سنت بھی ہے۔

۱۶۰۔ وعن إبراهيم قال قال صالح بن كيسان قال ابن شهاب ولكن عروة يحدث عن حمران فلما توضأ عثمان قال لا اخذتكم حديثا لو لا آية ما خذتكموه؟ سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا يتوضأ رجل بخير وضوءه ويصلي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ابراہیم انہوں نے کہا: صالح بن کيسان نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا: لیکن عروہ حدیث بیان کرتے ہیں: از حمران کہ جب حضرت عثمان نے وضوء کیا تو کہا: کیا میں تم کو ایک حدیث بیان نہ کروں اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو وہ حدیث بیان نہ کرتا؟ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے

الصَّلَاةُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتَّى يُصَلِّيَهَا. قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةُ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ (البقرة: ۱۵۹).

ہوئے سنا ہے: جو شخص بھی اچھی طرح وضوء کر کے نماز پڑھے گا اللہ اس کے اور اس نماز کے درمیان کے گناہوں کو بخش دے گا حتیٰ کہ وہ اس نماز کو پڑھ لے۔ عروہ نے کہا: وہ آیت یہ ہے: ”بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم ان کو اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے“ (البقرة: ۱۵۹)۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۵۹ میں گزر چکی ہے اور اس کے رجال کا بھی پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

عالم دین پر تبلیغ کا واجب ہونا اور دیگر مسائل

(۱) البقرة: ۱۵۹ ہر چند کہ اہل کتاب کے علماء کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اس کی خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اس کے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے اور عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم کے موافق تبلیغ کرے کیونکہ علم کے چھپانے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

(۲) جب انسان اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ اس کی عبادت کو قبول فرماتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

(۳) اس سے پہلی حدیث میں متبادر یہ تھا کہ جو شخص وضوء کرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے گا جس کو سنت وضوء کہتے ہیں اس کو یہ مغفرت حاصل ہوگی اور اس حدیث سے عموم مراد ہے جو شخص بھی وضوء کر کے نماز پڑھے گا خواہ وہ کوئی بھی نماز ہو۔

۲۵- بَابُ الْإِسْتِثْنَاءِ فِي الْوُضُوءِ وضوء میں ناک میں پانی ڈالنا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ناک میں پانی ڈالنے اور وضوء کے تمام امور کا ذکر تھا اور اس باب میں صرف ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے تو یہ باب بہ منزلہ جزء ہے اور باب سابق بہ منزلہ کل ہے اور ان دونوں بابوں میں جزء اور کل کی مناسبت ہے امام بخاری فرماتے ہیں:

ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حضرت عثمان، حضرت عبد اللہ بن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ان صحابہ نے وضوء میں ناک میں پانی ڈالنے کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث تو ابھی صحیح البخاری: ۱۵۹ میں گزری ہے اور حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث عنقریب صحیح البخاری: ۱۸۵ میں آئے گی اور حضرت ابن عباس کی حدیث صحیح البخاری: ۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو أَدْرِيسَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلَيْسَ تَنَشُّرٌ وَمَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُؤَيِّرْ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابو ادريس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس نے وضوء کیا وہ ناک میں پانی ڈالے [طرف اللہ حدیث: ۱۶۲]

اور جس نے پتھر سے استنجاء کیا وہ طاق مرتبہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷، الرقم السلسل: ۵۳۹، سنن نسائی: ۸۶، سنن ابن ماجہ: ۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۳، معرفۃ السنن والآثار: ۵۷، شرح السنہ: ۲۱۱، سنن داری: ۷۰۳، المعجم الصغیر: ۱۲، مسند الزہار: ۲۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۲۱۔ ج ۱۲ ص ۱۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے وضوء کیا وہ ناک میں پانی ڈالے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدان بن عبد اللہ المروزی (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم الزہری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابو اوریس عائد اللہ بن عبد اللہ الخولانی، یہ جلیل القدر تابعی تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں دمشق میں قاضی تھے ۸۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱)

ناک میں پانی ڈالنے کی تفصیل ہم صحیح البخاری: ۱۴۰ میں کر چکے ہیں اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے پتھر سے استنجاء کیا وہ طاق مرتبہ کرے اور طاق کا لفظ ایک پر بھی صادق آتا ہے سو یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے موقف پر واضح دلیل ہے کہ تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے اور اس میں فقہاء شافعیہ کا رد ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے اس پر مفصل بحث صحیح البخاری: ۱۵۶ میں ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۶۸۔ ج ۱ ص ۸۸۳ پر ہے۔

پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنا

۲۶۔ بَابُ الْاِسْتِجْمَارِ وَتَوَارِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بھی پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی اس کا ذکر ہے۔

۱۶۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ ثَمًّا لِيَنْثُرَ وَمَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيَوْتِرْ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوئِهِ فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو اپنی ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے اور جو پتھر سے استنجاء کرے تو طاق مرتبہ کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضوء کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لے کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

بیدار ہونے کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کو دھونے کا سنت ہونا اور اس کے ضمن میں متعدد مسائل

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضو کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھولے کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری؟ اس حدیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دن میں پاخانہ اور پیشاب کرتے ہیں اور پھر سے استنجاء کرتے تھے اس کے باوجود پاخانہ کی جگہ کی کروٹوں میں کچھ نجاست رہ جاتی تھی اور اتنی مقدار معاف تھی پھر پسینہ آنے سے وہ نجاست گیلی ہو جاتی اور رات کو سوتے میں اس جگہ ہاتھ لگ جاتا تو ہاتھ بھی نجس ہو جاتا اس لیے فرمایا: پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولیا جائے تاکہ وضو کرنے کا پانی نجس نہ ہو جائے۔

(۲) وضو سے پہلے ہاتھوں کا دھونا سنت ہے اس کو واجب اس لیے نہیں قرار دیا کہ ہاتھوں پر لگنے والی نجاست یقینی نہیں، محتمل ہے۔

(۳) عام اہل علم نے کہا ہے کہ ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے کیونکہ پہلے پانی کی طہارت کا یقین تھا اور اب یہ شک ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ہاتھوں پر نجاست لگ گئی ہو اور اس پانی میں ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی نجس ہو گیا ہو لیکن یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اس لیے ہاتھوں کا دھونا ضروری نہیں ہے اور چونکہ اس پانی کی طہارت کا پہلے یقین تھا اس لیے اس میں اگر ہاتھ ڈال بھی دیئے گئے پھر بھی وہ پانی پاک ہی قرار دیا جائے گا۔

(۴) اس حدیث میں فرمایا ہے: کیونکہ اس کو پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری؟ رات کا ذکر غالب احوال کے اعتبار سے ہے ورنہ دن میں بھی سوکراٹھے تو اس کا یہی حکم ہے کہ وہ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولے۔

(۵) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کم پانی میں نجاست مؤثر ہو جاتی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی کا دو مشکوں کی مقدار ہونا پانی کی طہارت کا معیار نہیں ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ یہ فرما دیتے کہ اگر دو مشکوں کی مقدار پانی ہو تو اس میں ہاتھ ڈالا جاسکتا ہے اور فقہاء شافعیہ کا دو مشکوں کی مقدار پانی کو طہارت کا معیار قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے اسی لیے آپ نے نجاست کے وہم کی بناء پر ہاتھ دھونے کا حکم دیا۔

(۷) نجاست متوہمہ میں آپ نے دھونے کا حکم دیا ہے اور پانی کے چھڑکنے کو کافی نہیں قرار دیا تو نجاست محققہ مثلاً شیر خوار بچے کے پیشاب میں تو پانی کا چھڑکنا بہ طریق ادلی کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کا بھی دھونا ضروری ہوگا جب کہ فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس پر پانی کا چھڑک دینا کافی ہے دھونا ضروری نہیں ہے۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے اور یقینی طہارت پر عمل کرنا چاہیے اس طرح تین دن قربانی کے لیے یقینی ہیں اور چوتھے دن قربانی کرنا مشکوک ہے پس احتیاط یہ ہے کہ تین دنوں میں قربانی کی جائے اور چوتھے دن قربانی نہ کی جائے۔

پیروں کو دھویا جائے اور قدموں پر

مسح نہ کیا جائے

۲۷۔ بَابُ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ

وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

یعنی جب قدموں پر چڑے کے موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو ان پر مسح نہیں کیا جائے گا اس باب کی باب سابق کے ساتھ

مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام وضوء پر مشتمل ہیں۔

۱۶۳- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفَرَةٍ سَافَرْنَاَهَا فَأَذْرَكْنَا وَقَدْ أَرَهَقْنَا الْعَصْرُ فَجَعَلْنَا تَوَضُّأً وَنَمَسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن ماحک از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے ایک سفر کیا تھا اس سفر میں نبی ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے پس آپ نے ہم کو پایا اس وقت ہم عصر کی نماز میں تاخیر کر چکے تھے پس ہم وضوء کرنے لگے اور ہم اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے پس آپ نے یہ آواز بلند دو یا تین بار فرمایا: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے دوزخ کی آگ کا عذاب ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۶۰ میں گزر چکی ہے۔

وضوء میں کلی کرنا

۲۸- بَابُ الْمَضْمُضَةِ فِي الْوُضُوءِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب احکام وضوء پر مشتمل ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری نے ان دو حدیثوں کی یہاں تعلق ذکر کی ہے اور ان کی سند متصل کے ساتھ تفصیل سے روایت بھی کی ہے حضرت ابن عباس کی حدیث صحیح البخاری: ۱۲۰ میں گزر چکی ہے اور حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث عنقریب صحیح البخاری: ۱۸۶ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید نے خبر دی از حمران جو حضرت عثمان بن عفان کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کا پانی منگایا پھر اس پانی کو برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر اندھا پھر انہیں تین بار دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا پھر کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا پھر ناک صاف کی پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے ہر پیر کو تین بار دھویا پھر کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا اور فرمایا: جس نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کے

۱۶۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوُضُوءِ ثُمَّ تَمَضَّمَضَ وَاسْتَنَشَقَّ وَاسْتَنْشَرَّ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

اس حدیث کی تشریح اور شرح صحیح البخاری: ۱۶۳ میں گزر چکی ہے۔
باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر کلی کی۔

۲۹- بَابُ غَسْلِ الْأَعْقَابِ

ایڑیوں کو دھونا

یہ باب ایڑیوں کو دھونے کے بیان میں ہے اور ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب وضوء کے احکام میں ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ.
اور ابن سیرین جب وضوء کرتے تھے تو انگلی کی جگہ کو دھوتے تھے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کیا ہے: ہشیم خالد سے وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ وضوء کرتے تھے تو اپنی انگلی کو حرکت دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۳- ج ۱ ص ۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اگر انگلی جگ ہو تو اس کو حرکت دینا اور گھمانا وضوء کی سنت ہے کیونکہ یہ انگلیوں میں خلال کرنے کے قائم مقام ہے اور اگر انگلی ڈھیلی اور کھلی ہو تو اس کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔

۱۶۵- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّوْنَ مِنَ الْمَطْهَرَةِ. قَالَ أَسْبَغُوا الْوُضُوءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَلِ الْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ لوٹے سے وضوء کر رہے تھے حضرت ابو ہریرہ نے کہا: مکمل وضوء کرو کیونکہ ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۶۰ میں گزر چکی ہے۔

پیروں کو جوتوں میں دھونا

اور جوتوں پر مسح نہ کرے

۳۰- بَابُ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ

وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب پیروں کو جوتوں میں دھونے کا حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں ایڑیوں کے دھونے کا حکم ہے اور اس باب میں پیروں کے دھونے کا حکم ہے اور ایڑیاں پیروں کی جز ہیں تو ان بابوں میں جز اور کل کی مناسبت ہے۔

۱۶۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَأَيْتَكَ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید مقبری از عبید بن جریج انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرِ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا؟ قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِينَ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّيَّئَةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالْصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهْلَ النَّاسِ إِذَا رَأَوْا الْهَلَالَ وَلَمْ تُهَلِّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّارِ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِينَ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّيَّئَةُ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ، وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ، فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّ حَتَّى تَبْعَثَ بِهِ رَاحِلَتَهُ.

[اطراف الحديث: ۱۵۱۳-۱۵۵۲-۱۶۰۹-۲۸۶۵-۵۸۵۱]

(صحیح مسلم: ۱۱۸۷، الرقم المسلسل: ۲۷۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۶، شمائل ترمذی: ۷۳، صحیح ابن حبان: ۳۷۶۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۶-۳۱، شرح الزیلعی: ۱۸۷۰، مسند الحمیدی: ۶۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸-۱۷، طبع قدیم مسند احمد: ۴۶۷۲-ج ۸ ص ۲۹۸)

کہا: اے ابو عبد الرحمن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی ان کاموں کو نہیں کرتا؟ حضرت ابن عمر نے کہا: اے ابن جریج! وہ کون سے کام ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ (کعبہ کے) ارکان میں سے صرف دو رکن یمانی کو مس کرتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ بغیر بالوں کے چڑے کے جوتے پہنتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ رنگتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ جب چاند دیکھ لیتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ احرام نہیں باندھتے حتیٰ کہ آٹھ ذوالحجہ ہو جائے حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: رہے ارکان (کعبہ کے کونے) تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف دو رکن یمانی کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور وہی بغیر بالوں کے چڑے کی بات تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے چڑے کے جوتے پہنتے تھے جن پر بال نہیں ہوتے تھے اور ان ہی جوتوں میں وضو کرتے تھے پس میں بھی محبت کرتا ہوں کہ ان جوتوں کو پہنوں اور زرد رنگ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور با احرام باندھنا تو میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ اسی وقت احرام باندھتے تھے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر چل پڑتی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور آپ جوتوں میں وضو کرتے تھے کیونکہ اس حدیث سے متبادر یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے پیروں کو جوتوں میں ہی دھوتے تھے اور وہ جوتے بند نہیں ہوں گے وہ جوتے ایسے ہوں گے جیسے ہماری کھلی ہوئی یا اسفنج (SPONGE) کی چپل ہوتی ہے جس میں پیر کو آسانی سے دھویا جاسکے۔

امام بخاری کے عنوان میں جوتوں پر مسح کی ممانعت کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: اور جوتوں پر مسح نہ کرے اس سے ان کا مقصود اس حدیث کو رد کرنا ہے: عباد نے کہا: مجھے اوس بن ابی اوس الشنسی نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور اپنے جوتوں اور قدموں پر مسح کیا عباد نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے وضو کی جگہ آئے پس آپ نے وضو کیا اور اپنے جوتوں اور قدموں پر مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۰، امام ابوداؤد اس روایت میں منفرد ہیں۔)

اس طرح یہ حدیث ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضوء کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۹، سنن ترمذی: ۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۵۹)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عبدالرحمان بن مہدی اس حدیث کو روایت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ سے معروف یہ ہے کہ نبی ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ص ۳۲، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور عبید بن جریج کے سوا باقی سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور وہ مدنی اور ثقہ ہیں ابن قہیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۶)

صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ (کعبہ کے) ارکان میں سے صرف دو رکن یمانی کو مس کرتے ہیں۔ کعبہ کے ارکان اربعہ کعبہ کے چار کونے ہیں دو رکن یمانی ہیں جو شمال کی سمت میں واقع ہیں ایک کونے میں حجر اسود ہے اور دوسرے کونے میں رکن یمانی ہے ان کی تعظیم اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ یہ دو کونے قواعد ابراہیم پر ہیں اس کے مقابل جو دو کونے ہیں ان کو رکن عراقی اور رکن شامی کہا جاتا ہے یہ حقیقت میں کونے نہیں ہیں نہ قواعد ابراہیم پر ہیں ان کے بعد جو کعبہ کا حصہ تھا اس کو قریش نے بناء کعبہ میں شامل نہیں کیا اور اس کو خارج کر دیا جو اب حطیم کہلاتا ہے اس لیے یہ ارکان درحقیقت کعبہ کے وسط میں ہیں اور کعبہ کے کونے نہیں ہیں اسی لیے ان کی تعظیم نہیں کی جاتی۔

سائل کا مقصد یہ تھا کہ باقی صحابہ تو کعبہ کے چاروں کونوں کو مس کرتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور آپ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے ہیں جن کو سائل نے تغلیباً دو رکن یمانی کہا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دو رکن یمانی کے مقابل جو دو رکن شامی ہیں اب ان کی تعظیم نہیں کی جاتی کیونکہ وہ قواعد ابراہیم پر نہیں ہیں اس کے برخلاف ان کے مقابل جو دو کونے ہیں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی وہ چونکہ قواعد ابراہیم پر ہیں اس لیے ان کی تعظیم کی جاتی ہے حجر اسود کو بوسہ بھی دیا جاتا ہے اور اس کو مس بھی کیا جاتا ہے اور رکن یمانی کو صرف مس کیا جاتا ہے علامہ حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے: امام محمد نے کہا ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے امام محمد کا قول بہت ضعیف ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج ۳ ص ۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

کپڑوں اور ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا

اس حدیث میں زرد رنگ سے رنگنے کے متعلق سوال ہے حدیث کے الفاظ کپڑوں کو رنگنے اور بالوں کو رنگنے دونوں کو شامل ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دونوں کا رنگنا ثابت ہے۔ کپڑوں کو رنگنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ سے بھر جاتے تھے ان سے کہا گیا کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ کیوں رنگتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور مجھے اس سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے اور وہ اپنے تمام کپڑوں کو حتیٰ کہ اپنے عمامہ کو بھی زرد رنگ سے رنگتے تھے (آپ نے زیادہ تر سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۳، سنن نسائی: ۵۱۰۰)

بالوں کو رنگنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اپنی ڈاڑھی کو درس اور زعفران (رود رنگ) کے ساتھ رنگتے تھے اور حضرت ابن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۱۰، سنن نسائی: ۵۲۵۹)

احرام باندھنے کے وقت میں اختلافِ ائمہ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلیل

احرام باندھنے کے وقت میں بھی اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی اس کے استقبال کے لیے حج کا احرام پاندھ لیا جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھتے تھے اور جب ان کو لے کر سواری چل پڑتی تھی اس وقت تلبیہ پڑھتے تھے کیونکہ قبل از وقت احرام باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے: اس وقت احرام پاندھے جب سواری اس کو لے کر چل پڑے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز پڑھنے کے بعد سواری پر بیٹھنے سے پہلے احرام پاندھے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ صحابہ کا احرام باندھنے کے وقت میں کیوں اختلاف ہے؟ تو حضرت ابن عباس نے اس کی وجہ بتائی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ حج کرنے کے لیے اٹھے، جب آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ لی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حج کا احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا جس کو لوگوں نے سنا، پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور جب آپ کو لے کر اونٹنی چل پڑی تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور جب لوگوں نے آپ سے تلبیہ سنا تو انہوں نے کہا: آپ نے احرام اس وقت باندھا، جب اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور جب آپ شرف البیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور لوگوں نے اس کو سنا تو انہوں نے کہا: آپ نے احرام اس وقت باندھا، جب آپ شرف البیداء کی بلندی پر چڑھے اور اللہ کی قسم! آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا، جب آپ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے، پھر اس کے بعد آپ سواری پر بیٹھے اور جب وہ چل پڑی تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور جب آپ شرف البیداء کی بلندی پر چڑھے تو پھر آپ نے تلبیہ پڑھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

سعید بن جبیر نے کہا: جس نے حضرت ابن عباس کے قول پر عمل کیا، وہ حج کے لیے جس جگہ دو رکعت نماز پڑھے تو وہیں نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھ لے اور جب روانہ ہو تو تلبیہ پڑھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۰-۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۱۳۔ ج ۳ ص ۲۹۰ پر ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

٣١- بَابُ التَّيْمَنِ فِي الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ

وضو اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا

یعنی وضوء میں جن دو اعضاء کو دھویا جائے ان میں دھونے کی ابتداء دائیں عضو سے کی جائے اس سے پہلے باب میں پیروں کو دھونے کا ذکر تھا اس میں بھی دائیں پیروں کو پہلے دھویا جاتا ہے۔

١٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ

حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ

قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِي عَمَلٍ

الْبَيْتِ إِذْ دَانَ بِمِائِمِهَا وَمَوَاضِعَ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں

نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حصہ بنت یہ ین از ام

عطیہ عنایت وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی مسلمانانہ نے اپنی صاحبزادی کو

۱ طرف الحدیث: ۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹

غسل دینے کے متعلق ان سے فرمایا: ان کی دائیں طرف اور وضوء کی جگہوں سے غسل کی ابتداء کرنا۔

۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳

(صحیح مسلم: ۹۳۹، رقم المسلسل: ۲۱۳۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۳۵، سنن ترمذی: ۹۹۰، سنن نسائی: ۱۸۸۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۱۱، مصنف ابن ابی

شیبہ ج ۳ ص ۲۳۱، المعجم البیہر: ۱۶۰، ج ۲۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸۸، معرفۃ السنن والآثار ج ۵ ص ۲۲۳، المستفی: ۵۱۹، مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۸، طبع قدیم

مسند احمد: ۲۰۲، ج ۲، ص ۴۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان کو غسل دینے کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام عطیہ کا تذکرہ

(۱) سیدہ بن مسرہ (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) خالد الخداء (۴) حفصہ بنت سیرین انصاریہ محمد بن سیرین کی بہن ان کا

تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت ام عطیہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا ان کا نام نسبیہ ہے یہ صحابیہ ہیں یہ مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں اور

بیمار عورتوں کا علاج کرتی تھیں اور زخمی عورتوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتی تھیں انہوں

نے آپ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ہے اور غزوہ خیبر میں شرکت کی ہے انہوں نے ۴۰ احادیث کی روایت کی ہے جن

میں سے چھ یا سات حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں وہ دونوں ایک ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں ان سے بہت سے

محدثین نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۲)

حدیث مذکور میں آپ کی جس صاحب زادی کو غسل دینے کا ذکر ہے وہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔۔

یا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا؟ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے اپنی صاحب زادی کو غسل دینے کے متعلق ان سے فرمایا۔

آپ کی اس صاحب زادی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ان کو حضرت اسماء بنت عمیس اور

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا اور حضرت ام عطیہ بھی ان کو غسل دینے کے موقع پر موجود تھیں اور انہوں نے غسل

دینے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ تھیں۔ (صحیح مسلم: ۹۳۹، رقم المسلسل: ۲۱۳۸) یہ ۵۲ کے

اوائل میں فوت ہو گئی تھیں لیکن قاضی عیاض نے بعض اہل سیر سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرت ام کلثوم تھیں اور کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ سیدہ

حضرت زینب تھیں جیسا کہ امام مسلم کی روایت میں تصریح ہے۔ (اکمال المعلم بخواجہ مسلم ج ۳ ص ۳۸۸) اور ان میں تطبیق دی گئی ہے کہ

حضرت ام عطیہ نے حضرت سیدہ زینب کو غسل دیا تھا اور وہ سیدہ ام کلثوم کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں اور امام منذری نے اپنے

حواشی میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں مشغول تھے لیکن یہ غلط ہے وہ حضرت

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جب حضرت ام کلثوم کو دفن کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عزت مآب صاحب زادیاں مدفون ہو گئیں

علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ جن کو غسل دیا گیا وہ حضرت سیدہ زینب تھیں۔

چونکہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ”وضوء کی جگہوں سے ابتداء کرنا“ اس سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینے سے پہلے اس کو وضوء

کرانا چاہیے اور یہ کہ اس کی دائیں طرف کے اعضاء کو پہلے دھونا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۰-ج ۲ ص ۷۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۶۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيْمَنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَوَجُّعِهِ وَطُهُورِهِ وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اشعث بن سلیم نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کو ہر چیز میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا پسند تھا جوتی پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور وضوء کرنے میں اور اپنے تمام کاموں میں۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۶-۵۳۸۰-۵۸۵۴-۵۹۲۶]

(صحیح مسلم: ۲۶۸، الرقم المسلسل: ۶۰۵، سنن ابوداؤد: ۳۱۳۰، سنن ترمذی: ۶۰۹، سنن نسائی: ۱۱۲، سنن ابوالکلبی للنسائی: ۹۳۲۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۱۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۹، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۰۹۱، سنن کبیری ج ۱ ص ۸۶، شعب الایمان: ۶۲۸۰، معرق السنن والآثار: ۷۵۶، شرح السنن: ۲۱۶، مسند احمد ج ۶ ص ۹۴، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۶۲، ج ۳ ص ۱۷۴، موسسۃ الرسالۃ بیروت) باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ ہر کام میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حفص بن عمر الخوضی البصری یہ ثبت اور محبت میں امام احمد نے کہا: ان پر ایک حرف کی بھی گرفت نہیں ہے ۲۲۵ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے (۲) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) اشعث بن سلیم کوفہ کے ثقات میں سے ہیں (۴) سلیم بن الاسود الحارثی ابو الاشعث ان کی کنیت زیادہ مشہور ہے (۵) مسروق بن الاعداء الکوفی ابو عائشہ یہ نبی ﷺ کی وفات سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے صحابہ کے ابتدائی دور کو پایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بیٹا بنا لیا تھا پس انہوں نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھ دیا اور ان کی کنیت ابو عائشہ ہو گئی (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۳)

حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں "تیمن" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دائیں طرف سے ابتداء کرنا کسی چیز کو دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں جانب کا قصد کرنا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اور یہ کہ ہر کام میں دائیں جانب کو فضیلت حاصل ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: مسجد میں بہترین جگہ مسجد کی دائیں جانب ہے سعید بن المسیب نے کہا: مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے ابراہیم کو یہ پسند تھا کہ مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے حضرت انس حسن بصری اور ابن سیرین مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۷-ج ۱ ص ۹۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۲۔ بَابُ التَّيْمَنِ الْوُضُوءِ

إِذَا حَانَ الصَّلَاةُ

جب نماز کا وقت آئے

تو پانی کو طلب کرنا

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ وضوء میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور اس باب میں وضوء کے لیے پانی طلب کرنے کا

بیان ہے اور دونوں بابوں میں قدر مشترک وضوء ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ ، فَالْتَمَسَ الْمَاءُ فَلَمْ يَوْجَدْ ، فَنَزَلَ التِّيمُّمُ .
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صبح ہو گئی پانی کو طلب کیا گیا تو پانی نہیں ملا پھر تیمم کی آیت نازل ہوئی۔

یہ تعلق صحیح ہے اور یہ ایک حدیث کا قطعہ ہے جس کو امام بخاری نے ”کتاب التیمم“ میں آیت تیمم کے نزول کے قصہ میں بیان کیا ہے اس کا مفصل ذکر صحیح البخاری: ۳۳۳ میں ہے۔

۱۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوُضُوءَ ، فَلَمْ يَجِدُوهُ ، فَأَوْتَيْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّؤُوا مِنْهُ ، قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ ، حَتَّى تَوَضَّؤُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ .
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا پس لوگوں نے وضوء کے لیے پانی کو طلب کیا تو ان کو پانی نہیں ملا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس برتن میں پانی لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن کے پانی سے وضوء کریں حضرت انس نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام لوگوں نے وضوء کر لیا۔
الحدیث: ۱۹۵۔ ۲۰۰۔ ۳۵۷۲۔ ۳۵۷۳۔ ۳۵۷۴۔ ۳۵۷۵

(صحیح مسلم: ۲۲۷۹، رقم المسلسل: ۵۸۴۲، سنن ترمذی: ۳۶۳۱، سنن نسائی: ۷۶، مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۸۶، صحیح ابن حبان: ۶۵۳۹، مسند احمد

ج ۳ ص ۱۳۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۳۴۸۔ ج ۱۹ ص ۳۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس لوگوں نے وضوء کے لیے پانی طلب کیا۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کے متعدد واقعات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس برتن میں پانی لایا گیا، بعض احادیث میں ہے: وسیع پیالہ لایا گیا۔ (صحیح البخاری:

۳۵۷۴) بعض احادیث میں ہے: شیشہ کا برتن لایا گیا، بعض احادیث میں ہے: آپ کے پاس ٹب لایا گیا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۷۵)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کو وضوء کرنے کا حکم دیا، بعض روایات میں ہے کہ اس پانی سے ۷۰ صحابہ نے وضوء

کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۴) بعض روایات میں ہے: ۸۰ صحابہ نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۵) بعض روایات میں ہے: پندرہ سو

صحابہ نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۶) بعض روایات میں ہے: تین سو صحابہ نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۷) صحابہ کی تعداد

میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کئی مواقع پر وضوء کے لیے پانی کم تھا اور آپ نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے چشے کی

طرح پانی اُبلنے لگا، کسی موقع پر ستر صحابہ تھے کسی موقع پر اتنی صحابہ تھے کسی موقع پر پندرہ سو صحابہ تھے حضرت انس نے کہا: اگر ہم

ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۶) اور کسی موقع پر تین سو صحابہ تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۷)

نبی ﷺ کے معجزات کا تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ عظیم ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاشی ماری تو اس کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے وہ بھی بہت عظیم معجزہ تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ کا معجزہ سب سے عظیم ہے، کیونکہ پتھر اور زمین کی تہہ میں عادی پانی موجود ہوتا ہے اور اگر معروف آلات سے زمین کو پانی تک کھودا جائے تو وہاں پانی نکل آتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آپ نے معروف آلات کے بغیر محض لاشی کی ضرب سے پانی نکال لیا، اور نبی ﷺ نے انگلیوں سے پانی نکالا جہاں پر پانی عادی ہوتا نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضوء کے لیے پانی کو طلب کرنا اس وقت واجب ہے جب نماز کا وقت آجائے کیونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پہلے پانی کو کیوں تلاش نہیں کیا، اور اس حدیث میں معجزہ کا ثبوت ہے اور اس پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا معجزہ ہر نبی کے معجزہ کی جنس سے افضل ہوتا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ بنا لیتے تھے اور نبی ﷺ کے لیے پتھروں کو نرم کر دیا گیا، احد پہاڑ آپ سے محبت کرتا تھا آپ نے فرمایا: احد پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (بخاری: ۱۳۸۲) جب کہ لوہا تو معروف اسباب سے پگھل کر نرم ہو جاتا ہے اور پتھر ٹوٹ تو جاتا ہے نرم نہیں ہوتا، سو جس کی طبیعت میں نرمی نہیں ہوتی وہ بھی آپ کے لیے نرم ہو گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام سے پرندے کلام کرتے تھے تو آپ سے پتھروں نے کلام کیا، اور پرندوں کا کلام کرنا اتنا باعث حیرت نہیں کیونکہ ان کی زبان ہوتی ہے اور وہ بولتے ہیں، کمال تو آپ کا ہے کہ آپ سے پتھروں نے کلام کیا، جن کی زبان نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا: بعثت کی راتوں میں مکہ کا ایک پتھر مجھ کو سلام کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۲۷۷، سنن ترمذی: ۳۶۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا، یہ بھی اتنا باعث حیرت نہیں، کیونکہ وہ مردے انسان تھے اور ان میں پہلے حیات تھی، لیکن آپ سے آپ کے منہ میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا اور اس میں حیات آگئی اور علم آگیا، اس نے آپ سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۳) درختوں میں حیات آگئی، جن میں عادی حیات نہیں ہوتی اور وہ آپ کے بلانے پر اپنی جڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آئے، بلکہ کوئی ان کو پیغام دیتا کہ تم کو (سیدنا) محمد (ﷺ) بلا تے ہیں تو وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے چلے آتے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳) ان میں حیات آگئی، قوت سماع آگئی، قوت کلام آگئی۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے مکہ کا جو پہاڑ آتا یا درخت آتا، وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

غور کیجئے! درختوں کو آپ کا پیغام ملے تو وہ آپ کی اطاعت کرتے ہیں، اگر ہم کو آپ کا پیغام ملے اور ہم آپ کی اطاعت نہ کریں تو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن درخت آگے ہوں اور ہم پیچھے ہوں، پتھر اور درخت بھی آپ پر سلام پڑھتے ہیں تو جو اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر آپ پر سلام نہ پڑھنے وہ پتھروں اور درختوں سے جی گیا نذر ہے!

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۲۳۔ ج ۶ ص ۷۰۶ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

۱) معجزہ کی تعریف ۲) رسول اللہ ﷺ کے معجزہ سے کم چیز زیادہ ہوئی، معدوم چیز موجود کیوں نہ ہوئی؟ ۳) جس چیز میں

برکت ہو اس کا حساب کرنے سے اس کی برکت کیوں ختم ہو جاتی ہے؟ ۴) نبی ﷺ کا غیب کی خبریں دینا۔

۳۳- بَابُ الْمَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ

جس پانی سے انسان کا بال دھویا

گیا ہو (اس کا شرعی حکم)

بِهِ شَعْرُ الْإِنْسَانِ

یہ باب اس پانی کے بیان میں ہے جس سے بنو آدم کے بال دھوئے گئے ہوں اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں وضوء کے لیے پانی کو طلب کرنے کا ذکر تھا اور وضوء کے لیے پاک پانی کو طلب کیا جاتا ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے بال پاک ہیں پس جس پانی سے انسان کے بال دھوئے گئے ہوں وہ بھی پاک ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں باب پاک پانی کے حکم پر مشتمل ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَمَنْ عَطَاءٌ لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يَتَّخِذَ مِنْهَا الْخُبُوطَ وَالْحِبَالَ. اور عطاء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ انسان کے بالوں سے دھاگے اور رسیاں بنائی جائیں۔

اس تعلق کو امام محمد بن اسحاق الفاہمی نے ”اخبار مکہ“ میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ مٹی میں انسانوں کے جو بال مونڈے جاتے ہیں ان سے فائدہ حاصل کیا جائے۔

عطاء بن ابی رباح کے قول سے معلوم ہوا کہ انسان کے بال پاک ہیں، تکبریم بنو آدم کی وجہ سے ان بالوں سے رسیاں بنانا جائز نہیں ہے۔

جب انسان کے بال اس کے سر میں ہوں تو وہ بالاتفاق پاک ہیں، لیکن جب وہ بال کٹ کر یا مونڈ کر سر سے الگ ہو جائیں تو اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ پاک ہیں اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں تاہم انہوں نے بھی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

انسان کے بالوں کی طہارت یا نجاست میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حسن بصری، عطاء اور اوزاعی نے کہا ہے کہ موت سے بال نجس ہو جاتے ہیں، لیکن دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں اور قاضی ابوالطیب نے کہا ہے کہ بال، اون اور ہڈی اور کھر میں حیات جاری ہوتی ہے اور یہ موت سے نجس ہو جاتے ہیں، یہی وہ مذہب ہے جس کو المزنی، ابو یوسف، الربیع اور حرمہ نے امام شافعی سے روایت کیا ہے اور ابھری نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آدمی کے بالوں کے نجس ہونے کے قول سے رجوع کر لیا۔

(شرح المبدع ج ۲ ص ۲۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نبی ﷺ کے مونڈے ہوئے بالوں میں مذاہب فقہاء

المادردی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کے بال کے متعلق صحیح اور قطعی مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ المادردی کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بالوں کے متعلق کوئی اور قول بھی ہے، ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور بعض شافعیہ نے تو یہ بھی کہا ہے کہ آپ کے بالوں کے متعلق دو قول ہیں اس قول کا قائل دائرۃ اسلام سے خارج ہے اور اس شخص نے یہ کیسے کہا جب کہ آپ کے فضائل کو بھی ظاہر کیا گیا ہے تو آپ کے بالوں کے متعلق دو قول کیسے ہو سکتے ہیں۔

المادردی نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے بال تبرک کے لیے تقسیم فرمائے تھے اور کسی چیز کا تبرک ہونا پاک ہونے پر موقوف نہیں

ہے۔ علامہ عینی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ یہ سب سے بدتر قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۵۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کے مبارک بالوں کے متعلق علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہے رسول اللہ ﷺ کے بال تو اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کے بال پاک ہیں تو آپ کے بال بہ طریق اولیٰ پاک ہیں اور اگر ہم کہیں کہ دوسروں کے بال نجس ہیں تو آپ کے بال کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ نجس ہیں کیونکہ جو چیز دوسروں کی نجس ہے وہ آپ کی بھی نجس ہے جیسے خون (معاذ اللہ۔ سعیدی غفرلہ) اور ابو جعفر ترمذی نے کہا کہ آپ کے بال پاک ہیں کیونکہ آپ نے حضرت ابوطحہ کو اپنے بال دیئے پس انہوں نے وہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ (المہذب ج ۱ ص ۱۱۱ دارالغزنیہ دت)

اس عبارت کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

مذہب صحیح قطعی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال پاک ہیں اور جس نے کہا: آپ کے بال نجس ہیں اس نے کہا: آپ نے بال تبرک کے لیے تقسیم کیے تھے اور تبرک نجس چیز کے ساتھ بھی ہوتا ہے جس طرح پاک چیز کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح یہ بات الماوردی اور دوسرے فقہاء نے کہی ہے اور بالوں کی جتنی مقدار صحابہ نے لی تھی اتنی مقدار معاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کے بالوں کی طہارت قطعی ہے جیسا کہ ابو جعفر ترمذی وغیرہ نے کہا ہے۔ (ثلاث المہذب ج ۲ ص ۲۲۶-۲۲۷ دارالکتب العلمیہ دت ۱۳۲۳ھ)

الماوردی کے نزدیک آپ کے بالوں اور آپ کے فضلات کا نجس ہونا

علامہ بدرالدین عینی اور علامہ نووی نے جو قول الماوردی کی طرف منسوب کیا ہے وہ بہر حال ان کی کتاب میں نہیں ہے لیکن ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے بالوں اور آپ کے فضلات کے نجس ہونے کے قائل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب میں سے ابو جعفر ترمذی کا یہ زعم ہے کہ صرف نبی ﷺ کے بال ظاہر ہیں اور دوسرے لوگوں کے بال نجس ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے منیٰ میں جب اپنے بال منڈوائے تو ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا اگر وہ بال نجس ہوتے تو آپ ان کو منع فرما دیتے اور نبی ﷺ کا اس فضیلت کے ساتھ مختص ہونا متنازع نہیں ہے الماوردی نے کہا: اور اگر یہ آپ کے بالوں کی طہارت کی دلیل ہے تو ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگا کر آپ کا خون آپ کے سامنے پی لیا تھا۔ (مغنی الجہیر ج ۱ ص ۴۲ اتحاف السنن ج ۲ ص ۳۱۷) تو کیا یہ کہا جائے گا کہ آپ کا خون بھی پاک ہے؟ ابو جعفر نے کہا: آپ کا خون بھی پاک ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کسی شخص کو ناجائز کام پر برقرار رکھیں اور آپ نے ابوطیبہ کو خون پینے پر برقرار رکھا تھا۔

اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے اس سے فرمایا: اب کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔ (دلائل النبوة: ۱۵۹ اتحاف السنن ج ۲ ص ۱۱ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱ کنز العمال: ۳۲۲۵۶)

تو کیا اب آپ کے پیشاب کو بھی پاک کہیں ابو جعفر نے کہا: کیونکہ پیشاب طعام اور مشروب سے منقلب (بدلہ) ہوتا ہے اور بال اور خون اس طرح نہیں ہیں وہ اصل خلقت سے ہیں کسی چیز کا بدلہ نہیں ہیں۔

ابو جعفر پر یہ رد کیا گیا ہے کہ پھر نبی ﷺ کے خون کو ظاہر کہنے پر تمہاری یہ دلیل باطل ہو گئی کہ آپ نے ابوطیبہ کو خون پینے پر برقرار رکھا تھا کیونکہ آپ نے اس عورت کو بھی پیشاب پینے پر برقرار رکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ طہارت اور نجاست میں باقی امت کی طرح ہیں جو چیز باقی امت کی پاک ہے وہ آپ کی بھی پاک ہے اور جو چیز باقی امت کی نجس ہے وہ آپ کی بھی نجس ہے (العیاذ باللہ! باقی امت کے بلغم سے گھن آتی ہے اور صحابہ آپ کے بلغم کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور جسم پر ملتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱ سعیدی غفرلہ) اور آپ نے جو بال تقسیم کیے تھے اس سے جو استدلال کیا ہے اس پر یہ

احتراس ہے کہ کئی مرتبہ آپ نے بالوں کو گرا دیا اور ان کو تقسیم نہیں کیا، صرف ایک مرتبہ منی میں بالوں کو تقسیم کیا اور اس کے دو سبب تھے: ایک اپنے اصحاب کو برکت پہنچانا اور دوسرا سبب تھا کہ جن کو بال عطا کیے ان کو شرف اور فضیلت عطا کرنا، تاکہ وہ اس پر فخر کریں اور بعض روایات میں ہے: آپ نے دوبارہ خون پینے سے ابو طیبہ کو منع کیا اور فرمایا: تمہارے جسم کو اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔

(الحاشی اللبیرج، ص ۳۷۱۔ ۳۷۲، در المنکر، ص ۱۳۱، ۱۳۲)

اماوردی نے صراحت یہ نہیں کہا کہ تبرک کے لیے کسی چیز کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن ان کی بحث سے لازم یہی آتا ہے اسی لیے علامہ نووی نے اور علامہ منی نے کہا ہے کہ اماوردی کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے منڈائے ہوئے بال نجس ہیں اور آپ نے جو اپنے اصحاب میں بال تقسیم کیے تھے وہ برکت پہنچانے کے لیے تھے اور برکت پہنچانے کے لیے اس چیز کا پاک ہونا شرط نہیں ہے اور اماوردی کے نزدیک نبی ﷺ کا خون اور پیشاب بھی نجس ہے۔ (العیاذ باللہ!)

شیخ تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا

اسی طرح شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ نے بھی اپنی آخری تصنیف میں لکھا ہے:

بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شارہین کا یہ قول مذکور ہے: میں نے پیا اور مجھے پتا نہیں تھا اور ایک روایت میں حضور ﷺ کا نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگائی، پھر خون نکل لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور دوسری روایت میں دوبارہ نہ پینا، کیونکہ ہر خون حرام ہے پس مسئلہ بالکل مستح ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (بوار النوار، ص ۴۴۹، شیخ غلام علی ایندلسی لاہور)

شیخ تھانوی نے اس پر غور نہیں کیا کہ کسی چیز کا حرام ہونا اس کی نجاست کو مستلزم نہیں ہے انسان کا گوشت کھانا بھی حرام ہے لیکن وہ نجاست کی بناء پر حرام نہیں ہے کرامت کی بناء پر حرام ہے تو رسول اللہ ﷺ کے خون کا پینا تو بہ طریق اولیٰ کرامت کی وجہ سے حرام ہو گا نہ کہ نجاست کی بناء پر۔

اماوردی کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے منڈائے ہوئے بال اور آپ کے فضلات نجس ہیں (العیاذ باللہ) لیکن بہ کثرت علماء شافعیہ کے نزدیک آپ کے بال مبارک اور آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا

معروف غیر مقلد عالم عبد اللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

ام ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک مٹی کا پیالہ تھا جس میں آپ رات کو (عذر کی بناء پر) پیشاب کیا کرتے تھے۔ ایک رات میں پیاسی سو گئی پس غلطی سے وہ پیشاب پی لیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاس میں نے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا: اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ کا درد نہیں ہوگا۔ اس روایت سے آپ کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ غلطی سے پیا گیا ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہوگا یہ علاج ہے۔ بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ غلطی اس سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی وجہ سے ہوئی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاوضہ یہ دیا کہ اس نجس چیز کو اس کے لیے شفاء بنادیا، بہر صورت اس غلط فعل کو طہارت کی دلیل بنانا غلط ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث، ج ۱ ص ۲۵۱۔ ۲۵۲، مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ، الدہ، پاکستان)

حیرت ہے کہ یہی صاحب جنہوں نے نبی ﷺ کے پیشاب کو نجس لکھا ہے یہی مصنف تیل بلکہ بروہ جانور جس کا گوشت کھایا

جاتا ہو اس کے پیشاب کو نہ صرف پاک بلکہ حلال قرار دیتے ہیں۔ اُن کی عبارت درج ذیل ہے:

قُضِبَ غَاوُ (نیل کا آلہ تناسل) حَفِیۃ کے نزدیک مکروہ ہے، مگر یہ مذہب صحیح نہیں۔ بلکہ ماکول اللحم (جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو) کا گوہر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶)

تاہم بعض غیر مقلد علماء نے نبی ﷺ کے فضلات کو پاک لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

آنحضرت کے تو تمام فضلات تک پاک اور طاہر تھے آپ پر دوسرے آدمیوں کا قیاس نہیں ہو سکتا ہے۔

(تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۰ء)

اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ انسان کا بال جسم سے الگ ہونے کے بعد پاک ہوتا ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے سر کے بال کو اپنے پاس پہ طور تبرک رکھا تاہم اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کا بال مکرم ہے اس پر دوسرے انسان کے بال کو قیاس نہیں کیا جاسکتا علامہ ابن المذہر اور علامہ خطابی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور اصل میں خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔ اس جواب کا یہ رد کیا گیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ یہ منی کی طہارت پر بھی اس حدیث سے استدلال نہ کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کو کھینچ دیا کرتی تھیں کیونکہ یہ کہنا جائز ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جائے گا اور حق یہ ہے کہ احکام شریعہ میں آپ کا وہی حکم ہے جو تمام مکلفین کا ہے ماسوا ان احکام کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہو اور آپ کے فضلات (خون، منی، بول اور براز وغیرہ) کی طہارت پر بہ کثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے اور ائمہ نے آپ کے فضلات کی طہارت کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے اس لیے اکثر فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ائمہ کے درمیان اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

نبی ﷺ کے بالوں کی طہارت کی بحث میں چونکہ آپ کے فضلات (خون اور بول و براز) کی طہارت کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل احادیث کے حوالوں سے آپ کے فضلات کی طہارت کو بیان کر دیں۔ فنقول وبالله التوفیق:

رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی آپ نے فرمایا: بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے اس کو ڈھانپ لے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۷۲ طبع قدیم المستدرک: ۱۹۵۰ء طبع جدید المکتبہ المصریہ: ۱۳۲۰ھ کنز العمال: ۳۳۲۵۳ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۵ طبع جدید: ۱۳۱۸ھ مدار فضائل: متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے کہ ابن دبیہ نے کہا: اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں سب سے قوی حدیث ہے نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۱ طبع جدید: ۱۳۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کے اجسام اہل جنت کی ارواح پر بنائے گئے ہیں اور زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے جو چیز نکلے اس کو نگل لے۔ (الفرہ، ص ۱۸۰، باثنا عشر الخطاب: ۱۳۳۰، جمع الجوامع: ۸۰۳، کنز العمال: ۳۲۲۳)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے گھر کی ایک جانب میں منی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا آپ رات کو اٹھ کر

اس میں پیشاب کرتے تھے ایک رات میں اٹھی مجھے پیاس لگ رہی تھی میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو میں نے کہا: اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے اس کو میں نے پی لیا رسول اللہ ﷺ نے ہنسنے لگی کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا: سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہو گا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۶۳-۶۴ طبع قدیم المستدرک: ۱۹۱۲ طبع جدید: المکبیر: ۲۳۰-۲۳۱ ج ۲ ص ۸۹ کنز العمال: ۳۲۵۶۱ جمع الجوامع: ۲۷۵۴۹ تاریخ دمشق المکبیر ج ۳ ص ۲۰۷-۲۰۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۲۱ طبع المجدید ۱۴۱۸ھ)

حکیمہ بنت امیہ بنت رقیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی آپ نے ان سے پوچھا: وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا آپ نے فرمایا: تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۴۷۷-۴۷۸ ج ۲ ص ۱۸۹ المعجم الکبیر: ۵۲۷-۵۲۸ ج ۲ ص ۲۰۶-۲۰۷ السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۶۷ تاریخ دمشق المکبیر: ۵۲۰۰-۵۲۰۱ ج ۳ ص ۳۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کے راوی صحیح ہیں اور ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۲۲-۳۲۱ طبع جدید ۱۴۱۸ھ)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگائی آپ نے مجھ سے پوچھا: تم نے اس (خون) کا کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے اس کو غائب کر دیا آپ نے فرمایا: شاید تم نے پی لیا میں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا۔ (کشف الاستار عن زوائد الزبیر: ۲۳۳۶ حافظ البیہقی نے کہا: بزار کی سند صحیح اور ثقہ ہے مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگائی آپ نے فرمایا: یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کر دو میں نے اس کو چھپ کر پی لیا پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ (المعجم الکبیر: ۶۳۳۳ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰ تاریخ المکبیر للبخاری: ۵۴۱۸-۵۴۲۳ ج ۴ ص ۱۸۰ المطالب العالیہ: ۳۸۴۸ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷ تلخیص المعجم ج ۱ ص ۴۲)

عبد الرحمن بن ابی سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا خون چوس کر نگل لیا ان سے کہا گیا: کیا تم نے خون پی لیا؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کا خون پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ (المعجم الاوسط: ۹۰۹۸ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۳) حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اجماع ہو مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

حضرت ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب نبی ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا تو انہوں نے آپ کے زخم سے خون چوس لیا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ بالکل سفید اور صاف ہو گیا ان سے کہا گیا کہ اس خون کو تھوک دو انہوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! میں اس خون کو کبھی نہیں تھوکوں گا! پھر وہ پیٹھ موڑ کر جہاد کرنے چلے گئے نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ برکہ نام کی دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا: تم صحت مند رہو گی سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔ (تلخیص المعجم ج ۱ ص ۴۲)

آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کو دیکھ لے پس وہ شہید ہو گئے۔

(دلائل النبوة للبیہقی ج ۳ ص ۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت: تلخیص النجیر ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث: ۱۹)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے فصد لگائی جب وہ فصد لگا کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عبد اللہ! اس خون کو ایسی جگہ گرا دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے حضرت ابن الزبیر کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گیا تو میں نے اس خون کو پی لیا جب رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس گیا تو آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس کو پی لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا! دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: تم نے وہ خون کیوں پیا؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے یہ پسند کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خون میرے پیٹ میں ہو! آپ نے حضرت ابن الزبیر کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا اور تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم حلیۃ الاولیاء: ۱۱۶۷-۱۱۶۶ طبع جدید سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم سنن دارقطنی ج ۱ ص ۸۷۱ طبع جدید المستدرک ج ۳ ص ۵۵۳ طبع قدیم المستدرک: ۶۳۳۳ طبع جدید تاریخ دمشق الکبیر: ۶۲۲۵-۶۲۲۴-۶۲۲۳-۶۲۲۲ ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷ تلخیص النجیر: ۱۸ ج ۱ ص ۳۳-۳۲ کنز العمال: ۳۳۵۹۱-۳۳۵۹۲ الہدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۹۹-۹۸ الطبع الجدید ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن الزبیر سے فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا اس میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ہے حضرت ابن الزبیر نے ۶۳ھ میں مکہ میں اپنی حکومت قائم کر دی تھی بنو امیہ کو اس پر افسوس ہوا یزید نے محرم چونسٹھ ہجری میں ان کے خلاف لشکر بھیجا اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی اور کعبہ کے پردوں کو جلایا گیا اور چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کے مرنے کے بعد یہ لشکر واپس آ گیا پھر عبد الملک بن مروان نے اپنے دور حکومت میں حجاج بن یوسف کی کمان میں لشکر بھیجا بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۲ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت ابن الزبیر اور بنو امیہ دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے افسوس ہوا اور یوں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن الزبیر سے یہ جو فرمایا کہ تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ۖ ثُمَّ نُنْجِي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ۖ (مریم: ۷۲-۷۱)

اور بے شک تم سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ۰ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھنٹوں کے بل چھوڑ دیں گے ۰

اس آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر ان کو نکال لیا جائے گا اور دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی ہوگی اور کافروں کو جلا رہی ہوگی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کو دہرا عذاب ہو ایک عذاب ان کو اپنے جلنے کا ہوگا اور دوسرا عذاب یہ ہوگا کہ ان کے مخالف مسلمان اسی دوزخ سے گزر رہے ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہوتا حسب ذیل احادیث اس تفسیر پر دلیل ہیں:

حضرت یحییٰ بن عبد اللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ مومن سے کہے گی:

جزیا مومن فقد اطفأ نورک لہبی۔

اے مومن! (جلدی سے) گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے

شعلہ کو بجھا دیا ہے۔

(الکبیر ج ۲ ص ۲۵۸ حافض البیہقی نے کہا: اس کی سند میں سلیم بن منصور بن عمار ضعیف راوی ہیں: مجمع الزوائد: ۱۸۳۳۶)

حضرت ابوسمینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت میں ”ورود“ کا معنی دخول ہے پس برنیک اور بد شخص دوزخ میں داخل ہوگا اور مومنوں پر دوزخ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھنٹوں کے بل چھوڑ دیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹ حافض البیہقی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد: ۱۸۳۳۷)

اس کی پوری بحث بیان القرآن جلد سابع میں مریم: ۷۲-۷۱ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نبی ﷺ کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض ائمہ شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی ﷺ کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول

ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۵۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

ہم نے اس سے پہلے علامہ عینی کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آپ کے فضلات طاہر ہیں لیکن حیرت ہے

کہ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے لکھا ہے: مجھے عینی میں یہ عبارت نہیں ملی۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۱ مطبع مجازی قاہرہ)

اسی طرح شیخ کشمیری کے شاگرد سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

فرمایا: یہ مسئلہ تو سب کتابوں میں پایا جاتا ہے مگر خود ائمہ مذاہب سے نقول نہیں ملتیں البتہ ”مواہب“ میں امام ابوحنیفہ سے ایک

قول نقل ہوا ہے جو عینی کے حوالے سے ہے مگر مجھے ابھی تک عینی میں وہ عبارت نہیں ملی ہے۔

(انوار الباری ج ۶ ص ۳۵۰ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

کتوں کا جھوٹا اور ان کا

مسجد میں گزرنا

۔۔۔ وَسُورِ الْكِلَابِ

وَمَمَرِهَا فِي الْمَسْجِدِ

اس کا عطف بھی عنوان پر ہے اس باب کے دو جز ہیں یعنی جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو اس کا حکم اور کتے کے جھوٹے

پانی اور ان کے مسجد میں گزرنے کا حکم۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

اور زہری نے کہا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے اور

انسان کے پاس کوئی اور پانی نہ ہو جس سے وہ وضوء کرے تو وہ اس

پانی سے وضوء کرے سفیان نے کہا: یہ بعینہ فقہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے: ”پس تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو“ (النساء: ۴۳) اور یہ پانی

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ لَيْسَ

لَهُ وَضُوءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ. وَقَالَ سُفْيَانُ هَذَا الْفَقْهُ

بِعَيْنِهِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا﴾

(النساء: ۴۳). وَهَذَا مَاءٌ. وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ

وَتَتِمُّمٌ

ہے اور اس سے دل میں کچھ تردد ہے تو اس پانی سے وضوء کرے اور تیمم کرے۔

یہاں سفیان سے مراد سفیان ثوری ہے انہوں نے کہا: جب کتے جھونے کے سوا اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضوء کرے اور چونکہ دل میں اس سے کچھ تردد ہے تو اس کے بعد تیمم بھی کرے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از عاصم از ابن سیرین انہوں نے کہا: میں نے عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس نبی ﷺ کا ایک بال ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا حضرت انس کے گھر والوں کی طرف سے ملا تھا تو انہوں نے کہا: میرے پاس آپ کا ایک بال ہو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

۱۷۰۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَصِمٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَنَاهُ مِنْ قَبْلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعْرَةً مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مالک بن اسماعیل ابوغسان انہدیٰ یہ حجت اور عابد تھے ان سے امام مسلم اور سنن اربعہ کے مصنفین نے روایت کی ہے ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) اسرائیل بن یونس ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عاصم بن سلیمان البصری یہ ثقہ اور حافظ ہیں ۱۴۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن سیرین ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عبیدہ بن عمرو السدسانی یہ نبی ﷺ کی زندگی میں ایمان لے آئے تھے اور آپ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی ان سے بہت سے محدثین نے روایت کی ہے یہ ۷۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۵۵)

امام بخاری نے اس باب کے دو عنوان قائم کیے تھے: ایک اس پانی کا حکم بیان کرنا جس سے انسان کے بال کو دھویا گیا ہو دوسرا کتے کے جھونے کا حکم بیان کرنا زہری کے قول سے انہوں نے کتے کے جھونے کا حکم بیان کیا اور حدیث: ۷۰ سے انسان کے بال کا حکم بیان کیا۔

انسان کے سر سے بال الگ ہونے کے بعد ان کے ظاہر ہونے پر دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال البکری القرطبی المالکی المتونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے امام شافعی کے اس قول کو رد کرنے کا اشارہ کیا ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے اور اگر وہ پانی میں گر جائے تو وہ پانی بھی نجس ہو جاتا ہے پھر عطا کے قول اور حدیث: ۷۰ سے یہ استدلال کیا کہ انسان کا بال ظاہر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اپنے بالوں کو بہ طور تبرک صحابہ میں تقسیم کیا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کے بال اور اس کے ناخن اس کے جسم سے الگ ہو جائیں تو وہ ظاہر ہیں کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں نبی ﷺ کا بال سی کر رکھا ہوا تھا جنگ یمامہ میں ان کے سر سے ٹوپی گر گئی تو ان کو بہت صدمہ ہوا اور انہوں نے عین حالت جنگ میں وہ ٹوپی اٹھائی ان کے اصحاب کو یہ بہت ناگوار ہوا کیونکہ اس وقت میں کئی مسلمان شہید ہو گئے حضرت

خالد نے کہا: میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے اس کو نہیں اٹھایا بلکہ میں نے اس وجہ سے اس ٹوپی کو اٹھایا ہے کہ مبادا یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں آجائے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا بال مبارک ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۶۹۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ أَخْبَرَنَا
سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ
عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ
أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی از ابن عون از ابن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر منڈایا تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے آپ کے بال لیے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۰۵، رقم المسلسل: ۳۰۹۷-۳۰۹۸، سنن ابوداؤد: ۱۹۸۲-۱۹۸۱، سنن ترمذی: ۹۱۲، سنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۱۶، مسند الحمیدی: ۱۲۲۰، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۲۸، صحیح ابن حبان: ۳۸۷۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۰۹۲، ج ۱۹ ص ۱۴۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں انسان کے بال کے ظاہر ہونے پر دوسری دلیل ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن عبد الرحیم صاعقہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) سعید بن سلیمان الفیاضی البزار الواسطی ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے انہوں نے ۶۰ حج کیے تھے یہ ایک سو سال کی عمر گزار کر ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) عباد بن عوام الواسطی ابوہل یہ ثقہ اور صدوق تھے امام احمد نے کہا: یہ مضطرب الحدیث تھے اور محمد بن سعد نے کہا: یہ متشیع تھے ہارون نے ان کو گرفتار کر کے پھر رہا کر دیا تھا یہ ۱۸۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد اللہ بن عون یہ تابعی تھے اور اپنے زمانہ میں سید القراء تھے ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) محمد بن سیرین (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ یہ حضرت اُمّ سلیم جو حضرت انس کی والدہ تھیں ان کے خاوند تھے حضرت ابو طلحہ کا نام زید بن ہل بن الاسود البخاری تھا یہ بدر احد اور تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے ۲۳ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان بن عفان نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۵۵)

یہ انصار کے نقباء میں سے تھے انہوں نے ۹۲ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور امام مسلم دو حدیثوں پر متفق ہیں امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم دوسری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جنگ ختمین میں حضرت ابو طلحہ نے بیس کافروں کو قتل کیا تھا جنگ احد میں وہ بہت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوئے اور نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا تھا حضرت انس نے کہا: نبی ﷺ کے وصال کے بعد یہ چالیس سال زندہ رہے (اور جنگ جمل میں شہید کیے گئے۔ سعیدی غفرلہ)۔ (خلاصۃ تذهیب الکمال ج ۱ ص ۳۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

احباب کو عطیات عطاء کرنا اور دیگر مسائل

(۱) نبی ﷺ نے اپنے اصحاب میں اپنے سر کے بال تقسیم کیے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اصحاب کو عطیات دے کر انہیں خوش رکھنا چاہیے۔

(۲) جب اپنے اصحاب کو خوش کرنے کے لیے عطیات دیئے جائیں تو اس میں مساوات لازم نہیں ہے۔

(۳) نبی ﷺ کی اقتداء کی وجہ سے سر کا منڈانا سنت یا مستحب ہے۔

(۴) حدیبیہ میں آپ کا سر خراش نے موٹا تھا اور اس موقع پر معمر بن عبد اللہ نے آپ کا سر موٹا تھا۔

(۵) اس حدیث میں نبی ﷺ کے مبارک بالوں کی تعظیم ہے اور تبرک عطا کرنے کا جواز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے بال سے تبرک حاصل کرنے اور اس کو حفاظت سے رکھنے کا ثبوت ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۷ دار المعرفۃ بیروت)

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۹۔ ج ۳ ص ۵۴۴ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) یوم نحر کو افعال حج کی ترتیب (۲) علماء احناف کی موافقت حدیث (۳) رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم

(۴) رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات (۵) موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان (۶) فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل۔

۔۔۔۔۔ بَابُ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ

أَخَذَكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا

۱۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَخَذَكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے (پانی) پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹، الرقم السلسل: ۶۳۶، سنن نسائی: ۶۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳، موطا امام مالک ج ۱ ص ۳۳، مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۳، المستدرک: ۵۰، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۰۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۳۰، شرح السنن: ۲۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۶۰، طبع قدیم مسند احمد: ۹۹۲۹۔ ج ۱ ص ۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھویا جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

کتے کے جھوٹے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے:

زہری، امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ قول ہے کہ یہ پانی طاہر ہے اس سے وضوء اور غسل کرنا جائز ہے جب اس کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے اور سفیان ثوری، ابن الماجہ، ابن ماجہ اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن مسلمہ نے یہ کہا ہے کہ اس پانی سے وضوء بھی کرے اور تیمم بھی کرے انہوں نے اس پانی کو مشکوک قرار دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب، لیث، امام شافعی اور ابو ثور کا مذہب یہ ہے کہ جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ پانی نجس ہے۔ ابن القصار مالکی نے کہا کہ کتے کے جھوٹے کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے اور اگر اس میں نجاست ہوتی تو آپ اس کو ایک مرتبہ دھونے کا حکم دیتے کیونکہ نجاست کو دھونے میں عبادت یہ ہے کہ اس کو زائل کیا جائے نہ یہ کہ اس کو کئی مرتبہ دھویا جائے اور یہ جائز ہے کہ کسی پاک چیز کو کسی وجہ سے کئی مرتبہ دھویا جائے جیسے اعضاء وضوء کو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھویا جاتا ہے حالانکہ غرض ایک مرتبہ دھونے سے پوری ہو جاتی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ جب کتا کھانے میں منہ ڈال دے تو وہ کھانا کھایا جائے گا اور حدیث پر عمل کرنے کے لیے اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

نیز ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ کتوں کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ شریعت میں یہ ثابت ہے کہ طاہر وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے کو بغیر کسی ضرورت کے ہمارے لیے مباح کر دیا گیا ہو جب کہ اس سے نفع نہ اٹھانا بھی ہماری قدرت میں ہو اور نجس وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہو جب کہ اس سے نفع اٹھانا ہماری قدرت میں ہو اور اس پر دائل قائم ہیں کہ بغیر کسی ضرورت کے کتوں سے نفع اٹھانا جائز ہے جیسے شکاری کتے ہیں اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہیں اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تغلیظاً ہے کیونکہ مہمانوں اور گزرنے والوں کے خوف کی وجہ سے انہیں کتوں کو رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۷۶-۲۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

کتے کے جھوٹے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متبانی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کتے نجس ہیں کیونکہ طہارت یا تو حدث ہے حاصل ہوتی ہے یا نجس سے یہاں پر حدث تو ہے نہیں اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن نجس ہو جائے گا اسی لیے اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے کیونکہ کتا جب پانی کے برتن میں منہ ڈالے گا تو اس کا لعاب اس برتن میں لگے گا اور لعاب اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت نجس ہے اور اس کا جھونا بھی نجس ہے امام مالک اور امام بخاری جو کتے کو پاک کہتے ہیں ان کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتے کے منہ ڈالنے سے برتن کے نجس ہو جانے پر ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوئے اور پہلی بار منی سے دھوئے۔“

(صحیح مسلم: ۲۷۹، رقم المسلسل: ۳۳۹، سنن دارقطنی: ۱۸۱، ابن عدی فی الکمال ج ۳ ص ۸۸۲)

اس حدیث میں آپ نے کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھونا برتن نجس ہے اور اس کو سات مرتبہ دھونا تعبدی حکم نہیں ہے بلکہ حصول طہارت کا حکم ہے اور سات مرتبہ دھونا استحباب کے لیے ہے ورنہ طہارت تین مرتبہ دھونے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس چیز کو گرا دو اور اس برتن کو تین مرتبہ دھوؤ۔

(سنن دارقطنی: ۱۹۳۔ ۱۹۲ ابن عدی فی الکامل ج ۲ ص ۷۷۶ شریح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۸۔ ج ۱ ص ۹۵۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ (۲) کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام

ابو حنیفہ کا نظریہ۔

۱۷۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا رَأَى كَلْبًا يَأْكُلُ الشَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى آرَوَاهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ کہ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کچھ کھا رہا تھا پھر اس شخص نے اپنے موزہ کو پکڑا اور اس کتے کے لیے چلو میں پانی لیا حتی کہ (خوب پانی پلا کر) اس کتے کو سیراب کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۳۔ ۲۳۶۶۔ ۲۴۰۹]

(صحیح مسلم: ۲۲۳۴ رقم السلسل: ۵۷۵۱ سنن ابوداؤد: ۲۵۵ الادب المفرد: ۳۷۸ صحیح ابن حبان: ۵۴۴ مسند الشہاب: ۱۱۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۶۔ ۱۸۵ مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۵ طبع قدیم مسند احمد ج ۱۳ ص ۳۶۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور الکوج نیشاپوری امام مسلم نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں ائمہ میں سے ایک ہیں ۲۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے (۲) عبد الصمد بن عبد الوارث ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار المزنی العدوی یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے ان میں کلام کیا گیا ہے لیکن یہ صدوق ہیں ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے امام مسلم نے نہیں کی اور امام ابوداؤد امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار یہ بھی حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے یہ تابعی ہیں یہ قوی نہیں ہیں (۵) ابوسالح الزیات ذکوان ان کا تعارف ہو چکا ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۳۔ ۶۲)

اللہ تعالیٰ کے شکر کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کا شکر کیا، شکر کا معنی ہے: احسان اور انعام کرنے والے نے جو نعمت عطا کی ہے اس پر اس کی تعریف کرنا اور یہاں اس سے مراد صرف تعریف اور تحسین ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے اس نیک کام کو سراہا اور اس کی قدر افزائی کی یا اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے اس نیک کام کی جزادی اور کسی کا شکر ادا کرنا بھی درحقیقت اس کی نیکی کی جزادینا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ کب ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے زمانہ کا واقعہ ہے اسی لیے اس شخص کا نام نہیں لیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہیے اس شخص نے ایک کتے کے ساتھ نیکی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا نہ اس کو کچھ کھانے کو دیا نہ اس کو آزا د کیا کہ وہ باہر جا کر کچھ کھا لیتی وہ بھوک سے مر گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو دوزخ میں داخل کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے ایک کتے کو پانی پلانے پر جنت عطا کر دیتا ہے اور ایک بلی پر ظلم کرنے سے دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔

حدیث مذکور سے کتے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں کہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ اس شخص نے اپنے موزہ میں پانی بھر لیا اور اس موزہ سے کتے کو پانی پلایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس موزہ میں اس کتے کا جھوٹا پانی باقی رہا اور چونکہ اس حدیث میں اس موزہ کو دھونے کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس نے اس موزہ کو پہنا اور اس سے نماز پڑھی پس معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۶۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس آدمی نے اپنے موزہ سے کتے کو پانی پلایا حتیٰ کہ کتے کا منہ موزہ سے لمس ہوا ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے چلو میں موزہ سے پانی لے کر اس چلو سے پانی کتے کے منہ میں ڈالا ہو اور اگر موزہ سے اس کا منہ لگا کر ہی پانی پلایا ہو تو بعد میں اس موزہ کو دھولیا ہو اور حدیث میں دھونے کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے دھویا نہ ہو کیونکہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونا اس چیز کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے اور اگر بالفرض نہ دھویا ہو اور کتے کا جھوٹا پاک ہو پھر بھی یہ پچھلی شریعت کا واقعہ ہے اور ہم پر حجت نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگ جن جانوروں کے مالک ہوں ان پر ان کو کھلانا اور پلانا واجب ہے۔

(مجموع الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۴۳۔ ج ۶ ص ۶۲۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے اور انہیں کھلانا پلانا چاہیے۔

۱۷۴۔ وقال أحمد بن حنبل حدثنا أبي عن يونس عن ابن شهاب قال حدثني حمزة بن عبد الله عن أبيه قال كانت الكلاب تبول وتقبل وتذبر في المسجد في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يگنونا يرشون شيئا من ذلك.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور احمد بن حنبل نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از والد خود کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں کتے پیشاب کرتے تھے اور آتے جاتے رہتے تھے پس وہ اس کی وجہ سے پانی نہیں ڈالتے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲ صحیح ابن خزیر: ۳۰۰) تھے۔

یہ وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری نے پہلے تعلیقاً ذکر کیا تھا اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا تھا کہ کتا پاک ہے اور اس کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا مسجد سے گزرنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن حنبل بن سعید التمیمی البصری یہ امام بخاری کے شیخ ہیں انہوں نے اس حدیث کے علاوہ ان کی کوئی اور روایت ذکر

نہیں کی یہ صدوق ہیں امام نسائی نے ان کی روایت ذکر کی یہ ۲۰۰ھ کے بعد مکہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد شیب مذکور یہ یونس کے اصحاب میں سے تھے اور تجارت کے لیے مصر آتے جاتے رہتے تھے (۳) یونس بن زید ابلی (۴) ابن شہاب محمد بن مسلم الزہری ان دونوں کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۵) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ ابو عمارہ القرشی العدوی المدنی تابعی یہ ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ - (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۳)

مسجد میں کتوں کے آنے جانے اور پیشاب کرنے کی توجیہ

چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور پیشاب بھی کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو مقرر رکھا اور مسجد کو دھونے کا حکم نہیں دیا اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ کتے پاک ہیں اور یہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتوں کا پیشاب بھی پاک ہو لیکن یہ بہت بعید ہے کتوں کے پیشاب کرنے سے مسجد کی زمین نجس ہو جاتی تھی اور اس کو دھونے کا حکم اس لیے نہیں دیا جاتا تھا کہ زمین خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور چونکہ شروع میں مسجد میں دروازے نہیں تھے اس لیے کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ کتے مسجد میں اسی وقت آتے جاتے ہوں گے جب مسجد میں کوئی نمازی نہیں ہوتا ہوگا۔

کتوں کو ظاہر کہنے والوں کا رد اور کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی مزید توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کی کوئی دلیل نہیں ہے جو کہتے ہیں: کتے ظاہر ہیں اور ان کا پیشاب بھی ظاہر ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ کتوں کا پیشاب نجس ہے پہلے مسجد بند نہیں کی جاتی تھی اور کتے ان میں آتے جاتے تھے اور پیشاب بھی کرتے تھے مگر نبی ﷺ کو ان کے پیشاب کرنے کا علم نہیں تھا اور نہ آپ کے اصحاب کو اس کا علم تھا اور نہ راوی کو یہ علم تھا کہ کتوں نے کس جگہ پیشاب کیا ہے اور اگر اس کا علم ہوتا تو ضرور نبی ﷺ اس جگہ کو دھونے کا حکم دیتے جیسا کہ آپ نے اعرابی کے پیشاب کرنے کے بعد اس جگہ کو دھونے کا حکم دیا تھا یہ اس پر دلیل ہے کہ پیشاب جس کا بھی ہو وہ نجس ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ کتے مسجد میں پیشاب نہیں کرتے تھے بلکہ مسجد کی ماحقہ جگہوں میں پیشاب کرتے تھے اور راستہ عبور کرنے کے لیے مسجد میں آتے جاتے تھے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ کتوں کو رات میں مسجد میں آنے دیا جائے حتیٰ کہ وہ پیشاب کرے مسجد کو نجس کریں ان کا مسجد میں آنا جانا اور اوقات میں ہوتا تھا اور اس دور میں مسجد کے دروازے نہیں تھے جس سے کتوں کے آنے میں رکاوٹ ہوتی۔ (معالم السنن للخطابی مختصر السنن ج ۱ ص ۲۲۶ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ خطابی نے یہ تاویل فقہاء احناف کی مخالفت کی وجہ سے کی ہے کیونکہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب زمین پر کوئی نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ سے خشک ہو جائے اور ہوا سے اس کے اثرات نکل جائیں تو وہ زمین نماز پڑھنے کے لیے پاک ہو جاتی ہے اس میں امام شافعی امام احمد اور امام زفر کا اختلاف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین کا خشک ہونے کے بعد پاک ہونا۔

(سنن ابو داؤد: ۳۸۳ ج ۱ ص ۱۵۷ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اس پر پانی نہیں بہاتے تھے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک زمین خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور خطابی کی تاویل کے مردود ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ کتے مسجد میں پیشاب کرتے

تھے اور انہوں نے کہا تھا: کتے مسجد کی ملحقہ جگہ میں پیشاب کرتے تھے۔ اس حدیث کی سب سے عمدہ تاویل یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب کہ ممانعت سے پہلے ہر چیز اصل میں مباح تھی بعد میں مساجد کی تکریم کا اور ان کو پاک کرنے کا اور ان میں دروازے بنانے کا حکم دیا گیا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۶-۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتوں کی طہارت پر علامہ ابن بطل مالکی کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور وہ غالباً اپنی ناک بھی رگڑتے ہوں گے اور پانی کو چاٹتے ہوں گے اور کھانے کا بچا کچا بھی کھاتے ہوں گے کیونکہ مسجد میں مسافر طلباء رہتے تھے اور وہ بھی آتے رہتے تھے اور مسجد اہل الصفا کا مسکن تھا اگر کتے نجس ہوتے تو ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کر دیا جاتا کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ نجاست کو مسجد سے دور رکھا جائے قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا الْمُسْبِرُ كُؤُنٌ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ
الْحَرَامَ بَعْدَ غَائِبِهِمْ هَذَا (التوبة: ۲۸)
مشرکین محض نجس ہیں سو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں

حدیث میں ہے کہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے بار بار مسجد میں آتے جاتے تھے اور ان کو کوئی منع نہیں کرتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ کتے نجس نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطل ج ۱ ص ۶۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطل مالکی کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن بطل نے کتے کے پاک ہونے پر جو دلائل دیئے ہیں وہ سب ان کے گمان اور اندازوں پر مبنی ہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کتوں کا آنا اسی وقت ہو سکتا تھا جب مسجد خالی ہو نمازیوں کے ہوتے ہوئے کتے کیسے آ سکتے تھے اس لیے کسی کے منع کرنے یا نہ کرنے کا کیا سوال تھا نیز کتے کا صرف لعاب نجس ہے اس کا جسم نجس نہیں ہے اور یہ کسی حدیث میں تصریح نہیں ہے کہ کتے کا لعاب مسجد میں لگا تھا اور حدیث میں جو کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کا ذکر ہے اس کی توجیہ میں علامہ ابن بطل نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطل کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علامہ ابن بطل نے کہا ہے کہ اصحاب صفہ مسجد میں کھاتے پیتے بھی تھے اور کتوں کی عادت ہے کہ وہ کھانے پینے کی چیزیں ڈھونڈ کر کھاتے ہیں اور جب کھائیں گے تو ان کا لعاب بھی گرے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مسجد کی طہارت میں شک ہو گا اور پہلے مسجد کی طہارت کا یقین تھا اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا نیز اس حدیث سے کتوں کے ظاہر ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں کتوں کے پیشاب کرنے کا بھی ذکر ہے اور کتوں کے پیشاب کی نجاست پر اتفاق ہے لہذا اس حدیث سے کتوں کے ظاہر ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ بعض کے نزدیک کتوں کا کھانا جائز ہے لہذا ان کے نزدیک کتوں کا پیشاب پاک ہو گا اور ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا تمام حیوانات کا پیشاب پاک ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ہم اس سے پہلے حدیث: ۱۵۶ کی شرح میں ”المدونۃ الکبریٰ“ ج ۱ ص ۲۰ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے اور یہ ظاہر امام بخاری کا بھی یہی موقف ہے کہ کتے کا پیشاب پاک ہے اس لیے انہوں نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس کے خلاف انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور نہ کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی کوئی تاویل کی اسی وجہ

سے اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے فرمایا: امام بخاری نے اس حدیث سے کتے کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۷۵۔ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنْ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عِدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعْلَمَ فَقَتَلَ فُكْلًا، وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ. قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ؟ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا سَمَّيْتُ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبٍ آخَرَ.

[اطراف الحديث: ۲۰۵۳-۵۳۴۵-۵۳۴۶-۵۳۴۷-۵۳۴۸]

[۵۳۸۳-۵۳۸۴-۵۳۸۵-۵۳۸۶-۵۳۸۷-۵۳۸۸-۵۳۸۹-۵۳۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی السفر از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم نے اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑا اور اس نے (شکار) کو قتل کر دیا تو تم کھاؤ اور جب اس نے (اس میں سے کچھ) کھالیا تو تم اس کو مت کھاؤ کیونکہ اس کتے نے اس کو اپنے لیے شکار کیا ہے میں نے کہا: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں پھر میں اس کے ساتھ ایک دوسرا کتا پاتا ہوں آپ نے فرمایا: پھر تم مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور تم نے دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۹، الرقم المسلسل: ۳۸۸۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۳۷، سنن ترمذی: ۱۳۶۵، سنن نسائی: ۳۲۷۸، سنن ابن ماجہ: ۳۲۱۵، سنن ابی نعیم: ۳۷۷۵)

سنن ابی نعیم: ۹۱۳، مسند ابی حاتم ج ۵ ص ۱۲۸، المعجم الکبیر: ۱۳۴، ج ۱ ص ۱۷، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۶، معصف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۷۵، سنن دارمی: ۲۰۰۳، مسند الحمیدی: ۹۱۳، الاستذکار: ۲۱۸۵۵، مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۲۴۵، ج ۳ ص ۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث سے امام بخاری نے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حفص بن عمر (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابن ابی السفر الکونی (۴) الشعمی ان کا نام عامر ہے ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ یہ ۴ھ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۶۶ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور مسلم ان میں سے تین حدیثوں پر متفق ہیں اور امام مسلم دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں یہ مختار کے زمانہ میں کوفہ آئے تھے اس وقت ان کی عمر ۱۲ سال تھی اور ۱۰۰ھ میں قرطبیہ میں فوت ہو گئے ابو حاتم البستانی نے لکھا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی عمر ۱۸۰ سال تھی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۶)

حدیث مذکور سے امام مالک کا کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا کیا ہوا شکار جائز ہے حالانکہ وہ شکار کو منہ سے پکڑ کر لاتا ہے اور اس سے اس کے منہ کا لعاب بھی شکار پر لگتا ہے اور نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ شکار کو دھو کر کھانا اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے اسی وجہ سے امام مالک نے کہا کہ اگر کتے کا لعاب نجس ہے تو شکاری کتے کا کیا ہوا شکار کھانا کیسے جائز ہوگا؟ الاسامعی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا شکار کرنا ذکاۃ اور ذبح کے قائم مقام ہے اور اس میں اس کی نجاست کا ثبوت ہے نہ نفی ہے اور اس کے لعاب کے نجس ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ شکار کے خون کو دھو لینا کیونکہ جب وہ اپنی کچلیوں سے شکار کو زخمی کرے گا تو اس کا خون تو نکلے گا لیکن چونکہ مسلمانوں میں یہ مقرر اور معروف تھا کہ خون نجس

ہے اور اس کو دھویا جاتا ہے اس لیے خون دھونے کو آپ نے ان کے عرف کی طرف مفوض کر دیا اسی طرح آپ نے کتے کے لعاب کے دھونے کو بھی ان کے عرف کی طرف مفوض کر دیا کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مقرر اور معروف تھا کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے اور آپ نے اس کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے لیے سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۷-۱۷۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

شکار کرنے کے بعض احکام

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شکاری کتے کو شکار پر چھوڑا جائے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو تیسری شرط یہ ہے کہ کتا شکار کو اپنے مالک کے لیے رکھے اور خود اس میں سے نہ کھائے۔

کھانے کی ضرورت اور دیگر فوائد اور ضروریات کے لیے شکار کرنا جائز ہے اور محض شغل اور کھیل کود کی وجہ سے شکار کرنا حرام ہے۔

۳۴۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ الْوُضُوءَ إِلَّا مِنَ

الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبْلِ وَالذُّبْرِ

امام بخاری فرماتے ہیں:

جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کے راستہ سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ﴾ (النساء: ۴۳) . وَقَالَ عَطَاءٌ . فَيَمْنُ يَخْرُجُ مِنْ ذُبْرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذِكْرِهِ نَحْوُ الْقَمَلَةِ . يُعِيدُ الْوُضُوءَ .

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یا تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آئے“ (النساء: ۳۳) المائدہ: ۶) اور عطاء نے کہا: جس شخص کی سرین سے کیڑا نکل آئے یا اس کے آلہ سے جوں کی مثل کوئی چیز نکل آئے وہ وضوء دہرائے۔

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۱۲۔ ج ۱ ص ۴۳ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوءَ .

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص نماز میں ہنسنے تو وہ نماز کو دہرائے اور وضوء کو نہ دہرائے۔

اس معلق حدیث کو امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے روایت کیا ہے جو درج ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز میں ہنستا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ نماز دہرائے اور وضوء نہ دہرائے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور وضوء نہیں ٹوٹتا اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز اور وضوء دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور صرف ہنسنے سے نماز ٹوٹتی ہے وضوء نہیں ٹوٹتا اور صرف تبسم سے وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز قہقہہ وہ ہے کہ نمازی خود بھی اس کی آواز سنے اور اس کے ساتھ کھڑا ہوا شخص بھی سنے اور ہنسی وہ ہے کہ وہ خود اس کی آواز سنے دوسرا نہ سنے اور تبسم وہ ہے جس میں بالکل آواز نہ نکلے امام اعظم ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت معبد بنی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ایک نابینا نماز پڑھنے آیا وہ ایک گڑھے میں گر گیا تو نمازی ہنسنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا نبی ﷺ نے نماز کے بعد مڑ کر فرمایا: تم میں سے جو قہقہہ مار کر ہنسا ہے وہ وضوء اور نماز

وہرائے۔ (سنن دارقطنی: ۶۱۱، التحقیق لابن الجوزی: ۲۳۹، الخلائیات للبیہقی ج ۱ ص ۳۸۲)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ أَوْ أَظْفَارِهِ،
اور الحسن (البصری) نے کہا: اگر اس نے اپنا بال توڑا یا ناخن
تراشے یا موزے اتارے تو اس پر وضوء نہیں ہے۔

پہلی تعلیق ”مصنف ابن ابی شیبہ“ ۵۷۱-ج ۱ ص ۵۵ پر ہے اور دوسری تعلیق ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں ہے۔ (مصنف ابن ابی
شیبہ: ۱۹۶۸) امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے اپنا بال توڑا یا ناخن تراشا تو اس پر وضوء کرنا واجب ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہا
ہے کہ اگر اس نے وضوء کے بعد اپنا سر منڈوایا یا مونچھیں تراشیں یا ناخن تراشے یا ایک موزہ برہنہ کیا اس پر دوبارہ وضوء نہیں ہے اور
اگر اس نے دونوں موزے اتار دیئے تو امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ وہ دوبارہ وضوء کرے گا امام مالک نے کہا: وہ اس
کی تلائی میں دونوں پیر دھوئے گا ورنہ دوبارہ وضوء کرے گا امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: جب وہ وضوء کا ارادہ کرے گا تو
دونوں پیر دھوئے گا یہی امام شافعی کا قول جدید ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۷۳)

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا وَضُوءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ،
اور حضرت ابو ہریرہ نے کہا: وضوء صرف حدث سے واجب
ہوتا ہے۔

یہ حدیث ”مسند احمد“ ج ۲ ص ۴۱۰ میں ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وضوء صرف پیشاب اور پاخانے کی جگہ سے کسی چیز کے
نکلنے سے واجب ہوتا ہے لیکن حدیث کے الفاظ عام ہیں جو نیند بے ہوشی جنون اور کسی جگہ سے خون نکلنے کو بھی شامل ہیں۔

وَيُذَكِّرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ
وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ، فَرُمِيَ رَجُلٌ
غزوہ ذات الرقاق میں تھے تو ایک شخص کو تیر مارا گیا جس سے اس
بِسَهْمٍ، فَزَفَقَهُ النَّهْمُ، فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ،
کا خون جاری ہو گیا وہ رکوع اور سجود کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔
یہ مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاق میں گئے تو ایک شخص نے کسی مشرک کی
عورت کو قتل کر دیا تو اس مشرک نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں رکے گا حتیٰ کہ سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب میں خون نہ بہائے وہ
نبی ﷺ کے نشانات پر چلتا ہوا نکلا نبی ﷺ نے ایک جگہ قیام کیا آپ نے فرمایا: ہماری کون حفاظت کرے گا؟ مہاجرین میں
سے ایک شخص اور انصار میں سے ایک شخص نے کہا: ہم حاضر ہیں! آپ نے فرمایا: تم گھائی کے منہ پر پہرا دینا جب وہ دونوں شخص
گھائی کے منہ پر گئے تو مہاجرین گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا اور وہ مشرک بھی پہنچ گیا جب اس نے ایک شخص کو دیکھا
تو وہ سمجھ گیا کہ وہ قوم کا پہرہ دار ہے اس نے اپنا تیر نکالا اور کمان میں رکھ کر تیر چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے تین تیر مارے اور وہ انصاری
رکوع اور سجود کرتا رہا پھر اس کا مہاجر ساتھی بیدار ہوا جب مشرک نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا اور جب
مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! تم کو جب پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ انصاری
نے کہا: میں جو سورت پڑھ رہا تھا میں نے اس کو منقطع کرنا پسند نہیں کیا۔ (سنن ابو داؤد: ۹۸)

امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ پاخانے اور پیشاب کے راستوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے خون نکلے
تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا ورنہ اس انصاری کو جب پہلا تیر لگا تھا تو وہ اسی وقت نماز توڑ دیتا اور اس کے بعد وہ بے وضوء نماز پڑھتا نہ
رہتا ہم اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہوتا جب وہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے

سامنے یہ واقعہ بیان کرتا اور آپ اس کو نماز دہرانے کا حکم نہ دیتے، دوسرا جواب یہ ہے کہ جب اس کو تین بار مسلسل تیر لگے اور خون بہتا رہا تو لازماً اس کے کپڑوں پر بھی خون لگا ہوگا اور خون امام شافعی کے نزدیک بھی نجس ہے تو اس کے کپڑے نجس ہو گئے اور نجس کپڑوں کے ساتھ نماز نہیں ہوتی، اس وقت اگر نماز میں محو ہونے کی وجہ سے اس کی توجہ جسم سے خون نکلنے اور کپڑوں کے خون آلودہ اور نجس ہونے کی طرف نہیں ہوتی تو بعد میں اس نے نماز دہرائی ہوگی یا جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا ہوگا تو آپ نے نماز دہرانے کا حکم دیا ہوگا۔

اور خون نکلنے سے وضوء کے ٹوٹنے پر ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حمیش رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ مجھے استحاضہ آتا رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: یہ خون کسی رگ سے آتا ہے اور یہ حیض نہیں ہے، پس جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو تم خون صاف کر کے دھو لو، ہشام نے کہا: میرے والد نے بیان کیا، آپ نے فرمایا: تم ہر نماز کے لیے وضوء کرو حتیٰ کہ (دوسری نماز کا) وقت آجائے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۶) ہر نماز کے لیے وضوء کرو حتیٰ کہ اس نماز کا وقت آجائے یہ الفاظ امام ترمذی کی روایت میں ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۲۵)

خون نکلنے سے وضوء ٹوٹنے کے ثبوت میں علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کو بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۷-۷۵) لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے وضوء ٹوٹنے پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ استحاضہ کا خون اگرچہ رگ سے نکلتا ہے لیکن اس کا خروج پیشاب کے راستہ سے ہوتا ہے اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ پاخانے اور پیشاب کے راستوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے خون نکلے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور استحاضہ کا خون پیشاب کے راستہ سے نکلتا ہے اس لیے یہ حدیث ان کے خلاف حجت نہیں ہے۔

ہاں نکسیر آنے سے جو خون نکلتا ہے اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہوگی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو (نماز میں) قے آجائے یا نکسیر آجائے یا اس کے پیٹ سے کوئی چیز نکل کر منہ تک آجائے یا اس کو مدی آجائے تو وہ مڑ کر واپس جائے، پس وضوء کرے اور اسی نماز پر بناء کرے اور اس دوران میں کلام نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۱)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب (نماز میں) نکسیر آجاتی تو وہ نماز سے مڑ کر واپس جاتے، پس وضوء کرتے، پھر واپس آ کر اسی نماز پر بناء کرتے اور (اس دوران) کلام نہیں کرتے تھے۔ (موطأ امام مالک: ۸۱، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ) امام مالک، یزید بن عبداللہ بن قسیط اللیشی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ سعید بن مسیب کو نماز پڑھتے ہوئے نکسیر آگئی، وہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے، ان کے پاس پانی لایا گیا، انہوں نے وضوء کیا، پھر واپس آ کر اسی نماز پر بناء کی۔ (موطأ امام مالک: ۸۳)

رسول اللہ ﷺ کے صریح ارشاد اور صحابہ کے تعامل سے ثابت ہے کہ اگر نماز کے دوران نکسیر آجائے یعنی ناک سے خون نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کی جاتی ہے۔

فقہاء تابعین کا بھی یہی موقف ہے:

ابراہیم نے کہا: جب خون بہ جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۸)

حسن بصری کے نزدیک صرف بہنے والے خون سے وضوء ٹوٹتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۹)

عطاء نے کہا: جب ناک سے خون نکل کر ظاہر ہو جائے تو اس سے وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۶۲)

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا زَالَ الْمُسْلِمُونَ يُصَلُّونَ فِي

اور حسن بصری نے کہا: اور مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔

حسن بصری کے اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کے زخموں سے خون بہتا رہتا تھا اور وہ نماز پڑھتے رہتے تھے کیونکہ ہم ابھی "مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۹" سے نقل کر چکے ہیں کہ حسن بصری کے نزدیک بہنے والے خون سے وضوء ٹوٹ جاتا تھا بلکہ ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان زخمی ہونے کے بعد نماز ترک نہیں کرتے بلکہ زخموں کی دوا دارو اور مرہم پٹی کرنے کے بعد نماز پڑھتے رہتے تھے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَطَاءٌ، وَأَهْلُ الْبَيْتِ جَازٍ لَيْسَ فِي الدَّمِ وَضُوءٌ۔

اور طاووس اور محمد بن علی اور عطاء اور اہل حجاز نے کہا: خون نکلنے میں وضوء نہیں ہے۔

ان فقہاء تابعین کے قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ صرف خون کے ظہور سے وضوء واجب نہیں ہوتا بلکہ خون کے بہنے سے وضوء واجب ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے عطاء نے یہ کہا ہے کہ جب ناک سے خون نکل کر ظاہر ہو جائے تو اس سے وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۶۲) البتہ طاووس کے نزدیک بہنے والے خون سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۳-۱۳۷۰)

لیکن یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔

وَعَصْرَ ابْنِ عَمَرَ بَثْرَةً، فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی پھنسی کو دبایا تو اس سے خون نکلا اور انہوں نے وضوء نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اثر فقہاء احناف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ جو خون نکل کر بہے اور اس جگہ تک پہنچے جس کا دھونا ضروری ہے اس سے وضوء ٹوٹتا ہے اور کسی پھنسی یا زخم کو دبا کر خون نکالنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

وَبَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى ذِمًّا فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ۔

اور حضرت ابن ابی اوفی نے خون تھوکا تو وہ نماز پڑھتے رہے۔

حضرت ابن ابی اوفی کا نام عبد اللہ ہے اور ابو اوفی کا نام علقمہ بن الحارث ہے حضرت ابن ابی اوفی صحابی ابن صحابی ہیں یہ بیعت رضوان اور بعد کے تمام مشاہد میں حاضر ہوئے تھے یہ کوفہ میں فوت ہونے والے صحابہ میں آخری تھے ان کی بیٹائی جاتی رہی تھی یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی امام ابو حنیفہ نے زیارت کی ہے اور ان سے حدیث روایت کی ہے اور متعصب منکرین جو اس کو انکار کرتے ہیں ان کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے کیونکہ اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ کی عمر سات سال تھی کیونکہ صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی ان کے شہر میں مقیم ہوں اور انہوں نے ان کی زیارت نہ کی ہو۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۷۸-۷۷)

حضرت ابن ابی اوفی نے جو خون تھوکا تھا اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ خون معدہ سے آیا تھا یا دانتوں سے اگر معدہ سے خون آیا ہو تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور اگر دانتوں سے خون آیا ہو اور خون مغلوب ہو پھر بھی وضوء نہیں ٹوٹتا اور خون غالب ہو تو پھر وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ متعین نہیں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فَيَمَنْ يَحْتَجِمُ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهِ۔ اور حضرت ابن عمر اور حسن بصری نے کہا: جو شخص فصد لگوائے اس پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ فصد کی جگہ کو دھو لے۔

فقہاء احناف کی طرف سے اس اثر کا یہ جواب ہے کہ جو خون نکالا گیا ہو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا دوسرا جواب یہ ہے کہ فصد لگوانے سے فوراً وضوء کرنا تو لازم نہیں ہے وضوء کرنا تو اس وقت لازم ہوگا جب وہ فصد لگوانے کے بعد نماز پڑھیں گے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے علاوہ ازیں بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے ان میں سے بعض ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور بعض یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی نماز میں نکسیر آ جائے تو وہ نماز سے مڑ کر جائے خون کو دھوئے پھر اپنے وضوء کو دہرائے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۱، المعجم الکبیر: ۴/۱۱۳، الکامل بن عدی ج ۳ ص ۲۵۴)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پیٹ سے طعام اس کے منہ تک پہنچا یا جس نے قے کی یا جس کو نکسیر آئی وہ مڑ کر جائے پس وضوء کرے اور اپنی نماز پوری کرے۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں نکسیر آئے یا اس کے پیٹ سے طعام اس کے منہ تک آ جائے تو وہ واپس جائے پس وضوء کرے اور لوٹ کر آئے پھر نماز میں جہاں سے گیا تھا وہاں سے نماز پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو اس حدیث کی مثل ابن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

(سنن دارقطنی: ۵۶۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

سنن دارقطنی: ۵۶۲ میں ابن جریج کے والد سے سنن دارقطنی: ۵۶۴ اور ۵۶۵ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکسیر آنے کی صورت میں دوبارہ وضوء کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا میری ناک سے خون بہ رہا تھا آپ نے فرمایا: نیا وضوء کرو۔ (سنن دارقطنی: ۵۶۶، دار المعرفۃ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک قطرہ یا دو قطروں سے وضوء نہیں ہے مگر یہ کہ بہنے والا خون ہو۔ (سنن دارقطنی: ۵۷۱، دار المعرفۃ بیروت)

اس کے علاوہ سنن دارقطنی: ۵۷۲، سنن دارقطنی: ۵۷۳ میں بھی خون نکلنے سے وضوء کرنے کے متعلق احادیث ہیں ان میں سے بعض احادیث کے بعض رجال پر امام دارقطنی نے جرح بھی کی ہے لیکن اول تو ہم نے ان احادیث اور آثار کو صحیح السند احادیث کی تائید میں ذکر کیا ہے ثانیاً یہ اتنی کثیر تعداد میں احادیث ہیں کہ ان کے مجموعہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ثالثاً ان احادیث کو امام دارقطنی کے علاوہ دوسرے مصنفین نے بھی اپنی کتب میں روایت کیا ہے اور ان کثیر احادیث اور آثار سے یہ مسئلہ آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ انسان کے بدن سے خون نکلے اور یہ جائے تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے۔ واللہ الحمد

۱۷۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

ابن ذئب عن سعید المقبري ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَوةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَوةَ مَا لَمْ يُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ أَعْجَمِي مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الضَّرَطَةَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا رہے جب تک وہ حدیث نہ کرے یعنی وہ وضوء نہ توڑے۔ ایک عجمی شخص نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! حدیث کیا ہے؟

[اطراف الحدیث: ۳۷۷-۳۷۹-۳۲۲۹] انہوں نے کہا: آواز سے ہوا خارج کرنا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۹، سنن ترمذی: ۳۳۰، سنن نسائی: ۷۳۲، سنن ابن ماجہ: ۷۹۲، مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۷۵۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۸۰۳۰۸ ج ۱۶ ص ۲۰۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کا عنوان تھا: جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کے راستے سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے اور آواز کے ساتھ جو ہوا خارج ہوتی ہے وہ بھی پاخانے کے راستے سے خارج ہوتی ہے اور اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے اس میں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ عبادت کا انتظار کرنا بھی عبادت ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ جب اس عجمی شخص نے پوچھا: حدیث کیا ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: آواز سے ہوا خارج کرنا حالانکہ بغیر آواز کے ہوا خارج کرنا بھی حدیث ہے اور حدیث کی اور بھی کئی صورتیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ سائل اسی خاص صورت کا حکم جاننا چاہتا ہے۔

۱۷۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَقِيبِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اس وقت تک نماز سے مڑ کر نہ جائے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بدبو نہ محسوس کرے۔

اس حدیث کی بھی باب کے عنوان سے مطابقت اسی طریقہ سے ہے جس طریقہ سے ہم نے اس سے پہلی حدیث کی مطابقت بیان کی ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرِ بْنِ يَعْلَى الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ كُنْتٍ رَجُلًا مَذَّاءً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از منذر ابو یعلی الثوری از محمد بن الحنفیہ وہ بیان کرتے ہیں

فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرْتُ الْمُقَدَّادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَمَسَّاهُ، فَقَالَ فِيهِ الْوُضُوءُ. وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا شخص تھا جسے ندی بہت آتی تھی پس مجھے حیا آئی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کروں تو میں نے المقداد بن الاسود سے کہا کہ وہ آپ سے سوال کریں تو آپ نے فرمایا: اس میں وضوء ہے۔ اس حدیث کی شعبہ نے بھی الاعمش سے روایت کیا ہے۔

اس سے پہلی دو حدیثوں میں پاخانے کے راستے سے کسی چیز کے خارج ہونے کا ذکر تھا جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں پیشاب کے راستے سے کسی چیز کے خارج ہونے کا ذکر ہے جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور باب کے عنوان میں ذکر تھا کہ جس راستے سے بھی کوئی چیز خارج ہو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ کہ عطاء بن یسار نے ان کو خبر دی کہ زید بن خالد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا: میں نے کہا: یہ بتائیے کہ جب کوئی شخص جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے (تو کیا حکم ہے؟) حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھو لے حضرت عثمان نے کہا: میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے (زید بن خالد نے کہا: پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے اس کا سوال کیا تو ان سب نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔

۱۷۹- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْسِ؟ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَأَبِي بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ.

[طرف الحدیث: ۲۹۲] صحیح مسلم: ۳۳۰ رقم المسلسل: ۷۶۵ شرح صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۳ صحیح ابن حبان: ۱۲۷ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳ شرح معانی الآثار: ۲۹۳ ج ۱ ص ۶۸ مسند احمد ج ۱ ص ۶۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۳۸ ج ۱ ص ۵۰۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں آلہ سے منی نہ نکلنے کا ذکر ہے جب کہ عادت ایسی صورت میں منی نکل آتی ہے اور باب کے عنوان میں یہی ذکر تھا کہ دو راستوں میں سے کسی ایک راستے سے کوئی چیز نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہاں مناسبت اس راستے سے کوئی چیز نہ نکلنے میں ہے اور اس سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث میں کل گیارہ رجال ہیں پانچ حدیث کے راوی ہیں:

(۱) سعد بن حفص کوفی (۲) شیبان بن عبد الرحمن الخوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر بصری تابعی (۴) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمن

تابعی (۵) عطاء بن ابی یسار المدنی ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

ان کے بعد چھ مشہور صحابہ کا ذکر ہے جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے: (۱) حضرت زید بن خالد الجعفی (۲) حضرت عثمان بن عفان

(۳) حضرت علی (۴) حضرت زبیر (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۸۲)

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال ہونے سے پہلے اپنا آلہ باہر نکال لے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آلہ کو دھوئے اور وضوء کرے اور اس پر غسل واجب نہیں ہے لیکن "کتاب الغسل" کے آخر میں آنے گا کہ یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا اور اس پر غسل کرنا فرض ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۲۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۸۸۔ ج ۱ ص ۱۰۳۶ پر ہے۔ وہاں اس کی شرح میں غسل جنابت کے سبب پر بحث کی گئی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی جو ابن منصور ہیں انہوں نے کہا: ہمیں النظر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از ذکوان ابی صالح از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک شخص کو بلایا وہ اس حال میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلایا اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو جلدی بلایا جائے یا تمہاری منی نہ نکلی ہو (انزال نہ ہوا ہو) تو پھر تم پر وضوء لازم ہے۔

۱۸۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ هُوَ ابْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّظَرُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ؟ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلْتَ أَوْ قَبِضْتَ فَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ.

اس حدیث میں النظر کی وہب نے متابعت کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: غندر اور یحییٰ نے شعبہ کی روایت سے وضوء کا لفظ نہیں کہا۔

ثَابِتٌ وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ يَقُلْ غَنْدَرٌ وَيَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ الْوُضُوءُ.

(صحیح مسلم: ۳۳۵، الرقم المسلسل: ۷۶۲، سنن ابن ماجہ: ۶۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۸۵، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۸۶، شرح معانی الآثار: ۶۹، صحیح ابن حبان: ۱۱۷۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۶۲، ج ۱ ص ۲۵۳، مؤسسۃ الرسالة بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی حدیث سابق کی مثل ہے کیونکہ باب کا عنوان تھا کہ دور استوں میں سے کسی ایک راستہ سے کسی چیز کا نکلنا اور جب جماع کیا جائے اور انزال سے پہلے آلہ کو نکال لیا جائے تو منی تو نہیں نکلتی لیکن مذی وغیرہ نکلتی ہے اس لیے اس حدیث میں اس صورت میں وضوء کو واجب فرمایا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے حدیث: ۱۷۹ میں لکھا تھا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس صورت میں غسل واجب ہو جاتا ہے جس کو ہم ابھی ان شاء اللہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام (۲) النظر بن شمیل ابوالحسن المازنی البصری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) الحکم بن عتیبہ (۵) ابوصالح ذکوان الزبیری (۶) حضرت ابوسعید الخدری سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۰۱)

ایک روایت میں ہے: حضرت ابو موسیٰ نے کہا: آپ کے بعد میں یہ مسئلہ کسی اور سے دریافت نہیں کروں گا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے پھر اس کو تھکا دیتا ہے کیا اس کے اوپر غسل ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں یہ کام کرتا ہوں میں اور یہ پھر ہم غسل کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۳۵۰، شرح معانی الآثار: ۳۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور اپنے آپ کو تھکائے تو اس پر غسل واجب ہو گیا خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۷ طبع قدیم مسند احمد: ۸۵۳ ج ۱۳ ص ۲۳۰، شرح معانی الآثار: ۳۱۱ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۳-۱۱۴ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳ مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۷)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ جب مرد اپنی عورت سے جماع کرے اور انزال سے پہلے الگ ہو جائے تو مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور صرف وضوء کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور حضرت ابی بن کعب جنہوں نے وضوء کرنے کی حدیث روایت کی تھی انہوں نے موت سے پہلے اس مسئلہ سے رجوع کر لیا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۸۶ ج ۱ ص ۱۰۳۶ پر ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: غسل جنابت کا سبب۔

۳۵۔ بَابُ الرَّجُلِ يَوْضِيءُ صَاحِبَةً

باب سابق اور اس باب میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں باب احکام پر مشتمل ہیں۔

۱۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُوسَى ابْنِ عَقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَقَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشَّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ. قَالَ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَجَعَلْتُ أَصْبُ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُصَلِّي؟ فَقَالَ الْمُصَلِّي أَمَامَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی از یحییٰ از موسیٰ بن عقبہ از کریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ ﷺ وقوف عرفات کر کے روانہ ہوئے تو آپ ایک ٹھائی میں مزے پس آپ نے قضاء حاجت کی حضرت اسامہ بن زید نے کہا: میں آپ کے اوپر پانی ڈال رہا تھا اور آپ وضوء کر رہے تھے پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: نماز پڑھنے کی جگہ تمہارے آگے ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۳۹ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ۱۳۹ میں اس کا عنوان تھا: مکمل وضو کرنا کیونکہ وہاں مذکور تھا کہ آپ نے الحرمہ وقفہ میں جا کر مکمل وضوء کیا اور اس حدیث میں حضرت اسامہ کے وضوء کرانے کا ذکر ہے۔

۱۸۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ ابْرَاهِيمَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی بے شک ان کو نافع بن جبیر بن مطعم نے

الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةِ لَهُ، وَأَنَّ مُغِيرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَعَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

[اطراف الحديث: ۲۰۳-۲۰۶-۳۸۸-۳۴۲-۵۷۹۸]

خبر دی کہ انہوں نے عروہ بن المغیرہ بن شعبہ سے سنا وہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور بے شک آپ قضاء حاجت کے لیے گئے اور حضرت مغیرہ آپ کے اوپر پانی ڈال رہے تھے اور آپ وضوء کر رہے تھے سو آپ نے اپنا چہرہ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح مسلم: ۲۷۳، رقم المسلسل: ۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۹۱-۱۳۹، سنن نسائی: ۸۲-۷۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۵، سنن ابن ماجہ: ۵۳۵، مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۶، المعجم الکبیر: ۹۳۳-ج ۲۰، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۱۹۰-ج ۳ ص ۱۲۶) باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت بالکل ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ کو وضوء کرانے کا ذکر ہے۔ اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

وضوء کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا

اس حدیث میں وضوء میں کسی کی مدد لینے کا ذکر ہے اور وضوء میں کسی کی استعانت لینے کی تین قسمیں ہیں: (۱) کوئی شخص وضوء کرنے کے لیے صرف پانی لا کر رکھ دے یہ بغیر کسی کراہت کے جائز ہے (۲) کوئی شخص وضوء کرنے والے کے اعضاء پر پانی ڈالے یہ بھی بغیر کسی کراہت کے جائز ہے کیونکہ حضرت مغیرہ نے نبی ﷺ کے اعضاء پر پانی ڈالا جیسا کہ اس حدیث میں ہے بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ اس وقت ہوتا جب رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع کیا ہوتا اور علامہ ابن بطلال نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے راستہ میں وضوء کرایا اور شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے کہ مجاہد حضرت ابن عمر پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ اپنے پیروں دھو رہے تھے اور سلف صالحین وضوء میں اس طرح کی استعانت لیتے تھے حسن بصری نے کہا: میں نے دیکھا کہ عبدالرحمن بن ابزی اور الضحاک بن مزاحم حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر لوٹے سے پانی ڈال رہے تھے اور وہ وضوء کر رہے تھے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۲۸۶-۲۸۵) تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص وضوء کرانے میں اعضاء پر پانی بھی ڈالے اور اپنے ہاتھوں سے اعضاء وضوء کو ملے بھی یہ بیمار آدمی کے لیے عذر کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے اور بغیر عذر کے مکروہ ہے۔

نیز اس حدیث میں سر پر مسح کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں موزوں پر مسح کرنے کا ثبوت ہے اس کی تفصیل ان شاء اللہ "باب المسح علی الخفین" میں آئے گی اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے خواہ وہ اس کا حکم نہ دیں۔

حدث (وضوء ٹوٹنے) کے بعد

قرآن مجید وغیرہ پڑھنا

۳۶۔ بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهِ

قرآن مجید کے غیر سے مراد ہے اذکار و اوراد پڑھنا مثلاً یہ پڑھے: "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَا نَفْسِي بَعْدَ أَنْ أَمَاتَهَا وَاللَّهُ الشُّدُورُ" (سنن ترمذی: ۳۴۱۷) اللہ کی حمد ہے جس نے مجھ پر موت ڈالنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف دوبارہ اٹھنا ہے۔ سابق میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں وضوء کرانے کا ذکر تھا اور اس باب میں وضوء کرتے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ وَيَكْتَبُ الرِّسَالَةَ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ۔
منصور نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حمام میں قراءت کرنے سے اور بے وضوء رسالہ لکھنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔
منصور سے مراد منصور بن احمدر الکوفی ہیں اور ابراہیم سے مراد ابراہیم بن یزید النخعی الکوفی ہیں امام بخاری نے مکمل حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے مکمل حدیث اس طرح ہے:

عبدالرزاق از ثوری از حماد انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے حمام میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: حمام قرآن مجید پڑھنے کے لیے نہیں بنائے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۱۳۹ طبع جدید دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حمام میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق اختلاف ہے امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے اور امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے امام مالک کا بھی یہی قول ہے امام ابوحنیفہ نے حمام میں قرآن کریم پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ حمام کا حکم بیت الخلاء کا حکم ہے کیونکہ وہ نجاست کی جگہ ہے اور ان کے نزدیک حمام میں مستعمل پانی نجس ہے اور امام محمد کے نزدیک یہ پانی ظاہر ہے اس لیے انہوں نے قراءت کو مکروہ نہیں کہا۔ (میں کہتا ہوں کہ مروجہ ایچ باتھ میں لیٹرین اور باتھ کے درمیان کوئی آڑ اور حجاب نہیں ہوتا اس لیے اس میں قرآن مجید اور دیگر اذکار پڑھنا جائز نہیں ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جنبی یا حائض کے لیے ایسا مکتوب لکھنا مکروہ ہے جس میں قرآن مجید کی آیت ہو اگرچہ ان کے لیے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب وہ قرآن مجید لکھیں گے تو ان کے ہاتھوں سے قلم کے واسطے سے قرآن مجید کو مس کرنا لازم آئے گا اور جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کو مس کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک جب صحیفہ زمین پر ہو تو اس پر مصحف کو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کو مس نہیں کر رہا اور وہ ایک ایک حرف لکھ رہا ہے اور ایک حرف قرآن نہیں ہے اور امام محمد نے کہا: میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ نہ لکھے کیونکہ وہ قلم کے واسطے سے قرآن مجید کو مس کر رہا ہے اور حروف بکلیتھا قرآن ہیں اور مشائخ بخاری نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِذَا رَأَوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُ۔
اور حماد نے ابراہیم سے روایت کیا ہے: اگر ان پر تہبند ہو تو ان کو سلام کرو ورنہ ان کو سلام نہ کرو۔

حماد سے مراد حماد بن ابی سلیمان فقیہ کوفہ ہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں یعنی اگر اہل حمام برہنہ غسل کر رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرو اور اگر وہ تہبند باندھ کر غسل کر رہے ہوں تو پھر ان کو سلام کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
نوٹ: پہلے زمانہ میں آج کل کی طرح غسل خانے نہیں ہوتے تھے کہ ہر غسل خانہ میں دروازہ ہو بلکہ ایک بڑے ہال میں پانی کے ٹل لگے ہوتے تھے اور درمیان میں کوئی دروازہ اور حجاب نہیں ہوتا تھا اور بہ یک وقت متعدد لوگ غسل کرتے تھے۔

۱۸۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بِنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالِئَةٌ فَاصْطَبَحَتْ لِي عَرَضَ الْوَسَادَةِ وَاصْطَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالِئَةٌ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از مخرمہ بن سلیمان از کریب جو حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری

اللّٰهُ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاهْلُهُ فِي طَوْلِهَا ' قَامَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ
اللَّيْلُ ' أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ ' أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ ' اسْتَيْقَظَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ
النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ' ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ
الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ' ثُمَّ قَامَ إِلَى شَيْءٍ
مُعَلَّقَةٍ ' فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ ' ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيُ
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ' ثُمَّ
ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ ' فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى
رَأْسِي وَآخَذَ بِأُذُنِي الْيُسْرَى يَفْتِلُهَا ' فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ
ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ
ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ' ثُمَّ أَوْتَرَ ' ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى آتَاهُ الْمُؤَذِّنُ
فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ' ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى
الصُّبْحَ

اور وہ ان کی خالہ تھیں انہوں نے کہا: پس میں بستر کے عرض میں
لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں
لیٹ گئے پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے حتیٰ کہ جب آدمی رات ہو
گئی یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے
آپ بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر نیند
(آنکھوں) کو ملنے لگے پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آخری دس
آیتیں پڑھیں پھر ایک لنگی ہوئی مشک کے پاس گئے پھر اس سے
وضوء کیا پس اچھی طرح وضوء کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے
حضرت ابن عباس نے کہا: پس میں کھڑا ہوا اور میں نے بھی اسی
طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا پھر میں جا کر آپ کے پہلو
میں کھڑا ہو گیا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے
سیدھے کان کو پکڑ کر مروڑا (اور کان سے پکڑ کر مجھے بائیں جانب
سے دائیں جانب کر دیا) پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو
رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر
دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے وتر پڑھے
پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا پھر آپ نے
کھڑے ہو کر دو خفیف (مختصر) رکعت نماز پڑھی پھر آپ حجرہ سے
نکل گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۱۷ میں مطالعہ فرمائیں۔

بے وضوء قرآن مجید پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اس میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے۔
شرطیکہ وہ جنبی نہ ہو اور اس حدیث میں یہ کافی حجت ہے کیونکہ آپ نے نیند سے اٹھ کر وضوء کرنے سے پہلے سورہ آل عمران کی آخری
دس آیتیں پڑھیں اس کے بعد وضوء کیا۔ ابو مریم حنفی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ بغیر وضوء کے قرآن
مجید پڑھتے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: تم کو یہ فتویٰ کس نے دیا ہے؟ کیا مسلمانوں نے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف نماز پڑھنے کے
لیے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے
پاس طعام لایا گیا آپ سے کہا گیا: کیا آپ وضوء نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہوں کہ وضوء
کروں؟ (الطالب العالیہ: ۲۳۶) اسی معنی میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کیا تو حضرت عمر آپ کے پیچھے کوزے میں پانی لے گئے:

آپ نے پوچھا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: یہ پانی ہے جس سے آپ وضوء کریں گے آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب پیشاب کروں تو وضوء کروں اور اگر میں نے ایسا کیا تو یہ سنت ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۷، سنن ابن ماجہ: ۳۲۷، مسند احمد: ۲۴۶۹)

پس نبی ﷺ نے بے وضوء ہونے کے بعد نماز پڑھنے کے ارادہ تک طہارت کو مؤخر کر دیا۔

اور جمہور علماء نے بغیر وضوء کے قرآن مجید کے چھوٹے کو مکروہ کہا ہے اور شعبی اور محمد بن سیرین نے اس کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک جنس کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۸۹-۲۹۰، اربعۃ العمدین: ۱۳۲۳)

علامہ ابن بطال کے اس کلام کی متانت میں کوئی شک نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جب آپ خیمہ سے اٹھتے تو آپ کا وضوء نہ تھا، ہو سکتا ہے کہ آپ وضوء کر کے ہوئے ہوں اور آپ کی شان کے یہی الکتب کیونکہ آپ نے ہاتھوں سے وضوء کیا ہوتا تھا۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو وضوء کرو، اچھے نماز کا وضوء ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۷)

اور خیمہ سے آپ کا وضوء نہیں ہوتا، سو آپ نے با وضوء ہی قرآن مجید کی آیات پڑھی تھیں اور بعد میں آپ کا وضوء کرنا نور علی نور کے حصول کے لیے تھا تاہم دیگر دلائل سے یہ ثابت ہے کہ بے وضوء قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے جیسا کہ علامہ ابن بطال نے تحقیق سے ثابت کیا ہے۔

جس کے نزدیک صرف بھاری غشی

سے وضوء واجب ہوتا ہے

۳۷۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ

إِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمَثْقِلِ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ خبر صحیح ہوگا جب کہ بھاری غشی سے وضوء واجب ہے اور اسباب بھی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر مخاطب کے اعتقاد کے اعتبار سے ہے گویا کہ مخاطب یہ سمجھتا تھا کہ مطلقاً غشی سے وضوء واجب ہے، جبکہ خود غشی خفیف ہو یہ قلیل ہو تو امام بخاری نے اس کا رد کرنے کے لیے صبر کے ساتھ عنوان قائم کیا کہ صرف بھاری غشی سے وضوء واجب ہوتا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قرآن مجید پڑھنے کے لیے وضوء کرنا لازم نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ غشی خفیف کی وجہ سے وضوء کرنا لازم نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از بشام بن عروہ از زوجه خود فاطمہ از جدہ خود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اس وقت سورج کو گہن لگا ہوا تھا پس اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں پس میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو

۱۸۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

هشام بن عروہ عن امرأة فاطمة عن جدتها أسماء بنت أبي بكر أنها قالت أتيت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم حين خفت الشمس فإذا الناس قيام يصلون وإذا هي قائمة تصلي فقلت ما للناس؟ فأشارت بيدها نحو السماء وقالت سبحان الله فقلت آية؟ فأشارت أن نعم

فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّيَنِي الْغَشْيُ، وَجَعَلْتُ أَصْبًا فَوْقَ رَأْسِي مَاءً، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ. لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ، يُوتَى أَحَدُكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمْتَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ الْمُؤَقِنُ. لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ، فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَاجْتَبَيْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيَقَالُ نَمَّ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ الْمُرْتَابُ. لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ، فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ انہوں نے اشارہ کیا: ہاں! میں کھڑی ہو گئی، حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر مڑے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر آپ نے فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تو اس چیز کو میں نے اپنی اس جگہ میں دیکھ لیا ہے، حتیٰ کہ جنت اور دوزخ (کو بھی) اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبر کے اندر فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا، جو دجال کے فتنہ کی مثل ہو گا یا قریب ہو گا، راوی کہتا ہے: مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا، تمہارے پاس کسی کو لایا جائے گا، پس کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس رہا ایمان والا یا یقین والا راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں، حضرت اسماء نے کیا کہا تھا، پس وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں، یہ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی دعوت قبول کی اور ہم ایمان لے آئے اور ہم نے (ان کی) پیروی کی، پس کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ، پس تحقیق یہ ہے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم ضرور ایمان لانے والے ہو اور رہا منافق یا شک کرنے والا راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا، وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح، صحیح البخاری: ۸۶ میں مطالعہ فرمائیں۔

۳۸۔ بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهِ

پورے سر کا مسح کرنا

یعنی پورے سر کے مسح کرنے کا حکم ہے، باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں غشی مثل میں وضوء کا حکم تھا اور اس باب میں سر کے مسح کا ذکر ہے اور سر کا مسح وضوء کا جز ہے تو اس باب کی باب سابق کے ساتھ وہ مناسبت ہے جو جز کی کل کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔

لَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ﴾ (المائدہ: ۶)۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اور تم اپنے سروں کا مسح کرو“ (المائدہ: ۶)۔

امام بخاری نے المائدہ: ۶ سے پورے سر کے مسح کرنے پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال اس وقت مکمل ہوگا جب ”برؤوسکم“ میں ”با“ زائد ہو۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ، اور ابن المسیب نے کہا: عورت بھی مرد کی طرح ہے، وہ اپنے

سر کا مسح کرے گی۔

تَمَسَّحُ عَلَى رَأْسِهَا۔

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے: امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان عبدالکریم از سعید بن المسیب انہوں نے کہا: عورت اور مرد مسح کرنے میں برابر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۱-ج ۱ ص ۱۰۳، اراکتب العلمیہ: بیروت)

اس تعلق کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اصل مسح میں عورت مرد کے برابر ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ عورت کے لیے سر کے

اگلے حصہ پر مسح کرنا کافی ہے لہذا یہ اثر امام بخاری کے موافق نہیں ہے۔

اور امام مالک سے سوال کیا گیا: کیا سر کے بعض حصہ پر مسح

وَسُئِلَ مَالِكٌ أَيُّجْزِي أَنْ يَمَسَّحَ بَعْضُ

کرنا کافی ہے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے

الرَّأْسِ؟ فَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ۔

استدلال کیا۔

حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث حسب ذیل ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

۱۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو

مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ

بن یحیی المازنی از والد خود کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن زید

رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ

بنی اللہ سے کہا اور وہ عمرو بن یحیی کے دادا ہیں کہ کیا آپ مجھے دکھا

يَحْيَى اتَّسَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

سکتے ہیں کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ وضوء کرتے تھے؟ تو حضرت

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ

عبداللہ بن زید نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے پانی منگایا اور اپنے

نَعَمْ، قَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ

دونوں ہاتھوں پر ڈالا پھر ان کو دو مرتبہ دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی اور

مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ

تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین مرتبہ چہرے کو دھویا پھر اپنے

غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ

دونوں ہاتھوں کو دو مرتبہ ہینوں تک دھویا پھر دونوں ہاتھوں سے

رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ

اپنے سر کا مسح کیا سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا پھر دونوں

حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ

ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا

الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

[اطراف اللہ: ۱۸۶-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۷-۱۹۹] تھا پھر آپ نے اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵، رقم المسلسل: ۵۳۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۹-۱۱۸، سنن ترمذی: ۳۲، سنن نسائی: ۹۸-۹۷، سنن ابن ماجہ: ۴۷۱-۴۳۳، سنن

الکبریٰ للنسائی: ۱۰۳، المستثنی: ۷۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷-۱۷۳، مسند ابوعوانہ: ج ۱ ص ۲۳۹-۲۳۸، شرح معانی الآثار: ۱۲۰، صحیح ابن حبان: ۱۰۸۴، سنن

بیہقی ج ۱ ص ۵۹، شرح السنن: ۲۲۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۳۳۱-ج ۲ ص ۳۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ: بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التیمیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) عمرو بن یحیی بن عمارہ (۴) ان کے والد یحیی بن عمارہ بن ابی حصن

(۵) جس شخص نے سوال کیا وہ عمرو بن یحیی ہیں امام بخاری نے کہا: وہ عمرو بن یحیی کے دادا ہیں یہ اطلاق مجازی ہے کیونکہ وہ ان کے

والد کے چچا ہیں ان کو دادا اس لیے کہا کہ وہ دادا کے حکم میں ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۰۲-۱۰۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنے سر کا مسح کیا۔

سر کے مسح میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سر پر مسح کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (المائدہ: ۶)

اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور مقدار واجب میں اختلاف ہے امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ پورے سر کا مسح کرے اور امام

مالک کا یہی مذہب ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کرنا بھی کافی ہے حسن بصری، ثوری، اوزاعی

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۵۷-۱۵۶ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک کے دلائل

امام مالک نے کہا: سر کا مسح کرنے میں عورت بھی مرد کی طرح ہے وہ اپنے پورے سر پر مسح کرے گی اگر اس نے مینڈھیاں بنائی

ہوئی ہوں تو وہ ان مینڈھیوں پر مسح کرے گی دوپٹہ یا اور کسی چیز پر مسح نہیں کرے گی۔

(المدوۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ جو آدمی چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کرتا ہے وہ پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کرتا ہے اس سے

معلوم ہوا کہ جس عضو پر مسح کیا جاتا ہے وہ پورے عضو پر کیا جاتا ہے لہذا جب وضوء میں سر پر مسح کیا جائے گا تو پورے سر پر مسح کیا

جائے گا نیز اس پر امت کا اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے پورے سر کا مسح کر لیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا اور جس نے سر کے بعض حصہ

پر مسح کیا اس میں اختلاف ہے پس واجب ہے کہ سر کا مسح یقین کے ساتھ ادا کیا جائے اور یقین اس صورت میں ہے جب پورے سر کا

مسح کیا جائے۔ (شرح ابن بطل ج ۱ ص ۲۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مشہور مذہب جس پر امام شافعی کی نصوص ہیں وہ یہ ہے کہ سر کا مسح کرنے کے وجوب کی کوئی مقدار معین نہیں ہے بلکہ جتنی

مقدار پر مسح کرنا ممکن ہو وہ کافی ہے ہمارے اصحاب نے کہا: حتیٰ کہ اگر اس نے ایک بال پر بھی مسح کر لیا تو وہ کافی ہے اور ابوالحسن بن

خیران نے کہا: فرضیت کی کم از کم مقدار تین بالوں پر مسح کرنا ہے۔ (الی قولہ) ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ مسح لکھل اور کثیر مقدار

پر واقع ہوتا ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے پیشانی کی مقدار پر مسح کیا ہے اور یہ حدیث پورے سر کے مسح کی

فرضیت سے مانع ہے اور چوتھائی تہائی اور آدھے سر کی مقدار کی فرضیت سے بھی مانع ہے کیونکہ پیشانی چوتھے سر سے کم ہوتی ہے پس

متعین ہو گیا کہ اتنی مقدار واجب ہے جس پر مسح کرنے کا اطلاق ہو سکے۔

(شرح المہذب ج ۲ ص ۴۲۶-۴۲۳ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضوء کیا پس اپنی پیشانی کی مقدار (سر پر) مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر (مسح کیا)۔ (صحیح مسلم: ۲۷۳، الرقم المسلسل: ۶۲۵، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۵۹، المستفی: ۸۳، صحیح ابن حبان: ۱۳۴۶، مسند حمد بن ۴ ص ۲۵۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے موزوں پر مسح کیا اور سر کے اگلے حصے پر اور اپنے عمامہ پر۔ (صحیح مسلم: ۲۷۳، الرقم المسلسل: ۶۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۰، سنن ترمذی: ۱۰۰، سنن نسائی: ۱۰۸، ۱۰۷، المعجم الکبیر: ۸۶۶، سنن ابی نعیم: ۲۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۸)

ان حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور پیشانی کی مقدار سر کا چوتھائی حصہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کرنا فرض ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ احادیث تو اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسح کی فرضیت تو المائدہ: ۶ سے ثابت ہے البتہ سر کی مقدار مجمل ہے اس کا بیان ان احادیث میں ہے کہ وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جو پیشانی کی مقدار ہے اور ان احادیث سے امام مالک اور امام احمد کا بھی رد ہو گیا جو پورے سر پر مسح کو فرض کہتے ہیں اور امام شافعی کا بھی رد ہو گیا جو تین بالوں پر مسح کو بھی کافی کہتے ہیں کیونکہ پیشانی کی مقدار تین بالوں سے بہت زیادہ ہے۔

امام احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا کہ پورے سر پر مسح کیا جائے جیسا کہ وضوء میں پورے اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور ایک قوم نے کہا کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کیا جائے تو ہم نے دیکھا کہ وضوء میں سر پر مسح کرنا موزوں پر مسح کرنے کی مثل ہے اور موزوں میں پورے موزوں پر مسح نہیں کیا جاتا بلکہ موزوں کے صرف اوپری حصہ پر مسح کیا جاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ موزوں کے بعض حصوں پر مسح کیا جاتا ہے اسی طرح سر کے بھی بعض حصہ پر مسح کیا جائے گا اور مسح کی نظیر مسح ہے اس لیے سر کے مسح کو دھوئے جانے والے اعضاء پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اور سر کے مسح کو موزوں کے مسح پر قیاس کرنا درست ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن ابطال مالکی نے سر پر مسح کو تیمم کے مسح پر قیاس کیا ہے کہ تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے لہذا پورے سر پر مسح کرنا چاہیے لیکن یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ وضوء طہارت کی الگ نوع ہے اور تیمم طہارت کی دوسری نوع ہے اور ایک نوع کے رکن کو دوسری نوع کے رکن پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اس کے برخلاف امام طحاوی نے وضوء میں سر کے مسح کو وضوء میں موزوں کے مسح پر قیاس کیا ہے اور یہ طہارت کی ایک نوع کے رکن کو دوسرے رکن پر قیاس کرنا ہے اور یہ درست ہے۔

عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات

حضرت مغیرہ کی اس حدیث سے چوتھائی سر پر مسح کے استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے حدیث کے ایک جز سے استدلال کیا اور دوسرے جز کو چھوڑ دیا اس حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کا بھی ذکر ہے اور آپ عمامہ پر مسح کے جواز کے قائل نہیں ہیں اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

(۱) اگر ہم عمامہ پر مسح کو بھی اختیار کرتے تو اس سے خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور عمامہ پر مسح کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے لہذا اگر عمامہ پر مسح کا قول کیا جائے تو خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئے گی۔

(۲) نبی ﷺ نے جو عمامہ پر مسح کیا تھا اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے عمامہ کے نچلے حصہ پر مسح کیا تھا اور اس میں حال کا اطلاق محل پر ہے۔

(۳) راوی آپ سے دور تھا آپ نے سر سے عمامہ اتارے بغیر سر پر مسح کیا تو راوی نے سمجھا کہ آپ نے عمامہ پر مسح کیا ہے۔

(۴) آپ کے سر پر کوئی زخم تھا جس میں پانی کی تری لگنا باعث ضرر تھا اور عمامہ بہ منزلہ پٹی تھا تو آپ نے اس عذر کی وجہ سے عمامہ پر مسح کیا یعنی حالت اضطرار میں عمامہ پر مسح کیا حالت اختیار میں عمامہ پر مسح نہیں کیا۔

ہم نے جو دوسرا جواب ذکر کیا ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ وضوء کر رہے تھے آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ نہیں اتارا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۷۱ سنن ابن ماجہ: ۵۶۴)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ آپ نے پورے سر پر مسح نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے آپ نے صرف سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا جو سر کا چوتھائی حصہ ہے سوائے مقدار پر مسح کرنا فرض ہے نہ کہ صرف تین بالوں کی مقدار پر۔ واللہ الحمد

اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ آپ نے تین بار چہرے کو دھویا اور دوبار ہاتھوں کو دھویا اس سے معلوم ہوا کہ وضوء میں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کے عدد میں اختلاف کرنا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۶۳۔ ج ۱ ص ۸۸۰ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۹۔ بَابُ غَسْلِ الرَّجُلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

پیروں کو ٹخنوں تک دھونا

یہ باب پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کے بیان میں ہے باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب ارکان وضوء کے بیان میں ہیں پہلے باب میں سر کے مسح کا بیان تھا اور اس باب میں پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کا بیان ہے۔

۱۸۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وَضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ' فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وَضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'فَاكْفَأَ عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْرِ' فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَرَفَ ثَلَاثَ غُرَفَاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی از عمرو از والد خود کہ میں عمرو بن ابی حسن کے پاس موجود تھا انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے وضوء کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے پانی کا بڑا تسلا منگایا پھر ان کے لیے نبی ﷺ کے وضوء کی مثل وضوء کیا پس اس برتن سے اپنے ہاتھ پر پانی اٹھایا پھر تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر اس برتن میں ہاتھ ڈال کر تین چلو پانی کے لیے پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اس برتن میں ہاتھ ڈال کر تین بار اپنے چہرے کو دھویا پھر دو مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا پس اپنے سر کا مسح کیا پھر دونوں ہاتھوں کو ایک بار سر کے اگلے حصہ سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَكُعْتَيْنِ، وَالْعَصَرَ وَكُعْتَيْنِ، وَبَيْنَ
يَدَيْهِ غَنَزَةً. | اطراف الحدیث: ۳۷۶-۳۹۵-۴۹۹-۵۰۱-۶۳۳-

[۵۸۵۹-۵۷۸۶-۳۵۵۳]

گیا پس آپ نے وضوء کیا، لوگ آپ کے وضوء کے نیچے ہوئے
پانی کو لینے لگے پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے پھر نبی ﷺ نے
طہر کی دو رکعت نماز پڑھی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھی اور آپ
کے سامنے نیزہ (مرکوز) تھا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۳، الرقم المسلسل: ۱۱۰۲-۱۱۰۳، سنن نسائی: ۳۶۶، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۸۸-۱۸۹، سنن دارمی: ۱۲۰۹، مسند ابویعلیٰ: ۸۹۱، المعجم الکبیر ج ۲ ص ۳۲۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۷۳۳، ج ۳ ص ۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگ آپ کے وضوء کے نیچے ہوئے پانی کو لینے لگے یعنی جو پانی
آپ کے اعضاء سے لگ کر گرتا تھا اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے اس پانی کو اپنے جسم پر ملتے تھے۔
اس حدیث کے چار رجال ہیں:

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ (۴) حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ الشقی الکوفی ان کا

تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۰)

نبی ﷺ کے وضوء سے نیچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ نبی ﷺ کے وضوء کے نیچے ہوئے پانی کو لینے لگے پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور ان کے وضوء ان کے طعام ان کے مشروب اور ان کے

لباس کی بچی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنے کا ثبوت ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۷۳۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ آپ کے وضوء سے جو پانی بچا تھا اس کو صحابہ نے تقسیم کر لیا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کے اعضاء سے لگ کر

جو وضوء کا پانی گرا تھا اس کو صحابہ نے حاصل کیا تھا اور اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے ظاہر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۲۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے ظاہر ہونے پر واضح دلیل ہے اور اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جو آپ کے اعضاء

سے لگ کر گرا تھا اور اگر اس سے مراد وہ پانی ہو جو آپ کے وضوء کے بعد برتن میں بچ گیا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ اس پانی کو

بہ طور تبرک لے رہے تھے یہ پانی ظاہر تھا اور نبی ﷺ کے مبارک ہاتھ لگنے کی وجہ سے اس کی طہارت زیادہ ہو گئی تھی نیز اس حدیث

میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور یہ سفر کا واقعہ ہے سو اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کر کے

دو رکعت پڑھا جاتا ہے اور جب صحراء میں نماز پڑھی جائے تو امام کے سامنے نیزہ کو بہ طور سترہ گاڑ دینا چاہیے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ملاطی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پانی سے مراد برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہو سکتا ہے اور وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے جو آپ کے اعضاء مبارک سے لگ کر گرا تھا

حضرت سائب بن یزید نے اس پانی کو پیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰، صحیح مسلم: ۲۳۳۵، سنن ترمذی: ۳۶۴۳)

یہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ حضرت سائب نے اس پانی کو تبرک کے قصد سے پیا تھا اور اس صورت میں یہ حدیث مستعمل پانی کی طہارت پر دلیل ہوگی اور اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانی انہوں نے دوا اور علاج کے طور پر پیا تھا، یعنی یہ مستعمل پانی نجس ہی تھا۔ (یہ جواب مردود ہے، کیونکہ حضور کے جسم سے لگ کر گرنے والا پانی نجس نہیں ہو سکتا۔ سعیدی غفرلہ) یا اس مستعمل پانی کا پاک ہونا رسول اللہ ﷺ کے خواص میں سے ہے یا یہ ابتداء کا واقعہ ہے اور مستعمل پانی کا ظاہر نہ ہونا بعد کا حکم ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ اس پر ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی شرح میں یہ کہا ہے کہ جو پانی آپ کے اعضاء سے لگ کر بہا ہو وہ نجس نہیں ہے اسی وجہ سے ہمارے اکثر اصحاب کا مختار یہ ہے کہ نبی ﷺ کے فضلات بھی طاہر ہیں۔

(مرقاۃ: ۶: ۴۷۲ ج ۲ ص ۱۷۳، مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہ یہی تقریر کی ہے نیز انہوں نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے بدن سے لگنے کی وجہ سے وہ مستعمل پانی نجس نہیں ہوا حالانکہ بعض علماء نے آپ کے فضلات کو بھی پاک کہا ہے کیونکہ آپ کا وجود سرتا پا ظاہر و باطن مزی و مطہر ہے، یعنی پاک کرنے والا ہے۔ (احمد الممعات ج ۱ ص ۲۶۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۲۲ ج ۱ ص ۱۳۱۶ پر ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ ﷺ کے غسل سے تبرک حاصل کرنے کا بیان۔

۱۸۸۔ وَقَالَ أَبُو مُوسَى دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَحَ فِيهِ مَاءً، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَيَّ وَجُوهَكُمَا وَتَعَوِّرَا كُمَا. [اطراف الحديث: ۱۹۶-۱۳۲۸]

اور حضرت ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اور چہرے کو دھویا اور کلی کی اور ان دونوں سے کہا: اس پانی کو پیو اور اس پانی کو تم دونوں اپنے چہروں اور اپنے سینوں پر ڈالو۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۹ رقم المسلسل: ۶۲۸۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس پیالہ میں کلی کر کے ان کو پینے کا حکم اس لیے دیا تھا تا کہ آپ اپنے لعاب مبارک کی برکت ان کو پہنچا دیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۹، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۶ھ فتح الباری ج ۱ ص ۲۹۵ طبع لاہور) اس نسخہ پر شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کا حاشیہ ہے، لیکن انہوں نے حافظ ابن حجر کی اس عبارت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر کی اصل عبارت یہ ہے: "والغرض بذلك إيجاد البركة بريقه المبارك" یعنی نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنی کلی کا جو پانی پینے کا حکم فرمایا اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ آپ اپنے لعاب دہن سے برکت کو وجود میں لائیں۔

باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل

امام بخاری نے جو حدیث یہاں ذکر کی ہے وہ ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے وہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان جہرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے پھر نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا کیا آپ اس کو پورا نہیں کرتے! نبی ﷺ نے فرمایا: تم بشارت قبول کرو اس نے کہا: آپ مجھے بہت بشارتیں دے چکے ہیں! پھر نبی ﷺ ابو موسیٰ اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے، گویا آپ غصہ میں تھے آپ نے فرمایا: اس شخص نے بشارت کو مسترد کر دیا

ہے تم دونوں قبول کر لو ان دونوں نے کہا: ہم نے قبول کر لیا پھر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا اس میں اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے دھویا اور اس میں کلی کی پھر فرمایا: تم دونوں اس سے پی لو اور اس کو تم دونوں اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو اور بشارت قبول کرو پس ان دونوں نے پیالہ لیا اور اسی طرح کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۲۸، صحیح مسلم: ۲۳۹۷)

نبی ﷺ کے لعاب دہن کا پاکیزہ اور خوشبودار ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کے برتن میں کلی کرنا جائز ہے اور کلی میں منہ کے لعاب کی آمیزش ہوتی ہے۔ (علامہ یعنی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صرف نبی ﷺ کے حق میں ہے کیونکہ آپ کا لعاب مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور دوسرے شخص کے لعاب سے گھن آتی ہے اسی لیے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور نبی ﷺ کا مقام بہت بلند ہے اور صحابہ کرام آپ کے بغم کو بھی جھپٹ کر لیتے تھے اور اس کی برکت اور خوشبو حاصل کرنے کے لیے اس کو اپنے جسم اور کھال پر ملتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱) اور آپ کے منہ کی خوشبو کی مثل کسی کے منہ کی بو نہیں تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ فرشتوں سے باتیں کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اور آپ کے منہ کو خوشبودار بنایا اور نبی ﷺ نے پانی کے برتن میں پھونک مارنے سے اس وجہ سے منع فرمایا ہے کہ اس سے دوسرے شخص کو گھن آئے گی کیونکہ عموماً لوگوں کے منہ سے بدبو آتی ہے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو وہ مشروب پینے کا حکم دیا جس میں آپ نے کلی کی تھی اور اس کو چہرے اور سینے پر ڈالنے کا حکم دیا ہو سکتا ہے یہ ان کی کسی بیماری کو دور کرنے کے لیے ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کو محض برکت پہنچانے کے لیے ہو۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۲۸۳۔ ج ۶ ص ۸۷۸ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بَنِيهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے کہا: یہ وہی ہیں جن کے چہرے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے کنوئیں کے پانی سے کلی کی تھی وہ اس وقت نو عمر لڑکے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی کوئی مطابقت نہیں ہے امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں بھی آپ کے کلی فرمانے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنْ الْمُسَوِّدِ وَغَيْرِهِ: يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

اور عروہ نے کہا: از مسور وغیرہ اور ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی تصدیق کرتا ہے کہ جب نبی ﷺ وضوء کرتے تو آپ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوا يَقْتُلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ.
کے وضوء سے گرے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے سے جھگڑتے۔

باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل

یہ تعلیق ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے اس حدیث کا اس تعلیق سے متعلق حصہ درج ذیل ہے:

پھر عروہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب بھی رسول اللہ ﷺ بلغم تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ میں واقع ہوتا پھر وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور ہاتھ پر ملتا اور جب بھی آپ کسی کام کا حکم دیتے تو وہ اس کو بجالانے میں سبقت کرتے اور جب آپ وضوء کرتے تو وہ آپ کے وضوء کے گرے ہوئے پانی کو لینے کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑتے اور جب آپ بات کرتے تو آپ کے پاس سب اپنی آوازیں پست کر دیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱)

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے یہ واقعہ اس طرح مشرکین کے سامنے بیان کیا تھا امام بخاری نے اس حدیث کو مسور اور مروان سے روایت کیا ہے یہ دونوں ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے اور یہ واقعہ چھ ہجری کا ہے اس وجہ سے ابوالفضل بن طاہر نے کہا ہے کہ یہ حدیث معطل ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۴)

رسول اللہ ﷺ کا زمزم کے ڈول میں کلی فرمانا

صحیح البخاری: ۲۳۲۸ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پیالہ میں کلی کی اور حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال نے اس پانی کو پیا اور صحیح البخاری: ۱۸۹ میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت محمود بن الربیع کے چہرے پر کلی کی ان صحابہ نے آپ کی کلی والے پانی سے تمرک حاصل کیا اور آپ نے قیامت تک کی تمام امت مسلمہ کو برکت پہنچانے کے لیے زمزم کے کنویں میں کلی کی اور اب تمام دنیا کے مسلمان زمزم کا پانی پی کر آپ کے لعاب دہن کی برکتوں سے مستفید ہو رہے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ زمزم کی طرف آئے ہم نے آپ کے لیے پانی کا ایک ڈول نکالا آپ نے اس کو پیا پھر اس ڈول میں کلی فرمائی اور اس ڈول کو پھر زمزم کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ الحدیث

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۲ طبع قدیم مسند احمد: ۳۵۶-ج ۵ ص ۳۶۷ مؤسسۃ الرسالۃ المعجم الکبیر: ۱۱۱۶۵ تاریخ مکہ للذہبی ج ۲ ص ۵۵)۔
قاری اندلس بیروت حافظ زلیحی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۰۴ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

اس حدیث کی شرح میں شیخ ظفر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

زمزم کے پانی کی برکت میں اور زیادہ برکت ہوگئی اس کی لذت میں اور زیادہ لذت ہوگئی اس کی شفاء میں اور زیادہ شفاء ہوگئی اس کے نور میں اور زیادہ نور ہوگیا اس کے طہور میں اور زیادہ طہور ہوگیا کیونکہ آپ نے اس ڈول میں کلی فرمائی پھر اس ڈول کو زمزم کے کنویں میں ڈال دیا گیا دیکھو آپ نے اپنی امت پر کس قدر رحم فرمایا اور شفقت فرمائی کہ آپ اپنے بعد قیامت تک آنے والی امت کو اپنے پس خوردہ پانی کی برکت اور طہارت سے محروم ہونے پر راضی نہیں ہوئے آپ پر ہمارے باپ دادا اور مائیں فدا ہوں کہ اللہ کی صلوٰۃ اور سلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ نازل ہوتی رہے اور آپ کی تمام آل اور اصحاب اور احباب پر۔

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۵ دار الفکر بیروت: ۱۴۲۱ھ)

باب ۔ ۔ ۔

باب

۱۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا خَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ 'عَنِ الْجَعْفَرِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَهُ أَخْبَنِي وَجَعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَانِي بِالْبَرَكَاتِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوءَةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زُرِّ الْحَجَلَةِ.

(اطراف الحدیث: ۳۵۴۰-۳۵۴۱-۵۶۷۰-۶۳۵۲) (صحیح مسلم: ۲۳۴۵/۱ رقم المسلسل: ۵۹۷۲ سنن ترمذی: ۳۶۳۳ شامل ترمذی: ۱۶ سنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۱۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمان بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از الجعفر انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نبی ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک میرے بھانجے کے سر میں درد ہے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی پھر آپ نے وضوء کیا پھر میں نے آپ کے وضوء کا پانی پیا پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہو گیا پھر میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو چھپر کھٹ (مسبری) کی گھنڈی کی مثل تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے آپ کے وضوء کے پانی سے پیا یعنی وہ پانی جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر قطرات کی صورت میں گرایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضوء کرنے کے بعد برتن میں بچ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالرحمان بن یونس ابو مسلم البغدادی یہ حفاظ حدیث میں سے ایک ہیں یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حاتم بن اسماعیل الکوفی یہ مدینہ میں رہے اور بارون رشید کی خلافت میں مدینہ میں ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے (۳) الجعفر بن عبدالرحمان بن اوس المدنی الکندی ان کو تصغیر کے ساتھ الجعید کہا جاتا ہے (۴) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: جب میری عمر سات سال کی تھی تو میرے والد نے مجھے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا انہوں نے پانچ احادیث روایت کی ہیں اور ان سب کو امام بخاری نے روایت کیا ہے یہ ۹۱ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۵-۱۱۴)

مہر نبوت کا معنی اور مفہوم

اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر ہے اس سے مراد وہ چیز ہے جو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا قاضی بیضادی نے کہا: خاتم النبوة آپ کے دو کندھوں کے درمیان ایک نشان ہے کتب متقدمہ میں اس کی صفت بیان کی گئی ہے اور مہر نبوت اس بات کی ملامت ہے کہ آپ وہی نبی ہیں جس کا آسمانی کتابوں میں وعدہ کیا گیا تھا۔

مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات

اس حدیث میں بیان ہے کہ آپ کی مہر نبوت چھپر کھٹ کی گھنڈی کی مثل تھی اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں: حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی پشت میں مہر نبوت کو دیکھا وہ کبوتر کے انڈے کی طرح تھی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۳/۱ رقم المسلسل: ۵۹۷۰ سنن ترمذی: ۳۶۳۳ شامل ترمذی: ۱۷ مسند احمد ج ۵ ص ۹۰-۹۵-۹۸-۱۰۲-۱۰۷ المعجم الکبیر: ۱۹۰۸)

(۱۹۱۸ اکمل ابن عدی ج ۳ ص ۷۶)

عمر بن الخطاب انصاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو زید! قریب آؤ! اور میری پشت پر ہاتھ

پھیرد میں نے آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر تھیں راوی نے پوچھا: مہر نبوت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا: وہ بالوں کا گچھا تھا۔ (شمائل ترمذی: ۲۰، مسند احمد ج ۵ ص ۷۷-۷۸، صحیح ابن حبان: ۲۰۹۶، المستدرک ج ۲ ص ۶۰۶)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مہر نبوت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ آپ کی پشت میں ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ (شمائل ترمذی: ۲۲، مسند احمد ج ۳ ص ۶۹)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں گھوم کر آپ کے پیچھے آ گیا آپ سمجھ گئے کہ میرا کیا ارادہ ہے آپ نے اپنی پشت سے چادر گرا دی تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ملی ہوئی انگلیوں کے مجموعہ کی طرح مہر نبوت دیکھی اس کے گرد تل تھے وہ چنے کے برابر مٹے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۶، الرقم المسلسل: ۵۹۷۳، شمائل ترمذی: ۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۸۲-۸۳)

مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات کا حاصل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ مہر نبوت کی متعدد تفسیریں ہیں حضرت السائب بن یزید نے کہا: وہ چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح ہے حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: وہ کبوتر کے انڈے کی طرح ہے حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: وہ بالوں کے گچھے کی طرح ہے حضرت ابوسعید خدری نے کہا: وہ گوشت کے ابھرے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہے حضرت عبداللہ بن سرجس نے کہا: وہ چنے کے برابر مٹوں کے مجموعہ کی طرح ہے اور ان سب کا مال ایک ہی ہے کہ وہ کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا گوشت تھا۔ (اکمال المعلم بشری ج ۷ ص ۳۱۳-۳۱۴، دارالافتاء: ۱۳۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے بھی قاضی عیاض کی عبارت کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۱۷-۶۱۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

مہر نبوت کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب نبی ﷺ کے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا گیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے تو اس پر مہر لگا دی گئی جیسا کہ جو برتن مشک اور موتیوں سے بھرا ہوا ہو تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے تاکہ اس مہر کی وجہ سے دشمن اس برتن تک رسائی نہ حاصل کر سکے کیونکہ جس چیز پر مہر لگا دی جائے وہ محفوظ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی چیز کی حفاظت کی یہی تدبیر کی ہے اور مہر کی وجہ سے کسی چیز کے متعلق انسانوں کا شک اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ وہی چیز ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں مہر لگا دی تو آپ کا قلب مطمئن ہو گیا اور اس میں نور باقی رہا اور قلب کی قوت پشت میں نافذ ہو گئی پھر آپ کے کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا گوشت ظاہر ہو گیا اسی وجہ سے میدان حشر میں آپ کا نمایاں ظہور ہو گا اور تمام رسولوں میں سب سے پہلے آپ کو شفاعت عطا کی جائے گی اور آپ مقام محمود پر فائز ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں ثناء، صدق کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا ہے اور آپ کے سوا کسی اور نبی نے صدق کی ثناء نہیں کی جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ. (یونس: ۲)

کے پاس قدم صدق ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: قدم صدق سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں جو قیامت کے دن تمہاری

شفاعت کرنے والے ہیں اسی طرح حسن بصریؒ قتادہ اور زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور بعض دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت السائب بن یزید کے سر پر ہاتھ پھیرا اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔

حضرت السائب بن یزید ۲ھ میں پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے تھے اور جب نبی ﷺ تبوک سے آرہے تھے تو یہ دوسرے بچوں کے ساتھ آپ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۷)

حافظ بیہقی متوفی ۳۵۸ھ حضرت السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ غزوہ تبوک سے مدینہ آئے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا میں بھی بچوں میں آپ کے ساتھ تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ پہنچے تو عورتیں بچے اور بچیاں مل کر یہ گارہے تھے: "طلع البدر علینا" من ثنیات الوداع من ثنیات الشکر علینا ما دعا للہ داع۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے اس وقت یہ اشعار پڑھے گئے تھے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ غزوہ تبوک سے مدینہ پہنچے تھے۔ (دلائل النبوة ج ۵ ص ۲۶۶-۲۶۵)

شیخ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے انہوں نے مزید یہ لکھا ہے کہ جو شخص مکہ سے مدینہ آئے تو اس راستہ میں ثنیات الوداع نہیں ہے یہ مقام اس راستہ میں ہے جب کوئی شخص شام سے مدینہ آئے۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۶۹)

حضرت السائب نے کہا: میں نے آپ کے وضوء کے پانی سے پیا اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہے اس سے مراد وہ پانی ہے جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر قطرات کی صورت میں گرا تھا۔

وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق امام ابوحنیفہ کے قول کو حافظ ابن حجر کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان سے استدلال کر کے وہ اس شخص کے قول کا رد کرنا چاہتے ہیں جو وضوء کے مستعمل پانی کو نجس کہتا ہے اور وہ ابو یوسف کا قول ہے امام شافعی نے "کتاب الام" میں لکھا ہے: امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس قول سے رجوع کر لیا اور امام ابوحنیفہ سے وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق تین روایات ہیں: (۱) یہ ظاہر ہے مطہر نہیں ہے (۲) یہ نجاست خفیفہ کے ساتھ نجس ہے (۳) یہ نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے اور یہ احادیث امام ابوحنیفہ کا رد کرتی ہیں کیونکہ نجس چیز سے تبرک حاصل نہیں کیا جاتا اور نہ نجس چیز کو پیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۱-۷۳۰ ملخصاً دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ عسقلانی کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس قائل نے اس تشبیح سے امام ابوحنیفہ پر رد کا ارادہ کیا ہے اور اس کا رد بہت بعید ہے کیونکہ جس پانی کو حضرت السائب نے پیا تھا ضروری نہیں ہے کہ وہ وضوء کا مستعمل پانی ہو وہ وضوء کے برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض یہ پانی وہ تھا جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر گرا تھا تو امام ابوحنیفہ آپ کے مستعمل پانی کو نجس نہیں کہتے وہ اس سے بری ہیں وہ آپ کے

مستعمل پانی کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں وہ تو آپ کے پیشاب کو بلکہ آپ کے تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں اس کے باوجود ہم بتا چکے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضوء کا مستعمل پانی نجس ہے کیونکہ فقہاء احناف کا فتویٰ اس قول پر ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی طاہر غیر مطہر ہے لہذا اس معاند کا شور و شغب منقطع ہو گیا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

یہ دوسری جگہ ہے جہاں علامہ عینی نے یہ تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نبی ﷺ کے تمام فضلات طاہر ہیں اور سخت حیرت ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری اور احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ مجھے ابھی تک عینی کی یہ عبارت نہیں ملی۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۶۶۔ ج ۶ ص ۸۰۵ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی صرف دو سطروں میں مہربوت کی مختلف احادیث میں تطبیق دی ہے۔

جس نے ایک چلو پانی سے کھلی
کی اور ناک میں پانی ڈالا

۴۱۔ بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ
مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں کا تعلق وضوء سے ہے۔

۱۹۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَقَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا پس دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر انہوں نے ایک چلو سے دھویا یا کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پس یہ تین مرتبہ کیا پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا پھر دو مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا پھر سر پر مسح کیا آگے سے ہاتھ سر کے چھپے لے گئے اور پیچھے سے ہاتھ آگے لائے اور اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھویا پھر کہا: رسول اللہ ﷺ کا وضوء اسی طرح تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۵ کا مطالعہ فرمائیں اور ایک چلو سے کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی تحقیق صحیح البخاری: ۱۳۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

سر کا مسح ایک بار کرنا

۴۲۔ بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار کیا جائے گا باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ ایک چلو پانی سے کھلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور اس باب میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے اور یہ دونوں باب وضوء کے ارکان پر مشتمل ہیں اس لیے باہم مناسب ہیں۔

۱۹۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرُو بْنَ أَبِي حَسَنِ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود

انہوں نے کہا: میں عمرو بن ابی حسن کے پاس تھا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے وضوء کے متعلق سوال کیا، انہوں نے پانی کا تسلا (بڑا برتن) منگایا، پھر ان کے سامنے وضوء کیا پھر اس تسلے کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا، پھر دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا، پھر تین چلو پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا پس اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا پس اپنے دونوں ہاتھوں کو دوبار کہنیوں تک دھویا، پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پس اپنے سر کا مسح کیا، پس اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے گئے، پھر پیچھے سے آگے لائے، پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں ڈالا پس اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

اور ہم کو موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم کو وہیب نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ایک بار سر کا مسح کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۵ اور صحیح البخاری: ۱۳۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضوء کرنا اور عورت

کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مرد اور اس کی بیوی ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کریں اور عورت کے پانی لینے کے بعد جب مرد اس عورت کے چھوڑے ہوئے پانی سے وضوء کرے گا تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَتَوَضَّأَ عُمَرُ بِالْحَمِيمِ مِنْ بَيْتِ نَضْرَائِيَّةَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ کے گھر سے گرم پانی لے کر وضوء کیا۔

اس اثر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اس اثر کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کتاب کی تدوین سے امام بخاری کی غرض صرف احادیث کی عبارات کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ ان کی غرض اس سے عام ہے، اس لیے وہ آثار صحابہ، فتاویٰ سلف، اقوال علماء اور قرآن مجید اور احادیث میں وارد مشکل الفاظ کے معانی بھی ذکر کرتے ہیں اور حضرت عمر کے اس اثر سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ گرم پانی سے وضوء کرنا جائز ہے اور نصرانی عورت کے گھر سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نجس ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

عَنْ وَضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ، فَكَفَّأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا، ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَشَقَّ وَاسْتَشَرَّ ثَلَاثًا، بِثَلَاثِ غُرَفَاتٍ مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَادْبَرَ بِهِمَا، ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

وَحَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

۴۳۔ بَابُ وَضُوءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ

وَفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ

۱۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّؤُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ

کے زمانہ میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضوء کرتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا.

(سنن ابوداؤد: ۷۹، سنن نسائی: ۷۱، سنن ابن ماجہ: ۳۸۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲، طبع قدیم مسند احمد:

۳۳۸۱۔ ج ۸ ص ۶۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے صرف ایک جز میں مطابقت ہے یعنی مرد اور عورت اکٹھے وضوء کرتے تھے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرتے تھے حتیٰ کہ یہ لازم آئے کہ مرد نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کیا البتہ ایک اور حدیث میں یہ تصریح ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کہا کہ ہم اور عورتیں ایک برتن سے پانی لے کر رسول اللہ ﷺ کے مہد میں وضوء کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۹، سنن نسائی: ۷۱، سنن ابن ماجہ: ۳۸۱)

مردوں اور عورتوں کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

- (۱) صحابی جب کسی فعل کی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی طرف نسبت کرے تو جمہور کے نزدیک وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔
- (۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد اور عورت کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا تو امام شافعی کے نزدیک مرد کا اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے امام بغوی نے کہا: اس میں کوئی ترابست نہیں ہے کیونکہ اس کے ثبوت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں امام مالک، امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر وہ اس عورت کے ساتھ تھا ہو تو پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔
- (۳) مردوں اور عورتوں کے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کے متعلق امام طحاوی، علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جائز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ نے ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کیا اور دونوں نے اکٹھے نماز کے لیے وضوء کیا۔ (المجموع: ۱۲۰۱۶)

تاہم مردوں کا اجنبی عورتوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز نہیں ہے البتہ مردوں کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے۔

نبی ﷺ کا اپنے وضوء کے پانی کو

بے ہوش شخص پر ڈالنا

۴۴۔ بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَضُوءَهُ عَلَى الْمَغْمِيِّ عَلَيْهِ

بے ہوش جنون اور فہم میں فرق یہ ہے کہ جنون میں عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور بے ہوشی میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور فہم میں عقل مستور ہو جاتی ہے باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کے بچے ہوئے پانی کا ذکر ہے باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ عورت کے وضوء کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا جائز ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈال دیا۔

۱۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَأَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے

مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَى مِنْ وَضُوئِهِ،
فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَنِ الْمِيرَاثُ، إِنَّمَا
يَرِثُنِي كَلَالَةٌ؟ فَتَزَلَّتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ۔

[اطراف الحدیث: ۳۵۷-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۶۷۳-۶۷۴]

صرف کلالہ ہوگا؟ پھر فرائض (وراثت کے احکام) کی آیت نازل ہوگئی۔

[۶۷۴-۷۳۰]

(صحیح مسلم: ۱۶۱۶، الرقم المسلسل: ۴۰۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۶، سنن ترمذی: ۲۰۹۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸، سنن نسائی: ۱۳۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۱۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۰۹، سنن دارمی: ۷۳۳، صحیح ابن حبان: ۱۲۶۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۳۵، ج ۶ ص ۲۱۲، شرح السنن: ۲۲۱۹، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۱۸۶، ج ۲۲ ص ۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید الطیالسی ہشام بن عبد الملک (۲) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) محمد بن المنکدر القشیری مشہور تابعی ہیں یہ علم اور زہد کے جامع تھے المنکدر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی ضرورت کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: میرے پاس جو پہلی چیز آئے گی میں اس کو تمہارے پاس بھیجوں گی پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دس ہزار درہم آئے حضرت عائشہ نے وہ ان کے پاس بھیج دیئے انہوں نے اس رقم سے ایک باندی خرید لی اس سے محمد پیدا ہوئے جو بہت عبادت گزار اور پر سوز تھے یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے صحابی ہیں۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۲۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے ہوش نہیں تھا آپ نے وضوء کیا اور مجھ پر اپنے وضوء کا پانی ڈالا۔

کلالہ اور فرائض کا معنی

اس حدیث میں کلالہ کا لفظ ہے کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو نہ اس کی اولاد ہو۔

اور اس حدیث میں وراثت اور فرائض کا لفظ ہے فرائض سے مراد ہے: کتاب اللہ میں وارثوں کے جو حصص مقدر ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے پانی سے شفاء اور برکت کا حصول

علامہ بدرالدین عینی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت ہر بیماری کو زائل کر دیتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں صالحین کے پانی پر دم کرنے اور پانی کو ہاتھ لگانے اور اس سے ان کی برکت کی توقع کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

(۱) آں حضرت کے دست مبارک کی برکت سے ہر علت و مرض دور ہو جاتی تھی (۲) بزرگوں کے رقیہ جھاڑ پھونک وغیرہ سے

بھی فائدہ اور برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ (انوار الباری ج ۷ ص ۵۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے بطور علاج اپنے وضوء کا پانی ان پر ڈالا پہلے جو فضل النبی ﷺ آیا تھا وہ بطور تبرک تھا اور یہ بطور علاج ہے معلوم ہوا کہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۲۳ مکتبہ الحراء کراچی)

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اکابر کو اصغر کی عیادت کرنی چاہیے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۰۳۶۔ ج ۴ ص ۵۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① فرائض کا لغوی معنی ② مسلمان اور کافر کی ایک دوسرے کی وراثت میں مذاہب ③ آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا ④ کلام کی تعریف۔

مختضب اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضوء کرنا

۴۵۔ بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ فِي الْمَخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

”مختضب“ کپڑے دھونے اور رنگنے کے برتن کو کہتے ہیں اردو میں اس کو ٹب یا لگن کہا جاتا ہے علامہ عینی نے اس کا معنی ”مرکن“ لکھا ہے اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں وضوء کا ذکر ہے۔

۱۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ إِلَى أَهْلِهِ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيهِ مَاءٌ فَصَغَرَ الْمَخْضَبُ أَنْ يَسُطَ فِيهِ كَفَّهُمْ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ قُلْنَا كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ ثَمَانِينَ وَزِيَادَةً۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نماز کا وقت آ گیا تو جس کے اہل کا گھر قریب تھا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور باقی لوگ وہیں رہے پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا مختضب لایا گیا جس میں پانی تھا وہ مختضب اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اس میں اپنی ہتھیلی نہیں پھیلا سکتے تھے پھر تمام لوگوں نے اس سے وضوء کر لیا ہم نے پوچھا: تم لوگ کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: اسی سے زیادہ تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۶۹ میں گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

ہر قسم کے مادے کے برتن میں وضوء کرنے کا جواز

امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے یہ بتایا ہے کہ ہر قسم کے مادے کے برتن سے وضوء کرنا جائز ہے خواہ وہ برتن پتھر کا ہو یا لکڑی کا یا مٹی کا یا تانبے کا اور پیتل کا ہو اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مختضب پتھر کا تھا جس کے پانی سے آپ نے وضوء کیا تھا اور بعض احادیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ آپ نے پیتل کے برتن سے پانی لے کر وضوء فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے تو ہم نے آپ کے لیے پیتل کے طشت

میں پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضوء کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۰۰ سنن ابن ماجہ: ۴۷۱ مسند رک: ۶۰۰ ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ پیتل کے ایک طشت سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔

(مسند رک: ۶۰۱ ج ۱ ص ۱۶۹)

۱۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
أَسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ
فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی
از بريد از ابو بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے ایک
پیالہ منگایا جس میں پانی تھا پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اور
چہرہ کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۸ میں گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

جس برتن میں کلی کی ہو اس سے وضوء کرنے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

داؤدی نے کہا ہے کہ اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے جس میں کلی کی ہو۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ اس پانی کو پینا بھی جائز ہے اور اس کو اپنے چہرے اور سینہ پر ڈالنا بھی جائز ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ
صُفْرِ فَنَوَضَّاهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَذْبَرَ وَغَسَلَ
رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان
کی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ
تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے پیتل کے ایک طشت میں
پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضوء کیا پس آپ نے اپنے چہرے کو
تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو دو دو بار دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا
پس (اپنے ہاتھوں کو) آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے
لائے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۸۵ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ
الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ
أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يَمْرُضَ فِي
بَيْتِي فَأُذِنَ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَحْطُ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ
وَرَجُلٍ آخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ
عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مِنَ الرَّجُلِ الْآخَرِ؟ قُلْتُ لَا قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری انہوں نے
کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ بیماری میں ہو چھل ہو گئے اور
آپ کا درد بہت شدید ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت
طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں آپ
کی ازواج نے آپ کو اجازت دے دی پھر نبی ﷺ دو آدمیوں
کے درمیان گھر سے نکلے آپ کے دونوں چہر زمین میں ٹھسکتے

هُوَ عَلِيٌّ . وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرَبُوا عَلِيًّا مِنْ سَبْعِ قُرُبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْ كَيْتُهُنَّ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ . وَأَجْلِسَ فِي مَخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقُرُبِ ، حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُمْ ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ .

[اطراف الحدیث: ۶۶۳-۶۶۵-۲۵۲۸-۳۰۹۹-۳۳۴۲]

[۵۷۱۳]

ہوئے لکیر بنار ہے تھے آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان (چل رہے تھے) عبید اللہ نے کہا: پس میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر دی انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا؟ میں نے کہا: نہیں انہوں نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ گھر میں داخل ہونے کے بعد نبی ﷺ کا دروازہ زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں شاید کہ میں لوگوں کو نصیحت کروں اور آپ کو ایک ٹب میں بٹھا دیا گیا وہ ٹب آپ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا پھر ہم آپ کے اوپر ان مشکوں سے پانی ڈالتے رہے حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے اپنا کام پورا کر لیا ہے پھر ان لوگوں کی طرف چلے گئے۔

ہماری تحقیق کے مطابق اس متن کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں دیگر کتب صحاح میں اور مسند احمد میں اس متن کی روایت نہیں ہے اس متن سے زائد عبارت کی روایت ہے یا اس سے کم متن کی روایت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالیمان ان کا نام حکم بن نافع ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ دینار ابو بشر النخعی (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۴) باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو ٹب میں بٹھا دیا گیا۔ نبی ﷺ شافی الامراض ہیں پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ۔ اس حدیث میں مذکور ہے: جب نبی ﷺ بیماری میں بو جھل ہو گئے اور آپ کا دروازہ زیادہ ہو گیا۔

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کے لعاب دہن سے یا آپ کے ہاتھ پھیرنے سے بیماروں کو شفاء ہو جاتی تھی پھر کیا وجہ ہے کہ آپ خود بیمار ہو گئے اور کئی ایام تک بیمار رہے اور شفاء یا نہیں ہوئے اور اسی بیماری میں آپ کی وفات ہو گئی اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے معجزات اور کمالات ظاہر کرنے کے لیے آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس میں شفاء رکھی اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ آپ ان کمالات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بندہ ہیں اور خدا نہیں ہیں آپ پر بیماری کے احوال طاری کیے تاکہ آپ کے ان کمالات کو دیکھ کر کوئی شخص آپ میں الوہیت کا اعتقاد نہ کرے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض پیروکاروں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا تھا۔

آیا نبی ﷺ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر

گزاریں اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر یہ واجب تھا کہ آپ باری باری ہر زوجہ کے گھر رہیں اور کسی ایک زوجہ کے پاس ایک سے زیادہ دن نہ رہیں اور چونکہ بیماری کے ایام میں بار بار گھر بدلنے میں مشقت اور زحمت ہوتی ہے اس لیے آپ نے باقی ازواج سے اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاریں۔

علامہ بدرالدین عینی نے یہ لکھا ہے کہ آپ پر ازواج کے لیے باریوں کی تقسیم واجب تھی ورنہ آپ ازواج سے اجازت نہ لیتے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۶)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے دیگر ازواج کی دل جوئی کے لیے ان سے اجازت طلب کی ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۵ دار المعرفۃ بیروت)

مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ آپ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب نہ تھی قرآن مجید میں ہے:

تُرْجٰی مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتَوَوٰی اِلَیْكَ مَنْ تَشَاءُ۔

ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے پاس سے موخر کر دیں

(الاحزاب: ۵۱) اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

اس آیت میں ”ترجی“ کا لفظ ہے ”یہ“ ”ارجاء“ سے بنا ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کو موخر کرنا یعنی ازواج میں سے آپ جس بیوی کی باری چاہیں موخر کر دیں اور ”تووی“ کا لفظ ہے ”یہ“ ”ابواء“ سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: جگہ دینا اور یہاں مراد ہے: آپ جس بیوی کی باری کو چاہیں مقدم کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر بیویوں کی باری کی تقسیم واجب نہیں کی تھی اور آپ نے جو باریاں تقسیم کی ہوئی تھیں وہ محض آپ کا فضل اور آپ کی شفقت تھی اور آپ نے دیگر ازواج سے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کی اجازت طلب کی تھی وہ بھی آپ کی شفقت تھی اور آپ کا فضل تھا اور ان ازواج کی دل جوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان چل رہے تھے حضرت ابن عباس نے بتایا کہ جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا وہ حضرت علی تھے۔

حضرت علی کا نام نہ لینے کی وجہ

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اس لیے نہیں لیا تھا کہ حضرت عائشہ کو حضرت علی سے شکایت تھی کیونکہ جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل کے ساتھ تہمت لگائی اور نبی ﷺ نے اس کی تفتیش کی تو باقی صحابہ نے تو یہ کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم آپ کی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے اور حضرت علی نے یہ کہا تھا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر کوئی جھگی نہیں کی اور ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۶۱)

اس کی زیادہ بہتر وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک جانب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب آدمی بدل رہے تھے کبھی حضرت علی ہوتے کبھی حضرت فضل بن عباس ہوتے اور کبھی حضرت اسامہ بن زید ہوتے تو چونکہ دوسری جانب کوئی آدمی معین نہیں تھا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری جانب کے لیے کسی شخص کا نام نہیں لیا۔

نبی ﷺ کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئیں ہوں۔ آپ نے پانی ڈالنے کا حکم اس لیے دیا تھا تا کہ بخاری تیزی اور حدت میں تخفیف ہو جدید میڈیکل سائنس

کی بھی یہی تحقیق ہے کہ جب بخار بہت تیز ہو جائے تو برف سے ٹکور کرنی چاہیے اور آپ نے سات مشکوں کا جو فرمایا ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اکثر امور شرعیہ میں سات کا عدد معتبر ہے جیسے طواف کے سات چکر ہیں اور صفا اور مروہ میں سات بار سعی کی جاتی ہے اور شیطان کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اکثر مخلوقات بھی سات ہیں جیسے سات زمینیں اور سات آسمان ہیں اور ہفتہ کے دن بھی سات ہیں یا سات مشکوں کی کوئی اور وجہ ہو جس کا علم رسول اللہ ﷺ ہی کو ہے باقی یہ جو فرمایا کہ ان مشکوں کی ذوریاں کھولی نہ گئی ہوں یہ اس لیے فرمایا کہ اگر ان مشکوں کا منہ کھلا ہوا ہو تو اس کے پانی میں گرد و غبار چلا جائے گا آپ چاہتے تھے کہ آپ کے اوپر صاف اور شفاف پانی ڈالا جائے۔

نبی ﷺ کو بیماری میں زیادہ تکلیف زیادہ اجر کی موجب ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کو دروز زیادہ ہو گیا تھا آپ کو درد اس لیے زیادہ ہوتا تھا تا کہ آپ کا اجر زیادہ ہو حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اس وقت آپ کو بخار چڑھا ہوا تھا میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو بہت شدید بخار ہے آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار آتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو بخار آتا ہے میں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے لیے اس میں دو اجر ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! یہ بات اسی طرح ہے جس مسلمان کو بھی اذیت پہنچتی ہے کاٹا ہو یا اس سے زیادہ کوئی چیز ہو اللہ اس اذیت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے گرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۶۳۷، صحیح مسلم: ۲۵۷۱)

حدیث الباب کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کو غسل کے لیے ٹب میں بٹھایا گیا اس سے معلوم ہوا کہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا سنت ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا تھا: شاید میں تم کو نصیحت کروں اس سے وصیت کرنے کا استحباب معلوم ہوا اور علاج کی نیت سے مریض کو غسل کرانے کا جواز معلوم ہوا آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو جن کی ذوریاں کھولی نہ گئی ہوں اس سے علاج کا سنت ہونا ثابت ہوا اور ان لوگوں کا رد ہو گیا جو علاج کو توکل کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ نبی ﷺ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنا چاہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی متعدد بیویاں ہوں تو یہ جائز ہے کہ اس کو کسی ایک بیوی کے پاس سکون حاصل ہو اس سے آپ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا پتا چلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت معلوم ہوئی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۷)

طشت سے پانی لے کر وضوء کرنا

۴۶۔ بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْتَوَرُّ

باب کے عنوان میں "تور" کا لفظ ہے جس کا معنی طشت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں اس کا معنی لوٹا ہو۔ باب سابق میں ٹب میں بٹھا کر غسل کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں طشت یا لوٹے سے وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

۱۹۹۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ عُمَى يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوءِ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبِرْنِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا بِتَوَرٍّ مِنْ مَاءٍ فَكَفَّاهُ عَلَى يَدَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: میرے چچا بہت وضوء کرتے تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے بتائیں آپ نے نبی ﷺ کو

فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التُّورِ
فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ
ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَأَغْتَرَفَ بِهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ
ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَمَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ فَأَذْبَرَ بِهِ وَأَقْبَلَ
ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

کس طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ انہوں نے پانی کا ایک
تسلا منگایا اور اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی اٹھایا پھر دونوں
ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ تسلی میں داخل کیا پس ایک چلو
سے تین بار کھلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر اپنا ہاتھ (تسلے
میں) داخل کیا اس سے چلو میں پانی لیا پھر تین بار اپنے چہرے کو
دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دو بار دھویا پھر اپنے ہاتھ
میں پانی لیا پس اپنے سر کا مسح کیا پس اپنے ہاتھ کو پیچھے لے گئے
اور آگے لائے پھر اپنے دونوں پیروں کو دھویا پھر فرمایا: اس طرح
میں نے نبی ﷺ کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۸۵ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا يَأْنَاءَ
مِنْ مَاءٍ فَأَتَى بِقَدَحٍ وَخَرَّاجٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ
فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ قَالَ أَنَسٌ فَجَعَلْتُ أَنْظُرَ إِلَى
الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ قَالَ أَنَسٌ فَخَزَرْتُ مَنْ
تَوَضَّأَ مِنْهُ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ بے شک نبی ﷺ نے پانی کا برتن منگایا تو
ایک کشادہ پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس
میں اپنی انگلیاں رکھ دیں حضرت انس نے کہا: میں اس پانی کی
طرف دیکھ رہا تھا جو آپ کی انگلیوں سے اُبل رہا تھا حضرت انس
نے کہا: میں نے اندازہ کیا جن لوگوں نے اس پانی سے وضوء کیا
ان کی تعداد ستر سے اتنی تک تھی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۶۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک لیٹر پانی سے وضوء کرنا

۴۷- بَابُ الْوُضُوءِ بِالْمُدِّ

”مد“ ایک پیالہ ہے جس میں تقریباً ایک لیٹر پانی آتا ہے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور فقہاء عراق کے نزدیک ایک
مد دو رطل کا ہوتا ہے (رطل بھی ایک پیالہ ہے جو تقریباً نصف لیٹر کے برابر ہوتا ہے) امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ
بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مد یعنی دو رطل سے وضوء کرتے تھے اور ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کرتے تھے یعنی آٹھ
رطل سے (سنن دارقطنی: ۳۰۹ ج ۱ ص ۲۳۸ دارالمعرفۃ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۷۲)۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: مجھے ابن جبر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے
حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ ایک
صاع پانی سے پانچ مد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل

۲۰۱- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ
حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ
بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

کرتے تھے اور ایک ہند (ایک لیٹر) پانی سے وضوء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۲۵، الرقم المسلسل: ۷۲۲، سنن ابوداؤد: ۹۵، سنن ترمذی: ۶۰۹، سنن نسائی: ۳۳۵، ۳۳۶، ۷۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۹، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۰، سنن داری: ۶۸۹، صحیح ابن خزیمة: ۱۱۶، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۳۲، صحیح ابن حبان: ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، شرح السنن: ۲۷۷، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۹۳، ج ۲ ص ۱۵۳، المعجم الاوسط: ۹۲۶، مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۲، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۱۰۵، ج ۱۹ ص ۱۵۶، مؤسستہ الرسالہ بیروت)

احادیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم بن دکین ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) مسعر بن کدام ابونعیم نے کہا: مسعر اپنی حدیث میں بہت شک کرنے والے تھے شعبہ نے کہا: ہم مسعر کو ان کے صدق کی وجہ سے مصحف کہتے تھے ابراہیم بن سعد نے کہا: جب شعبہ اور سفیان کسی چیز میں شک کرتے تو وہ کہتے: چلو میزان کی طرف یعنی مسعر کی طرف یہ ۱۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابن جبر اس سے مراد جبر کے پوتے ہیں کیونکہ ابن جبر جو ابن سعد ہیں ان کی اس کتاب میں حضرت انس سے کوئی روایت نہیں ہے ابن جبر کو جابر بن عتیک کہا جاتا ہے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۰)

وضوء اور غسل میں پانی کی مقدار کا معین نہ ہونا اور فرق اور ملوک کے معنی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صاع سے پانچ ہند (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل کرتے تھے بعض اوقات آپ چار لیٹر پانی سے غسل کرتے اور بعض اوقات پانی زیادہ لیتے اور پانچ لیٹر پانی سے غسل کرتے اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں پانی کی مقدار معین نہیں ہے بلکہ اس میں قلیل اور کثیر پانی کافی ہے جب اس سے پورے بدن کا غسل ہو جائے اور مستحب یہ ہے کہ غسل اور وضوء میں پانی کی جو مقدار ذکر کی گئی ہے اس سے کم پانی نہ لیا جائے اور جس آدمی کی جسامت اوسط جسامت سے کم ہو وہ اس سے کم مقدار سے بھی غسل کر سکتا ہے اور جس کی جسامت اوسط جسامت سے زیادہ ہو وہ اس سے زیادہ مقدار پانی کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔

بعض احادیث میں "فَرْق" اور بعض میں "فَرْق" کا لفظ ہے ابن الاثیر نے کہا کہ "فَرْق" ۱۶ ارطل ہے یعنی آٹھ کلوگرام یا آٹھ لیٹر کا پیمانہ اور "فَرْق" ۱۲۰ ارطل ہے یعنی ۶۰ کلوگرام یا ۶۰ لیٹر کا پیمانہ اور بعض احادیث میں "مَكُوك" کا لفظ ہے "مَكُوك" اور "مُد" کا ایک معنی ہے یعنی ایک کلوگرام اور ایک لیٹر کا پیمانہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اتنی مقدار پانی کے ساتھ وضوء اور غسل کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۷)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۵، ج ۱ ص ۱۰۱۸ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

موزوں پر مسح کرنا

۴۸۔ بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

یعنی یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے حکم میں ہے اور گزشتہ باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب وضوء کے احکام پر مشتمل ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصمغ بن الفرغ المصری

نے حدیث بیان کی از ابن وہب انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی از

۲۰۲۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْمِصْرِيُّ، عَنِ ابْنِ

وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ

أَبْنُ أَبِي سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُمَرَ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخَفَّيْنِ . وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ نَعَمْ ، إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعَدُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ .

ابوسلمہ بن عبدالرحمان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ کہ آپ نے موزوں پر مسح کیا اور بے شک حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر نے کہا: ہاں! جب تمہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث بیان کریں تو تم اس کے متعلق کسی اور سے سوال نہ کرو۔

وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهُ فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللَّهِ نَحْوَهُ .

اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: مجھے ابوالنضر نے خبر دی کہ بے شک ابوسلمہ نے ان کو خبر دی کہ بے شک حضرت سعد نے ان کو حدیث بیان کی تو حضرت عمر نے حضرت عبداللہ سے اسی کی مثل کہا۔

(سنن نسائی: ۱۲۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵، طبع قدیم مسند احمد: ۸۸، ج ۱ ص ۲۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

موزوں پر مسح کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال المالکی القرطبی لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور امام مالک سے اس کے متعلق تین روایات ہیں اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

خوارج نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

شیعہ نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی نے موزوں پر مسح نہیں کیا۔

اہل سنت و جماعت کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بہ شہرت یہ احادیث مروی ہیں کہ آپ نے موزوں پر مسح کیا ہے اور ان صحابہ سے بھی جو آپ سے سفر اور حضر میں جدا نہیں ہوتے تھے۔

جن صحابہ سے موزوں پر مسح کرنا منقول ہے ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) حضرت عمر بن الخطاب (۲) حضرت علی (۳) حضرت سعد (۴) حضرت ابن مسعود (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ (۶) حضرت خزیمہ بن ثابت (۷) حضرت ابن عباس (۸) حضرت جریر بن عبد اللہ (۹) حضرت انس (۱۰) حضرت عمرو بن العاص (۱۱) حضرت ابویوب (۱۲) حضرت ابوامامہ الباہلی (۱۳) حضرت بہل بن سعد (۱۴) حضرت قیس بن سعد (۱۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۱۶) حضرت جابر (۱۷) حضرت ابوسعید (۱۸) حضرت حذیفہ (۱۹) حضرت عمار (۲۰) حضرت ابومسعود الانصاری (۲۱) حضرت جابر بن سمرہ (۲۲) حضرت البراء بن عازب (۲۳) حضرت ابوبکرہ (۲۴) حضرت بلال (۲۵) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ اور اصحاب بھی ہیں حتیٰ کہ الحسن البصری نے کہا: مجھ سے سیدنا محمد ﷺ کے ستر اصحاب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے پس یہ حدیث حدیث متواتر کے قائم مقام ہے۔

حضرت المغیرہ ۹ھ میں غزوہ تبوک میں تھے لہذا ان لوگوں کا قول ساقط ہو گیا جو کہتے ہیں کہ وضوء کی آیت مدنی ہے اور اس سے موزوں پر مسح منسوخ ہو گیا اور غزوہ تبوک مدینہ کا آخری غزوہ تھا اور سورہ مائدہ اس سے پہلے نازل ہوئی تھی جس میں آیت وضوء ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِیْمَنُ سِرُّوْا بِرُحْمٰی رَبِّکُمْ وَارْجِعُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ

وَامْسَحُوْا بِرُءُوسِکُمْ وَارْجِلِکُمْ

(النساء: ۴۳ المائدہ: ۶)

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: جب ”ارجلکم“ پر زیر پڑھا جائے تو یہ آیت اس پر محمول ہے جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے موزوں پر۔

موزوں پر مسح کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے اور نبی ﷺ نے سورۃ مائدہ کے نزول کے وقت اپنے اصحاب سے یہ نہیں کہا کہ اس آیت نے موزوں پر مسح کو منسوخ کر دیا۔

اور صحابہ میں سے کسی نے موزوں پر مسح کا انکار نہیں کیا، سوا حضرت ابن عباس کے اور حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابویوب سے بھی موزوں پر مسح کی روایت ہے۔

رہے حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ تو ان سے اس کے انکار کے خلاف بھی روایت ہے جو باقی صحابہ کی موافقت میں ہے۔

امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت ابویوب سے جو موزوں پر مسح کے انکار کی روایت ہے، آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابویوب سے یہ روایت ہے کہ مجھے پیروں کا دھونا پسند ہے اگر کسی شخص کا ایسا قول ہو اور وہ موزوں پر مسح کا انکار نہ کرے تو ہم اس کی مذمت نہیں کریں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۱۳-۳۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم کا موزوں کے مسح پر قولنا وفعلاً اجماع ہے تمام صحابہ موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنے کے جواز کا عقیدہ رکھنا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے ہے انہوں نے کہا: اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ تم شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو فضیلت دو اور دو اماموں (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے محبت رکھو موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور چھوڑو کے نبیذ کو حرام نہ قرار دو۔

امام ابو حنیفہ نے کہا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کو جائز نہیں کہا جب تک کہ اس کا جواز مجھ پر روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو گیا اور اس کا انکار کرنا صحابہ کرام پر رد کرنا ہے اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے اس لیے علامہ کرنی نے کہا ہے: جو موزوں پر مسح کا انکار کرے مجھے اس پر کفر کا خطرہ ہے۔

حضرت عائشہ اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت جریر بن عبد اللہ الحنفی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا ان سے پوچھا گیا: سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد؟ تو انہوں نے کہا: میں سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد ہی تو اسلام لایا ہوں۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۸، صحیح البخاری: ۳۸۷، صحیح مسلم: ۲۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۵۳، سنن ترمذی: ۹۳، سنن ابن ماجہ: ۵۴۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۶، مصنف عبد الرزاق: ۷۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ

ج ۱ ص ۱۷۶، المستدرک ج ۱ ص ۱۶۹) (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۳-۱۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

۲۰۳- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّائِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا
الَلَيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ الْمَغِيرَةِ بْنِ
شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمَغِيرَةُ بِأَدَاوَةٍ فِيهَا
مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ فَحَرَضًا وَمَسَحَ
عَلَى الْخُفَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد الحرانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از سعد بن ابراہیم از نافع بن جبیر از عروہ بن المغیرہ از والد خود حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ ﷺ کہ آپ قضاء حاجت کے لیے گھر سے نکلے حضرت المغیرہ چڑے کے ایک برتن کو لے کر آپ کے پیچھے گئے جس میں پانی تھا جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا پس آپ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۰۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ
يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ
الضَّمَرِيِّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ
وَتَابَعَهُ حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبَانُ عَنْ يَحْيَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ شیبان بن عبد الرحمان کی حرب بن شداد نے اور ابان نے متابعت کی ہے از یحییٰ۔ [طرف الحدیث: ۲۰۵]

(صحیح مسلم: ۲۷۳، رقم المسلسل: ۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۵۱-۱۳۹، سنن نسائی: ۱۲۳-۸۲-۷۹، سنن ابن ماجہ: ۵۳۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۱، مصنف

ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۹، طبع قدیم مسند احمد ج ۲۸ ص ۲۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبد الرحمان النخوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر تابعی (۴) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری یہ عبد الملک بن مروان کے رضاعی بھائی تھے اور کبار تابعین میں سے تھے ان کی وفات ۹۵ھ میں ہوئی (۶) حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ یہ غزوہ بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ تھے اور اس وقت اسلام لائے جب مشرکین احد سے چلے گئے تھے یہ عرب کے بہادر آدمیوں میں سے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیس احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۹)

اس حدیث میں موزوں پر مسح کرنے کے جواز کا بیان ہے۔

۲۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ
أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ
جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ از جعفر بن عمرو از والد خود انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی ﷺ نے اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

وَقَابِغَةُ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ
عَمْرِو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
اور اوزاعی کی متابعت معمر نے کی ہے از یحییٰ از ابی سلمہ از عمرو
انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ (نے اپنے عمامہ اور
اپنے موزوں پر مسح کیا)۔

اس حدیث کی تشریح اور تخریج صحیح البخاری: ۲۰۴ میں ملاحظہ فرمائیں اور عمامہ پر مسح کی تحقیق صحیح البخاری: ۱۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔
۴۹۔ بَابُ إِذَا ادَّخَلَ رِجْلَيْهِ
وَهُمَا طَاهِرَتَانِ
جب کسی شخص نے اپنے پیروں کو موزوں
میں داخل کیا اور وہ پاک تھے

یعنی اس کے پیر حدیث سے پاک تھے اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں موزوں پر مسح کرنے کا حکم

ہے۔

۲۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ
عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَهْوَيْتُ
لِأَنْزِعِ خُفَّيْهِ، فَقَالَ دَعُهُمَا، فَإِنِّي ادَّخَلْتُهُمَا
طَاهِرَتَيْنِ. فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از
عروہ بن المغیرہ از والد خود انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ
ایک سفر میں تھا میں نے آپ کے موزے اتارنے کا ارادہ کیا تو
آپ نے فرمایا: ان کو رہنے دو کیونکہ میں نے ان میں پیروں کو
پاک حالت میں داخل کیا ہے پس آپ نے ان پر مسح کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) زکریا بن ابی زائدہ الکوفی (۳) عامر بن شراحیل الشعمی التابعی انہوں نے کہا: میں نے پانچ سو
صحابہ کو پایا یا اس سے زیادہ کو وہ سب یہ کہتے تھے کہ حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جنت میں ہیں (۴) عروہ بن المغیرہ
(۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ان سب کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۵۱)
حافظ ابن حجر کے نزدیک موزے پہنتے وقت طہارتِ کاملہ کی شرط ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک حدیث

کے وقت اس پر حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر اعتراض

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے موزوں میں پیروں کو پاک حالت میں (یعنی با وضوء) داخل کیا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور جمہور فقہاء نے اس طہارت سے وضوء شرعی مراد لیا ہے داؤد ظاہری
نے ان کی مخالفت کی ہے اس نے کہا ہے کہ جب اس کے پیروں پر نجاست نہ ہو اور وہ موزوں کو پہن لے تو وہ ان پر مسح کر سکتا ہے
کیونکہ اس نے پاک پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور اگر اس نے پیروں کو وضوء کی نیت سے دھویا پھر موزوں کو پہن لیا پھر بعد میں
باقی اعضاء پر وضوء کیا تو امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک اب بھی موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک وضوء
میں ترتیب واجب ہے اور جس کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے اس کے نزدیک بھی اس صورت میں موزوں پر مسح جائز نہیں ہے
کیونکہ وضوء میں تجزی نہیں ہے لیکن فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ نے کہا ہے: موزوں پر مسح کرنے کے جواز کی شرط یہ ہے کہ

موزوں کو طہارتِ کاملہ پر پہنا جائے اور طہارتِ کاملہ سے مراد یہ ہے کہ وضوء ٹوٹنے کے وقت طہارتِ کاملہ ہونہ کہ موزوں کے پہننے کے وقت پس اس صورت میں جب اس نے مکمل وضوء کیا پھر اس نے وضوء توڑ دیا تو اس کے لیے اب موزوں پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ وضوء توڑنے کے وقت اس کی طہارتِ کاملہ تھی (ہدایہ کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عسقلانی کہتے ہیں کہ اس باب کی حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں مسح کے جواز کے لیے موزے پہننے سے پہلے طہارت کو شرط قرار دیا ہے اور جس چیز کی صحت کسی شرط پر موقوف ہو وہ چیز اس شرط کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کی طرف سے علامہ عینی کا جواب اور حافظ ابن حجر کا رد

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کے رد میں حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے یہ کہا ہے کہ جب موزوں کو طہارتِ کاملہ پر پہنا جائے طہارتِ کاملہ کی شرط موزوں کو پہننے کے وقت نہیں ہے بلکہ وضوء ٹوٹنے کے وقت ہے اور ہمارا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ اگر اس نے دونوں پیروں کو دھویا اور موزوں کو پہن لیا پھر اس نے مکمل وضوء کر لیا پھر اس نے وضوء توڑ دیا تو اس کا موزوں پر مسح کرنا کافی ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدث کے طول کرنے سے مانع ہیں پس جو حدث سے منع کا وقت ہو اس وقت طہارتِ کاملہ ہونی چاہیے حتیٰ کہ اگر اس وقت طہارت ناقص ہو تو پھر موزے حدث کے لیے رافع بن جاکم کے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے رد کی تقریر یہ ہے کہ اس باب کی حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت نہیں ہے کیونکہ اولاً ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارتِ کاملہ پر موزے پہننے کی شرط میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف اس میں ہے کہ طہارتِ کاملہ کی شرط موزے پہننے کے وقت ہے یا حدث کے وقت ہے ہمارے نزدیک یہ حدث کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ موزے پہننے کے وقت ہے اور اس اختلاف کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوگا کہ جب ایک شخص پہلے اپنے پیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے پھر اس کے بعد پورا وضوء کرے وضوء ٹوٹنے سے پہلے پھر وہ وضوء توڑ دے تو ہمارے نزدیک اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ حدث کے وقت اس کی طہارتِ کاملہ تھی اور موزے پہننے کے وقت اس کی طہارتِ کاملہ نہیں تھی اسی طرح اگر اس نے ترتیب سے وضوء کیا لیکن اس نے ایک پیر کو دھو کر موزہ پہن لیا پھر دوسرا پیر دھو کر دوسرا موزہ پہن لیا تب بھی ہمارے نزدیک اس کے حدث کے بعد اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ جو چیز کسی شرط پر موقوف ہو اس کا وجود اس شرط کے بغیر صحیح نہیں ہے یہ قاعدہ درست ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ نبی ﷺ نے طہارتِ کاملہ کی شرط موزے پہننے کے وقت عائد کی ہے کیونکہ یہ بات حدیث کی عبارت سے مفہوم نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ جو بات ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ جس وقت آپ نے موزے پہنے تھے اس وقت آپ کے دونوں قدم ظاہر تھے پس ہم نے اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ مسح کے جواز کے لیے طہارتِ کاملہ شرط ہے خواہ طہارتِ موزوں کے پہننے کے وقت ہو یا طہارتِ حدث کے وقت ہو اور موزے پہننے کے وقت کامل طہارت ہونے کی قید یہ ایک زائد چیز ہے جو حدیث کی عبارت سے مفہوم نہیں ہوتی اور جب یہ بات واضح ہو گئی تو پھر یہ حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت نہیں ہے بلکہ ان کے موافق حجت ہے اور امام شافعی کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ قید نہیں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارتِ کاملہ ہونی چاہیے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

زیر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت صفوان بن عسال المرادی کے پاس گیا انہوں نے کہا: تم کس لیے آئے ہو؟ میں

نے کہا: میں علم کی طلب میں آیا ہوں، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلتا ہے تو فرشتے اس کی رضا کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں، زرنے کہا: میں آپ سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کرنے آیا ہوں، حضرت صفوان نے کہا: ہم اس لشکر میں تھے جس کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا، پس آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے موزوں پر مسح کریں، جب کہ ہم نے موزوں میں اپنے پیروں کو با وضوء داخل کیا ہو، جب ہم سفر کریں تو تین دن تک مسح کریں اور تین رات تک مسح کریں، جب ہم مقیم ہوں اور ہم موزوں کو پاخانے یا پیشاب کے وقت نہ اتاریں، صرف جنابت کے وقت اتاریں۔

الحديث (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۔ ج ۱ ص ۹۷، المکتب الاسلامی بیروت: ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ہم اپنے موزوں پر مسح کریں، اس میں یہ مقدر ہے کہ جب ہم اپنا وضوء توڑیں تو موزوں پر مسح کریں کیونکہ موزوں پر مسح کرنے کا وقت وضوء توڑنے کے بعد ہے اور اس سے پہلے وضوء کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وضوء کر کے موزے پہنے ہوئے تھے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موزے پہننے سے پہلے طہارت کا شرط ہے تو انہیں یہ بتانا چاہیے کہ دلالت کی اقسام میں سے یہ کون سی دلالت ہے۔

جس شخص نے بکری کا گوشت

۵۰۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ

اور سٹو کھا کر وضوء نہیں کیا

الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ

اس عنوان میں بکری کا ذکر قید احترازی نہیں ہے، کسی بھی حلال جانور کا پکا ہوا گوشت کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، اسی طرح سٹو ہو یا آگ پر پکی ہوئی کوئی اور چیز ہو، اس کے کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اس باب کی سابقہ ابواب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ تمام ابواب احکام وضوء پر مشتمل ہیں۔

وَإِكْلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَلَمْ يَتَوَضَّؤْا۔
اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے کھایا، پھر وضوء نہیں کیا۔

امام بخاری نے یہ مکمل حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے، مکمل حدیث امام طبرانی متوفی ۳۲۰ھ نے ”مسند الشامیین“ میں ذکر کی ہے:

سليمان بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو دیکھا، انہوں نے آگ کی پکی ہوئی چیز کو کھایا اور وضوء نہیں کیا۔ (بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۴)

نیز اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ نے بھی روایت کی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا، انہوں نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا
مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از عبد اللہ بن عباس کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا شانہ (کندھا) کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۰۳-۵۴۰۵] (صحیح مسلم: ۳۵۴، رقم المسلسل: ۷۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰، المنشی: ۲۲، صحیح ابن

خزیرہ: ۳۹۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۳، صحیح ابن حبان: ۱۱۳۳، المعجم الکبیر: ۱۰۷۸۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۰۲ ج ۳ ص ۲۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا کدھا کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نماز کے لیے نکلے انہوں نے آپ کے لیے کدھے کا گوشت پکایا تھا آپ نے اس سے کھایا، پھر گھر سے نکلے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(سنن ترمذی: ۱۸۲۹، سنن نسائی: ۱۸۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۷، شرح معانی الآثار: ۳۶۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے ہماری دعوت کی اس نے ہمارے لیے ایک بکری کو ذبح کیا اور نبی ﷺ کے قریب روٹی اور گوشت رکھا آپ نے اس سے کھایا، پھر پانی منگا کر وضوء کیا، پھر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر بقیہ طعام منگایا، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور وضوء نہیں کیا۔

(شرح معانی الآثار: ۳۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۹۱، سنن ترمذی: ۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۶)

ام حکیم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے کدھے کا گوشت کھایا، پھر حضرت بلال نے اذان دی آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۶، المعجم الکبیر ج ۲ ص ۸۲، شرح معانی الآثار: ۳۷۳)

عبید اللہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے بکری کا پیٹ پکایا آپ نے اس سے کھایا، پھر عشاء کی نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (المعجم الکبیر ج ۲ ص ۸۵-۸۳، شرح معانی الآثار: ۳۷۳)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے اس کی مثل ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بکری کے پیٹ سے مراد ہے: جس پر اس کا پیٹ مشتمل ہو یعنی انتڑیاں۔ (نخب الافکار فی تنقیح مباحی الاخبار ج ۱ ص ۳۸۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ام عامر بنت یزید ایک خاتون ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک گوشت والی ہڈی لے کر آئیں آپ نے اس سے گوشت کھایا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۳۹-۱۳۸، شرح معانی الآثار: ۳۸۲)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کے اکثر اصحاب کا اس پر عمل ہے اور تابعین کا اور ان کے بعد کے فقہاء کا جیسے سفیان ثوری، ابن المبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق انہوں نے گمان کیا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے کھانے کے بعد وضوء واجب نہیں ہوتا اور یہی رسول اللہ ﷺ کا دو کاموں میں سے آخری کام ہے اور سنن ترمذی: ۸۰ اس سے پہلی حدیث کے لیے ناخ ہے جس میں آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم دیا تھا۔ (سنن ترمذی ص ۵۱-۵۰، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم اور اس کا منسوخ ہونا

جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا ذکر یا حکم ہے وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیر کا ایک ٹکڑا کھایا، پھر اس سے وضوء کیا۔

(المعجم الکبیر ج ۵ ص ۱۰۵ شرح معانی الآثار: ۳۳۹)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس سے وضوء کرو۔ (صحیح مسلم: ۳۵۲ رقم المسلسل: ۷۷۱ سنن نسائی: ۱۷۱ شرح معانی الآثار: ۳۴۰)

سعید بن ابی سفیان بن المغیرہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے ان کے لیے ستو منگائے انہوں نے پی لیے پھر حضرت ام حبیبہ نے کہا: اے بھتیجے! وضوء کر ڈانہوں نے کہا: میں نے تو وضوء نہیں توڑا حضرت ام حبیبہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضوء کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۹۵ سنن نسائی: ۱۸۱-۱۸۰ شرح معانی الآثار: ۳۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس سے وضوء کرو خواہ پیر کے ٹکڑے سے۔ (سنن ترمذی: ۷۹ سنن ابوداؤد: ۱۹۳ صحیح مسلم: ۳۵۲ سنن نسائی: ۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲ سنن ابن ماجہ: ۳۸۵ مصنف عبد الرزاق: ۶۶۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۰ مسند احمد ج ۲ ص ۷۹-۷۸-۷۷-۷۶ شرح معانی الآثار: ۳۴۷ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۵)

یہ احادیث ان احادیث سے منسوخ ہو چکی ہیں جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضوء نہیں کیا اور نماز پڑھی یا نماز پڑھائی اور جیسا کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کام یہی تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد وضوء لغوی ہو یعنی صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۲ ج ۱ ص ۱۰۴ پر مذکور ہے اس کی شرح میں بتایا ہے کہ جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم ہے وہ منسوخ ہیں یا اس وضوء سے مراد لغوی وضوء ہے۔

۲۰۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَزُّ مِنْ كَيْفِ شَاةٍ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْفَى السَّيِّئِينَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

(الطراف الحدیث: ۶۷۵-۶۹۲-۵۳۰۸-۵۳۲۲-۵۳۶۲)

رہے تھے پھر نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے چھری ایک طرف رکھ دی پس نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۳۵۵-۷۷۳ سنن ابن ماجہ: ۳۹۰ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۵۵ مسند ابویعلیٰ: ۶۸۷۸ صحیح ابن حبان: ۱۱۵۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۸ سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳ الاحاد الثانی: ۹۶۹ مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۲۳۹-۱۷۲۴۰ ج ۲ ص ۲۸۶)

چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے پر ایک قسّی اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ چھری سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے اس پر یہ اعتراض ہے کہ "سنن ابوداؤد" میں اس کے خلاف حدیث ہے وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھایا کرو کیونکہ یہ عجیوں کا

طریقہ ہے، تم گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو کیونکہ یہ زیادہ خوش ذائقہ اور زیادہ لذیذ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۸) اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ اس حدیث میں نماز کے لیے بلانے والے کا ذکر نہیں ہے اور وہ حضرت بلال تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مؤذن کے لیے امام کو بلانا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۹۔ ج ۱ ص ۱۰۴۰ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۱۔ بَابُ مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

جس نے سٹو کھانے کے بعد کھلی کی اور وضو نہیں کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے سٹو کھانے کے بعد صرف کھلی کر لی اور وضو نہیں کیا تو یہ جائز ہے۔

۲۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَاجِ فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَتُرِيَ فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار جو بنو حارثہ کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ بے شک حضرت سدید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ خیبر کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب وہ مقام صہباء پر پہنچے جو خیبر کے بہت قریب ہے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ نے کھانے کی چیزیں منگوائیں تو صرف سٹو لائے گئے آپ نے سٹو کو بھگونے کا حکم دیا، سوان کو بھگویا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے کھایا اور ہم نے کھایا، پھر آپ مغرب کے لیے کھڑے ہوئے پس آپ نے کھلی کی اور ہم نے کھلی کی پھر آپ نے نماز مغرب پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۵-۲۹۸۱-۳۱۷۵-۳۱۹۵-۵۳۸۴]

[۵۳۹۰-۵۳۵۳-۵۳۵۵]

(سنن نسائی: ۱۸۶، سنن ابن ماجہ: ۴۹۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸، صحیح ابن حبان: ۱۱۵۵، المعجم الکبیر: ۶۳۵۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۶۰، شرح السنہ: ۱۷۱، مسند الحمیدی: ۴۳۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۲، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۸۰۰، ج ۲ ص ۹۸، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے سٹو کھانے کے بعد کھلی کی پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

اس حدیث کے پہلے تین رجال کا تعارف ہو چکا ہے چوتھے بشیر بن یسار ہیں اور پانچویں حضرت سدید بن النعمان رضی اللہ عنہ ہیں یہ انصاری اوسی مدنی ہیں بیعت رضوان کے اصحاب سے ہیں ان سے سات احادیث مروی ہیں امام بخاری نے یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۵۷)

کھانا کھانے کے بعد کھلی کرنے کا استحباب ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے طعام نکلوانا اور دیگر مسائل (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد کھلی کرنا مستحب ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کے بعد سٹو کھائے اور اس کے بعد پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ شرکاء سفر سے کھانے کی چیزیں جمع کر کے مل کر کھانا مستحسن ہے کیونکہ جماعت میں رحمت اور برکت ہے۔

(۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذخیرہ اندوزوں سے ضرورت کے وقت طعام نکلوانا جائز ہے۔

(۵) امام کو چاہیے کہ اہل لشکر کی ضروریات میں غور کرے اور جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہو اس کو کھانا کھلوائے۔

۲۱۰۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ بَكْرِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَنَفًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (صحیح مسلم: ۳۵۶، الرقم السلسل: ۷۷۶، المعجم الکبیر ج ۲ ص ۷۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۱، طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۸۱۳۔ ج ۳ ص ۳۹۵، مؤسسة الرسالة بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ان کے پاس کندھے کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث میں کندھے کا گوشت کھانے کا ثبوت ہے خواہ وہ کسی بھی حلال جانور کا گوشت ہو۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۰۔ ج ۱ ص ۱۰۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

کیا دودھ پینے کے بعد کلی کرے

۵۲۔ بَابُ هَلْ يُمْضِضُ مِنَ اللَّبَنِ

۲۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ ذَمًّا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر اور قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الليث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا پھر کلی کی اور فرمایا: اس کی چکنائی ہے۔

یونس اور صالح بن کیسان نے عقیل کی متابعت کی ہے از الزہری۔

الزہری۔ [طرف الحدیث: ۵۶۰۹]

(صحیح مسلم: ۳۵۸۔ ۷۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۶، سنن نسائی: ۱۸۷، سنن ترمذی: ۸۹، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸، صحیح ابن خزیمہ: ۳۷، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۱۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۰، شرح السنہ: ۱۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۷، صحیح ابن حبان: ۱۱۵۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۵۱۔ ج ۳ ص ۳۱۹، مؤسسة الرسالة بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا پھر کلی کی۔

اس حدیث میں سات رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث میں دودھ پینے کے بعد منہ کو صاف کرنے کی ترغیب ہے اور اسی سے یہ مستہبط ہوتا ہے کہ ہاتھوں کو صاف کرنا بھی

مستحب ہے۔

۵۳۔ بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ

نیند سے وضوء کرنا

وَمَنْ لَمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوْ الْخَفَقَةِ وَضُوءًا.

اور جس کے نزدیک ایک مرتبہ اونگھنے سے اور دو مرتبہ اونگھنے سے یا نیند کا جھونکا لیتے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

اونگھ نیند کے جھونکے اور نیند میں فرق

اونگھ کا معنی یہ ہے کہ انسان کے حواس برقرار ہوں اور وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کی بات سن رہا ہو لیکن اس کا معنی نہ سمجھ رہا ہو اس کو عربی میں "النعسة" کہتے ہیں اور اگر اس کے ساتھ سر بھی نیچے کی طرف مل رہا ہو اور ٹھوڑی سینے میں لگ رہی ہو تو وہ نیند کا جھونکا ہے اس کو عربی میں "الخفقة" کہتے ہیں اور اگر اس کے حواس برقرار نہ رہیں اور اس کو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کی آواز سنائی نہ دے تو پھر وہ نیند ہے نیند کی علامت خواب دیکھنا ہے خواہ خواب طویل ہو یا قصیر ہو۔

نیند سے وضوء ٹوٹنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: نیند سے وضوء ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

- (۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری اور سعید بن المسیب نے کہا: نیند سے کسی حال میں وضوء نہیں ٹوٹتا۔
- (۲) الحسن البصری اور الحمزلی نے کہا: نیند سے ہر حال میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔
- (۳) الزہری الاوزاعی امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک کثیر نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور لکھل نیند سے کسی حال میں بھی وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(۴) امام ابو حنیفہ داؤد اور امام شافعی کا ایک قول ہے: جب کوئی شخص نماز کی کسی حالت میں سو جائے مثلاً رکوع سجدہ قیام اور قعود میں تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو اور اگر وہ کروٹ کے بل یا چٹ لیٹ کر سو جائے تو اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(۵) امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ صرف رکوع کی حالت میں سونے سے وضوء ٹوٹتا ہے۔

(۶) امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں سونے سے وضوء ٹوٹتا ہے۔

(۷) امام شافعی کا قول یہ ہے کہ نماز میں نیند سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور خارج نماز میں نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(۸) امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص زمین پر جم کر بیٹھ کر سو جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور خواہ وہ تھوڑی دیر سوائے خواہ زیادہ دیر۔

(۹) ابن المبارک کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مصطفیٰ پر سجدہ میں سو جائے اس کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اگر غیر نماز میں سجدہ میں سو جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اگر عہد نماز میں سو جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۰) علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا: احادیث سے ثابت ہے کہ گیارہ حالتوں میں ہمارے سونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے: (۱) چلتے ہوئے (۲) کھڑے ہوئے (۳) ٹیک لگا کر (۴) رکوع میں (۵) قیام میں (۶) چار زانو بیٹھے (۷) اکڑوں بیٹھے ہو گھٹنوں کو ہاتھوں کے حلقہ میں لے کر (۸) سجدے میں (۹) سواری کی حالت میں (۱۰) کروٹ کے بل لیٹ کر (۱۱) چٹ لیٹ کر اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ کسی حالت میں سونے سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَذَرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں ادنگھ آ جائے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ اس کی نیند چلی جائے کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص ادنگھنے کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو پتا نہیں چلتا شاید کہ وہ (اپنے نزدیک) دعاء استغفار کرے اور وہ (حقیقت میں) خود کو برا کہہ رہا ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۸۶، الرقم المسلسل: ۱۸۰۴، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۰، سنن ترمذی: ۳۵۵، سنن نسائی: ۱۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۰، مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۹۷، مشکل الآثار: ۳۳۳۵، صحیح ابن حبان: ۲۵۸۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶، معرفۃ السنن والآثار: ۵۳۲۹، شرح السنن: ۱۹۳۰، مسند الحمیدی: ۱۸۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۱، المعجم الاوسط: ۸۱۳۴، مسند احمد ج ۶ ص ۵۶، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۸، ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس حیثیت سے ہے کہ جب نماز میں اس پر نیند مستغرق ہو اور وہ بجائے مغفرت طلب کرنے کے یہ کہے کہ میری مغفرت نہ کر تو پھر وہ نماز منقطع کر کے سو جائے اور جب اس سے کم نیند ہو اور ادنگھ ہو یا ایک دو مرتبہ نیند کا جھونکا لے تو پھر وہ معاف ہے اور اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

نماز میں غلبہ نیند کے وقت دوبارہ نماز پڑھنے کے فوائد اور اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تو وضوء کا نہ ٹوٹنا

(۱) اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نماز میں نیند غالب ہو تو انسان نماز کو منقطع کر دے اور اس وقت اس کا وضوء بھی ٹوٹ جائے گا۔

(۲) جب نماز میں نیند غالب نہ ہو صرف ادنگھ ہو یا نیند کا جھونکا ہو تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

(۳) نماز میں دعا مانگنی چاہیے اور اس میں کوئی تعین نہیں ہے تاہم نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو نماز میں حسب ذیل دعا مانگنے کے لیے فرمایا ہے: "اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَبِيرًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"۔ (صحیح البخاری: ۸۳۴، صحیح مسلم: ۲۷۰۵، سنن ترمذی: ۳۵۳۱، سنن نسائی: ۱۲۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳، طبع قدیم مسند احمد: ۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

(۴) عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ انسان نیند کے غلبہ میں اپنے لیے دعا کے بجائے بددعا کرے اس لیے آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی حالت میں نماز منقطع کر دے اور سو جائے اور جب نیند دور ہو جائے تو پھر نماز پڑھے۔

(۵) نماز میں حضور قلب اور خضوع اور خشوع کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ نیند کے غلبہ میں ذہن حاضر نہیں رہتا اس لیے خضوع اور خشوع نہیں ہو سکتا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۳۲، ج ۲ ص ۵۶۳ پر ہے وہاں اس کی شرح میں صرف دو سطر لکھی گئی ہیں۔

۲۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابو قتلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو نماز میں ادگھ آجائے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔

قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنَمْ حَتَّى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ.

(سنن نسائی: ۳۳۰، مسند ابویعلیٰ: ۲۸۰۲-۲۸۰۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۹۷۱ ج ۱۹ ص ۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کے مسائل صحیح البخاری: ۲۱۲ کے مسائل کی مثل ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس نماز سے مراد تہجد کی نماز ہے کیونکہ فرض نماز نیند کے اوقات میں نہیں ہوتی اور نہ اس میں اتنی دیر لگتی ہے کہ انسان کو نیند آجائے لیکن حدیث کے الفاظ میں عموم ہے اس لیے اس کو تہجد کی نماز کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

بغیر وضوء ٹوٹنے کے وضوء کرنا

۵۴- بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جو شخص با وضوء ہو وہ دوبارہ وضوء کرے اور باب سابق سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام وضوء سے متعلق ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر انہوں نے کہا: ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا (امام بخاری نے پھر دوسری سند کی طرف تھویل کی) اور امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن عامر نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضوء کرتے تھے میں نے پوچھا: آپ حضرات کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کسی ایک کو اس وقت تک وضوء کافی ہوتا تھا جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے۔

۲۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالَ يُجْزِي أَحَدُنَا الْوُضُوءَ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

(سنن ابوداؤد: ۱۷۱، سنن ترمذی: ۶۰، سنن نسائی: ۱۳۱، سنن

ابن ماجہ: ۵۰۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۷۰۸، سنن دارمی: ۷۲۰، سنن بیہقی ج ۱

ص ۱۶۲، شرح السنہ: ۲۳۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲ طبع قدیم مسند احمد:

۱۲۳۳۶ ج ۱۹ ص ۳۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم میں سے کسی ایک کو وضوء اس وقت تک کافی ہوتا تھا جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے۔

اس حدیث کے چند رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (پہلے) ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرتے تھے اور جب فتح مکہ ہوئی تو آپ نے متعدد نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں۔

(سنن ترمذی: ۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۷، الرقم السلسل: ۶۳۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۲، سنن ابن ماجہ: ۵۱۰، شرح معانی الآثار: ۲۱۲)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن پانچ نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسا کیا ہے جو آپ اس سے پہلے نہیں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عمر! میں نے یہ عہد کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۲، سنن ترمذی: ۶۱، سنن نسائی: ۱۳۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۸، ۳۵۱، ۳۵۰، شرح معانی الآثار: ۲۱۳)

امام طحاوی نے کہا: بعض فقہاء نے ان احادیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضوء کرنا واجب ہے اور اکثر علماء نے اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ وضوء صرف اسی وقت واجب ہے جب وضوء ٹوٹ جائے (اور انسان اس عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضوء کے جائز نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انصار کی ایک خاتون کے پاس گئے آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی تھے اس خاتون نے آپ کے سامنے ایک بھنی ہوئی بکری رکھی آپ نے (اس سے) کھایا اور ہم نے کھایا پھر ظہر کی نماز کا وقت آگیا پس آپ نے وضوء کیا اور نماز پڑھی پھر آپ باقی کھانے کی طرف لوٹے پس کھایا پھر عصر کا وقت آگیا پس آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (سنن ترمذی: ۸۰، شرح معانی الآثار: ۲۱۵)

ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرنے کی فضیلت اور استحباب

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی التوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں اس وضوء سے پڑھیں جو آپ نے ظہر کے وقت کیا تھا اور آپ نے ہر نماز کے لیے جو علیحدہ وضوء کیا تھا وہ بہ طور وجوب نہیں کیا تھا بلکہ بہ طور استحباب کیا تھا اس پر یہ حدیث دلیل ہے:

ابو غطفان الہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز ظہر پڑھی پھر وہ اپنے گھر کی مجلس میں چلے گئے میں بھی آپ کے ساتھ آیا حتیٰ کہ عصر کی اذان ہو گئی انہوں نے پانی منگا کر وضوء کیا پھر گھر سے نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ نکلا پھر وہ اپنی مجلس میں لوٹ آئے اور میں بھی آگیا حتیٰ کہ مغرب کی اذان ہو گئی انہوں نے پھر پانی منگا کر وضوء کیا میں نے پوچھا: اے عبد الرحمان! یہ کیا وجہ ہے؟ کیا ہر نماز کے لیے وضوء کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: تم نے میرے عمل سے یہ سمجھا ہے! یہ سنت نہیں ہے اگرچہ میرے لیے یہ کافی تھا کہ میں صبح کے وضوء سے تمام نمازیں پڑھوں جب تک کہ میں وضوء نہ توڑ دوں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے وضوء کے اوپر وضوء کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اس وجہ سے میں نے ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنے میں رغبت کی۔

(سنن ابوداؤد: ۶۳، سنن ترمذی: ۵۹، سنن ابن ماجہ: ۵۱۲، شرح معانی الآثار: ۲۱۶)

امام طحاوی نے کہا: پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن بریدہ کی روایت کے مطابق نبی ﷺ ہر نماز کے لیے جو وضوء کرتے تھے وہ

بھی وضوء پر وضوء کرنے کی فضیلت پانے کے لیے کرتے ہوں اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا یا صرف مسواک کرنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی

یحییٰ بن حبان عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا: آیا حضرت ابن عمر ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے؟ خواہ ان کا وضوء ہو یا نہ ہو؟ انہوں نے کہا: مجھ سے اسماء بنت زید بن الخطاب نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم دیا گیا، خواہ وضوء ہو یا نہ ہو، پھر جب آپ پر یہ امر دشوار ہوا تو پھر آپ کو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا اور حضرت ابن عمر یہ سمجھتے تھے کہ ان کو ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کی طاقت ہے اس وجہ سے وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸، شرح معانی الآثار: ۲۱۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ پہلے ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم تھا، پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور اب جب تک انسان وضوء نہ توڑے اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تم کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کو واجب کہنا چاہیے حالانکہ تم مسواک کے وجوب کے قائل نہیں ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہو اور امت کے لیے یہ حکم نہ ہو اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح البخاری: ۸۸۷، صحیح مسلم: ۲۵۲، سنن ابوداؤد: ۳۶، سنن ترمذی: ۲۲، سنن نسائی: ۵۳۰، سنن ابن ماجہ: ۲۸۷، شرح معانی الآثار: ۲۱۹، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۰-۸۰، ج ۲ ص ۲۳۳-۲۲۹، ۲۰۰-۳۹۹، ۲۸۷-۲۵۹، ۲۵۰-۲۳۵، ج ۵ ص ۳۱۰-۱۹۳، ج ۶ ص ۴۲۹-۳۲۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۷۳)

اس طرح امام طحاوی نے تحقیق سے ثابت کر دیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا اب واجب نہیں ہے، پہلے رسول اللہ ﷺ پر یہ واجب تھا اب آپ پر بھی واجب نہیں ہے اب وضوء پر وضوء کرنا صرف مستحب اور باعث فضیلت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۵-۵۱، ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ بدرالدین عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی شرح میں امام طحاوی کی اس تحقیق کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۶۹-۱۶۷، فتح الباری ج ۱ ص ۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے بشر بن یسار نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حضرت سید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہم خیبر کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب مقام الصہباء پر پہنچے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی جب آپ نماز پڑھا چکے

۲۱۵- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بَشِيرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلَّى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُوْت إِلَّا بِالسُّوْيَةِ فَأَكَلْنَا وَشَرَبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ، فَمَضْمَضَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ. صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأَ. تو آپ نے کھانے کی چیزیں منگوائیں پس صرف سٹو لائے گئے پس ہم نے کھایا اور پیا پھر نبی ﷺ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے پس آپ نے کلی کی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۰۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ آپ نے عصر اور مغرب کی نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں اور حدیث: ۲۰۹ سے یہ ثابت کیا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

۵۵۔ بَابُ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ وضوء پر وضوء کرنے سے بہت اجر ہوتا ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ پیشاب کے قطرات سے بدن اور کپڑوں کو بچانے سے بہت اجر ہوتا ہے اور نہ پینے سے سخت عذاب ہوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا:

مِنْ الْكَبَائِرِ أَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ. کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ انسان پیشاب سے نہ بچے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف، صغیرہ اور کبیرہ میں فرق اور کبار کے متعلق حدیث

”الکبائر“، ”کبیرہ“ کی جمع ہے اور ”کبیرہ“ وہ فیج اور مذموم کام ہے جس سے شریعت میں سختی سے منع کیا گیا ہے مثلاً قتل کرنا، زنا کرنا اور جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا ”کبائر“ کی تعداد میں اختلاف ہے ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ کبائر سات ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو صحابہ نے کہا: یہ رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس نفس کو قتل کرنا جس کے ناحق قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جہاد سے پیٹھ موڑنا (۷) پاک دامن بے خبر عورتوں کو زنا کی تمہمت لگانا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۶، صحیح مسلم: ۸۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۷۳، سنن نسائی: ۳۶۷۳)

بعض احادیث میں ماں باپ کی نافرمانی اور بیت اللہ میں معصیت کو کبار میں شمار کیا ہے۔

* ہم نے بیان القرآن میں ۱۸ کبار کی دلائل کے ساتھ مثالیں دی ہیں۔ (بیان القرآن ج ۱۰ ص ۶۱۵-۶۱۶ الشوری: ۳)

کبیرہ کی ایک یہ تعریف ہے: جس معصیت کے ساتھ دوزخ کی آگ کا ذکر ہو یا لعنت کا ذکر ہو یا غضب کا ذکر ہو یا عذاب کا ذکر ہو وہ کبیرہ ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کبائر سات ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بلکہ وہ سات سو تک ہیں ایک تعریف یہ ہے کہ کبیرہ اضافی امر ہے ہر گناہ اپنے سے بڑے گناہ کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور اپنے سے چھوٹے گناہ کی بہ نسبت کبیرہ ہے اور ایک تعریف یہ ہے کہ واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ گناہ ہے اور فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہے۔

۲۱۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ نُسُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مدینہ یا

اَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كَسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا أَوْ إِلَى أَنْ يَبْسَا.

[اطراف الحدیث: ۲۱۸-۱۳۶۱-۱۳۷۸-۲۰۵۲-۲۰۵۵]

مکہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں، جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیا جا رہا تھا، پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا، پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگائی، پھر اس کے دو ٹکڑے کیے، پھر ہر قبر کے اوپر ان میں کا ایک ٹکڑا رکھ دیا، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۲۹۲، سنن ابوداؤد: ۲۰، سنن ترمذی: ۷۰، سنن نسائی: ۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۴، سنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۲، ج ۳ ص ۷۵، سنن داری: ۷۳۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۲، صحیح ابن خزیمہ: ۵۶، المستغنی: ۱۳۰، شرح السنہ: ۱۸۳، مساوی الاطلاق للرحمٰنی: ۲۳۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۸۰، ج ۳ ص ۴۴۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا۔ اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

”حائط“ اور ”نمیمہ“ کا معنی

اس حدیث میں ”حائط“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ایسا باغ جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی ہو اور جس باغ کی چار دیواری نہ ہو اس کو ”حدیقہ“ کہتے ہیں۔

اس میں ”لا یستر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو پیشاب کے قطروں سے مَس ہونے سے مستور اور محفوظ نہیں رکھتا تھا، یعنی ان کو بچاتا نہیں تھا، پیشاب کے قطروں سے نہ بچتا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے حضرت سعد بن معاذ کو عذاب قبر ہوا تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

اس حدیث میں ”النمیمہ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دو آدمیوں کو لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہتا تھا، اس کو اردو میں چغلی کہتے ہیں، حدیث میں ہے: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۰۵۰، صحیح مسلم: ۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۱، سنن ترمذی: ۲۰۲۶، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۹۷، طبع قدیم)

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب عذاب نہیں ہو رہا، ----- حالانکہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا

اس حدیث میں ہے: آپ نے فرمایا: ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا اور یہ گناہ کبیرہ ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ گناہ کبیرہ تھے، لیکن ان کے نزدیک یہ کوئی بڑے گناہ نہیں تھے جیسے قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے متعلق فرمایا:

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (النور: ۱۵)

تم اس تہمت کو معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بہت سنگین بات ہے O

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا تھا جس سے بچنا ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار ہو بلکہ اس سے بچنا ان کے لیے بہت آسان تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ نے یہ فرمایا کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا تھا پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے پہلے کلام سے اضراب کر کے فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ گویا اس بعد والے کلام سے پہلے کلام منسوخ ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۸)

حافظ ابن حجر کا یہ کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا۔ نسخ حکم میں ہوتا ہے اور یہاں کوئی حکم نہیں ہے اور جب اس اعتراض کے دو قوی جواب ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر اس فضول جواب کی کیا ضرورت ہے؟ نیز اس اعتراض کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی بہت بڑے کبیرہ میں عذاب نہیں ہو رہا تھا اگرچہ وہ فی نفسہ کبیرہ تھا۔

جن دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جن دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

ابو موسیٰ المدنی نے کہا: وہ کافر تھے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بنو النجار کی دو قبروں کے پاس سے گزرے جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے آپ نے ان کی آوازیں سنیں ان کو پیشاب اور پھغلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا اس حدیث کو انہوں نے ابن لہیعہ از اسامہ بن زید اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔

بعض علماء نے کہا: وہ مسلمان تھے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کی بعض سندوں سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ انصار کی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے۔ الحدیث

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قبر والے مسلمان تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی وجہ یہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے درخت کی شاخ منگائی پھر اس کے دو ٹکڑے کیے پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

علامہ حمد بن محمد الخطابی الترمذی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

عذاب میں یہ تخفیف نبی ﷺ کے دست مبارک کے اثر کی وجہ سے تھی یا آپ نے ان کے عذاب میں تخفیف کی دعا کی تھی اور جب تک ان شاخوں میں نمی رہے گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ تر شاخ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَأَنْ مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ۔ (بنی اسرائیل: ۲۳) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

پس خشک شاخ بھی اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتی ہے پھر تخفیف عذاب کی مدت شاخوں کے تر ہونے تک کیوں رکھی گئی؟ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کو یا اس کے رسول ﷺ ہی کو معلوم ہے جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے اس کی وجہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ (معالم السنن مع المنذری ج ۱ ص ۲۷ دار المعرفۃ بیروت)

تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کے ایصالِ ثواب کا ثبوت

علامہ یحییٰ نے علامہ خطابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے استحباب کی دلیل ہے کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے میت کے عذاب میں تخفیف کی زیادہ امید ہے امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے: امام ابو بکر انجارج نے ”کتاب السنن“ میں روایت کیا ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ (سورہ) ”قل هو اللہ احد“ کو پڑھا پھر اس کا ثواب اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا تو اس شخص کو بھی اتنا اجر دیا جائے گا جتنا اجر ان مردوں کو دیا جائے گا۔ (جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے سورہ نیس تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس دن ان مردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کے پاس نیس کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (کنز العمال: ۴۵۳۸۶)

(الدر المنثور ج ۷ ص ۳۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت) (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ایصالِ ثواب کے متعلق دلائل اور احادیث حسب ذیل ہیں:

شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ نے ”لِیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“ سے ایصالِ ثواب پر اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میت کے لیے جو دعائیں کی جائیں یا ان کی طرف سے جو نیک اعمال کیے جائیں ان سے میت کو نفع نہیں پہنچتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم: ۴۱)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لیے اور مؤمنوں کے لیے جس دن حساب ہوگا ○

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ (نوح: ۲۸)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لیے اور جو مؤمن میرے گھر داخل ہوا اور مؤمن مردوں اور

مؤمن عورتوں کے لیے۔

یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امتوں اور مومنوں کے لیے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے جن کا انکار کفر ہے مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لیے دعا کرنا اسی طرح قیامت کے دن نبی ﷺ کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیث متواترہ ہیں بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیث صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: میری ماں کا انتقال ہو گیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲، سنن ترمذی: ۶۶۹، سنن نسائی: ۳۶۵۵)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں پس اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح البخاری: ۱۳۸۸، صحیح مسلم: ۱۰۰۳)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح مسلم: ۱۶۳۰)

(مجموع الفتاویٰ ج ۲۳ ص ۱۷۰، دار البیروتیہ: ۱۴۱۸ھ)

* تبیان القرآن میں ہم نے اس بحث کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے دیکھئے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۵۶۸-۵۳۰، النجم: ۳۱-۳۸۔

قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت

اس حدیث میں دونوں قبروں پر درخت کی شاخ کے ٹکڑوں کے رکھنے کا ثبوت ہے فقہاء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قبر پر درخت کی شاخ، سبزہ اور پھول وغیرہ رکھنا جائز ہیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کا ٹٹا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ "البحر الرائق" اور "غرر اور شرح المسیہ" میں ہے "امداد" میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ "قاضی خاں" میں بھی اسی طرح لکھا ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض

مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی ﷺ کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا حالانکہ ”صحیح بخاری“ میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حبیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۱۳۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ طحاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) ”مشکوٰۃ“ کی شرح میں لکھا ہے: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی مرقی الفلاح ص ۷۸ طبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۵۔ ج ۱ ص ۹۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق ② قبر پر ہبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر ③ ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر ④ باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل ⑤ بزخ اور دنیا سے رسول اللہ ﷺ کا بہ یک وقت رابطہ۔

شرح صحیح مسلم میں یہ شرح ۸۷۹ سے ۸۸۹ تک دس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس لیے شرح صحیح مسلم میں ان مباحث کو ضرور پڑھنا چاہیے البتہ ”نعمۃ الباری“ میں بعض جزوی مباحث زیادہ ہیں۔

۵۶۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْبَوْلِ پیشاب کو دھونے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے صاحب قبر کو عذاب ہوتا ہے اور اس باب میں پیشاب کو دھونے کا ذکر ہے۔ امام بخاری ایک تعلق کا ذکر فرماتے ہیں:

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ كَانَ لَا يَسْتَبْرِئُ مِنْ بَوْلِهِ . وَلَمْ يَذْكُرْ يَسْوِ بَوْلِ النَّاسِ

اور نبی ﷺ نے ایک قبر والے کے متعلق فرمایا: وہ پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور آپ نے انسانوں کے پیشاب کے سوا اور کسی کے پیشاب کا ذکر نہیں کیا۔

یہ حدیث سابق (صحیح بخاری: ۲۱۶) کا ایک قطعہ ہے۔

۲۱۷۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فَيَغْسِلُ بِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے روح بن القاسم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی ميمونہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں آپ کے لیے پانی لے جاتا جس سے آپ دھوتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح بخاری: ۱۵۰ میں گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ۱۵۰ میں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: پانی سے استنجاء کرنا اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: پیشاب کو دھونے کے متعلق احادیث۔

۔۔۔ باب

باب

اس باب کا بھی امام بخاری نے کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور یہ باب بھی ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہے۔

۲۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَسِرُّ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِصَفَيْنِ فَعَرَّزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاووس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب دیا جا رہا ہے اور ان دونوں کو کسی بڑی چیز کے سبب سے عذاب نہیں دیا جا رہا ان دونوں میں سے ایک شخص تو وہ پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص تو وہ چغلی کھاتا تھا پھر آپ نے ایک تر شاخ کو لے کر اس کے دو آدھے آدھے ٹکڑے کیے پھر ہر قبر میں ایک ٹکڑے کو گاڑ دیا صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: شاید جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى رَحَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهُ.

ابن المثنیٰ نے کہا: اور ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے اس حدیث کی مثل سنا ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۱۶ میں گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ۲۱۶ میں شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کا ذکر تھا اور اس حدیث میں ان کو قبروں پر گاڑنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جائز ہے قبر پر ٹہنی کو رکھنا بھی اور ٹہنی کو گاڑنا بھی۔

علماء دیوبند کا قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا اور اس قول کا ابطال اور رد

ہم علامہ شامی اور دیگر فقہاء کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ قبر پر درخت کی شاخ رکھنا اور سبزہ اور پھول رکھنا جائز ہے کیونکہ اس کی اصل اس حدیث میں موجود ہے۔ تاہم حیرت ہوتی ہے کہ سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے کہ مزارات پر پھول وغیرہ چڑھانا جو آج کل اہل بدعت نے رائج کر دیا ہے یہ بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے غلط ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ فساق فجار کی قبروں کے بجائے صالحین کی قبروں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔

(انوار الباری ج ۸ ص ۴۳ ملخصاً ادارہ تالیفات اثر فیہ ملتان)

فقہاء کے علاوہ شارحین حدیث نے قبروں پر پھول چڑھانے کو جائز لکھا ہے ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

قبروں پر پھول رکھنے کی اس حدیث میں اصل اصیل ہے اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس زمانہ

میں قبروں پر پھول اور شاخ رکھنے کی عادت ہو گئی ہے وہ اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۹ مکتبہ خانہ پشاور)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے اس حدیث سے قبر پر سبزہ اور پھول اور ریحان ڈالنے پر استدلال کیا ہے۔

(المجمعات ج ۱ ص ۲۱۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

غور فرمائیے! ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ اور علامہ طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو سنت لکھا ہے اور علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو مستحب لکھا ہے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں اس کو مستحسن لکھا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۵۱ طبع مصر) علامہ شربنی شافعی من قرن العاشر نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (منی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴) ڈاکٹر و بیہ زحیلی نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۵۳۰)

ان اکابر فقہاء اور محدثین کے مقابلہ میں سید احمد رضا بخجوری دیوبندی کی بات کو کون سنتا اور مانتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قبروں پر پھول رکھنا بدعت ہے اور جن کو یہ بھی علم نہیں کہ جس فعل کی اصل سنت صحیحہ سے ثابت ہو وہ سنت ہوتا ہے نہ کہ بدعت۔

باقی رہا سید احمد رضا دیوبندی کا یہ کہنا کہ فساق فجار کی قبروں پر پھول کیوں نہیں چڑھائے جاتے؟ تو یہ بھی ان کی لاعلمی ہے عام مسلمان اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر بے عمل ہوتے ہیں تاکہ ان پھولوں اور سبزہ کی تسبیح کی برکت سے ان کی مغفرت ہو جائے اور رہا ان کا یہ کہنا کہ پھر صالحین کی قبروں پر کیوں پھول چڑھائے جاتے ہیں انہیں تو مغفرت کی ضرورت نہیں ہے تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے: نبی ﷺ پر درود کیوں پڑھا جاتا ہے اور آپ کے لیے رحمت کیوں طلب کی جاتی ہے آپ تو خود رحمۃ اللعالمین ہیں اور آپ کے لیے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کیوں کی جاتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر مبعوث فرمائے گا اس اعتراض کے وقت انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ○ جو اللہ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرے تو یہ تعظیم دلوں

(الحج: ۳۲) کے تقویٰ کی وجہ سے ہے ○

اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہیں اور اولیاء اللہ اور ان کے مزارات بھی شعائر اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ہیں اور ان کی تعظیم کرنا دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے اور مزارات پر پھول ڈالنا ان کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور اس لیے تاکہ پھولوں کی تسبیح کی وجہ سے ان کی نیکیوں اور ان کے درجات میں اضافہ ہو یہ دیوبندی علماء جو صالحین کی قبروں پر اس لیے پھول ڈالنے سے منع کرتے ہیں کہ وہ تو خود نیک ہیں انہیں مغفرت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا یہ لوگ صالحین کے مزارات پر قرآن مجید کی تلاوت سے بھی منع کریں گے! حالانکہ ہم دیکھتے ہیں یہ لوگ اپنے اکابر علماء کی یاد مناتے ہیں اور ان کے لیے اہتمام سے قرآن خوانی کرتے ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ اخبارات میں اعلان بھی کیا جاتا ہے پس واضح ہو گیا کہ قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا خود بدعت ہے اور شیخ انور شاہ کشمیری شیخ شبیر احمد عثمانی اور سید احمد رضا بخجوری کے یہ اقوال قطعاً باطل اور مردود ہیں۔

نبی ﷺ اور لوگوں کا اعرابی کو چھوڑے رکھنا

۵۷۔ بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حتیٰ کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے

وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ الْأَعْرَابِيَّ حَتَّى

سے فارغ ہو گیا

فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ

اس عنوان کے مطابق حدیث آرہی ہے اعرابی سے مراد ہے: دیہات کا رہنے والا باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب پیشاب کے ازالہ پر مشتمل ہیں باب سابق میں پیشاب کو دھونے کا حکم تھا اور اس باب میں پیشاب پر پانی بہانے کا حکم ہے اور وہ بھی پیشاب کو دھونے کے حکم میں ہے۔

۲۱۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوهُ. حَتَّى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَرَسَبَهُ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۲۲۱-۶۰۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۳، الرقم المسلسل: ۶۳۶، صحیح مسلم: ۲۸۵، الرقم المسلسل: ۶۳۸، سنن نسائی: ۵۳، سنن ابن ماجہ: ۵۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۱۸، سنن دارمی: ۲۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۸۳، مسند ابی عوانہ ج ۵ ص ۳۳۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۳، صحیح ابن حبان: ۱۳۰۱، شرح السنن: ۵۰۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳، ج ۳ ص ۱۹۱، طبع قدیم: مسند احمد: ۱۲۱۳۲، ج ۱۹ ص ۱۸۱، مسند احمد: ۱۲۹۸۴، ج ۲۰ ص ۲۹۷، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التوزکی البصری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) حمم بن یحییٰ بن دینار العوزی یہ تمام مشائخ کے نزدیک ثقہ اور ثبت تھے ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسحاق بن ابی طلحہ بن سہل الانصاری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۸۵)

زمین کے خشک ہونے سے اس کی طہارت پر اور ہر مانع چیز سے نجاست کے ازالہ پر احناف کے خلاف علامہ ابن بطل مالکی کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی القرطبی التونی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب زمین پیشاب یا کسی اور نجاست سے نجس ہو جائے تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا امام مالک امام شافعی اور امام ابو ثور نے کہا ہے کہ وہ پانی کے سوا اور کسی چیز سے پاک نہیں ہوگی اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابو قلابہ حسن بصری اور ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے انہوں نے کہا ہے کہ دھوپ نجاست کو زائل کر دیتی ہے اور جب اس نجاست کا اثر چلا جائے تو اس زمین پر نماز پڑھ لو اور اس زمین سے تیمم نہ کرو۔

امام الطحاوی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کپڑوں اور بدن سے نجاست کس چیز سے زائل ہوگی؟ امام مالک نے کہا ہے: یہ صرف اس پانی سے زائل ہو سکتی ہے جس سے وضوء کیا جاتا ہے اور یہی امام زفر، امام محمد بن حسن اور امام شافعی کا قول ہے اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا (الفرقان: ۴۸)

ہم نے آسمان سے ایسا پانی نازل کیا ہے جو پاک کرنے والا

ہے

اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو نبی ﷺ نے اس پر پانی کا ایک ڈول بہانے کا حکم دیا انہوں نے کہا کہ کپڑوں اور بدن کا بھی یہی حکم ہے۔

اور امام ابو حنیفہ نے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ نجاست کو ہر مانع (رقیق اور بنے والی) چیز سے زائل کرنا جائز ہے اور ہر پاک چیز سے اور آگ سے اور دھوپ سے اور اگر مردار جانور کی کھال دھوپ میں خشک ہو جائے تو وہ رنگنے کے بغیر پاک ہو جاتی ہے انہوں نے کہا کہ خمر (انگور کی شراب) جب سرکہ بن جائے تو وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور مٹکا بھی پاک ہو جاتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ خمر بھی نجس تھی اور مٹکا بھی نجس تھا اور اس کو سرکہ کے سوا اور کسی چیز نے پاک نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

زمین کے خشک ہونے سے اس کے پاک ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ زمین کا پاک ہونا اس کا خشک ہونا ہے اور اس زمین سے تیمم اس لیے جائز نہیں ہے کہ تیمم کے لیے ”صعیب طیب“ (بہت پاک ہونا) کی شرط قرآن مجید میں منصوص ہے پس جس کی طہارت صرف حدیث سے ثابت ہے اس سے تیمم ادا نہیں ہوگا۔ (حدایہ اولین ص ۷۴ مکتبہ شریک علیہ السلام)

علامہ یوسف زیلیعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے کہ صاحب ہدایہ کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ حدیث غریب ہے یعنی غیر معروف ہے اور اس کا ثبوت نہیں ہے البتہ دیگر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

دیگر الفاظ کے ساتھ احادیث حسب ذیل ہیں:

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو پاک ہو جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۵ مصنف عبد الرزاق: ۵۱۵۷)

عبد العزیز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو دیکھا وہ پیشاب کے خشک نشان پر بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا (اس کی کیا وجہ ہے؟) انہوں نے کہا: یہ خشک ہو چکا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۷)

امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں باب: ۱۳۹ کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین جب خشک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا اور اس عنوان پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حمزہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں میں مسجد میں سوتا تھا میں نو عمر کنوارا نوجوان تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور پیشاب کرتے تھے اور صحابہ اس جگہ کو بالکل نہیں دھوتے تھے۔

(سنن ابو داؤد: ۴۸۴)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ احادیث حکماً مرفوع ہیں کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے کیونکہ جن تابعین نے یہ کہا ہے کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے وہ اپنے زمانہ کے مفتی تھے جیسے ابن الحنفیہ اور ابن قلابہ اور کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی تو یہ اجماع کے قائم مقام ہے اور صاحب ہدایہ نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ روایت بالمعنی ہے۔

(البنایہ ج ۱ ص ۵۲۰ المکتبۃ الامدادیہ ملتان ۱۴۰۸ھ)

ہر مانع چیز سے ازالہ نجاست پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

نجاست کو پاک کرنا پانی کے ساتھ جائز ہے اور ہر مانع طاہر کے ساتھ بھی جائز ہے جس سے نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ جن کو نچوڑا جائے تو وہ نچڑ جائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد، امام زفر اور امام شافعی نے کہا ہے کہ نجاست کو صرف پانی کے ساتھ زائل کرنا جائز ہے کیونکہ مانع پہلی ملاقات کے ساتھ نجس ہو جائے گا اور نجس سے طہارت حاصل نہیں ہوتی البتہ یہ قیاس پانی میں ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ مانع چیز نجاست کو اکھاڑ دے گی اور طہارت نجاست کے زائل ہونے سے حاصل ہو جائے گی۔

(حدایہ اذہین ص ۷۲۔ ۷۱ مکتبہ شریکہ مدینہ منورہ)

سخت زمین پر پانی بہانے اور نرم زمین کو کھودنے کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب زمین پر تر نجاست لگ جائے پس اگر زمین سخت ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے گا اور وہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا جہاں اس کو نچوڑنا ممکن نہیں ہے اور طاہر الروایۃ کے مطابق تین دفعہ پانی بہایا جائے گا اور ہر مرتبہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے) اور اگر زمین نرم ہو تو زمین کو کھودا جائے گا اور گڑھا کر کے اس پر تین مرتبہ پانی بہا دیا جائے گا۔ (مدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نرم زمین کو کھودنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن معقل بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسی قصہ میں ایک اعرابی نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا نبی ﷺ نے فرمایا: جس مٹی پر اس نے پیشاب کیا ہے اس کو کھرچ کر گردو اور اس جگہ پر پانی بہا دو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۱ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۸ تخلیص المعجم: ۳۲)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا لوگوں نے اس کو ڈانٹنے کا قصد کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس جگہ کو کھودو اور اس پر پانی کا ایک ڈال ڈال دو تم تعلیم دو اور آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ یہ حدیث مرسل ہے۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ تم نے حدیث صحیح کو ترک کر کے حدیث ضعیف اور حدیث مرسل سے استدلال کیا ہے تو میں کہوں گا کہ ہم نے حدیث صحیح پر اس صورت میں عمل کیا ہے جب زمین سخت ہو اور جو حدیث تمہارے زعم میں ضعیف ہے نہ کہ ہمارے نزدیک اس پر اس صورت میں عمل کیا ہے جب زمین نرم ہو اور دونوں حدیثوں پر عمل کرنا اس سے بہتر ہے کہ ایک حدیث پر عمل کیا جائے اور دوسری حدیث کو ترک کر دیا جائے اور یہی حدیث مرسل تو ہمارے نزدیک وہ معمول ہے اور جو حدیث مرسل پر عمل کو

اسے ڈانٹنے سے منع فرمایا اور جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو فوراً پانی بہانے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کو فوراً پاک کرنے سے مانع اس کا پیشاب میں مشغول ہونا تھا اور جب وہ مانع زائل ہو گیا تو آپ نے مسجد کو پاک کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ کسی خرابی کو دور کرنے سے اگر کوئی چیز مانع ہو تو اس مانع کے زائل ہوتے ہی اس خرابی کو دور کرنا چاہیے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۶۹-۵۶۸-۵۶۷ ج ۱ ص ۹۶۳-۹۶۲ پر ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان (۲) مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم ۶ حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل۔

مسجد میں پیشاب

پر پانی بہانا

۵۸۔ بَابُ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى

الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

یعنی اس باب میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھی مسجد میں پیشاب کر دے تو اس پر پانی بہانے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں خصوصاً نبی ﷺ کی مسجد کے متعلق یہ حکم تھا اور اس باب میں عام مساجد میں سے کسی مسجد کے متعلق یہ حکم ہے۔

۲۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاولَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ وَهَرِّقُوا عَلَى بَوْلِهِ مَجَلًا مِّنْ مَّاءٍ أَوْ ذُنُوبًا مِّنْ مَّاءٍ . فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبَيِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَيِّرِينَ . [طرف الحدیث: ۶۱۲۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ایک اعرابی کھڑا ہوا پھر اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا پس لوگ اس کو ڈانٹنے لگے تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: ایک پانی کا ڈول ڈال دو کیونکہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۰ سنن ترمذی: ۱۳۷ سنن ابن ماجہ: ۵۳۰ سنن نسائی: ۵۶۰ مسند الحمیدی: ۹۳۸ المستمعی: ۱۴۱ مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷ صحیح ابن خزیمرہ: ۲۹۸ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸ شرح السنہ: ۲۹۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۵۵ ج ۱۲ ص ۱۹۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملے میں ہے: اس کے پیشاب کے اوپر پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔ اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

اس حدیث کا مکمل متن "سنن ابوداؤد" اور "سنن ترمذی" میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اس اعرابی نے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا کی: اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور (سیدنا) محمد (ﷺ) پر اور ہمارے ساتھ اور کسی پر رحم نہ فرما تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو محدود کر دیا پھر تھوڑی دیر بعد اس اعرابی نے مسجد کے ایک گوشہ میں پیشاب کر دیا لوگ

اس کو منع کرنے کے لیے اس کی طرف جھپٹے تو نبی ﷺ نے ان کو منع کیا اور فرمایا: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے اس کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔

اس اعتراض کا جواب کہ مبعوث تو رسول اللہ ﷺ تھے پھر صحابہ کو کیوں مبعوث قرار دیا؟

اس حدیث میں صحابہ سے فرمایا ہے: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور صحابہ کو نہیں بھیجا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نبی ﷺ کی اقتداء کرنے والے تھے اور نبی ﷺ کی ہدایت اور آپ کی سیرت پر عمل کرنے والے تھے تو مجازاً ان کو بھی فرمایا کہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو کیونکہ صحابہ تبلیغ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام تھے یا اس لیے کہ نبی ﷺ صحابہ کو تبلیغ کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کو تبلیغ کرنے کے لیے بھیجتے تھے گویا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔

آسان احکام پر فتویٰ دینا چاہیے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء دین اور مفتیان کرام کو دین کے آسان احکام بیان کرنے چاہئیں اور مشکل احکام نہیں بیان کرنے چاہئیں مثلاً جب یہ کہا جائے گا کہ ایلو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت ایک آدھ کا خون دوسرے آدھ میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے تو یہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے اس لیے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف پر نظر رکھنی چاہیے اور آسان احکام بیان کرنے چاہئیں۔

اس حدیث کے دیگر فوائد اور مسائل ہم صحیح البخاری: ۲۱۹ میں بیان کر چکے ہیں۔

۲۲۱- وَحَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ان نبی ﷺ نے فرمایا:

پیشاب پر پانی بہا دے

(ح) امام بخاری نے دوسری سند کی طرف تھوٹ کی: اور ہمیں خالد نے حدیث بیان کی اور ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا انہوں نے بیان کیا: ایک اعرابی آیا اس نے مسجد کے ایک حصہ میں پیشاب کر دیا پس لوگوں نے اس کو ڈانٹا تو نبی ﷺ نے ان کو منع فرمایا پس جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے اوپر پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے۔

۔۔۔۔۔ بَابُ يُهْرِيقُ الْمَاءَ عَلَى الْبَوْلِ

وَحَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ قَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ فَرَجَرَهُ النَّاسُ فَنَهَاَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوبٍ مِّنْ مَّاءٍ فَأَهْرِيقَ عَلَيْهِ.

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۱۹ میں بیان کی جا چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حافظ ابن حجر کی شرح پر تنقید

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں وہی فوائد اور مسائل بیان کیے ہیں جن کو ہم حدیث: ۲۱۹ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں اور اس کی شرح میں انہوں نے فقہاء احناف پر دو اعتراض کیے ہیں ایک یہ کہ زمین پر اگر پیشاب کی نجاست ہو تو دھوپ سے خشک ہونے کے بعد وہ نجاست پاک ہو جاتی ہے اگر اسی طرح زمین پاک ہو جاتی ہے تو نبی ﷺ نے اس پر پانی بہانے کا حکم کیوں دیا تھا؟ اس کا جواب بھی ہم حدیث: ۲۱۹ کی شرح میں لکھ چکے ہیں دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر زمین نرم ہو اور اس پر پیشاب کر دیا جائے تو اس کو کھود کر یا کھرچ کر اس کی مٹی دوسری جگہ ڈال دی جائے حالانکہ اس کا ثبوت ایک ضعیف السند حدیث میں اور ایک مرسل حدیث میں ہے اس اعتراض کا جواب بھی ہم حدیث: ۲۱۹ میں ذکر کر چکے ہیں۔

ان امور کا بیان کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا: اس حدیث کے باقی فوائد ہم ان شاء اللہ ”کتاب الادب“ میں بیان کریں گے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

”کتاب الادب“ میں اس حدیث کا نمبر ۶۰۲۵ ہے وہاں حافظ ابن حجر نے صرف اتنا لکھا ہے: حضرت انس کی حدیث میں اس شخص کا قصہ ہے جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اس کی مفصل شرح ”کتاب الطہارۃ“ میں ہو چکی ہے اور ”لا تزدموہ“ کا معنی ہے: اس کا پیشاب منقطع نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۶۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

گویا حافظ ابن حجر بھول گئے کہ انہوں نے ”کتاب الطہارۃ“ میں کیا لکھا تھا یہ ہم نے حافظ ابن حجر کے دوسرے نسیان کی نشان دہی کی ہے۔

بچوں کے پیشاب کا حکم

۵۹۔ بَابُ بَوْلِ الصَّبِيَانِ

اس عنوان میں ”الصبيان“ کا لفظ ہے ”صبيان“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: بچے اس سے پہلے باب میں مرد کے پیشاب کا حکم بیان کیا تھا کہ جس جگہ مرد نے پیشاب کیا ہے اس جگہ کو پاک کرنے کے لیے اس جگہ کو دھویا جائے گا اور اس باب میں بچوں کے پیشاب کا حکم بیان کیا ہے کہ اگر دودھ پیتے بچے نے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آیا اس کو دھویا جائے گا یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے کا پیشاب طاہر ہے اور دودھ پیتی لڑکی کا پیشاب نجس ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دودھ پیتا لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کا پیشاب نجس ہے اور اگر وہ کپڑے پر پیشاب کر دیں تو اس کپڑے کو دھویا جائے گا اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے نے اگر کپڑے پر پیشاب کر دیا تو اس کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے اس پر صرف پانی کو چھڑک دینا کافی ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۲۸۶ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ شرح المہذب ج ۳ ص ۶۳۹-۶۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از بشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگایا اور اس پانی کو اس کپڑے کے تابع کیا یعنی اس پانی کو اس کپڑے پر بہایا۔

۲۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ قَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاتَّبَعَهُ إِيَّاهُ. [أطراف الحديث: ۵۳۶۸-۶۰۰۲-۶۳۵۵]

(سنن ابن ماجہ: ۵۲۳، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰، مسند احمد ج ۶ ص ۵۲، طبع قدیم مسند احمد: ۳۲۲۵۶، ج ۳۰ ص ۳۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے پانی منگایا اور پانی کو اس کپڑے پر بہایا۔
اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔
پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی چھڑکنے کے متعلق احادیث

امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہوتا ہے اور جس کپڑے پر اس نے پیشاب کیا ہو اس کو دھونا ضروری نہیں ہے اس پر صرف پانی کو چھڑک لینا کافی ہے ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دودھ پیتے بچوں کے متعلق فرمایا: لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے گا (اس حدیث میں ”یَنْضَحُ“ کا لفظ ہے جس کا معنی انہوں نے پانی چھڑکنا کیا ہے ہمارے نزدیک اس کا معنی پانی بہانا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۸-۳۷۷، سنن ترمذی: ۶۱۰، سنن ابن ماجہ: ۵۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۷-۹۷-۷۶)
حضرت لبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ پر پیشاب کر دیا میں نے عرض کیا: آپ مجھے اپنا کپڑا دیں میں اس کو دھو دوں آپ نے فرمایا: لڑکیوں کے پیشاب سے کپڑا دھویا جاتا ہے اور لڑکوں کے پیشاب سے صرف پانی چھڑک دیا جاتا ہے (اس حدیث میں بھی ”یَنْضَحُ“ کا لفظ ہے ہمارے نزدیک اس کا معنی پانی بہانا ہے)۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۵، سنن ابن ماجہ: ۵۲۲، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۹، شرح معانی الآثار: ۵۶۸)
حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس اپنے بچہ کو لائیں جو طعام نہیں کھاتا تھا (یعنی دودھ پیتا تھا) رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگایا پس اس پر چھڑکا اور اس کو دھویا نہیں (اس میں بھی ”نَضَحَ“ کا لفظ ہے تحقیق یہ ہے کہ اس کا معنی پانی بہانا ہے باب مذکور کی حدیث بھی اس پر قریبہ ہے)۔

(صحیح البخاری: ۲۲۳، صحیح مسلم: ۲۸۷، رقم المسلسل: ۶۵۳، سنن ترمذی: ۷۱، سنن نسائی: ۳۰۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۶، المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۳۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۸۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۳، موطا امام مالک: ۱۳۵، طہارت: ۱۱۰، سنن دارمی: ۷۴۵)

”نَضَحَ“ کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا اس کی ایک حدیث سے وضاحت

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے اور دودھ پیتی لڑکی دونوں کے پیشاب میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں کا پیشاب نجس ہے امام طحاوی نے کہا ہے کہ جن احادیث سے امام احمد اور امام شافعی نے استدلال کیا ہے ان میں ”نَضَحَ“ کا لفظ ہے اور ”نَضَحَ“ کا معنی پانی چھڑکنا بھی ہے اور پانی بہانا اور دھونا بھی ہے سو درج ذیل حدیث میں ”یَنْضَحُ“ کا لفظ ہے اور اس کا معنی پانی بہانا ہے یہاں پر پانی چھڑکنے کا معنی ہو ہی نہیں سکتا۔

(محب الآثار فی تنقیح مباحی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۶۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہ حدیث یہ ہے:

ابولبید بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی قبیلہ طاحیہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے لکھا اس کو بیرح بن اسد کہا جاتا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چند ایام بعد مدینہ میں آیا اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اہل عمان سے ہوں حضرت عمر نے کہا: اہل عمان سے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر اس کا ہاتھ پکڑ کر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور کہا: یہ شخص اس زمین کی طرف سے آیا ہے جس کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک میں ایک زمین کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے جس کی ایک طرف سے سمندر بہتا ہے (یہاں حدیث میں سمندر کے بہنے کے لیے "ینضح" کا لفظ ہے) وہاں عرب کا ایک قبیلہ ہے اگر ان کے پاس میرا سفیر جائے تو وہ اس کو تیر ماریں گے نہ پتھر۔ (مسند ابویعلیٰ: ۱۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۳۰۸ ج ۱ ص ۳۹۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (تخف الاثر ج ۱ ص ۵۶۶)

ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ "النضح" کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھڑکنا کیونکہ پانی چھڑکنے سے تو نجاست اور پھیلتی ہے اور کبھی "نضح" کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دھونا ہوتا ہے اور اسی طرح "الرش" کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دھونا ہوتا ہے۔ (تہذیب لابن عبد البر ج ۱ ص ۵۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

باب مذکور کی حدیث: ۲۲۲ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگایا اور اس پانی کو اس پیشاب آلودہ کپڑے کے تابع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: "ای اتبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البول الذی علی الثوب الماء یصبہ علیہ" یعنی رسول اللہ ﷺ نے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اور یہ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے موقف پر قوی دلیل ہے کہ لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا جاتا ہے چھڑکا نہیں جاتا۔

علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: "ای صبه علیہ" اس کپڑے پر پانی بہایا۔

(تنویر الحواکک ص ۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

دیگر احادیث سے اس کی تائید کہ "نضح" کا معنی دھونا اور پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا:

حضرت مقداد بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے یہ معلوم کروں کہ ایک شخص جب اپنی بیوی کے قریب ہوتا ہے تو اس کی مذی نکل آتی ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کیونکہ میرے نکاح میں آپ کی صاحبزادی ہے اس لیے میں آپ سے خود سوال کرنے سے حیا کرتا ہوں حضرت مقداد بیان کرتے ہیں: پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم اس حالت کو پاؤ تو اپنی شرم گاہ کو دھولو (یہاں پر بھی "نضح" کا لفظ ہے اور ایسی صورت میں شرم گاہ کو دھویا جاتا ہے اس پر پانی نہیں چھڑکا جاتا) اور تم اس طرح وضوء کرو جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۷، سنن نسائی: ۱۵۶، سنن ابن ماجہ: ۵۰۵)

اس حدیث میں "نضح" کا معنی دھونا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اسی قصہ میں نبی ﷺ نے حضرت مقداد سے فرمایا:

"یغسل ذکرہ ویوضو" وہ اپنا آلہ دھوئے اور وضوء کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۳، صحیح مسلم: ۳۰۳، رقم المسلسل: ۶۸۱، سنن نسائی: ۱۵۲)

ایک اور حدیث میں بھی "نضح" کا معنی دھونا ہے:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مذی سے بہت تکلیف اور مشقت اٹھاتا تھا اور اس کی وجہ سے اکثر غسل کرتا

تھا سو میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا: تمہیں اس سے وضوء کافی ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے کپڑے پر جو ندی لگ جائے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم اپنی ہتھیلی میں پانی لے کر "فستضح بہ ثوبک" اس سے اپنے کپڑے کو دھوؤ جہاں پر ندی لگی ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۱۵، سنن ابوداؤد: ۲۱۰، سنن ابن ماجہ: ۵۰۶)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جن احادیث میں لڑکے کے پیشاب کے لیے "فستضح بہ" کا لفظ آیا اس کا معنی بھی دھونا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک حدیث میں ہے:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ان کو برکت دیتے اور ان کو گھٹی دیتے ایک بچہ کو لایا گیا تو اس نے آپ پر پیشاب کر دیا تو آپ نے اس کے بعد اس پر پانی ڈالا اور دھویا نہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶، رقم المسلسل: ۶۳۹)

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ دھونے کی نفی کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کو خوب مل کر نہیں دھویا اور اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ آپ نے اس پر پانی چھڑکا نہیں بلکہ پانی بہایا جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۲۲ میں اس کی تصریح ہے جس کو ہم حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح (فتح الباری ج ۱ ص ۷۵۴) اور علامہ سیوطی کی شرح (تویر الخواص ص ۸۲) سے نقل کر چکے ہیں۔

جن احادیث میں دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے اور اس کو دھونے کی تصریح ہے وہ حسب ذیل ہیں:

دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے آپ ان کے لیے دعائے خیر کرتے آپ کے پاس ایک بچہ لایا گیا اس نے آپ پر پیشاب کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پر خوب پانی بہاؤ۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۶ طبع قدیم مسند احمد ج ۴۰ ص ۲۲۵، مؤسسة الرسالة بیروت)

حسن بصری اپنی والدہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لڑکا طعام نہ کھاتا ہو تو اس کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور جب لڑکی ہو تو اس کے کپڑے کو دھویا جائے گا۔ (المعجم الاوسط: ۲۷۴، الاسد کار: ۳۷۶، ۳۷۷)

حسن بصری سے روایت ہے کہ لڑکا جب تک طعام نہ کھاتا ہو اس کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔ (مسند ابویعلیٰ: ۶۸۸)

علامہ یحییٰ فرماتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکی میں فرق یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب کا باریک سوراخ ہوتا ہے اس کا پیشاب تنگ جگہ سے نکلتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کی جگہ فراخ ہوتی ہے اور وہ پھیل کر نکلتا ہے اور کپڑے پر پھیل جاتا ہے اس لیے اس کو مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی بہانے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ پھیل کر نہیں نکلتا۔ (تنبیہ الافکار ج ۱ ص ۵۶۸)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لڑکے کے پیشاب کے اوپر خوب پانی بہایا جائے جب تک کہ وہ طعام نہ کھاتا ہو اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے خواہ کھانا کھاتی ہو یا نہ کھاتی ہو۔

ایک جماعت کا مذہب ہے کہ لڑکے کے پیشاب کو دھونا واجب ہے جس طرح باقی پیشاب کا حکم ہے اور یہ ابراہیم نخعی، سفیان ثوری اور فقہاء احناف کا مذہب ہے (اور فقہاء مالکیہ کا بھی)۔ (شرح النہج ج ۲ ص ۸۷، المکتب الاسلامی بیروت: ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لایا گیا انہوں نے آپ پر

پیشاب کر دیا لوگوں نے ارادہ کیا، ان کو جلدی سے روکیں تو آپ نے فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے یہ میرا بیٹا ہے جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کے اوپر پانی بہا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰ طبع کراچی شرح معانی الآثار: ۵۷۹)

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ کے پیٹ یا آپ کے سینہ پر حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا، حتیٰ کہ میں نے تیزی کے ساتھ ان کو پیشاب کرتے دیکھا، ہم ان (کو اٹھانے کے لیے) ان کی طرف کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑو پھر آپ نے پانی منگا کر اس پیشاب پر بہا دیا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۱)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کو مجھے عطا کیجئے یا ان کو مجھے دے دیجئے میں ان کی کفالت کروں گی یا میں ان کو دودھ پلاؤں گی سو آپ نے ایسا کر دیا، پھر میں حضرت حسین کو آپ کے پاس لے آئی اور انہیں آپ کے سینہ پر بٹھا دیا، انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا جو آپ کے تہبند پر پہنچ گیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنا تہبند مجھے دیجئے میں اس کو دھو دوں آپ نے فرمایا: لڑکے کے پیشاب پر پانی بہایا جاتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۲)

ہم نے حدیث: ۵۶۸ روایت کی تھی اس میں ”نضح“ کا لفظ تھا اور اس حدیث میں ”صب“ کا لفظ ہے جس کا معنی پانی بہانا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی ”نضح“ کا معنی پانی بہانا ہے پانی چھڑکنا نہیں ہے تاکہ ان احادیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حسن بصری کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا جو لڑکا کھانا نہ کھاتا ہو (صرف دودھ پیتا ہو) وہ اس کے پیشاب پر پانی بہاتی تھیں اور جب وہ کھانا کھاتا تھا تو اس کے پیشاب کو دھوتی تھیں اور وہ لڑکی کے پیشاب کو بھی دھوتی تھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۹)

اور باب مذکور کی حدیث: ۲۲۲ میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا، صحیح بخاری کی یہ حدیث اور باقی محولۃ الصدرا حدیث فقہاء احناف کے موقف پر قوی دلیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۳۵۷ دار المعرفۃ بیروت اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

اس حدیث کا عموم اور اطلاق بھی یہ خبر دیتا ہے کہ شیر خوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں میں فرق نہ کیا جائے اور ان کپڑوں پر پانی بہا کر ان کو دھویا جائے اور ان پر صرف پانی چھڑک کر گندگی کو مزید پھیلا یا نہ جائے۔

۲۲۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنِ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَرِهِ فَقَالَ عَلَى قَوْلِهِ لَدَعَا بِمَاءٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ از ام قیس بنت محسن بے شک وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے چھوٹے بچے کو لے کر آئیں جس نے ابھی طعام کھانا نہیں شروع کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھالیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب

فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ. [طرف الحدیث: ۵۶۹۳]

کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہایا (یا اس کو دھویا)
اور اس کو (زیادہ رگڑ کر) نہیں دھویا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۷، رقم المسلسل: ۶۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۴، سنن ترمذی: ۷۱، سنن نسائی: ۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۵۲۳، مسند الحمیدی: ۲۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰، الاحاد والثنائی: ۳۲۵۳، المستفی: ۱۳۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۵، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰۲، شرح معانی الآثار: ۵۷۰، صحیح ابن حبان: ۱۳۷۳، المعجم الکبیر ج ۲ ص ۲۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۳، شرح السنہ: ۲۹۳، مؤلفا امام مالک: ۱۱۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۵، طبع قدیم مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹۹۶، ج ۲ ص ۲۴۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آپ نے پانی منگا کر (پیشاب آلودہ) کپڑے پر بہایا اور اس کو (زیادہ رگڑ کر) نہیں دھویا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث کے معنی کی وضاحت

اس حدیث میں ”نضحه“ کا لفظ ہے اور ہم حدیث: ۲۲۲ میں تفصیل سے تحقیق کر چکے ہیں کہ اس کا معنی یہاں پر پانی بہانا اور دھونا ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے: اور اس کو نہیں دھویا اس کا معنی ہے: اس کو بہت رگڑ کر اور مل مل کر نہیں دھویا کیونکہ شیر خواہ لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانا بہ کثرت احادیث سے ثابت ہے جس کو ہم حدیث: ۲۲۲ کی شرح میں تفصیل سے باحوالہ بیان کر چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے حدیث مذکور سے استنباط کردہ مسائل اور ان پر حافظ عینی کا تعاقب

- (۱) اس حدیث سے نبی ﷺ کی بچوں پر شفقت کا پتا چلتا ہے کہ بچوں کو آپ کی گود میں بٹھا دیا جاتا وہ آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیتے اور اس سے نبی ﷺ کے چہرے پر ناگواری اور ناراضگی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے تھے۔
- (۲) اس حدیث میں حسن معاشرت اور تواضع کا بیان ہے اور اہل فضل کی برکت حاصل کرنے کے لیے بچوں کو ان کے پاس لے جانا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ بچوں کو حالت ولادت میں اور اس کے بعد اٹھا کر لے جانا ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۵۵، دار المعرفۃ) علامہ بدرالدین عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے یہ لکھا ہے: یہ عبارت انہوں نے بغیر غور و فکر کے لکھی ہے ورنہ بچوں کو حالت ولادت میں کب اٹھا کر لایا جاسکتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۹۹) نیز حافظ عسقلانی نے اس حدیث کے فوائد میں یہ بھی لکھا ہے: مولود کو گھٹی دینا علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر نہیں ہے اگرچہ دوسری احادیث میں نو مولود کو گھٹی دینے کا بھی ذکر ہے (جیسا کہ صحیح مسلم: ۲۸۶ میں مذکور ہے) اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام قیس اپنے بچہ کو نبی ﷺ کے پاس حصول برکت اور طلب دعا کے لیے لائی تھیں کیونکہ جس کے لیے نبی اکرم ﷺ دعا فرمادیں وہ دنیا اور آخرت میں مسعود ہو جاتا ہے اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بچہ کو گھٹی دلوانے کے لیے لائی ہوں مگر اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۹۹)

حافظ ابن حجر کے فقہاء احناف کے مذہب پر اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ شیر خواہ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں کے متعلق تین مذہب ہیں: (۱) شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب میں پانی چھڑکنا کافی ہے لڑکی کے پیشاب میں کافی نہیں ہے (۲) دونوں کے پیشاب میں پانی

چھڑکنا کافی ہے یہ اوزاعی کا مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول ہے اور امام مالک سے بھی مروی ہے (۳) فقہاء احناف اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا ہے: انہوں نے قیاس کی پیروی کی ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے اس کپڑے کو نہیں دھویا، انہوں نے اس کی جو تاویل کی ہے وہ خلاف ظاہر ہے اور دوسری احادیث سے بعید ہے اور لڑکی کے پیشاب کے حکم میں فرق اس لیے ہے تاکہ مشقت کم ہو۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۵ دار المعرفۃ بیروت)

مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ فقہاء احناف نے اپنے مذہب میں قیاس کی پیروی کی ہے قطعاً باطل اور مردود ہے ہم حدیث: ۲۲۲ کی شرح میں ان احادیث کا تفصیل سے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں جن کی پیروی میں فقہاء احناف نے کہا ہے کہ شیرخوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو بھی دھونا واجب ہے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے اس کپڑے کو نہیں دھویا، اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس کو زیادہ مل مل کر نہیں دھویا، یہ تاویل اس لیے کی ہے کہ دوسری احادیث میں اس کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے جن کو ہم حدیث: ۲۲۲ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو احادیث میں تعارض اور تضاد لازم آئے گا سو یہ تاویل خلاف ظاہر نہیں بلکہ احادیث میں توافق اور تطبیق پیدا کرنے کے لیے ہے نیز حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ شیرخوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں میں فرق اس لیے کیا ہے تاکہ دھونے کی مشقت کم ہو حافظ ابن حجر کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ اپنے اس مذہب میں قیاس کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کا یہ قیاس صریح اور صحیح احادیث کے خلاف ہے اس لیے باطل اور مردود ہے نیز اسلام تو طہارت اور صفائی کی تعلیم دیتا ہے اور شیرخوار بچے کے پیشاب کو طہار قرار دینا اسلام کے اس اصول کے کلیہ خلاف ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۵۔ ج ۱ ص ۹۶۶ پر ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

شیرخوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کے دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔

کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا

۶۰۔ بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا

یعنی اس باب میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب میں صرف کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے متعلق احادیث ہیں پھر باب کے عنوان میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بہ کثرت احادیث میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے اس کا بھی ذکر کر دیا اور اس کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب پیشاب کے حکم سے متعلق ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچرا گھر (گھوڑے) پر آئے پھر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر آپ نے پانی منکایا سو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا

پھر آپ نے وضوء کیا۔

۲۲۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ

عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ قَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ

فَجَنَّتَهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ [الطواف الحدیث: ۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷]

(صحیح مسلم: ۳۰۷۳، رقم المسلسل: ۶۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳، سنن ترمذی: ۱۳، سنن نسائی: ۲۸-۲۹-۳۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۶-۳۰۷، سنن ابوداؤد الطیالسی: ۳۰۶، مصنف عبد الرزاق: ۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، سنن داری: ۶۶۸، مسند ابی یوسف: ۲۸۶۳، المستفی: ۳۶، صحیح ابن خزیمرہ: ۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۳۲۵-۱۳۲۴، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۱۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۰، شرح السنہ: ۱۹۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۲، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۳۱-۲۳۲۳۲، ج ۳۸ ص ۲۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ قوم کے کچراخانہ پر آئے پھر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ قوم کے کچرا گھر پر آئے اور وہاں پیشاب کیا اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی کی مملوک جگہ پر آپ کا پیشاب کرنا کس طرح جائز ہوگا؟ اس سوال کے متعدد جواب ہیں:

- (۱) یہ جگہ قوم کی ملکیت نہ تھی اور چونکہ قوم کے لوگ وہاں پر کچرا ڈالتے تھے اس لیے اس کی اضافت قوم کی طرف کر دی۔
- (۲) نبی ﷺ کو علم تھا کہ قوم کے لوگ آپ کے اس تصرف کو ناپسند نہیں کریں گے اور ایسی صورت میں تصرف جائز ہوتا ہے۔
- (۳) جس چیز کی آپ کی امت مالک ہو اس چیز پر آپ کا تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ آپ تمام مؤمنین کی جانوں اور ان کے مالوں پر اقرب بالتصرف ہیں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ لوگ اپنی املاک میں آپ کے تصرف سے خوش ہوتے تھے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے حکم میں مذاہب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے اور جب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے تو بیٹھ کر پیشاب کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے امام مالک نے کہا ہے: اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں اڑتیں تو کوئی حرج نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اور عام علماء نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت انس، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے حضرت ابن مسعود اور ابراہیم بن سعد نے اس کو مکروہ کہا ہے ابراہیم کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے اور ابن المنذر نے کہا: بیٹھ کر پیشاب کرنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مباح ہے اور ان میں سے ہر طریقہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث کی معارض احادیث کی توجیہات

باب مذکور کی حدیث کے معارض حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس نے تم کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کی تصدیق نہ کرو! آپ صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: ۱۳، سنن نسائی: ۲۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو! اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف گھر کے احوال پر مطلع تھیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے گھر کے باہر

رَأَيْتُنِي أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشِي، فَاتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ، فَقَالَ: فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيَّ فِجْتَةً، فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ.

منصور از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں اور رسول اللہ ﷺ جا رہے تھے پھر آپ ایک دیوار کے پیچھے قوم کے کچرا گھر پر آئے پھر آپ اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے پھر آپ نے پیشاب کیا پس میں آپ سے پیچھے ہٹ گیا پھر آپ نے مجھے اشارہ کیا تو میں آپ کے پاس آیا پس میں آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فارغ ہو گئے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۲۳ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ کو بلایا اور وہ آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی معزز شخص پیشاب کے لیے جائے تو اپنے ساتھ اپنے کسی ساتھی کو لے جائے جو اس کے پیچھے کھڑا ہو جائے تاکہ اس کی آڑ اور حجاب ہو جائے۔ علامہ ابن بطلان نے کہا: یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور جب وہ بیٹھ کر پیشاب کرے تو پھر اس کے ساتھی کو اس سے دور چلے جانا چاہیے اور حضرت حذیفہ آپ کی حفاظت کے خیال سے آپ کے قریب آ کر کھڑے ہوئے تھے نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان قضاء حاجت کے لیے جائے تو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رہے اور کسی دیوار یا درخت کی آڑ میں کھڑا ہو مہذب نے کہا: اس حدیث میں شاگرد اور مرید سے خدمت لینے کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطلان ج ۱ ص ۲۲۲ دار الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۶۲۔ بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

قوم کے کچرا گھر کے پاس پیشاب کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کیونکہ دونوں بابوں کا تعلق پیشاب کے حکم سے ہے۔

۲۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُورَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدُّ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ، أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَقَالَ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرورہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی ابی وائل انہوں نے کہا: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پیشاب کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کپڑے کو کاٹ دیتا تھا پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! وہ یہ کہنے سے رک جاتے رسول اللہ ﷺ قوم کے کچرا گھر پر آئے اور آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

کپڑوں پر پیشاب لگنے سے کپڑے کو کاٹ دینے کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد

اس حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ بنی اسرائیل میں سے جب کسی ایک کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا

تو وہ اس کپڑے کو کاٹ دیتا تھا اس کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

حضرت عبدالرحمان بن حنبلہ بن حنبلہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی طرف گئے آپ گھر سے نکلے اور آپ کے ساتھ ایک ڈھال تھی آپ نے اس کے ساتھ پردہ کیا پھر پیشاب کیا پس ہم نے کہا: آپ کی طرف دیکھو آپ ایسے پیشاب کر رہے ہیں جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔ آپ نے اس بات کو سن لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل کے صاحب کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ جب ان کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیتے تھے جہاں ان کا پیشاب لگا ہوتا تھا اس صاحب نے ان کو منع کیا تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔ امام ابوداؤد نے کہا: منصور نے بیان کیا از ابوداؤد از حضرت ابوموسیٰ اس حدیث میں یہ مراد ہے: وہ اپنی کھال کو کاٹ دیتا تھا اور عاصم کی سند سے بیان کیا از ابوموسیٰ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: وہ اپنے جسم کو کاٹ دیتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲، سنن نسائی: ۳۰، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶)

اس حدیث میں صاحب سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور جن کو عذاب دیا گیا وہ بنی اسرائیل تھے اور یہاں آجھ عبارت مقدر ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس سے منع کیا کہ ان کے جسم یا کپڑوں پر پیشاب لگے وہ اس سے باز نہ آئے تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق ہماری شریعت میں سختی نہیں ہے

حضرت حذیفہ نے کہا: کاش! حضرت ابوموسیٰ اشعری پیشاب کے معاملہ میں اتنی سختی کرنے سے رک جاتے ان کا مقصود یہ تھا کہ پیشاب کے معاملہ میں اتنی سختی کرنا سنت کے خلاف ہے کیونکہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرے گا تو وہ پیشاب کی چھینٹوں کے لگنے کا محل بنے گا اور نبی ﷺ نے اس احتمال سے بچنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۰۷)

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: حضرت حذیفہ کا یہ قول ان علماء کے لیے حجت ہے جو پیشاب کے معاملہ میں رخصت دیتے ہیں کیونکہ یہ معلوم ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرے گا اس کے اوپر سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے قطرات اتر لگیں گے اور اس حدیث میں ہمارے لیے آسانی اور نرمی ہے کیونکہ ہم سے پہلی امت اپنے کپڑوں میں اس جگہ کو کاٹ دیتی تھی جہاں پیشاب لگتا تھا اور حضرت حذیفہ کی حدیث فقہاء احناف کے مذہب کے موافق ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۴۲)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کی چھینٹوں کے حکم میں اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں: ان کو دھونا مستحب ہے امام شافعی فرماتے ہیں: ان کو دھونا واجب ہے امام ابوحنیفہ نے اس میں آسانی دی ہے جس طرح انہوں نے باقی معمولی نجاستوں میں آسانی دی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۰۷-۲۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

* صحیح البخاری کی حدیث: ۲۲۵-۲۲۶، شرح صحیح مسلم: ۵۳۲-۵۳۳، ج ۱ ص ۹۳۳-۹۳۴ پر مذکور ہے وہاں ان حدیثوں کی شرح نہیں کی گئی۔

خون کو دھونا

۶۳۔ بَابُ غَسْلِ الدَّمِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں پیشاب کو دھونے کا بیان تھا اور اس باب میں خون کو دھونے کا ذکر ہے اور خون اور پیشاب دونوں نجس ہیں اور ان دونوں ابواب میں نجاست کو دھونے کا ذکر ہے۔

۲۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتْ امْرَأَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا تَحِيضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ تَحْتَهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ وَتَنْضَحُهُ وَتَصَلِّي فِيهِ. [طرف الحدیث: ۳۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ نے حدیث بیان کی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اس نے کہا: یہ بتائیے کہ ہم میں سے کوئی عورت اپنے کپڑوں میں حیض کا خون دیکھتی ہے وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اس خون کو کھرچ دے پھر اس کو پانی سے ملے پھر اس کو دھوئے پھر ان کپڑوں میں نماز پڑھے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۱، الرقم المسلسل: ۶۶۱، سنن ابو داؤد: ۳۶۲-۳۶۱، سنن ترمذی: ۱۳۸، سنن خلی: ۲۹۲، سنن ابن ماجہ: ۶۲۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۵، المعجم الکبیر: ۲۹۰، ج ۲، سنن بیہقی ج ۲، ص ۳۰۶، مسند احمد ج ۶، ص ۳۳۶، طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۹۳۲، ج ۳۳، ص ۳۹۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر اس کپڑے کو دھوئے۔

”حَتّ“ قرص“ اور ”نضح“ کا معنی

اس حدیث میں ”تحتہ“ کا لفظ ہے ”حتّ“ کا معنی ہے: درخت سے پتے جھاڑنا اور یہاں مراد ہے: خشک خون کو کھرچ کر صاف کرنا اور ”تقرصہ بالماء“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پانی سے مل کر صاف کرنا۔

اور اس میں ”تنضحہ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دھونا، شیر خوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو صاف کرنے کے لیے بھی حدیث میں ”ینضح“ کا لفظ ہے۔ فقہاء شافعیہ وہاں اس کا معنی پانی چھڑکنا کرتے ہیں اور ہم اس کا معنی پانی سے دھونا کرتے ہیں اور یہاں پر شوافع نے بھی ”تنضحہ“ کا معنی پانی سے دھونا کیا ہے اس لیے وہاں بھی اس کا معنی پانی سے دھونا کرنا چاہیے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی مالکی نے کہا ہے: ”تنضحہ“ کا معنی ہے: اس کو دھوئے اور علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: اس پر پانی چھڑکے علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ کپڑا پاک ہے تو پانی چھڑکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر وہ کپڑا نجس ہے تو پانی چھڑکنے سے وہ پاک نہیں ہوگا اس لیے علامہ خطابی نے جو اس کا معنی دھونا کیا ہے وہ زیادہ اچھا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۵۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ہر مانع چیز سے نجاست کے ازالہ پر دلیل

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نجاست صرف پانی سے زائل ہوتی ہے اور دیگر مانعات سے زائل نہیں ہوتی اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ ہر مانع طاہر سے نجاست زائل ہو جاتی ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جس میں اسے حیض آ جاتا تھا پس اگر اس کپڑے پر خون لگ جاتا تو وہ اس خون کو اپنے تھوک سے بھگوئی، پھر اس کو اپنے تھوک سے رگڑ کر صاف کرتی۔ (سنن ابو داؤد: ۱۵۸)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر تھوک خون کو زائل کر کے کپڑے کو پاک نہ کرتا تو تھوک لگانے سے نجاست اور زیادہ ہو جاتی اور تھوک پانی کا غیر ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہر مانع چیز سے نجاست زائل ہو جاتی ہے پھر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال ہے کہ وہ بعد میں پانی سے دھو لیتی ہوں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۹-۵۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بعد میں پانی سے دھونے کا ذکر نہیں ہے لہذا فقہاء احناف کا اس حدیث سے استدلال درست ہے اور حافظ ابن حجر کا حدیث میں احتمال نکال کر جواب دینا باطل اور مردود ہے۔

قلیل نجاست کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالمالک ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نجاستات کو زائل کرنے میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اصل ہے۔

اس حدیث میں "النضح" کا لفظ ہے اور کلام عرب میں اس سے مراد دھونا ہوتا ہے اور اس پر دلیل کہ اس حدیث میں اس سے مراد دھونا ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حمیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنے آپ سے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو اور علماء کے نزدیک یہ حدیث کثیر خون پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خون کے نجس ہونے میں یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ بہا ہوا خون ہو اور وہ کثیر جاری خون سے کٹا یہ ہے مگر خون کی جو مقدار معاف ہوتی ہے اس میں اختلاف ہے۔ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خون اور باقی نجاستات میں درہم کی مقدار قلیل نجاست ہے اور درہم سے زیادہ مقدار کثیر نجاست ہے انہوں نے اس کا قیاس اس پر کیا ہے کہ جب پاخانہ کرنے کے بعد پتھر سے استنجا کیا جائے تو مقعد کی گردنوں اور اطراف میں ایک درہم کے برابر نجاست لگی رہتی ہے اور اتنی مقدار معاف ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک درہم کی مقدار نجاست قلیل ہے اور اس سے زیادہ کثیر ہے۔

امام مالک نے کہا: قلیل خون معاف ہے اور باقی نجاستات کی قلیل مقدار کو دھویا جائے گا اور ابن وہب نے ان سے روایت کیا ہے کہ حیض کا قلیل خون بھی کثیر خون کی طرح ہے اور امام شافعی کے نزدیک تھوڑا خون بھی دھویا جائے گا مگر پتھو کا خون معاف ہے کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

امام مالک نے جو کہا ہے کہ حیض کا قلیل خون بھی کثیر کی طرح ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت اسماء سے حیض کے خون کے متعلق فرمایا: اس کو کھرچو پھر اس کو پانی سے ملو اور آپ نے قلیل خون اور کثیر میں فرق نہیں کیا اور نہ آپ نے حیض کے خون کی مقدار کے متعلق کوئی سوال کیا اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حمیش سے فرمایا: تم اپنے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو اور اس حکم میں آپ نے درہم کی مقدار خون یا اس سے کم یا زیادہ کا فرق نہیں کیا۔

امام مالک کی جو دوسری روایت ہے کہ حیض کا قلیل خون معاف ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ قلیل خون کا معاف ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ انسان کا غالب حال یہ ہے کہ اس کو پھنسی اور زخم ہوتا ہے اور اس پر پتھو اور مچھر کا خون لگ جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بننے والے خون کو حرام کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ جو خون بننے والا نہ ہو وہ معاف ہے اور تمام نجاستوں میں صرف بننے والے خون کا استنجا کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ قلیل خون کو بھی حرام کر دیتا تو لوگ خون کو گوشت کی رگوں سے بھی تلاش کر کے نکالتے لیکن ہم گوشت کو پکاتے ہیں اور ہڈیا کے اوپر پیلا ہٹ ہوتی ہے اور انسان کا غالب حال یہ نہیں ہے کہ اس کے کپڑوں اور بدن پر پاخانہ یا پیشاب لگا ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس لیے صرف خون کی قلیل مقدار معاف ہے اور باقی نجاستوں کی قلیل

مقدار معاف نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۳۶-۳۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک قلیل نجاست کی مقدار

فقہاء احناف کے نزدیک باقی نجاستوں میں بھی قلیل مقدار معاف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پاخانہ کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء کرنے کو کافی قرار دیا گیا ہے اور اس کے بعد پانی سے دھونے کو فرض یا واجب قرار نہیں دیا گیا حالانکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد مکمل صفائی نہیں ہوتی اور تھوڑی سی نجاست لگی رہتی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء نے قلیل نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے کیونکہ صاحب الاسرار نے حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے اور ان کی اقتداء کرنا ہمارے لیے کافی حجت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: انہوں نے نجاست کو ایک ناخن کے برابر مقرر کیا ہے اور ”الحیط“ میں مذکور ہے: ان کا ناخن ہماری ہتھیلی کے برابر ہے پس یہ اس پر دلیل ہے کہ ایک درہم سے کم نجاست نماز سے مانع نہیں ہے اور ”محیط“ میں یہ بھی مذکور ہے کہ درہم کبیر ہتھیلی کی چوڑائی کی مثل ہے اور ”صلاة الاصل“ میں مذکور ہے کہ درہم کبیر ایک مثقال تک پہنچتا ہے اور علامہ سرخسی کے نزدیک ان کے زمانہ کا درہم معتبر ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۱۱-۲۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

قلیل نجاست کا معیار آیا درہم کی چوڑائی ہے یا اس کا وزن؟

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی التونی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

(۷۵۵) یہ معلوم کرنا واجب ہے کہ ہمارے نزدیک نجاست کی قلیل مقدار معاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کپڑے میں قلیل نجاست کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب میرے اس ناخن کی مقدار کے برابر نجاست ہو تو وہ جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے کیونکہ قلیل نجاست سے بچنا ممکن نہیں ہے کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے پھر وہ نمازی کے کپڑوں پر بیٹھتی ہے اور اس کے پروں اور پیروں میں نجاست ضرور ہوتی ہے اس لیے عموم بلوی کی وجہ سے قلیل نجاست کو معاف کر دیا گیا اور صحیح آثار سے ثابت ہے کہ اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پتھروں سے استنجاء کو کافی سمجھتے تھے اور پتھر اصل نجاست کو زائل نہیں کرتا اور اگر قلیل نجاست معاف نہ ہوتی تو وہ پتھروں سے استنجاء کو کافی قرار نہ دیتے۔

(۷۵۶) پھر نجاست کی دو قسمیں ہیں: غلیظہ اور خفیۃ سو نجاست غلیظہ جب درہم کی مقدار کے برابر ہو یا اس سے کم ہو تو جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے اور اگر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو پھر جواز صلوٰۃ سے مانع ہے اور اعتبار درہم کبیر کا ہے درہم صغیر کا اعتبار نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ”الجامع الصغیر“ میں لکھا ہے: درہم کبیر درہم میں بڑا ہوتا ہے اور انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ درہم کبیر کی چوڑائی کا اعتبار ہے یا اس کے وزن کا۔

(۷۵۷) دوسرے مقام پر امام محمد نے فرمایا: درہم کبیر وہ ہے جو ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہو جیسے الدرہم الشبلی اور کتاب الصلوٰۃ میں انہوں نے ذکر کیا کہ درہم کبیر کے وزن کا اعتبار ہے۔

(۷۵۸) امام ابو جعفر رحمہ اللہ نے امام محمد کے ان الفاظ میں تطبیق دی ہے انہوں نے کہا: امام محمد نے جہاں درہم کی چوڑائی کا اعتبار کیا ہے اس سے نجاست رقیقہ کی مقدار مراد ہے اور جہاں انہوں نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا ہے اس سے ان کی مراد نجاست غلیظہ کی مقدار ہے اور یہی صحیح مذہب ہے کہ نجاست رقیقہ میں درہم کی چوڑائی قلیل نجاست ہے اور نجاست غلیظہ میں درہم کا وزن قلیل نجاست

ہے اور درہم کا اعتبار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ناخن کے برابر نجاست کو قلیل نجاست قرار دیا اور ان کا ناخن درہم کبیر کی مقدار کے برابر تھا اور حدث (وضو توڑنے) کی جگہ کا اعتبار ہے کیونکہ شریعت نے نجاست کی اس مقدار کو معاف کر دیا ہے جو وضو توڑنے کی جگہ (مقعد) میں لگی ہوتی ہے کیونکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد طہارت کا حکم لگایا جاتا ہے اور پتھر نجاست کو زائل کرتا ہے اس کے اثر کو زائل نہیں کرتا یہ اس کی دلیل ہے کہ موضع حدث (مقعد) میں جو نجاست لگی ہوتی ہے شریعت نے اس کو معاف کر دیا اور موضع حدث (مقعد) درہم کبیر کی مقدار کے برابر ہے لیکن انہوں نے موضع حدث (وضو توڑنے کی جگہ یعنی مقعد) کے ذکر کو قبیح جانا پس انہوں نے اس کا درہم سے کنایہ کیا اسی طرح ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۱ ص ۲۷۱-۲۷۲ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۲۳ھ)

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

اس حدیث سے جو دیگر مسائل معلوم ہوئے وہ یہ ہیں:

(۱) خون بالا جماع نجس ہے (۲) نجاست کو زائل کرنے میں عدد شرط نہیں بلکہ صفائی شرط ہے (۳) عورت اپنے کپڑوں میں جب خون لگا ہوا دیکھے تو اس کو پانی سے دھو کر صاف کرے پھر ان کپڑوں سے نماز پڑھ سکتی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۳۔ ج ۱ ص ۹۷۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔

۲۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةَ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكَ فَادْعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي. قَالَ وَقَالَ أَبِي ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ.

(الطہارۃ الحدیث: ۳۰۶-۳۲۰-۳۲۵-۳۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیشؓ نبی ﷺ کے پاس آئیں پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک میں ایسی عورت ہوں جس کا حیض مسلسل جاری رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے پس جب تمہارا حیض آجائے تو نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون صاف کرنا پھر (غسل کر کے) نماز پڑھنا میرے والد نے کہا: آپ نے فرمایا: پھر تم ہر نماز کے لیے وضو کرنا حتیٰ کہ اس نماز کا وقت آجائے۔

(صحیح مسلم: ۳۳۳، الرقم المسلسل: ۷۳۷، سنن ندی: ۱۲۵، سنن نسائی: ۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۷، سنن دارقطنی ج ۱

ص ۲۰۶، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۵، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۳۱۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۳ طبع

قدیم مسند احمد: ۲۵۶۲۲- ج ۲ ص ۳۰۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون

کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرے اس میں فقہاء احناف اور شوافع کا اختلاف ہے کہ مستحاضہ ہو یا کوئی اور صاحب عذر مثلاً جس کے پیشاب کے قطرات ہر وقت نکلتے رہتے ہیں یا جسم کے زخم سے ہر وقت خون بہتا رہتا ہے آیا وہ ہر نماز کے لیے ایک وضوء کرے یا ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضوء کرے فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے لیے ایک وضوء کرے اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضوء کرے اور اس پورے وقت میں فرائض اور نوافل اور تلاوت قرآن کر سکتا ہے بشرطیکہ کسی اور وجہ سے اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور جب دوسری نماز کا وقت آجائے گا تو پھر اس کو دوبارہ وضوء کرنا ہوگا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۲۶ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی گئی ہیں۔

منی کو دھونا اور اس کو کھرچنا اور عورت
سے جو چیز بدن پر لگے اس کو دھونا

۶۴۔ بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهِ
وَوَغْسِلُ مَا يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر منی تر ہو تو اس کو دھو دیا جائے اور اگر منی خشک ہو تو اس کو کھرچ دیا جائے۔ اس عنوان میں ”فَرَكٌ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اتار گڑنا کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اور منی کا معنی ہے: وہ سفید اور گاڑھا پانی جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور جس کے خروج کے بعد مرد کا آلہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور اس کی بو گوندھے ہوئے آنے کی مثل ہوتی ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد عورت سے مقاربت کرتا ہے تو اس کے اندام نہانی سے جو رطوبت نکلتی ہے اگر وہ مرد کے بدن یا اس کے کپڑوں پر لگ جائے تو اس کو بھی دھویا جائے گا اس کو رطوبت فرج کہتے ہیں اس عنوان میں یہ تین چیزیں بیان کی ہیں لیکن اس باب میں جو حدیث بیان کی ہے اس میں صرف منی آلودہ کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے۔

اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سابق باب میں خون آلودہ کپڑے کو دھونے کا ذکر تھا اور اس باب میں منی آلودہ کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے اور خون اور منی دونوں نجس ہیں۔

۲۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ الْجَزْرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ نَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنْ بَقِيَ الْمَاءُ فِي نَوْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المبارک نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن ميمون الجزري نے خبر دی از سليمان بن يسار از حضرت عائشة رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے جنابت (کے اثر یعنی منی) کو دھوتی تھی آپ نماز پڑھنے کے لیے نکلتے اور پانی کے نشانات آپ کے کپڑوں میں ہوتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲]

(صحیح مسلم: ۲۸۹، رقم المسلسل: ۶۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۷۳، سنن ترمذی: ۱۱۷، سنن نسائی: ۲۹۵، سنن ابن ماجہ: ۵۳۶، مسند احمد: ج ۶ ص ۷۷ طبع تہذیب مسند احمد: ۲۳۲۰ ج ۳ ص ۲۵۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۳۳ شرح معانی الآثار: ۲۶۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۹-۴۱۸) اس باب کے عنوان کے تین اجزاء تھے: منی کو دھونا، منی کو کھرچنا اور رطوبت فرج کو دھونا اور حدیث میں صرف منی آلودہ کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے بقیہ دو اجزاء کا ذکر نہیں ہے سو اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت دلالت نفسی کے اعتبار

سے ہے دلالت مطابقی کے اعتبار سے نہیں ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

منی کے طاہر یا نجس ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا منی طاہر ہے یا نجس ہے امام مالک لکھتے ہیں 'اوزاعی' ثوری اور امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ منی نجس ہے مگر امام مالک کے نزدیک منی تر ہو یا خشک اس کو دھونا ضروری ہے اور ان کے نزدیک خشک منی کو کھر چنا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تر منی کو دھویا جائے گا اور خشک منی کو کھر چ دینا کافی ہے اور امام شافعی امام احمد اسحاق اور ابو ثور نے یہ کہا کہ منی طاہر ہے اس کو کپڑے سے کھر چ دیا جائے اور اگر نہ کھر چے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے صحابہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک منی کو کھر چنا جائز ہے حضرت ابن عباس فرماتے تھے: تم منی کو کسی کپڑے سے یا کسی تنگے سے کھر چ دو اور اگر اس کو نہ دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۵۰-۳۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ موافق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: منی طاہر ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ خون کی مثل نجس ہے اور مذہب میں پہلی روایت مشہور ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۲۸۷ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا استدلال باب مذکور کی حدیث سے ہے اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے۔

منی کی طہارت پر امام شافعی اور امام احمد کے دلائل

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بہ طور مہمان ٹھہرے ان کو احتلام ہو گیا حضرت عائشہ کی باندی نے دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے سے منی کو دھور ہے تھے یا اس کپڑے کو دھور ہے تھے اس باندی نے حضرت عائشہ کو اس کی خبر دی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھر چنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتی تھی (یعنی دھوتی نہیں تھی)۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶-۱۰۵، رقم المسلسل: ۶۶۹-۶۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۱، سنن نسائی: ۲۹۳، سنن ترمذی: ۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۵۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵-۱۳۷-۳۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۵)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی چادر سے منی کھر چ دیتی تھی اور ہمارے پاس ان دنوں اونی چادر تھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۳)

علماء احناف کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

منی نجس ہے اور ان آثار سے امام شافعی اور امام احمد کا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی جس چادر اور جس کپڑے سے منی کھر چنے کا ذکر کیا ہے وہ آپ کے سونے کے کپڑے تھے نماز پڑھنے کے کپڑے نہیں تھے نماز پڑھنے کے کپڑوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے) اور ہم دیکھتے ہیں کہ جن کپڑوں میں پاخانہ اور پیشاب کی نجاست ہو ان کو پہن کر سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے تو منی آلودہ کپڑوں کو پہن کر سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مصنف کے نزدیک یہ آثار امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہیں؛ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: میں ان کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھی اور گیلی منی کو نہیں کھرچا جاتا؛ خشک منی کو ہی کھرچا جاسکتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خشک منی کو کپڑے سے کھرچ دینا کافی ہے؛ سو یہ آثار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہیں؛ البتہ امام مالک کے خلاف ہیں؛ کیونکہ وہ خشک منی کو کھرچنے کے قائل نہیں ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد جو کہتے ہیں کہ منی پاک ہے؛ ان کا مدعا تب ثابت ہوگا جب یہ ثابت ہو کہ کپڑے سے منی کو دھوئے یا کھرچے بغیر نبی ﷺ نے منی آلودہ کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی ہو اور یہ ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا نبی ﷺ ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے جن کپڑوں کے ساتھ تم سے جماعت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب ان کپڑوں پر نجاست نہ لگی ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۶، سنن نسائی: ۲۹۳، سنن ابن ماجہ: ۵۴۰)

حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: ہاں! جب ان کپڑوں پر نجاست نہ لگی ہو؛ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک منی نجس ہے۔

صحابہ کرام کا منی آلودہ کپڑے کو دھونا یا اس سے منی کھرچنا

بہ کثرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عکابت ہے کہ وہ منی آلودہ کپڑوں سے منی کو دھوتے تھے اور اگر منی خشک ہو تو اس کو کھرچتے تھے:

عمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے کپڑے میں جنبی ہو جائے پھر وہ اس میں (منی کا) نشان دیکھے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو دھو لے اور اگر اس کو اس کپڑے پر نشان نہ دکھائی دے تو وہ اس کپڑے کو بھگول دھوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ جنابت سے آلودہ کپڑوں کے متعلق کہتے تھے: اگر تم منی کا نشان دیکھو تو اس کو دھولو اور اگر تم کو معلوم ہو کہ اس پر منی لگی ہے پھر تم کو نظر نہیں آئی تو پورے کپڑے کو دھولو اور اگر تم کو شک ہو کہ کپڑے پر منی لگی ہے یا نہیں تو اس کپڑے کو پانی میں بھگولو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم سے منی لگنے کی جگہ چھپ جائے اور تم کو یقین ہو کہ منی لگی تھی تو تم پورے کپڑے کو دھوؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۰)

عبدالکریم بن رشید بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے کپڑے میں جنبی ہو گیا اور اس کو منی کا نشان نظر نہیں آیا؛ اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ پورے کپڑے کو دھوئے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۲)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے کپڑے میں منی لگی ہو تو میں اس کو کس طرح (پاک) کروں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم باتھ سے پانی لے کر اس جگہ کو دھو جہاں تم دیکھو کہ (منی) لگی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹) اس حدیث میں نبی ﷺ نے منی کو دھونے کا حکم دیا ہے اور اس سے حافظ ابن حجر کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ حدیث میں منی کو دھونے کا فعل ہے اور اس سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ (فتح الباری: ۷/۶۰) کیونکہ اس حدیث میں منی کو دھونے کا حکم ہے اور اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے سے احتلام کے نشان کو دھوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرچتی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۷)

ہم نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق بہ کثرت احادیث اور آثار ذکر کیے ہیں کہ منی کو لودہ کپڑے کو دھویا جاتا تھا یا خشک منی کو اس سے کھرچ دیا جاتا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منی نجس ہے اور جو لوگ منی کو ظاہر کہتے ہیں وہ کوئی ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے کہ نبی ﷺ نے تر منی کو دھوئے بغیر یا خشک منی کو کھرچے بغیر اس منی کو لودہ کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔

منی کے نجس ہونے پر عقلی دلیل

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی مصری متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

جو چیز وضو توڑنے کا سبب ہوتی ہے وہ نجس ہوتی ہے جیسے پیشاب پاخانہ اور استحاضہ کا خون اور منی کا خروج بھی وضو توڑنے کا سبب ہے اس لیے ضروری ہے کہ منی کا خروج بھی فی نفسہ نجس ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

منی کے ظاہر ہونے پر فقہاء شافعیہ کے عقلی دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ منی سے ظاہر جان دار پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کو ظاہر ہونا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات ظاہر چیز نجس چیز سے پیدا ہوتی ہے جیسے دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ منی انبیاء علیہم السلام کا مبداء ولادت ہے اس لیے اس کو ظاہر ہونا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ پھر علقہ (جما ہوا خون) کو بھی ظاہر کہیں کیونکہ وہ اقرب مبداء ولادت ہے کیونکہ منی جما ہوا خون بنتی ہے پھر اس میں ہڈیاں بنتی ہیں پھر اس میں روح پھونگی جاتی ہے نیز جس طرح منی انبیاء علیہم السلام کا مبداء ولادت ہے اسی طرح وہ کافروں مشرکوں منافقوں اور اللہ کے دشمنوں فراعنہ اور ابوجہل وغیرہ کا بھی مبداء ولادت ہے لہذا اس کو نجس کہنا واجب ہے نیز شہوت سے منی کا خروج ہوتا ہے جس کے بعد غسل واجب ہوتا ہے اس لحاظ سے بھی منی کو نجس ہونا چاہیے۔

وہ کہتے ہیں کہ انڈا مرغ کا مادہ منویہ ہے اور وہ پاک ہے اس لیے منی کو پاک ہونا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ انڈا حلال ہے اور کھایا جاتا ہے تو کیا یہ لوگ منی کو بھی حلال سمجھ کر کھائیں گے نیز ہم کہتے ہیں کہ کبھی پاک چیز متغیر ہو کر نجس ہو جاتی ہے جیسے غذا اور پانی پیٹ میں جا کر جب پاخانہ اور پیشاب کی صورت میں متغیر ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتی ہے اور کبھی نجس چیز متغیر ہو کر پاک ہو جاتی ہے جیسے خون متغیر ہو کر دودھ بن جاتا ہے اور مرغ کا مادہ منویہ متغیر ہو کر انڈا بن جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم مٹی اور پانی سے پیدا کیے گئے اور مٹی اور پانی ظاہر ہیں لہذا حضرت آدم بھی ظاہر ہیں ہم کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کون نجس کہتا ہے لیکن عام انسان مٹی اور پانی سے نہیں پیدا ہوتے اور انسان بھی پاک ہے لیکن اس سے کچھ پاک چیزیں نکلتی ہیں جن سے وضوء نہیں ٹوٹتا جیسے دودھ پسینہ آنسو تھوک رینٹ اور بلغم اور کچھ ناپاک چیزیں نکلتی ہیں جن سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے جیسے پیشاب پاخانہ حیض کا خون مذی اور منی ہے اور اس سے واضح ہوا کہ منی ناپاک اور نجس ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۵۱)

قرآن مجید میں منی کو "ماء مہین" (احمد: ۸) فرمایا یعنی انسان کو حقیر پانی کے نچوڑ سے پیدا کیا اور منی کو حقیر فرمانا بھی اس کی نجاست کی طرف اشارہ ہے چونکہ اس باب کے عنوان میں رطوبت فرج کا بھی ذکر کیا گیا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ رطوبت فرج کا بھی

شرعی حکم بیان کر دیں:

رطوبت فرج کا شرعی حکم

درج ذیل حدیث میں رطوبت فرج کا ذکر اور اس کا حکم ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! جب مرد و عورت کے ساتھ جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: عورت سے جو چیز اس کے جسم پر لگی ہے اس کو دھو لے پھر وضوء کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا: غسل کر کے نماز پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۳، صحیح مسلم: ۳۴۶، مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۳)

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

فرج کی رطوبت نجس ہے کیونکہ یہ فرج کے اندر ہوتی ہے اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا یہ مذی کے مشابہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طاہر ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرچتی تھیں اور وہ منی جماع سے تھی کیونکہ آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا اور وہ منی فرج کی رطوبت سے ملی ہوتی تھی پس اگر ہم رطوبت فرج کو نجس کہیں تو منی کو بھی نجس کہنا پڑے گا کیونکہ وہ منی عورت کی فرج سے نکلی تھی پھر رطوبت فرج سے مل کر وہ منی بھی نجس ہو جائے گی۔ (المفنی ج ۲ ص ۲۸۳-۲۸۴، دار الحدیث قاہرہ ۱۳۲۵ھ)

طاہر ہے علامہ ابن قدامہ نے منی کا یہ حکم اپنے مذہب پر بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک منی طاہر ہے اس لیے انہوں نے رطوبت فرج کو بھی طاہر قرار دیا ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ منی نجس ہے اس لیے رطوبت فرج بھی نجس ہوگی۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرج خارج کی رطوبت طاہر ہوتی ہے کیونکہ وضوء میں فرج خارج کو دھونا سنت ہے اگر وہ نجس ہوتی تو اس کو دھونا فرض ہوتا فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فرج خارج خارج بدن کے حکم میں ہے پس فرج خارج کی رطوبت اس طرح ہے جس طرح منہ اور ناک کی رطوبت ہوتی ہے اور جس طرح بدن سے نکلنے والے پسینہ کی رطوبت ہوتی ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت پاک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت نجس ہے لیکن جب جماع کے وقت مرد کے انزال کے بعد فرج سے رطوبت نکلے گی تو وہ منی سے مخلط ہوگی اور منی نجس ہے اس لیے وہ رطوبت بھی نجس ہو جائے گی اور اس صورت میں وہ رطوبت بالاتفاق نجس ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کی منی اور تمام فضلات امت کے حق میں طاہر ہیں لیکن آپ کے حق میں موجب حدت ہیں اسی لیے آپ پیشاب اور پاخانے کے بعد استنجاء کرتے تھے اور آپ کے منی آلود کپڑے اگر تر ہوں تو ان کو حضرت عائشہ دھوتی تھیں اور اگر خشک ہوں تو ان کو ناخنوں سے کھرچ دیتی تھیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۰۔ ج ۱ ص ۹۶۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء (۲) رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کا بیان ۳) رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔

۲۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْمُرُو عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جو منی کپڑے پر لگ جائے؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے دھوتی تھی آپ نماز کے لیے نکلتے اور آپ کے کپڑے میں دھونے کا اثر پانی کے نشانات کی صورت میں ہوتا تھا۔

(ح). وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَآثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ بَقَعُ الْمَاءِ.

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح کے لیے حدیث: ۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے کپڑے دھوتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ حسن معاشرت کا یہ تقاضا ہے کہ بیویوں کو شوہروں کے کپڑے دھونے چاہئیں اور شوہروں کی خدمت سے متعلق دیگر کام بھی کرنے چاہئیں۔

جب جنابت کو دھویا یا کسی اور نجاست کو اور اس کا اثر نہیں گیا

۶۵- بَابُ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ آثَرُهُ

اس باب میں امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جب کسی نے منی آلود کپڑے کو یا کسی اور نجاست مثلاً حیض کے خون کو کپڑے سے دھویا اور دھونے کے بعد پانی کا نشان اس میں باقی رہا اور سوکھا نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں منی آلود کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل المنقری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے اس کپڑے کے متعلق سوال کیا جس پر منی لگ جائے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے کو دھوتی تھی پھر آپ نماز کے لیے نکلتے اور کپڑے میں دھونے کا اثر پانی کے نشانات کی صورت میں ہوتا تھا۔

۲۳۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمُنْقَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَآثَرُ الْغَسْلِ فِيهِ بَقَعُ الْمَاءِ.

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے حدیث: ۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون بن مہران نے حدیث بیان کی

۲۳۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر منی لگ جاتی تو میں اس کو دھوتی، پھر آپ نماز کے لیے جاتے اور میں اس کپڑے پر دھونے کا نشان دیکھتی۔ (مسند احمد: ۲۵۹۸۵- ج ۶ ص ۲۳۵)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے سے منی کو آخر کی جڑ سے کھرچ کر صاف کرتے، پھر اس میں نماز پڑھتے۔ (مسند احمد: ۲۶۰۵۹- ج ۶ ص ۲۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ اول تو امام ابن خزمیہ اپنی روایت کے اس اضافہ میں منفرد ہیں، ثانیاً مفصل روایت اس اضافہ کے خلاف ہے، ثالثاً اگر ہم اس اضافہ کو مان بھی لیں کہ حضرت عائشہ حضور کی نماز کی حالت میں آپ کے کپڑے سے منی کھرچتی تھیں تو حافظ ابن حجر کا استدلال تب صحیح ہوگا جب یہ بات ثابت ہو کہ نماز سے پہلے آپ کی اس طرف توجہ تھی کہ اس کپڑے پر منی لگی ہوئی ہے اور پھر آپ نے نماز پڑھی اور قوی احتمال یہ ہے کہ آپ نے بے توجہی میں منی آلود کپڑے سے نماز پڑھنی شروع کی، حضرت عائشہ نے منی لگی دیکھ کر اس کو کھرچنا شروع کر دیا، پس واضح ہو گیا کہ منی ظاہر نہیں ہے۔ واللہ الحمد

۶۶- بَابُ أَبْوَالِ الْإِبِلِ وَالذَّوَابِّ

اونٹوں، چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب کا حکم

اور ان کے بازوؤں کا حکم

وَالْغَنَمِ وَمَوَابِضُهَا

اس سے پہلے باب میں منی کا حکم بیان کیا تھا اور وہ نجس ہے اور اس باب میں ان جانوروں کے پیشاب کا حکم بیان کیا ہے اور وہ بھی نجس ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَصَلَّى أَبُو مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي دَارِ الْبَرِيدِ وَالسَّرَقِينَ وَالْبَرِيَّةِ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ هَاهُنَا وَنَمَّ سَوَاءٌ. اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دار البرید میں اور گوبر میں نماز پڑھی اور صحراء ان کے پہلو میں تھا، پس انہوں نے کہا: وہاں اور یہاں نماز پڑھنا برابر ہے۔

امام بخاری نے جو تعلق ذکر کی وہ ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے علامہ عینی نے امام ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے مکمل حدیث اس طرح ذکر کی ہے:

امام بخاری کی تعلیق مذکور کی اصل اور اس تعلیق میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی

وکیع بیان کرتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از مالک بن الحارث از والد خود انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت ابو موسیٰ کے ساتھ دار البرید میں تھے تو نماز کا وقت آ گیا، پس حضرت ابو موسیٰ نے ہمیں گوبر اور بھوسے پر نماز پڑھائی، ہم نے کہا: ہم یہاں نماز نہیں پڑھتے، جب کہ صحراء آپ کے پہلو میں ہے، تو انہوں نے کہا: صحراء میں اور یہاں نماز پڑھنا برابر ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۲۳)

”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں مذکور الصدر حدیث ہمیں نہیں ملی، البتہ اس کے بجائے یہ حدیث ہے:

محمد بن عبید از الاعمش از مالک بن الحارث از والد خود انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عین التمر کے دار البرید میں تھے، پس انہوں نے اذان اور اقامت کہی، ہم نے ان سے کہا: آپ صحراء کی طرف کیسے نکلیں گے، انہوں نے کہا: یہاں اور وہاں برابر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۶ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۸، ادارة القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے ان مطبوعہ نسخوں میں گوبر اور بھوسے کا ذکر نہیں ہے، ضرور امام بخاری اور علامہ عینی کے پاس

”مصنف ابن ابی شیبہ“ کا کوئی ایسا نسخہ ہوگا جس میں گوبر اور بھوسے کا ذکر ہوگا۔

اس حدیث میں دار البرید کا ذکر ہے دار البرید اس حویلی کو کہتے ہیں: جہاں سلطان کی ڈاک لانے والے ٹھہرتے ہیں یہاں اس سے مراد وہ حویلی ہے جہاں خلفاء کے خطوط امراء کی طرف لے جانے والے ٹھہرتے تھے اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے اور یہ حویلی صحراء کی ایک طرف میں تھی اسی وجہ سے صحراء اس کے پہلو میں تھی۔ اس حدیث میں ”سرقین“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گوبر۔

تعلیق مذکور سے امام بخاری کا مقصود

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد اہل ظاہر (غیر مقلدین) کی موافقت میں گوبر کو پاک قرار دینا ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰ نے گوبر کے اوپر نماز پڑھی اور جن چوپایوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کو اونٹوں کے پیشاب کے اوپر قیاس کیا کیونکہ اس باب کی حدیث میں نبی ﷺ نے اونٹنیوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا لہذا ان کا پیشاب پاک ہو تو امام بخاری نے ان کے اوپر باقی چوپایوں کے گوبر کو بھی قیاس کر لیا اور اس کو پاک قرار دیا اسی وجہ سے امام بخاری نے کہا: حضرت ابو موسیٰ نے دار البرید میں گوبر کے اوپر نماز پڑھی تاکہ یہ حدیث اس پر دلالت کرے کہ تمام چوپایوں کا گوبر اور پیشاب پاک ہے لیکن امام بخاری کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے حضرت ابو موسیٰ نے گوبر کے اوپر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہو یا دار البرید میں کسی صاف جگہ پر نماز پڑھی ہو جہاں گوبر نہ ہو۔ (شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن حجر کا کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنے کو بدعت قرار دینا اور مصنف کے نزدیک اس کا سنت ثابت ہونا

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ ابن بطل پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھائے بغیر نماز پڑھی جائے سفیان ثوری نے اعمش کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہمیں ابو موسیٰ نے گوبر کی جگہ میں نماز پڑھائی۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے گوبر کے اوپر بغیر کسی حائل کے نماز پڑھائی اور سعید بن منصور نے سعید بن المسیب وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ”الطنفسۃ“ (چٹائی یا کپڑے) پر نماز پڑھنا بدعت ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا غلط ہے کہ اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھائے بغیر نماز پڑھی جائے بلکہ اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے اور سعید بن المسیب کا اس کو بدعت کہنا باطل ہے کیونکہ نبی ﷺ بہ کثرت صحابہ اور فقہاء تابعین چٹائی یا کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھتے تھے امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے: چٹائی پر نماز سو چٹائی پر نماز پڑھنا بدعت کیسے ہوگا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی آپ نے اس سے کھایا پھر فرمایا: کھڑے ہو جاؤ میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ استعمال سے میلی ہوئی تھی میں نے اس کو پانی سے دھویا پھر رسول اللہ ﷺ اس چٹائی پر کھڑے ہوئے میں اور یتیم اس چٹائی پر آپ کے پیچھے صف میں کھڑے ہوئے اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھی پھر آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر تشریف لے گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰-۳۹۰، صحیح مسلم: ۵۰۰، سنن ابوداؤد: ۶۱۳، سنن ترمذی: ۲۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کپڑے کے اوپر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۲۰، دارالکتب العلمیہ)

حضرت میمونہ، حضرت ابوسعید، حضرت ام سلیم، حضرت عائشہ، حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۲۵-۴۰۲۳-۴۰۲۲-۴۰۲۱) اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمر، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوذر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۳۲-۴۰۳۰-۴۰۲۷-۴۰۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن عباس، عمر بن عبد العزیز، حضرت علی، حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم ٹاٹ پر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۳۱-۴۰۲۹-۴۰۲۸-۴۰۲۶-۴۰۲۵)

حضرت انس اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چادر پر نماز پڑھی۔ (مصنف: ۴۰۳۳-۴۰۳۲) حضرت ابوالدرداء نے کہا: اگر میں چھ طنفسہ (چادر کپڑا یا چٹائی) اوپر تلے رکھ کر بھی نماز پڑھوں تو پرواہ نہیں۔ (مصنف: ۴۰۳۴) حضرت ابن عباس، ابوالفضل اور حسن بصری نے طنفسہ پر نماز پڑھی۔ (مصنف: ۴۰۳۹-۴۰۳۶-۴۰۳۵) ان کے علاوہ اور بہت زیادہ آثار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین گھروں اور مسجدوں میں کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھتے تھے تو کون مانے گا کہ حضرت ابوموسیٰ ایسے عظیم صحابی دار البرید میں گوبر کے اوپر کوئی کپڑا یا چٹائی بچھائے بغیر نماز پڑھیں گے اور ان احادیث اور آثار کے ہوتے ہوئے حافظ ابن حجر کی اس نقل کو کون تسلیم کرے گا کہ کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنا بدعت ہے۔

جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت اور نجاست میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے:

عطاء، نفعی، زہری، ابن سیرین، حکم اور شععی کا مذہب یہ ہے کہ ان کا پیشاب طاہر ہے، امام مالک، ثوری، محمد بن الحسن، زفر، حسن بن صالح، امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام شافعی اور ابو ثور کا یہ مذہب ہے کہ تمام قسم کے پیشاب نجس ہیں۔

امام مالک اور امام احمد وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے غرضین کے لیے اونٹنیوں کے پیشاب اور ان کے دودھ کو پینا جائز قرار دیا تھا اگر اونٹوں کا پیشاب نجس ہوتا تو آپ انہیں اس کے پینے کی اجازت نہ دیتے، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ نے اونٹوں کے پیشاب پینے کی عام اجازت نہیں دی تھی بلکہ صرف غرضین کو ان کے خاص مرض کی وجہ سے اجازت دی تھی اور آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم تھا کہ ان کا علاج اسی طرح ہو سکتا ہے۔

ابن علیہ اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ انسان کے علاوہ ہر حیوان کا پیشاب پاک ہے اور تمام فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تمام گوبر نجس ہیں، امام مالک، ثوری اور زفر کا مذہب یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا گوبر ان کے پیشاب کی طرح پاک ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے گوبر کے اوپر نماز پڑھی اس سے ان کا مقصود اہل ظاہر کی موافقت کرنا ہے کہ ہر جانور کا گوبر پاک ہے۔

گوبر پر نماز پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

گوبر پر نماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ حدیث صریح ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات جگہوں پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے:

(۱) بیت اللہ کی چھت پر (۲) مقبرہ میں (۳) گوبر اور لید پر (۴) مذبح میں (۵) حمام میں (۶) اونٹوں کے بازوؤں میں (۷) شارع عام میں۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶-۳۳۷، سنن ابن ماجہ: ۴۳۷-۴۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱)

عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نجس جگہ پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے اور حضرت ابو موسیٰ کا گوبر پر نماز پڑھنا اسی پر محمول ہے اور اگر بالفرض انہوں نے گوبر پر ہی نماز پڑھی تھی تو یہ صرف ان کا فعل ہے اور کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۵۶، عمدة القاری ج ۳ ص ۲۲۵، فتح الباری ج ۱ ص ۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابی ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ عکل یا عرینہ سے کچھ لوگ آئے انہیں مدینہ موافق نہیں آیا تو نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ وہ دودھ والی اونٹنیوں کے بازوؤں میں چلے جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پیئیں پس وہ (اونٹنیوں کے پاس) چلے گئے پس جب وہ تندرست ہو گئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چرواہوں کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے دن کے ابتدائی حصہ میں یہ خبر آپ کے پاس آئی آپ نے ان کے پیچھے آدمیوں کو دوڑایا جب دن چڑھ گیا تو ان کو لایا گیا آپ نے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھر ملی زمین میں ڈال دیا گیا وہ پانی مانگتے رہے تو ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ ابو قلابہ نے کہا: ان لوگوں نے چوری کی اور قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

۲۳۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ أَنَسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عَرِينَةَ، فَاجْتَوَا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ، وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَالْبَائِنِهَا، فَانْطَلَقُوا، فَلَمَّا صَحُّوا، قَتَلُوا رَاعِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَأْفُوا النَّعَمَ، فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِئَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فَنَقَطَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَالْقَوَا فِي الْحَرَّةِ، يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ. قَالَ أَبُو قَلَابَةَ: فَهُؤُلَاءِ سَرَقُوا وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

[الطرائف الحديث: ۱۵۰۱-۳۰۱۸-۳۱۹۲-۳۱۹۳-۳۶۱۰]

[۵۶۸۵-۵۶۸۶-۵۷۲۷-۶۸۰۲-۶۸۰۳-۶۸۰۴-۶۸۰۵]

(صحیح مسلم: ۱۶۷۱، الرقم المسلسل: ۳۲۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۵-۳۳۶۶، سنن نسائی: ۴۰۴۹-۴۰۵۱-۴۰۵۲، سنن کبریٰ للبخاری: ۳۳۹۵، مسند ابویعلیٰ: ۲۸۱۶، صحیح ابن حبان: ۴۳۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۹۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۳۲-ج ۲۰ ص ۲۶۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ یہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیئیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عموم اور اطلاق ہر قسم کے پیشاب کو شامل ہے لہذا اس وعید سے بچنے کے لیے ہر قسم کے پیشاب سے احتراز واجب ہے۔

(۲) امام کو چاہیے کہ جو قبائل اور مسافرین اس کی طرف آئیں ان کی ضروریات اور مصالح میں غور و فکر کرے۔

(۳) اس حدیث میں علاج کرنے کا ثبوت ہے خواہ حرام چیز سے علاج کرنا پڑے۔

(۴) جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ عرینین آپ کے اونٹوں اور صدقہ کے اونٹوں کے محافظوں کو قتل کر کے اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے ہیں تو آپ نے ان کے پیچھے ان کو گرفتار کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا پھر ان پر حدود قائم کی گئیں اس سے معلوم ہوا کہ صحرا میں حدود قائم کرنا جائز ہے۔

(۵) حدیث میں ہے: اللہ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جس کو تم پر حرام کر دیا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵، کنز العمال: ۲۸۳۲-۲۸۳۱۹، شرح معانی الآثار: ۶۲۸، صحیح ابن حبان: ۱۳۹۱، المعجم الکبیر: ۹۷۱۳-۹۷۱۴، ج ۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۲۳، المستدرک ج ۴ ص ۲۱۸)

پس جب پیشاب حرام ہے تو اس سے شفاء کیسے حاصل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حالت اختیار میں اس سے شفاء نہیں ہوگی اور حالت اضطرار میں ہوگی اور حالت اضطرار وہ ہے جب حرام چیز کے علاوہ اور کوئی ذریعہ علاج نہ ہو۔

(۶) ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور یہ مثلہ کرنا ہے اور مثلہ کرنا جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے نبی ﷺ کے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں اس لیے ان کے ساتھ قصاصاً ایسا کیا گیا۔

(۷) اس پر اجماع ہے کہ جس کو قتل کرنا واجب ہو اگر وہ پانی مانگے تو اس کو پانی پلا دیا جائے اور اس حدیث میں ہے کہ وہ پانی مانگ رہے تھے اور ان کو پانی نہیں دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ اونٹنیوں کے محافظوں کو قتل کر کے اونٹنیاں ہنکا کر لے گئے تھے اس لیے اس رات نبی ﷺ کے گھر دودھ نہیں پہنچ سکا اور نبی ﷺ کے گھر والے پیاسے رہے اور آپ نے ان کے خلاف یہ دعا کی: اے اللہ! ان کو پیاسا رکھ جنہوں نے آل محمد کو آج رات پیاسا رکھا۔ (سنن نسائی: ۴۰۴۲)

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۳۳-۲۳۰، ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۲۴۰ ج ۴ ص ۶۳۶ پر ہے وہاں اس کی بہت تفصیل ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) واقعہ عرینہ کی تاریخ (۲) حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست میں مذاہب اور نجس چیزوں سے علاج کا بیان (۳) عرینین کو آگ کا عذاب دینے اور پانی نہ دینے کی توجیہات (۴) کیا عرینین کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی گئی د آیت محارہ کا شان نزول (۵) ذکر کی تعریف (۶) ذکر کا رکن (۷) ذکر کی شرائط (۸) شہر میں ذکر میں مذاہب فقہاء (۹) ذکر کی سزائیں (۱۰) مرتد کا اصطلاحی معنی (۱۱) مرتد کے حکم میں مذاہب (۱۲) مرتدہ کو قتل نہ کیا جائے اور بہت عنوان ہیں۔

۲۳۴- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو
التَّيَّاحِ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْلِي قَبْلَ أَنْ يَتَنَى الْمَسْجِدَ
فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ. [الطراف الحديث: ۴۲۸-۴۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح یزید بن حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ مسجد بنائی جانے سے پہلے بکریوں کے بارہ میں نماز پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۴، الرقم المسلسل: ۱۱۵۴، سنن ترمذی: ۳۵۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۳۸۵، شرح السنۃ: ۵۰۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱، طبع قدیم، مسند احمد ج ۱۹ ص ۳۴۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کے عنوان کا ایک جز بکریوں کا باڑہ تھا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے اور یہ اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

بکریوں کے قرب میں پاک جگہ پر نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص ۲۵۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۸)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم بکریوں کے باڑے میں ہو تو وہاں نماز پڑھ لو کیونکہ وہاں سکون اور برکت ہے اور جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم اونٹوں کے حوض کے پاس ہو تو وہاں سے نکل کر نماز پڑھو کیونکہ اونٹ جن جن سے پیدا کیے گئے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بھاگتے ہیں تو کیسے ناک چڑھاتے ہیں (یعنی ان کے مزاج میں شر اور سرکشی ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور حقیقتہً جن اور شیاطین میں سے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۱۳۹۰، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴۹، کنز العمال: ۱۹۱۷۶)

اس حدیث میں جن سے مراد شیطان ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے حوض کے قریب نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیاطین سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۶۹، سنن نسائی: ۷۳۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۱۳، مسند احمد ج ۳ ص ۸۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۷۹۹، ج ۲ ص ۲۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لو اور اونٹوں کے حوض کے قریب نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۳۴۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور اونٹوں کو شیطان فرمانے کی توجیہ

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی التونی ۳۸۸ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک بن انس، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ یہ کہتے ہیں کہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا مباح ہے اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام احمد یہ کہتے تھے کہ جس جگہ اونٹوں کا پیشاب ہو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اونٹوں کے حوض کے پاس یا ان کے بیٹھنے کی جگہ کے پاس نماز پڑھنے سے حدیث میں ممانعت ہے اور ان فقہاء کے نزدیک گایوں کی جگہ میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی یہ کہتے تھے کہ جب اونٹوں کے حوض کے پاس یا اس کی سمت میں ان کا پیشاب یا ان کی میٹھنیاں نہ ہوں تو وہاں نماز ہو جائے گی لیکن اپنے اختیار سے میں اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں ان کے نزدیک بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان کے نزدیک کسی بھی جانور کے پیشاب، میٹھنیوں اور گوبر میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب ان کے نزدیک نجس

ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

نبی ﷺ نے اونٹوں کے متعلق فرمایا: یہ شیاطین سے ہیں اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ ان میں تو وحش اور تنفر ہے اور ان میں شر اور فساد ہے اور بعض اوقات یہ نمازی کی نماز کو فاسد کر دیں گے اور عرب ہر سرکش کو شیطان کہتے ہیں گویا کہ جب نمازی اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھے گا تو وہ اپنی نماز میں ان سے ڈرتا رہے گا کیونکہ وہ نماز میں ان کے شر اور فساد سے مامون نہیں ہوگا اور یہ خطرہ رہے گا کہ وہ بھاگتے ہوئے نمازی کو روند ڈالیں گے اور بکریوں کے پاس نماز پڑھنے میں یہ خطرہ نہیں ہے۔

(معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۲۶۹ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابن حجر کا کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے کی طرف لوٹ آنا اور بکریوں اور اونٹوں کا فرق بیان کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو بکریوں کے پیشاب اور ان کی مینگیوں کو پاک کہتے ہیں کیونکہ ان کا باڑہ ان کے پیشاب سے خالی نہیں ہوتا لیکن اس استدلال میں یہ مناقشہ ہے کہ اس اجازت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی مینگیوں اور ان کے پیشاب پر بلا حائل نماز پڑھی جائے بلکہ اس کے اوپر کوئی کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھی جائے اور حضرت انس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے (حدیث سابق کی شرح میں حافظ ابن حجر نے گوہر پر کپڑا بچھانے کا انکار کیا تھا اور کپڑے پر نماز پڑھنے کو بدعت کہا تھا یہاں پر وہ بھول گئے کہ حدیث سابق کی شرح میں وہ کیا لکھ چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) بکریوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی حافظ ابن حجر نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ بکریاں جنت کے جانوروں میں سے ہیں اور اونٹ شیاطین میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۷ دار المعرفۃ بیروت) لیکن یہ صحیح وجہ نہیں ہے صحیح وجہ وہی ہے جو علامہ خطابی نے بیان کی ہے کہ بکریوں کے قرب میں نماز پڑھنے سے نمازی کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی اور اس کو نماز میں یہ فکر نہیں ہوگی کہ بکری نماز کے دوران کوئی شر اور فساد کرے گی جب کہ اونٹ کے قرب میں نماز پڑھنے سے یہ خطرہ رہے گا۔

اونٹ کا حقیقت میں شیطان نہ ہونا

میں کہتا ہوں کہ اونٹ کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے: ”أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ“ (الغاشیہ: ۱۷) تو اونٹ حقیقت میں جن اور شیطان کیسے ہو سکتا ہے جب کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے بہ کثرت اونٹوں کو رکھا ہے اونٹوں پر سواری کی ہے اور اونٹنیوں کا دودھ پیا ہے حج اور عمرہ میں اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا جہاد کے لیے اونٹوں پر سامان لاد جاتا تھا اونٹوں کی قربانی ہوتی تھی ان کو نحر کیا جاتا تھا اور اونٹوں کا گوشت کھایا جاتا تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ ان کو شیطان فرمانے سے ان کی سرکشی کی طرف اشارہ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۶۔ ج ۲ ص ۶۴ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

گھی اور پانی میں نجاستوں

کا واقع ہونا

۶۷۔ بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ

فِي السَّمْنِ وَالْمَاءِ

یعنی گھی اور پانی میں اگر کوئی نجس چیز گر جائے تو اس کا کیا شرعی حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ

باب سابق میں ان جانوروں کے پیشاب کا حکم بیان کیا تھا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور پیشاب فی نفسہ نجس ہے اور اس باب میں

چوبہا کا ذکر ہے اور وہ فی نفسہ نجس ہے اور خون کا ذکر ہے وہ بھی فی نفسہ نجس ہے امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يَغْيِرْهُ طَعْمٌ
أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ۔
اور زہری نے کہا: اس وقت تک پانی میں کوئی حرج نہیں ہے
جب تک اس کے ذائقہ یا بو یا رنگ کو نجاست متغیر نہ کر دے۔

زہری سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب زہری فقیہ مدنی ہیں امام بخاری نے جو تعلق ذکر کی ہے اس کی اصل اس حدیث میں ہے:
فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار
حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی، مگر وہ چیز جو اس کی بو
اور اس کے ذائقہ اور اس کے رنگ پر غالب آ جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۵۲۱)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: ہم بضاء کے کنویں سے وضوء کرتے ہیں یہ وہ
کنواں تھا جس میں حیض آلودہ کپڑے ڈالے جاتے تھے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانی
پاک کرنے والا ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی (اس کنویں کا پانی جاری تھا اور اس سے باغات میں پانی دیا جاتا تھا)۔

(سنن ابوداؤد: ۶۹، سنن ترمذی: ۶۶، سنن نسائی: ۳۲۵، مسند احمد ج ۳ ص ۸۶-۸۱)

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ پانی یا جاری ہوگا یا ٹھہرا ہوا ہوگا اگر پانی جاری ہو تو وہ اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک کہ
نجاست سے اس کا رنگ، بو اور ذائقہ متغیر نہ ہو جائے اور اگر وہ پانی ٹھہرا ہوا ہو جیسے تالاب یا حوض تو اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے
دوسری طرف ہل جاتی ہے تو وہ پانی قلیل ہے اور اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف نہیں ہلتی تو وہ پانی کثیر ہے امام محمد نے
کہا: اگر میری مسجد کے برابر پانی ہو تو وہ کثیر ہے ورنہ قلیل ہے بعد میں ان کی مسجد کی پینٹ کی گئی تو وہ وہ درود تھی یعنی دس ذراع لمبی
اور دس ذراع چوڑی (ایک ذراع ڈیڑھ فٹ کا ہے) پس جو پانی کثیر ہے اس میں نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا
تا وقتیکہ نجاست سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے اور جو پانی قلیل ہے اس میں ایک قطرہ نجاست بھی گرے تو وہ نجس ہو جائے
گا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۳۸-۲۳۷ ملخصاً)

اس کے بعد امام بخاری نے دوسری تعلق ذکر کی:

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ۔
اور حماد نے کہا: مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں

ہے۔

یہ امام ابن ابی سلیمان حماد ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں یہ تعلق ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے وہ حدیث یہ ہے:
عبدالرزاق از معمر از حماد: مردار کی اون گرنے سے کوئی حرج نہیں لیکن اس کو دھویا جائے گا اور مردار کے پر سے کوئی حرج
نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱ھ)

امام شافعی کے نزدیک بال جسم سے الگ ہو جائے تو نجس ہو جاتا ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک وہ پاک ہے۔
اس کے بعد امام بخاری تیسری تعلق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوُ الْقِيلِ
وَعِظْمِهِ. أَذْرَكَ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ
اور زہری نے مردار مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا:
میں نے متقدمین علماء کو پایا وہ اس سے کھینچ کر تے تھے اور اس

بہا' وَيَذْهَبُونَ فِيهَا' لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا. میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

مردہ جانور کی ہڈیوں کی طہارت میں مذاہب فقہاء

زہری سے مراد محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ہے اور وغیرہ سے مراد ہاتھی کے علاوہ دوسرے جانور ہیں جن کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو فقہاء احناف کے نزدیک مردہ جانور کے تمام اجزاء جن میں خون نہیں ہوتا وہ پاک ہیں مثلاً سینک، دانت، کھر، اُون اور بال۔ عمر بن عبد العزیز، حسن بصری، امام مالک، امام احمد، المزنی یہ کہتے ہیں کہ بال، اُون اور پر پاک ہیں، موت سے نجس نہیں ہوتے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے اور ہڈی، سینک، کھر اور دانت نجس ہیں اور امام شافعی کے نزدیک بال کے علاوہ سب نجس ہیں اور اس میں اختلاف ہے اور ہاتھی کے متعلق ہمارے فقہاء میں اختلاف ہے امام محمد کے نزدیک وہ نجس العین ہے حتیٰ کہ اس کی ہڈیوں کو بیچنا جائز نہیں ہے اور اس کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی اور نہ وہ ذبح کرنے سے پاک ہوتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ باقی درندوں کی طرح ہے اس کی ہڈیوں سے اور رنگنے کے بعد اس کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۳۹-۲۴۵، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے بعد امام بخاری ایک اور تعلق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَابْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الغاج.

یہ تعلق "مصنف عبدالرزاق" سے لی گئی ہے وہاں اس طرح مذکور ہے:

عبدالرزاق از ثوری از ہشام از ابن سیرین وہ ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چوبیا کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر جائے آپ نے فرمایا: اس چوبیا کو نکال کر پھینک دو اور جو اس کے ارد گر گئی ہے اس کو بھی پھینک دو اور اپنا گھی کھا لو۔

۲۳۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَلَ عَنْ قَارَةٍ سَقَطَتْ فِي مَسْمٍ فَقَالَ الْقُوَهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوهُ وَكُلُوا سَمْنَكُمْ.

[اطراف الحديث: ۲۳۶-۵۵۳۸-۵۵۳۹-۵۵۴۰]

(سنن ابوداؤد: ۳۸۳۱، سنن ترمذی: ۱۷۹۸، سنن نسائی: ۳۲۶۵، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۹، مستدرک الحدیث: ۳۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۸۰)

اسنن الکبریٰ للنسائی: ۳۵۸۳، سنن دارمی: ۷۳۸، الا حادوث الثانی: ۳۰۹۹، السنن: ۸۷۲، مستدرک الحدیث: ۷۰۷، صحیح ابن حبان: ۱۳۹۲، المعجم الکبیر: ۱۰۳۳۔

ج ۲۳، سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۵۳، معرفۃ السنن والآثار: ۱۹۳۵۸، مستدرک احمد ج ۶ ص ۳۲۹، طبع قدیم، مستدرک احمد: ۲۶۷۹۶، ج ۲ ص ۳۳۳، ج ۳ ص ۳۳۳، المستدرک: ۱۰۳۳۔

(بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ سے اس چوبیا کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر جائے۔

اس حدیث کے چہر جال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

جھے ہوئے گھی اور گھلے ہوئے گھی کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: چوہیا گھی میں گر جائے اور دوسری روایت میں ہے: وہ گھی میں گر کر مر جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۵۳۹) اور ”سنن نسائی“ میں ہے: وہ جامد گھی میں گر کر مر جائے۔ (سنن نسائی: ۴۲۶۵) اس صورت میں اس کے ارد گرد گھی کو نکال کر پھینکنا ہوگا اور اگر وہ گھی مائع ہو تو اس صورت میں اس سارے گھی کو نکال کر پھینکنا ہوگا۔

شہد اور شیرہ بھی اسی قیاس پر ہے اور جو گھی مائع ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ تمام گھی نجس ہوگا، قلیل ہو یا کثیر ہو اور ایک قوم کا شاذ قول یہ ہے کہ پگھلا ہوا گھی پانی کی طرح ہے، لیکن یہ غیر معتبر قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اعلیٰ حضرت کے نزدیک ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے

مسئلہ: از موضع بھونٹا بھونٹا بسوٹا لاند ملک افریقہ، مرسلہ حاجی اسماعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ گھی گرم تھا، اُس میں مرغی کا بچہ گزا اور فوراً مر گیا، یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: گھی ناپاک ہو گیا، بے پاک کئے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں: ایک یہ کہ اتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آ جائے اُسے اتار لیں اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یوہین کریں پھر اتار کر تیسرے پانی سے اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آ جائے اُتار لیں۔ اقول: جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔ ”رد المحتار“ میں ہے:

دوم: ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جنبہ کی طرف مائل ہو گیا ہو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہو جائے گا۔ ”جامع الرموز“ میں ہے: ”المائع كالماء واللبس وغيرهما طهارته باجرائه مع جنسه مختلطا به“۔

سوم: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنا لے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اُس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنا لے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنا لے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہو گیا۔ ”خزانہ“ میں ہے: ”اناء ان ماء احدهما طاهر والاخر نجس فصبا من مكان عال فاختلطا في الهواء ثم نزل طهور كله“ پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک سے پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے نہ پرنا لے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں اور نہ جتنا برتن میں پہنچایا اب پہنچے گا سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۳۴-۱۳۳ دارالعلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ کراچی)

۲۳۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب

مِمْوْنَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَلَ عَنْ قَارَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ، فَقَالَ خَذُوهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوهُ. قَالَ مَعْنُ حَدَّثَنَا مَا لَكَ مَا لَا أُخْصِيهِ. يَقُولُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مِمْوْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ سے اس چوبیا کے متعلق سوال کیا گیا جو گھی میں گر گئی آپ نے فرمایا: اس چوبیا کو اور اس کے گرد گھی کو نکال کر پھینک دو۔ معن نے کہا: ہمیں امام مالک نے ان گنت مرتبہ یہ حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۳۵ میں مطالعہ فرمائیں۔

۲۳۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلِمٍ يُكَلِّمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا، إِذَا طُعِنَتْ، تَفْجَرُ دَمًا، أَلْوَنُ لَوْنِ الدَّمِ، وَالْعَرُوفُ عَرُوفُ الْمُسْلِكِ. [أطراف الحديث: ۲۸۰۳-۵۵۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المبارک نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ کی راہ میں لگتا ہے قیامت کے دن اسی حالت میں ہوگا جس حالت میں وہ زخم کھایا تھا اس سے خون بہ رہا ہوگا رنگ خون کا ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۶، الرقم المسلسل: ۳۷۷۹، سنن نسائی: ۳۱۳۷، مسند الحمیدی: ۱۰۹۲، سنن سعید بن منصور: ۲۵۷۱، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۳، معرفۃ السنن والآثار: ۲۰۹۹، صحیح ابن حبان: ۳۶۵۲، شرح السنن: ۲۶۱۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲، طبع قدیم مسند احمد ج ۱۲ ص ۲۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ: ۱ ت)۔
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت بہت بعید ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں مشک کا ذکر ہے اور مشک کی اصل وہ خون ہے جو ہرن کی ناف میں سے گر جاتا ہے اور چونکہ وہ خون ہے اس لیے اس کو نجس ہونا چاہیے جیسا کہ باقی خون بھی نجس ہوتے ہیں لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ نے مشک کی مدح فرمائی ہے اس لیے وہ ظاہر ہے جیسا کہ ہاتھی کی ہڈیوں کی طہارت آثار سے بیان کی گئی ہے اور باب کے عنوان میں نجاستوں کا ذکر ہے۔ باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کے بعد کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں شہید کی فضیلت کا بیان ہے اور اس میں آخرت کے حکم کا بیان ہے اور پانی کے ظاہر یا نجس ہونے کا تعلق دنیا کے حکم سے ہے سو یہ ظاہر اس حدیث کی ابواب سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے ماسوا اس بعید مناسبت کے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن محمد بن ابی موسیٰ المروزی المعروف بمروویہ حاکم ابو عبد اللہ الکلابازی اور امام ابو نصر نے ان کا نام اسی طرح لکھا ہے اور امام الدارقطنی نے کہا: ان کا نام احمد بن محمد بن عدی ہے اور یہ شبویہ کے نام سے معروف ہیں۔ یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) ہمام بن المنبہ (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۳۵)

شہید کے خون کے مشک کی طرح خوشبودار ہونے کے فوائد

قیامت کے دن شہید اپنے زخم کے ساتھ اسی حالت میں آئے گا جس حالت میں اس کو زخم لگا تھا تاکہ اس کا بہتا ہوا خون شہید کی فضیلت پر گواہی دے اور ظالم کے ظلم پر گواہی دے اور اس سے قیامت کے دن اہل محشر کے سامنے شہید کی فضیلت ظاہر ہوگی اسی

وجہ سے شہید کے خون کو دھویا نہیں جاتا اور نہ شہید کو غسل دیا جاتا ہے اور اس میں اس زخم کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگتا ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خون نجس نہیں ہوگا اور اس کو مشک کے مشابہ فرمایا ہے وہ حقیقت میں مشک نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مشک بنا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بنو آدم کے نیک اعمال کو حسین اجسام میں اور بُرے اعمال کو قبیح اجسام میں منتقل کر دے گا تاکہ میزان میں ان کا وزن کیا جاسکے اور نیک اعمال حسین اجسام میں متشکل ہو کر قبر میں مومن کا دل بہلائیں گے اور بُرے اعمال قبیح اجسام میں متشکل ہو کر کافر کو ڈرائیں گے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۳۷-۷۳۸ ج ۵ ص ۸۸۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۸۔ بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جو پانی ٹھہرا ہوا ہو اور جاری نہ ہو اس میں پیشاب کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں یہ بیان کیا تھا کہ جس گھی یا جس پانی میں نجاست گر جائے اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی شخص پیشاب کر دے اس کا کیا حکم ہے؟ اور پیشاب بھی نجس ہے اس طرح یہ باب سابق کے مناسب ہے۔

۲۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمَزٍ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ | اطراف الحديث: ۸۷۶-۸۹۶-۲۹۵۶۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی کہ عبد الرحمن بن هرمز الاعرج نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (دنیا میں) مؤخر کیے گئے ہیں (آخرت میں) مقدم کیے جائیں گے۔

۲۳۹۔ وَبِاسْنَادِهِ قَالَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ۔
اور اسی سند کے ساتھ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس پانی میں غسل کرے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ یہ دونوں مستقل حدیثیں ہیں اور دوسری حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے البتہ پہلی حدیث کو جو مقدم کیا ہے اس کی حکمت میں اختلاف ہے علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اور اس کے بعد والی حدیث کو نبی ﷺ سے ایک ساتھ سنا ہو اس لیے انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ بیان کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم بن منبہ نے حضرت ابو ہریرہ سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ سنا ہو اور انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کر دیا اور نہ اس پہلی حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت ظاہر نہیں ہے۔

کثیر پانی کے لیے قلتین معیار نہیں ہے اور دیگر فوائد

فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بہت بڑا تالاب ہو جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضوء

کرنا جائز نہیں ہے اس میں پانی کم ہو یا زیادہ اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ قلتین (دو گھرے پانی) حامل نجاست ہوتے ہیں کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور اپنے اطلاق سے قلیل اور کثیر کو شامل ہے۔

یہ حدیث عام ہے اس لیے اس کی بہت کثیر پانی سے تخصیص کرنا واجب ہے جس کے ایک کنارے کو ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہیں ہلتا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے کی جائے گی کہ جب تک نجاست پانی کے رنگ، بو اور مزے کو متغیر نہ کر دے اس وقت تک وہ پاک کرنے والے وصف پر قائم رہے گا۔

اس حدیث میں ایسے پانی سے غسل جنابت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس ممانعت میں غسل کی دیگر اقسام بھی شامل ہیں۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۵۲-۲۵۰ ملخصاً ۱۴۲۱ھ)

۶۹۔ بَابُ إِذَا أَلْقَى عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذْرٌ أَوْ جِيفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ
جب نمازی کی پشت پر کوئی گندگی ڈال دی جائے یا
مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور حالت نماز میں کوئی دوسرا شخص اس پر نجاست ڈال دے تو اس نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوگی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں پانی میں نجاست واقع ہونے کا ذکر تھا اور اس باب میں نمازی کے اوپر نجاست واقع ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا، وَهُوَ يُصَلِّي، وَضَعَهُ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ
اور حضرت ابن عمر جب حالت نماز میں اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کو اتار دیتے اور اپنی نماز جاری رکھتے۔

یہ اثر اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان یہ ہے کہ جب نمازی کے اوپر کوئی نجاست ڈال دی جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور حضرت ابن عمر جب اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کو اتار دیتے یعنی ان کے نزدیک وہ خون آلودہ کپڑا مفسد نماز تھا اور اس پر دلیل یہ مفصل اثر ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں ہوتے پھر وہ اپنے کپڑے پر خون کو دیکھتے تو اگر وہ اس کپڑے کو اتار سکتے تو اتار دیتے اور اگر وہ اس کو اتار نہ سکتے تو نماز سے نکل جاتے پس اس کپڑے کو دھوتے پھر آ کر اسی نماز پر بناء کر کے بقیہ نماز پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ جب نمازی کو نماز میں وقوع نجاست کا علم ہو جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور یہ اس باب کے عنوان کے خلاف ہے اس کے بعد امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ، أَوْ لَغِيرِ الْقِبْلَةِ، أَوْ تَيْمَمَ وَصَلَّى ثُمَّ أَذْرَكَ الْمَاءَ فِي وَثْقِهِ، لَا يُعِيدُ.
اور ابن المسیب اور الشعمی نے کہا: جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے کپڑے میں خون ہو یا جنابت (منی) ہو یا وہ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو یا اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی پھر اس کو نماز کے وقت میں پانی مل گیا تو وہ نماز نہیں دہرائے گا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نجس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی پھر نماز کے بعد اس کو علم ہوا تو اس کے متعلق اختلاف ہے حضرت ابن مسعود اور

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاء ابن المسیب، سالم شعمی، نخعی، مجاہد طاؤس اور زہری یہ کہتے ہیں کہ اس پر اعادہ نہیں ہے اور یہی اوزاعی، ابو ثور اور اسحاق کا قول ہے اور ربیعہ اور امام مالک نے کہا: وہ نماز کو نماز کے وقت میں دہرائے گا اور امام شافعی اور امام احمد نے

کہا: وہ نماز کو ہمیشہ دہرائے گا (خواہ نماز کے وقت میں یا اس کے بعد) اور جس نے عمداً نجاست کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ہمیشہ نماز کو دہرائے گا کیونکہ اس نے نماز کا استحقاق کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۶۳-۳۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ امام بخاری نے جتنی صورتیں ذکر کی ہیں ان تمام صورتوں میں وہ نماز کو دہرائے گا ماسوا اس کے کہ وہ اس نے اجتہاد سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور نماز میں اس کو پانی نظر نہیں آیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور کہا: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ جب بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے اصحاب وہاں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم میں سے کون ایسا کر سکتا ہے کہ بنو فلاں کے ہاں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کے بچہ دان کو لے کر آئے اور جب (سیدنا) محمد (ﷺ) سجدہ کریں تو وہ ان کی پشت پر رکھ دے؟ تو قوم کا سب سے بد بخت شخص اٹھا وہ اس بچہ دان کو لے کر آیا پھر وہ انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ جب نبی ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت کے اوپر آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا اور آپ سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتا تھا کاش! میرے مددگار ہوتے حضرت ابن مسعود نے کہا: مشرکین ہنس رہے تھے اور ایک دوسرے کی طرف اس کام کی نسبت کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے اپنا سر نہیں اٹھا رہے تھے حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں پس انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا پھر آپ نے اپنا سر اقدس اٹھایا پھر آپ نے تین مرتبہ ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! قریش

۲۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا (ح). قَالَ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابُ لَهُ جُلُوسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيءُ بِسَلَا جَزُورٍ بَيْنِي فَلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ؟ فَانْبَعَثَ أَشَقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتَّى إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لَا أَغْنِي شَيْئًا لَوْ كَانَ لِي مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ وَيُحِيلُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِي ذَلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَعَى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ يَا أَبَى جَهْلٍ وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ وَعَدَدَ السَّابِغِ فَلَمْ تَحْفَظْهُ قَالَ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الدِّينَ عَدَا رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرَغِي فِي الْقَلْبِ قَلْبِي بَذَرِ۔
 [اطراف الحديث: ۵۲۰-۲۹۳۳-۳۱۸۵-۳۸۵۴-۳۹۶۰]
 (صحیح مسلم: ۱۷۹۳، الرقم المسلسل: ۴۵۶۸، سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۶۶۹، سنن نسائی: ۳۰۶، صحیح ابن خزيمة: ۷۸۵، صحیح ابن حبان: ۶۵۷۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۲۵، دلائل النبوة للبيهقي ج ۲ ص ۲۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۹۸، مسند ابویعلیٰ: ۵۳۱۴، مسند الزہری: ۲۳۹۸، دلائل النبوة لابن نعیم ج ۱ ص ۳۵۰-۳۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۲-۳ ج ۶ ص ۲۶۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کو پکڑ لے۔ ان پر یہ دعا ناگوار گزری، راوی کا بیان ہے: وہ جانتے تھے کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے، پھر آپ نے نام لے کر ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ابو جہل کو پکڑ لے، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے اور آپ نے ساتویں کا بھی نام لیا، جس کو راوی نے یاد نہیں رکھا، حضرت ابن مسعود نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ نے جن کا نام لے لے کر ان کے خلاف دعا کی تھی، میں نے ان سب کو دیکھا، وہ بدر کے کنوئیں میں اونڈھے منہ گرے ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے دس رجال ہیں، ان میں سے نو کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔ دسویں راوی عمرو بن میمون الاودی الکوفی ہیں، انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ سے ملاقات نہیں کی، انہوں نے سوچ اور ایک عمرہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے عمال کو صدقہ ادا کیا، یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، پھر سب بندروں نے مل کر اس کو رجم کر دیا۔ یہ ۷۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۵۵-۲۵۴)

”سَلٰی“ کے معنی کی تحقیق اور اس کے معنی میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

اس حدیث میں ”سلا جزور“ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: اونٹنی کا بچہ دان، یعنی وہ کھال جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ ”سلا“ کے معنی میں لکھتے ہیں: ”سَلٰی“ اس باریک کھال کو کہتے ہیں جس میں بچہ لپٹا ہوا اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

(لسان العرب ج ۷ ص ۲۳۸، دار صادر بیروت، الطبعة الثانیة: ۲۰۰۳ء)

محمد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے:

”السلی“ وہ کھال ہے جس میں انسانوں اور مویشیوں کا بچہ ہوتا ہے۔ (القاموس: ۱۲۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطلال متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں: ابو عبید نے کہا: ”السلا“ وہ کھال ہے جس میں بچہ ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۶۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: ”السلا“ وہ لفافہ ہے جس میں اونٹنی، تمام حیوانوں اور آدمیہ کا بچہ ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۹۸، مکتبہ نزار، مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ج ۸ ص ۴۹۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے: یہ وہ کھال ہے جس میں بچہ ہوتا ہے۔ اصمعی نے کہا: مویشیوں اور

انسانوں کا بچہ اس کھال میں ہوتا ہے۔ الجوبیری نے کہا: یہ باریک کھال ہوتی ہے جس میں بچہ ہوتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۵۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: جانوروں کا بچہ جس کھال میں ہوتا ہے اس کو ”السلی“ کہتے ہیں اور آدمیوں کا

بچہ جس کھال میں ہوا اس کو ”مُسْتَمَہ“ کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۷۷، دار المعرفۃ بیروت)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

”سلا“ بچہ دان اور اس کا ترجمہ اوجھڑی غلط ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۳۳۸ مطبعہ مجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں: ”سلا“ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ اوجھڑی درست نہیں صحیح

ترجمہ بچہ دان ہے۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۱۳۶ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اردو کے سیرت نگاروں اور اردو مترجمین نے ”سلا“ کا معنی اوجھڑی لکھا ہے جو بہر حال غلط ہے کیونکہ یہ معنی تمام لغات کی

تصریحات اور تمام شروحات کے خلاف ہے شیخ تقی عثمانی نے بھی اس کا معنی اور ترجمہ غلط لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

”سلی“ اوجھڑی کو کہتے ہیں جو کسی جانور کے پیٹ سے نکلتی ہے۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۲ مکتبہ الحراء کراچی)

اس حدیث میں مذکور بعض معین اشخاص کے اسماء کا تعارف

اس حدیث میں بعض معین اشخاص کا ذکر ہے جن کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی ہیں رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے بعد ان کا نکاح حضرت

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا اس وقت ان کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ تھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۸ احادیث روایت

کی ہیں صحیحین میں ان کی ایک حدیث ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ

ماہ بعد فوت ہو گئی تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو رات میں دفن کیا گیا ان کے فضائل

بہت ہیں اور ان کی یہ ایک فضیلت کافی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ٹکڑا ہیں۔

ابو جہل لعنہ اللہ علیہ

اس کا نام عمرو بن ہشام تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کو ابو جہل فرمایا تو اب سب اس کو اسی نام سے پہچانتے ہیں اس کو حضرت

معاذ بن عمرو بن الجموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو یہ اوندھا

پڑا تھا وہ اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے

مجھے اے اللہ کے دشمن رسوا کر دیا یہ شخص اس امت کا فرعون تھا اور یہ شخص ائمہ کفر کا سردار تھا پھر رسول اللہ ﷺ سجدہ میں گر گئے (یہ

سجدہ شکر کا ثبوت ہے)۔

عتبہ بن ربیعہ کو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا ایک قول ہے: حضرت علی بھی اس کو قتل کرنے میں شریک تھے۔

شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس یہ عتبہ بن ربیعہ کا بھائی ہے اس کو بھی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

الولید بن عتبہ اس کو حضرت عبیدہ بن الحارث نے قتل کیا تھا ایک قول ہے: حضرت حمزہ نے ایک قول ہے: حضرت علی نے۔

امیہ بن خلف: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چند انصار کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر اس کو قتل کیا تھا۔

عقبہ بن ابی معیط: اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا ایک قول ہے: حضرت عاصم بن ثابت نے قتل کیا تھا زیادہ صحیح یہ ہے کہ

اس کو رسول اللہ ﷺ نے عرق النبیہ میں قتل کیا تھا۔

عمارہ بن الولید بن المغیرہ: یہ وہی ساتواں شخص ہے جس کا نام لینا راوی بھول گیا تھا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سرزمین

حبشہ میں فوت ہوا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۵۵-۲۵۴)

نبی ﷺ کی دعائے ضرر کو بددعاء کہنے کا عدم جواز

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان سات کافروں کا نام لے کر ان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی، بعض اُردو کے سیرت نگاروں نے اس حدیث میں ”دَعَا عَلَيْهِمْ“ کا ترجمہ کیا ہے: ان پر بددعاء کی۔

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے:

ان سرکش کفار پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ آپ نے ان پر بددعاء کی۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۱۳۶)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

جب آپ ﷺ نے ان کے حق میں بددعاء کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۳)

نبی ﷺ کا کوئی فعل بد نہیں ہے، اس لیے آپ نے جو دعائے ضرر کی اس کو بددعاء کہنا ناجائز اور گناہ ہے، آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے، ہم اس سے پہلے بھی اس پر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟

اس حدیث میں ہے: آپ کی پشت پر ”سلی“ رکھی گئی تھی، یعنی وہ غلاف جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے، شرح صحیح مسلم میں میں نے ”تاج العروس“ ج ۱۰ ص ۱۸۳ کے حوالے سے ”سلی“ کا یہی معنی لکھا تھا اور یہی اس کا حقیقی معنی ہے لیکن میں نے لکھا تھا کہ اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے: اس میں خون اور گوبر بھی تھا اور گوبر اوجھڑی میں ہوتا ہے، تاہم اب میری رائے بدل گئی ہے کہ بلاوجہ اس کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور ”سلی“ سے مراد اس کا حقیقی معنی ہی ہے اور اونٹنی کے پیٹ میں ”سلی“ کے اندر کچھ خون اور گوبر منتقل ہو گیا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں ہے اب یہاں یہ سوال ہے کہ جب ”سلی“ میں گوبر اور خون وغیرہ تھا اور وہ نجس ہیں، نیز وہ مشرکین کا ذبیحہ ہونے کی وجہ سے بھی نجس تھی تو اس نجاست کے ڈال دینے کے بعد آپ نماز کس طرح پڑھتے رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ مجدہ میں تھے اور آپ کو پتا نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا ڈالا گیا ہے۔

اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

بعض دلائل اوجھڑی کھانے کی تحریم کا تقاضا کرتے ہیں، کیونکہ اوجھڑی گوبر کا محل ہے تو جس طرح مٹانہ پیشاب کا محل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اسی طرح گوبر کا محل ہونے کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ تحریمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس دلیل کی وجہ سے اوجھڑی اور آنتوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۲۶ مکتبہ رضویہ کراچی) اور بعض دلائل اوجھڑی کی حلت کا تقاضا کرتے ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے باقی چیزیں بلاکراہت حلال ہیں اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے اس لیے وہ بلاکراہت حلال ہے، سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے: (۱) خون (۲) فرج (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) مٹانہ (۷) پتہ۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۵۳۵ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۱ اسرائیل ابوداؤد ص ۱۹۱ المعجم

الاصط: ۶۷: ۹۳ الجامع الصغیر: ۱۶: ۷۱ الاکمل لابن عدی ج ۵ ص ۱۲)

اور جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، نیز ایک حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکری کے معدہ کا ایک ٹکڑا کھایا، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت نسیمہ ام عمرو بن جلاس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی پھر رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے اس چھڑی کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے پھر آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ہم آپ کے پاس ایک پیالہ لائے جس میں جو کی ردی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا تھا اور اس میں بکری کی دسی تھی حضرت نسیمہ نے کہا: حضرت عائشہ معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں اس وقت انہوں نے کہا: ہم نے آج بکری ذبح کی تھی اس کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں باقی رہا آپ نے فرمایا: نہیں! وہ سب باقی ہے جو اس کے سوا ہے۔

(المجم الکبیر ج ۲۵ ص ۴۴ اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف راوی ہے مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۶)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے انتڑیاں کھائیں:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کی کسی زوجہ کے پاس گیا جن کا انہوں نے نام ایسا تھا اور میں بھول گیا (وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں) وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا آپ نے فرمایا: اگر تم اس پیٹ سے میرے لیے فلاں فلاں چیز پکا دو وہ کہتی ہیں: ہم نے آپ کے لیے وہ چیزیں پکا دیں آپ نے ان کو کھایا اور وضوء نہیں کیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔

(مختار المفکر فی تنقیح مہانی الاخبار فی شرح حنفی الآثار ج ۱ ص ۳۸۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کے کھانے کا ثبوت ہے۔

نبی ﷺ کے دعائے ضرر کرنے کی توجیہ

ایک اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جو زیادتی کی جائے آپ اس پر صبر کرتے تھے اور اس کا بدلہ نہیں لیتے تھے تو اس موقع پر آپ نے کفار کے خلاف دعائے ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذات پر جو ظلم اور زیادتی کی جاتی تھی اس کو آپ برداشت کر لیتے تھے لیکن دین کے معاملہ میں آپ کسی زیادتی کو برداشت نہیں کرتے تھے ان کافروں نے نماز کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر نجاست ڈال کر آپ کی نماز اور آپ کی عبادت میں خلل ڈالا اس لیے آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس کو ایذا پہنچائی جائے وہ ایذا پہنچانے والے کے خلاف دعائے ضرر کر سکتا ہے جیسے نبی ﷺ نے کفار قریش کے خلاف دعائے ضرر کی تھی علامہ ابن بطلال فرماتے ہیں: یہ اس وقت ہے جب کافر نے ایذا پہنچائی ہو اور اگر مسلمان ایذا پہنچائے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس کے خلاف دعا نہ کی جائے کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لحاف چوری ہو گیا تو انہوں نے چور کے خلاف دعا کی تو آپ نے فرمایا: تم اس کے خلاف دعا کر کے اس سے تخفیف نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹۷)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں نبی ﷺ کی دعا کے مقبول ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے جن کے خلاف دعا کی تھی وہ قبول ہو گئی اور حضرت ابن مسعود نے ان سب کو بدر کے کنوئیں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے دیکھا۔

(شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۳۴- ج ۵ ص ۵۵۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① لفظ ”سلی“ کی تحقیق (۲) ادھڑی کھانے کا حکم۔

۷۰۔ بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ

وَنَحْوِهِ فِي الثَّوْبِ

کپڑے میں تھوک ریخت
اور اس کی مثل کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نمازی کے کپڑے میں تھوک یا ریخت لگ گئی تو اس سے اس کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ اگر نمازی کی پیٹھ پر کوئی نجاست ذال دی جائے تو امام بخاری کی رائے میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر نمازی کے کپڑے پر منہ کی یا ناک کی رطوبت لگ جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور نہ اس کا کپڑا نجس ہوگا اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ عُرْوَةُ 'عَنِ الْمُسَوِّرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ حَدِيثِيَّةٍ' فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَمَا تَنَحَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ' فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَةٌ وَجِلْدَةٌ.

اور عروہ نے کہا: از مسورہ مروان کہ حدیبیہ کے زمانہ میں نبی ﷺ نکلے پھر حدیث کو بیان کیا کہ نبی ﷺ نے جب بھی بلغم تھوکا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں واقع ہوتا وہ صحابی اس کو اپنے چہرے اور اپنی جلد پر ملتا۔

یہ تعلق صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱ کا ایک قطعہ ہے۔

اس تعلق سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ منہ کی رطوبت اور ناک کی رطوبت ظاہر ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے ماسوا اس کے کہ حضرت سلمان فارسی اور ابراہیم الحنفی نے یہ کہا ہے کہ جب لعاب دہن منہ سے نکل جائے تو وہ نجس ہے لیکن اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ شارع علیہ السلام نے یہ حکم دیا ہے کہ نمازی اپنے بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے اور خود شارع علیہ السلام اپنی چادر کے ایک پلو میں تھوک کر اس کو کپڑے میں مل لیتے تھے اور آپ نے فرمایا: یا اس طرح کرے (یعنی آدمی تھوک کو اپنے کپڑے میں اس طرح نل لے)۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ منہ کی رطوبت ظاہر ہے اور نبی ﷺ کا لعاب دہن ہر پاک اور طیب چیز سے زیادہ پاک اور طیب ہے اور اس تعلق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعظیم اور توقیر کے لیے آپ کے بلغم کو بہ طور تبرک حاصل کیا جاتا تھا اور صحابہ اس کو اپنے جسم پر اور اپنی جلد پر ملتے تھے اور اس سے ان کی آپ کے ساتھ غایت محبت کا پتا چلتا ہے اور یہ کہ آپ کا بلغم انتہائی پاکیزہ اور خوشبودار ہوتا تھا اور بے مثل تھا ورنہ دوسروں کا بلغم دیکھ کر انسان کو کراہت آتی ہے جب کہ آپ کے بلغم کے حصول کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے تھے۔

۲۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ طَوَّلَهُ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوکا امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: ابن ابی مریم نے اس کو زیادہ طوالت سے ذکر کیا ہے انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ۔

[اطراف الحدیث: ۴۰۵-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۳۱-۴۳۲-۱۲۱۳]

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے ۷ رجال ہیں:

(۱) محمد بن یوسف (۲) سفیان ثوری (۳) حمید (۴) امام بخاری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) سعید بن الحكم بن محمد بن ابی مریم المصری یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری یہ عمر بن الحكم بن مردان کے آزاد کردہ غلام ہیں ۱۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے ان میں ضعف ہے ابو حاتم نے کہا: ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا امام نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں (۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔
(عمدة القاری ۳ ص ۲۶۳)

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

نبیذ اور نشہ آور مشروب کے ساتھ

۷۱۔ بَابُ لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ

وضوء کرنا جائز نہیں ہے

بِالنَّبِيذِ وَلَا بِالْمُسْكِرِ

امام بخاری نے نبیذ کا علیحدہ ذکر کیا ہے اور اس کو نشہ آور مشروب میں شامل نہیں کیا کیونکہ نبیذ کے ساتھ وضوء کرنا مختلف فیہ ہے۔

نبیذ کا لغوی معنی

نبیذ کا معنی کسی چیز کو ڈالنا اور پھینکنا ہے علامہ عینی نے کہا: نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کچھ کھجوروں کو ڈال دیا جاتا ہے تاکہ پانی میں ان کی مٹھاس آجائے علامہ ابن اثیر نے کہا: کھجوروں، مشقی، شہد، گندم اور جو وغیرہ کو پانی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو اس مشروب کو نبیذ کہتے ہیں خواہ یہ نشہ آور ہو یا نہ ہو اگر یہ نشہ آور ہو تو اس سے وضوء کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اگر یہ نشہ آور نہ ہو لیکن ایک دودن پڑے رہنے سے گاڑھا ہو جائے اور اس کے پینے سے سرور آئے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے وضوء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ گاڑھا نہ ہو صرف اس میں مٹھاس ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے بلا کراہت وضوء کرنا جائز ہے اور اگر یہ نشہ آور ہو تو اس سے امام اعظم کے نزدیک وضوء کرنا حرام ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ کی تعریف

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد ہسکفی حنفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

(۱) کھجوروں اور مشقی کے نبیذ کو اگر معمولی جوش دیا جائے تو اس کا پینا جائز ہے خواہ وہ گاڑھا ہو بہ شرطیکہ اس کو لہو و طرب (سرور اور مستی) کے بغیر پیا جائے اور اگر لہو کے لیے پیا جائے تو اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہے اور جب تک وہ نشہ آور نہ ہو اور اگر اس کو ظن غالب ہے کہ وہ نشہ آور ہے تو پھر اس کا پینا حرام ہے۔

(۲) کھجوروں اور مشقی کو ملا کر معمولی جوش دیا جائے خواہ وہ گاڑھا ہو جائے تو اس کا پینا حلال ہے شرط مذکور کے ساتھ۔

(۳) شہد، گندم، انجیر، جو اور جوار کا نبیذ حلال ہے خواہ اس کو جوش دیا جائے یا نہیں شرط مذکور کے ساتھ۔

(۴) انگور کے شیرے کو جوش دیا حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے جب اس سے کھانے کو ہضم کرنے، علاج اور

عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لیے پیا جائے تو جائز ہے اور اگر سرور اور مستی کے لیے پیا جائے تو حرام ہے۔

(مللہ المختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۳۳-۳۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عبدالعزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبیذ میں جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس نبیذ کو جوش نہ دیا گیا ہو اور کچے پانی میں کھجوریں یا مستقی ذال دی ہوں اور پڑے پڑے وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور اس میں از خود جوش آجائے تو وہ نبیذ اجماع صحابہ سے حرام ہے کھجوروں کے نبیذ کی حرمت اور حلت میں احادیث وارد ہیں اور ان میں تطہیق یہ ہے کہ جو نبیذ کچے پانی سے بنایا گیا ہو وہ حرام ہے اور جس نبیذ کو آگ پر پکا کر بنایا گیا ہو وہ حلال ہے۔ (رد المحتار ج ۱۰ ص ۳۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ کی تعریف

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

نبیذ مباح ہے جب تک پانی میں پڑے پڑے جوش نہ آئے یا اس پر پانی میں پڑے پڑے تین دن نہ گزر جائیں۔ نبیذ وہ مشروب ہے جس میں کھجوریں یا مستقی یا کوئی اور چیز ذال دی جائے تاکہ اس کا پانی میٹھا ہو جائے اور اس کی نمکینی چلی جائے پس جب تک اس میں جوش نہ آئے یا اس پر تین دن نہ گزریں تو وہ مباح ہے کیونکہ اس کے بعد وہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اور پانی میں کھجوروں کو اور مستقی کو یا ان کی مثل کو چھوڑے رکھنا مکروہ نہیں ہے تاکہ پانی ان کی مٹھاس لے لے جب تک کہ وہ گاڑھا نہ ہو اور اس پر تین دن نہ گزر جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ نبی ﷺ روزے رکھ رہے ہیں میں نے آپ کے افطار کے لیے کھوکھلے کدو میں نبیذ تیار کیا جب میں اس کو آپ کے پاس لے کر گیا تو اس میں جوش آ رہا تھا نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو دیوار کے پاس گرا دو کیونکہ یہ ان لوگوں کا مشروب ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۱۶، سنن نسائی: ۵۷۲۰-۵۷۲۶، سنن ابن ماجہ: ۳۴۰۹) (الشرح الکبیر والمختصر ج ۱۲ ص ۳۹۳-۳۹۴ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوروی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

کسی قسم کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ نبیذ آگ پر پکا کر بنایا ہو یا کچے پانی میں تیار کیا ہو نہ حضر میں نہ سفر میں اگر وہ نشہ آور ہو تو وہ نجس ہے امام اوزاعی نے کہا کہ ہر قسم کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: کھجوروں کا جو نبیذ جوش دے کر تیار کیا ہو اس سے سفر میں وضوء کرنا جائز ہے خواہ وہ نشہ آور ہو اور حضر میں اس سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں: یہ امام ابوحنیفہ پر بہتان ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک نشہ آور مشروب حرام ہے اس کو پینا جائز ہے نہ اس سے وضوء کرنا جیسا کہ ہم شروع میں علامہ شامی اور علامہ صکفی حنفی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔)

امام محمد بن حسن نے کہا: نبیذ سے وضوء کرنے کو اور تیمم کرنے کو جمع کیا جائے گا ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لیلۃ الجن میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! میرے ساتھ کھجوروں کا نبیذ ہے آپ نے فرمایا: اس کو لاؤ وہ پاکیزہ کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے پھر آپ نے نبیذ سے وضوء کیا اور ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی: ۸۸، سنن ابوداؤد: ۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۵-۳۸۴، مسند احمد: ۴۲۹۶۔)

۳۸۱۰-ج ۱ ص ۳۴۹-۳۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۳-ج ۱ ص ۲۶، مصنف عبدالرزاق: ۶۹۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲

نیز روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبیذ سے وضوء کیا۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۳-۱۲)

اور ان کا یہ فعل قیاس سے تو ہو نہیں سکتا، لاحالہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا ہوگا۔
نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ آیت ہے: "قُلْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا"۔ (المائدہ: ۲۶) جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو اور نبیز بھی پانی ہے لہذا اس کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ماوردی کہتے ہیں: ہماری دلیل یہ آیت ہے کہ جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو (المائدہ: ۲۶) اور نبیز پانی نہیں ہے لہذا جب نبیز کے سوا اور پانی نہ ہو تو تیمم کرنا واجب ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہیں۔

(الحادی الکبیر ج ۱ ص ۵۱-۵۲ ملاحظاً دار الفکر بیروت ۱۳۱۳ھ)

نبیز سے وضوء کے جواز کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے نبیز کو "ماء طہور" پاک کرنے والا پانی فرمایا ہے، سورسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں علامہ ماوردی کے انکار کو کون سنے گا! اور ان احادیث کو ضعیف کہنا علم حدیث سے ناواقفیت ہے یہ حدیث "سنن ترمذی" سنن ابوداؤد سنن ابن ماجہ میں ہے اور یہ کتب صحاح ہیں ان کے علاوہ "مسند احمد" مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ" بھی مستند کتب حدیث ہیں۔ علاوہ ازیں یہ حدیث مسند ابویعلیٰ: ۵۰۴-۵۰۵، معجم الکبیر: ۹۹۶۳-۹۹۶۷ اور سنن بیہقی میں طرق متعدد سے مروی ہے۔ نیز یہ آثار ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیز سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۳)

عکرمہ نے کہا: جس کو پانی نہ ملے اس کے لیے نبیز وضوء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۵)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک نبیز سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک ابو یوسف امام شافعی اور امام احمد نے کہا: نبیز سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے خواہ نبیز کچے پانی میں بنایا ہو یا پکا کر خواہ اس وقت پانی ہو یا نہ ہو یا کھجوروں کا نبیز ہو یا کسی اور چیز کا اور اگر وہ نبیز گاڑھا ہو تو وہ نجس ہے اس کا پینا جائز ہے نہ اس سے وضوء کرنا اور حسن بصری نے نبیز سے وضوء کرنے کی اجازت دی ہے امام اوزاعی نے کہا: نبیز کی تمام اقسام سے وضوء کرنا جائز ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے امام ابو حنیفہ نے کہا: پانی کے ہوتے ہوئے نبیز سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے اور جب پانی نہ ہو تو صرف پکائے ہوئے نبیز سے وضوء کرنا جائز ہے جب وہ نشہ آور ہو اور کچے پانی کے نبیز سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۶۷-۳۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ نشہ آور مشروب سے وضوء کے جواز کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرنا ان پر بہتان ہے ائمہ اور فقہاء احناف کی کتب سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے:

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد حنفی سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

کھجوروں کے نبیز کا پینا حلال ہے جب اس کو پکا کر جوش دیا گیا ہو اور جو نبیز نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

(المہوط ج ۲ ص ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیز سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیز سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور حسن بصری

اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے اور عکرمہ نے کہا: جس کو پانی نہ ملے وہ نبیذ سے وضوء کرے اور اسحاق نے کہا: نبیذ سے وضوء اور تیمم کو جمع کرنا مستحب ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول عکرمہ کی مثل ہے اور ان کی دلیل حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور ہماری دلیل آیت تیمم ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۳۳ دارالحدیث قاہرہ ۱۳۲۵ھ)

شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرنے کی اجازت دی ہے انہوں نے ایک قول میں نبیذ کی باقی اقسام کو کھجوروں کے نبیذ پر قیاس کیا ہے اور دوسرے قول میں منع کیا ہے اور جس طرح بھی ہو بہر حال کھجوروں کا نبیذ جائز ہے کھجوریں پاک ہیں اور پانی پاک کرنے والا ہے۔ (جامع الفقہ ج ۱ ص ۱۱۰ دارالوفاء)

نیز ابن قیم جوزی لکھتے ہیں:

کھجوروں کے ساتھ وضوء کی حدیث کو قیاس پر مقدم کیا گیا ہے اور اکثر محدثین اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی یہ ہے کہ قیاس اور رائے پر عمل کرنے کی بہ نسبت حدیث ضعیف پر عمل کرنا اولیٰ ہے اسی وجہ سے ان کا مذہب اس ضعیف حدیث پر مبنی ہے کہ قہقہہ سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ یہ حدیث قیاس اور رائے کے خلاف ہے اسی طرح ان کا مذہب اس پر مبنی ہے کہ سفر میں کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے کیونکہ یہ حدیث قیاس اور رائے کے خلاف ہے۔ (جامع الفقہ ج ۱ ص ۱۱۰ دارالوفاء)

ظلم یہ ہے کہ پھر بھی امام ابو حنیفہ قدس سرہ کو صاحب رائے کہا جاتا ہے اور فقہاء احناف کو اصحاب رائے کہا جاتا ہے!

فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو اور کوئی پانی نہ ملے وہ کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرے اور تیمم نہ کرے اور امام ابو یوسف نے کہا: وہ تیمم کرے اور وضوء نہ کرے اور امام محمد نے کہا: وہ اس نبیذ سے وضوء کرے پھر تیمم کرے اور کسی چیز کے نبیذ سے وضوء نہ کرے۔ (الجامع الصغیر ص ۷۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۱۱ھ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی المعروف بقاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک کھجوروں کا نبیذ پانی کی طرح پاک کرنے والا ہے مگر اس سے وضوء کرنے کے لیے نیت شرط ہے پس اس کے ساتھ تیمم نہ کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بالکل پاک کرنے والا نہیں ہے پس تیمم کرے اور اس سے وضوء نہ کرے اور امام محمد کے نزدیک کھجوروں کا نبیذ گدھے کے جھوٹے کی طرح پاک کرنے میں مشکوک ہے پس اس سے وضوء اور تیمم کو جمع کرے۔ (شرح الزیادات ج ۱ ص ۱۳۵-۱۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر کھجوروں کے نبیذ کے سوا اور پانی نہ ملے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اس سے وضوء کرے اور تیمم نہ کرے اس کی بناء لیلۃ الجن کی حدیث پر ہے کیونکہ نبی ﷺ کو جب پانی نہیں ملا تو آپ نے اس سے وضوء کیا اور امام ابو یوسف نے کہا: تیمم کرے اور اس سے وضوء نہ کرے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے وہ تیمم کی آیت پر عمل کرتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے یا نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور لیلۃ الجن مکہ میں تھی اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا: نبیذ سے وضوء کرے اور تیمم کرے کیونکہ حدیث میں اضطراب ہے (بعض احادیث میں ہے: اس رات حضرت ابن مسعود آپ کے

ساتھ تھے اور بعض احادیث میں ہے: آپ کے ساتھ وہ اس رات نہیں تھے (اور تاریخ کا تعین نہیں ہے) پس دونوں کو جمع کرنے میں احتیاط ہے۔ (علامہ مرغینانی کہتے ہیں:) ہم کہتے ہیں کہ آپ کی جنات سے ملاقات کئی راتوں میں ہوئی تھی اس لیے نبیذ سے وضوء کو منسوخ کرنے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث مشہور ہے اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے اور اس کی مثل سے کتاب پر زیادتی کی جاتی ہے اور نبیذ سے غسل کرنے کے متعلق ایک قول ہے کہ یہ جائز ہے وضوء پر قیاس کرتے ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ غسل وضوء سے زیادہ ہے اور جس نبیذ میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ وہ میٹھا ہو اور رقیق ہو اور اعضاء کے اوپر پانی کی طرح بہے اور جو نبیذ گاڑھا ہو وہ حرام ہے اس سے وضوء کرنا جائز نہیں اور جس نبیذ کو آگ نے متغیر کر دیا ہو وہ بھی اسی اختلاف پر ہے اور جو نبیذ گاڑھا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے بھی وضوء کرنا جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے اور امام محمد کے نزدیک گاڑھے نبیذ کے ساتھ وضوء نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے کھجوروں کے نبیذ کے علاوہ اور کسی چیز کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔ (حدایہ اولین ص ۳۸-۳۷ مکتبہ شریعت علیہ السلام)

نبیذ سے وضوء کرنے کی تحقیق کے بعد اب ہم امام بخاری کی اس تعلیق کو ذکر کر رہے ہیں:

وَعَمْرُوهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ.

اور الحسن اور ابو العالیہ نے نبیذ سے وضوء کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

الحسن سے مراد حسن بصری ہیں اور ابو العالیہ سے مراد رفیع بن مہران الریاحی ہیں۔

یہ تعلیق اثر مذکور ذیل کا خلاصہ ہے:

سفیان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حسن کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبیذ اور دودھ سے وضوء نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۹)

اور ابو العالیہ کی تعلیق سنن ابوداؤد: ۸۷ میں ہے اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور یہ امام بخاری کے قائم کیے ہوئے عنوان کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے نبیذ سے وضوء کو ناجائز کہا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ عَطَاءُ التَّيْمِيُّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوءِ

اور عطاء نے کہا: نبیذ اور دودھ سے وضوء کرنے کی بہ نسبت

بِالنَّبِيذِ وَاللَّبَنِ.

مجھے تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔

عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہے اور اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں عطاء نے کہا کہ وہ دودھ اور نبیذ سے وضوء کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور انہوں نے کہا: ان کو تیمم کرنا اس سے زیادہ پسند ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶)

یہ تعلیق بھی امام بخاری کے قائم کیے ہوئے عنوان کے خلاف ہے امام بخاری نے نبیذ سے وضوء کو ناجائز کہا ہے اور عطاء کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیذ سے وضوء کرنا جائز تو ہے لیکن تیمم کرنا اس سے بہتر ہے۔

نبیذ سے وضوء کرنے پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث ضعیف ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

احناف نے حضرت ابن مسعود کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے لیلۃ الجن میں ان سے پوچھا: تمہارے مشکیزہ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نبیذ آپ نے فرمایا: پاکیزہ کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے۔ سنن ابوداؤد: ۸۳، سنن

ترمذی: ۸۸، امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے اس سے وضوء کیا اور تمام علماء متقدمین کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۷۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ان علماء نے اس حدیث کو اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ امام ترمذی نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ: یہ حدیث از ابو زید از عبد اللہ از نبی ﷺ مروی ہے اور ابو زید محدثین کے نزدیک مجہول شخص ہے۔ اس حدیث کے سوا اس کی اور کوئی روایت معروف نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ص ۵۴، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا: ابو زید مجہول ہے اور دوسروں نے کہا: ابو زید عمرو بن زید کا آزاد شدہ غلام ہے اس سے راشد بن کیسان اور ابو وراق نے احادیث روایت کی ہیں۔ (عارضۃ الاخوذی ج ۱ ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اور یہ معرفت ابو زید کو جہالت کی حد سے نکال دیتی ہے رہا اس کا نام تو وہ معلوم نہیں اور ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کا یہ ارادہ ہو کہ اس کا نام مجہول ہے علاوہ ازیں اس حدیث کو چودہ رجال نے حضرت ابن مسعود سے اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح ابو زید نے روایت کیا ہے:

(۱) ابورافع، امام طحاوی اور حاکم کی روایت میں۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۳، النسخ والمسنوخ: ۹۲)

(۲) ربیع ابو علی، امام طبرانی کی ”معجم اوسط“ میں۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر، ابوموسیٰ اصہبانی کی ”کتاب الصحابة“ میں۔

(۴) عمرو البکالی، ابواحمد کی ”کتاب الکئی“ میں سند صحیح کے ساتھ۔

(۵) ابو عبیدہ بن عبد اللہ۔

(۶) محمد بن عیسیٰ المدائنی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ محمد بن عیسیٰ ضعیف الحدیث ہے تو میں کہوں گا کہ البرقانی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور لا لکائی نے کہا ہے: وہ صالح ہے اس کی احادیث کا سماع کیا جاتا ہے۔

(۷) عبد اللہ بن مسلمہ، حافظ ابوالحسن بن المظفر کی کتاب ”غرائب شعبہ“ میں۔

(۸) قابوس بن ظبیان از والد خود یہ بھی ابن المظفر کے پاس عمدہ سند کے ساتھ ہے۔ (النسخ والمسنوخ: ۹۳)

(۹) عبد اللہ بن عمرو بن غیلان الشقی، الاسماعیلی کے پاس جس کتاب میں انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کی از یحییٰ احادیث جمع کی ہیں۔

(۱۰) حضرت عبد اللہ بن عباس، امام طحاوی اور امام ابن ماجہ کے پاس۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۵)

(۱۱) ابو وائل شقیق بن سلمہ، امام دارقطنی کے پاس۔ (سنن دارقطنی: ۲۳۵)

(۱۲) ابن عبد اللہ اس حدیث کی ابو عبیدہ بن عبد اللہ نے طلحہ بن عبید اللہ از والد خود روایت کی ہے۔

(۱۳) ابو عثمان ابن سنہ، ابو حفص بن شاہین کی کتاب ”النسخ والمسنوخ“ میں سند جید کے ساتھ اس کی حاکم نے بھی ”مستدرک“ میں

روایت کی ہے۔ (النسخ والمسنوخ: ۹۳)

(۱۴) ابو عثمان النہدی، امام الدورقی کی مسند میں عمدہ سند کے ساتھ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود نے خود کہا ہے کہ میں لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رات کے ابتدائی حصہ میں آپ کے ساتھ نہیں تھے اور آخری حصہ میں آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلۃ الجن دوبار ہوئی، پہلی بار آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا نہ حضرت ابن مسعود نہ کوئی اور، جیسا کہ ”صحیح مسلم“ میں ہے، اور دوسری بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود تھے جیسا کہ ”تفسیر امام ابن ابی حاتم“ میں ہے، کھجور کے درختوں میں جن جنات نے آپ سے ملاقات کی تھی، وہ نینوی کے جنات تھے اور مکہ میں جن جنات نے آپ سے ملاقات کی تھی، وہ نصیبین کے جن تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۶۷-۲۶۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا دوسرا اعتراض کہ نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر یہ منسوخ ہے، کیونکہ یہ واقعہ مکہ کا ہے اور آیت تيمم المائدة: ۶ بالاتفاق مدنی ہے، یا یہ اس پانی پر محمول ہیں جس میں سوکھی ہوئی کھجوریں ڈال دیں، جنہوں نے پانی کے وصف کو متغیر نہیں کیا اور وہ نبیذ اس لیے بناتے تھے کہ عام طور پر ان کا پانی میٹھا نہیں ہوتا تھا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۷، دارالعرفی بیروت)

حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

اس شخص نے یہ اعتراض ابن قسار مالکی اور ابن حزم ظاہری سے نقل کر کے لکھا ہے، اس پر تعجب ہے کہ اس نے اس اعتراض کے مردود ہونے کے علم کے باوجود اس کو لکھ دیا اور اس کے رد کی وجہ وہ ہے جس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر: ۴۶۵ میں اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام، نبی ﷺ کے پاس مکہ کی ادچی جگہ میں نازل ہوئے اور اپنی ایڑی سے اشارہ کیا تو پانی ابلنے لگا اور انہوں نے آپ کو وضوء کا طریقہ سکھایا، السہیلی نے کہا: آیت وضوء مکی ہے، لیکن یہ مدنی التلاوت ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت التیمم کہا ہے اور آیت الوضوء نہیں کہا کیونکہ وضوء اس سے پہلے فرض ہو چکا تھا، البتہ اس کی قرآن میں تلاوت اس وقت ہوئی جب آیت تيمم نازل ہوگئی اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلے وضوء سنت تھا، حتیٰ کہ مدینہ میں قرآن نازل ہوا۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۶۷، دارالکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کا مکہ میں وضوء کرنا آیت تيمم یا آیت وضوء کے نزول کے منافی نہیں ہے، کیونکہ آیت وضوء اگرچہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو بھیج کر ابتداء ہی میں آپ کو وضوء کرنا سکھا دیا تھا، نیز منسوخ تو حکم ہوتا ہے، خبر منسوخ نہیں ہوتی اور حدیث ابن مسعود میں تو نبیذ سے وضوء کرنے کی خبر ہے، حکم نہیں ہے اور رہا یہ کہ انہوں نے سوکھی ہوئی کھجوریں ڈال دی ہوں گی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، پانی میں سوکھی ہوئی کھجوریں ڈالی جائیں یا تازہ کھجوریں ڈالی جائیں، اس سے نبیذ بہر حال بن جاتا ہے۔

* ہم نے تبیان القرآن میں نبیذ پینے کے متعلق پانچ احادیث اور چار آثار بیان کیے ہیں۔

(تبیان القرآن: ج ۶ ص ۳۹۲-۳۹۰، النحل: ۶۷)

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اگر مجھے تمام دنیا کا مال بھی دے دیا جائے تو میں نبیذ کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دوں گا، کیونکہ اس سے بعض صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آتا ہے اور اگر مجھے تمام دنیا بھی دی جائے تو میں نبیذ نہیں پیوں گا، کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۳-۳۲، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

۲۴۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے

(نصب الرایہ ج ۵ ص ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

یحییٰ بن معین نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو ایسے مشروبات کو سرور اور مستی لانے کے لیے پیئیں جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اور قلیل مقدار نشہ آور نہ ہو (اور جو بدن میں عبادت کی قوت حاصل کرنے کے لیے پیئیں وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ رد المحتار ج ۱۰ ص ۳۴)۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کا وہ آخری گھونٹ نشہ آور ہے اور صرف وہ حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہوا اور اس کی قلیل مقدار جو غیر نشہ آور ہے وہ حرام نہیں ہے اور یہ حدیث اس آخری گھونٹ پر محمول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ”الخمرۃ“ کو بعینہا حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حرام وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور خمر بعینہا حرام ہے اور اس حکم میں قلیل اور کثیر برابر ہیں اور کھجوروں اور انگوروں کے پکے ہوئے شیرہ سے جو مشروب بنایا گیا ہو اس میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے ان کی قلیل مقدار کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے حرام صرف وہ ہے جو اس کے پیالہ کا آخری حصہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مشروب کا جو پیالہ نشہ آور ہو وہی حرام ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۱۲-۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنے کا شرعی جواز

ان تصریحات کی بناء پر میں یہ کہتا ہوں کہ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا جائز ہے ایلو پیتھک کی جو دوائیں دوائیں ہوتی ہیں اور شربت ہوتے ہیں ان میں الکوحل کی معمولی مقدار ملی ہوئی ہوتی ہے اور ہومیو پیتھک دواؤں میں بھی الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے اور دوا کی جتنی خوراک پی جاتی ہے جو عموماً چائے کے دو چمچے کے برابر ہوتی ہے اگر یہ دو چمچے صرف الکوحل ہوتی تو بھی یہ نشہ آور نہیں ہے جب کہ الکوحل خمر نہیں ہے اور اس دو چمچے کی مقدار میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں باقی دوسرے کیمیائی اجزاء ہوتے ہیں اور ان سے مخلوط ہونے کے بعد الکوحل اپنی طبیعت اور ماہیت پر باقی نہیں رہتی جیسے خمر میں اگر نمک ڈال دیا جائے تو اس کی ماہیت بدل جاتی ہے اور وہ سرکہ بن جاتی ہے لہذا اول تو دوا کی مجوزہ خوراک میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں جو کسی صورت میں نشہ آور نہیں ہیں ثانی یہ کہ اس میں دوسرے کیمیائی اجزاء غالب مقدار میں موجود ہوتے ہیں جن کی وجہ سے الکوحل کی ماہیت بدل جاتی ہے الکوحل کی اس کم مقدار کو دواؤں میں اس لیے شامل کیا جاتا ہے کہ وہ دیر تک محفوظ رہ سکیں اور خراب ہونے نہ پائیں۔

باب مذکور کی حدیث کی تحقیق شرح صحیح مسلم میں

اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۰۹۴۔ ج ۶ ص ۲۵۳ پر مذکور ہے یہاں اس کی شرح نہیں کی گئی البتہ کتاب الاثریہ کا جو

مقدمہ ہے اس میں بہت مفصل بحث کی ہے اس کے اہم عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) خمر کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات کے متعلق مذاہب فقہاء (۳) خمر اور دیگر مشروبات کے متعلق امام

ابو حنیفہ کا نظریہ (۴) غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال (۵) غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل

مقدار کی حلت کے متعلق احادیث ① جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو اس میں پانی ملانے کے بعد اس کو پینے کا جواز۔ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ② نبی کی تعریف اور اس کا حکم ۱۹۱ مثلث اور نبیہ شدید کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ③ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار پینے کا جواز ④ کبار صحابہ اور فقہاء تابعین سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار پینے کا جواز ⑤ بھنگ کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء ⑥ حشیش کی تحقیق ⑦ ایون کی تعریف اور تحقیق ⑧ سکون آورد اوں کا شرعی حکم ⑨ تمباکو نوشی کی تاریخ۔ تمباکو نوشی کے نقصانات ⑩ تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب ⑪ تمباکو نوشی کے متعلق دیگر مذاہب اور مصنف کا موقف ۲۰ الکحول کی قلیل مقدار کے جوار کا محل اور ایلو پیتھک دواؤں اور پر فیوم وغیرہ کے جواز کا بیان۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲۳-۱۷۹ میں پھیلی ہوئی ہے۔

عورت کا اپنے باپ کے

چہرے سے خون کو دھونا

۷۲۔ بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا

الدَّمُ عَنْ وَجْهِهِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھو سکتی ہے، باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں یہ بیان کیا تھا کہ امام بخاری کی رائے میں نبیہ سے وضوء جائز نہیں اور نشہ آور مشروب سے وضوء کرنا جائز نہیں اور یہ ایک حکم شرعی ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورت اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھو سکتی ہے یعنی نجاست کو بدن پر چھوڑنا جائز نہیں ہے اور یہ بھی ایک حکم شرعی ہے۔ اس کے ثبوت میں امام بخاری حسب ذیل تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ اِمْسَحُوا عَلٰى رِجْلَيْهِ فَاَنْتَهَا مَرِيضَةً۔ اور ابو العالیہ نے کہا: میرے پیر پر مسح کرو کیونکہ اس میں مرض ہے۔

ابو العالیہ کا نام رفیع بن مہران ریاحی ہے امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے وہ ایک حدیث کا قطعہ ہے مکمل حدیث یہ ہے: معمر بیان کرتے ہیں: مجھے عاصم بن سلیمان نے خبر دی کہ ہم ابو العالیہ الریاحی کے پاس گئے وہ بیمار تھے انہوں نے ان کو وضوء کرایا جب ان کا ایک پیر رہ گیا تو انہوں نے کہا: اس پر مسح کرو کیونکہ اس میں مرض ہے اور اس پر سرخی اور درد تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی از ابی حازم انہوں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا اور لوگ ان سے سوال کر رہے تھے اور میرے اور ان کے درمیان اس وقت کوئی شخص نہیں تھا کہ نبی ﷺ کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ حضرت سہل نے کہا: اب اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتے والا کوئی نہیں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون کو دھوتی تھیں پھر

۲۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ وَسَأَلَهُ النَّاسُ وَمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَخَذَ بَأْتِي شَيْءٍ دَوْرِي جَرَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي كَانَ عَلِيٌّ يَجِيءُ بِتَرْمِيمِهِ فِيهِ مَاءٌ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَأَخَذَ حَصْرٌ فَأَحْرَقَ فَحِشِي بِهِ جُرْحُهُ۔

[الطراف الحديث: ۲۹۰۳-۲۹۱۱-۳۰۴۷-۳۰۵۵-۵۲۲۷-۵۲۲۸]

ایک چٹائی کو لے کر جلایا گیا اور اس کی راکھ آپ کے زخم میں بھری گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۷۹۰، الرقم المسلسل: ۳۵۶۱، سنن ترمذی: ۲۰۸۵، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶۳، مسند الحمیدی: ۹۲۹، صحیح ابن حبان: ۶۵۷۸، المعجم الکبیر:

۵۹۱۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۷۹۹، ج ۳ ص ۳۵۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون کو دھوتی تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام البیہقی صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے ابو نعیم نے "المستخرج" میں اسی طرح لکھا ہے اور امام

ابن ماجہ اور الاسماعیلی نے محمد بن الصباح از سفیان روایت کیا ہے (۲) سفیان بن عیینہ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابو حازم سلمہ بن دینار

المدینی الحنفی ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ ان کا نام پہلے حزن تھا نبی ﷺ نے

ان کا نام بدل کر سہل رکھ دیا انہوں نے نبی ﷺ سے ۱۳۸ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان کی ۳۹ احادیث روایت کی

ہیں یہ ۱۰۰ سال کی عمر میں ۹۱ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۷۱-۲۷۰)

باب مذکور کی حدیث کی زیادہ تفصیل

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کے سر کے اوپر خود توڑ دیا گیا اور آپ کا چہرہ خون

آلود ہو گیا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون دھورہی تھیں جب

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون زیادہ بہ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس کی راکھ کو آپ کے زخم میں

بھر دیا پھر خون رک گیا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۲۲)

خواتین کے لیے اپنے محارم کا علاج کرنے کا جواز انبیاء پر تکلیفوں کی حکمت علاج کی مشروعیت اور اپنی

علمی فضیلت کو بیان کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے والد اور دیگر محارم کے امراض میں ان کا علاج کر سکتی ہے اور اس حدیث میں دوا اور

علاج کا ثبوت ہے اس زمانہ میں خون روکنے اور مرہم پٹی کے جو اسباب تھے ان کو اختیار کیا گیا۔

اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم السلام بیمار یوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہوتے ہیں تاکہ ان کو زیادہ اجر ملے اور ان کی امت

یہ جان لے کہ انبیاء علیہم السلام اتنے فضائل اور کمالات کے حامل ہونے کے باوجود بشر ہیں ان کے اجسام پر بھی وہ تکلیفیں آتی ہیں جو عام

بشر کے اجسام پر آتی ہیں اور وہ یہ یقین کر لیں کہ وہ مخلوق ہیں خدا نہیں ہیں اور ان کے معجزات دیکھ کر اس طرح فتنہ میں مبتلا نہ ہو

جائیں جس طرح نصاریٰ فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ دوا اور علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت سہل سے لوگوں نے پوچھا کہ نبی ﷺ کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے

احوال کے متعلق سوال کرنا چاہیے۔

حضرت سہل نے کہا: اس وقت اس بات کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی

علمی فضیلت اور بڑائی کو بیان کرنا جائز ہے۔

آیا نبی ﷺ نے احد میں خون آلود کرنے والے کفار کے لیے دعائے مغفرت کی تھی یا نہیں؟

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما کیونکہ بے شک یہ (میری نبوت کو) نہیں جانتے۔

(صحیح ابن حبان: ۱۹۷۳، المعجم الکبیر: ۵۶۹۳، حافظ البیہقی نے کہا: امام طبرانی کے رجال صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۷)

ابو حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب احد میں آپ کا چہرہ خون آلود کر دیا گیا تھا اور اس دعا کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! میری قوم نے جو میرا چہرہ خون آلود کر دیا ہے ان کے اس گناہ کو معاف فرما اور یہ کفار کے لیے دعائے مغفرت نہیں تھی اور اگر آپ ان کافروں کے لیے دعائے مغفرت کرتے تو لامحالہ وہ سب کافرا ہی وقت اسلام لے آتے۔

(الاحسان فی تفریب صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۲۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۳ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: گویا میں نبی ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا آپ انبیاء میں سے کسی نبی کی حکایت فرما رہے تھے کہ اس نبی کو ان کی قوم نے مار مار کر خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما بے شک یہ میری نبوت کو نہیں جانتے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۷، صحیح مسلم: ۱۷۹۲، سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

علامہ نووی نے لکھا ہے: ہمارے نبی ﷺ کے لیے بھی اس کی مثل جنگ احد کے دن واقع ہوئی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۳۹۸۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جس نبی کی حکایت کی ہے اس سے مراد خود آپ کی ذات ہے، حافظ عسقلانی نے علامہ قرطبی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: نبی ﷺ نے احد کے دن یہ فرمایا تھا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی، جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیا۔ (صحیح البخاری ص ۸۵۲، دارالرقم، بیروت) پھر حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان: ۹۷۳ کی حدیث اور ابو حاتم کا کلام نقل کیا ہے پھر اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ نبی ﷺ کی دعا کے مقبول ہونے میں تاخیر جائز نہیں، حالانکہ نبی ﷺ نے تین دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے دو آپ کو عطا فرمادیں اور ایک سے منع فرما دیا، پھر علامہ قرطبی کے رد میں اس حدیث کو نقل کیا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہجرانہ میں رسول اللہ ﷺ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا گیا، اس قوم نے اس کو مارا اور خون آلود کر دیا وہ بندہ خون کو اپنی پیشانی سے صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما! بے شک یہ (میری نبوت کو) نہیں جانتے، حضرت عبداللہ کہتے ہیں: گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا تھا آپ خون کو اپنی پیشانی سے صاف کر رہے تھے اور اس بندہ کی حکایت کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۰۳-۳۹۹۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۵۷، مسند ابیہریر: ۳۶۵۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۶۳، شعب الایمان:

۶۹۶۲، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۳۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷، طبع قدیم، مسند احمد ج ۷ ص ۳۷۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی ﷺ نے جس نبی کی حکایت کی ہے اس سے مراد خود آپ کی ذات گرامی نہیں تھی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

صحیح ابن حبان: ۹۷۳ اور ابوحاتم کی تفسیر کا تقاضا یہ ہے کہ جن کافروں نے آپ کا چہرہ خون آلود کیا تھا آپ نے ان کے لیے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس جرم کو معاف فرمادے اور یہ نبی ﷺ کا انتہائی صبر اور حلم ہے اور اپنے دشمنوں کے لیے انتہائی عفو و کرم ہے اور اپنی ذات پر ہونے والی زیادتی کو معاف فرماتا ہے اور ان کے لیے ہدایت اور مغفرت کی دعا کرنا ہے اور انہوں نے آپ کے اوپر جو زیادتی کی تھی اور آپ کا چہرہ خون آلود کیا تھا اس جرم کو ان کی اس جہالت کی وجہ سے کہ وہ آپ کی نبوت کو پہچانتے نہیں تھے اس میں ان کو معذور قرار دینا ہے اور یہ آپ کا خلق عظیم ہے۔

اور وہ جو ”صحیح بخاری“ میں ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا! یہ آپ نے اس وقت فرمایا: جب آپ کا چہرہ کافروں نے خون آلود کر دیا تھا بعد میں آپ پر اپنے مزاج کے مطابق رحمت غالب آ گئی اور آپ نے ان کے لیے معافی کی دعا فرما کر اپنے پہلے قول کی تلافی کر دی اور اس میں ہمارے لیے یہ نمونہ ہے کہ اگر کسی ظالم کے ظلم پر ہم فوری طور پر جذبات میں آ کر اس کے خلاف کوئی بات کہیں جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے تو بعد میں اس کے حق میں دعا کر کے اپنے پہلے قول کی تلافی کر دیں۔

اور صحیح البخاری: ۷۷۳ میں آپ نے جس نبی کی حکایت فرمائی ہے وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کوئی نبی تھے کیونکہ امام بخاری نے اس حدیث کو انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر میں بیان کیا ہے اور اس سے مراد خود آپ کی ذات گرامی نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تحقیق کی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۵۲۔ ج ۵ ص ۵۵۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

مسواک کرنا

۷۳۔ بَابُ السَّوَاكِ

اس باب میں مسواک کرنے کا بیان ہے باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں چہرے سے خون زائل کر کے چہرے کو صاف کرنے کا بیان تھا اور اس باب میں دانتوں سے میل کچیل اور پیلاہٹ کو زائل کر کے دانتوں کو صاف کرنے کا بیان ہے۔

اصل مقصود دانتوں کی صفائی ہے اس زمانہ میں درخت کی شاخ یا پیلو کی جڑ سے مسواک کر کے دانتوں کو صاف کیا جاتا تھا اب منجن، ٹوتھ پاؤڈر یا ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کو صاف کیا جاتا ہے جیسے اس زمانہ میں زخم سے خون روکنے کے لیے چٹائی جلا کر رکھ زخم میں بھر دی جاتی تھی اب جدید دوائیں مثلاً اسکن آئنٹ منٹ (Skin Ointment) اور پولی فیکس (Poly Fax) ٹینچر بینزائل (Tincture Benzyl) وغیرہ زخم پر لگادی جاتی ہے اور کیونکہ مقصود علاج ہے اور جس طرح ہر زمانہ کے عرف اور رواج کے مطابق علاج کیا جاتا ہے اسی طرح دانتوں کی صفائی بھی ہر زمانہ کے عرف کے مطابق ہوگی اور یہ خلاف سنت یا خلاف شریعت نہیں ہے۔ امام بخاری اس سلسلہ میں تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَشْرٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ہاں رات گزاری تو آپ نے دانت صاف کیے۔

یہ تعلیق اس طویل حدیث کا قطعہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری تاکہ نبی ﷺ کے رات کے معمولات کا مشاہدہ کریں اس حدیث کا کچھ حصہ گزشتہ ابواب میں گزر چکا ہے اور باقی آئندہ ابواب میں آئے گا۔

۲۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غِيلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنْ بِسِوَاكِ بِيَدِهِ، يَقُولُ أَعْ أَعْ، وَالسِّوَاكُ فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ. (صحیح مسلم: ۲۵۴، رقم المسلسل: ۵۸۱، سنن ابوداؤد: ۴۹، سنن سائی: ۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از ابی بردہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ اپنے ہاتھ میں مسواک لے کر دانت صاف کر رہے تھے اور اَعْ اَعْ کر رہے تھے اور مسواک آپ کے منہ میں تھی گویا کہ آپ تے کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل (۲) حماد بن زید (۳) غیلان بن جریر یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوبردہ ان کا نام عامر ہے (۵) ان کے والد حضرت عبداللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۷۳)

بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "اَعْ اَعْ" کے الفاظ ہیں جب مسواک کو حلق کے آخر تک لے جا کر حلق کو صاف کیا جائے تو ایسی آواز نکلتی ہے۔ "یتهوع" بلا تکلف تے آنا۔

مسواک کرنے کا سنت مؤکدہ ہونا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ دن اور رات ہمیشہ مسواک کرتے تھے اور مسواک پر دوام کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور میں اپنے سینہ کی طرف آپ کا سہارا تھی اور حضرت عبدالرحمان کے پاس ایک تازہ مسواک تھی جس سے وہ مسواک کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ کی نظر اس کی طرف مسلسل لگی ہوئی تھی میں نے ان سے مسواک لے کر اس کو (اگلے سرے سے) کاٹا پھر اس کو جھاڑا اور پاک کیا پھر وہ نبی ﷺ کو دی نبی ﷺ نے اس سے دانت صاف کیے اور میں نے اس سے زیادہ اچھی طرح کبھی نبی ﷺ کو دانت صاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا پھر جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہو گئے تو آپ نے اپنا ہاتھ یا انگلی اوپر اٹھائی پھر تین مرتبہ فرمایا: "رفیق اعلیٰ میں" پھر آپ میری ہنسی اور ٹھوڑی کے درمیان (سر نکائے ہوئے) وصال فرما گئے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۳۸)

مسواک کے مستحب ہونے پر اجماع ہے۔ علامہ مرغینانی حنفی متونی ۵۹۳ھ نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ اس پر دوام کرتے تھے اور جب مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کرے کیونکہ نبی ﷺ اس طرح کرتے تھے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۸، شریعت ص ۱۸۱)

مسواک کرنے کا طریقہ

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متونی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اپنے دانتوں اور زبان پر مسواک کرے حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے میں نے دیکھا آپ اپنی زبان پر مسواک کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۳، صحیح مسلم: ۲۲۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ گھسا دوں گا اور غرض کی جانب مسواک کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرضا

مسواک کرو اور کبھی کبھی تیل لگاؤ اور طاق مرتبہ سرمہ لگاؤ۔ (لذکر المستقر: ۳۱) دائیں طرف سے مسواک کی ابتداء کرنا مستحب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ جوتی پہننے میں کنگھی کرنے میں وضوء کرنے میں اور ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۸، صحیح مسلم: ۲۲۶) اور مسواک کو دھولے تاکہ اس پر جو گرد و غبار اور میل ہے وہ زائل ہو جائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے مسواک دیتے میں اس کو دھوتی میں اس سے ابتداء کر کے مسواک کرتی پھر اس کو دھو کر آپ کو دیتی۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲) (المعنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۱۲۰ دارالحدیث قاہرہ: ۱۳۲۵ھ)

مسواک کی موٹائی چھنگلی کے برابر ہو اور اس کی لمبائی ایک بالشت ہو پیلو کی جڑ سے مسواک کرنا مستحب ہے مسواک کرنے کے وقت کا کوئی پیمانہ نہیں ہے اس وقت تک مسواک کرے حتیٰ کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اس کے دانتوں کا میل اور پیلاہٹ زائل ہو گئی ہے۔ ”الحیض“ میں مذکور ہے کہ عورتوں کا دند اسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

۲۴۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسَّوَاكِ. [أطراف الحديث: ۸۸۹-۱۱۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابوداؤد از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵، رقم السلسل: ۵۸۲، سنن ابوداؤد: ۵۵، سنن نسائی: ۲، سنن ابن ماجہ: ۲۸۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶، صحیح ابن حبان: ۱۰۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳، مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۴۱۵، ج ۳۸ ص ۳۱۷-۳۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

* مذکور الصدر دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۵۰۱-۵۰۰۔ ج ۱ ص ۹۱۰ پر ہیں ان کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① مسواک کا لغوی اور شرعی معنی ② مسواک کے متعلق احکام شرعیہ ③ منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے ④ احکام شرعیہ کا نبی ﷺ کی طرف مفوض ہونا۔

۷۴۔ بَابُ دَفْعِ السَّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام مسواک کے متعلق ہیں۔

۲۴۶۔ وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي أَتَسَوَّكَ بِسَوَاكِ، فَجَاءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، فَنَاقَلْتُ السَّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا، فَقِيلَ لِي كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عفان نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسواک کے ساتھ مسواک کر رہا ہوں پس میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی عمر کا تھا میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیں پھر میں نے وہ مسواک ان میں سے بڑے کو دے دی۔

قال أبو عبد الله اختصره نعيم عن ابن المبارك عن أسامة عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: نعيم نے اس حدیث کو مختصر روایت کیا ہے از ابن المبارک از اسامہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

اللہ عَنْہُمْ۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۱، رقم المسلسل: ۵۸۲۳-۷۳۶۶)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عفان بن مسلم الصغار البصری ابو عثمان ان سے آزمائش کے زمانے میں قرآن مجید کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے قرآن مجید کو مخلوق کہنے سے انکار کیا، یہ جرح اور تعدیل کرتے تھے ان سے کہا گیا: اس سے رک جاؤ اور ان کو دس ہزار دینار کی پیش کش کی گئی، انہوں نے انکار کر دیا اور کہا: میں حق کو نہیں چھپا سکتا، یہ ۲۲۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے (۲) صخر بن جویہ ابو نافع التمیمی، یہ ثقہ راوی ہیں (۳) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۵) امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۶) نعیم بن حماد الروزی الخزاعی مصری امام احمد نے کہا: ہم ان کو الفارض کہتے تھے کیونکہ یہ علم الفرائض کے سب سے بڑے عالم تھے ان سے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے ان کی منشاء کے مطابق جواب نہیں دیا تو ان کو قید کر لیا گیا، حتیٰ کہ یہ قید خانے میں ہی ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے، یہ اسحاق بن ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ تھا (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) اسامہ بن زید اللیثی، ان پر جرح کی گئی ہے، یہ ۲۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۷۶)

اصل حدیث جس کا اختصار کیا گیا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے متن کا نعیم بن حماد نے اختصار کیا ہے، اصل حدیث کا متن اس طرح ہے:

نافع، حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت جبریل نے حکم دیا کہ میں بڑے کو دوں یا کہا: بڑے کو مقدم رکھو۔

(المعجم الاوسط: ۳۲۳۲، مکتبۃ المعارف ریاض ۱۳۱۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو شخص تھے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو مسواک کی فضیلت میں آپ کی طرف یہ وحی کی گئی کہ آپ ان میں سے بڑے کو مسواک دیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں بیداری کا واقعہ ہے اور امام بخاری نے خواب کا واقعہ بیان کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیداری میں بیان کر دیا تو اس کو حضرت عائشہ نے بیان کیا۔

بڑی عمر والے کی فضیلت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مجلس میں بڑی عمر کا شخص موجود ہو تو اس کا حق مقدم ہے، ماسوا اس کے کہ کم عمر دائیں جانب ہو تو پھر دائیں جانب والے کا حق مقدم ہے، جیسا کہ آپ نے ایک مجلس میں کم عمر لڑکے کو اپنا بچا ہوا دودھ عطا کیا، کیونکہ وہ دائیں جانب تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۰۲-۲۶۵۱، صحیح مسلم: ۲۰۳) اور حضرت حویصہ اور حبیصہ اپنے مقتول کی دیت کے سلسلہ میں بات کرنے آئے تو آپ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو۔

(صحیح البخاری: ۶۱۳۳-۶۷۰۲، صحیح مسلم: ۱۶۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۳۲۰، سنن ترمذی: ۱۳۲۲، سنن نسائی: ۴۷۲۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۱۶، ج ۶ ص ۶۵۵ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۵۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوءِ اس شخص کی فضیلت جو وضوء کر کے رات کو سویا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کی فضیلت کا ذکر ہے، ہر چند کہ پہلے باب میں مسواک کی فضیلت ہے، لیکن مسواک بھی وضوء کی سنت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو اس طرح وضوء کرو جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہو پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تیرے ثواب کی رغبت سے اور تیرے عذاب کے خوف سے تجھ ہی کو اپنا پشت پناہ بنا دیا تیرے سوا کوئی پناہ کی اور نجات کی جگہ نہیں ہے اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا ہے پھر اگر تم اس رات میں فوت ہو گئے تو فطرت پر فوت ہو گئے اس دعا کو سب سے آخر میں پڑھنا حضرت البراء نے کہا: میں نے اس دعا کو نبی ﷺ کے سامنے دہرایا جب میں ان کلمات پر پہنچا: اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل کیا تو میں نے کہا: اور میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا (نبی کی بجائے رسول کہا) تو آپ نے فرمایا: وہی کہو: میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا۔

۲۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْيَمَنِ ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ إِلَيْكَ وَقَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَالْجَنَاتِ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ أَمِنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللَّهُمَّ أَمِنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُولِكَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ

[اطراف الحدیث: ۶۳۱۱-۶۳۱۳-۶۳۱۵-۶۳۸۸]

(صحیح مسلم: ۲۷۱۰، رقم السلسل: ۶۷۵۵، سنن ابوداؤد: ۵۰۴۶)

سنن ترمذی: ۳۵۷۳، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۶۱۹، عمل الیوم والمیلہ

للسنائی: ۷۸۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۵۶۱-ج ۳۰

ص ۵۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس حدیث کے چھ رجالات ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دعا میں مذکور بعض کلمات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے چہرے کو تیری طرف جھکا دیا اس کا معنی ہے: میں نے اپنی ذات کو تیرا فرماں بردار بنا دیا اور تیرے احکام کا اطاعت کرنے والا بنا دیا اور میرے تمام اعضاء تیرے احکام کے تابع ہیں۔ اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا: میں نے اپنے آپ کو تسلیم و رضا کا خوگر بنا دیا اور قضاء و قدر پر راضی ہو گیا۔ تجھ ہی کو اپنا پشت پناہ بنا دیا: میں نے اپنے تمام معاملات میں تجھ پر توکل کیا اور تجھ پر اعتماد کیا۔ تو تم فطرت پر فوت ہو گے: یعنی دین اسلام پر فوت ہو گے اور فطرت کا معنی سنت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ دین تویم پر اور ملت ابراہیم پر فوت ہو گے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا: "أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" (البقرہ: ۱۳۱) میں نے رب العالمین کے لیے سراطاعت خم کر دیا۔ اسی طرح جب وہ کہے گا: میں نے اپنے چہرہ کو تیری طرف جھکا دیا تو اس کا معنی ہے: میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا کیونکہ نفع کے حصول اور ضرر کو دفع کرنے کی مجھ میں قدرت نہیں ہے پس میرا معاملہ تیرے حوالے ہے تو جو چاہے کر۔

”وَبَنِيكَ الَّذِي ارْسَلْتَ“ کی ”وَبِرَسُولِكَ الَّذِي ارْسَلْتَ“ پر وجوہ ترجیح

حضرت البراء نے جب کلمات دعا کو دہرایا تو کہا: میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا (نبی کے بجائے رسول کہا) تو آپ نے فرمایا: نہیں! وہی کہو میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا۔ آپ نے حضرت البراء کے تبدیل شدہ الفاظ کو رد کر دیا اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) نبی ﷺ نے جو فرمایا تھا: ”میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا“ اس میں نبوت اور رسالت کے دونوں وصف آگئے اور حضرت البراء نے جو کہا: ”میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا“ اس میں صرف رسالت کا ذکر ہے اور وصف رسالت کا تکرار ہے کیونکہ ”بھیجا“ بھی رسالت کا معنی ہے۔

(۲) وظائف اور اذکار کے الفاظ تو قیفی ہوتے ہیں ان میں ان ہی الفاظ کا اثر ہوتا ہے اور ان ہی پر اجر ملتا ہے جو بتائے جاتے ہیں اور از خود الفاظ بدلنے سے نہ وہ اثر ہوتا ہے اور نہ وہ اجر ملتا ہے۔ اس لیے نابینا صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے جو دعا تعلیم فرمائی تھی: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتَقْضِيَ اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ“۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۴۹۵، عمل الیوم والملیلہ: ۶۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۱۹، المستدرک ج ۱ ص ۵۱۹۔ ۱۳۱۳، المعجم

الکبیر: ۸۳۱۱، المعجم الصغیر: ۵۰۸، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۲۴۰۔ ج ۲۸ ص ۷۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

بعض علماء نے کہا ہے: اس حدیث میں یا محمد کو یا رسول اللہ سے بدل دینا چاہیے لیکن ان علماء کا یہ قول صحیح نہیں ہے صحیح وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور آپ کے بتائے ہوئے الفاظ کو اپنی رائے سے بدل دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت البراء نے جب ”بنیک“ کی جگہ ”برسولک“ کہا تو آپ نے فرمایا: نہیں! وہی کہو جو میں نے کہا تھا۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کو دعا کے ان ہی الفاظ کی وحی کی گئی ہو تو یہ الفاظ تو قیفی تھے آپ نے ان ہی الفاظ کو لازم قرار دیا۔ (۴) نبی کا لفظ تو ”نبا“ سے بنا ہے جس کا معنی خبر دینا ہے یا ”نبو“ سے بنا ہے جس کا معنی بلندی ہے اور نبی کو اس لیے نبی کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبریں دیتا ہے اور وہ اپنی امت پر بلند ہوتا ہے، سو جب ”بنیک الذی ارسلت“ کہا تو یہ دونوں معنی حاصل ہو گئے اور جب ”برسولک الذی ارسلت“ کہا تو صرف رسالت کے معنی کا تکرار ہوا اور یہ معنی حاصل نہ ہوئے۔

(۵) ”وَبِرَسُولِكَ الَّذِي ارْسَلْتَ“ کے الفاظ رسل ملائکہ کو بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی رسول ہیں جن کو اللہ نے بھیجا ہے اور جب ”وَبَنِيكَ الَّذِي ارْسَلْتَ“ کہا تو رسل ملائکہ سے احتراز ہو گیا۔

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ نبی کے لفظ میں رسول کے لفظ سے زیادہ مدح ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۰) لیکن علامہ عینی نے اس وجہ کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ بلکہ رسول کے لفظ میں نبی سے زیادہ مدح ہے کیونکہ رسالت نبوت کو مستلزم ہوتی ہے اور نبوت رسالت کو مستلزم نہیں ہوتی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۰)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی بات صحیح ہے کیونکہ عربی میں رسول کا لفظ رسول اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر سفیر اور قاصد اور پیغام لانے والے کو رسول کہا جاتا ہے جب کہ نبی کا لفظ نبی کے ساتھ خاص ہے اس کا اطلاق غیر نبی پر نہیں ہوتا سو یہ وصف مخصوص ہے جب کہ رسول لفظ مخصوص نہیں ہے اس لیے نبی کے لفظ میں رسول کے لفظ سے زیادہ مدح ہے اس لیے آپ نے فرمایا: نہیں! ”وَبَنِيكَ الَّذِي ارْسَلْتَ“ کہو۔

روایت بالمعنی کا جواز رات کو وضوء کر کے اور اللہ کا ذکر کر کے سونا دائیں کروٹ پر سونا اور موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی دعا کرنا

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روایت بالمعنی جائز نہیں ہے، بلکہ جب حدیث روایت کی جائے تو وہی الفاظ کہنے ضروری ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائے ہیں میں کہتا ہوں کہ دعائیہ الفاظ کی حد تک تو یہ بات صحیح ہے لیکن یہ عام قاعدہ نہیں ہے جب کہ اس حدیث میں نبی کی جگہ رسول کے لفظ کو منع کرنے کی اور بھی وجوہ ہیں جن کو ہم نے بیان کیا ہے روایت بالمعنی کے جواز کے دلائل اپنی جگہ مذکور ہیں۔ (اس پر اجماع ہے کہ احادیث کا ترجمہ کرنا جائز ہے یہ روایت بالمعنی کے جواز کی ایک دلیل ہے۔) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کو وضوء کر کے سونا اور اللہ سے دعا کر کے سونا مستحب عمل ہے۔

اس حدیث میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ دائیں کروٹ پر سونا چاہیے اطباء کہتے ہیں کہ بائیں کروٹ پر سونا چاہیے اس سے کھانا جلد ہضم ہوتا ہے بادشاہوں کا طریقہ چت لیٹ کر سونا ہے اور کافروں کا طریقہ اونڈھے لیٹ کر سونا ہے ہم مسلمانوں کو نبی ﷺ کی ہدایت اور آپ کی سنت کے مطابق دائیں کروٹ پر لیٹ کر سونا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنی چاہیے۔ اللہ کا ذکر کر کے سونا چاہیے تاکہ ہمارا خاتمہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہو وہ کتنے گم راہ اور بد نصیب لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ دعا ہے کہ مرتے وقت ہماری زبان پر (اللہ کے نام کے بجائے) ہمارے پیر کا نام ہو ہم ایسی دعاؤں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ مرتے وقت ہماری زبان پر ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہو۔ (آمین)

الحمد للہ رب العالمین! یہاں پر ”کتاب الوضوء“ ختم ہو گئی اب ان شاء اللہ ”کتاب الغسل“ شروع ہوگی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۷۵-ج ۷ ص ۸۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی صرف ڈیڑھ سطر میں فائدہ لکھا گیا ہے۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۔ کتاب الغسل غسل کا بیان

اس کتاب میں غسل کے احکام بیان کیے گئے ہیں، غسل کا معنی ہے: تمام جسم پر پانی بہانا، غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ امام بخاری نے طہارت صغریٰ کے احکام سے فارغ ہونے کے بعد طہارت کبریٰ کا بیان شروع کیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر اس پاک مٹی سے مسح کرو اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا، لیکن وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دے شاید تم شکر ادا کرو“ (المائدہ: ۶) اور اللہ عزوجل کا قول ہے: ”اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ تم غسل کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو بے شک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے“ (النساء: ۴۳)۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَا مَسْتَمُ النَّسَاءَ فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (المائدہ: ۶). وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَا مَسْتَمُ النَّسَاءَ فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (النساء: ۴۳).

امام بخاری نے ”کتاب الغسل“ کو مذکور الصدر دواہیوں سے شروع کیا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ جنبی پر غسل قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے ایک یہ آیت ہے: ”اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کر لو“ (المائدہ: ۶) یعنی غسل کر لو اور دوسری یہ آیت ہے: ”اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ تم غسل کر لو“ (النساء: ۴۳) اس آیت میں صراحۃً بیان فرمایا کہ جنبی آدمی پر غسل کرنا فرض ہے۔

١- بَابُ الْوُضُوءِ قَبْلَ الْغُسْلِ

غسل سے پہلے وضوء کرنا

اس باب میں یہ بتایا ہے کہ غسل کرنے سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے جیسا کہ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

٢٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أَصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ عُرْفٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يَفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ كُلِّهِ . [أطراف الحديث: ٢٦٢-٢٤٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ کہ نبی ﷺ جب غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے پھر اس طرح وضوء کرتے جس طرح نماز کا وضوء کرتے تھے پھر اپنی انگلیاں پانی میں داخل کر کے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو پانی لے کر سر پر بہاتے پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۶، الرقم المسلسل: ۷۰۳، سنن نسائی: ۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۳-۶۳، صحیح ابن حبان: ۱۱۹۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۵، معرفۃ السنن والآثار: ۱۳۲۵، شرح السنۃ: ۲۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۹۹، مسند الحمیدی: ۱۶۳، مسند احمد ج ۶ ص ۵۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۲۵-۲۳۲۵، ج ۴ ص ۳۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

غسل سے پہلے وضوء کا سنت ہونا اور پیروں کو ابتداء میں دھونے اور غسل کے بعد دھونے۔۔۔۔۔

کی احادیث میں تطبیق

اس حدیث کے شروع میں ”مکان“ ہے جو دوام اور لزوم پر دلالت کرتا ہے یعنی آپ ہمیشہ جب غسل جنابت کرتے تو پہلے وضوء کرتے تھے الا یہ کہ اگر جسم کے کسی حصہ پر ایسی چیز لگی ہو جس کا دھونا واجب ہو تو پہلے اس کو دھوتے تھے پھر اس کے بعد وضوء کرتے تھے اور یہ کہ غسل سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے۔ غسل سے پہلے وضوء کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ طہارت صغریٰ اور طہارت کبریٰ دونوں جمع ہو جائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ اس طرح وضوء کرتے تھے جس طرح نماز سے پہلے وضوء کرتے تھے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ پیر بھی دھوتے تھے اور بعض اوقات آپ پیر غسل کے بعد دھوتے تھے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ اگر غسل کرنے کی جگہ صاف ہو اور غسل کا پانی گزرنے کے لیے نالی ہو یا پانی وافر مقدار میں ہو تو آپ وضوء کے ساتھ پیروں کو دھو لیتے تھے اور اگر غسل کی جگہ صاف نہ ہو یا غسل کا پانی ٹنکنے کے لیے کوئی نالی نہ ہو یا پانی کی مقدار کم ہو تو آپ پیروں کا دھونا مؤخر کر دیتے اور غسل کے بعد پیروں کو دھوتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے تھے ہمارے نزدیک یہ سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔

اس حدیث میں تمام جسم پر پانی بہانے کا ذکر ہے، مقلنے کا ذکر نہیں ہے ہمارے اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جسم کو ملنا مستحب ہے علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ یہ لازم ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث میں تین چلو پانی جسم پر بہانے کا ذکر ہے اور یہ بالاتفاق مستحب ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۶ فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از سالم بن ابی الجعد از کرب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح وضوء کیا جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہیں ماسوا اپنے پیروں کے اور اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اس پر جو نجاست تھی اس کو دھویا پھر اپنے اوپر پانی بہایا پھر اپنے پیروں کو ایک طرف رکھ کر انہیں دھویا یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔

۲۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ أَقَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هَذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ. [أطراف الحديث: ۲۵۷-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۵-۲۶۶]

[۲۵۸-۲۶۶-۲۶۷]

(صحیح مسلم: ۳۱۷، رقم المسلسل: ۷۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۴۵، سنن ترمذی: ۱۰۳، سنن نسائی: ۲۵۳، سنن ابن ماجہ: ۴۶۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۱، مصنف عبد الرزاق: ۹۹۸، مسند الحمیدی: ۳۱۶، صحیح ابن حبان: ۱۱۹۰، المعجم الکبیر: ۱۰۲۳، ج ۲۳، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۳، معرفۃ السنن والآثار: ۱۳۳۰، شرح السنہ: ۲۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۰، طبع قدیم، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے سات رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

غسل کے بعد پیروں کو دھونے کی تصریح، منی اور جماع کے بعد نکلنے والی رطوبت فرج کی نجاست پر دلیل

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے غسل کے بعد پیروں کو دھویا اس کی وجہ ہم حدیث: ۲۴۸ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں اس میں ایک نکتہ یہ ہے کہ غسل کی ابتداء بھی وضوء سے ہو اور غسل کی انتہاء بھی وضوء پر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اس پر جو نجاست تھی اس کو دھویا اور اس میں اس پر واضح دلیل ہے کہ منی نجس ہے اور جماع کے بعد جو رطوبت فرج نکلے وہ بھی نجس ہے اور نجاست پر دلیل آپ کا ان کو دھونا ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: جس نے اس سے منی اور رطوبت فرج کی نجاست پر استدلال کیا اس نے بعید استدلال کیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۳) علامہ بیہقی نے حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھا: یہ استدلال تو بالکل ظاہر ہے ان کا اس پر اعتراض بعید ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۸)

مرد اپنی عورت کے ساتھ غسل کرنا

۲۔ بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب غسل جنابت کے احکام سے متعلق ہیں:

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں

۲۵۰۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ قَدْحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرْقُ۔ کہ میں اور نبی ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے جس

[اطراف الحدیث: ۲۶۱-۲۶۳-۲۷۳-۲۹۹-۵۹۵۶-۷۳۳۹] کو فرق کہا جاتا تھا (اس میں تقریباً آٹھ لیٹر پانی آتا تھا۔ یعنی)۔

(صحیح مسلم: ۳۱۹، رقم المسلسل: ۷۱۱، سنن ابوداؤد: ۲۳۸، سنن نسائی: ۲۳۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۳۵، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۲، سنن بیہقی

ج ۱ ص ۱۹۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۶۳۳-ج ۴ ص ۴۲۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں اور نبی ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔

مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز اور ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی تحقیق

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں اسی طرح ایک برتن سے پانی لے کر وضوء بھی کر سکتے ہیں، بعض احادیث میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت ہے اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور بر تقدیر ثبوت وہ اس حدیث سے منسوخ ہے۔

الدر اور دی نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد عورت کی شرم گاہ کی طرف اور عورت مرد کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتی ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابن حبان نے سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنی بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھتا ہے، انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس کا سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث (صحیح ابن حبان: ۱۳۲۶) کا ذکر کیا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۹۱) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ حدیث اسی مسئلہ پر نص ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۵)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھتے تھے لیکن احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھا۔

(شمائل ترمذی: ۳۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۲-۶۶۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰-۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۳، حلیۃ

الاولیاء ج ۸ ص ۷۲، الکامل لابن عسکری ج ۲ ص ۷۹، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۵)

امام ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے تو اپنے سر پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور نہ آپ نے میری شرم گاہ دیکھی۔ (ص ۲۳۳)

رسول اللہ ﷺ کے کمال حیاء کے یہی احادیث مناسب ہیں!

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر البیہقی الحسینی التونی ۷۹۷ھ لکھتے ہیں:

یہ رسول اللہ ﷺ کی کمال حیاء ہے کہ آپ نے ایسا فعل نہیں کیا جس کی وجہ سے حضرت عائشہ آپ کی شرم گاہ کی طرف دیکھتیں، بلکہ ایسا فعل کیا جس کا تقاضا اس کو دیکھنے سے ممانعت تھی اور یہ آپ کی عظیم حیاء ہے کیونکہ عورت اپنے خاوند کی شرم گاہ کو از خود

دیکھنے کی جرات نہیں کرتی، جب تک کہ اس کو اپنے خاوند کی رضا کا علم نہ ہو اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے: میں نے آپ کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور آپ نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ (اشرف الوسائل الیٰ فہم المسائل ص ۵۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۹ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۲ھ اور علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ نے بھی اپنی شرحوں میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(جمع الوسائل فی شرح المسائل ج ۲ ص ۲۱۷ شرح المنادی علی حافیہ جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷ ص ۲۱۷ المطابع کراچی)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۵۔ ج ۱ ص ۱۰۱۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: نبی ﷺ کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت۔

نوٹ: اس حدیث میں غسل کے ایک برتن کا ذکر کیا گیا ہے جس کو فرق کہتے ہیں۔ علامہ یعنی نے اس میں پانی کی مقدار کے مختلف اوزان بیان کیے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۹۰) ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کا وزن ساڑھے تیرہ لیٹر لکھا ہے اور یہاں ”نعمۃ الباری“ میں اس کا وزن آٹھ لیٹر لکھا ہے۔

تقریباً چار لیٹر پانی سے غسل کرنا

۳۔ بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهِ

۲۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلَهَا أَخُوَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَتْ، يَا نَاءُ نَحْوِ مِنْ صَاعٍ، فَاغْتَسَلَتْ، وَأَقَامَتْ عَلَى رَأْسِهَا، وَبَيْنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالصمد نے حدیث بیان کیا انہوں نے کہا: مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا انہوں نے کہا: میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عائشہ کے پاس گئے پس حضرت عائشہ کے بھائی نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے غسل کے متعلق سوال کیا حضرت عائشہ نے تقریباً چار لیٹر پانی کا ایک برتن منگایا پھر آپ نے غسل کیا اور اپنے سر کے اوپر پانی ڈالا اور ہمارے اور حضرت عائشہ کے درمیان حجاب تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ. وَبَهْزُ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرُ صَاعٍ.

(صحیح مسلم: ۳۲۰ رقم المسلسل: ۷۱۳ سنن نسائی: ۲۲۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد الجعفی المسندی (۲) عبدالصمد بن عبدالوارث الثوری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوبکر بن حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمان بن عوف یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے الجعدی کا معنی ہے: جڈہ شہر کا رہنے والا اور یہ وہ شہر ہے جو مکہ معظمہ کے ساحل پر واقع ہے۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۹۰ الصحاح ج ۲ ص ۲۵۳ فتح الباری ج ۱ ص ۸۶ عمدة القاری ج ۲ ص ۲۹۳) یہی وہ شہر ہے جس کو عوام الناس جڈہ یا جڈہ کہتے ہیں جب کہ اس کا صحیح تلفظ جیم کے پیش کے ساتھ ہے۔ یہ بات غلط مشہور ہے کہ حضرت حواء کی قبر جڈہ میں ہے۔ علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت حواء حضرت آدم کے ساتھ ہندوستان کے ہود نامی پہاڑ کے کنارے مدفون ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۰۹-۸۱)

تھے ان کو حضرت عائشہ کی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا تھا تو حضرت عائشہ ان کی رضائی خالہ ہو گئیں
(۶) حضرت عائشہ کے رضائی بھائی ان کا نام عبداللہ بن یزید ہے حضرت عائشہ کے ایک اور رضائی بھائی تھے ان کا نام کثیر بن عبید
تھا یہ متعین نہیں ہے کہ یہ کون سے بھائی تھے اور اقرب یہ ہے کہ وہ آپ کے بھائی عبدالرحمان تھے (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۹۳)

حضرت عائشہ کا اپنے محارم کو حجاب کے پیچھے غسل کر کے دکھانا۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں (حضرت عائشہ کے رضائی بھانجے اور بھائی) نے حضرت عائشہ کا سر اور جسم کا اوپر وہ
حصہ دیکھا جس کو محرم کے لیے دیکھنا جائز ہے اور اگر ان دونوں نے آپ کے جسم کا اوپری حصہ نہ دیکھا ہوتا تو پھر حضرت عائشہ کے
پانی منگوانے اور غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ اگر حضرت عائشہ نے یہ سب پردے کے پیچھے کیا ہوتا تو پھر اس کا مال یہ ہوتا کہ
حضرت عائشہ ان کو بیان کرتیں اور ان دونوں کے اور حضرت عائشہ کے درمیان حجاب حائل تھا وہ جسم کے ان حصوں کے لیے تھا جن کو
دیکھنا محارم کے لیے جائز نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بنو اندلس ج ۲ ص ۱۶۳ دارالوقایہ ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ کے غسل کرنے کے عمل کو دیکھا یعنی سر دھونے اور اوپر کے جسم پر پانی بہانے کا
مشاہدہ کیا کیونکہ اگر وہ اس کا بھی مشاہدہ نہ کر سکتے تو پھر حضرت عائشہ کے پانی طلب کر کے ان دونوں کی موجودگی میں غسل کا عمل
دکھانے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا اور زبانی بیان کرنے میں اور عمل کر کے دکھانے میں کوئی فرق نہ رہتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دونوں کا سوال پانی کی مقدار میں بھی تھا کہ غسل کے لیے کتنی مقدار پانی ضروری ہے اور غسل کی کیفیت کے متعلق بھی تھا
حضرت عائشہ نے اپنے عمل سے دونوں باتوں کی طرف رہنمائی کی غسل کی کیفیت تو اپنے اوپر پانی بہا کر بتائی اور غسل کے لیے پانی
کی مقدار ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کر کے بتائی۔ اگر حضرت عائشہ ان کو صرف زبانی ہی بتا دیتیں تو ان کو پھر بھی مسئلہ معلوم
ہو جاتا لیکن ان کے اذہان میں اس قدر راسخ نہ ہوتا کیونکہ جب کوئی کام کر کے دکھایا جائے تو اس سے زیادہ شرح صدر ہوتا ہے ہو
سکتا ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ایک صاع پانی غسل کے لیے کافی نہیں ہو سکتا تو آپ نے حجاب کے پیچھے انہیں غسل کر کے دکھا دیا کہ اتنی
مقدار میں پانی کافی ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۸۶-۴۸۵ مع الايضاح دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۶- ج ۱ ص ۱۰۱۶ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حضرت عائشہ کے غسل کر کے دکھانے کی
وضاحت کی گئی ہے۔

۲۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ
اللَّهِ هُوَ وَآبُوهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ
فَقَالَ يَكْفِيكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَّا يَكْفِينِي فَقَالَ
جَابِرٌ كَانَ يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْفَى مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابواسحاق
انہوں نے کہا: ہمیں ابو جعفر نے حدیث بیان کی کہ وہ اور ان کے
والد حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس تھے اور ان کے پاس اور لوگ
بھی تھے ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے غسل کے متعلق سوال

مِنْكَ، ثُمَّ اَمْتًا فِي قُوبٍ. [اطراف الحديث: ۲۵۵-۲۵۶] کیا حضرت جابر نے کہا: تمہارے لیے ایک صاع (چار لیٹر پانی) کافی ہے ایک شخص نے کہا: میرے لیے یہ کافی نہیں ہے حضرت جابر نے کہا: جن کے تم سے زیادہ بال تھے اور جو تم سے افضل تھے ان کے لیے اتنا پانی کافی ہوتا تھا پھر حضرت جابر نے ہمیں ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہارے لیے ایک صاع پانی کافی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد الجعفی (۲) یحییٰ بن آدم الکوفی یہ ۲۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) زہیر بن معاویہ الکوفی الجزری (۴) ابواسحاق السبئی عمرو بن عبد اللہ الکوفی (۵) ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب یہ باقر کے نام سے مشہور ہیں یہ بقیع میں عباس کے ساتھ مشہور گنبد میں دفن کیے گئے (۶) ان کے والد زین العابدین ہیں (۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۹۵) اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں میں سے ایک شخص نے سوال کیا اس سے مراد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں ان کے والد ابن الحنفیہ کے نام سے معروف تھے۔

غسل طہارت کے لیے چار لیٹر پانی کا کافی ہونا اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کا جواز

حضرت جابر نے کہا: جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے افضل تھے ان کے غسل کے لیے اتنا پانی کافی ہوتا تھا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت جابر نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت جابر نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو ایک کپڑا پہنے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور مستحب ہے کہ ایک صاع یعنی چار لیٹر پانی سے غسل کیا جائے البتہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا صفائی کے قصد سے زیادہ پانی استعمال کرنا صحیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت جابر کے شاگرد نے ان پر اعتراض کیا کہ ایک صاع پانی میرے لیے کافی نہیں ہے اور حضرت جابر نے اس کا جواب دیا اس میں مناظرہ کا ثبوت ہے۔

نگے سر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے

غیر مقلد ثوبی اتار کر نماز پڑھتے ہیں اور نگے سر نماز پڑھنے کو حضرت جابر کی سنت کہتے ہیں لیکن صرف ثوبی یا عمامہ اتارنے سے یہ سنت کیسے ادا ہوتی ہے جب کہ انہوں نے بنیان قمیص شلوار اور ویس کوٹ شیروانی وغیرہ پہنی ہوتی ہے اگر حضرت جابر ہی کی سنت اپنانی ہے تو صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھا کریں۔ حضرت جابر نے اپنی وجہ خود بیان کی ہے کہ اس زمانہ میں ہر شخص کے پاس دو چادریں کب ہوتی تھیں اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حالی اور وسعت عطا فرمائی ہے اور وہ متعدد کپڑے پہنتے ہیں تو عمامہ یا ثوبی پہن کر نماز پڑھنی چاہیے اور نبی ﷺ کا عام اور غالب معمول یہی تھا کہ آپ عمامہ یا ثوبی پہن کر نماز پڑھتے تھے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۱۔ ج ۱ ص ۱۰۲۲ پر مذکور ہے اس کی شرح میں بحث اور مناظرہ کا ثبوت لکھا ہے۔

۲۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ
إِنَاءٍ وَاحِدٍ. وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ 'وَبَهْزُ' وَالْجَدِّي
عَنْ شُعْبَةَ قَدْ رَوَاهُ صَاعٍ.

جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے
تھے اور یزید بن ہارون اور بہز اور الجدی نے از شعبہ بیان کیا: وہ
برتن ایک صاع کے اندازے کا تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عِيْنَةَ يَقُولُ أَحْيَرًا
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ 'وَالصَّحِيحُ مَا رَوَاهُ
أَبُو نَعِيمٍ.

امام عبد اللہ (بخاری) نے کہا: ابن عیینہ نے اخیر میں کہا از
حضرت ابن عباس از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما روایت ہے اور صحیح وہ ہے
جو ابو نعیم نے روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۲۲، رقم السلسل: ۷۱۸، سنن ترمذی: ۶۲، سنن نسائی: ۲۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۳، صحیح ابن خزيمة: ۱۰۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۸، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۵۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۶، مسند احمد: ۳۴۶۵، ج ۵ ص ۲۲۳، مؤسسة الرسالة: بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔
* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۱، ج ۱ ص ۱۰۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۔ بَابُ مَنْ أَقَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا
جس شخص نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا

باب سابق اور یہ باب دونوں احکام غسل سے متعلق ہیں۔

۲۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي
جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأَقِضْ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا. وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ
يَكْتُمِيهِمَا. (صحیح مسلم: ۳۲۷، رقم السلسل: ۷۲۵، سنن ابوداؤد: ۲۳۹،
سنن نسائی: ۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۵۷۵، المعجم الکبیر: ۱۳۸۳، مصنف ابن
ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۸۲، طبع قدیم
مسند احمد ج ۷ ص ۲۷، مؤسسة الرسالة: بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق
انہوں نے کہا: مجھے حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا میں تو میں اپنے
سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف
اشارہ کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) ابواسحاق السبعی عمرو بن عبد اللہ ان کا تعارف ہو چکا ہے
(۴) حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ یہ افاضل صحابہ میں سے ہیں انہوں نے ۱۵ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے
دو روایت کی ہیں انہوں نے مسلمانوں میں سب سے پہلے کوفہ میں رہائش اختیار کی انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ
میں چار ہزار مسلمانوں کی قیادت کی ان کا نام التواہین رکھا گیا اور یہ ان کے امیر تھے ان کو عبید اللہ بن زیاد کے لشکر نے الجزیرہ میں
۶۵ھ میں شہید کر دیا (۵) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ انہوں نے ۶۰ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے ۹ احادیث
روایت کی ہیں یہ سادات قریش میں سے تھے مدینہ منورہ میں ۵۳ھ میں فوت ہو گئے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۹۸-۲۹۷)

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل میں سنت یہ ہے کہ تین دفعہ پورے جسم پر پانی بہایا جائے اور فرض یہ ہے کہ پورے جسم پر ایک مرتبہ پانی بہایا جائے اور ایک بار غرارہ کیا جائے اور ایک بار ناک میں پانی ڈالا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۴۹۔ ج ۱ ص ۱۰۲۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْرِغُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مخول بن راشد از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ سر پر تین بار پانی ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۵۴ میں ہو گئی ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۰۔ ج ۱ ص ۱۰۲۲ پر مذکور ہے۔

۲۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَامٍ حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ لِي جَابِرُ أَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ 'يُعْرِضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْحَنْفِيَّةِ' قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ثَلَاثَةً أَكْفٍ وَيَقْبِضُهَا عَلَى رَأْسِهِ 'ثُمَّ يَقْبِضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ' فَقَالَ لِي الْحَسَنُ إِنِّي رَجُلٌ كَثِيرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر بن یحییٰ بن سام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا: میرے پاس آپ کے عم زاد آئے تھے اس سے ان کی مراد الحسن بن محمد الحنفیہ تھے انہوں نے کہا: غسل جنابت کس طرح ہوتا ہے؟ تو میں نے کہا: نبی ﷺ تین بار ہتھیلیوں میں پانی لیتے اور اس کو اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے تمام جسم پر پانی ڈالتے مجھ سے حسن نے کہا: میں بہت زیادہ بالوں والا شخص ہوں تو میں نے کہا: نبی ﷺ کے بال آپ سے بہت زیادہ تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۵۴ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواہ بال بہت زیادہ ہوں پھر بھی سر پر تین بار پانی ڈالنا کافی ہے اور مسائل میں علماء سے سوال اور بحث کرنا جائز ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۱۔ ج ۱ ص ۱۰۲۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

ایک بار پانی ڈال کر غسل کرنا

۵۔ بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً

۲۵۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی از الأعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مایمونہ نے وضو کیا

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءٌ لِلْغُسْلِ ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ
مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى شِمَالِهِ ، فَغَسَلَ
مَذَاكِرَهُ ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ، ثُمَّ مَضْمَضَ
وَأَسْتَنْشَقَ ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ، ثُمَّ أَقَاضَ عَلَى
جَسَدِهِ ، ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ .

وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی
ﷺ کے غسل کے لیے پانی رکھا، آپ نے دو یا تین بار ہاتھوں کو
دھویا، پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا، پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا، پھر
اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑا، پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے
چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا، پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہایا، پھر
اس جگہ سے منتقل ہوئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۹ کا مطالعہ کریں۔

غسل کے وقت حلاب یا خوشبو

سے ابتداء کرنا

۶۔ بَابُ مَنْ بَدَأَ بِالْحَلَابِ

أَوْ الطِّيبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونٹنی کا ایک مرتبہ دو ہوا پورا دودھ سا سکے اس کے بعد خوشبو کا ذکر کیا، کیونکہ عموماً غسل کے
وقت خوشبو لگائی جاتی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث
بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از حنظلہ
از قاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ
غسل جنابت کرتے تو حلاب کی مثل کوئی برتن منگاتے، پھر ہتھیلی
میں پانی لے کر سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرتے، پھر بائیں
جانب، پھر دونوں ہتھیلیوں سے سر کے درمیان میں پانی ڈالتے۔

۲۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
عَاصِمٍ ، عَنْ حَنْظَلَةَ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ
الْجَنَابَةِ ، دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوِ الْحَلَابِ ، فَآخَذَ بِكَفِّهِ ،
فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ ، فَقَالَ بِهِمَا عَلَى
وَسْطِ رَأْسِهِ . (صحیح مسلم: ۳۱۸، رقم المسلسل: ۱۰۷، سنن ابوداؤد:
۲۴۰، سنن نسائی: ۴۲۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن المثنیٰ، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابو عاصم الضحاك بن مخلد البصری، ان کے علم اور عمل پر اتفاق ہے، ان کا لقب
نبیل ہے، کیونکہ شعبہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ ایک مہینہ حدیث نہیں بیان کریں گے، ابو عاصم کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی مجلس میں گئے اور کہا:
آپ حدیث بیان کریں، آپ کی قسم کے کفارے میں ایک غلام آزاد ہے، وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور کہا: ابو عاصم النبیل، اس دن
سے ان کا لقب نبیل پڑ گیا۔ باقی رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۰۴)

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ غسل کے لیے پانی کا برتن تیار کیا جائے اور پہلے دائیں جانب، پھر بائیں جانب
اور پھر سر کے وسط میں پانی ڈالا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب کے عنوان میں خوشبو کا ذکر ہے اور حدیث میں خوشبو کا ذکر نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام
بخاری نے حلاب اور خوشبودوں کا ذکر نہیں کیا تھا، بلکہ کہا تھا: حلاب یا خوشبو، یعنی حدیث میں دونوں میں سے ایک کا ذکر ہوگا اور عنوان

میں خوشبو کا ذکر کر کے یہ اشارہ کیا کہ غسل سے پہلے یا بعد خوشبو کا لگانا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۳۔ ج ۱ ص ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۔ بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْإِسْتِنْشَاقِ (غسل) جنابت میں غرارے کرنا

فِي الْجَنَابَةِ اور ناک میں پانی ڈالنا

غسل جنابت میں غرارے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت کی تحقیق

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ غسل جنابت میں وضوء کرنا فرض نہیں ہے اور جب غسل جنابت سے وضوء کی فرضیت ساقط ہو گئی تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بھی ساقط ہو گئی اور اس باب کی حدیث میں جو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے تو وہ حصول فضیلت کا ذکر ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطلال کی اس عبارت کو نقل کر کے یہ لکھا ہے کہ غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں ہے اور نبی ﷺ کا غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا حصول فضیلت کے لیے ہے سو یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۹۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان دونوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیشہ غسل جنابت میں کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا اور کسی حدیث میں اس کو ترک کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۰۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنبی کے لیے تین مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض قرار دیا۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۱۵) لیکن اس پر اجماع ہے کہ اس سے دو مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا خارج ہے اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے (تو ایک ایک مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے)۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

چونکہ غسل جنابت میں مبالغہ سے طہارت کی جاتی ہے اس لیے کلی کی جگہ غرارے کیے جاتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: پورے منہ کے اندر کو دھونا فرض ہے اگر غسل کرنے والے نے وہ پانی پی لیا تو بھی کافی ہے اور ناک کے اندر سوکھے ہوئے میل کے نیچے بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۵۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

۲۵۹۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَيْمُونَةُ قَالَتْ صَبَّأْتُ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فغسلهما ثم غسل فرجَه ثم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از کرب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی

قَالَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ، ثُمَّ غَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضَّمْ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى، فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أَتَى بِمَنْدِيلٍ، فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا.

وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی ﷺ کے غسل کے لیے (برتن میں) پانی ڈالا تو آپ نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رکھ کر مٹی کے ساتھ ملا پھر اس ہاتھ کو دھویا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا پھر ایک طرف گئے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا پھر تولیا لایا گیا آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح، صحیح البخاری: ۲۴۹ میں ملاحظہ کریں۔

تولے سے بدن کو پونچھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر تولیا لایا گیا آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

وضوء اور غسل کے بعد اعضاء کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد سے اسی طرح منقول ہے حضرت عثمان، حضرت الحسن بن علی، حضرت انس رضی اللہ عنہم اور بہت سے اہل علم کا یہی موقف ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ حضرت میمونہ روایت کرتی ہیں کہ تولیا لایا گیا اور آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔ (صحیح البخاری: ۲۵۹) اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور نبی ﷺ کا تولے کو ترک کرنا کراہت پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضوء کے (اعضاء کو) پونچھا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۶۶)

(المغنی ج ۱ ص ۱۸۲-۱۸۱ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ بدن پونچھنے کو ترک کر دیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ گرمیوں میں بدن پونچھنا مکروہ ہے اور سردیوں میں مباح ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بدن پونچھنے کو اس لیے ترک کیا ہوتا کہ پانی کی تری باقی رہے یا تواضع کے لیے یا ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑا ریشم کا ہو یا میلا ہو اس لیے آپ نے اس کو ترک کر دیا۔ الاغمش کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم النخعی سے اس مسئلہ کا ذکر کیا انہوں نے کہا: تولے میں کوئی حرج نہیں ہے آپ نے اس کو اس لیے واپس کر دیا تھا کہ عادت نہ بن جائے۔

التمیمی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ تولے سے بدن پونچھتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو غسل کے بعد آپ کے پاس تولیا نہ لایا جاتا۔

ابن دقیق العید نے کہا: آپ کا اپنے ہاتھوں سے پانی کو جھاڑنا اس پر دلیل ہے کہ بدن پونچھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ

دونوں کا مقصود پانی کو زائل کرنا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۹)

تولے سے بدن کو پونچھنے میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حضرت ام ہانی کی حدیث میں ہے: نبی ﷺ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لیا۔

(صحیح البخاری: ۲۵۷، صحیح مسلم: ۳۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۶۵، سنن نسائی: ۲۲۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اُون کا جبہ تھا آپ نے وضوء کے بعد اس سے چہرہ پونچھا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۶۸)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی ﷺ آئے ہم نے آپ کے لیے پانی رکھا آپ نے غسل کیا پھر ہم آپ کے پاس زرد رنگ کی چادر لائے آپ نے اس چادر سے اپنے آپ کو لپیٹ لیا پس گویا کہ میں آپ کے اوپر زرد رنگ کا اثر دیکھ رہا تھا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۶۶، سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵، السنن الکبریٰ: ۱۰۱۵، المعجم الکبیر: ۹۰۲، ج ۱۸، شعب الایمان: ۸۸۰۸، سند احمد ج ۳ ص ۲۲۲، سند احمد ج ۲۳ ص ۲۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک تولیا تھا جس سے وضوء کے بعد آپ پونچھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۵۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جب نبی ﷺ وضوء کرتے تو کپڑے کی ایک طرف سے اپنا چہرہ پونچھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۵۳)

عمر و بن حریث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل کرنے کے بعد ایک کپڑے سے بدن پونچھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۶ھ)

ذریق بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وضوء کرنے کے بعد اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں کو پونچھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸۳)

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے چہرے کو اپنے کپڑے سے پونچھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸۷)

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۸)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین وضوء کے بعد تولیے سے پونچھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۹)

وضوء اور غسل کے قطرات کا نجس نہ ہونا

اس حدیث میں ذکر ہے: پھر تولیا لایا گیا آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ وضوء اور غسل کے بعد جو پانی کے قطرات گرتے ہیں وہ پاک ہیں اس کے برخلاف غالی حنفی کہتے ہیں کہ وہ قطرات نجس ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۳، دار المعرفہ بیروت: ۱۳۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ قائل خود غالی ہے اور اس کو مذہب حنفی کی حقیقت کا علم نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف کا مذہب اور ان کا فتویٰ یہ ہے کہ وضوء اور غسل کا مستعمل پانی پاک ہے حتیٰ کہ اس کو پینا جائز ہے اور اس سے سالن پکانا اور آٹا گوندھنا جائز ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قطرے گرنے کی حالت میں وہ نجس ہے انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب مثلاً وضوء کرنے

والے کے عضو سے پانی بہ کر کسی جگہ جمع ہو جائے تو وہ نجس ہے لیکن اس قول پر فتویٰ نہیں ہے فتویٰ اس قول پر ہے کہ وہ پانی طاهر ہے لیکن مطہر نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۹۰-۲۸۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۔ بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ

لِيَكُونَ (لِتَكُونَ) أَنْقَى

ہاتھ کو مٹی کے ساتھ ملنا

تاکہ وہ صاف ہو جائے

۲۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحَمْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ ذَلِكَ بِهَا الْحَائِطُ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن زبیر الحمیری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے غسل جنابت کیا پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا پھر اپنے ہاتھ کو دیوار پر ملا پھر اس ہاتھ کو دھویا پھر نماز کا وضوء کیا پھر جب غسل سے فارغ ہو گئے تو اپنے پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۵۷ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث سے یہ مسئلہ بتایا تھا کہ سر پر ایک بار پانی ڈالنا جائز ہے اور یہاں یہ بتایا ہے کہ ہاتھ کو صاف کرنے کے لیے دیوار پر ملنا جائز ہے وہاں پر زمین پر ملنے کا ذکر تھا اور یہاں دیوار پر ملنے کا ذکر ہے۔

جب جنبی کے ہاتھ پر جنابت کے علاوہ کوئی اور

نجاست نہ ہو تو کیا وہ ہاتھ دھونے سے

پہلے برتن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے؟

۹۔ بَابُ هَلْ يُدْخِلُ الْجَنْبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ

قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى

يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ؟

امام بخاری نے کہا ہے: جب جنابت کے علاوہ اور کوئی نجاست نہ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنابت بھی نجاست ہے حالانکہ جب حضرت ابو ہریرہ جنبی تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۳ صحیح مسلم: ۳۷۱) اور حضرت ابن عمر اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور اس کو دھویا نہیں پھر وضوء کیا۔

وَادْخُلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الظُّهْرِ وَلَمْ يَغْسِلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ

حضرت ابن عمر کی حدیث ”سنن سعید بن منصور“ میں ہے اور حضرت البراء بن عازب کی حدیث حسب ذیل ہے:

اسماعیل بن رجا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت البراء بن عازب نے اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے وضوء کے پانی میں

داخل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

امام بخاری پر اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث امام بخاری کے عنوان کے خلاف ہے:

محارب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کہا: جو شخص جنبی ہو اور وہ چلو سے پانی لے لے تو جو پانی باقی بچے گا وہ نجس ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس کے ہاتھ پر نجاست ہو۔

وَلَمْ يَرِ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَاسًا بِمَا يَنْتَضِعُ
عَنْ جَنَابَتِ سِجِّينَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ بَاسًا بِمَا يَنْتَضِعُ
اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک
غسل جنابت سے جو چھینٹیں اڑتی ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ”مصنف عبدالرزاق“ میں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسب ذیل ہے:
ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص غسل جنابت کرتا ہے اور اس سے چھینٹیں اڑ کر غسل
کے پانی کے برتن میں پڑتی ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۴)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری کا عنوان تو یہ تھا کہ جنبی ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا اور
اس تعلیق سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ التزاما ثابت ہے کیونکہ جب غسل جنابت کی چھینٹیں پڑنے سے پانی نجس
نہیں ہوتا تو جنبی کے ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی نجس نہیں ہوگا بہ شرطیکہ اس کے ہاتھ پر نجاست نہ ہو۔

۲۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا
أَقْلَحُ عَنْ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ
أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ
تُخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اقلح نے خبر دی از القاسم از
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی ﷺ ایک
برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے اور ہمارے ہاتھ اس برتن میں
آگے پیچھے داخل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ اور نبی ﷺ دونوں جنبی تھے ان کے ہاتھوں پر
نجاست نہ تھی اور وہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۵۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث سے یہ ثابت کیا تھا کہ شوہر اور بیوی کا ایک
ساتھ غسل کرنا جائز ہے اور یہاں یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈالنا جائز ہے۔

۲۶۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ہشام از والد
خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ
ﷺ غسل جنابت کرتے تو اپنا ہاتھ دھوتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ
أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن
حفص از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور
رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے
تھے اور از عبد الرحمن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
اس کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۵۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَائِهِ يَفْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهَبٌ عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبر انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون دونوں ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔ مسلم اور وہب نے از شعبہ یہ اضافہ کیا: جنابت سے یعنی غسل جنابت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۲۵۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

غسل اور وضوء الگ الگ کرنا

۱۰۔ بَابُ تَفْرِيقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ دونوں باب ایک جائز کام پر مشتمل ہیں پہلا باب اس بیان میں ہے کہ جب ہاتھ پاک ہو تو اس کو پانی کے برتن میں داخل کرنا اور اس باب میں غسل اور وضوء کو الگ الگ کرنے کا ذکر ہے۔

وَيَذْكُرُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوءُهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اعضاء وضوء خشک ہونے کے بعد اپنے پیروں کو دھویا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام بیہقی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بازار میں غسل کیا اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا پھر ایک جنازے کے لیے بلایا گیا تو وہ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مسجد میں داخل ہوئے پھر انہوں نے موزوں پر مسح کیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ (معروف السنن والآثار: ۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے غسل کے لیے پانی رکھا پس آپ نے ہاتھوں پر پانی ڈالا پھر ان کو دو یا تین بار دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا پھر اپنے اس ہاتھ کو زمین پر رگڑا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر کو تین بار دھویا پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے ایک طرف ہو گئے پس اپنے پیروں کو دھویا۔

۲۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَفْتَسِلُ بِهِ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ ثُمَّ ذَلِكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ تَمَضَّمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى مِنْ مَقَامِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

جس نے غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا

۱۱۔ بَابُ مَنْ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ

عَلَى شِمَالِهِ فِي الْغُسْلِ

۲۶۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَسَتْرَتُهُ فَصَبَّ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سَلِيمَانُ لَا أَدْرِي أَذَكَرَ الثَّلَاثَةَ أَمْ لَا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ ذَلِكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضَّمُ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ نَشَحَى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاولَتْهُ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَلَمْ يَرُدَّهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کرب مولى ابن عباس حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت ميمونه بنت الحارث رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے غسل کے لیے پانی رکھا اور آپ پر پردہ کیا آپ نے اپنے (دائیں) ہاتھ پر ایک بار یا دو بار پانی ڈال کر دھویا سلیمان نے کہا: مجھے پتا نہیں انہوں نے تیسری بار کا ذکر کیا تھا یا نہیں پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا پھر آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر رگڑا پھر آپ نے کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور ہاتھوں کو اور سر کو دھویا پھر آپ نے اپنے تمام جسم پر پانی بہایا پھر آپ ایک طرف ہو گئے اور اپنے پیروں کو دھویا پھر میں نے آپ کو تولیادیا پس آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کا ارادہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۵۹ میں مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: غسل جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا۔

۱۲۔ بَابُ إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ وَمَنْ دَارَ

عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ

جب جماع کیا پھر دوبارہ جماع کیا اور جس نے ایک غسل سے اپنی تمام ازواج سے جماع کیا

اس باب میں اس شخص کا حکم بیان کیا ہے جس نے ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کیا اور جس نے ایک غسل کے ساتھ ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا۔

ایک رات میں تمام ازواج کے ساتھ جماع کرنے پر اس حدیث میں تصریح ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اس کے پاس جا کر غسل کرتے اور اس کے پاس جا کر غسل کرتے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ایک غسل ہی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: یہ (طریقہ)

زیادہ ستمرا زیادہ پاکیزہ اور زیادہ طاہر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰، مسند احمد: ۲۳۹۲۳، دار الفکر)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع

کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ درمیان میں غسل کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر درمیان میں غسل کرنا واجب نہیں ہے اور اس کی تصریح اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے پھر وہ دوبارہ جانا چاہے تو دونوں جماع کرنے کے درمیان وضوء کریں۔

(صحیح مسلم: ۳۰۸، سنن ابوداؤد: ۲۲۰، سنن ترمذی: ۱۳۱، سنن نسائی: ۲۶۲، مسند احمد: ۱۱۶۱، دار الفکر)

ابواب سابقہ کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں غسل جنابت کے احکام بیان کیے گئے تھے اور اس باب میں غسل جنابت کا بھی ذکر ہے اور اس کے سبب کا بھی بیان ہے۔

۲۶۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَكَرْتُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ بِرَحْمَةِ اللَّهِ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كُنْتُ أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ، ثُمَّ يُصْبِحُ مُحَرِّمًا يَنْضَحُ طَبِيبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی اور یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابراہیم بن محمد بن المثنیٰ از والد خود وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگاتی تھی پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے پھر صبح خوشبو لگاتی تھی اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔

[طرف الحدیث: ۲۷۰] احرام باندھتے تھے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۳، الرقم المسلسل: ۲۷۹۶، سنن نسائی: ۳۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶، مسند الحمیدی: ۲۱۰، المسنن: ۳۱۳، مسند ابویعلیٰ: ۳۷۱۲،

صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۱۵۹، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۴، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۴۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹ طبع قدیم مسند احمد ج ۲۰ ص ۱۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن بشار ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابن ابی عدی ان کا نام محمد بن ابراہیم ہے یہ ۱۹۳ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید القطان (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) ابراہیم بن محمد المثنیٰ (۶) محمد مذکور کے والد (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۱۷-۳۱۸)

احرام سے پہلے جسم پر خوشبو لگانے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگائی جائے خواہ وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد جسم سے آتی رہے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے یہ امام شافعی ابو یوسف امام احمد بن حنبل اور داؤد وغیرہم کا مذہب ہے جماعت صحابہ تابعین جمہور فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے صحابہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر، حضرت معاویہ، حضرت عائشہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے فقہاء نے اس سے منع کیا ہے امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مذہب ہے صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین کا بھی

یہ موقف ہے، بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خوشبو ازواج کے لیے تھی احرام کے لیے نہیں تھی اور حدیث میں عبارت مقدم اور مؤخر ہے اصل میں عبارت یوں ہے: آپ ازواج کے پاس گھومتے تھے اور آپ سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی پھر صبح کو آپ احرام باندھتے تھے اور بعض روایات میں اس طرح سے ہے اور غسل کرنے سے خوشبو زائل ہو جاتی ہے خصوصاً اس صورت میں کہ بعض احادیث کے مطابق آپ ہر زوجہ کے پاس جانے کے بعد غسل کرتے تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ خوشبو ایک تیل کی تھی غسل کرنے سے تیل کا اثر زائل ہو جاتا اور خوشبو باقی رہ جاتی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماع کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں ہے غسل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۱۹-۳۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دوسری بار جماع کرنے سے پہلے آیا وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک غسل کے ساتھ متعدد بیویوں کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے اختلاف اس میں ہے کہ آیا ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟ حضرت عمر بن الخطاب سے یہ روایت ہے کہ جب دوبارہ جماع کرے تو اس سے پہلے وضوء کرے عطاء اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری یہ کہتے تھے کہ اگر وہ وضوء کرنے سے پہلے دوسری بار جماع کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے امام مالک اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا: اگر اس نے وضوء کر لیا تو وہ میرے نزدیک اچھا ہے اور اگر اس نے وضوء نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں ہے اسحاق نے کہا: دوسری بار جماع کرنے سے پہلے شرم گاہ کو دھونا ضروری ہے۔

نبی ﷺ جو ایک شب میں تمام ازواج کے پاس گئے اس کی وجوہ

نبی ﷺ جو ایک رات میں تمام ازواج کے پاس گئے اس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ پر ازواج کی باریاں مقرر کرنا واجب نہیں تھا اسی وجہ سے جب آپ سفر پر جاتے تو قرعہ اندازی کر کے کسی زوجہ کو ساتھ لے جاتے ورنہ جس کی باری ہوتی اس کو لے کر جاتے۔

(۲) ابو عبید نے کہا: یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت حاصل کر لی ہو جیسا کہ آپ نے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کے لیے باقی ازواج سے اجازت حاصل کر لی تھی۔

(۳) مہلب نے کہا کہ ہو سکتا ہے جس دن تمام ازواج کی باریاں ختم ہو گئی تھیں اس دن آپ تمام ازواج کے پاس گئے اور اس دن کے بعد سے آپ نے ازسرنو ازواج مطہرات کی باریاں مقرر فرمادیں۔

بعض علماء غسل میں ملنے کو واجب نہیں قرار دیتے وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ نے جسم کو ملا ہوتا تو اس سے خوشبو نہ پھوٹی۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ممکن ہے آپ نے جسم کو ملا ہو اور جب خوشبو زیادہ لگائی ہوئی ہو تو مل کر غسل کرنے سے خوشبو کے نشانات تو مٹ جاتے ہیں لیکن اس کی چمک اور خوشبو باقی رہتی ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۹۲-۳۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۲۰-ج ۳ ص ۲۹۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ (۲) احناف کی مؤید احادیث (۳) محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب

اریضہ (۳) کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی مساوی تقسیم نبی ﷺ پر واجب تھی (۵) جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی تعداد (۶) رسول اللہ ﷺ کے تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۰۶-۶۰۲)

نوٹ: چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات پر تفصیلی بحث ”شرح صحیح مسلم“ میں کر دی گئی ہے اس لیے ہم یہاں ”نعمۃ الباری“ میں اس بحث کا اعادہ نہیں کر رہے۔

۲۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ إِحْدَى عَشْرَةَ. قَالَ قُلْتُ لَأَنْسَ أَوْ كَانَ يُطِيقُهُ؟ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِينَ. وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ إِنَّ أَنْسًا حَدَّثَهُمْ بِسَعِ نِسْوَةٍ. [اطراف الحديث: ۲۸۳-۵۰۶۸-۵۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قنادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ دن اور رات کی ایک ساعت میں اپنی تمام ازواج کو عمل زوجیت سے مشرف فرماتے تھے اور وہ گیارہ ازواج مطہرات تھیں قنادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی اور سعید نے کہا از قنادہ حضرت انس نے ان کو حدیث بیان کی کہ آپ کی نوا ازواج تھیں۔

(سنن نسائی: ۱۳۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۱، صحیح ابن حبان: ۱۲۰۸، مسند ابویعلیٰ: ۲۹۴۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۵۲، شرح السنن: ۲۷۰، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۱۰۹ ج ۲۱ ص ۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

آیا آپ کی ازواج گیارہ تھیں یا نو؟ اس کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ گیارہ ازواج کی تعداد کے ساتھ معاذ بن ہشام مفرد ہیں اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ نے قنادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی نوا ازواج تھیں اور امام بخاری نے دس ابواب کے بعد یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ ایک رات میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور اس دن آپ کے پاس نوا ازواج تھیں۔ (صحیح البخاری: ۲۷۴) امام ابن حبان نے ان میں تطبیق دی ہے کہ ابتداء میں آپ کے پاس نوا ازواج تھیں اور آخر میں گیارہ ہو گئی تھیں جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ کے نکاح میں صرف حضرت سودہ تھیں پھر مدینہ میں آپ نے حضرت عائشہ کے ساتھ دخول کیا پھر حضرت ام سلمہ کے ساتھ نکاح کیا پھر حضرت حفصہ کے ساتھ پھر حضرت زینب بنت خزیمہ کے ساتھ تیسرے اور چوتھے سال میں پھر حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ پانچویں سال میں پھر حضرت جویریہ کے ساتھ چھٹے سال میں پھر حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ کے ساتھ ساتویں سال میں رضی اللہ عنہن۔ یہ وہ تمام ازواج ہیں جو ہجرت کے بعد آپ کے نکاح میں تھیں اور حضرت ریحانہ میں اختلاف ہے۔ یہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں تھیں امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ نے ان پر نکاح کو پیش کیا لیکن انہوں نے بامدی رہنے کو پسند کیا اکثر علماء نے کہا ہے کہ وہ ۱۰ھ میں آپ سے پہلے فوت ہو گئی تھیں اسی طرح حضرت زینب بنت خزیمہ بھی آپ کے دخول کے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گئی تھیں امام

ابن عبد البر نے کہا ہے: وہ آپ کے پاس دو یا تین ماہ رہی ہیں اس تفصیل کے مطابق آپ کے پاس نو ازواج سے زیادہ جمع نہیں رہیں جب کہ حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو بہہ کر دی تھی اس طرح سعید بن ابی عروبہ کی روایت رائج قرار پاتی ہے کہ آپ کے پاس اس دن نو ازواج تھیں لیکن معاذ بن ہشام کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ کو ان کے ساتھ ملا لیا جائے اور آپ کی نساء کے لفظ کو عام رکھا جائے خواہ وہ آپ کی ازواج ہوں یا آپ کی کنیزیں تو پھر گیارہ کے عدد کا ایک محمل ہے۔ علامہ الدمیاطی نے اپنی ”سیرت“ میں لکھا ہے کہ آپ کی کل ازواج جن سے آپ نے دخول کیا یا صرف عقد کیا یا جن کو دخول سے پہلے طلاق دے دی یا جن کو نکاح کا پیغام دیا اور عقد نہیں کیا ان کا عدد تیس ہے اور ”المختارۃ“ میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے پندرہ خواتین سے نکاح کیا ان میں سے گیارہ کے ساتھ دخول کیا اور جب آپ کی وفات ہوئی اس وقت نو ازواج تھیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۹۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ہمارے نبی ﷺ کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر تھی

حضرت انس نے کہا: آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسماعیلی کی روایت میں تیس کے بجائے چالیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور ابو نعیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی اور حضرت عبداللہ بن عمر نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ گرفت میں اور جماع کرنے میں آپ کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک جنتی مرد کو کھانے پینے جماع کرنے اور شہوت میں سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ (مسند احمد، سنن نسائی، مستدرک) اس حساب سے ہمارے نبی ﷺ کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۹۷۔۹۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی نے اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۲۱۔۳۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک یہودی آ کر کہنے لگا: یا ابا القاسم! کیا آپ کا یہ زعم نہیں ہے کہ اہل جنت جنت میں کھائیں گے اور پیئیں گے اور اس نے اپنے اصحاب سے کہا ہوا تھا کہ اگر انہوں نے اس کا اقرار کر لیا تو میں ان سے بحث کروں گا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! ایک جنتی کو ایک سو مردوں کے کھانے پینے شہوت اور جماع کی قوت دی جائے گی اس یہودی نے کہا: جو شخص کھاتا اور پیتا ہے اس کو پھر حاجت بھی ہوتی ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کی حاجت ایک پسینہ سے رفع ہوگی جو ان کے تمام جسم سے نکلے گا اس میں مشک کی طرح خوشبو ہوگی پھر ان کا پیٹ پتلا ہو جائے گا۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (صحیح ابن حبان: ۴۲۳، مسند ابی داؤد: ۳۵۲۲، المعجم الکبیر: ۵۰۰، البعث والنشور للمصنفی:

۳۵۲ الزحد لابن مبارک: ۱۳۵۹، سنن دارمی: ۲۸۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۷۸، المعجم الاوسط: ۴۴۳، حلیۃ الاولیاء: ج ۷ ص ۳۶۶، ج ۸ ص ۱۱۶،

مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۷، طبع قدیم مسند احمد ج ۳ ص ۱۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں:

سنن ترمذی: ۲۵۳۶، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۱۲، صحیح ابن حبان: ۴۳۰۰، المعجم الاوسط: ۲۵۶۳

نوٹ: حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا تھا وہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب کہ مذکورہ شواہد میں جو

حدیث مروی ہے اس کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں۔

١٣- بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ
وَالْوُضُوءِ مِنْهُ

ہندی کو دھونا اور اس سے
وضوء کرنا

اس باب میں مذی کو دھونے کا حکم بیان کیا گیا ہے، مذی وہ رقیق پانی ہے جو عورت سے چھیڑ چھاڑ یا اس سے بوس و کنار یا اس کے متعلق سوچنے سے مرد کے آلہ سے نکلتا ہے اور مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، وضوء واجب ہوتا ہے۔

۲۶۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَقَالَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ.

اس حدیث کی تخریج اور شرح، صحیح البخاری: ۱۳۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس شخص نے حیاء کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا، اور یہاں اس کا عنوان ہے: مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کی حرمت اور توقیر کی کس قدر حفاظت کرتے تھے اور جن باتوں سے عرف میں حیاء آتی ہے ان کو نبی ﷺ کے سہانے کرنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔

١٤ - بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ
وَبَقِيَ أَثَرُ الطِّيبِ

جس نے خوشبو لگائی، پھر غسل کیا
اور خوشبو کا اثر باقی رہا

لوگ جماع کے وقت جسم پر خوشبو لگاتے تھے تاکہ زیادہ نشاط حاصل ہو۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ مذی نکلنے سے پہلے بھی انسان کو عورت کے ساتھ بوس و کنار سے نشاط اور لذت حاصل ہوتی ہے اور جماع کے وقت جسم پر خوشبو لگانے سے بھی نشاط اور لذت حاصل ہوتی ہے۔

۲۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ، فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أَحَبُّ أَنْ أَصْبَحَ مُحْرِمًا أَنْصَحُ طَبِيبًا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَبِيبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ، ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا.

پھر صبح کو حالت احرام میں ہوتے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۶۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے جماع کیا پھر دوبارہ جماع کیا اور ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے پاس گیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف ہوتا تھا لیکن وہ مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی ادب و احترام کو قائم رکھتے تھے آج کل کی طرح نہیں کہ کسی سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ذاتیات پر اتر آتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس کے خلاف کوئی سخت فتویٰ لگا دیں اور اس کی تحقیر اور تذلیل کے درپے رہتے ہیں۔

۲۷۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَاتِبِي أَنْظُرْ إِلَيَّ وَيَبِصُ الطِّيبُ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحَرَّمٌ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: گویا کہ میں نبی ﷺ کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کی چمک کو دیکھتی تھی اور آپ حالت احرام میں ہوتے تھے۔
[اطراف الحدیث: ۱۵۳۸-۵۹۱۸-۵۹۲۳]

(صحیح مسلم: ۱۱۹۰، الرقم المسلسل: ۲۷۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶، سنن نسائی: ۲۶۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۷۳، صحیح ابن حبان: ۱۳۷۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۱۰، ج ۴۰ ص ۱۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں نبی ﷺ کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کو دیکھتی تھی۔ اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں امام مالک کا مذہب

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ، امام شافعی، فقہاء محدثین اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگانا جائز ہے اور اگر وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد بھی آتی رہے تو یہ بھی جائز ہے اور صحابہ اور تابعین کی دوسری جماعت اور امام مالک الزہری اور امام محمد بن الحسن نے اس سے منع کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جسم پر خوشبو عورتوں سے جماع کے لیے لگائی جاتی تھی (غرب میں ایک قسم کی خوشبودار کریم ہوتی ہے یا خوشبودار تیل ہوتا ہے جس کو جماع سے پہلے پورے جسم پر لگاتے ہیں ہرے ہاں اس کی جگہ اُبٹن لگانے کا رواج ہے) حضرت عائشہ نبی ﷺ کے جسم پر یہ خوشبو ازواج سے جماع کے لیے لگائی تھیں پھر آپ غسل کرتے تھے اور وہ خوشبو چلی جاتی تھی پھر آپ احرام باندھتے تھے خاص طور پر اس لیے کہ آپ ہر زوجہ سے جماع کے بعد غسل کرتے تھے پھر اتنے غسل کرنے کے بعد کون سی خوشبو باقی رہ جاتی تھی؟ اور حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے: صبح کو آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔ اس کا معنی ہے: آپ کے غسل کرنے اور احرام باندھنے سے پہلے آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی اور وہ جو شعبہ کی روایت میں ہے: آپ حالت احرام میں صبح کرتے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی اس میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے: آپ اپنی ازواج کے پاس جاتے اور آپ سے خوشبو آ رہی ہوتی پھر آپ صبح کو احرام باندھتے اور وہ جو دوسری حدیث میں حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: گویا کہ میں آپ کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کی چمک دیکھتی تھی اور آپ احرام باندھے ہوئے ہوتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خوشبودار تیل کا جسم اور اس کی خوشبو غسل سے ختم ہو جاتی تھی اور اس تیل کا اثر اور اس کی زینت بالوں میں

رہ جاتی تھی جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھتی تھیں اور محرم کے بالوں میں تیل لگا رہے اور اس کی خوشبو نہ آئے تو کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس نے احرام باندھنے سے پہلے تیل لگایا ہو۔ (اکمال المعجم بوائد مسلم ج ۳ ص ۱۹-۱۸۸ ملخصاً دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ نجی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ ہو تو جسم پر خوشبودار تیل یا خوشبودار کریم لگانا مستحب ہے اور اگر احرام باندھنے کے بعد وہ خوشبو آتی رہے تو کوئی حرج نہیں ہے صرف احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے یہ صحابہ کرام میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر، حضرت معاویہ، حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ کا مذہب ہے اور فقہاء تابعین اور محدثین کا مذہب ہے امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، ثوری، ابو یوسف اور داؤد وغیرہم کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے جو اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عائشہ ازواج سے جماع کے لیے رسول اللہ ﷺ کے جسم پر خوشبو لگاتی تھیں اس تاویل کو حضرت عائشہ کا یہ قول رد کرتا ہے: میں رسول اللہ ﷺ کے جسم پر آپ کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے احرام کھولنے کے لیے خوشبو لگاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۹، الرقم السلسل: ۲۷۸۰)

اور یہ تاویل اس لیے بھی مردود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھتی تھی جب آپ تلبیہ پڑھ رہے ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: الرقم السلسل: ۲۷۸۸) ایک اور حدیث میں ہے: میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں مشک کی چمک دیکھتی تھی اور آپ محرم ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: الرقم السلسل: ۲۷۹۳)

ان صریح احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ قاضی عیاض مانگی نے جو ان احادیث کی تاویل کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۵ ص ۳۲۱-۳۲۱۱ ملخصاً و موضحاً و مخرجاً مکتبہ زار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ اس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد بھی آتی رہے۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۲۸۷ مع مختصر المنذری دار المعرفہ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی نے علامہ خطابی اور علامہ نووی کی عبارات کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۲۸)

۱۵۔ بَابُ تَخْلِيلِ الشَّعْرِ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرَوَى بَشْرَتَهُ أَقَاضَ عَلَيْهِ

تک پانی پہنچ گیا تو اس پر پانی بہا دینا

اس باب میں بالوں میں خلال کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں بالوں میں خوشبودار تیل لگانے کا بیان تھا اور اس باب میں بالوں تک پانی پہنچانے کا بیان ہے۔

۲۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ يَخْلِلُ بِيَدِهِ شَعْرَهُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کا وضو کرتے پھر غسل (شروع)

قَدْ أَرَوَى بَشَرَتَهُ ' أَقَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ' کرتے پھر اپنے ہاتھ سے اپنے بالوں میں خلال کرتے اور جب یقین ہو جاتا کہ کھال تک پانی پہنچ گیا ہے تو پھر اپنے اوپر تین مرتبہ پانی ڈالتے پھر تمام جسم کو دھوتے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۳۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: بالوں میں خلال کرنا اور یہ دونوں مسئلے اس حدیث سے ثابت ہیں۔

۲۷۳۔ وَقَالَتْ كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ ' نَعْرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا ' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے ہم اکٹھے چلو میں پانی لیتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۵۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا اور یہاں بالوں میں خلال کے باب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۱۶۔ بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مَرَّةً أُخْرَى جس نے جنابت میں وضوء کیا پھر سارے جسم کو دھویا اور اعضاء وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا

اس سے پہلے باب میں بالوں میں خلال کا ذکر تھا وہ بھی غسل کے اکمال کے لیے ہے اور اس باب میں غسل سے پہلے وضوء کا ذکر ہے اور وہ بھی غسل کے اکمال کے لیے ہے۔

۲۷۴۔ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ ' عَنْ سَالِمٍ ' عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ' عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ' عَنْ مِمْوَنَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَ الْجَنَابَةِ ' فَكَفَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ' ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ الْحَائِطِ ' مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ' وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ' ثُمَّ أَقَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ' ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ' ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ' قَالَتْ فَاتَّيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يَرُدَّهَا ' فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهِ ' امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے خبر دی از سالم از کریب حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا آپ نے دو یا تین بار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی اٹھایا پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اپنا ہاتھ زمین یا دیوار پر رگڑا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور اپنی کلائیوں کو دھویا پھر اپنے سر پر پانی ڈالا پھر اپنے جسم کو دھویا پھر ایک طرف گئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں: پس میں آپ کے پاس تو لیا لائی تو آپ نے اس کا ارادہ نہیں کیا اور اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۳۹ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا اور یہاں اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: غسل میں اعضاء وضوء کو دوبارہ نہ دھونا اور اس حدیث میں اعضاء وضوء کو دوبارہ

نہ دھونے کا ذکر ہے۔

۱۷۔ بَابُ إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ جُنُبٌ، يَخْرُجُ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ

جب کسی شخص کو مسجد میں یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے

اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ یہ دونوں باب جنبی کے احکام سے متعلق ہیں۔

۲۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعَدَلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَاةٍ، ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا مَكَانُكُمْ، ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ، تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، [أطراف الحديث: ۶۳۹-۶۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از ابوسلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نماز قائم کی گئی اور لوگ کھڑے ہوئے صفیں برابر کی گئیں پس رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکل کر آئے پس جب آپ اپنے مصلی پر کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں آپ نے فرمایا: تم لوگ اسی طرح کھڑے رہو پھر آپ گئے پس آپ نے غسل کیا پھر ہماری طرف نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے پس ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ عثمان بن علی کی عبد الاعلیٰ نے متابعت کی ہے از معمر بن راشد از محمد بن مسلم الزہری اور اس حدیث کو عبد الرحمن الاوزاعی نے محمد بن مسلم الزہری سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۵، رقم المسلسل: ۱۳۴۲، سنن ابوداؤد: ۵۴۱)

(سنن نسائی: ۷۹۲)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ پڑھنے اور نمازیوں کے کھڑے ہونے میں مذاہب اور جنبی کے مسجد میں داخل

ہونے میں مذاہب اور علامہ ابن بطال کا امام ابو حنیفہ پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صفوں کو برابر رکھنے کا حکم ہے اور وہ بالا جماع مستحب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نمازیوں نے کھڑے ہو کر صفیں برابر کر لیں پھر رسول اللہ ﷺ نکل کر آئے اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے نہ دیکھو تو اس موقع پر صحابہ آپ کو دیکھنے سے پہلے کس طرح کھڑے ہو گئے تھے! اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بیان جواز کے لیے ہوا تھا یا کسی عذر کی وجہ سے یا آپ نے یہ ارشاد اس کے بعد فرمایا تھا کہ مجھے دیکھنے سے پہلے کھڑے نہ ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کے اس ارشاد کی کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ کو آنے میں دیر ہو جاتی تھی اگر صحابہ پہلے سے آپ کے آنے کے انتظار میں کھڑے ہوتے تو ان کا قیام بہت طویل ہو جاتا اور وہ تھک جاتے۔

اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین علماء کا اختلاف ہے کہ نمازی نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں اور امام کب تکبیر کہے۔

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن پوری اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی نہ کھڑا ہو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن ”قد قامت الصلوة“ کہتا تھا امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ نمازی صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن ”حی علی الصلوة“ کہے اور جب وہ ”قد قامت الصلوة“ کہے تو امام تکبیر پڑھے اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے سدید بن غفلہ قیس بن ابی سلمہ اور حماد سے روایت کیا ہے اور جمہور متقدمین اور متاخرین علماء نے یہ کہا ہے کہ جب تک مؤذن پوری اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک امام اللہ اکبر نہ کہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام اس وقت نماز شروع کرے جب صفیں برابر ہو جائیں اور مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے اور ہمارے نزدیک امام نماز اس وقت شروع کرے جب مؤذن ”قد قامت الصلوة“ کہے اور امام ابو یوسف نے کہا ہے: جب مؤذن پوری اقامت سے فارغ ہو جائے تب امام اللہ اکبر کہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پوری اقامت کے بعد امام نماز شروع کرے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس وقت نماز شروع کرے جب مؤذن ”قد قامت الصلوة“ کہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے عبادات میں نسیان ہو جاتا تھا۔

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب جنبی بھول کر مسجد میں داخل ہو جائے پھر اس کو یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ بعض تابعین یہ کہتے ہیں کہ جب جنبی بھول کر مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ تیمم کر کے مسجد سے نکلے اور یہ حدیث ان کا رد کرتی ہے ثوری اور اسحاق کا یہی قول ہے اسی طرح امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جو مسافر جنبی ہو وہ ایسی مسجد کے پاس سے گزرے جس میں پانی کا چشمہ ہو وہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو اور مسجد سے پانی نکالے اور ابن زید کی ”نواذر“ میں ہے: جو آدمی مسجد میں سو جائے پھر اس کو احتلام ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تیمم کر کے مسجد سے نکلے امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ مسجد میں ٹھہرے بغیر نکل جائے اور داؤد اور مزی نے یہ کہا ہے کہ وہ مطلقاً مسجد میں ٹھہر سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلم نجس نہیں ہوتا امام سعید بن منصور نے سند جید کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے: صحابہ مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور حدیث میں ثقیف کے وفد کو مسجد میں ٹھہرانے کا ذکر ہے اور اہل الصفہ اور ان کے علاوہ لوگ مسجد میں رات کو رہتے تھے اور امام احمد بن حنبل یہ کہتے تھے کہ جنبی مسجد میں بیٹھ سکتا ہے اور وضوء کے لیے جا سکتا ہے اور جن علماء نے کہا ہے کہ جنبی مسجد سے گزر سکتا ہے انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِی السَّبِيلِ. (النساء: ۴۳)

اور جنبی مسجد کے قریب نہ جائے مگر راستہ عبور کرنے کے لیے۔

یہاں تک علامہ عینی نے علامہ ابن بطلال کی عبارت ”شرح ابن بطلال“ ج ۱ ص ۳۹۷-۳۹۶ سے نقل کی ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۳۵-۳۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابو حنیفہ پر علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک

کا جنبی کو بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے سے منع کرنا اور امام شافعی اور امام احمد کا اس کی اجازت دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے: جو مسافر جنبی ہو وہ پانی لینے کے لیے تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے اسی طرح کوئی اور ضرورت

مند جنبی بھی تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

میں کہتا ہوں: اس میں مسجد میں بھول کر حالت جنابت میں بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کا ثبوت ہے نہ کہ عدا جنبی کے لیے بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کا ثبوت ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض نبی ﷺ عدا بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوئے تو یہ آپ کی خصوصیت ہے دوسروں کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی (بن ابوطالب)! کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنبی ہو سوا میرے اور سوا قمارے۔ علی بن المذہب نے کہا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے اس حدیث کا معنی پوچھا تو انہوں نے کہا: کسی کے لیے حالت جنابت میں مسجد سے نرنا جائز نہیں ہے سوا میرے اور تمہارے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲)

دوسری حدیث میں جنبی کے لیے مسجد میں داخل ہونے کی صراحہ ممانعت ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آئے تو آپ کے اصحاب نے اپنے گھروں کے دروازے مسجد میں لٹکے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: ان گھروں کے دروازوں کا مسجد سے رخ پھیر دو نبی ﷺ دوبارہ آئے اور لوگوں نے اس سلسلہ میں کوئی کارروائی نہیں کی تھی اس امید پر کہ اس معاملہ میں کوئی رخصت نازل ہو جائے پھر نبی ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: ان گھروں کے دروازوں کا مسجد سے رخ پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲)

پس معلوم ہوا کہ کوئی جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا البتہ مجبوری کی صورت میں تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے اور قرآن مجید میں جو جنبی کے لیے مسجد میں راستہ عبور کرنے کی اجازت ہے وہ بھی مجبوری کی حالت میں تیمم کر کے راستہ عبور کرنے پر محمول ہے تاکہ قرآن مجید اور احادیث میں تطبیق ہو اور یہ احادیث امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے خلاف ہیں جو تیمم کے بغیر مسجد میں داخل ہونے، مسجد سے نرنے اور مسجد میں بیٹھنے کی اجازت دیتے ہیں اور یہ احادیث امام اعظم ابوحنیفہ کی مؤید ہیں جو مجبوری کی صورت میں بھی بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

نیز علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: امام مالک اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ مسجد میں جنبی داخل نہ ہو اور نہ راستہ عبور کرنے والا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔

جو فقہاء جنبی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں وہ النساء: ۴۳ کا معنی بہ طور عموم مجاز کے اس طرح کرتے ہیں: تم حالت جنابت میں نماز اور نماز کی جگہ (مسجد) کے کسی حال میں قریب نہ جاؤ مگر یہ کہ تم مسافر ہو تو تم تیمم کر کے مسجد کے قریب جاؤ اور نماز پڑھو اور یہ معنی بہت عمدہ ہے اور پاکیزہ ہے کیونکہ اس میں مسجد کا احترام ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۹۷-۳۹۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے جو مسافر کو حالت جنابت میں تیمم کر کے مسجد سے پانی لینے کے لیے اجازت دی ہے اس کا استدلال بھی اسی طریقہ سے اس آیت سے ہے مجھے حیرت ہے کہ علامہ بدر الدین عینی نے حنفیت میں بہت راسخ اور مصلوب ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا جواب نہیں لکھا میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس اعتراض کا جواب دینے کی جتنی توہین بخشی۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جنبی بغیر تیمم کے مسجد میں آ اور جاسکتا ہے اور ٹھہر سکتا ہے داؤد ظاہری

ابن حزم اور غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مجبوری کی صورت میں بھی کوئی شخص بغیر تیمم کے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔

* ہم نے ”تبیان القرآن“ ج ۱ ص ۶۹۹-۶۹۷ الواقعہ: ۷۹ میں اس مسئلہ پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور ابن حزم اور غیر مقلدین کے تمام دلائل ذکر کر کے ان کے جوابات لکھے ہیں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۸-ج ۲ ص ۲۱۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۸۔ بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ عَنِ الْجَنَابَةِ

بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ عَنِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھانڈنا

اس باب میں غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھانڈنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب احکام غسل سے متعلق ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ”بدان“ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوہریرہؓ نے خبرائی انہوں نے کہا: میں نے الاغمش سے بنا کر امام ابوہریرہؓ کے پاس نہایت دن ہوا میں انہوں نے کہا: ”نشرت میمونہ ثقیلہ“ نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے غسل سے پہلے پانی رخواچہ میں سے آپ پر یہ پانی سے دیا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہا دیا چہرہ و ہویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی دیا اس پر اپنی شرم کا ڈھونڈ لیا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا پھر اس کو ملا پھر اس کو ہویا پھر گلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور پانی ڈالیوں و ہویا پھر اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو پانی بہا دیا پھر ایک طرف گئے اور اپنے دونوں چہروں کو ہویا میں سے آپ کو تو لیا دیا آپ نے اس کو نہیں لیا اور چلے گئے اور آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو جھانڈ رہے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۳۹ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: غسل سے پہلے وضو کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھانڈنا۔

جس نے غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کی

۱۹۔ بَابُ مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْاَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْاَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوہریرہؓ نے نافع نے حدیث

۲۷۷۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ

شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا إِذَا أَصَابَ أَحَدَنَا جَنَابَةٌ
أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا
عَلَى شِقِّهَا الْأَيْمَنِ وَبِيَدِهَا الْأُخْرَى عَلَى شِقِّهَا
الْأَيْسَرِ.

بیان کی از الحسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
بیان کرتی ہیں: جب ہم میں سے کسی کو جنابت پہنچتی تو وہ اپنے
دونوں ہاتھوں سے تین بار پانی لے کر سر پر ڈالتی پھر اپنے ہاتھ میں
پانی لے کر سر کی دائیں جانب ڈالتی پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر
سر کی بائیں جانب ڈالتی۔

اس حدیث کی مثل صحیح البخاری: ۲۵۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غسل کے وقت حلاب سے یا خوشبو سے
ابتداء کی وہاں اس حدیث کی تخریج اور شرح بیان کر دی گئی ہے اور یہاں غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو بیان کیا
ہے۔

۲۰۔ بَابُ مَنْ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي
الْخَلْوَةِ وَمَنْ تَسْتَرَفَالْتَسْتَرُ أَفْضَلُ

جس نے تنہائی میں برہنہ غسل کیا اور جس
نے ستر کیا تو ستر افضل ہے
اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر چند کہ تنہائی میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے لیکن اس میں بھی تہبند باندھ کر نہانا افضل ہے۔
سند ضعیف ہے یہ حدیث مروی ہے کہ پانی میں بغیر تہبند کے داخل نہ ہو کیونکہ پانی میں بھی مخلوق ہے۔

(اتحاف السادة المستعین ج ۲ ص ۴۰۱)

علامہ ابن بطلال نے اپنی سند کے ساتھ بعض اہل شام سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس سمندر میں یا دریا میں بغیر تہبند
کے غسل نہیں کرتے تھے جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتے: اس میں بھی ایک مخلوق ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۹۹)
وقال بهز عن أبيه عن جده عن النبي صلى
الله عليه وسلم الله أحق أن يستحى منه من
الناس. اور بہز نے از والد خود از جد خود یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی
ﷺ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ
اس سے حیا کی جائے۔

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنی شرم گاہوں کو کس
سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی شرم گاہ کو ہر ایک سے چھپاؤ ماسوا اپنی بیوی کے اور اپنی باندی کے میں نے
عرض کیا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ تمہاری شرم گاہ کو کوئی نہ دیکھے تو اس کو کوئی نہ
دیکھے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ اس کا زیادہ حق دار
ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۱۷، سنن ترمذی: ۲۷۹۳-۲۷۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۰، المستدرک ج ۳ ص ۱۸۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۹-۲۲۵، ج ۷ ص ۹۳، تاریخ بغداد: ۲۶۱۱۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳-۴)

۲۷۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ
بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عَرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے
حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی
از معمر از حمام بن معمر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ وہ
بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل برہنہ غسل کرتے تھے ایک دوسرے

وہ عام طور پر تہبند باندھ کر غسل کرتے ہوں اور اس موقع پر ان کو تہبند باندھنا یاد نہ رہا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہوگی اسرائیل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے عیب ہونا واضح ہو جائے۔

(شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۰۰-۳۹۹ عمدة القاری ج ۳ ص ۳۲۲ فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۳-۸۰۴)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۷۸- ج ۱ ص ۱۰۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت۔

۲۷۹- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْتَبِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَبُّهُ يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتَكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ بَلَىٰ وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَا غِنَىٰ لِي عَنْ بَرَكَتِكَ. وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صفوان بن سليم عَنْ عطاء بن يسار عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا.

(المعجم لابن عبد البر: ۳۳۹۱-۳۴۰۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے ان کے اوپر سونے کی نڈی گر گئی حضرت ایوب (پکڑنے کے لیے) اس پر کپڑا ڈالنے لگے تو ان کو ان کے رب نے نداء کی: اے ایوب! آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں کیا میں نے آپ کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا؟ حضرت ایوب نے کہا: کیوں نہیں! تیری عزت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔ اس حدیث کو ابراہیم نے روایت کیا ہے از موسیٰ بن عقبہ از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: حضرت ایوب برہنہ غسل کر رہے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۲۲۹ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۸ کتاب الصلوات ص ۲۰۶ شرح السنہ: ۲۰۲ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

(المعجم لابن عبد البر: ۳۳۹۱-۳۴۰۳)

اس حدیث میں برکت کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کثرت خیر۔

حدیث ابو انس بن علقمہ ابن بطلال مابنی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برہنہ غسل کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام پر نڈی پکڑنے پر تو عتاب کیا لیکن برہنہ غسل کرنے پر عتاب نہیں کیا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ انسان کو حالت فقر میں بہ قدر ضرورت جو رزق مل جائے وہ اس کے لیے نعمت اور فضیلت ہے کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام سونے کی نڈی کو مال میں کثرت یا اظہار فقر کے لیے نہیں پکڑ رہے تھے بلکہ اپنی اہم ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے پکڑ رہے تھے۔ اس حدیث میں حلال مال کی حرص ہے اور غنا کی فضیلت ہے کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کو برکت فرمایا۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۹۹ عمدة القاری ج ۳ ص ۳۲۵)

غسل میں لوگوں کے سامنے پردہ کرنا

۲۱- بَابُ التَّسْتَرِّ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز ذکر کیا تھا اور اس باب میں لوگوں کے سامنے پردہ میں غسل کرنے کو بیان کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

۲۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ

عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئِ بْنِتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئِ بْنِتِ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذُكِبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَقَاطِمَةُ تُسْتَرُّهُ، فَقَالَ مَنْ هَذِهِ؟ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئِ.

(الطواف الحديث: ۳۵۷-۳۱۷-۳۱۵۸)

حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر جو کہ عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ ابو مرہ حضرت ام حانی و بنت ابی طالب کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام حانی و بنت ابی طالب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ بیان کرتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی میں نے آپ کو غسل کرتے ہوتے پایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ پس میں نے کہا: میں ام حانی ہوں۔

(صحیح مسلم: ۳۳۶، الرقم السلسل: ۷۴۸، سنن ترمذی: ۲۷۳۴، سنن نسائی: ۳۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۵، سنن ابی یوسف: ۲۲۹، سنن دارمی: ۲۵۰۲-۱۳۵۳، احادیث الثانی: ۳۱۴۹، صحیح ابن حبان: ۱۱۸۸، المعجم الکبیر: ۱۰۱-۱۰۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۸-ج ۲ ص ۹۳، شعب الایمان: ۸۸۸۸، شرح السنن: ۲۷۱۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۳، طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۹۰-ج ۲ ص ۴۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آپ غسل کر رہے تھے اور حضرت فاطمہ آپ پر پردہ کر رہی تھیں۔ اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن میں سے چار کا پہلے تعارف ہو چکا ہے پانچویں حضرت ام حانی ہیں ان کا نام فاختہ ہے ایک قول ہے: فاطمہ ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

شرم گاہوں کے چھپانے پر قرآن مجید اور حدیث سے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ غسل کے وقت دیکھنے والوں کی نگاہوں سے پردہ کرنا واجب ہے اور جس طرح یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے اپنی شرم گاہ کسی کو دکھائے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے کسی کی شرم گاہ کو دیکھے۔

پردہ کی اصل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ. (النور: ۵۸)

اے ایمان والو! تمہارے غلام (نور) اور تمہارے وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے ان کو چاہیے کہ وہ (آئے سے) تین اوقات میں تم سے اجازت لیا کریں (۱) نماز فجر سے پہلے (۲) دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو (۳) نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں ان اوقات کے بعد (آنے میں) نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے۔

یہ وہ اوقات ہیں جن میں انسان اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے لہذا ان اوقات میں اگر ان میں سے کوئی تمہارے گھر بغیر اجازت کے آیا تو وہ گناہگار ہوگا کیونکہ ان اوقات میں یہ احتمال ہے کہ آنے والا تم کو برہنہ دیکھ لے۔

يَتَنَبَّيْ أَدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِيَكُمْ وَرِيشًا. (الاحقاف: ۲۶)

اے اولاد آدم! بے شک ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور ریشہ بنت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرم گاہ چھپانے کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكٰى لَّهُمْ. (النور: ۳۰)

آپ مؤمنین سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ چیز ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو پست رکھنے اور شرم گاہوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۹، سنن ابوداؤد: ۱۹۳۶، صحیح مسلم: ۱۳۳، سنن نسائی: ۲۹۵۳)

جس نے بغیر عذر کے شرم گاہ کو نہیں چھپایا اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی

ائمہ فتویٰ اس پر متفق ہیں کہ جو بغیر تہبند کے حمام میں داخل ہوا (یعنی جس نے لوگوں کے سامنے برہنہ غسل کیا) اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔ یہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور امام شافعی کا قول ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص تہبند اتار کر حوض میں داخل ہوا اور دخول سے اس کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی، امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کی شہادت بھی ساقط ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا: وہ شخص معذور ہے کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی شرم گاہ دیکھ سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۰۲-۳۰۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۷۲، ج ۱ ص ۱۰۲۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ، فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ، ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رَجُلِيهِ، ثُمَّ أَقَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ، وَابْنُ فَضِيلٍ، فِي السُّتْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میں نے نبی ﷺ پر ستر کیا اور اس وقت آپ غسل جنابت کر رہے تھے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر اپنی شرم گاہ کو اور جو چیز اس پر لگی تھی اس کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو دیوار یا زمین پر ملا پھر نماز کا وضوء کیا سوا اپنے پیروں کے پھر اپنے پورے جسم پر پانی ڈالا پھر ایک طرف جا کر اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔ اس حدیث میں ”ستر“ کے لفظ میں سفیان کی ابو عوانہ اور ابن فضیل نے متابعت کی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ”کتاب الغسل“ میں نو جگہ ذکر کیا ہے اور یہ نویں جگہ ہے اور اس حدیث سے نو مسائل مستنبط کیے ہیں اور ان کے اعتبار سے اس کے نو عنوان قائم کیے ہیں ہم وہ نو عنوان یا نو مسائل لکھ رہے ہیں جو امام بخاری نے اس حدیث سے مستنبط کیے ہیں:

(۱) حدیث: ۲۳۹، غسل سے پہلے وضوء کرنا (۲) حدیث: ۲۵۷، غسل میں ایک بار پانی ڈالنا (۳) حدیث: ۲۵۹، غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا (۴) حدیث: ۲۶۰، ہاتھ کو صاف کرنے کے لیے مٹی سے ملنا (۵) حدیث: ۲۶۵، وضوء اور

غسل الگ الگ کرنا (۶) حدیث: ۲۶۶، غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا (۷) حدیث: ۲۷۴، جس نے وضوء کر کے غسل کیا، پھر اعضاء وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا (۸) حدیث: ۲۷۶، جس نے غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑا (۹) حدیث: ۲۸۱، غسل میں لوگوں سے پردہ کرنا۔

علامہ بدرالدین عینی نے ان مکرر احادیث کی تعداد آٹھ لکھی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۷۷) لیکن ان سے گننے میں تسامح ہوا ہے، صحیح یہ ہے کہ ان مکرر احادیث کی تعداد تو ہے جیسا کہ ہم نے تفصیل سے احادیث کے نمبروں کے حوالوں کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جب امام بخاری کسی حدیث کا مکرر ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود الگ الگ مسائل کا استنباط ہوتا ہے اور یہ تکرار محض نہیں ہوتی، اس سے امام بخاری کی قوت استنباط اور صلاحیت استخراج مسائل کا پتا چلتا ہے۔

جب عورت کو احتلام ہو

۲۲۔ بَابُ إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ

اس باب میں عورت کے احتلام کا حکم بیان کیا گیا ہے، احتلام کا لفظ حلم سے بنا ہے اس کا معنی خواب ہے، یعنی انسان نیند میں جن چیزوں کو دیکھتا ہے اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق غسل جنابت کے ساتھ ہے۔ اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ احتلام تو مرد اور عورت دونوں کو ہوتا ہے، پھر اس باب کا عنوان عورت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں عورت نے احتلام کے متعلق سوال کیا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس عنوان سے امام بخاری کا مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ عورت کے احتلام کا وہ حکم نہیں ہے جو مرد کے احتلام کا ہے۔

۲۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ امْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلِ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو طلحہ کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتا، آیا عورت پر بھی غسل واجب ہوتا ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۳۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: علم میں حیا کرنا اور یہاں اس کا

عنوان ہے: جب عورت کو احتلام ہو۔

جنبی کا پینہ اور مسلم

نجس نہیں ہوتا

۲۳۔ بَابُ عَرَقِ الْجُنُبِ، وَأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

المسلم لا ينجس

یعنی یہ باب جنبی کے پینہ کے ذکر میں ہے امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ جنبی کے پینہ کا کیا حکم ہے اور نہ اس باب کی حدیث میں جنبی کے پینہ کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی توجیہ میں لکھا ہے: امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جنبی کے پینہ میں اختلاف ہے ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ جنبی کا پینہ نجس ہے کیونکہ کافر خود نجس العین ہے اور امام بخاری کے عنوان کا حاصل یہ ہے: جنبی کے پینہ کا حکم اور مسلمان نجس نہیں ہوتا اور جب وہ نجس

پاک ہیں خواہ وہ بے وضوء ہو، جنبی ہو یا حائض ہو یا تقصاء ہو اور ان تمام امور پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۹۷، مکتبہ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: عام اہل علم کے نزدیک آدمی اور اس کا جھوٹا پانی طاہر ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر۔

(المغنی ج ۱ ص ۷۶، دارالحدیث، قہرہ ۱۴۲۵ھ)

علامہ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین اپنے اعتقاد میں نجس ہیں نہ کہ ان

کا بدن نجس ہے۔ (کشاف القناع مع الاقناع ج ۱ ص ۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

ان تہریحات سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا مذاہب اربعہ بلکہ اجماع مسلمین کے

خلاف ہے اور حق وہ ہے جو علامہ عینی نے کہا ہے نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مفہوم مخالف سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں

بکر نے حدیث بیان کی از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ وہ

نبی ﷺ سے مدینہ کے کسی راستہ میں ملے اور وہ جنبی تھے (وہ

کہتے ہیں:) میں لوٹ کر آپ سے موخر ہو گیا پھر میں نے جا کر

غسل کیا پھر آ گیا آپ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟

انہوں نے کہا: میں جنبی تھا میں نے آپ کے پاس بیٹھنا پسند کیا

اور میں اس وقت طہارت پر نہیں تھا آپ نے فرمایا: سبحان اللہ!

بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

۲۸۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ

فِي بَعْضِ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَأَنْحَسَتْ مِنْهُ

فَذَهَبَتْ فَأَعْتَسَلَتْ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا

أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ

وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ

لَا يَنْجَسُ. [طرف الحدیث: ۲۸۵]

(صحیح مسلم: ۱۳۷۱، رقم المسلسل: ۸۰۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۱، سنن ترمذی: ۱۲۱۰، سنن نسائی: ۲۶۷، سنن ابن ماجہ: ۵۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱

ص ۱۷۳، صحیح ابن حبان: ۱۳۵۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۹، شرح السنہ: ۲۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵، طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۱۱، ج ۱۲ ص ۱۴۵، مؤسسۃ

الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی بابت کے عنوان سے مطابقت اس جملے میں ہے: بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

اس حدیث کے چہرہ جال میں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

کافر اور اس کے پسینہ کی طہارت پر فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہملب نے کہا ہے کہ جب جنابت کا جسم میں کسی اثر نہ ہو تو اس وقت مؤمن کے اعضاء پاک ہوتے ہیں کیونکہ مؤمنین اپنے

اعضاء کو پاک اور صاف رکھتے ہیں اس کے برخلاف مشرکین نجاست اور گندگی کی آلودگی سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھتے اسی لیے

اللہ تعالیٰ نے ان کے غالب احوال کے اعتبار سے فرمایا: "إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ" (اتوبہ: ۲۸) اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا

ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے اعضاء نجس ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے افعال نجس ہیں اور فقہاء کا اس میں کوئی

کا، حتی کہ کنویں کے پانی کو نجس کہنے والے کا رد کیا جائے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)
* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۲۸۔ ج ۱ ص ۱۰۵۶ پر ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔

۲۴۔ بَابُ الْجُنُبِ يَخْرُجُ وَيَمْشِي

فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ دونوں کا تعلق جنبی کے احکام سے ہے امام بخاری کہتے ہیں:

وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ، وَيَقْلِمُ أَظْفَارَهُ، وَيَحْلِقُ رَأْسَهُ، وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ.
اور عطاء نے کہا: جنبی فصد لگائے اور اپنے ناخن تراشے اور اپنا سر مونڈنے خواہ اس نے وضوء نہ کیا ہو۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرزاق از ابن جریج: وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: آیا جنبی فصد لگا سکتا ہے اور (موئے زیر ناف صاف کرنے کے لیے) چونے کا لپ کر سکتا ہے اور اپنے ناخن تراش سکتا ہے اور اپنا سر مونڈ سکتا ہے اور اس نے وضوء نہ کیا ہو انہوں نے کہا: ہاں! اس میں کیا ہے اور وہ تعجب کر رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا
يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ
بَنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ، وَلَهُ
يَوْمَيْنِ تِسْعُ نِسْوَةٍ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور ان دنوں آپ کی نوا ازواج تھیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۶۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جب جماع کیا پھر دوبارہ جماع کیا اور جو شخص ایک غسل میں اپنی تمام ازواج کے پاس گیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے کیونکہ جب نبی ﷺ نے ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا تو آپ حالت جنابت میں ایک زوجہ کے حجرہ سے دوسری زوجہ کے حجرہ میں جاتے تھے۔

۲۸۵۔ حَدَّثَنَا عِيَّاشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ
حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَا جُنُبٌ، فَأَخَذَ بِيَدِي، فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ،
فَأَسَلْتُ: قَاتَيْتُ الرَّحْلَ، فَاعْتَسَلْتُ ثُمَّ جَنُتُ وَهُوَ
قَاعِدٌ، فَقَالَ آيَنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: فَقَالَ
سُبْحَانَ اللَّهِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از بکر از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ ملے اور میں اس وقت جنبی تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پس میں آپ کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے میں چپکے سے نکل گیا پھر میں گھر آیا پس میں نے غسل کیا پھر میں آیا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: اے ابابکر! تم کہاں تھے؟ تو میں نے آپ کو بتایا

پس آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ابوبریرہ! بے شک مومن نجس نہیں ہوتا۔

اس باب کی تخریج اور مفصل شرح صحیح البخاری: ۲۸۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا پسینہ (کا حکم) اور بے شک مسلم نجس نہیں ہوتا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے۔

بغیر وضوء کیے جنبی کے کھانے پینے میں مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ بتانے کا ارادہ کیا ہے کہ جنبی نجس نہیں ہوتا اور وہ غسل کرنے سے پہلے اپنے تمام کاموں میں تصرف کر سکتا ہے اور اس سے ان بعض متقدمین کا رد ہو جاتا ہے جو جنبی پر وضوء کو واجب کرتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ جنبی ہوتے تو وہ اپنے کسی کام کے لیے نہیں نکلتے تھے حتیٰ کہ وہ نماز کا وضوء کر لیتے حضرت ابن عباس سے بھی اس کی مثل مروی ہے عطاء اور حسن کا بھی یہی قول ہے اور ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ اس وقت تک کوئی چیز کھائے نہ پئے حتیٰ کہ نماز کا وضوء کر لے یہ قول حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور عطاء سے مروی ہے اور جس موقف پر لوگوں کا عمل ہے یہ وہ ہے جو ابوالضحیٰ سے مروی ہے ان سے سوال کیا گیا: آیا جنبی کھا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور بازار میں چل سکتا ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ اس سے پہلے وضوء کرے اور یہ امام مالک کا قول ہے اور اکثر فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ جب وہ اپنے کاموں کے لیے نکلنا چاہے تو اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ جب آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے تھے تو آپ وضوء کرتے تھے اور نہ حضرت ابوبریرہ کی حدیث میں یہ ہے کہ مومن اس وقت نجس نہیں ہوتا جب وہ جنابت کے بعد وضوء کرے اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب جنبی کھانے کا ارادہ کرے تو اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے وہ امام مالک ہیں اور فقہاء احناف ہیں اور امام اوزاعی ہیں اور امام شافعی ہیں اور امام احمد ہیں اور اسحاق ہیں اور یہی وہ مذہب ہے جس پر حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابوبریرہ کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شاگرد یا اپنے تابع کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ لے چلے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ شاگرد یا ماتحت معلم یا رئیس کو بتائے بغیر اس کی مجلس سے نہ جائے کیونکہ جب حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے آپ کو بتائے بغیر چلے گئے تو آپ نے پوچھا: اے ابوبریرہ! تم کہاں تھے؟ (شرح ابن بطل مالک ص ۴۰۵-۴۰۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے

تو اس کا گھر میں ہونا

۲۵۔ بَابُ كَيْفُونَةِ الْجَنْبِ فِي الْبَيْتِ

إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں رہنا جائز ہے باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب جنبی کے احکام سے متعلق ہیں۔

۲۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشَيْبَانُ
عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْكَانِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفُدُ وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَتْ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام اور شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

نعم، وَتَوَضَّأُ. [طرف الحدیث: ۲۸۸]

سوال کیا: آیا نبی ﷺ حالت جنابت میں سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! اور آپ وضوء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۰۵، الرقم المسلسل: ۶۸۵، سنن ابوداؤد: ۲۲۳-۲۲۴، سنن نسائی: ۲۵۶، سنن ابن ماجہ: ۵۸۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۰، مسند ابویعلیٰ: ۳۵۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۳، معرفۃ السنن والآثار: ۱۵۲، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۶۸، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۰۸۳ ج ۴ ص ۱۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب مذکور کی حدیث کا سنن کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر ہے، بعض علماء نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر ہو اور نہ (اُس گھر میں) جس میں کتا ہو اور نہ (اس میں) جس میں جنبی ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۲، سنن نسائی: ۲۶۱، سنن ابن ماجہ: ۳۶۵۰)

لیکن یہ قول حق سے بعید ہے اس حدیث کو امام ابن حبان نے اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے جس نے اس کو ضعیف کہا ہے اس نے اس حدیث کو عبد اللہ بن نحسی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کہ یہ مجہول راوی ہے لیکن العجلی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ امام عبد الرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ لکھتے ہیں: عبد اللہ بن نحسی بن سلمہ الحضرمی اللؤلؤی ثقہ ہے۔

(المخرج والاعتدال للنسائی: ۲۰۳۴، ترجمہ: ۳۸، دار النجوم، لندہ، رسالۃ الاسلامیہ)

اس حدیث میں جنبی سے مراد وہ شخص ہے جو غسل کرنے میں سستی کرتا ہے اور غسل میں تاخیر کرنے کو اپنی عادت بنا لیتا ہے اور کتے سے مراد وہ کتا ہے جس کو رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور تصویر سے مراد جان دار کی تصویر جس کو اہانت سے ساتھ نہ رکھا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں جنبی سے مراد وہ شخص ہو جس نے یہ غسل کیا ہو نہ وضوء کیا ہو پھر اس حدیث میں اور باب مذکور میں کوئی منافات نہیں رہے گی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۵۸، فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۸)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب جنبی سونے کا ارادہ کرے تو وضوء کر لے رہا یہ کہ یہ وضوء واجب ہے یا مستحب ہے اس پر عنقریب کلام آئے گا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۷، ج ۱ ص ۱۰۰۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا استحباب۔

جنبی کا سونا

۲۶۔ بَابُ نَوْمِ الْجُنُبِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو وہ حالت جنابت میں سو جائے۔

۲۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْزُكُمَا أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمَا فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۹-۲۹۰]

(صحیح مسلم: ۳۰۶، الرقم المسلسل: ۶۸۸، سنن نسائی: ۲۵۸)

جبئی کے سونے اور کچھ کھانے سے پہلے اور دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء یا غسل کرنے کی تحقیق۔۔۔ اور اس میں مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

جبئی کے سونے میں علماء کا اختلاف ہے ایک جماعت نے نبی ﷺ کی ظاہر حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ وہ وضوء کر کے سوئے حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابوسعید خدریؓ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے انحنیؓ طاؤسؓ حسن بصریؓ امام مالکؓ امام ابو حنیفہؓ امام شافعیؓ اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا شاذ قول یہ ہے کہ یہ وضوء کرنا واجب ہے لیکن یہ قول متروک ہے کسی نے اس کی موافقت نہیں کی سعید بن مسیب نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو وضوء کرنے سے پہلے سو جائے امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے کیونکہ وضوء اس کو جنابت سے طہارت کی طرف نہیں نکالتا اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابو اسحاق از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبئی ہوتے پھر سو جاتے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے حتیٰ کہ بعد میں اٹھ کر غسل کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۸، سنن ترمذی: ۱۱۹-۱۱۸)

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث غلط ہے کیونکہ ابو اسحاق نے ایک طویل حدیث کو مختصر کیا ہے اور اختصار میں خطاء کی ہے اس کو چاہیے کہ سونے سے پہلے اس طرح وضوء کرے جس طرح نماز کا وضوء کرتے ہیں۔ اصل حدیث اس طرح ہے:

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس گیا اور میں نے کہا: مجھے وہ حدیث سنائیں جو حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق بیان کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ رات کے اول حصہ میں سوتے تھے اور آخری حصہ میں بیدار ہوتے تھے پھر اگر آپ کو حاجت ہوتی تو اپنی حاجت پوری کرتے پھر پانی کو ہاتھ لگانے سے پہلے سو جاتے پھر اذان کے وقت اٹھتے اور اپنے اوپر پانی بہاتے اور اگر آپ جبئی ہوتے تو اس طرح وضوء کرتے جس طرح نماز کا وضوء کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۷۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۲-۲۰۱)

اس حدیث میں اسود بن یزید نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر آپ جبئی ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کا وضوء کرتے اور یہ جو حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: پھر اگر آپ کو حاجت ہوتی تو اپنی حاجت کو پورا کرتے اور پانی کو چھونے سے پہلے سو جاتے اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ غسل کرنے سے پہلے سو جاتے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ وضوء کرنے سے پہلے سو جاتے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

اسود بن یزید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونایا کچھ کھانا چاہتے اور آپ جبئی ہوتے تو آپ وضوء کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۳، صحیح البخاری: ۲۸۸-۲۸۷، صحیح مسلم: ۳۰۶-۳۰۵، سنن نسائی: ۲۵۸، سنن ابن ماجہ: ۵۸۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۷۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۰)

از ابو سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جبئی ہوتے تو آپ نماز کا وضوء کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۳، صحیح مسلم: ۳۰۵، سنن ابوداؤد: ۲۲۲، سنن نسائی: ۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۵۸۳)

یہ اسود کے غیر کی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ جبئی ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کا وضوء کرتے۔

از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان فرماتی تھیں: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے پھر سونے کا ارادہ کرے تو اس وقت تک نہ سوئے حتیٰ کہ نماز کا وضوء کر لے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۶: ۷۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں سو جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہ وضوء کرے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۹: ۷۳۹، صحیح البخاری: ۲۸۷، صحیح مسلم: ۳۰۶، سنن نسائی: ۲۵۸، موطا امام مالک: ۷۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے کہ جب جنبی سونے کا ارادہ کرے یا کھانے یا پینے کا ارادہ کرے تو نماز کا وضوء کرے۔ (شرح معانی الآثار: ۵۷: ۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۵، سنن ترمذی: ۱۲۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرتا ہوں اور سونے کا ارادہ کرتا ہوں آپ نے فرمایا: وضوء کرو اور سو جاؤ۔ (شرح معانی الآثار: ۵۹: ۷۵۹، سنن ابن ماجہ: ۵۸۶)

جنبی کے لیے کچھ کھانے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث کی وجہ سے علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جنبی کو کچھ کھانا نہیں چاہیے حتیٰ کہ وہ وضوء کر لے اور علماء کی دوسری جماعت نے اس کی مخالفت کی اور کہا: اگر جنبی وضوء کے بغیر کچھ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ جنبی ہوتے اور کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ دھو لیتے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۰: ۷۶۰، سنن ابوداؤد: ۲۲۳، سنن نسائی: ۲۵۶، سنن ابن ماجہ: ۵۹۳، مسند احمد: ۲۴۱۳۸، دار الفکر)

اس سے پہلے حضرت عائشہ کی روایت میں ہے: جب آپ جنبی ہونے کے بعد کھانے کا ارادہ کرتے تو وضوء کرتے اور اس حدیث میں ہے: آپ صرف ہاتھ دھوتے اور جب ان احادیث میں تضاد ہو گیا تو ہم نے دیکھا کہ جنابت کے بعد کھانے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا اور اب صفائی کی غرض سے صرف ہاتھ دھونے کا حکم ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے نکلے تو آپ سے کہا گیا: کیا آپ وضوء نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہوں کہ وضوء کروں۔

(صحیح مسلم: ۴۳، رقم المسلسل: ۸۲۶، سنن دارمی: ۷۷۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹، ۳۸۲، ۲۲۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز کے لیے وضوء کرتے تھے اور سونے سے پہلے جنبی کے وضوء کرنے کا وجوب منسوخ ہو گیا اور اس کا استحباب باقی ہے۔ (نخب الافکار ج ۱ ص ۹۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح آپ نے یہ حکم دیا ہے: آدمی جب ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کرے تو وضوء کرے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے پھر دوبارہ جانے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ وضوء کرے۔

(شرح معانی الآثار: ۶۲: ۷۶۲، صحیح مسلم: ۳۰۸، سنن ابوداؤد: ۲۲۰، سنن نسائی: ۲۶۲، سنن ابن ماجہ: ۵۸۷)

دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا

ہم نے ایک اور باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماع کرتے تھے پھر دوبارہ جماع کرتے

تھے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۷ 'قدیمی کتب خانہ کراچی' منتخب الافکار ج ۱ ص ۷۹۳ 'قدیمی کتب خانہ کراچی')
اور یہ حدیث ہمارے نزدیک دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کے حکم کے لیے ناخ ہے اور اس کا استحباب باقی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۷ 'کتب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ۱ ص ۷۹۳ 'قدیمی کتب خانہ کراچی')

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی ﷺ ہر بار جماع کرنے سے پہلے غسل کرتے تھے:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے اور اس کے پاس بھی غسل کرتے اور اس کے پاس بھی غسل کرتے آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ایک ہی بار غسل کر لیتے! آپ نے فرمایا: یہ زیادہ ستھرا زیادہ طاہر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۹۵ 'سنن ابوداؤد: ۲۱۹۰' سنن ابن ماجہ: ۵۹۰ 'مسند احمد ج ۶ ص ۸-۱۰-۳۹۱)
اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ آپ کا یہ عمل بہ طور وجوب نہیں تھا بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۹۷ 'صحیح مسلم: ۳۰۹' سنن ابوداؤد: ۲۱۸۰' سنن ترمذی: ۱۳۰۰' سنن ابن ماجہ: ۵۲۸ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۹-۲۲۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کو قدرت ہو تو کثرت جماع مکروہ نہیں ہے اور متعدد بار جماع کرنے کے بعد ایک بار غسل کرنا کافی ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دو بار جماع کے درمیان وضوء کرنا واجب نہیں ہے اور اس کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے وہ منسوخ ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ۱ ص ۸۰۰ 'قدیمی کتب خانہ کراچی')

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ جنبی کے لیے سونے سے پہلے وضوء کرنے کا حکم جمہور کے نزدیک مستحب ہے امام شافعی نے اس کو واجب نہیں کہا اور نہ ان کے اصحاب اس حکم کے وجوب کو پہچانتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۰ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی ازواج کی تعداد اور ان کے اسماء

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب نبی ﷺ فوت ہوئے اس وقت آپ کی نو ازواج تھیں اور وہ یہ ہیں:

- (۱) حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق تیمیہ (۲) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب العدویہ (۳) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان صحز بن حرب الامویہ (۴) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۵) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ المخزومیہ (۶) حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ (۷) حضرت سودہ بنت زمعہ العامریہ (۸) حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار المصطلقیہ (۹) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب النضریہ الاسرائیلیہ البہارونیہ رضی اللہ عنہا۔

نبی ﷺ کی کل ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب اور ان کی تعداد جو آپ سے پہلے فوت ہو گئیں۔۔۔۔۔ اور جن کے ساتھ آپ نے دخول کیا اور جن کے ساتھ آپ نے دخول نہیں کیا اور جن کو صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور جن خواتین نے خود کو آپ کے اوپر پیش کیا ان سب کے اسماء

- (۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ (۴) حضرت حفصہ (۵) حضرت ام سلمہ (۶) حضرت جویریہ (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید (۱۰) حضرت ام حبیبہ (۱۱) حضرت صفیہ (۱۲) حضرت میمونہ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت ضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت عثمان ان میں بہت اختلاف ہے اور جن پر اتفاق ہے وہ گیارہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ (۲) حضرت سودہ (۳) حضرت عائشہ (۴) حضرت حفصہ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ (۶) حضرت ام سلمہ (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت ام حبیبہ (۹) حضرت جویریہ (۱۰) حضرت میمونہ (۱۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن۔

جو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئیں وہ حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ ہیں اور باقی نوا ازواج آپ کے بعد فوت ہوئیں۔

ازواج مطہرات کے سنین وفات اور مقام تدفین

- (۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پانچ سال پہلے مکہ میں فوت ہوئیں ایک قول ہجرت سے چار سال پہلے کا ہے اور ایک تین سال پہلے کا ہے اور وہی صحیح قول ہے اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی وہ آپ کے ساتھ ۲۵ سال رہیں اور الحجون میں دفن کی گئیں۔
- (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں شوال ۵۴ھ میں فوت ہوئیں۔
- (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۵۷ھ میں فوت ہوئیں ایک قول ۵۸ھ کا ہے یہ ۱۹ رمضان کی تاریخ تھی آپ نے حکم دیا تھا کہ آپ کو رات میں دفن کیا جائے آپ کو البقیع میں دفن کیا گیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مروان مدینہ کا گورنر تھا۔ (علامہ ابن اثیر نے وفات کی تاریخ ۷ رمضان لکھی ہے اور آپ کی عمر اس وقت ۶۵ سال تھی۔ اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)
- (۴) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شعبان ۴۵ھ میں فوت ہوئیں اور اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔
- (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ربیع الثانی ۴۳ھ میں فوت ہوئیں اور البقیع میں دفن کی گئیں۔
- (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۵۹ھ میں فوت ہوئیں اور البقیع میں دفن کی گئیں حضرت ابو ہریرہ نے نماز پڑھائی اس وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔
- (۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۲۰ھ میں فوت ہوئیں اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی حضرت عمر نے نماز پڑھائی۔
- (۸) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۴۴ھ میں فوت ہوئیں۔
- (۹) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ربیع الاول ۵۶ھ میں فوت ہوئیں اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔
- (۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ سے دس میل پر مقام سرف میں ۵۶ھ میں فوت ہوئیں اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔
- (۱۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۵۰ھ میں فوت ہوئیں ایک قول ۵۲ھ کا ہے۔

(محب الافکار فی تنقیح مباحی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۸۰۰-۷۹۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی ﷺ کا متعدد نکاح کرنا تبلیغ اسلام احکام شرعیہ کی ترویج اور ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے کے لیے دوست نوازی اور تشریحی مقاصد کے لیے تھا نہ کہ شہوت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے

سیدنا محمد ﷺ نے جو متعدد نکاح کیے اس کے متعلق منکرین اسلام کہتے ہیں کہ آپ نے غلبہ شہوت کی وجہ سے یہ نکاح کیے تھے حالانکہ یہ حقائق کے خلاف ہے، مخالفین اسلام نبی ﷺ کی متعدد ازواج پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی بھی متعدد ازواج تھیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے:

(۱) سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔

(سلاطین باب ۱۱: آیت ۳-۲ کتاب مقدس ص ۳۴۰ بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۹۲ء)

اس کے برخلاف سیدنا محمد ﷺ کے نکاح میں بہ یک وقت کل نوا ازواج تھیں جب کہ آپ کی قوت تمام نبیوں سے زیادہ تھی، ہم پہلے ”فتح الباری“ اور ”عمدة القاری“ کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ آپ میں چار ہزار مردوں کی قوت تھی، سو جن میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہو ان کا نوا ازواج پر قناعت کرنا اپنے نفس پر انتہائی ضبط اور صبر ہے یا غلبہ شہوت ہے!

(۲) سیدنا محمد ﷺ نے عین عالم شباب میں ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے نکاح کیا جو بیوہ خاتون تھیں اور ان کی عمر اس وقت ۴۰ سال تھی، وہ ۲۵ سال آپ کے نکاح میں رہیں اور ان کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی اور ۵۰ سال کی عمر تک اسی بیوہ خاتون کے ساتھ رہے اس کے بعد اپنی دوسری شادی حضرت سودہ سے کی، وہ بھی بیوہ خاتون تھیں اور آپ سے نکاح کے وقت ان کی عمر پچپن سال تھی اور حضرت عائشہ کے علاوہ آپ نے جن خواتین سے نکاح کیے وہ سب بیوہ تھیں یا مطلقہ تھیں پس واضح ہو گیا کہ آپ کا متعدد نکاح کرنا غلبہ شہوت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کی اور وجہ تھیں جن کو ہم بیان کر رہے ہیں۔

(۳) آپ کی زیادہ شادیاں ۵۵ سال کی عمر سے ۵۹ سال کی عمر کے درمیان ہوئیں اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے جنسی جذبہ کی وجہ سے زیادہ شادیاں کیں۔

(۴) جس خاندان میں نکاح کیا جائے اس خاندان سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور ملنے جلنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور ربط ضبط بڑھتا ہے سو جن خاندانوں میں آپ نے نکاح کیے ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع پیدا ہو گئے ان لوگوں کو آپ کی پاکیزہ سیرت اور اسلام کی حقانیت دیکھنے کا موقع ملا اور وہ لوگ مائل بہ اسلام ہو گئے۔

(۵) آپ کی خارجی زندگی دیکھ کر آپ کے معمولات دیکھنے والے مردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی تو چاہیے تھا کہ آپ کی گھریلو اور نجی زندگی دیکھنے والی خواتین کی بھی زیادہ تعداد ہوتا کہ وہ آپ کے خانگی معمولات کو روایت کر سکیں۔

(۶) آپ نے زیادہ شادیاں تعلیمی مقاصد سے کیں، کیونکہ عورتوں کے مخصوص مسائل مثلاً حیض، نفاس، جنابت اور امور زوجیت کو خواتین ہی بیان کر سکتی تھیں۔

(۷) آپ نے تشریحی مقاصد سے بھی نکاح کیے عربوں میں مشہور تھا کہ منہ بولا جینا، حقیقی بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے، حضرت زید بن حارثہ آپ کے منہ بولے بیٹے تھے جب انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دے دی تو آپ نے ۳ یا ۵ھ میں حضرت زینب سے نکاح کر کے عملاً یہ مسئلہ بتا دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۸) آپ نے بعض نکاح اپنے وقادار دوستوں کو ان کی وقاداری کا صلہ دینے کے لیے کیے جیسے آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی صاحب زادیوں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے نکاح کیے۔ (حضرت عائشہ سے ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۲۳۲) حضرت حفصہ سے ۳ھ میں نکاح کیا۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۸۷))

(۹) نجاشی نے آپ کا نکاح آپ کی اجازت سے ۷ھ میں حضرت ام حبیبہ سے کر دیا اس سے آپ نے عملاً یہ مسئلہ بتا دیا کہ کسی شخص کا وکیل بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے اس وقت آپ مدینہ میں تھے اور حضرت ام حبیبہ حبشہ میں تھیں آپ نے مکتوب کے ذریعہ اجازت دی تھی۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۳۱ دارالکتب العلمیہ بیروت) سو اس سے معلوم ہو گیا کہ لڑکا مثلاً انگلینڈ میں ہو اور لڑکی پاکستان میں ہو اور وہ خط یا ٹیلی فون کے ذریعہ کسی کو پاکستان میں اپنا وکیل بنا دے تو وہ وکیل اس کا نکاح کر دے گا اور لڑکی رخصت ہو کر انگلینڈ چلی جائے گی۔

(۱۰) بعض نکاح آپ نے کسی فتنہ کو زائل کرنے کے لیے کیے ۷ھ میں خیبر کے مال غنیمت میں حضرت وحیہ کلبی نے آپ سے پوچھا کہ میں ایک کنیر لے لوں؟ آپ نے اجازت دے دی انہوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار تھیں اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا کہ یہ خاتون تو اپنی خاندانی عظمت کی بناء پر صرف آپ کے لائق ہیں آپ نے حضرت وحیہ سے کہا: تم کوئی اور باندی لے لو اور فتنہ کو زائل کرنے کے لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا یہ مطلقہ خاتون تھیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۱۰ ملخصاً: الاصابہ ج ۸ ص ۲۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۱) حضرت عباس کی دل جوئی کی خاطر اور ان کی درخواست پر ۷ھ میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا حضرت میمونہ معمر بیوہ تھیں ان کا کوئی سہارا نہیں تھا اس لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ آخری خاتون ہیں جن سے آپ نے نکاح کیا۔

(اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۶۳-۲۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲) ۵ یا ۶ھ میں بنو مصطلق کے لوگ جنگ میں شکست کھا کر اسیر اور غلام ہو گئے تھے یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے اور جنگ میں شکست کھا چکے تھے آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ کا زرمکاتبت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا اس نکاح کی برکت سے آپ نے بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۷۳-۷۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۳) حضرت ام سلمہ کے خاوند حضرت ابوسلمہ ایک جنگ میں زخمی ہونے کے بعد فوت ہو گئے انہوں نے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے تھے ان کا کوئی کفیل نہ تھا سیدنا محمد ﷺ نے ان کی کفالت کرنے کے لیے ۳ یا ۴ھ میں ان سے نکاح کر لیا۔

(الاصابہ ج ۸ ص ۴۰۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۴) حضرت زینب بنت خزیمہ کے پہلے شوہر طفیل تھے ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت عبیدہ بن حارث سے ہوا جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش سے ہوا وہ بھی جنگ احد میں شہید ہو گئے ان کے زخموں کی دادرسی کرنے کے لیے سیدنا محمد ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا ۳ھ میں جب آپ نے ان سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر تقریباً ۳۰ سال تھی اور وہ آپ کی زندگی میں ہی دو یا تین ماہ بعد فوت ہو گئیں۔

(الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۷ دارالکتب العلمیہ بیروت طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۹۲)

(۱۵) حضرت سودہ بنت زمعہ اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد بے سہارا ہو گئیں تھیں اور وہ اس وقت کافی معمر تھیں اس عمر میں ان

سے کون نکاح کرتا؟ آپ ان کا سہارا بنے اور آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(اسد الغلابہ ج ۷ ص ۱۵۸-۱۵۷ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا تھا ان کی زندگی میں اپنی امت کے لیے شوہر کا نمونہ نہیں ہے، باپ کا نمونہ نہیں ہے، بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنے کا نمونہ نہیں ہے، سیدنا محمد ﷺ نے متعدد بیوہ مطلقہ اور ایک کنواری خاتون کے ساتھ نکاح کیا، ان کے درمیان عدل و انصاف کیا، ان کے حقوق ادا کیے، اس میں امت کے لیے شوہر کا نمونہ ہے، آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں، آپ نے ان کی پرورش کی، تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں، آپ نے ان پر صبر کیا، دو بیویوں کی وفات پر صبر کیا، ان کی تجہیز و تکفین کی، چار صاحبزادیوں کے نکاح کیے، ان سب کاموں میں امت کے لیے نمونہ ہے۔

(۱۷) عام طور پر لوگ غیر خاندان اور غیر کفو میں نکاح کو باعث عار سمجھتے ہیں، آپ نے اپنی دو ہاشمی صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان اموی رضی اللہ عنہ سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا اور امت کے لیے غیر کفو میں نکاح کرنے کا عملی نمونہ فراہم کیا۔

(۱۸) جن کے ساتھ آپ نے نکاح کیے، ان کو دنیا میں عزت ملی، وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آخرت میں وہ آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گی، سو تعداد ازواج کی وجہ سے متعدد خواتین کو دنیا اور آخرت کی عزت ملی اور شرف حاصل ہوا۔

(۱۹) سیدنا محمد ﷺ کا ہر معاملہ میں عمل کا پہلو قول سے آگے ہوتا ہے، امت کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا، خود بہ شمول تہجد چھ نمازیں پڑھتے تھے اور چاشت اور اشراق پڑھتے تھے اور بہت نوافل پڑھتے تھے، امت کو چار ازواج میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا، پس کروڑوں صلوٰۃ و سلام ہوں، اس نبی پر جس نے متعدد نکاح کر کے امت کے لیے ہدایت اور فوز و فلاح کی راہیں روشن کر دیں!

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۔ ج ۱ ص ۱۰۰۲ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا استحباب۔

جنبی وضوء کرے پھر سو جائے

۲۷۔ بَابُ الْجُنْبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

اس سے پہلے باب میں جنبی کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ وہ وضوء کر کے سوئے۔

۲۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنْبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، ابی جعفر از محمد بن عبد الرحمن از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو اپنی شرم گاہ کو دھوتے اور نماز کا وضوء کرتے۔

اس حدیث کی تخریج صحیح البخاری: ۲۸۶ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں ہونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے پھر سو جائے۔

۲۸۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ از نافع از عبد اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: آیا ہم میں سے کوئی شخص سو سکتا ہے جب وہ جنبی ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ وضوء کر لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۸۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا سونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے پھر سو جائے۔

۲۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی ہو جاتے ہیں؟ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم وضوء کرو اور اپنے آلہ کو دھو لو پھر سو جاؤ۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۸۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا سونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے پھر سو جائے۔

جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں

۲۸۔ بَابُ إِذَا التَّقَى الْخِتَانَانِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد کے ختنے کی جگہ عورت کے ختنے کی جگہ سے مل جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ یہ اس بنا پر ہے کہ عرب میں عورتوں کے ختنہ کا رواج تھا مرد کا ختنہ یہ ہے کہ اس کے آلہ کے سر پر جو کھال کا زائد حصہ ہے اس کو کاٹ دیا جائے عورت کا ختنہ یہ ہے کہ اس کی فرج کے اوپر کی باریک کھال کو کاٹ دیا جائے امام بھاص نے ”کتاب آداب القضاء“ میں حضرت شدا بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مرد کے لیے ختنہ سنت ہے اور عورت کے لیے عزت ہے۔

۲۹۱۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا لِارْتَبَعِ ثُمَّ جَهِّدْهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ شُعْبَةَ مِثْلَهُ وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهُ (صحیح مسلم: ۳۳۷ رقم السلسل: ۷۶۵ شرح النہ: ۲۳۱ صحیح

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں ابو نعیم نے ہشام سے حدیث بیان کی از قتادہ از الحسن از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ انہوں نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے پھر اس کو تھکا دے تو بے شک اس پر غسل واجب ہو گیا۔ ہشام کی عمرو بن مرزوق نے متابعت کی ہے از شعبہ اس حدیث کی مثل میں اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسن نے اس حدیث کی مثل خبر دی۔

ابن حبان: ۱۱۸۲ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۳ من بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳ مند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم مند احمد: ۷۱۹۸ ج ۱۲ ص ۱۲۶

اس حدیث کے ساتھ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ بعض روایات میں ”پھر اس کو تھکا دے“ کی جگہ مذکور ہے: اور ایک ختنہ کی جگہ دوسری ختنہ کی جگہ سے چیک جائے۔

چار شاخوں کا معنی

اس حدیث میں چار شاخوں کا لفظ ہے اس سے مراد دو ہاتھ اور دو پیر ہیں یا دو رانیں اور دو پیر ہیں یا دو ٹانگیں اور دو ہونٹ ہیں اور اقرب یہ ہے کہ اس سے دو ہاتھ اور دو پیر مراد ہیں۔

نفس دخول بلا انزال سے آیا صرف وضوء واجب ہوتا ہے یا غسل؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ غسل کا واجب ہونا نزول منی پر موقوف نہیں ہے بلکہ جب مرد کے آلہ کا سر عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو ان دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ ان دونوں کو انزال نہ ہو اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے صحابہ کے ابتدائی دور میں اس میں اختلاف تھا کیونکہ ایک جماعت کا یہ مذہب تھا کہ جس نے عورت کے ساتھ جماع کیا اور اس کو انزال نہیں ہوا اس پر وضوء نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۶۶)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۵۶۱ھ لکھتے ہیں:

جن صحابہ کا یہ موقف تھا کہ اگر انزال نہ ہو تو جماع سے غسل واجب نہیں ہوتا وہ حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن مسعود، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابویوب انصاری، حضرت ابن عباس، حضرت النعمان بن بشیر اور حضرت زید بن ثابت اور جمہور انصار ہیں رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح، ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، ہشام بن عروہ اور الامش ہیں اور بعض اہل الظاہر (غیر مقلدین) ہیں۔ (المخفی بالآثار ج ۱ ص ۲۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس دخول بلا انزال سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل

جن آثار سے ان صحابہ اور فقہاء تابعین نے استدلال کیا وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک مرد جماع کرتا ہے اور اس کو انزال نہیں ہوتا حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے جس طرح نماز کا وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھولے حضرت عثمان نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے حضرت زید بن خالد نے کہا: پھر میں نے یہ سوال حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت الزبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے کیا تو انہوں نے بھی یہی حکم دیا یحییٰ نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲، صحیح مسلم: ۳۴۷، رقم السلسل: ۷۶۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (عورت کے) گتے نے میں صرف وضوء ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس مرد کے متعلق دریافت کیا جو جماع کرتا ہے پھر عورت کو تھکا دیتا ہے آپ نے فرمایا: اس پر جو چیز لگی ہے اس کو دھولے اور اس طرح وضوء کرے جس طرح نماز کا وضوء کرتے

ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۹۲، صحیح مسلم: ۳۴۷، موطا امام مالک: ۷۳-۷۴، مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک مرد کے پاس سے گزرے، آپ نے اس کو بلایا وہ آپ کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے آپ نے فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلایا اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم کو جلدی بلایا جائے یا تمہیں انزال نہ ہوا ہو تو تمہارے اوپر (صرف) وضوء لازم ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۰، صحیح مسلم: ۳۴۵، سنن ابن ماجہ: ۶۰۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳-۲۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹)

(شرح معانی الآثار: ۳۰۰)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانی پانی کے سبب سے ہے یعنی غسل نزول منی کے سبب

سے ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۰، سنن نسائی: ۱۹۹، سنن ابن ماجہ: ۶۰۷، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱-۴۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک مرد کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا اس نے آنے میں دیر کر دی آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے روک لیا تھا؟ اس نے کہا: میں اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر رہا تھا جب آپ کا پیغام بر آیا تو میں نے صرف غسل کیا اور کوئی کام نہیں کیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانی صرف پانی کے سبب سے ہے (غسل صرف اس پر واجب ہے جس کو انزال ہوا ہو)۔

(شرح معانی الآثار: ۳۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۰، سنن نسائی: ۱۹۹، سنن ابن ماجہ: ۶۰۷)

جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نفس دخول سے غسل واجب ہوتا ہے خواہ انزال نہ ہو

دوسرے صحابہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا انہوں نے کہا: اس صورت میں غسل ہے خواہ اس کو انزال نہ ہوا ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جو جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو میں نے کہا: میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸، سنن ابن ماجہ: ۶۰۸، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵-۱۱۲-۱۱۰-۶۸-۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو شخصوں کی جگہیں مل جائیں تو غسل کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۹۱، صحیح مسلم: ۳۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۶، سنن نسائی: ۱۹۱، موطا امام مالک: ۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵-۱۲۳)

(۱۱۲-۹۷-۷۷، شرح معانی الآثار: ۳۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جو اپنی بیوی سے جماع کرے پھر اس کو تھکا دے آیا اس پر غسل ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت بیٹھی ہوئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اور یہ اس طرح کرتے ہیں پھر ہم غسل کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۳۵۰)

جن احادیث میں مذکور ہے کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے وہ احتلام اور خواب پر محمول ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو اس پر بھی غسل کرنا واجب ہے اور جن احادیث میں ہے کہ پانی پانی سے واجب ہوتا ہے وہ احتلام پر محمول ہیں یعنی وہ خواب میں دیکھے کہ وہ جماع کر رہا ہے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔

کہا: تم خود جاؤ اور حضرت زید کو لے کر آؤ، تاکہ تم ان پر گواہ ہو وہ شخص حضرت زید کو لے کر آیا اور حضرت عمر کے پاس رسول اللہ ﷺ کے دیگر اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے ان میں حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بھی تھے حضرت عمر نے حضرت زید سے کہا: تم اپنی جان کے دشمن ہو اور لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے ہو حضرت زید نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنی طرف سے یہ فتویٰ نہیں دیا، لیکن میں نے اپنے دو چچاؤں سے یہ سنا ہے حضرت رفاعہ بن رافع اور حضرت ایوب انصاری سے حضرت عمر نے ان اصحاب سے کہا: اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں پس ان میں اختلاف ہو گیا حضرت عمر نے کہا: اے اللہ کے بندو! تم بہترین لوگ ہو اہل بدر ہو میں تمہارے بعد اور کس سے پوچھوں گا؟ حضرت علی نے کہا: آپ نبی ﷺ کی ازواج کی طرف پیغام بھیجئے پھر جو حکم بھی ہوگا وہ ظاہر ہو جائے گا پھر حضرت عمر نے حضرت حفصہ کی طرف پیغام بھیجا انہوں نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: جب ایک ختنہ کی جگہ دوسرے ختنہ کی جگہ سے تجاوز کرے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔ (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۱، المسند ج ۶ ص ۷۷، صحیح مسلم: ۳۴۹) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اگر مجھے علم ہوا کہ کسی نے یہ کام کیا ہے پھر غسل نہیں کیا تو میں اس کو عبرت ناک سزا دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷)

امام ابو جعفر احمد بن الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہم نے ان آثار کو جو روایت کیا ہے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف دو شرم گاہوں کے ملنے اور دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ ہو اور صرف وضوء کرنے کا حکم ان احادیث اور آثار سے منسوخ ہو گیا۔

قیاس سے اس کا ثبوت کہ نفس دخول غسل کا موجب ہے خواہ انزال نہ ہو

اور طریق نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرج میں جماع کرنا حدث ہے خواہ انزال نہ ہو اب ایک قوم یہ کہتی ہے کہ یہ اغلظ حدث ہے اور اغلظ طہارت کو واجب کرتا ہے جو غسل ہے اور دوسری قوم یہ کہتی ہے: یہ اخف حدث ہے اور یہ اخف طہارت کو واجب کرتا ہے جو وضوء ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دو شرم گاہوں کا ملنا اور دخول اغلظ اشیاء ہے حتیٰ کہ ایک آدمی روزے میں یا حج میں دخول کرے خواہ انزال نہ ہو تو اس سے اس کا روزہ اور حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر روزے اور حج کی قضاء لازم ہوگی اور حج کی قضا کرنی لازم ہوگی اور روزے میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے اور اگر اس کو انزال ہو جائے تب بھی قضا اور کفارہ ہی لازم ہوگا اور اس سے کچھ زیادہ لازم نہیں ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ انزال سے کچھ فرق نہیں پڑتا اس لیے صرف شرم گاہوں کا ملنا اور نفس دخول ہی اغلظ حدث ہے اس لیے اس سے اغلظ طہارت واجب ہوگی اور وہ غسل ہے۔

نظر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی انسان کسی اجنبی عورت کی شرم گاہ میں اپنی شرم گاہ کو داخل کرے اور انزال سے پہلے اپنے آلہ کو نکال لے تو اس پر حد واجب ہوگی اور اگر اس کو انزال ہو جائے پھر بھی حد واجب ہوگی اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اغلظ حدث صرف نفس دخول ہے خواہ انزال نہ ہو اس لیے اغلظ طہارت واجب ہوگی جو غسل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف امام محمد اور عام فقہاء کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۹۔ ۷۷ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

دو شرم گاہوں کے ملنے سے خواہ انزال نہ ہو وجوب غسل کے حکم میں امام مالک امام احمد اور شافعی کی تصریح

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب دو شرم گاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ ہو جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۹۱ میں اس کی تصریح ہے اور داؤد ظاہری کے سوا فقہاء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۰۹)

علامہ احمد بن محمد قد امہ حنبلی متوفی ۲۴۰ھ اور علامہ عبدالرحمان بن محمد بن قد امہ حنبلی متوفی ۲۸۲ھ لکھتے ہیں:
جب آلہ کا سر عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے خواہ انزال نہ ہو تو اس سے غسل بالاتفاق واجب ہو جاتا ہے اس میں
صرف داؤد ظاہری نے اختلاف کیا ہے اس نے کہا: اس سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۶۶ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)
علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

داؤد بن علی ظاہری (غیر مقلدین کے امام) نے کہا ہے کہ اگر دو شرم گاہیں مل جائیں اور انزال نہ ہو تو اس سے غسل واجب نہیں
ہوتا اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۱)

(الحاوی الکبیر ج ۱ ص ۲۵۶-۲۵۵ ملخصاً دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۔ ج ۱ ص ۱۰۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: غسل جنابت کا سبب۔

۲۹۔ بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ رُطُوبَةِ فَرْجِ الْمَرْأَةِ جسم پر جو رطوبت فرج لگ جائے اس کا دھونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جماع کرنے سے جسم پر جو عورت کی فرج کی رطوبت لگ جائے اس کے دھونے کا حکم
ہے؟ اس سے پہلے باب میں دو شرم گاہوں کے ملنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں اس ملاپ سے جو فرج کی رطوبت جسم پر لگ
جاتی ہے اس کا حکم بیان کیا ہے یہ ان دونوں بابوں میں مناسبت ہے۔

۲۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ
الْحُسَيْنِ قَالَ يَحْيَى وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ
بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ
سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ
امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُسْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ
لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ
عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ
عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَبِي بَنٍ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ قَالَ يَحْيَى وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ
عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ
ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از
الحسین یحییٰ نے کہا: اور مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو عطاء بن یسار
نے خبر دی کہ حضرت زید بن خالد جہنی نے ان کو خبر دی کہ انہوں
نے حضرت عثمان بن عفان سے سوال کیا کہ یہ بتائیں کہ جب مرد
اپنی عورت کے ساتھ جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے تو حضرت
عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے جس طرح نماز کے لیے
وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھو لے حضرت عثمان نے کہا: میں نے
یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے میں نے اس کا حضرت علی بن ابی
طالب حضرت الزبیر بن العوام حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت
ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو ان سب نے یہی حکم دیا اور یحییٰ
نے کہا: اور مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی
کہ حضرت ابویوب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ
ﷺ سے سنا ہے۔

(جامع المسانید ابن الجوزی مکتبہ الرشیدیہ ۱۳۲۶ھ مسند احمد)

ج ۱ ص ۳۹۹ صحیح مسلم: ۳۳۷

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۷۹ میں گزر چکی ہے اس کی مزید تخریج اور شرح وہاں ملاحظہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک صرف آگے اور پیچھے کے راستے سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے اور یہاں اس کا عنوان ہے: جسم پر لگی ہوئی رطوبت فرج کو دھونے کا حکم اس کی وضاحت اس باب کی دوسری حدیث کی تشریح میں آئے گی۔

۲۹۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو أَيُّوبَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يَنْزِلْ؟ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْغُسْلُ أَحْوَظُ، وَذَاكَ الْأَخِيرُ، وَإِنَّمَا بَيَّنَّا لِأَخْتِلَافِهِمْ. (صحیح ابن حبان: ۱۱۶۹ سنن بیہقی: ج ۱ ص ۱۶۳ جامع المسانید لابن الجوزی: ۶ مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابوایوب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کرے پس اس کو انزال نہ ہو آپ نے فرمایا: عورت کے ساتھ جماع کرنے سے جو رطوبت اس کے جسم پر لگی ہو اس کو دھو لے پھر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے ہم نے اس کو صرف ان کے اختلاف کی وجہ سے بیان کیا ہے۔

کتاب الغسل میں امام بخاری کی عبارت پر بحث و نظر

امام بخاری نے فرمایا: یہی آخری حکم ہے یعنی یہ حکم غیر منسوخ ہے اور شارع علیہ السلام نے پہلے وضوء کرنے کا اور بعد میں غسل کرنے کا حکم دیا ہے ان دو حکموں میں یہ آخری حکم ہے امام بخاری نے جو کہا ہے اس میں زیادہ احتیاط ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک غسل کرنا مستحب ہے اس وجہ سے علامہ ابن العربی نے امام بخاری پر رد کیا ہے کہ جمہور فقہاء نے اس صورت میں غسل کو واجب کہا ہے ماسواذاد ظاہری کے اور جمہور کے مقابلہ میں اس کے خلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ ابن العربی کے امام بخاری پر دو اعتراض کہ امام بخاری نے اس صورت میں غسل کو مستحب کہا ہے

حالانکہ یہ غسل واجب ہے اور انہوں نے ضعیف السند حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں مشکل چیز امام بخاری کا اختلاف ہے انہوں نے کہا ہے: یہ غسل مستحب ہے حالانکہ وہ ائمہ میں سے ہیں اور اس مسئلہ میں کوئی خفا نہیں ہے کیونکہ صحابہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا تھا پھر رجوع کر لیا اور وہ اس پر متفق ہو گئے کہ دو شتم گاہوں کے ملنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ ہو اور حضرت عثمان اور حضرت ابی بن کعب نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا اور انہوں نے اس مسئلہ میں حضرت عائشہ سے رجوع کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔ امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ کی حدیث کو اثبات غسل میں اور حضرت عثمان کی اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث کو نفی غسل میں برابر قرار دیا ہے حالانکہ حضرت عثمان کی حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کا مرجع الحسین بن ذکوان المعلم کی طرف ہے جو یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از عطاء بن یسار از زید بن الحسین سے روایت کرتا ہے اور اس کا یحییٰ سے سماع نہیں ہے اس نے اس سے صرف

نقل کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو قطعی صیغہ کے ساتھ داخل کیا ہے اس حدیث میں یہ علت قاذحہ ہے اور حسین کی یحییٰ سے روایت میں مخالفت کی گئی ہے کیونکہ الحسین کے غیر نے اس حدیث کی حضرت عثمان سے موقوف روایت کی ہے اور اس میں نبی ﷺ کے ارشاد کا ذکر نہیں ہے اور یہ اس حدیث میں دوسری علت قاذحہ ہے اور اس حدیث میں ابوسلمہ کی بھی مخالفت کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے اس حدیث کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از زید بن خالد روایت کی ہے کہ انہوں نے پانچ یا چار اصحاب رسول ﷺ سے سوال کیا تو انہوں نے اس صورت میں وضوء کا حکم دیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا ذکر نہیں کیا اور یہ اس حدیث میں تیسری علت قاذحہ ہے اس حدیث میں یہ تین علل قاذحہ ہیں ان میں سے اگر ایک علت قاذحہ بھی ہو تو امام بخاری اس حدیث کو اپنی صحیح میں داخل نہیں کرتے تو جس حدیث میں یہ تین علل قاذحہ ہیں اس کو امام بخاری نے کیسے اپنی صحیح میں داخل کر لیا۔

اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث کو داخل کرنا بھی ضعیف ہے کیونکہ اس مسئلہ میں ان کا رجوع ثابت ہے۔ امام بخاری نے جو کہا ہے کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے اس کی تاویل ہو سکتی ہے کیونکہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائے جس کی وجہ سے دین میں احتیاط ہو سو وجوب غسل کے حکم میں احتیاط ہے اور امام بخاری ایسے امام کی طرف سے ایسی ہی تاویل لائق ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۳۰-۱۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر کی طرف سے امام بخاری پر پہلے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ امام بخاری کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ ابن العربی نے جو امام بخاری کی طرف سے تاویل کی ہے اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کے تصرف سے یہی ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے اس باب کا یہ عنوان قائم نہیں کیا کہ غسل کو ترک کرنا جائز ہے انہوں نے اس باب کی حدیث سے رطوبت فرج کے دھونے پر استدلال کیا ہے جو ایک اور مسئلہ ہے ہاں! علامہ ابن العربی نے جو یہ کہا ہے کہ التقاء ختنین کی صورت میں غسل کے وجوب پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا تھا اس پر اعتراض ہے کیونکہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف مشہور ہے اور تابعین کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے امام شافعی کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس حدیث میں ہے: پانی پانی سے واجب ہوتا ہے وہ ثابت ہے لیکن وہ منسوخ ہے اس میں بعض تابعین کا اختلاف ہے جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں غسل واجب ہے اور یہی صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر علامہ عینی کی جرح

علامہ بدرالدین حافظ محمود بن احمد عینی نے حافظ ابن حجر کے جواب پر جرح کی ہے وہ لکھتے ہیں: امام بخاری نے جو اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ دو شرم گاہوں کے صرف ملنے کی صورت میں غسل کو ترک کرنا جائز ہے کیونکہ اس باب کے عنوان میں انہوں نے صرف رطوبت فرج کے دھونے پر اقتصار کیا ہے کہ اس کو دھونا واجب ہے اور غسل غیر واجب ہے لیکن وہ احتیاط کی وجہ سے مستحب ہے اور اس قائل نے جو یہ کہا ہے کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے یہ بھی مردود ہے کیونکہ امام بخاری نے (اور اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے) ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے سامنے اس مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدی بھیج کر معلوم کرایا تو حضرت عائشہ نے یہ حدیث سنائی کہ جب ایک ختنہ کی جگہ دوسری ختنہ کی جگہ سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اس موقع پر حضرت عمر نے کہا: اب اگر میں نے کسی سے یہ سنا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے تو میں اس کو عبرت ناک سزا دوں گا یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب

کے سامنے ہوا اور کسی نے اس پر اعتراض یا انکار نہیں کیا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷) پس اس مسئلہ میں صحابہ کا اتفاق ثابت ہو گیا اور علامہ ابن العربی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ صحابہ کا پہلے اس میں اختلاف تھا پھر انہوں نے رجوع کر لیا اور وہ سب اس پر متفق ہو گئے کہ اس صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۷۶-۲۷۵، ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا علامہ ابن العربی کے دوسرے اعتراض کے جواب سے گریز

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن العربی کا امام بخاری پر اصل اعتراض یہ نہیں ہے کہ ان کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں غسل مستحب ہے حالانکہ اس صورت میں غسل واجب ہے کیونکہ انہوں نے خود امام بخاری کی طرف سے تاویل کر دی جس کو حافظ ابن حجر نے بھی قبول کر لیا ہے علامہ ابن العربی کا امام بخاری پر اصل اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں جو حدیث: ۲۹۲ درج کی ہے جس میں انیسین کی حضرت عثمان سے روایت ہے اس میں تین علل قاذحہ ہیں جب کہ ایک علت قاذحہ بھی ہو تو وہ حدیث ضعیف السند ہوتی ہے اور اس کو امام بخاری اپنی صحیح میں درج نہیں کرتے پھر اس حدیث کو انہوں نے اپنی صحیح میں کیسے درج کر دیا؟ حافظ ابن حجر امام بخاری کے بہت بڑے حامی اور زبردست وکیل ہیں ان کو چاہیے تھا کہ وہ یا تو علامہ ابن العربی کے اس اعتراض کا جواب دیتے یا پھر انصاف کے تقاضے سے تسلیم کر لیتے کہ یہ حدیث ضعیف السند ہے اور اس کو امام بخاری کا اپنی صحیح میں داخل کرنا صحیح نہیں ہے لیکن حیرت ہے کہ حافظ ابن حجر نے علامہ ابن العربی کے اس اعتراض کا ذکر تک نہیں کیا اور بلاوجہ اس بحث میں الجھ گئے کہ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہو گیا تھا حالانکہ ان کا اختلاف مشہور ہے اور حافظ ابن حجر کا یہ جواب بھی مردود ہے جیسا کہ علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالے سے ثابت کر دیا ہے۔

رطوبت فرج کی طہارت یا نجاست کے متعلق فقہاء شافعیہ کے دو قول

علامہ ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہی عورت کی فرج کی رطوبت تو منصوص یہ ہے کہ وہ نجس ہے کیونکہ یہ وہ رطوبت ہے جو محل نجاست میں پیدا ہوتی ہے لہذا یہ نجس ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ ظاہر ہے جیسے بدن کی دیگر رطوبات پاک ہیں۔

(المہذب ج ۱ ص ۳۸، دار الفکر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

رطوبت فرج وہ سفید پانی ہے جو مذی اور پسینہ کے درمیان متردد ہے اسی وجہ سے اس میں اختلاف ہے علامہ شیرازی نے اس کتاب میں اور ”التنبیہ“ میں اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ نجس ہے اور علامہ الہمدانی نے بھی اس کو نجس کہا ہے اور علامہ بغوی اور علامہ رافعی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ظاہر ہے علامہ ماوردی نے بھی اس کو ظاہر کہا ہے اور امام شافعی نے اپنی بعض کتابوں میں اس کی طہارت کی تصریح کی ہے اور ابن سیرج نے امام شافعی سے اس کی نجاست کو نقل کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول امام شافعی سے منصوص ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ظاہر ہے۔

رطوبت فرج کی نجاست پر حضرت زید بن خالد کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے انہوں نے حضرت عثمان بن عفان سے سوال کیا: یہ بتائیے کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے حضرت عثمان نے کہا: وہ نماز کا وضوء کرے اور اپنے آلہ کو دھوئے حضرت عثمان نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۹۲-۲۹۹، صحیح مسلم: ۳۴۷) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! جب ایک آدمی عورت سے جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو؟ آپ نے

فرمایا: اس عورت کی جو رطوبت اس کے جسم پر لگی ہے اس کو دھونے پھر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۳، صحیح مسلم: ۳۴۶) یہ دونوں حدیثیں صرف وضوء سے نماز کے جواز کے حق میں منسوخ ہیں اور مرد کے آلہ کو دھونے اور اس پر جو عورت کی رطوبت لگی ہے اس کے دھونے کے حق میں ثابت ہیں اور منسوخ نہیں ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت نجس ہے اور دوسرا قائل اس کو استحباب پر محمول کرے گا، لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک مطلقاً امر وجوب کے لیے ہے۔

(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۶۱۳-۶۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

رطوبت فرج کی طہارت اور نجاست کے متعلق مذہب احناف

علامہ نووی شافعی نے اس حدیث سے مطلقاً رطوبت فرج کو نجس قرار دیا ہے، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں اس رطوبت کو دھونے کا حکم دیا ہے جو جماع کے وقت عورت کی فرج داخل سے نکلتی ہے وہ بلاشبہ نجس ہے کیونکہ اس سے مذی یا منی مختلط ہوتی ہے اور ہم صحیح البخاری: ۱۷۹ کی شرح میں علامہ شامی حنفی کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ جو رطوبت فرج خارج سے نکلتی ہے وہ ظاہر ہے وہ جسم کی دیگر رطوبات لعاب دہن اور پسینہ کی طرح ہے اور جو رطوبت جماع کے وقت فرج داخل سے نکلتی ہے وہ نجس ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۳-۲۷۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متونی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

عورت پر غسل کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ اس کی منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف نکلے حتیٰ کہ اس کی منی اپنے مقام سے نکلے اور فرج داخل سے فرج خارج کی طرف نہ نکلے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اس مسئلہ کو تاتاریخانیہ نے ”ظاہر الروایۃ“ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۳۶، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۱۲ھ)

ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء شافعیہ میں سے بعض کا مطلقاً رطوبت فرج کو ظاہر قرار دینا اور بعض کا اس کو مطلقاً نجس قرار دینا محض عہد ہے اور بلا دلیل ہے اور صحیح یہ ہے کہ فرج خارج سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ ظاہر ہے اور جماع کے وقت فرج داخل سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ نجس ہے کیونکہ وہ منی یا مذی کے ساتھ مختلط ہوتی ہے اور وہ نجس ہیں اس لیے یہ رطوبت بھی نجس ہو جائے گی۔

”کتاب الغسل“ کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین! آج ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۱۶ جولائی ۲۰۰۶ء کو ”کتاب الغسل“ ختم ہو گئی، اللہ العلیین! جس طرح آپ نے صحیح بخاری کی اس ”کتاب الغسل“ کی شرح کو مکمل کرنے کی توفیق دی ہے اس کی باقی کتب کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں، میری میرے والدین کی میرے اساتذہ میرے احباب اور میرے تلامذہ کی اس کتاب کے ناشر کمپوزر صحیح اور بائینڈر کی تمام قارئین اور تمام مسلمین کی مغفرت فرمادیں، ہمیں دنیا اور آخرت میں عزت اور وجاہت عطا فرمائیں اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھیں، دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجه وذریئہ وامتہ اجمعین۔





نحمده ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۶۔ کتابُ الْحَيْضِ حيض کا بیان

اس کتاب میں حیض کے احکام بیان کیے گئے ہیں جب امام بخاری طہارت کے احکام سے فارغ ہو گئے تو اب انہوں نے انجاس کے احکام کے بیان کو شروع کیا اور حیض کو نفاس پر مقدم کیا کیونکہ نفاس کی بہ نسبت حیض کا وقوع زیادہ ہوتا ہے۔
حيض کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں حیض کا معنی سیلان اور بہنا ہے اور شرع میں اس کا معنی وہ خون ہے جو کسی صحت مند عورت کے رحم سے نکلتا ہے۔
الازہری نے کہا: حیض وہ خون ہے جو عورت کے بالغ ہونے کے بعد رحم کے گڑھے سے نکلتا ہے حیض کی مدت کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے یا جو کسی عورت کی عادت معینہ ہو اور استحاضہ وہ خون ہے جو تین دن سے کم آئے یا دس دن سے زیادہ آئے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۷۷)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ إِلَى قَوْلِهِ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (البقرہ: ۲۲۲)
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور آپ سے (لوگ) حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں: آپ کہیے: وہ نجاست ہے سو تم ایام حیض میں عورتوں سے مجتنب رہو (یہاں تک) اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے“ (البقرہ: ۲۲۲)

حيض کے متعلق قرآن مجید کی آیت کی تفسیر

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہود کے ہاں کسی عورت کو حیض آ جاتا تو وہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیتے وہ اس کے ساتھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ مجامعت کرتے تھے پس رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے البقرہ: ۲۲۲ نازل فرمادی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان سے گھروں میں مل جل کر رہو اور جماع کے علاوہ ان کے ساتھ تمام کام کرو۔ تب یہود نے کہا: یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے پھر اسید بن خضیر اور عباد بن بشر نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! یہود اس طرح کہتے ہیں تو کیا ہم ایام حیض میں عورتوں سے جماع نہ کر لیا کریں! تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور ہم نے گمان کیا کہ آپ ان پر ناراض ہو گئے ہیں پس وہ دونوں (مجلس سے) چلے گئے پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا اور دودھ پلایا تب ہم نے گمان کیا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہوئے۔ (صحیح مسلم)

۳۰۲ رقم المسلسل: ۶۸۰ سنن ابوداؤد: ۲۵۸ سنن ترمذی: ۲۹۷۷ سنن نسائی: ۲۸۷ سنن ابن ماجہ: ۶۳۳ سند احمد ج ۶ ص ۱۳۲

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ "آذی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"آذی" اس گھناؤنی چیز کو کہتے ہیں: جس سے ایذا پہنچے اور اس آیت میں حیض کو "آذی" اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اس میں سخت بدبو ہوتی ہے اس میں نجاست ہوتی ہے اور اس سے گھن آتی ہے پس "آذی" کا لفظ کئی معانی کا جامع ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ "آذی" کا معنی نجس ہے۔ (در اصل "آذی" کا معنی ایذا اور تکلیف ہے اور چونکہ نجاست سے بھی تکلیف ہوتی ہے اس لیے نجاست کو "آذی" کہتے ہیں۔) (جامع البیان ج ۲ ص ۲۵۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ حیض نجاست ہے پس ایام حیض میں مرد کو عورت کے ساتھ جماع کرنے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

۱ - بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ

حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی اور نبی ﷺ کا ارشاد: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے

اس تعلیق کو امام بخاری خود عنقریب سند متصل کے ساتھ بیان کریں گے۔ (حدیث: ۲۹۳ میں)

وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ

اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں مرد اور عورتیں اکٹھے نماز پڑھتے تھے پس عورت کا کوئی دوست ہوتا تھا وہ اپنے دوست کے لیے عمدہ لباس پہن کر لمبی نماز پڑھتی تھی پھر ان عورتوں کے اوپر حیض ڈال دیا گیا تو حضرت ابن مسعود کہتے تھے ان کو اس طرح مؤخر کر دیا جس طرح اللہ نے ان کو مؤخر کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۱۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَحَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ

امام ابو عبد اللہ بخاری کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی حدیث اکثر ہے۔

یعنی آپ کی حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ قبول کی جانے والی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ کی حدیث تمام بنات آدم کو شامل ہے لہذا وہ اسرائیلیات کو اور ان سے پہلے کی عورتوں کو بھی شامل ہے علامہ داؤدی نے کہا: حدیث میں اور حضرت ابن مسعود کے قول میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل کی عورتیں بھی بنات آدم سے ہیں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں میں بہت عرصہ تک حیض رہا اور یہ ان کی سزا تھی نہ کہ حیض کی ابتداء ان سے ہوئی اور حاکم اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حواء کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا تو ان سے حیض کی ابتداء ہوئی اور جب اس طرح ہے تو حضرت آدم کی بیٹیاں حضرت حواء کی بھی بیٹیاں ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

... باب الأمر بالنفساء إذا نفسن
٢٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَدَنِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ
قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ
خَرَجْنَا لَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ ، فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفِ حِضْتُ
فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا
أَبْكِي ، قَالَ مَا لِكَ أَنْفُسْتِ ؟ . قُلْتُ نَعَمْ ، قَالَ إِنَّ هَذَا
أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ ، فَأَقْضِي مَا يَقْضِي
الْحَاجُّ ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ . قَالَتْ وَضَحَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقْرِ .
| اطراف الحديث: ٣٠٥-٣١٦-٣١٧-٣١٨-٣١٩-٣٢٠-٣٢١-٣٢٢-٣٢٣-٣٢٤-٣٢٥-٣٢٦-٣٢٧-٣٢٨-٣٢٩-٣٣٠-٣٣١-٣٣٢-٣٣٣-٣٣٤-٣٣٥-٣٣٦-٣٣٧-٣٣٨-٣٣٩-٣٤٠-٣٤١-٣٤٢-٣٤٣-٣٤٤-٣٤٥-٣٤٦-٣٤٧-٣٤٨-٣٤٩-٣٥٠-٣٥١-٣٥٢-٣٥٣-٣٥٤-٣٥٥-٣٥٦-٣٥٧-٣٥٨-٣٥٩-٣٦٠-٣٦١-٣٦٢-٣٦٣-٣٦٤-٣٦٥-٣٦٦-٣٦٧-٣٦٨-٣٦٩-٣٧٠-٣٧١-٣٧٢-٣٧٣-٣٧٤-٣٧٥-٣٧٦-٣٧٧-٣٧٨-٣٧٩-٣٨٠-٣٨١-٣٨٢-٣٨٣-٣٨٤-٣٨٥-٣٨٦-٣٨٧-٣٨٨-٣٨٩-٣٩٠-٣٩١-٣٩٢-٣٩٣-٣٩٤-٣٩٥-٣٩٦-٣٩٧-٣٩٨-٣٩٩-٤٠٠-٤٠١-٤٠٢-٤٠٣-٤٠٤-٤٠٥-٤٠٦-٤٠٧-٤٠٨-٤٠٩-٤١٠-٤١١-٤١٢-٤١٣-٤١٤-٤١٥-٤١٦-٤١٧-٤١٨-٤١٩-٤٢٠-٤٢١-٤٢٢-٤٢٣-٤٢٤-٤٢٥-٤٢٦-٤٢٧-٤٢٨-٤٢٩-٤٣٠-٤٣١-٤٣٢-٤٣٣-٤٣٤-٤٣٥-٤٣٦-٤٣٧-٤٣٨-٤٣٩-٤٤٠-٤٤١-٤٤٢-٤٤٣-٤٤٤-٤٤٥-٤٤٦-٤٤٧-٤٤٨-٤٤٩-٤٥٠-٤٥١-٤٥٢-٤٥٣-٤٥٤-٤٥٥-٤٥٦-٤٥٧-٤٥٨-٤٥٩-٤٦٠-٤٦١-٤٦٢-٤٦٣-٤٦٤-٤٦٥-٤٦٦-٤٦٧-٤٦٨-٤٦٩-٤٧٠-٤٧١-٤٧٢-٤٧٣-٤٧٤-٤٧٥-٤٧٦-٤٧٧-٤٧٨-٤٧٩-٤٨٠-٤٨١-٤٨٢-٤٨٣-٤٨٤-٤٨٥-٤٨٦-٤٨٧-٤٨٨-٤٨٩-٤٩٠-٤٩١-٤٩٢-٤٩٣-٤٩٤-٤٩٥-٤٩٦-٤٩٧-٤٩٨-٤٩٩-٥٠٠-٥٠١-٥٠٢-٥٠٣-٥٠٤-٥٠٥-٥٠٦-٥٠٧-٥٠٨-٥٠٩-٥١٠-٥١١-٥١٢-٥١٣-٥١٤-٥١٥-٥١٦-٥١٧-٥١٨-٥١٩-٥٢٠-٥٢١-٥٢٢-٥٢٣-٥٢٤-٥٢٥-٥٢٦-٥٢٧-٥٢٨-٥٢٩-٥٣٠-٥٣١-٥٣٢-٥٣٣-٥٣٤-٥٣٥-٥٣٦-٥٣٧-٥٣٨-٥٣٩-٥٤٠-٥٤١-٥٤٢-٥٤٣-٥٤٤-٥٤٥-٥٤٦-٥٤٧-٥٤٨-٥٤٩-٥٥٠-٥٥١-٥٥٢-٥٥٣-٥٥٤-٥٥٥-٥٥٦-٥٥٧-٥٥٨-٥٥٩-٥٦٠-٥٦١-٥٦٢-٥٦٣-٥٦٤-٥٦٥-٥٦٦-٥٦٧-٥٦٨-٥٦٩-٥٧٠-٥٧١-٥٧٢-٥٧٣-٥٧٤-٥٧٥-٥٧٦-٥٧٧-٥٧٨-٥٧٩-٥٨٠-٥٨١-٥٨٢-٥٨٣-٥٨٤-٥٨٥-٥٨٦-٥٨٧-٥٨٨-٥٨٩-٥٩٠-٥٩١-٥٩٢-٥٩٣-٥٩٤-٥٩٥-٥٩٦-٥٩٧-٥٩٨-٥٩٩-٦٠٠-٦٠١-٦٠٢-٦٠٣-٦٠٤-٦٠٥-٦٠٦-٦٠٧-٦٠٨-٦٠٩-٦١٠-٦١١-٦١٢-٦١٣-٦١٤-٦١٥-٦١٦-٦١٧-٦١٨-٦١٩-٦٢٠-٦٢١-٦٢٢-٦٢٣-٦٢٤-٦٢٥-٦٢٦-٦٢٧-٦٢٨-٦٢٩-٦٣٠-٦٣١-٦٣٢-٦٣٣-٦٣٤-٦٣٥-٦٣٦-٦٣٧-٦٣٨-٦٣٩-٦٤٠-٦٤١-٦٤٢-٦٤٣-٦٤٤-٦٤٥-٦٤٦-٦٤٧-٦٤٨-٦٤٩-٦٥٠-٦٥١-٦٥٢-٦٥٣-٦٥٤-٦٥٥-٦٥٦-٦٥٧-٦٥٨-٦٥٩-٦٦٠-٦٦١-٦٦٢-٦٦٣-٦٦٤-٦٦٥-٦٦٦-٦٦٧-٦٦٨-٦٦٩-٦٧٠-٦٧١-٦٧٢-٦٧٣-٦٧٤-٦٧٥-٦٧٦-٦٧٧-٦٧٨-٦٧٩-٦٨٠-٦٨١-٦٨٢-٦٨٣-٦٨٤-٦٨٥-٦٨٦-٦٨٧-٦٨٨-٦٨٩-٦٩٠-٦٩١-٦٩٢-٦٩٣-٦٩٤-٦٩٥-٦٩٦-٦٩٧-٦٩٨-٦٩٩-٧٠٠-٧٠١-٧٠٢-٧٠٣-٧٠٤-٧٠٥-٧٠٦-٧٠٧-٧٠٨-٧٠٩-٧١٠-٧١١-٧١٢-٧١٣-٧١٤-٧١٥-٧١٦-٧١٧-٧١٨-٧١٩-٧٢٠-٧٢١-٧٢٢-٧٢٣-٧٢٤-٧٢٥-٧٢٦-٧٢٧-٧٢٨-٧٢٩-٧٣٠-٧٣١-٧٣٢-٧٣٣-٧٣٤-٧٣٥-٧٣٦-٧٣٧-٧٣٨-٧٣٩-٧٤٠-٧٤١-٧٤٢-٧٤٣-٧٤٤-٧٤٥-٧٤٦-٧٤٧-٧٤٨-٧٤٩-٧٥٠-٧٥١-٧٥٢-٧٥٣-٧٥٤-٧٥٥-٧٥٦-٧٥٧-٧٥٨-٧٥٩-٧٦٠-٧٦١-٧٦٢-٧٦٣-٧٦٤-٧٦٥-٧٦٦-٧٦٧-٧٦٨-٧٦٩-٧٧٠-٧٧١-٧٧٢-٧٧٣-٧٧٤-٧٧٥-٧٧٦-٧٧٧-٧٧٨-٧٧٩-٧٨٠-٧٨١-٧٨٢-٧٨٣-٧٨٤-٧٨٥-٧٨٦-٧٨٧-٧٨٨-٧٨٩-٧٩٠-٧٩١-٧٩٢-٧٩٣-٧٩٤-٧٩٥-٧٩٦-٧٩٧-٧٩٨-٧٩٩-٨٠٠-٨٠١-٨٠٢-٨٠٣-٨٠٤-٨٠٥-٨٠٦-٨٠٧-٨٠٨-٨٠٩-٨١٠-٨١١-٨١٢-٨١٣-٨١٤-٨١٥-٨١٦-٨١٧-٨١٨-٨١٩-٨٢٠-٨٢١-٨٢٢-٨٢٣-٨٢٤-٨٢٥-٨٢٦-٨٢٧-٨٢٨-٨٢٩-٨٣٠-٨٣١-٨٣٢-٨٣٣-٨٣٤-٨٣٥-٨٣٦-٨٣٧-٨٣٨-٨٣٩-٨٤٠-٨٤١-٨٤٢-٨٤٣-٨٤٤-٨٤٥-٨٤٦-٨٤٧-٨٤٨-٨٤٩-٨٥٠-٨٥١-٨٥٢-٨٥٣-٨٥٤-٨٥٥-٨٥٦-٨٥٧-٨٥٨-٨٥٩-٨٦٠-٨٦١-٨٦٢-

نفس والی عورتوں کو جب نفاس آئے تو انہیں حکم دینا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ المدنی
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن القاسم سے سنا انہوں
نے کہا: میں نے قاسم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ہم گھر سے نکلے اور ہم صرف حج
کا ارادہ کر رہے تھے جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا
نبی ﷺ میرے پاس آئے اس وقت میں رو رہی تھی آپ نے
پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں حیض آ گیا! میں نے کہا: جی ہاں!
آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا
ہے پس تم وہ افعال کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں سو اس کے
کہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۱، الرقم للسنن: ۲۸۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۰-۱۷۷۹، سنن نسائی: ۲۷۱۵، سنن ابن ماجہ: ۲۹۶۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲، شرح
الذہبی: ۱۸۷۴، مسند الحمیدی: ۲۰۵، مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۷، طبع قدیم مسند احمد: ۶۷۷-۲۲۰، ج ۲۰ ص ۸، موسسۃ الرسالۃ بیروت)
عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: بے شک یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا

-4-

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

حدیث مذکور سے رجحان کا محاورہ

(۱) علی بن عبد اللہ المدنی ابن الاثیر نے کہا: یہ مدینہ الرسول ﷺ کی طرف منسوب ہیں اور یہ خلاف قیاس ہے قیاس مدنی ہے الجوہری نے کہا: مدینہ الرسول ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدنی کہا جائے گا اور مدینہ المنصور کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدنی کہا جائے گا (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عبد الرحمن بن القاسم (۴) قاسم بن محمد بن ابی ابراہیم الصدیق رضی اللہ (۵) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۸۰)

حائض، نفساء اور جنبی کے طواف کے احکام

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب احرام باندھنے کے بعد عورت کو حیض آجائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تمام افعال حج ادا کرنے لیکن وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور اگر اس نے حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کر لیا تو حیض سے پاک ہونے کے بعد اس کو ایک اونٹ کی قربانی دینی ہوگی اس طرح نفاس والی عورت یا جنبی نے نفاس اور جنابت سے پاک ہونے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو ان کو اونٹ کی قربانی دینی ہوگی اور اگر کسی نے بغیر وضوء کے طواف قدم کر لیا تو اس کا صدقہ دینا ہوگا امام شافعی کے نزدیک طواف کے لیے وضوء شرط نہیں ہے اس لیے ان کے نزدیک اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے ہر نقلی طواف کا یہی حکم ہے اور اگر طواف

زیارت بے وضوء کر لیا تو اسے ایک بکری کی قربانی دینی ہوگی اور اگر جہی نے طواف زیارت کیا تو اس پر اونٹ کی قربانی ہے اس طرح حائضہ اور نفساء کا حکم ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد و عورتوں کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے ہاں! اگر قربانی واجب ہو تو ان سے اجازت لینا ضروری ہے اور نقلی قربانی میں ان سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گائے کی قربانی اونٹ سے افضل ہے دیگر فقہاء بہ شمول امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اونٹ کی قربانی افضل ہے کیونکہ ساعت جمعہ میں نبی ﷺ نے اونٹ کی قربانی کو گائے کی قربانی پر مقدم فرمایا ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۱۴ ج ۳ ص ۳۸۳-۳۸۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

- ① افراد تمتع اور قرآن کے معنی ② رسول اللہ ﷺ کے حج میں ائمہ کا اختلاف آیا آپ کا حج افراد تھا تمتع تھا یا قرآن تھا؟
- ③ آپ کے حج کے بارے میں روایات کے اختلاف کی توجیہ ④ رسول اللہ ﷺ کے حج قرآن ہونے پر دلائل اور افراد اور تمتع کی روایات کے جوابات ⑤ افراد تمتع اور قرآن میں مذاہب ائمہ ⑥ افضلیت قرآن پر احناف کے دلائل ⑦ بعض شارحین کا حج کی متعارض روایات کی تطبیق میں تسامح ⑧ ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات ⑨ قرآن میں طواف کے متعلق ائمہ کے مذاہب ⑩ قرآن میں دو طوافوں پر احناف کا احادیث سے استدلال ⑪ ہدی روانہ کرنے والے تمتع کے حلال ہونے میں مذاہب ائمہ ⑫ شوافع اور مالکیہ کے دلائل ⑬ شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب ⑭ حنابلہ کے دلائل ⑮ احناف کے دلائل ⑯ علم رسالت پر اعتراض کا جواب ⑰ حضرت عائشہ کی اپنے حج میں تمتع میں ہدی کی نفی کرنے کی توجیہ ⑱ طواف کے لیے طہارت کی شرط میں مذاہب ⑲ عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا ⑳ مکہ میں عمرہ کرنے والے کے میقات میں مذاہب ㉑ حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنے میں مذاہب ائمہ ㉒ امام احمد کی موافقت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات ㉓ حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی تاویلات اور توجیہات۔

نوٹ: حدیث مذکور ”صحیح مسلم“ کے باب: احرام کی اقسام میں درج ہے اس باب میں ۴۴ احادیث ہیں اور مذکور الصدر عنوانات کا تعلق صرف اس حدیث کی شرح کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ۴۴ احادیث کے ساتھ ہے۔

۲۔ بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا

اور اس میں کنگھی کرنا

رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلَهُ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے اور اس میں کنگھی کر سکتی ہے باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب حائض کے احکام کے ساتھ متعلق ہیں۔

۲۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا
مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ كُنْتُ أَرْجُلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر میں کنگھی کرتی تھی اور میں اس وقت حائض ہوتی تھی۔

[اطراف الحدیث: ۲۹۶-۳۰۱-۳۰۲۸-۳۰۲۹-۳۰۳۱-۳۰۳۶]

(سنن ترمذی: ۱۳۲، سنن نسائی: ۳۸۷-۳۷۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۳۸۰، مصنف عبد الرزاق: ۱۲۳-۱۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵، سنن داری: ۱۰۳، المستطی: ۱۰۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۹، شرح السنن: ۳۱۷، مستدرج ص ۱۸۹، طبع قدیم مستدرج: ۲۵۵۶۳، ج ۱ ص ۳۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں صرف کنگھی کرنے کا ذکر ہے اور مردھونے کا ذکر نہیں ہے لہذا اس باب کے عنوان کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حائض اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حائض اپنے شوہر کے سر کو دھو سکتی ہے اور اس میں کنگھی کر سکتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لی جاسکتی ہے۔

۲۹۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ سُبُلَ اتَّخَذُمْنِي الْحَائِضُ أَوْ تَذْنُوْنِي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذَلِكَ عَلَى قَيْنٍ وَكُلُّ ذَلِكَ تَخْدُمْنِي وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ تَغْنِي رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبْنِدٌ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ يُذْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

باقی تخریج وہی ہے جو حدیث: ۲۹۵ کی ہے۔

حائض کو چھونے اور اس کو مس کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن شیبہ نے ازمنہ و ازماں خود یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے بال بکھرے ہوئے دیکھ رہی ہوں انہوں نے کہا: میری کنگھی کرنے والی ام عمار حائض ہے حضرت میمونہ نے کہا: اے بیٹے! حیض ہاتھ میں تو نہیں ہوتا رسول اللہ ﷺ اپنا سر ہم میں سے کسی ایک کے حجرہ میں رکھتے تھے اور وہ حائض ہوتی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۲، اداریۃ القرآن کراچی: مستدرج ص ۲۳۱، طبع قدیم مستدرج: ۲۶۸۱، ج ۱ ص ۳۹۱)

باب مذکور کی حدیث میں عروہ کا استدلال حضرت میمونہ کے استدلال کی طرح ہے اور وہ حائض کی طہارت میں اور اس سے جسمانی قرب میں حجت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں جو ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ

اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو عورتوں سے مباشرت مت

(البقرہ: ۱۸۷) کرو۔

اس آیت میں مباشرت سے مراد جماع ہے اس آیت میں عورت کو چھونے اور اس کو مس کرنے کی ممانعت نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ اپنا سر حضرت عائشہ کے قریب کر دیتے تھے اور وہ آپ کے سر میں کنگھی کرتی تھیں حالانکہ وہ حائض ہوتی تھیں۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی کا رد ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عورت کے چھونے سے مرد کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ معتکف کے لیے با وضوء ہونا لازم نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد زینت کے لیے کنگھی کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے اس کی صفائی کر سکتی ہے اور نبی ﷺ نے جب حضرت عائشہ سے مصلیٰ طلب کیا اور انہوں نے کہا: میں حائض ہوں تو آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۳ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض تنزیہاً اور تعظیماً مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اس کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۱۸ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ معتکف ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا صفائی کی غرض سے مسجد سے باہر غسل کرنے کے لیے نہیں جاسکتا ورنہ رسول اللہ ﷺ غسل کرنے کے لیے اپنے حجرہ میں چلے جاتے اور مسجد سے حجرہ میں اپنا سر داخل نہ کرتے۔

جنبی اور حائض کے جسم پر صرف حکمی نجاست ہے

علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ حائض کا بدن طاهر ہے اور اس کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے جس طرح جنبی کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے اس پر متعدد علماء کا اجماع ہے حماد سے سوال کیا گیا: آیا حائض اپنے پسینہ سے آلود کپڑوں کو دھوئے گی؟ انہوں نے کہا: یہ کام صرف مجوس کرتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جنبی اور حائض کے بدن پر نجاست حکمیہ ہوتی ہے جو غسل سے زائل ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۲۰۲ 'دار ابن الجوزی' جدو ۱۴۱۷ھ)

مرد کا اپنی حائض بیوی کی

گود میں قرآن پڑھنا

۳۔ بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حَجَرِ

أَمْرَاتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

باب سابق میں حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونے کا ذکر تھا اس میں حائض کے جسم کے ساتھ مس کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں حائض کی گود میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر ہے اس میں بھی حائض کے جسم کے ساتھ مس کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اس تعلق کا ذکر ہے:

وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَةً وَهِيَ حَائِضٌ
إِلَى أَبِي رَزِينٍ فَنَاتِيَهُ بِالْمُصْحَفِ فْتَمْسِكُهُ بِعَلَاقَتِهِ
اور ابوائل اپنی خادمہ کو ابورزین کی طرف بھیجتے تھے اور وہ حائض ہوتی تھی پھر وہ ان کے پاس مصحف کو لے کر آتی تھی اور اس کو مصحف کے غلاف کی ڈوری سے پکڑتی تھی۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابودائل اپنی حائض خادمہ کو ابورزین کے پاس بھیجتے وہ ان سے ان کے پاس مصحف لے کر آتی اور اس

کو مصحف کے غلاف کی ڈوری سے پکڑتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۴۲)

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ جنبی اور حائض مصحف کو اس کے غلاف کی ڈوری سے پکڑ کر اٹھا سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب، عطاء، حسن بصری، مجاہد، طاؤس، ابوداؤد، رزین، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے اس کی اجازت دی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۸۶)

حائض اور جنبی کو قرآن مجید کے چھونے اور پڑھنے کی ممانعت اسی طرح بے وضوء کو بھی

مغیر عبداللہ بن ابی بکر سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عمرو بن حزم کو جو مکتوب لکھا تھا اس میں مذکور تھا کہ بغیر طہر کے قرآن کو نہ چھوا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۰)

یعنی جو شخص حدیث سے پاک ہو وہی قرآن مجید کو چھو سکتا ہے خواہ حدیث اصغر ہو یعنی بے وضوء یا حدیث اکبر ہو یعنی جنبی اور حائض اور نساء ان میں سے کوئی بھی قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

عطاء نے کہا: کوئی شخص بغیر وضوء کے مصحف کو نہ چھوئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۳۳۵)

نبی ﷺ نے فرمایا: غیر طاہر قرآن کو نہ چھوئے۔ (سنن نسائی: ۳۸۵۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنابت کے سوار رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۳۶، سنن نسائی: ۱۶۵، سنن ابن ماجہ: ۵۹۳، مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔

(سنن ترمذی: ۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۵۹۵، سنن ابی داؤد: ۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے۔

(سنن دارقطنی: ۳۳۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۸، المعجم الکبیر: ۱۳۲۱)

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل یمن کی طرف مکتوب بھیجا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے۔ (سنن دارقطنی: ۳۳۲)

حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم بغیر طہر کے قرآن مجید کو نہ چھوؤ۔

(سنن دارقطنی: ۳۳۳، المستدرک ج ۳ ص ۵۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے نکلے ان سے کہا گیا کہ تمہارے بہنوئی اور بہن نے دین بدل لیا ہے، حضرت عمران کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک شخص تھے جن کا نام خباب تھا وہ ان سے سورہ طہ پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے کہا: مجھے وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی اس کو پڑھوں گا، حضرت عمر کتاب پڑھ سکتے تھے ان کی بہن نے کہا: تم ناپاک ہو اور قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں تم انھ کو غسل کرو یا وضوء کرو حضرت عمر نے وضوء کیا پھر کتاب کو پڑھا۔ (سنن دارقطنی: ۳۳۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۸، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۱۹، المعجم الاوسط: ۳۶۵۴)

علقہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان فارسی کے ساتھ ایک سفر میں تھے انہوں نے قضاء حاجت کی ہم نے کہا: آپ وضوء کریں تاکہ ہم آپ سے قرآن کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں انہوں نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں۔

(سنن دارقطنی: ۳۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰، المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳)

شیخ ابن حزم اور غیر مقلدین کے نزدیک حائض اور جنبی قرآن مجید کو چھو سکتے ہیں، ہم نے تبیان القرآن میں ”لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“ (الواقعة: ۷۹) میں ان کا بہت مفصل اور مدلل رد کیا ہے۔ دیکھئے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۷۰۰-۷۸۷۔

۲۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ مَنْصُورِ ابْنِ صَفِيَّةَ أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَكَبَّرُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی انہوں نے زہیر سے سنا از منصور بن صفیہ کہ ان کی والدہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک نبی ﷺ میری گود میں ٹیک لگائے ہوئے تھے اور میں حائض تھی پھر آپ قرآن پڑھتے تھے۔ [طرف الحدیث: ۷۵۴۹]

(صحیح مسلم: ۳۰۱، الرقم السلسل: ۶۷۹، سنن نسائی: ۳۷۹-۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۶۳۳، مسند احمد ج ۶ ص ۷۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۳۵-۲۳۳۶ ج ۲۰ ص ۴۹۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶۹۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ حائض کو چھونا اور اس کو مس کرنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۱۔ ج ۱ ص ۹۹۹ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۔ بَابُ مَنْ سَمِيَ الْنِّفَاسَ حَيْضًا جس نے نفاس پر حیض کا اطلاق کیا

۲۹۸۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةً فِي خِمِيصَةٍ إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلْتُ، فَأَخَذَتْ ثِيَابَ خِمِيصَتِي، قَالَ أَنْفَسَتْ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَدَعَانِي، فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخِمِيلَةِ۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ کہ زینب ام سلمہ کی بیٹی نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے کہا: جس وقت نبی ﷺ چوکور منقش چادر میں لیٹے ہوئے تھے مجھے حیض آ گیا، میں چپکے سے نکل گئی پس میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے آپ نے پوچھا: کیا تم کو نفاس آ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے مجھ کو بلایا پس میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔ [اطراف الحدیث: ۳۲۲-۳۲۳-۱۹۲۹]

(صحیح مسلم: ۲۹۶، الرقم السلسل: ۶۶۹، سنن نسائی: ۹۰۳-۳۶۹-۲۸۲، شرح النہ: ۳۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۵، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۰ طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۵۶۶-۲۶۵ ج ۴ ص ۱۹۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

”خميصة“ اور ”خميصة“ کے معنی

اس حدیث میں ”خميصة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چوکور چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں، ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: مونے کپڑے کی چادر جس پر مونے نقش و نگار ہوں یہ ابن سیدہ کا قول ہے صحاح میں ہے: سیاہ رنگ کی چوکور چادر خواہ اس پر نقش و نگار نہ ہوں اور اس حدیث میں ”خميصة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چادر۔

”فانسلت“ میں چپکے سے نکل گئی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۹۱)

باب کے عنوان کی وضاحت اور حائض کے بعض احکام

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے: جس نے نفاس کا نام حیض رکھا۔ بہ ظاہریوں ہونا چاہیے تھا: جس نے حیض کا نام نفاس رکھا، کیونکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حیض پر نفاس کا اطلاق کیا ہے امام بخاری نے جب یہ دیکھا کہ حیض اور نفاس کا حکم ایک ہے کہ دونوں میں نمازوں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان میں سے ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق جائز ہے حیض پر نفاس کے اطلاق کی تو اس حدیث میں تصریح تھی تو انہوں نے اس کے عنوان میں نفاس پر حیض کے اطلاق کا ذکر کر دیا۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائض اپنے خاوند کے ساتھ حیض کے کپڑے پہن کر ایک بستر میں سو سکتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ حائض اپنے عام کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے الگ تیار رکھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

ایام حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ. (البقرہ: ۲۲۲)

تو پھر کیا ایک بستر پر بیوی کے ساتھ سونے سے اس حکم کی مخالفت نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایام حیض میں اپنی بیوی سے مجامعت نہ کرو اور آپ نے جو حیض کو نفاس سے تعبیر فرمایا اس میں یہ تنبیہ ہے کہ نماز اور روزے کے جائز نہ ہونے اور مسجد میں دخول طواف کعبہ قرآن مجید کی تلاوت اور مصحف کو چھونے کی ممانعت میں حیض اور نفاس کا حکم ایک ہے مہلب نے کہا ہے: چونکہ امام بخاری کو نفاس کے متعلق الگ حدیث نہیں ملی اس لیے انہوں نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا جس نے نفاس کو حیض کہا۔

نفاس والی عورتوں کے احکام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چالیس دن بیٹھی رہتی تھیں پھر ہم اپنے چہروں پر درس نام کی خوشبودار گھاس کا لپ کر لیتی تھیں۔

(سنن ترمذی: ۱۳۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۶۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۹-۳۰۴-۳۰۲-۳۰۰)

اہل علم صحابہ تابعین اور بعد کے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نفاس والی عورت چالیس دن تک نماز نہیں پڑھے گی، ماسوا اس کے کہ وہ اس سے پہلے طہر کو دیکھ لے پھر بے شک وہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی اگر اس نے چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھا تو اکثر فقہاء کے نزدیک اب وہ نماز ترک نہیں کرے گی حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ پچاس دن تک نماز ترک کرے اور عطاء سے روایت ہے: وہ ساٹھ دن تک نماز ترک کرے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۹۳-۳۹۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۱۔ ج ۱ ص ۹۹۶ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

حائض کے ساتھ مباشرت کرنا یعنی اس کے

۵۔ بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹانا

اس عنوان میں مباشرت کا معنی جماع نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے: اپنی حائض بیوی کے ساتھ اپنے جسم کو لپٹانا، باب سابق کے

ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بھی حائض بیوی کو اپنے ساتھ لٹانے کا ذکر ہے اور اس میں بھی مباشرت کا یہی معنی ہے۔ مباشرت کا مادہ ”بشرة“ ہے اور ”بشرة“ کا معنی ہے: کھال اور مباشرت کا معنی ہے: ایک جسم کی کھال کو دوسرے جسم کی کھال کے ساتھ ملانا۔

۲۹۹۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَسْتَسْقِلُ إِذَا وَالْتَبَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ كِلَانَا جُنُبٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی ﷺ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۵۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کے ساتھ مباشرت کرنا اور اس عنوان کی اس حدیث کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں البتہ اس باب کی دوسری حدیث اس عنوان کے مطابق ہے۔

۳۰۰۔ وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَوِرُ فَيَا شَرُّنِي وَأَنَا حَائِضٌ. [اطراف الحدیث: ۳۰۲-۳۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور آپ مجھے حکم دیتے تو میں تہبند باندھ لیتی پھر آپ مجھے اپنے ساتھ لپٹاتے اور میں حائض ہوتی۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳، الرقم المسلسل: ۶۶۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۸، سنن ترمذی: ۱۳۲، سنن ابن ماجہ: ۶۳۶، سنن نسائی: ۳۷۱-۳۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۵۴، المستدرک ج ۱ ص ۱۷۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۱-۳۱۰، سنن دارمی: ۱۰۶۱، المعجم الاوسط: ۶۸۷، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۴۶ ج ۴ ص ۵۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چھ رجاں ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ مجھے اپنے جسم کے ساتھ لپٹاتے۔

مباشرت کا معنی اور حائض سے مباشرت کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ مجھے تہبند باندھنے کا حکم دیتے اس جملہ میں یہ دلیل ہے کہ یہاں مباشرت کا معنی جماع نہیں ہے بلکہ یہاں مباشرت کا معنی لمس ہے یعنی مرد کا اپنی کھال کو عورت کے کھال کے ساتھ ملانا اور مس کرنا۔

حائض کے ساتھ مباشرت کی کئی قسمیں ہیں: (۱) حائض کے ساتھ جماع کیا جائے اور اس کی فرج میں اپنا آلہ داخل کیا جائے یہ بالاجماع حرام ہے اور ”فَاغْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ“ (البقرہ: ۲۲۲) کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے جو شخص اس کی حلت کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے اور اگر کسی نے حرام سمجھتے ہوئے یہ کام کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور دوبارہ یہ کام نہ کرے اس میں اختلاف ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا اور اس پر سوا استغفار کے اور کچھ لازم نہیں ہے اکثر علماء کا اور ہمارا یہی قول ہے پھر کفارہ کی مقدار میں اختلاف ہے بعض نے کہا: وہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے بعض نے کہا: وہ ایک دینار یا نصف دینار ہے۔ بعض نے کہا: یہ صدقہ کرنا مستحب ہے۔

حائض سے مباشرت کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کے جسم کے ناف کے اوپر اور گھٹنے سے نیچے سے لذت حاصل کی جائے یہ بالاتفاق جائز ہے۔ حائض سے مباشرت کی تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی فرج اور دیر کے علاوہ ناف اور گھٹنے کے درمیان سے لذت حاصل کی جائے امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ حرام ہے امام محمد بن حسن اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہود کی عورت حائض ہو جاتی تو وہ اس کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیتے اور نہ اس کو گھر میں اپنے ساتھ رکھتے اور نہ اس سے جماع کرتے نبی ﷺ کے اصحاب نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَىٰ فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ“ (البقرہ: ۲۲۲) لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہیے: وہ نجاست ہے پس تم ایام حیض میں عورتوں سے الگ رہو یعنی ان سے جماع نہ کرو تب ہی ﷺ نے فرمایا: تم ان سے جماع اور دخول کے سوا سب کچھ کرو۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۶۴۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲، کنز العمال: ۴۴۸۹۴)

وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو تہبند کے اوپر سے مباشرت کی ہے وہ استحباب پر محمول ہے امام محمد کا یہ قول حضرت علیؓ حضرت ابن عباس اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۹۶-۳۹۵، شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۴۲۳-۴۲۲، ملخصاً، فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۹، ملخصاً)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۷-ج ۱ ص ۹۹۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات ہیں:

① حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام ② منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔

۳۰۱- وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَىٰ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، اور رسول اللہ ﷺ میری طرف اپنا سر نکالتے اور آپ اس حال میں معتکف ہوتے پس میں آپ کا سر دھوتی اور میں اس وقت حائض ہوتی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۹۵ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور کنگھی کرنا اور یہاں اس حدیث کو ”مباشرت الحائض“ کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ مباشرت کا معنی ہے: ایک جسم کی کھال کو دوسرے جسم کی کھال سے ملانا تو جب حضرت عائشہؓ آپ کا سر دھوتی تھیں تو آپ کے ہاتھوں کی کھال رسول اللہ ﷺ کے سر کی کھال سے ملتی تھی۔

۳۰۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، هُوَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا، فَأَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبَاشِرَهَا، أَمَرَهَا أَنْ تَتَوَرَّعَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا، ثُمَّ يَبَاسِرُهَا. قَالَتْ وَابْنُكَ يَمْلِكُ إِرْبَةً؟ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی جو شیبانی ہیں از عبد الرحمن بن الاسود از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم میں سے کوئی عورت حائضہ ہوتی پس رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ اپنے جسم کو لپٹنا چاہتے تو آپ اس کو حکم دیتے وہ حیض کے جوش کے اوپر تہبند باندھ لیتی پھر آپ اس کو اپنے جسم کے

تَابِعَهُ خَالِدٌ وَ جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

ساتھ لپٹا لیتے، حضرت عائشہ نے فرمایا: تم میں سے کون اپنی خواہش پر ضبط کر سکتا ہے؟ جس طرح نبی ﷺ اپنی خواہش پر ضبط کرتے تھے۔ علی بن مسہر کی متابعت خالد اور جریر نے کی ہے از شیبانی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۰۰ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

۳۰۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ شَدَادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ أَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ. وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ. (صحیح مسلم: ۲۹۴، رقم المسلسل: ۶۶۷، سنن ابوداؤد: ۲۱۶۷، سنن دارقطنی: ۱۰۴۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۸۳۶- ج ۴ ص ۴۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی ازواج میں سے کسی عورت کو اپنے ساتھ لپٹانا چاہتے تو اس کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے اور وہ اس وقت حائض ہوتی، اور اس حدیث کو سفیان نے شیبانی سے روایت کیا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ جب اپنی ازواج میں سے کسی کو اپنے ساتھ لپٹانا چاہتے تو اس کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۰۰ میں کر دی گئی ہے۔

۶- باب تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمَ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض ایام حیض میں روزوں کو ترک کر دے اور وہ بعد میں روزوں کی قضاء کرے گی اس کے برخلاف حائض نمازوں کو جو ترک کرے گی ان کی قضاء نہیں ہے باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب حائض کے احکام میں ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی جو کہ زید بن اسلم ہے از عیاض بن عبد اللہ از ابی سعید الخدری انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ کی طرف نکلے آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ تم اکثر اہل دوزخ ہو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاندان کی ناشکری کرتی ہو میں نے کوئی ناقص عقل

۳۰۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَ وَيَمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتُكْفِرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلِ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبَّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ. قُلْنَ

وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ بَلَى، قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا، أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ قُلْنَ بَلَى، قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا. [اطراف الحديث: ۱۳۶۲-۱۹۵۱-۲۶۵۸]

(صحیح مسلم: ۷۹، رقم السلسل: ۳۶۷۹-۲۳۷۷، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۹، سنن نسائی: ۱۵۷۸-۱۵۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۰۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۳۸، شعب الایمان: ۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۶۷ طبع قدیم مسند احمد: ۵۳۴۳-ج ۹ ص ۲۴۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور ناقص دین والی ایسی نہیں دیکھی جو کسی محتاط مرد کی عقل کو زائل کرنے والی ہو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے دین اور ہماری عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف کی مثل ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ عورتوں کی عقل کا نقصان ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔
لعن کفر اور عقل کے معانی اور عورتوں کا ناقص العقل اور ناقص الدین ہونا، اکثری حکم ہے، کھلی نہیں ہے
اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نکلے یعنی اپنے گھر سے یا اپنی مسجد سے عید گاہ کی طرف نکلے۔

”اللعن“ اس کا اسم لعنت ہے اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کی دعا کرنا۔ اگر بالکل رحمت سے دور کرنا مراد ہو تو یہ لعنت کفار پر کی جاسکتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور کرنا مراد ہو تو یہ لعنت فساق پر بھی کی جاسکتی ہے۔

”یکفرن“ یہ لفظ کفر سے بنا ہے اس کا معنی ستر ہے یعنی نعمت کو چھپانا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا یہاں مراد ہے: خاوند کی نافرمانی کرنا۔ عقل اس کا معنی ہے: روکنا انسان میں جو ادراک کی قوت انسان کو بُرے کاموں سے روکتی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا محل دماغ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا محل دل ہے عقل کی کئی تعریفیں ہیں: (۱) یہ وہ قوت ہے جس سے غائب چیزوں کا ادراک ہوتا ہے (۲) یہ وہ قوت ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے (۳) یہ وہ قوت ہے جس سے بُرے اور اچھے کاموں کی تمیز ہوتی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف کی مثل ہوتی ہے؟ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَإِنْ لَّمْ يَكُنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشَّهَادَةِ. (البقرہ: ۲۸۲)

پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہوں میں سے پسند کر لو۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر عورت تو مرد سے ناقص نہیں ہوتی بعض عورتیں مرد سے کامل بھی ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہیں دنیا کی عورتوں میں سے یہ عورتیں کافی ہیں: مریم بنت عمران،

خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون۔

(سنن ترمذی: ۳۸۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۵، المستدرک ج ۳ ص ۱۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۹۱۹، شرح النہج ص ۳۳۶)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کل پر کسی چیز کا حکم لگایا جائے تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہوتا کہ اس کل کے ہر فرد پر وہ حکم لگایا جائے۔ بعض مردوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور بعض عورتوں کا حافظہ بہت قوی ہوتا ہے، بعض مرد غبی ہوتے ہیں اور بعض عورتیں بہت ذہین ہوتی ہیں، لیکن اکثر مردوں کی عقل کامل ہوتی ہے اور اکثر عورتوں کی عقل ناقص ہوتی ہے اور اس حدیث میں اکثریت کے اعتبار سے عورتوں کو ناقص العقل فرمایا ہے اور چونکہ ہر عورت حیض میں مبتلا ہوتی ہے اس لیے ہر عورت کی نماز اور روزے کی عبادت مرد کی عبادت سے کم ہوتی ہے، یہ خلقت کے اعتبار سے ہے، ورنہ بہت مرد ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں نہ روزے رکھتے ہیں اور بعض عورتیں ان کی بہ نسبت زیادہ نماز پڑھتی ہیں اور زیادہ روزے رکھتی ہیں، سو عورتوں کا دین میں ناقص ہونا، یہ بھی اکثری حکم ہے، کئی حکم نہیں ہے اور شرع اور عرف میں اکثر افراد پر کل کا حکم لگادیا جاتا ہے۔

خواتین کو وعظ کرنا، عیدین اور جمعہ کے لیے خواتین کو مساجد میں جانے سے فقہاء کا منع کرنا، وعظ کا طریقہ اور حدیث مذکور کے دیگر متعدد فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن امام کو قوم کے ساتھ نماز عید پڑھنے کے لیے عید گاہ جانا مستحب ہے۔ عید کے دن مسلمانوں کو نیکیوں اور صدقات کی ترغیب دینی چاہیے کیونکہ اس دن اغنیاء اور فقراء جمع ہوتے ہیں اور اغنیاء کو دیکھ کر فقراء کو حسرت آتی ہے، خصوصاً یتیم فقراء اور بیوہ فقراء کو نبی ﷺ نے خصوصاً خواتین کو صدقہ کی ترغیب دی کیونکہ ان میں سے اکثر پر بخل غالب ہوتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نماز عید کے لیے عورتوں کا عید گاہ میں جانا جائز ہے، علماء نے کہا: یہ صرف آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا، لیکن آج کل خوب صورت اور جوان عورت نہ جائے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ اس (ہناؤ سنگھار) کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے آپ کے بعد ایجاد کیا ہے تو ان کو مساجد میں آنے سے اسی طرح منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۳۳۵، سنن ابوداؤد: ۵۶۹)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ کا یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے، لیکن آج کل جو عورتیں اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں، نعوذ باللہ من ذالک، تو انہیں عید یا غیر عید میں گھر سے نکلنے کی بالکل اجازت نہیں دینی چاہیے، امام ابوحنیفہ نے ایک بار اجازت دی اور دوسری بار منع کر دیا، بعض فقہاء نے نو جوان عورتوں کو منع کیا ہے اور بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے، امام مالک اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے، علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی متوفی ۵۸ھ نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ جوان عورت کو عیدین، نماز جمعہ بلکہ کسی بھی نماز کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے فرمایا ہے: "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" (الاحزاب: ۳۳) اور تم اپنے گھروں میں رہو، کیونکہ ان کا گھر سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور بوڑھی عورتوں کو نماز عیدین کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ علامہ نووی نے "شرح المہذب" میں کہا ہے کہ جوان عورت اور جس پر شہوت آئے اس کا گھر سے نکلنا مکروہ ہے اور جن احادیث میں عورتوں کو نماز عید وغیرہ میں نکلنے کی اجازت دی گئی ہے وہ آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وعظ اور نصیحت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا چاہیے اور کسی شخص معین کو مخاطب نہیں کرنا

چاہیے بلکہ عموم اور شمول کے صیغوں سے خطاب کرنا چاہیے اور یہ کہ صدقہ عذاب کو دور کرتا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور نعمت کا انکار کرنا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا حرام ہے اور باعث عذاب ہے اور گفتگو میں کسی پر لعنت کرنا یا اس کو گالی دینا حرام اور فسق ہے اور کفر باللہ کے غیر پر کفر کا اطلاق جائز ہے 'خواتین نے آپ سے پوچھا کہ ہمارے بہ کثرت دوزخی ہونے کا کیا سبب ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ متعلم استاذ سے سمجھنے کے لیے سوال کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حائض کا نماز پڑھنا اور روزے رکھنا منع ہے نماز اس سے ساقط ہو جائے گی اور روزوں کی وہ قضاء کرے گی اور اس میں یہ تصریح ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف ہے اور اس حدیث میں نیک کاموں کے لیے چندہ کرنے کی اصل ہے اور اس حدیث میں نبی ﷺ کے خلق عظیم اور آپ کی رحمت اور آپ کی شفقت کا بیان ہے 'آپ پر افضل صلوات اور اشرف تحیات نازل ہوں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۰۵-۳۰۶ ملخصاً)

حائض تمام مناسک حج ادا کرے

۷۔ بَابُ تَقْضِي الْحَائِضِ الْمَنَاسِكَ

سوائے بیت اللہ کے طواف کے

كُلُّهَا إِلَّا الطَّوْفَ بِالْبَيْتِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو احرام باندھنے کے بعد حیض آجائے تو وہ حج بیت اللہ کے سوا باقی تمام مناسک حج ادا کرے گی۔ مناسک مناسک کی جمع ہے اس کا معنی ہے: حج کی عبادات کی جگہیں اور مناسک مذبح یعنی قربانی کی جگہ کو بھی کہتے ہیں اس کا مادہ نَسَكَ ہے اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت اور بردہ فعل جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں حالت حیض میں روزہ کو ترک کرنے کا ذکر ہے اور وہ فرض ہے اور اس باب میں حالت حیض میں بیت اللہ کے طواف کو ترک کرنے کا ذکر ہے اور وہ بھی فرض ہے۔

جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کے جواز پر امام بخاری کے دلائل اور مصنف کے جوابات

امام بخاری فرماتے ہیں:

اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: حائض کے ایک آیت پڑھنے میں

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ اَنْ تَقْرَا الْآيَةَ .

کوئی حرج نہیں ہے۔

اس اثر کی اور اس کے بعد کے آثار کی باب کے عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ حیض ہر عبادت کے منافی نہیں ہے بلکہ حالت حیض میں تسبیح، تحمید اور تہلیل پڑھنا جائز ہے اسی طرح ایک جماعت کے نزدیک ایک آیت سے کم پڑھنا جائز ہے اور ابراہیم نخعی کے نزدیک ایک آیت پڑھنا جائز ہے اسی طرح طواف کے سوا باقی مناسک بھی ادا کرنے جائز ہیں جنبی کا بھی یہی حکم ہے۔ اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ چار شخص قرآن نہ پڑھیں: (۱) جو بیت الخلاء میں ہو (۲) جو حمام میں ہو (۳) جو جنبی ہو (۴) جو (عورت) حیض والی ہو۔ ماسوا ایک آیت اور اس کی مثل کے خصوصاً جنبی اور حائض کے لیے۔

(سنن دارمی: ۹۹۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابراہیم نخعی سے دوسری روایت یہ ہے کہ جنبی اور حائض ایک آیت سے بھی کم پڑھے۔

چنانچہ ابو خالد الاحمر نے از حجاج از عطاء از حماد از ابراہیم اور سعید بن جبیر حائض اور جنبی کے بارے میں یہ روایت کی ہے کہ وہ

آیت کی ابتداء کریں اور اس کو آخر تک نہ پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حیض والی عورت ایک آیت سے کم پڑھے پوری آیت نہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹) امام بخاری نے جو ابراہیم نخعی سے یہ نقل کیا ہے کہ حائض ایک آیت پڑھ سکتی ہے اس کی بہ نسبت ابراہیم نخعی کی مذکور الصدر دو روایتیں زیادہ قرین قیاس ہیں جن میں انہوں نے جنبی اور حائض کو ایک مکمل آیت کی بھی اجازت نہیں دی اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔

(سنن ترمذی: ۱۳۱۱ سنن ابن ماجہ: ۵۹۶-۵۹۵ سنن دارقطنی: ۳۱۳ سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۹ العقیلی ج ۱ ص ۹۰)

اس کے بعد امام بخاری نے دوسری تعلیق ذکر کی:

وَلَمْ يَرِ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

خالد از عکرمہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ جنبی ایک آیت یا دو آیتیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۹ دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۶ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی انفرادی رائے ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صریح ممانعت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

پھر امام بخاری تیسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ. اور نبی ﷺ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۷۳ مسند احمد ج ۶ ص ۷۰ جامع السانید لابن الجوزی: ۷۲۶۶ مکتبۃ الرشیدیہ: ۱۳۲۶ھ)

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب آپ ہر وقت ذکر کرتے تھے تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ حالت جنابت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور ذکر قرآن مجید کی تلاوت کو بھی شامل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حالت جنابت میں بھی قرآن مجید پڑھتے تھے۔

امام بخاری کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر حال میں قرآن مجید پڑھاتے تھے سوائے جنابت کے حال کے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۸) اور یہ ہر حال میں ذکر کے خلاف نہیں ہے یعنی جنابت کے حال میں آپ قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ اور کوئی ذکر کرتے تھے مثلاً تسبیح اور تہلیل وغیرہ اور یہ ذکر بھی آپ دل سے کرتے تھے زبان سے نہیں کرتے تھے حدیث میں ہے: آپ نے بے وضو ہونے کی حالت میں ایک صحابی کو سلام کا جواب بھی نہیں دیا کیونکہ سلام کا لفظ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے:

المہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت سلام کیا جب آپ وضو کر رہے تھے آپ نے ان کو جواب نہیں دیا جب آپ وضو سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اس کے سوا اور

کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ناپسند کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۰۱، سنن نسائی: ۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳، ج ۵ ص ۸۰، شرح معانی الآثار: ۱۰۲، المستدرک ج ۳ ص ۷۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پیشاب کر رہے تھے اس وقت ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا پھر نبی ﷺ نے تیمم کر کے اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۶۰، سنن ترمذی: ۹۰، سنن نسائی: ۳۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

غور کیجئے! جب نبی ﷺ بے وضوء ہونے کے حال میں زبان سے اللہ کا ذکر مکروہ سمجھتے ہیں تو آپ جنابت کے حال میں زبان سے اللہ کا ذکر کیسے کریں گے پھر جنابت کے حال میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا تو آپ کی شان سے اور بھی زیادہ بعید ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ جنابت کے حال میں آپ دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جنابت کے حال میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعظیم اور تقدیس ہے کہ یہ حال زبان سے اس کے ذکر کے لائق نہیں ہے۔ ہمارے ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ آپ بروقت اللہ کا ذکر کرتے تھے اس سے امام بخاری کا یہ استدلال کرنا کہ آپ حالت جنابت میں تلاوت قرآن کرتے تھے نہ صرف یہ کہ بہت بعید ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تقدیس کے خلاف ہے بلکہ نبی ﷺ کی سیرت اور آپ کے مزاج کے برعکس ہے۔

وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نَوْمُرُ أَنْ يَخْرُجَ الْحَبْصُ
فَيَكْبُرُونَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَذْعُونَ
اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ
حائض عورتیں نکلیں پس وہ مسلمانوں کی تکبیر کے ساتھ تمبیر پڑھیں
اور دعا کریں۔

یہ امام بخاری کی چوتھی تعلق ہے اور اس کو خود امام بخاری نے اپنی صحیح میں موصول روایت کیا ہے:
حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم آزاد اور پردہ دار خواتین کو (عید گاہ میں) لے جائیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حائض خواتین بھی خیر اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوں اور حائض خواتین عید گاہ میں داخل نہ ہوں حضرت حفصہ نے حیرت سے کہا: حائض خواتین بھی؟ تو ایک عورت نے کہا: کیا وہ میدان عرفات میں اور فلاں فلاں مقام میں نہیں جاتی۔ (صحیح البخاری: ۹۷۴، صحیح مسلم: ۸۵۰، سنن ابوداؤد: ۱۱۳۶، سنن نسائی: ۱۵۵۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۸)

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب حائض عید گاہ سے باہر اور میدان عرفات میں دعا کر سکتی ہے اور دعا میں قرآن کی آیات بھی ہوتی ہیں تو پھر وہ قرآن مجید کی تلاوت بھی کر سکتی ہے امام بخاری کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے، دعا میں قرآن مجید کی آیت پڑھنا اور چیز ہے اور قصداً قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور بات ہے خصوصاً جب کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: حائض اور جنسی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی: ۱۳۱)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَفْيَانَ أَنَّ هِرْقُلَ
دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَإِذَا
فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ
تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ الْآيَةِ (آل عمران: ۶۴)
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے ابوسفیان نے
خبر دی کہ ہرقل نے نبی ﷺ کا مکتوب منکایا پھر اس کو پڑھا تو اس
میں لکھا ہوا تھا: اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم
فرمانے والا بہت مہربان ہے اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی

طرف "الایہ" (آل عمران: ۶۴)

یہ امام بخاری کی پانچویں تعلق ہے اور صحیح البخاری: ۷ کی طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔ امام بخاری کی اس حدیث سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مکتوب جس میں قرآن مجید کی دو آیتیں لکھی ہوئی تھیں ہر قل اور رومیوں کی طرف بھیجا اور وہ کافر تھے اور کافر جنبی ہوتا ہے اور انہوں نے اس مکتوب کو چھوا اور پڑھا اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا قرآن مجید کو چھونا اور پڑھنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس کا جواب یہ ہے کہ اس مکتوب میں ان دو آیتوں کے علاوہ بھی لکھا ہوا تھا کہ یہ مکتوب محمد بن عبد اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے عظیم بصری کے نام ہے اور ہر قل عظیم روم کی طرف جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو پس بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اللہ تم کو اس کے دواجر عطا فرمائے گا پھر اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے قبعین کے اسلام نہ لانے کا تم پر گناہ ہوگا۔ الحدیث پس یہ مکتوب ایسا ہے جیسے فقہ کی کتاب یا تفسیر میں قرآن مجید کی آیت لکھی ہوئی ہو اور فقہ کی کتاب یا تفسیر کی کتاب کو بے وضوء ہاتھ لگانا اور پڑھنا جمہور کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد نہیں کیا جاتا اور امام احمد نے اور بہت سے فقہاء شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ تبلیغ کی مصلحت سے کفار کو اس قسم کے مکاتیب لکھنا جائز ہے اور ثوری نے کہا: کسی نصرانی آدمی کو قرآن مجید کی اس امید پر تعلیم دینا جائز ہے کہ شاید وہ اسلام لائے اور امام احمد نے کہا: میں اس کو مکروہ جانتا ہوں کہ قرآن مجید کو اس کی لائق جگہ پر نہ رکھا جائے اور ان کا یہ قول بھی ہے کہ اگر اس سے ہدایت کی توقع ہو تو پھر جائز ہے ورنہ نہیں اور بعض علماء نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنا جائز ہے کیونکہ جنبی کو تلاوت قرآن سے اس صورت میں منع کیا ہے جب وہ قرآن کی تلاوت کا قصد کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ جس کی وہ تلاوت کر رہا ہے وہ قرآن ہے اور اگر وہ کسی صفحہ کو پڑھے اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ یہ قرآن ہے تو پھر اس کے لیے ممانعت نہیں ہے اور اسی طرح کافر کے لیے اس صفحہ کو پڑھنے کا حکم ہے۔ اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ ”کتاب الجہاد“ میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ) ”کتاب الجہاد“ میں یہ پوری حدیث نمبر: ۳۱۷۴ پر ہے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی حسب عادت بھول گئے اور انہوں نے وہاں اس کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ خَاضَتْ عَائِشَةُ
فَنَسِغَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَا
تُصَلِّي. اور عطاء نے از جابر کہا کہ حضرت عائشہ کو حیض آ گیا تو انہوں نے بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام مناسک حج ادا کیے اور وہ نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

یہ امام بخاری کی چھٹی تعلق ہے اس تعلق کی اصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے جس میں یہ جملہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ میں آئیں اور وہ حائض تھیں تو نبی ﷺ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ حج کے تمام مناسک ادا کریں سوا اس کے کہ وہ طواف نہیں کریں گی اور نماز نہیں پڑھیں گی حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائیں۔ (صحیح البخاری: ۷۲۳۰ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۲) امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو قرآن مجید پڑھنے سے منع نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حائض کا قرآن مجید پڑھنا جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ”سنن ترمذی“ میں تصریح ہے کہ آپ نے حائض اور جنبی کو قرآن مجید پڑھنے سے مطلقاً منع فرما دیا تھا۔

وَقَالَ الْحَكَمُ إِنِّي لَا ذَبْحَ وَأَنَا جُنُبٌ وَقَالَ اللَّهُ
تَعَالَى ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ اور حکم نے کہا: بے شک میں حالت جنابت میں ذبح کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا جائے اس کو مت کھاؤ“ (الانعام: ۱۲۱)۔

یہ امام بخاری کی ساتویں تعلیق ہے جس سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنبی کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی جاتی بلکہ بسم اللہ اکبر کہا جاتا ہے اور جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کی ممانعت ہے ذکر کرنے کی ممانعت نہیں ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ با وضوء ذکر کیا جائے اور یہ حکم کا فعل ہے رسول اللہ ﷺ کا فعل نہیں ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کی ممانعت اور ان کی مستدل حدیث کی سند کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد اور ابو ثور نے حائض کو قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے اور اسی کی مثل حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عطاء ابو العالیہ سعید بن جبیر اور زہری سے مروی ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۴۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جمہور ائمہ اور فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت الخلاء سے آ کر منہ دھونے کے بعد قرآن مجید پڑھنے لگے تو حضرت علی نے بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے آنے کے بعد ہمیں قرآن مجید پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور جنابت کے سوا آپ کو قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۳۶، سنن نسائی: ۲۶۶-۲۶۵، سنن ابن ماجہ: ۵۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۸، مسند الحمیدی: ۵۷، صحیح ابن حبان: ۸۰۰-۷۹۹، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۶۵، مسند احمد ج ۱ ص ۸۳، طبع قدیم مسند احمد: ۶۲-۶۱ ج ۲ ص ۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

شعیب الارطوط اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند حسن ہے امام حبان، العجلی اور یعقوب بن شیبہ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے امام ابن عدی نے ”الکامل“ میں کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی، حضرت حذیفہ اور ان کے غیر سے مروی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے امام ابن حبان، امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

جمہور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اس کو اصحاب السنن نے روایت کیا ہے امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے بعض نے اس کے بعض راویوں کو ضعیف کہا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے: میں جس حدیث پر کوئی حکم نہ لگاؤں وہ میرے نزدیک عمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(مکتوب امام ابوداؤد ص ۴، مع سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴، مطبع مجتہائی لاہور)

ہم نے اس مسئلہ میں اس قدر تحقیق اس لیے کی ہے کہ امام بخاری نے اپنے زعم میں یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ حالت جنابت میں قرآن پڑھتے تھے حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہے اور نبی ﷺ کا دامن اس سے پاک ہے سو میری یہ محنت رسول اللہ

۳۰۵- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يَكِينُكَ؟ قُلْتُ لَوْ دِدْتُ وَاللَّهِ إِنِّي لَمْ أَحِجَّ الْعَامَ قَالَ لَعَلَّكَ نَفِسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ ذَلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاَفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي.

(جامع السانید ابن الجوزی: ۱۹۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن القاسم از قاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ گئے ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا پس نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی آپ نے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا: میں (حج کرنا) چاہتی تھی اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس سال حج نہیں کر سکوں گی! آپ نے فرمایا: شاید تم کونفاس (حیض) آ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے پس تم وہ سب کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں سوا اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا حتیٰ کہ تم (حیض سے) پاک ہو جاؤ۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی اور یہاں اس کا عنوان ہے: حیض سوائے طواف کے تمام مناسک حج ادا کرے اور اس حدیث میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

۸۔ بَابُ الْإِسْتِحَاضَةِ

استحاضہ کا بیان

اس باب میں استحاضہ کا حکم بیان کیا گیا ہے جو خون عورت کی رگ سے نکلے اور فرج سے اس کے مخصوص وقت کے بغیر باہر آئے اس کو استحاضہ کہتے ہیں اور باب سابق سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ حیض اور استحاضہ دونوں عورت کے احکام میں سے ہیں۔

۳۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا أَطْهَرُ أَفَادْعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي غَسْلَ الدَّمِ وَصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! بے شک میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صرف رگ (کا خون ہے) اور یہ حیض نہیں ہے پس جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض کی مقدار چلی جائے تو تم اپنے جسم سے خون کو دھولو اور نماز پڑھو۔

(جامع السانید ابن الجوزی: ۷۴۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۲۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: استحاضہ کا بیان۔

۹۔ بَابُ غَسْلِ دَمِ الْمَحِيضِ

حیض کے خون کو دھونا

ان دونوں بابوں میں مناسبت ظاہر ہے۔

۳۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْدِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلْتُ امْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبُهَا الدَّمَ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ إِحْدَاكُنَّ الدَّمَ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِيَتَّصِحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِيَتَّصِلْ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از قاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ جب ہم میں سے کسی ایک کے پیرے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے پیرے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ اس کو کھرچے پھر اس کو پانی سے دھوئے پھر اس میں نماز پڑھے۔ یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۲۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: خون کا دھونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: حیض کے خون کو دھونا۔

۳۰۸- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طَهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَضَعُ عَلَى سَائِرِهِ ثُمَّ تَصَلِّي فِيهِ. (سنن ابن ماجہ: ۶۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الخارث نے خبر دی از عبد الرحمن بن القاسم ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم میں سے کسی ایک کو حیض آتا پھر وہ اس کو پاک کرنے کے وقت اس کے خون کو کھرچتی پھر اس کو دھوتی پھر سارے پیرے کو دھوتی پھر اس میں نماز پڑھتی۔

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس میں حیض کے خون کو دھونے کا ذکر ہے۔

مستحاضہ کا اعتکاف

۱۰- بَابُ الْإِعْتِكَافِ لِلْمُسْتَحَاضَةِ

اس باب میں مستحاضہ کے اعتکاف کا بیان کیا گیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: ٹھہرنا اور شرع میں اس کا معنی ہے: مسجد میں روزے کے ساتھ اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا باب سابق میں طہارت کے لیے حیض کے خون کو دھونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مستحاضہ کے اعتکاف کا ذکر ہے اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں کام غبات ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث

۳۰۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّلَسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمَ وَزَعَمَ عِكْرِمَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعَصْفَرِ فَقَالَتْ كَانَ هَذَا شَيْءٌ كَانَتْ لِفَالَانَةِ تَجِدُهُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے کوئی اعتکاف میں بیٹھ گئیں اور وہ مستحاضہ تھیں خون کو دیکھتی تھیں پس بعض اوقات وہ خون کی وجہ سے اپنے نیچے تھال کو رکھ لیتیں (تاکہ خون مسجد میں نہ گرے) اور عکرمہ نے کہا:

[اطراف الحدیث: ۳۱۰-۳۱۱-۳۰۳] حضرت عائشہ نے زرد رنگ کا پانی دیکھا تو انہوں نے کہا: گویا یہ وہی چیز ہے جو فلانہ (زوجہ) دیکھتی تھیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۶، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۰، سنن دارمی: ۸۸۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۸، السنن الکبریٰ: ۳۳۴۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۱ طبع قدیم)

مسند احمد: ۲۴۹۹۸۔ ج ۳ ص ۴۶۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اعتکاف میں بیٹھنے والی آپ کی زوجہ کی تعیین اور مستحاضہ کے اعتکاف میں بیٹھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کی بعض ازواج اعتکاف میں بیٹھ گئیں، اس سے مراد کون سی ازواج ہیں، اس میں تین اقوال ہیں: حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت رملہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن۔

اس میں مذکور ہے: جو فلانہ دیکھتی تھی۔ اس سے مراد وہی زوجہ محترمہ ہیں جن کے اعتکاف میں بیٹھنے کا پہلے ذکر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے، مستحاضہ کے حکم میں وہ شخص ہے جس کے پیشاب کے قطرات ہر وقت جاری رہتے ہوں یا جس کے زخم سے خون ہر وقت جاری رہتا ہو، بشرطیکہ ان کا خون یا پیشاب مسجد میں نہ گرے اور اس زمانہ میں عورتیں مسجد میں اعتکاف میں نہ بیٹھیں، انہوں نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے جو جگہ بنائی ہو وہاں اعتکاف میں بیٹھ جائیں۔ بعض اوقات ڈاکٹر آپریشن کے بعد مریض کے ساتھ پلاسٹک کی تھیلی لگا دیتے ہیں جس میں اس کا پیشاب جمع ہوتا رہتا ہے ایسے شخص کا مسجد میں آنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد میں نجاست کا لانا جائز نہیں ہے۔

۳۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ اَزْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالْصُّفْرَةَ وَالطَّلْسُ نَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون اعتکاف میں بیٹھیں، پس وہ خون کو اور زرد رنگ کو دیکھتی تھیں اور ان کے نیچے تھال تھا اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۱۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ امْهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ اَعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ بے شک امہات المؤمنین میں سے کوئی اعتکاف میں بیٹھیں اور وہ مستحاضہ تھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۰۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۔ بَابُ هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيهِ؟
آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اس کو حیض آیا تھا؟

اس باب کے عنوان میں یہ سوال ہے کہ آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اس کو حیض آیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں پڑھ سکتی ہے، باب سابق میں مستحاضہ کے نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں حائض کے غسل کے بعد اس کے حیض والے

۳۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِاحِدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ يَرِيقُهَا فَقَصَعَتْهُ بِظَفَرِهَا. (سنن ابوداؤد: ۳۵۸)

کپڑے کو پاک کرنے کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز پڑھنا ان دونوں بابوں میں قدر مشترک ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی ابن ابی نجیح از مجاہد انہوں نے بیان کیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جس میں اس کو حیض آ جاتا تھا پس جب اس کپڑے میں کچھ خون لگ جاتا تو وہ اس پر اپنا تھوک لگاتی پھر اس کو اپنے ناخن سے کھرچ دیتی۔

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا اس میں اس کو حیض آ جاتا وہ اس کو دھو لیتی اور ظاہر ہے کہ وہ صرف اسی میں نماز پڑھتی تھی اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اس خون پر اپنا تھوک لگاتی یعنی تھوک سے اس خون کو بھگو لیتی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ پانی کے علاوہ کسی بھی مائع چیز سے نجاست کو دھویا جاسکتا ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

حيض سے غسل کرتے وقت

عورت کا خوشبو لگانا

۱۲۔ بَابُ الطِّيبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ

غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ

یعنی جب عورت حیض سے پاک ہونے کے لیے غسل کرے تو اس کا حیض کے خون کی جگہ پر خوشبو لگانا مباح ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حیض کے خون کو دھونے کا ذکر تھا اور اس میں زیادہ صفائی کے لیے غسل کے وقت اس جگہ خوشبو لگانے کا ذکر ہے تاکہ حیض کی بدبو زائل ہو جائے۔

۳۱۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نَنْهَى أَنْ نُحَدِّثَ عَلَى مَيْتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَضْبُوعًا إِلَّا ثَوْبَ عَصَبٍ وَقَدْ رُخِصَ لَنَا عِنْدَ الطَّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ أَحَدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي نُبْدَةٍ مِنْ كُتْمٍ أَظْفَارُ وَكُنَّا نَنْهَى عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ قَالَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا جاتا تھا ماسوا خاوند کے اس پر چار ماہ دس دن سوگ ہوتا تھا ہم (سوگ میں) سرمہ لگاتی تھیں نہ خوشبو لگاتی تھیں نہ رنگا ہوا کپڑا پہنتی تھیں سوا اس کپڑے کے جو رنگ میں بنا ہوا ہوتا تھا اور ہمیں یہ اجازت دی گئی تھی کہ ہم حیض سے طہارت کے لیے جب غسل کریں تو (اس جگہ) تھوڑی سی خوشبو لگالیں اور ہم کو جنازہ کے پیچھے جانے سے منع کیا جاتا تھا۔ امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ہشام بن حسان نے از حفصہ از ام عطیہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

[الطراف الحديث: ۱۲۷۸-۱۲۷۹-۵۳۳۰-۵۳۳۱-۵۳۳۲-۵۳۳۳]

(صحیح مسلم: ۹۳۸، الرقم للسلسل: ۲۱۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۳۰۲، سنن نسائی: ۲۵۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۷، معنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۱۔)

۲۸۰: ۱۳۹: ج ۲: سنن سعید بن منصور: ۲۱۳: مسند احمد ج ۶ ص ۸۰: طبع قدیم مسند احمد: ۲۷۳۰۳: ج ۲: ۲۸۵-۲۸۳: مؤسسۃ الرسالۃ: یہ وقت جامع المسانید ابن الجوزی: ۶۳۶: منقبتہ ارشد ریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں یہ اجازت دی گئی تھی کہ ہم حیض سے طہارت کے لیے غسل کے وقت اس جگہ تھوڑی سی خوشبو لگالیں۔

اس حدیث میں حضرت ام عطیہ کے علاوہ باقی سب کا تعارف ہو چکا ہے حضرت ام عطیہ فاضلات صحابہ میں سے ہیں ان کا نام نسیم بنت الحارث ہے یہ بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں ان کے نام میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نسیم بنت کعب انصاریہ ہیں ان سے چالیس احادیث مروی ہیں اساتحادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں ان میں سے ہر ایک صرف ایک حدیث کے ساتھ مفرد ہے۔

(خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال: ۱۰۸۹۱: ج ۳ ص ۵۰۸: دارالکتب العلمیہ: یہ وقت ۱۳۲۲ھ)

”کست اظفار“ کے معنی کی تحقیق

اس حدیث میں ”نبذة من کست اظفار“ کے الفاظ ہیں ”نبذة“ کے معنی ہیں: ”قطعة“ ایک ٹکڑا تھوڑی سی چیز اس روایت میں ”کست اظفار“ کے الفاظ ہیں۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: صحیح ”قسط اظفار“ ہے ”ظفار“ نندن کے سواصل میں سے ایک سائل ہے علامہ قرطبی نے کہا: یہ یمن کا ایک شہر ہے ”صحیح مسلم“ میں ہے: ”قسط و اظفار“ یہ زیادہ احسن ہے کیونکہ یہ خوشبو کی دو قسمیں ہیں: ”قسط“ کا معنی ہے: سیاورنگ کی ایک خوشبو کا ٹکڑا اور ”اظفار“ کا معنی ہے: ایک قسم کے لوہان کی دھونی غسل دینے والی کو اس کی اجازت دی گئی ہے ایک قول ہے کہ ”ظفار“ یمن کے چار شہروں کا نام ہے دوسروں نے کہا: ”اظفار“ ایک قسم کا عطر ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۱۹)

اردو میں ”قسط اظفار“ کو کھ کتے ہیں اس کا معنی ہے: ایک خوشبودار جڑ۔ (قامد اللغات ص ۹۷۴: فیروز اللغات ص ۱۳۷)

شوہر کی موت پر سوگ کرنے کا وجوب

اس حدیث میں شوہر کے مرنے پر سوگ کا وجوب ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک خواہ اس کی بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ کم عمر ہو یا زیادہ عمر کی ہو کنواری ہو یا بیوہ تاہم نابالغہ پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے اور سوگ کے ایام میں سرمہ لگانا خوشبو لگانا اور رنگے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں ہیں اور اس حدیث میں سوگ کرنے والی کے لیے بھی اجازت ہے کہ وہ حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے تھوڑی سی خوشبو کا اس جگہ لپ کر لے آج کل اس جگہ کسی خوشبودار کریم کو لگایا جاسکتا ہے اور اس حدیث میں عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: المہلب نے کہا ہے کہ حیض کے خون کی بدبو کو زائل کرنے کے لیے اس کو کسی چیز کو سلا کر دھونی دینے کی اجازت دی گئی ہے اور عنقریب ”اتباع الجنائز“ کے باب میں اس پر کلام آئے گا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۹۲) لیکن ”اتباع النساء الجنائز“ کے باب میں حدیث: ۱۲۷۸ میں انہوں نے اس خوشبو کے مسا پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۸ اور حسب عادت بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۶۱: ج ۲ ص ۵۵ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳۔ بَابُ ذَلِكَ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ
مِنَ الْمَحِيضِ، وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ، وَتَأْخُذُ
فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، فَتَتَّبِعُ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ

جب عورت حیض سے طہارت حاصل کرے تو اس کا
اپنے جسم کو ملنا اور وہ کیسے غسل کرے اور وہ مشک کا
ٹکڑا لے کر اس خون کے نشان کو صاف کرے

سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں خوشبو کے استعمال کا ذکر ہے۔

۳۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ
مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً
سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ
الْمَحِيضِ؟ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ، قَالَ خُذِي فِرْصَةً
مِنْ مَسِكَ، فَتَطْهَرِي بِهَا. قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ؟ قَالَ
تَطْهَرِي بِهَا. قَالَتْ كَيْفَ؟ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ
تَطْهَرِي، فَاجْتَبِذْتَهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَّبِعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۵-۳۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از منصور بن
صفیہ از والدہ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک
عورت نے نبی ﷺ سے حیض سے غسل کے متعلق سوال کیا؟
آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ کیسے غسل کرے آپ نے فرمایا کہ
تم مشک کا ٹکڑا لو اور اس سے طہارت حاصل کرو اس نے فرمایا: ایت
طہارت حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: اس سے صہارت حاصل
کرو اس نے کہا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے
طہارت حاصل کرو حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے اس کو اپنی
طرف کھینچ کر کہا: اس مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشان کو (مل
کر) صاف کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۳۲، رقم المسلسل: ۷۳۲، سنن نسائی: ۴۲-۴۵، مسند ابویعلیٰ: ۳۳۷، سنن ابن حبان: ۱۲۰۰-۱۱۹۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۳، شرح
المنہ: ۲۵۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۲، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۹۰-۲۴۹۱، ج ۳ ص ۳۹۳-۳۹۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید: بن جوری: ۳۰-۳۱، منہج
الارشاد ریاض: ۱۳۲۹ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشان کو صاف کرو البتہ اس
حدیث میں صراحۃً غسل کے وقت جسم کو ملنے کا ذکر نہیں ہے سو عنوان کے ایک جز کے ساتھ حدیث کی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں صرف یحییٰ مذکور ہے ابن السکن نے کہا: یہ یحییٰ بن موسیٰ لمجنی ہے بیہقی نے کہا: یہ یحییٰ بن جعفر بن الغسانی
نے کہا: یہ یحییٰ بن عیینہ ہے ابن السکن نے کہا: جہاں بھی امام بخاری صرف یحییٰ کہیں اس سے مراد یحییٰ بن موسیٰ لمجنی ہے جو بخت کے
ساتھ معروف ہے یہ نیک مسلمانوں میں سے تھے اور ۲۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے علامہ کرمانی نے کہا: ہمارے پاس بعض نسخوں میں
یحییٰ بن البیکندی لکھا ہوا ہے صاحب التوضیح نے کہا: ہمارے بعض شیوخ کی شرح میں یحییٰ بن معاویہ بن اعین ہے۔

دیگر رجال کا تعارف اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۲۳)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حیض سے غسل کے وقت

عورت کا کنگھی کرنا

۱۵۔ بَابُ امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ

غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حیض سے غسل کے وقت عورت اپنے بالوں میں کنگھی کر سکتی ہے دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب عورت کی زیادہ صفائی اور ستھرائی سے متعلق ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام باندھا میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا اور ہدی روانہ نہیں کی تھی پھر حضرت عائشہ نے بتایا کہ ان کو حیض آ گیا اور وہ پاک نہیں ہوئیں حتیٰ کہ عرفہ کی شب آ گئی پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی شب ہے اور میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا؟ تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول، اور کنگھی کرو اور اپنے عمرہ کو موقوف کر دو پس میں نے اس طرح کیا پھر جب میں نے حج ادا کر لیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمان کو لیلۃ الحصبہ (جس دن ایام تشریق کے بعد لوگ منیٰ سے واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی وہاں ٹھہرے تھے) میں حکم دیا کہ میں نے جس عمرہ کا احرام باندھا تھا اس کی جگہ مجھے مقام تنعیم سے عمرہ کرائیں۔

۳۱۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسْقِ الْهَدْيَ، فَرَعَمْتُ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَلَمْ تَطْهَرْ حَتَّى دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقِضِي رَأْسُكَ، وَامْتِشِطِي، وَأَمْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكَ فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ، أَمَرَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ، فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمَرِي، الَّتِي نَسَكْتُ.

[طرف الحدیث: ۱۵۵۶] (صحیح مسلم: ۱۴۱۱، رقم السلسل: ۵۸۶۲) سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱، سنن نسائی: ۲۷۶۳، صحیح ابن حبان: ۳۹۲۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵۳، المعجم الاوسط: ۷۹۰۵، مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۳۰، ج ۴ ص ۱۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۰، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث: ۲۹۴ میں حضرت عائشہ کے حج کے احرام باندھنے کا ذکر ہے اور اس باب کی حدیث میں ان کے عمرہ کے احرام باندھنے کا ذکر ہے آیا یہ حدیث غلط ہے یا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں کافی اضطراب ہے قاسم نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ نے حج کا احرام باندھا تھا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ہم گھر سے نکلے اور ہم صرف حج کا ارادہ کرتے تھے پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ صحیح البخاری: ۲۹۳ اور عروہ کی اس روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ”تمہید“ میں مذکور ہے کہ امام اوزاعی، امام شافعی، ابو ثور اور ابن علیہ نے عروہ کی اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ عروہ کی یہ حدیث غلط ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصحاب میں سے کسی نے بھی عروہ کی متابعت نہیں کی اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ القاسم الاسود اور عمرہ کا اس پر اجماع ہے کہ ام المؤمنین نے حج کا احرام باندھا تھا عمرہ کا احرام نہیں باندھا تھا اور عروہ کی یہ حدیث غلط ہے۔

دونوں حدیثوں میں تطبیق

حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے عمرہ کرنے والی تھیں، علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ کہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ ہم صرف حج کو دیکھتے تھے اور صرف حج کا ارادہ کرتے تھے اور ہم حج کا احرام باندھ کر نکلے تھے تو اس حدیث کی اس باب کی حدیث کے ساتھ کیسے تطبیق ہوگی کیونکہ اس میں حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا تو میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا پھر اس احرام کو عمرہ کی طرف فسخ کر دیا جب آپ نے لوگوں کو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کیونکہ انہوں نے ہدیٰ روانہ نہیں کی تھی پھر حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا پھر جب حضرت عائشہ کو حیض آ گیا اور ان کے لیے عمرہ کو پورا کرنا مشکل ہو گیا تو نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ حج کا احرام باندھ لیں تو انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا اور انہوں نے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام پر باندھ لیا اور وہ قارنہ ہو گئیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا طواف حج اور عمرہ کے لیے کافی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے: اپنے عمرہ کو موقوف کر دو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اپنے عمرہ کو باطل کر دو بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں میں اپنے عمل کو جاری رکھو اور عمرہ کے افعال کو پورا کر کے اس سے اعراض کر لو اور سر کے بال کھولنے اور ان میں کنگھی کرنے سے عمرہ کا باطل کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ ہمارے نزدیک یہ دونوں کام احرام میں جائز ہیں بایں طور کہ بال نہ ٹوئیں لیکن بغیر عذر کے سر میں کنگھی کرنا مکروہ ہے اور حضرت عائشہ کے کنگھی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا عذر تھا کہ ان کے سر میں جوئیں تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ حقیقت میں کنگھی کرنا مراد نہیں ہے بلکہ انگلیوں سے بالوں کو سیدھا کرنا مراد ہے تاکہ وہ حج کے احرام کے لیے غسل کر لیں خصوصاً اس صورت میں کہ انہوں نے اپنے بالوں کو چپکا یا ہوا تھا اور اس صورت میں غسل اسی وقت صحیح ہوتا جب پانی تمام بالوں میں پہنچ جاتا اور اس لیے انہیں بالوں کو کھولنا لازم تھا۔

اگر تم یہ کہو کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عائشہ کا حج سے الگ ایک عمرہ ہو جائے جیسے باقی امہات المؤمنین اور دیگر ان صحابہ کا عمرہ تھا جنہوں نے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور انہوں نے عمرہ کو پورا کر کے حج کا احرام باندھا پس ان کو مستقل عمرہ حاصل ہوا اور مستقل حج حاصل ہوا اور حضرت عائشہ کو صرف وہ عمرہ حاصل ہوا جو حج قرآن میں داخل تھا پس انہوں نے جس عمرہ کا ابتداء میں ارادہ کیا تھا جو حج میں داخل نہیں تھا اور مستقل عمرہ تھا تو حج کے بعد انہوں نے وہ عمرہ کیا اور اس عمرہ سے ان کو حیض نے روک دیا تھا اور انہوں نے یہ اس لیے کیا کہ ان کی عبادات پر حرص تھی تو میں کہوں گا کہ مشہور اور ثابت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کا صرف حج تھا اور نبی ﷺ نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ عمرہ کو چھوڑ دیں اور حضرت عائشہ نے جو کہا تھا کہ میں صرف ایک حج کے ساتھ لوٹوں گی اس میں اس کی واضح دلیل ہے اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ میری صواحب حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹیں گی اور میں حج کے ساتھ لوٹوں گی اس میں عمرہ چھوڑنے کی واضح دلیل ہے اس لیے کہ اگر ان کا حج عمرہ پر داخل ہوتا تو وہ اور آپ کی صواحب برابر ہو جاتیں اور آپ کو عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور نبی ﷺ نے جو آپ کے عمرہ اخیرہ کے بعد فرمایا: یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہے یہ اس میں صریح ہے کہ آپ پہلے عمرہ سے نکل گئی تھیں اور اس کو چھوڑ دیا تھا تاکہ یہ دوسرا عمرہ پہلے عمرے کی جگہ ہو جائے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۲۹-۳۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شریح صحیح مسلم: ۲۸۰۶ ج ۳ ص ۳۷۹-۳۸۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۶۔ بَابُ نَقْضِ الْمَرْأَةِ شَعْرَهَا

عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيضِ

حیض سے غسل کے وقت عورت کا

اپنے بالوں کو کھولنا

باب سابق میں کنگھی کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بالوں کو کھولنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں ایک جنس سے ہیں۔

۳۱۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِقِينَ لِهَلَالِ ذِي الْحِجَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَهْلِلَ بِعُمْرَةٍ فَلْيَهْلِلْ فَإِنِّي لَوَ لَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَأَهْلَ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهْلَ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا وَمَنْ أَهْلَ بِعُمْرَةٍ فَأَذْرَكْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَّوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِي عُمْرَتِكَ وَأَنْقِضِي رَأْسِكَ وَامْتَشِطِي وَأَهْلِي بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَضِيَّةِ أَرْسَلَ مَعِيَ أَخِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَخَرَجْتُ إِلَى النَّعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَذِي وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم ہلال ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے کیونکہ اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا پس بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض نے حج کا احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر مجھے یوم عرفہ نے اس حال میں پایا کہ میں حائض تھی میں نے اس کی نبی ﷺ سے شکایت کی آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے سر کے بال کھولو، اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو سو میں نے ایسا کر لیا پھر جب الحصبہ کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کو بھیجا پس میں مقام نعیم کی طرف گئی پھر میں نے اپنے (پہلے) عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا: اس میں کوئی چیز لازم نہیں تھی ہدی نہ روزہ نہ صدقہ۔

ہشام کا یہ قول صحیح نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے ازدواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی تھی۔

یہ حدیث حدیث سابق ۳۱۶ کی مثل ہے اور اس کی شرح بھی اس کی مثل ہے۔

۱۷۔ بَابُ «مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ

مُخَلَّقَةٍ» (الحج: ۵)

گوشت کا وہ توہڑا جس کی شکل و صورت

نمایاں اور واضح ہو یا نہ ہو

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور جب نطفہ رحم میں ہوتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے: اس توہڑے کی صورت بنائی جائے گی یا نہیں؟ پس اگر اللہ تعالیٰ فرمائے: اس کی صورت نہیں بنائی جائے گی تو وہ رحم اس توہڑے کو خون کی صورت میں ساقط کر دیتا ہے اور اگر فرمائے: صورت بنائی جائے گی تو پھر فرشتہ پوچھتا ہے: مرد کی یا عورت کی؟ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرنے کا ارادہ کیا ہو اور اس وجہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہو۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں حیض سے غسل کا بیان تھا اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ

جامائہ عورت کو حیض نہیں آتا۔

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا گیا تھا کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور یہ بھی حیض کے احکام میں سے ہے اور اس باب میں حائض کے حج یا عمرہ کے احرام باندھنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوُذَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يَهْدِ فَلْيُحِلِّ وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ وَمَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَلْيَتِمَّ حَجَّهُ قَالَتْ فَحَضْتُ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أَهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطُ وَأَهْلِلَ بِحَجٍّ وَأَتْرِكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّي فَبَعَثَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتِمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئے ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا پس ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی روانہ نہیں کی وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی روانہ کی ہے وہ اس وقت تک احرام نہ کھولے حتیٰ کی اس کی ہدی کو نحر کر دیا جائے اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے وہ اپنے حج کو پورا کرے حضرت عائشہ نے کہا: مجھے حیض آ گیا اور میں مسلسل حائض رہی حتیٰ کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا پس مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میں اپنے سر کے بال کھول دوں اور کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ کو ترک کر دوں پس میں نے ایسا کر لیا حتیٰ کہ میں نے حج ادا کر لیا پھر آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اس عمرہ کی جگہ مقام تنعیم سے عمرہ کروں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۱۶ کا مطالعہ کریں وہاں اس کا عنوان تھا: حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کس طرح حج اور عمرہ کا احرام باندھے اور اس حدیث میں یہ دونوں امر بیان کیے گئے ہیں۔

حیض کا آنا اور جانا

۱۹۔ بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيضِ وَإِدْبَارِهِ

یہ باب حیض کے آنے اور جانے کے متعلق ہے۔

حیض کے آنے اور جانے کی علامتیں

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: حیض کے آنے کا معنی ہے: خون کا اچانک نکل آنا اور حیض کے جانے کا معنی ہے: طہر کا آنا اور اس کی دو علامتیں ہیں: خالص سفید پانی کا آنا اور یا فرج میں رکھا ہوا کپڑا بالکل خشک ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۴۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حیض کے جانے کی علامت یہ ہے کہ خون کا آنا منقطع ہو جائے اور حیض کے زمانہ یا حیض کی عادت میں خون نہ آئے جب اس کی عادت میں خلل ہو تو وہ غور کرے اور اگر اس کی عادت نہ ہو تو کم مدت پر غور کرے۔

سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں حیض کے آنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَكُنْ نِسَاءً يَبْعَثْنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالذَّرَجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ فِيهِ الصُّفْرَةُ، فَتَقُولُ لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ، تُرِيدُ بِذَلِكَ الطَّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ.

اور خواتین حضرت عائشہ کی طرف ایک ڈبہ بھیجتی تھیں جس میں حیض کے کپڑے ہوتے تھے اس میں زرد رنگ ہوتا تھا حضرت عائشہ فرماتیں: تم جلدی نہ کیا کرو حتیٰ کہ تم خالص سفیدی دیکھو اس سے آپ حیض سے طہر کا ارادہ کرتی تھیں۔

یہ تعلق موطا امام مالک: ۹۷ میں ہے۔ (تخویر الحواکص ص ۷۷) دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

وَبَلَغَ ابْنَةُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَنْظُرْنَ إِلَى الطَّهْرِ، فَقَالَتْ مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هَذَا، وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ.

اور حضرت زید بن ثابت کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ خواتین آدمی رات کو اٹھ کر چراغ میں طہر کو دیکھتی ہیں تو انہوں نے کہا: یہ عورتیں کیا کرتی ہیں اور ان کی مذمت کرتیں۔

یہ تعلق موطا امام مالک: ۹۸ میں ہے۔ (تخویر الحواکص ص ۷۷)

۳۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِيشٍ كَانَتْ تَسْتَحَاضُ، فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَذَبْعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَأَغْتَسِلِي وَصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کا خون جاری رہتا تھا انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے پس جب حیض آئے تو تم نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم غسل کر

(جامع المسانید ۱۱ بن الجوزی: ۵۹۰، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض ۱۴۲۶ھ) کے نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۸ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: خون کو دھونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: حیض کا آنا اور جانا اور یہ دونوں چیزیں اس حدیث میں مذکور ہیں۔

۲۰۔ بَابُ لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ حَائِضُ نَمَازِ كِي قَضَاءُ نَهْ كَرِے

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ حائض نماز کو قضاء نہیں کرے گی اور یہ نہیں کہا کہ نماز کو چھوڑ دے کیونکہ نماز کو قضاء نہ کرنا زیادہ عام اور شامل لفظ ہے باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بھی حیض آنے پر نماز چھوڑنے کا ذکر تھا اور اس میں بھی ہے۔

وَقَالَ جَابِرٌ وَأَبُو مَعْبُدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْعُ الصَّلَاةَ.

اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے: نماز کو چھوڑ دے۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۳۰۴ میں ہے مگر اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتی اور نماز کا نہ پڑھنا نماز چھوڑنے کو مستلزم ہے۔

۳۲۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَاذَةُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ اتَّجَزِي إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهَرَتْ؟ فَقَالَتْ أَحَرُّوْرِيَّةٌ أَنْتِ؟ كُنَّا نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ، أَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ.

(صحیح مسلم: ۳۳۵، الرقم المسلسل: ۷۳۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۔
سنن ترمذی: ۱۳۰، سنن نسائی: ۳۸۲، سنن ابن ماجہ: ۶۳۱، المستمعی: ۱۰۱، سنن دارمی: ۹۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹،
مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم: مسند احمد ج ۶ ص ۳۰ ج ۳ ص ۳۹،
موسسۃ الرسالۃ بیروت: جامع المسانید ابن الجوزی: ۷۵۲۲، مکتبۃ الرشید
ریاض: ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا ہم میں سے کسی ایک کے لیے یہ کافی ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو وہ (پچھلی) نمازیں پڑھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم حرور یہ ہو؟ ہمیں نبی ﷺ کے ساتھ حیض آتا تھا تو آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یا حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم یہ نہیں کرتے تھے یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں حیض آتا تو آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المصقری التبوذکی (۲) ہمام بن یحییٰ بن دینار العدوی امام احمد نے کہا: یہ تمام مشائخ نے نزدیک ثابت ہیں ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) قتادہ البکر المفسر (۴) معاذہ بنت عبداللہ العدویہ الزاہدہ یہ شب بیدار تھیں ۸۳ھ میں فوت ہو گئی تھیں (۵) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۴۵)

سوال کرنے والی عورت کا نام اور "حروریہ" کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک عورت نے سوال کیا قتادہ نے بیان کیا: اس عورت کا نام معاذہ ہے جو اس حدیث کی راویہ ہے۔ کیا تم حرور یہ ہو؟ حرور یہ میں حروراء کی طرف نسبت ہے یہ کوفہ کے قریب ایک بستی ہے اس جگہ سب سے پہلے خوارج کا اجتماع ہوا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کیا تم خارجیہ ہو کیونکہ خوارج کی ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ایام حیض میں عورت کی جو نمازیں فوت ہو جائیں طہر کے بعد ان نمازوں کی قضاء کرنا واجب ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ حیض نماز کے وقت میں صاف اور پاک جگہ پر بیٹھ جائے اور جتنی دیر نماز پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر وہاں بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۹۔ ج ۱ ص ۱۰۲۹۔ ۱۰۲۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں گئی البتہ چار سطروں پر مشتمل فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ
حیض کے کپڑے پہنے ہو

۲۱۔ بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ
وَهِيَ فِي ثِيَابِهَا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حائض اپنے حیض کے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اس کے ساتھ سونے کا کیا حکم ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔

۳۲۲۔ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ فَأَنْسَلْتُ فَأَخْرَجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَلَبَسْتُهَا فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَسْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَأَدْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَحَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

(جامع المسانيد لابن الجوزي: ۶۵۶، مكتبة الرشد رياس: ۲۶، ۱۳۸)

مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۱، السنن الكبرى للنسائي: ۳۰، ۳۱، المعجم

الكبير: ۷۸۹، ج ۲ ص ۳۲۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۸ میں ملاحظہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے حیض کو نفاس کہا اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو اور اس حدیث میں یہ دونوں باتیں ہیں۔

جس نے طہارت کے کپڑوں کے

علاوہ حیض کے کپڑے بنائے

۲۲۔ بَابُ مَنْ أَخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ

سَوَى ثِيَابِ الطَّهْرِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس عورت نے عام لباس کے علاوہ حیض کے کپڑے تیار کیے سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں حیض کے کپڑوں کا ذکر ہے۔

۳۲۳۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةً فِي خَمِيلَةٍ حِضْتُ فَأَنْسَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ أَنْفَسْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی مجھے حیض آ گیا میں چپکے سے بستر سے نکل گئی میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے آپ نے پوچھا: کیا تمہیں نفاس آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے مجھے بلایا میں آپ

کے ساتھ ایک چادر میں لیٹ گئی۔

یہ وہی حدیث ہے جو ابھی صحیح البخاری: ۳۲۲ میں گزری ہے وہاں اس کا عنوان تھا: حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے اور اس حدیث میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

حائض کا عیدین اور مسلمانوں کی دعا میں

۲۳۔ بَابُ شَهْرِ الْحَائِضِ الْعِيدَيْنِ

حاضر ہونا اور عید گاہ سے نکل جانا

وَدَعْوَةُ الْمُسْلِمِينَ، وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلِّي

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض عیدین اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوگی اور عید گاہ یا مسجد سے باہر بیٹھے گی۔ ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب حائض کے احکام پر مشتمل ہیں یا یہ ہے کہ حائض کا حیض کے کپڑے تیار کرنا بھی عبادت ہے اور عید گاہ اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع میں حاضر ہونا بھی عبادت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی جو ابن سلام ہیں انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی از ایوب از حفصہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نو جوان کنواری عورتوں کو عید گاہ میں جانے سے منع کرتی تھیں پس ایک عورت آئی اور وہ قصر بنی خلف میں ٹھہری اس نے اپنی بہن سے حدیث روایت کی اس کی بہن کا خاوند نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک رہا تھا اور میری بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ غزوات میں شریک تھی اس نے کہا: ہم زخیوں کی دوا دارو کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں پھر میری بہن نے نبی ﷺ سے سوال کیا: آیا ہم سے کسی پر کوئی حرج ہے جب اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ گھر سے نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی اس کو چادر پہنا دے اور وہ نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہو پھر جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا آمیں تو میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے نبی ﷺ سے اس بات کو سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! اور وہ جب بھی آپ کا ذکر کرتی تھیں تو کہتی تھیں: ہاں! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نو جوان عورتیں اور پردہ دار عورتیں گھر سے نکلیں یا نو جوان پردہ دار عورتیں اور حیض والی عورتیں گھروں سے نکلیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے باہر رہیں۔ حفصہ بیان کرتی ہیں: میں نے

۳۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ، فَزَلَّتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا، وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَتْنِ عَشْرَةٍ، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي بَيْتٍ، قَالَتْ كُنَّا لُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلْتُ أُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جَلْبَابٌ، أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ قَالَ لِنَلْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جَلْبَابِهَا، وَلِتَشْهَدَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ، سَأَلْتُهَا أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ بَابِي، نَعَمْ، وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ بَابِي، سَمِعْتُهُ يَقُولُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، وَالْحَيْضُ، وَلِتَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيَعْتَزِلَنَّ الْمُصَلِّي. قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحَيْضُ؟ فَقَالَتْ أَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَكَذَا وَكَذَا [الطراف الحديث: ۳۵۱-۹۷۱-۹۷۲-۹۸۰-۹۸۱-۱۶۵۲]

کرتی ہیں: میں نے کہا: حیض والی عورتیں؟ اس خاتون نے کہا: کیا وہ میدانِ عرفات میں اور قلاں قلاں جگہ نہیں جاتیں۔

(صحیح مسلم: ۸۹۰، الرقم السلسل: ۲۰۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۳۷، سنن نسائی: ۱۵۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۸، المعجم الکبیر: ۱۳۰۰، ج ۲۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶۶، مسند الحمیدی: ۳۶۲-۳۶۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۶، مسند احمد ج ۵ ص ۸۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۷۸۹، ج ۳۳ ص ۳۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶۳۵، مکتبۃ الرشذریا ص ۱۳۲۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: نوجوان عورتیں اور پردہ دار عورتیں گھر سے نکلیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے موقع پر حاضر ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام بیکندی ابوزر کی روایت میں اسی طرح ہے اور کریم کی روایت میں ہے: محمد اور وہ ابن سلام ہے اور اکثرین کی روایت میں صرف محمد ہے اور باپ کا ذکر نہیں ہے (۲) عبد الوہاب الشعمی (۳) ایوب السختیانی، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حصہ بنت سیرین ام الھذیل الانصاریہ البصریہ یہ محمد بن سیرین کی بہن ہیں ان سے ایک جماعت روایت کرتی ہے (۵) ایک عورت کا ذکر ہے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا (۶) اس کی بہن ایک قول ہے: یہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہے علامہ قرطبی نے تصریح کی ہے کہ وہ خود ام عطیہ تھیں (۷) ان کی بہن کے خاوند ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا (۸) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ان کے نام میں اختلاف ہے ایک قول ہے: ان کا نام نسیم بنت الحارث ہے دوسرا قول ہے: ان کا نام نسیم بنت کعب ہے علامہ ابن جوزی نے ”تنقیح“ میں ان کا نام نسیم لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۴۹)

”عواتق“ قصر بنی خلف“ اور ”جلباب“ وغیرہ کے معانی

حدیث مذکور میں ”عواتق“ کا لفظ ہے ”عاتقہ“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: نوجوان عورت جو اپنے گھر میں پردہ سے رہتی ہو ابوزید نے کہا: ”عاتقہ“ وہ ہے جو غیر شادی شدہ ہو ثابت نے کہا: ”عاتقہ“ کنواری لڑکی ہے جو شوہر کے پاس نہ گئی ہو ثعلب نے کہا: اس کو ”عاتقہ“ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو ماں باپ کی خدمت سے آزاد کر دیا گیا ہو اور ابھی تک خاوند کے پاس نہ گئی ہو ”انحص“ میں لکھا ہے: یہ وہ لڑکی ہے جو بلوغ تک پہنچ گئی ہو الا زہری نے کہا: یہ وہ لڑکی ہے جو بالغہ ہو اور ابھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو۔

”قصر بنی خلف“ یہ بصرہ کا ایک مکان ہے جو طلحہ بن عبد اللہ بن خلف الخزاعی کی طرف منسوب ہے۔

”جلباب“ یہ بڑے دوپٹے کو کہتے ہیں ایسی چادر جس سے عورت اپنے سر اور سینہ کو ڈھانپ لے ایک قول یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی چادر ہے جو عورت کے پورے جسم کو ڈھانپ لے۔

خیر کے مواقع پر حاضر ہو یعنی سماع حدیث کی مجلس میں اور مریضوں کی عیادت کے مواقع میں۔

دعاء مسلمین، نماز جمعہ، نماز عیدین اور نماز استسقاء کے مواقع پر حاضر ہو اور مسلمانوں کی دعا پر آمین کہے۔

نماز عید کے لیے خواتین کے عید گاہ میں جانے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ترک نہ کرے وہ محافل خیر اور مجالس ذکر میں حاضر ہو لیکن مسجد کے اندر نہ داخل ہو۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض سے پاک عورتیں اور حیض والی عورتیں عیدین میں اور مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے باہر ہیں وہ دعا میں شامل ہوں اور آمین کہیں اور یہ امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حاضری کو قبول فرمائے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حائض کا مسجد میں جانا جائز نہیں ہے وہ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر جاسکتی ہے اور وہ عبادات کے مواقع پر حاضر ہونے کے لیے عاریہ کپڑے لے کر پہن سکتی ہے اور عورتوں کا غزوات میں جا کر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا جائز ہے خواہ وہ غیر محرم ہوں لیکن غیر محرم کے پاس حجاب کے ساتھ جائیں یا کسی اور کو مرہم پٹی کے لیے کہیں۔

مصنف کے نزدیک یہ عہد رسالت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس وقت اضطرار کی کیفیت تھی اور اتنے مرد میسر نہیں تھے اور اب جب کہ مردوں کی کثرت ہے تو اب خواتین کا اجنبی مردوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرنا جائز نہیں ہے البتہ بیمار اور زخمی عورتوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری عورتیں کر سکتی ہیں ہاں المیہ یہ ہے کہ ہسپتالوں میں مردوں کے وارڈ میں خواتین نرس ہوتی ہیں اور عورتوں کے وارڈ میں مرد نرس ہوتے ہیں جنہیں وارڈ بوائے کہتے ہیں اسی طرح دفاتر میں مردوں کے پاس خاتون سیکرٹری ہوتی ہے اور خواتین کے پاس مرد سیکرٹری ہوتے ہیں یہ سخت بے حیائی ہے اور احکام شرعیہ کے ساتھ کھلی بغاوت ہے۔

نیز علامہ ابن بطل لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی حدیث کو قبول کرنا جائز ہے کیونکہ اس خاتون نے کہا: ہم زخمیوں کو دوا دیتے تھے اور نبی ﷺ کے زمانہ میں کیے ہوئے اعمال کی خبر دینا جائز ہے خواہ رسول اللہ ﷺ نے ان کاموں کی خبر نہ دی ہو اور اس صحابی سے حدیث کو نقل کرنا جائز ہے جس کا نام معلوم نہ ہو۔

(شرح ابن بطل ج ۱ ص ۳۴۸-۳۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں ان کا عیدین میں جانا جائز ہے اور اس حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ زمانہ بے راہ روی کے مفسدات سے محفوظ تھا اور اس زمانہ میں عورتوں کے مساجد میں جانے سے بہت سے فتنوں کا اندیشہ اور خرابیوں کا خطرہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا: اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جس کو انہوں نے آپ کے بعد ایجاد کر لیا ہے تو ان کو مساجد میں جانے سے اس طرح منع فرما دیتے جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۴۴۵، سنن ابوداؤد: ۵۶۹)

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے یا تحریم کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۵۰۲ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۱ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

محققین کا عیدین کی نماز کے لیے خواتین کے جانے میں اختلاف ہے ایک جماعت کے نزدیک ان کا جانا واجب ہے ان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور ان میں سے بعض نے ان کو منع کیا ہے یہ عروہ اور قاسم ہیں اور بعض نے جو ان عورت کو منع کیا ہے اور ان کے غیر کو منع نہیں کیا اور بعض نے گھومنے پھرنے والی عورتوں کو اجازت دی ہے اور یہ عروہ قاسم اور یحییٰ بن سعید ہیں اور یہی امام مالک اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول اس میں مختلف ہے ایک بار انہوں نے عیدین کی نماز کے لیے اجازت دی اور دوسری بار منع کیا اور امام الطحاوی نے کہا: ابتداء اسلام میں ان کو نماز عیدین کے لیے گھروں سے نکلنے

کا حکم دیا گیا تھا تا کہ دشمنوں کی نظروں میں مسلمانوں کی کثرت ہو دوسروں نے کہا: اس کی تحقیق کے لیے تاریخ کی ضرورت ہے اور عورتوں کی کثرت اس قسم سے نہیں ہے جس سے دشمنوں کو ڈرایا جائے۔ (اکمال المعلم بحوالہ مسلم ج ۳ ص ۲۹۸ دارالوفاء ۱۳۱۹ھ)

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب الذین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حائض کو جو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ عید گاہ مسجد ہے اور حائض کا اس میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے ہمارے بعض اصحاب کے کلام سے اسی طرح ظاہر ہوتا ہے ابو موسیٰ نے ”شرح الخرقی“ میں اسی طرح لکھا ہے اور ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عید گاہ مسجد نہیں ہے اور جنبی اور حائض اس میں ٹھہر سکتے ہیں اور حدیث میں جو حائض کو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عید گاہ میں نماز پڑھنے والوں کے لیے وسعت اور کشادگی ہو لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ حائض کا دوسری خواتین سے مجالس میں متمیز ہونا ضروری نہیں ہے ہاں! عورتوں کا مردوں سے مجلس میں الگ اور متمیز ہونا ضروری ہے کیونکہ عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے کئی مفاسد کے وقوع کا خطرہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیدین کے دن عید گاہ مساجد کے حکم میں ہے کیونکہ اس دن اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے یہ خلاف دوسرے ایام کے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حائض کو جو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا ہے وہ صرف نماز کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ جو عورتیں حیض سے پاک ہیں ان کو نماز پڑھنے میں تنگی اور دشواری نہ ہو پھر خطبہ سننے کے وقت حائض عورتیں طاہرات کے ساتھ مل کر بیٹھ سکتی ہیں۔

اس حدیث میں عورتوں کو عید کی نماز میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ نیکی کا موقع اور مسلمانوں کی دعاء کی جگہ ہے۔ اس پر مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی یہاں پر مقصود یہ بتانا ہے کہ حائض عید گاہ میں داخل ہو سکتی ہے یا نہیں حصہ بنت سیرین نے اس کا انکار کیا تو حضرت ام عطیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ حائض میدان عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ پر جاتی ہے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ وقوف مزدلفہ کے لیے مزدلفہ میں جاتی ہے شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے مٹی میں جاتی ہے اور حائض طواف بیت اللہ کے سوا وہ تمام کام کرتی ہے جو حج کرنے والے کرتے ہیں اسی طرح حائض عیدین کے مجمع میں بھی جائے گی کیونکہ وہ بھی اہل دعا اور ذکر میں سے ہے لہذا اس کے لیے عیدین کی نماز کے موقع پر جانا جائز ہے رہا اس کا عید گاہ میں داخل ہونا تو ہمارے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ عید گاہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے عید کے دن نہ کسی اور دن۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۱ ص ۵۰۸-۵۰۷ ملخصاً دار ابن الجوزی ریاض ۱۳۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ خواتین نماز عید کے لیے جاسکتی ہیں اور چونکہ ان کے نزدیک عید گاہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے اس لیے حیض والی خواتین بھی عید گاہ میں داخل ہو سکتی ہیں اور وہاں طاہرات کے ساتھ مل کر بیٹھ سکتی ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المبارک سے روایت ہے کہ میں آج کل خواتین کے عید کے لیے نکلنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور اگر کوئی عورت ضرور نکلنا چاہے تو وہ بغیر زینت کے دو سادہ چادروں میں نکلے اور اس کا شوہر چاہے تو اس کو منع کر سکتا ہے اور ثوری سے روایت ہے کہ ان کا آج کل نکلنا مکروہ ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: آج کل فتویٰ اس پر ہے ان کا نکلنا مطلقاً ممنوع ہے خصوصاً مصر کے شہروں میں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر عورت کے پاس چادر نہ ہو تو

وہ کسی سہیلی سے مانگ لئے علامہ قرطبی نے کہا: اس سے عیدین کی نماز کے وجوب پر استدلال صحیح نہیں ہے اس سے مقصود نماز کی عادت ڈالنا ہے اور نیکی میں شریک کرنا ہے اور شعار اسلام کا اظہار کرنا ہے القشیری نے کہا: اس وقت اہل اسلام بہت کم تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت کرنے کے لیے کسی سے کپڑا مانگ کر پہننا جائز ہے۔
یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی حدیث کو قبول کرنا جائز ہے اور نبی ﷺ کے زمانہ میں جو اعمال کیے جاتے تھے ان کو نقل کرنا اور ان کو قبول کرنا جائز ہے خواہ نبی ﷺ نے ان کی خبر نہ دی ہو۔

اگر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے مرد دستیاب نہ ہوں یا کم ہوں تو میدان جہاد میں خواتین سے یہ خدمت لینا جائز ہے۔
اس حدیث سے پردہ کا وجوب ثابت ہوا اور خواتین کا بغیر چادر اوڑھے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

خواتین کو عید گاہ کے اندر داخل نہیں ہونا چاہیے تاکہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور نہ وہاں نماز پڑھنی چاہیے اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز ہے امام شافعی کے نزدیک اس ممانعت میں تنزیہ اور تحریم کے دو قول ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ مطلقاً ممنوع ہے۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: حیض والی عورتیں عید گاہ سے نکل جائیں علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یہ امر وجوب کے لیے ہے اور ان کا عیدین کے لیے نکلنا اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا مستحب ہے حالانکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا عید گاہ سے نکلنا واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۳۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۳۔ ج ۲ ص ۶۶۵ پر مذکور ہے وہاں اس کا عنوان ہے: عیدین میں عورتوں کا جانا۔

۲۴۔ بَابُ إِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلَاثَ حَيْضٍ ، وَمَا يُصَدِّقُ النِّسَاءُ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ وَفِيمَا يُمَكِّنُ مِنَ الْحَيْضِ بِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكُنَّ مِمَّا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾ (البقرہ: ۲۲۸)۔
جب عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں اور حیض اور حمل میں عورتوں کی جو تصدیق کی جاتی ہے اور ان کے حیض کو اس صورت پر محمول کیا جاتا ہے جو ممکن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارحام میں جو پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں“ (البقرہ: ۲۲۸)۔

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آجائیں تو اس کا کیا حکم ہے اور اس کے حیض کی تکرار کو جو ممکن ہو اس پر حمل کیا جائے گا امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارحام میں حمل یا حیض جس کو بھی پیدا کیا ہے عورتوں کے لیے اس کو چھپانا جائز نہیں ہے تاکہ ان کی عدت پوری ہو سکے۔ امام ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے لکھا ہے: حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد ہے: وہ حمل اور حیض کو نہ چھپائیں حیض کی جگہ رحم ہے اور جب حمل ہو جاتا ہے تو وہ حیض کے خون کو نکلنے سے منع کر دیتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں حمل کو چھپالیتی تھیں تاکہ اس بچہ کو کسی اور کی طرف منسوب کر سکیں تو اسلام میں ان کو اس فعل سے منع کر دیا گیا۔ (۵ دیلات اہل

السنۃ ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَيُذَكِّرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشَرِيحٍ إِنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ
بَيِّنَةً مِنْ بَطَانَةِ أَهْلِهَا مِمَّنْ يُرَضَى دِينُهُ أَنَّهَا
حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ صَدَقَتْ.

اور حضرت علی اور شریح سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر عورت
اپنے گھر کے افراد میں سے کوئی ایسا گواہ لے آئے جو اس کے
احوال کو جانتا ہو اور جس کا دین پسندیدہ ہو کہ اس کو ایک ماہ میں تین
حیض آگئے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

عام بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش کیا جو اس کو طلاق دے
چکا تھا اس عورت نے کہا: مجھے ایک ماہ میں تین حیض آچکے ہیں حضرت علی نے شریح سے کہا: تم ان کے درمیان فیصلہ کر دے شریح نے کہا:
امیر المؤمنین! آپ یہاں موجود ہیں حضرت علی نے فرمایا: تم ان کے درمیان فیصلہ کر دے شریح نے پھر کہا: امیر المؤمنین! آپ یہاں
موجود ہیں حضرت علی نے فرمایا: تم ان کے درمیان فیصلہ کر دے شریح نے کہا: اگر اس کے گھر میں اس کے احوال کو جاننے والا ایسا
فرد گواہی دے جس کا دین اور امانت پسندیدہ ہو اور وہ یہ کہے کہ اس کو تین حیض آچکے ہیں اور ہر حیض کے بعد اس کا طہر گزر چکا ہے
جس میں یہ نماز پڑھتی تھی تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قالون قالون" یہ رومی زبان کا لفظ
ہے اس کا معنی ہے: تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔ (سنن دارمی: ۸۵۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ایک ماہ میں تین حیض گزرنے کے دعویٰ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے بھی اس کی مثل کہا ہے کہ اگر مطلقہ یہ کہے کہ مجھے ایک ماہ میں تین حیض آگئے ہیں تو عورتوں سے اس کے متعلق
سوال کیا جائے گا اگر اس کے نزدیک یہ ممکن ہو تو اس عورت کی تصدیق کر دی جائے گی۔

امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب عورت یہ دعویٰ کرے کہ دو ماہ سے کم میں اس کی عدت پوری ہو گئی ہے اور وہ ان عورتوں میں
سے ہو جن کو حیض آتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ عادت ممکن نہیں ہے کہ کسی عورت کا حیض اور طہر دونوں کم از کم مدت
کے ہوں کیونکہ جب حیض اکثر مدت کا ہو تو طہر کم از کم مدت کا ہوتا ہے اور جب حیض کم از کم مدت کا ہو تو طہر اکثر مدت کا ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ انتالیس دن سے کم میں اس عورت کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ ان
کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے۔

امام شافعی نے کہا: بیس دنوں سے زیادہ میں اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی اس کی صورت یہ ہے کہ جب اس کے شوہر
نے اس کو طلاق دی تو اس کے طہر میں ایک ساعت رہتی تھی اس کو ایک دن حیض آیا اور پندرہ دن طہر کے گزرے پھر اس کو ایک دن
حیض آیا اور پندرہ دن طہر کے گزرے پھر جب تیسرے حیض کا خون آیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔

(شرح ابن بطل مالک ج ۱ ص ۴۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ زین الدین عبد الرحمن بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المبارک نخعی اور اسحاق بن راہویہ نے کہا ہے کہ اگر مطلقہ عورت یہ کہے کہ اس کو ایک ماہ میں تین حیض آچکے ہیں تو اس
عورت کی تصدیق کی جائے گی اور یہ اکثر فقہاء کا مذہب ہے ان میں امام مالک امام احمد اور اسحاق وغیرہم ہیں اور یہ قول دو قاعدوں پر
مبنی ہے۔ اول یہ ہے کہ الاقراء میں اختلاف ہے آیا اس سے مراد طہر ہے یا حیض ہے اور اس میں دو قول مشہور ہیں امام مالک اور امام

النِّسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ.

بعد خون کو دیکھتی ہے؟ انہوں نے کہا: عورتیں اس کو زیادہ جانتی ہیں۔

اس اثر کی اصل یہ حدیث ہے:

محمد بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از الحسن کہ جو عورت طہر کے ایام میں خون دیکھ لے انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور ابن سیرین نے کہا: وہ ٹیالے اور پیلے رنگ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (سنن دارمی: ۸۶۹، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجا نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حنیس رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے لہذا میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز ترک کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ رگ (سے خون نکلتا) ہے لیکن جتنے ایام میں تمہیں حیض آتا تھا اتنے ایام تک تم نماز چھوڑ دو پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔

۳۲۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَنِيشٍ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ لَا إِنَّ ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدَرُ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتَ تَحِيضِينَ لَهَا ثُمَّ اغْتَسَلِي وَصَلِي.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں تاہم اس حدیث میں اس عنوان پر کوئی دلالت نہیں ہے ثبوت پر نہ نفی پر۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس عورت کا خون ابتداء بلوغت سے مسلسل جاری ہو وہ حیض کے ایام کا کس طرح تعین کرے گی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہر مہینہ کے ابتدائی دس دنوں کو حیض قرار دے گی اور باقی بیس دنوں کو طہر قرار دے گی۔ اس حدیث میں نبی ﷺ نے حیض کے دنوں کے لیے ایام کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس سے امام ابو بکر رازی نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایام جمع قلت ہے جس کے افراد کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس ہوتے ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۵۸، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

غیر ایام حیض میں پیلا

اور ٹیالہ رنگ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت غیر ایام حیض میں پیلا اور ٹیالہ رنگ دیکھے تو وہ حیض نہیں ہے۔

۲۵- بَابُ الصَّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ

فِي غَيْرِ أَيَّامِ الْحَيْضِ

حیض کے خون کے رنگ

حیض کے خون کے چھ رنگ ہیں: (۱) سیاہ (۲) سرخ (۳) پیلا (۴) ٹیالہ (۵) سبز (۶) خاکی۔

سرخ رنگ خون کا اصلی رنگ ہے پیلا رنگ بھی خون کا رنگ ہے جب خون پتلا ہو اور ایام حیض میں پیلا اور ٹیالہ رنگ حیض ہے اور ٹیالہ رنگ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک حیض ہے اور سبز رنگ میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے امام ابو منصور نے کہا: اگر ابتداء میں سبز رنگ دیکھے تو وہ حیض ہے اور آخر میں دیکھے تو وہ حیض نہیں ہے اور خاکی رنگ ٹیالے رنگ کی ایک قسم ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو ٹیالے رنگ کا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۵۸)

۳۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصَّفْرَةَ شَيْئًا. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم نمیالے اور پیلے رنگ کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۸، سنن نسائی: ۳۶۶، سنن ابن ماجہ: ۶۳۷)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

پیلے اور نمیالے رنگ کے حیض ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا مذہب امام بخاری کے عنوان کے موافق ہے اکثر علماء نے کہا ہے کہ پیلا اور نمیالہ رنگ ایام حیض میں حیض ہے اور ایام حیض کے بعد وہ کچھ نہیں ہے یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور سعید بن المسیب عطاء الحسن البصری ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے اور ربیعہ ثوری اور ائی لثیث امام ابو حنیفہ امام محمد امام شافعی امام احمد اسحاق اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس میں دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے وہ کہتے ہیں کہ پیلا اور نمیالہ رنگ حیض کی ابتداء میں حیض نہیں ہے اور حیض کے آخر میں حیض ہے کیونکہ حدیث میں ہے: پیلا اور نمیالہ رنگ خون کے آخری ایام میں خون ہے حتیٰ کہ تم سفیدی دیکھ لو۔

اس میں تیسرا قول امام مالک کا ہے وہ کہتے ہیں کہ نمیالہ اور پیلا رنگ حیض ہے خواہ ایام حیض ہوں یا غیر ایام حیض اور یہ قول حدیث کے خلاف ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۱ ص ۴۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

استحاضہ کی رگ

۲۶۔ بَابُ عِرْقِ الْإِسْتِحَاضَةِ

اس باب میں استحاضہ کی رگ کو بیان کیا گیا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب استحاضہ کے حکم پر مشتمل ہیں۔

۳۲۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتَحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ، فَقَالَ هَذَا عِرْقٌ. فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَوةٍ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذنب نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی زوجہ ہیں کہ حضرت ام حبیبہ کو سات سال سے خون جاری تھا انہوں نے اس کے متعلق نبی ﷺ سے سوال کیا آپ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے پھر وہ ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۳۳۳، الرقم المسلسل: ۷۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۰، سنن ترمذی: ۱۲۹، سنن نسائی: ۲۰۵، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۰، منہج ارشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے سات رجال ہیں اور عمرہ کے سوا سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے عمرہ کا نام عمرہ بنت عبد الرحمن بن سعد الانصاری ہے یہ ثقہ حجة اور عالمہ ہیں یہ ۹۸ھ میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۶۰)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں رگ کا ذکر ہے اس حدیث میں دو امر تحقیق طلب ہیں: (۱) مستحاضہ کے نام کی تحقیق (۲) ہر نماز کے بعد مستحاضہ کے غسل کی تحقیق۔

حدیث مذکور میں مستحاضہ کے نام میں ائمہ حدیث کا اختلاف

علامہ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مستحاضہ کے نام میں اختلاف ہے اکثرین کی روایت میں ان کا نام ام حبیبہ ہے اور بعض نے کہا: وہ ام حبیبہ بنت جحش ہیں ابام مسلم کی روایت: ۷۴۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نبی ﷺ کی ہمیشہ نسبتی ہیں یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے نکاح میں تھیں ان کا سات سال خون جاری رہا اور امام ابو داؤد الطیالسی نے از ابن ابی ذئب از الزہری روایت کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت جحش تھیں جن کا خون سات سال جاری رہا۔

اور ان کو زینب کے نام میں وہم ہوا ہے امام ابو داؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش کا رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خون جاری رہا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کریں۔ (سنن ابو داؤد: ۲۹۴)

(فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۵۲۴ دار ابن الجوزی ریاض: ۱۴۱۷ھ)

امام ابو داؤد فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام ابو داؤد الطیالسی (متوفی ۲۰۴ھ) نے روایت کیا ہے میں نے اس حدیث کا ان سے سماع نہیں کیا انہوں نے از سلیمان بن کثیر از الزہری از عمروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زینب بنت جحش کا خون جاری ہو گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے لیے غسل کرو اور حدیث بیان کی امام ابو داؤد نے کہا: اس حدیث کو عبد الصمد نے از سلیمان بن کثیر روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضوء کرو امام ابو داؤد نے کہا: یہ عبد الصمد کا وہم ہے اور اس میں قول ابو الولید کا ہے۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۳۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے از عمروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو آپ کی ہمیشہ نسبتی تھیں کا سات سال سے خون جاری تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے رگ کا خون ہے تم غسل کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۳۳۴، رقم السلسل: ۷۴۰)

امام مالک نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے نکاح میں تھیں ان کا خون جاری تھا اور وہ غسل کر کے نماز پڑھتی تھیں۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۶، تنویر الحوالک ص ۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ) حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسی طرح یحییٰ وغیرہ نے اس حدیث کو امام مالک سے موطأ میں روایت کیا ہے اور یہ امام مالک کا وہم ہے کیونکہ حضرت زینب بنت جحش حضرت عبد الرحمن بن عوف کے نکاح میں بالکل نہیں تھیں وہ پہلے حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں پھر ان کے طلاق دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں اور جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے نکاح میں تھیں وہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش تھیں یہ تین بہنیں تھیں: حضرت زینب حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمہ بنت جحش جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے نکاح میں تھیں ایک قول یہ ہے کہ ان تینوں کو استحاضہ آیا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ صرف حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمہ کو استحاضہ آیا تھا۔

(۱۱۱) سند کا رج ۳ ص ۲۲۸۔ ۲۲۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جس کا خون مسلسل جاری ہو آیا وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا ہر روز غسل کرے گی؟

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے آپ نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے تم غسل کرو اور نماز پڑھو تو وہ نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۳۳۴، رقم المسلسل: ۷۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۹۰، سنن ترمذی: ۱۲۹، سنن نسائی: ۲۰۵)

اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کریں۔

دوسروں نے کہا کہ ان پر یہ واجب تھا کہ وہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کر لیں اور مغرب اور عشاء کے لیے غسل کر لیں، ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھیں اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھ لیں اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھ لیں اور صبح کے لیے ایک غسل کر لیں۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل مروی ہے اور یہ ابراہیم نخعی اور عبد اللہ بن شداد کا قول ہے۔

دیگر فقہاء نے کہا ہے کہ وہ ہر دن میں ایک بار غسل کر لے جس وقت میں چاہے اس کو معقل بن یسار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت علی نے فرمایا: جب اس کا حیض ختم ہو جائے تو وہ ہر روز غسل کرے۔
فقہاء کی ایک اور جماعت نے کہا: وہ ایک طہر سے لے کر دوسرے طہر تک کے لیے غسل کرے۔

(الاستاذ کارج ۳ ص ۲۳۱-۲۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳۱۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت فاطمہ بنت ابی حنیس کی حدیث (صحیح البخاری: ۲۲۸) سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کی حدیث سے فتویٰ دیا کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کر لیں اور حضرت ام حبیبہ کی حدیث کی مخالفت کی اسی وجہ سے ابو محمد اشعری نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ کی حدیث استحاضہ کے باب میں سب سے صحیح حدیث ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت ام حبیبہ کو غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ہر نماز کے لیے نقلی طور پر غسل کرتی تھیں اور ابن شہاب الزہری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے ان کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ اپنی طرف سے ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مستحاضہ پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے، لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں حضرت ام حبیبہ بنت جحش کا مسلسل خون جاری ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۹۲)

حفاظ نے اس حدیث میں اس زیادتی پر طعن کیا ہے کیونکہ الزہری کے اثبات اصحاب سے یہ زیادتی ثابت نہیں ہے تاہم اگر اس حدیث میں غسل کے امر کو استحباب پر محمول کر دیا جائے تو دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اس حدیث کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غسل نہیں ہے بلکہ یہ لفظ غسل ہے یعنی ہر نماز کے وقت فرج سے خون اور نجاست کو دھولیا کریں کیونکہ نجاست کو زائل کرنا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش کی حدیث میں جو ہر نماز کے لیے غسل

کرنے کا حکم ہے وہ حضرت فاطمہ بنت ابی حمیش کی حدیث سے منسوخ ہے جس میں ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم ہے لیکن دونوں حدیثوں کو جمع کرنا اور حضرت ام حبیبہ کی حدیث میں غسل کو استحباب پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۳۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۳۔ ج ۱ ص ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۷۔ بَابُ الْمَرْأَةِ تَحِيضٌ بَعْدَ الْإِقَاضَةِ جس عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ طواف وداع کو ترک کر کے قافلہ کے ساتھ جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہ طواف وداع کو ترک کر کے قافلہ کے ساتھ جاسکتی ہے باب سابق کے ساتھ اس کی یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں مستحاضہ کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں حائض کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مستحاضہ اور حائض دونوں ایک جنس سے ہیں۔

۳۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبُسُنَا، أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ؟ فَقَالُوا بَلَى، قَالَ فَاخْرُجِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از والد خود از عمرہ بنت عبد الرحمن از حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! بے شک صفیہ بنت حییٰ (رضی اللہ عنہا) کو حیض آ گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید یہ ہم کو روکنے والی ہیں کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر وہ روانہ ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ترمذی: ۹۴۳، سنن نسائی فی الکبریٰ: ۴۱۹۳، مسند الحمیدی: ۲۰۲، صحیح ابن حبان: ۳۹۰۲، شرح السنہ: ۱۹۷۴، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۲، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۱۱۳، ج ۴ ص ۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: بے شک حضرت صفیہ بنت حییٰ کو (طواف زیارت کے بعد) حیض آ گیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت صفیہ کا ذکر ہے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں فتح خیبر میں یہ نبی ﷺ کی قیدی ہو گئی تھی آپ نے ان کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا ان کے ساتھ نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ ان کو قیدی بنائے رکھنا ان کے جاہ اور مرتبہ کے خلاف تھا اور کیونکہ یہ نبی زادی تھیں اس لیے اور کوئی مسلمان ان کے ہم پلہ نہ تھا اس لیے آپ نے خود ان سے نکاح فرمایا ان سے دس احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان میں سے ایک حدیث روایت کی ہے علامہ واقفی نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۶۰ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور دوسروں نے کہا ہے: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۳۶ھ میں فوت ہوئی تھیں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۶۳)

حائض سے طواف وداع کا ساقط ہو جانا اور طواف زیارت کا کسی سے ساقط نہ ہونا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے اور طواف زیارت حج کا رکن اس کا کرنا ضروری ہے اور طواف زیارت حائض وغیرہا سے ساقط نہیں ہوتا اور اگر عورت طواف زیارت سے پہلے حائض ہو جائے تو وہ مکہ مکرمہ میں قیام کرے گی، حتیٰ کہ طواف زیارت کر لے اور اگر وہ طواف زیارت کیے بغیر اپنے وطن چلی گئی تو وہ بہ دستور محمد رہے گی اور اس کا شوہر اس کے ساتھ جماع نہیں کر سکے گا حتیٰ کہ وہ طواف زیارت کرے اور باقی امور میں وہ احرام سے خارج ہو گئی اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ حائض طواف نہیں کر سکتی اور اگر حائض نے طواف قدم کیا تو اس پر ایک بکری کی قربانی ہے اور اگر حائض نے طواف زیارت کیا تو اس پر اونٹ کی قربانی ہے اسی طرح جنبی کا حکم ہے اور اگر بے وضو طواف قدم کیا تو اس پر صدقہ ہے اور اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو اس پر بکری کی قربانی ہے اور امام شافعی کے نزدیک طواف کے لیے وضو شرط نہیں ہے اس لیے ان کے نزدیک اس صورت میں اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

۳۲۹۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۵-۱۷۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن طاووس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حائض کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب اسے حیض آجائے تو وہ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) معلیٰ بن اسد یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) وہیب بن خالد یہ بصریوں میں اثبیت مشائخ تھے (۳) عبد اللہ بن طاووس یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے معمر نے کہا: میں نے ابن طاووس جیسا فقیہ کوئی نہیں دیکھا اور ان کے والد طاووس بن کیسان الیمانی الحمیری فرزند ان فارس میں سے ہیں ان سے زیادہ کوئی حدیث کو اچھی طرح نہیں پڑھتا تھا وہ ۱۱۰ھ کے کچھ سال اوپر فوت ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ عذر کی وجہ سے طواف وداع ساقط ہو جاتا ہے اس میں حدیث: ۳۲۹ کی وضاحت ہے۔

۳۳۰۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ فِي أَوَّلِ أَمْرِهِ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ تَنْفِرُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخِصَ لَهُنَّ. [طرف الحدیث: ۱۷۶۱]

طاووس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے یہ کہتے تھے کہ حائض (طواف وداع کیے بغیر) روانہ نہیں ہو سکتی پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ وہ روانہ ہو سکتی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے اس کو اجازت دی ہے۔

پہلے حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ حائض طواف وداع کیے بغیر مکہ سے روانہ نہیں ہو سکتی بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے حائض کو رخصت دی ہے تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں انانیت بالکل نہیں تھی اور حق واضح ہونے کے بعد وہ رجوع کر لیتے تھے اور خوف خدا رکھنے والے علماء کی یہی شان ہے کہ جب ان پر اپنے قول سابق کی خطا متکشف ہو جاتی تو وہ اس سے رجوع کر لیتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۶۳)

اپنے قول سابق سے رجوع کرنے کی تحقیق

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوہ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور چربی کا تیل بنالیں، رسول اللہ (ﷺ) نے اجازت دے دی اتنے میں حضرت عمر آگئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی، البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیجئے اور اس پر برکت کی دعا کیجئے، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا، رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ٹھیک ہے، اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا، پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا یا، کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا، یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں، رسول اللہ (ﷺ) نے برکت کی دعا فرمائی، پھر رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں، چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے، یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا، رسول اللہ (ﷺ) نے یہ دیکھ کر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ شخص جنتی ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۴۵، الرقم المسلسل: ۱۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے، اچانک رسول اللہ (ﷺ) اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدا نخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو، اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے، سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا، میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا، لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا، اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا، جو باہر کے کنویں سے باغ کے اندر کی طرف جارہا تھا، میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول اللہ (ﷺ) تک پہنچا، رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے، آپ کی واپسی میں دیر ہو گئی، اس وجہ سے ہمیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تباہ دیکھ کر پریشان نہ کریں، ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا، پس میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر باغ کے اندر آ گیا، باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی نعلین مبارک مجھے عطا فرمائیں اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! میری یہ دونوں جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہو، اس کو جنت کی بشارت دے دو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ (ﷺ) کی جوتیاں ہیں، جو حضور نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص بھی مجھے یقین کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو، اس کو میں جنت کی بشارت دے دوں، یہ سن کر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک ضرب لگائی، جس کی وجہ سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں واپس جاؤ، پس میں رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں پہنچ کر رونے لگا، ساتھ ہی حضرت عمر بھی پہنچ گئے، رسول اللہ (ﷺ) نے پوچھا:

اے ابو ہریرہ! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی، میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا، انہوں نے میرے سینہ پر ضرب مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا دیا اور کہا: واپس چلے جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمر نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا واقعی آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے یقین قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمر نے عرض کیا: حضور ایسا نہ کریں، کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ پھر کلمہ پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے ان کو عمل کرنے دیجئے، آپ نے فرمایا: اچھا پھر انہیں عمل کرنے دو۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان: ۵۲، رقم الجامع: ۳۱، رقم المسلسل: ۱۴۶)

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ضرب ماری جس سے وہ گر گئے اور بعد میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کیا واقعی آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی نعلین دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین سے ”لا الہ الا اللہ“ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے دو؟ اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا نہ تھا، کیونکہ اس پیغام سے رسول اللہ ﷺ کا مقصد صرف امت کی دلدادہی اور ان کو بشارت دینا تھا، حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تکیہ کر لیں اور اعمال سے غافل ہو جائیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ رائے پیش کی تو آپ نے اس کو صحیح قرار دیا، اس حدیث میں اکابر کی اصاغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصاغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔

(صحیح مسلم بشرح النوادی ج ۱ ص ۵۸۱، مکتبہ نزار، مصطفیٰ، مکہ، ۱۴۱۷ھ)

اس سے پہلے ہم نے وہ احادیث بیان کی تھیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے تعلیم امت کے لیے اپنی سابق رائے سے رجوع فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمایا۔ اب ہم وہ حدیث ذکر کر رہے ہیں کہ جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع فرمایا۔

امام بخاری محمد بن اسماعیل متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمامہ سے جنگ ہو رہی تھی تو اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن کے قاری شہید ہو گئے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح قرآن کے قاری شہید ہوتے رہے تو ہمارے پاس سے بہت سارا قرآن جاتا رہے گا اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں، میں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ اس کام کو کیسے کریں گے جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مسلسل یہ مشورہ دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور میں نے دیکھا کہ حضرت عمر کی رائے درست ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۸۶)

اسی طرح حضرت عمر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف رجوع فرمایا۔

امام ابن عبد البر القرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ میں اس مسئلے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، جس کے مشورے

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں انہوں نے کہا: ایک مجنونہ عورت کے ہاں چھ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہو گیا، حضرت عمر نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی نے ان سے کہا: قرآن مجید میں ہے:

”وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا“ (الاحقاف: ۱۵) وضع حمل کی مدت چھ ماہ بھی ہوتی ہے اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجنون سے حکم تکلیف اٹھالیا ہے، یعنی وہ مکلف نہیں ہے پھر حضرت عمر یہ کہتے تھے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا ہے۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۲۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۳۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ بہت زیادہ مہر نہ رکھا کرو تو ایک سیاہ چہرے والی عورت نے کہا کہ آیا آپ اپنی رائے سے یہ کہہ رہے ہیں یا اس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ کیونکہ آپ کے قول کے خلاف قرآن مجید میں ہے: ”وَأَتَيْتُمُ إِحْدَهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا“ (النساء: ۲۰) اور تم اپنی ازواج میں سے کسی کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو بھی اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر حیران رہ گئے اور کہا کہ ہر شخص کو عمر سے زیادہ علم ہے حتیٰ کہ گھروں میں رہنے والی عورتوں کو بھی عمر سے زیادہ علم ہے۔ (الموطع ج ۱ ص ۱۵۳-۱۵۲ دارالعرفہ بیروت ۱۰۹۸ھ جامع العلم وفضل ج ۲ ص ۹۲۰)

اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی ایک دوسرے کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة ان اهل المدينة سالوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفرو قالوا لا ناخذ بقولك وننذر قول زيد قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقدموا المدينة فكان في من سالوا ام سليم فذكرت حديث صفية.

(صحیح البخاری: ۱۷۵۸-۱۷۵۹، صحیح مسلم: ۱۳۲۸، السنن الکبریٰ

للنسائی: ۴۱۹۹)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کر لیا ہو پھر اس کو حیض آجائے تو آیا وہ (طواف وداغ کے بغیر) واپس جاسکتی ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جاسکتی ہے اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو ترک نہیں کریں گے (حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف وداغ کیے بغیر نہیں جاسکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے اس کی تحقیق کی اور حضرت ام سلیم سے بھی پوچھا تو انہوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی (کہ ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو طواف وداغ کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی)۔

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا: جس طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے بھی رجوع فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا: مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے حج کے سوا اور کچھ نہیں کہا، یہ ”صحیح مسلم“ کی عبارت ہے اور ”سنن نسائی“ میں یہ عبارت ہے: عکرمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا ان سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس انصاری خاتون سے اس کے متعلق حدیث معلوم کر لو، حضرت زید نے ان سے حدیث پوچھی اور ہنستے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع کر لیا اور کہا: جس طرح آپ نے بیان کیا تھا اسی طرح حدیث ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کئی مسائل میں اپنے شاگردوں کے قول کی طرف رجوع کیا، امام مالک نے کئی اقوال میں رجوع کیا اور امام احمد اور امام شافعی کے ہر مسئلے میں دو قول ہیں، یعنی انہوں نے بعد والے قول میں اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔ علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متونی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقدر نہیں فرمایا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے، یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا: ”لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ“ (احم السجدہ: ۴۲) اس کتاب میں باطل سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں اور خطاء اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبد العزیز بخاری نے ”اصول بزودی“ کی شرح میں لکھا ہے کہ بوہلی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا: میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا، لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں

ضرور بہت سے اختلاف پاتے ○

گنبد ○ (النساء: ۲۸)

لہذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو، کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں، مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب ”الرسالۃ“ ان کے سامنے اتنی مرتبہ پڑھی اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطاء پر مطلع ہوئے بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۰۴-۱۰۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

امام ابو حنیفہ نے بعض مسائل میں اپنے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال کی طرف رجوع کر لیا، اسی طرح امام مالک نے بعض مسائل میں رجوع کر لیا، امام شافعی کے تقریباً ہر مسئلے میں دو قول ہیں، ایک قول قدیم اور ایک قول جدید میں قول قدیم سے رجوع فرمایا ہے، اسی طرح امام احمد کے بھی تقریباً ہر مسئلے میں دو قول ہیں اور بعد کے قول میں پہلے قول سے رجوع فرمایا ہے۔

سو میں نے بھی بعض مسائل میں رجوع کر کے اپنے دامن کو ان نفوس قدسیہ کے مقدس دامن کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور اپنے

عجز و انکسار اور للہیت کو واضح کیا ہے، کیونکہ وہی شخص کسی مسئلہ میں رجوع نہیں کرتا جو اپنے آپ کو ہمہ دان اور غلطیوں سے مبرا اور منزہ جانتا ہو اور ہر قسم کی خطا سے پاک ہوتا تو صرف اللہ عزوجل کی صفت ہے اور عصمت تو صرف نبی ﷺ کا خاصہ ہے۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

شاہ (عبد العزیز محدث دہلوی) صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ نہ فقط فتاویٰ بلکہ "تفسیر عزیزی" میں بھی ہے اور ایک نہ ان کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سے کچھ متروک نہ ہو سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کل ما خوذ من قوله ومردود علیہ الا صاحب هذا القبر ﷺ" ہر شخص کے قول سے کچھ لیا بھی جاتا ہے اور کچھ رد بھی کیا جاتا ہے، ماسوا صاحب لہد خضر، رضی اللہ عنہ کے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۵۶ مکتبہ رضویہ کراچی)

احمد رب العلمین! میں نے "شرح صحیح مسلم" کی بارہ اور "تبیان القرآن" کی تین عبارات سے رجوع کر لیا ہے ان کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۶ کے آخر میں ص ۱۲۶۳-۱۲۶۴ الطبع الثالث عشر شوال ۱۴۲۶ھ/نومبر ۲۰۰۵ء پر مذکور ہے۔

۲۸۔ بَابُ إِذَا رَأَتْ الْمُسْتَحَاضَةُ الطَّهْرَ

یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے یعنی جب اس کا خون منقطع ہو جائے تو وہ غسل کر کے نماز پڑھ لے خواہ اس کا طہر ایک ساعت کا ہو اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر ہے جس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔
حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب مستحاضہ کے لیے رگ کا خون حیض کے خون سے متمیز ہو جائے تو استحاضہ کے زمانہ کو طہر کہا جائے گا کیونکہ وہ حیض کے زمانہ کی بہ نسبت طہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے خون کے انقطاع کا ارادہ کیا جائے اور پہلا معنی عبارت کے زیادہ موافق ہے۔
(فتح الباری ج ۱ ص ۸۳۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد یمنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہیں:

اس عبارت میں کئی خدشات ہیں: (۱) یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مستحاضہ کا خون دائماً جاری ہو لیکن وہ حیض کے خون میں اور رگ کے خون میں تمیز کر سکتی ہو جب کہ اس عنوان کا معنی ہے: مستحاضہ طہر کو دیکھے اور طہر اس وقت ہوگا جب خون منقطع ہو جائے اور اس قائل نے کہا ہے کہ اس کا خون مستمر ہو تو پھر یہ طہر کیسے ہوگا! (۲) اس نے استحاضہ کے خون کو مجازاً طہر کہا ہے اور بغیر ضرورت کے کسی عبارت کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا (۳) اس نے کہا: یہ معنی عبارت کے سیاق کے زیادہ موافق ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے بلکہ سیاق عبارت کے موافق یہ ہے کہ وہ طہر کو دیکھے یعنی اس کا خون منقطع ہو جائے۔

امام بخاری ایک اثر ذکر کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَتَوَسَّعُ
وَيَأْتِيهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتِ الصَّلَاةَ الْعَظْمَى
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مستحاضہ غسل کرے اور نماز پڑھے خواہ ایک ساعت کے لیے حیض منقطع ہوا ہو اور جب وہ نماز پڑھ لے تو اس کا خاوند اس سے مباشرت کرے نماز اعظم ہے۔

اس اثر کی اصل یہ حدیث ہے:

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ آل انس کی ایک عورت کو استحاضہ آگیا، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کروں حضرت ابن عباس نے کہا: جب تک وہ خون کی جولانی دیکھ رہی ہے تو نماز نہ پڑھے اور جب وہ طہر کو دیکھے خواہ

وہ دن کی ایک ساعت میں ہو تو وہ غسل کر کے نماز پڑھے۔ (سنن دارمی: ۸۰۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّي. (سنن ابوداؤد: ۳۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی از زہیر انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۸ کا مطالعہ کریں وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا اور یہاں عنوان ہے: جب مستحاضہ طہر کر دیکھے اور اس حدیث میں یہ دونوں امر ہیں۔

۲۹۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّفْسَاءِ وَنُسْتَيْهَا

نفس والی عورتوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کا طریقہ

یہ بات نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ اور اس کے طریقہ کے بیان میں ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں "کتاب الحيض" میں داخل کیا ہے حالانکہ اس حدیث کی حیض کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں اس کی مناسبت "کتاب الجنائز" کے ساتھ ہے اور نہ ہی اس باب کی باقی سابق کے ساتھ کوئی مناسبت ہے کیونکہ باقی سابق مستحاضہ کے متعلق تھا اور یہ باب نفاس والی عورت کے متعلق ہے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستحاضہ کا خون بھی جاری ہوتا ہے اور نفاس والی عورت کا خون بھی جاری ہوتا ہے اسی طرح جب نفاس والی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے تو حیض والی عورت کی بھی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

۳۳۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ فِي بَطْنٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسَطُهَا. (اطراف الحدیث: ۱۳۳۱-۱۳۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی سرج نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں شبابہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے خبر دی از حسین المعلم از ابن بریدہ از حضرت سمرہ بنت جندب رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کا زچگی میں انتقال ہو گیا تو نبی ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

(صحیح مسلم: ۹۶۳، الرقم السلسل: ۲۲۰۰، سنن ترمذی: ۱۰۳۵، سنن نسائی: ۱۹۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۹۳، المستقی: ۵۳۴، المعجم الکبیر: ۶۷۶۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۰۶، صحیح ابن حبان: ۳۰۶۷، المعجم الاوسط: ۲۱۳۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳-۳۴، شرح الترمذی: ۱۳۹۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۳، طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۱۶۲، ج ۳ ص ۳۳۲، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابی سرج ابو جعفر رازی ابو جعفر کا نام الصباح ہے امام بخاری احمد سے روایت میں مفرد ہیں (۲) شبابہ ابن سواد الفزازی المدائنی اصل میں خراسان کے تھے ۲۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) شعبہ بن الحجاج ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حسین المعلم ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) عبد اللہ بن بریدہ بن الحصیب الاسلمی المروزی مشہور تابعی ہیں (۶) حضرت سمرہ بنت جندب رضی اللہ عنہا ان سے ۱۲۳ احادیث مروی ہیں زیاد نے ان کو چھ مہینہ کوفہ پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اور چھ مہینہ بصرہ پر یہ ۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۶۸)

زچگی میں فوت ہونے والی عورت کا نام اور نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں مذاہب فقہاء علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت زچگی میں فوت ہوگئی امام مسلم نے اپنی روایت میں ان کا نام ام کعب ذکر کیا ہے اس حدیث کا معنی ہے: وہ پیٹ کے کسی مرض کے سبب سے فوت ہو گئیں اور علامہ ابن اثیر نے کہا ہے: وہ نفاس میں فوت ہو گئیں علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ ولادت کے سبب سے یعنی زچگی میں فوت ہو گئیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نماز جنازہ میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے امام احمد نے کہا ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سینہ کے مقابل اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ دونوں کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہمارے مذاہب میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں امام مرد کے سینہ اور کندھوں کے پاس کھڑا ہو اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہو اور حنبلی نے امام ابن حنبل سے امام ابو حنیفہ کے قول کی مثل روایت کیا ہے۔

”المبسوط“ میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ میں امام کے بہترین کھڑے ہونے کی جگہ سینہ کے بالمقابل ہے۔
 ”جوامع الفقہ“ میں مذکور ہے: یہی مختار ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور الحسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو یہی ابی لیلیٰ اور النجفی کا قول ہے۔

”البدائع“ میں مذکور ہے کہ سینہ ہی وسط ہے کیونکہ سینہ کے اوپر دونوں ہاتھ اور سر ہے اور اس کے نیچے پیٹ اور ٹانگیں ہیں۔
 ”التحفة“ اور ”المفید“ میں مذکور ہے: ہمارے اصحاب کی مشہور روایت اور ”کتاب الاصل“ وغیرہ میں یہ ہے کہ مرد اور عورت کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو اور الحسن سے روایت ہے کہ دونوں کے وسط کے مقابل کھڑا ہو مگر عورت کے سر کے زیادہ قریب ہو اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سر کے مقابل۔

”المفید“ میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایت میں ہے کہ دونوں کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو۔

امام مالک نے کہا ہے کہ مرد کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے کندھوں کے بالمقابل۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب

۳۰۔ باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور جب وہ باب کا عنوان قائم نہ کریں تو وہ باب باب سابق کے ساتھ لاحق اور اس کا تتمہ ہوتا ہے۔

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُذْرِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ إِسْمَةُ الْوَضَّاحِ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُونُ حَائِضًا لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی ان کا نام ان کی کتاب میں الوضاح ہے انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان شیبانی نے خبر دی از عبد اللہ بن شداد انہوں نے کہا: میں نے اپنی خالہ حضرت ميمونه

تُصَلِّيْ وَيُصَلِّيْ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلَى خُمُرِهِ اِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهِ۔
 زوجہ نبی ﷺ سے سنا کہ وہ حائض تھیں نماز نہیں پڑھتی تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سجدہ گاہ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں اور آپ اپنے مصلیٰ پر نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کچھ کپڑا مجھے لگتا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) الحسن بن مدرک ابو علی السدوسیؒ یہ حافظ بصری ہیں (۲) یحییٰ بن حماد شیبانیؒ یہ ابو عوانہ کے داماد ہیں ۲۱۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابو عوانہ: ان کا نام وضاح ہے ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سلیمان بن ابی شان فیروز ابو اسحاق الشیبانی (۵) عبد اللہ بن شداد ان کا تعارف ہو چکا ہے (۶) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۷۰)

حائض کا نجس نہ ہونا عورت کا نمازی کے سامنے ہونے کا جواز اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنے کی تحقیق

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض نجس نہیں ہوتی کیونکہ اگر وہ نجس ہوتی تو حالت نماز میں نبی ﷺ کا کپڑا ان پر نہ پڑتا۔ اسی طرح نفاس والی عورت بھی نجس نہیں ہوتی اور نہ جنبی نجس ہوتا ہے۔ اگر حائض نمازی کے قریب ہو تو اس سے نمازی کی نماز میں خلل نہیں پڑتا۔ نمازی کے سامنے بستر پر لیٹنا جائز ہے اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ نمازی کے سامنے سے عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ خمرہ پر نماز پڑھ رہے تھے خمرہ کا معنی چھپانا ہے چونکہ مصلیٰ نمازی کے چہرے کو چھپالیتا ہے اس لیے اس کو خمرہ کہتے ہیں نیز جو مصلیٰ کھجور کی شاخوں سے بنایا جائے اس کو خمرہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے اور امراء اور متکبرین قیمتی ریشم کی جانمازوں پر نماز پڑھتے ہیں اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس میں تکبر اور سرکشی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۷۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص میں تکبر نہ ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے قالین کے بنے ہوئے مصلیٰ اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۶۵) اور حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا ایک شخص نے کہا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو آپ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تکبر حق کا انکار کرتا ہے اور لوگوں کو حقیر جانتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۹ سنن ترمذی: ۱۹۹۹ سنن ابوداؤد: ۴۰۹۱ سنن ابن ماجہ: ۵۹)

ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے گیا آپ نے پوچھا: تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس قسم کا مال ہے؟ میں نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال عطا کیا ہے تو اس کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر

دکھائی دینا چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۳، سنن نسائی: ۵۲۳۹)

عمرو بن شعيب اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرو) سے اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر دیکھے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۱۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، طبع قدیم)

”کتاب الحيض“ کا اختتام

الحمد لله رب العالمين! آج ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ / ۲۳ جولائی ۲۰۰۶ء کو صحیح البخاری کی ”کتاب الحيض“ مکمل ہو گئی۔ اللہ العظیم! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے صحیح البخاری کی یہ کتاب مکمل کرادی ہے اس کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرادیں! امام بخاری، صحاح ستہ کے مؤلفین اور باقی ائمہ حدیث کے درجات بلند فرمائیں اور اس ناکارہ کی محض اپنے فضل سے مغفرت فرمادیں! مجھے اور جملہ قارئین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے مامون اور محفوظ رکھیں اور دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آخرت میں آپ کی شفاعت عطا فرمائیں اور جنت الفردوس کو ہمارا ٹھکانا بنادیں! آمین یا رب العالمین! وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔ والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجه وذریاتہ وامتہ اجمعین۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۷۔ کِتَابُ التَّيْمِمِ تیمم کا بیان

اس سے پہلے ”کتاب الوضوء“ تھی اور تیمم وضوء کی فرع ہے اس لیے ”کتاب الوضوء“ کے بعد ”کتاب التیمم“ کو شروع کیا۔

”تیمم“ کی اصل ”الَامُّ“ ہے اس کا معنی قصد کرنا ہے کیونکہ تیمم میں مٹی کا قصد کر کے اس سے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کا قصد کیا جاتا ہے اس کا شرعی معنی ہے: نماز یا اور کسی عبادت کے لیے پاک مٹی کا قصد کر کے چہرے اور ہاتھوں پر مسح۔ تیمم کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

پس تم پاک مٹی کا قصد کرو۔

فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا. (النساء: ۴۳ المائدہ: ۶)

اور اس کی دلیل میں بہ کثرت احادیث ہیں جن کا اس کتاب میں ذکر کیا جائے گا اور بے وضوء اور جنبی کے لیے تیمم کے جواز پر اجماع ہے حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی، جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے قائل نہیں تھے لیکن بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا۔ تیمم کا جواز اس امت کی فضیلت اور خصوصیت ہے پچھلی امتوں کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

۱۔ بَابُ وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَلَمْ تَجِدُوا

مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا

بُيُوتَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ مِنْهُ﴾ (النساء: ۴۳)

۳۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

بَعْضِ أَصْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ

الْجَبِشِ انْقَطَعَ عَقْدُ لِي فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْيَمَامَةِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيَسُوا

عَلَى مَاءٍ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا

مٹی کا قصد کرو پھر اس سے اپنے چہروں اور

ہاتھوں پر مسح کرو (النساء: ۴۳۔ المائدہ: ۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ہوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از

عبد الرحمن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ

انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں نکلے حتیٰ

کہ جب ہم مقام البیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا باروٹ کر

گر گیا پس رسول اللہ ﷺ اس کو ڈھونڈنے کے لیے ٹھہر گئے اور

لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور لوگ پانی کے پاس نہیں تھے پھر

لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نہیں

أَلَا تَرَىٰ مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فِخْدِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ حَبَسَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ! فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، وَجَعَلَ يَطْعَنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فِخْدِي، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيْمُمِ ﴿فَتَيَمَّمُوا﴾ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحَضِيرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ، فَأَصَبْنَا الْعَقْدَ نَحْتَهُ.

دیکھ رہے کہ حضرت عائشہ نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے! پھر حضرت ابو بکر آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھ کر سو چکے تھے انہوں نے کہا: تم نے رسول اللہ ﷺ کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا حالانکہ لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے! حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: حضرت ابو بکر نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ نے چاہا وہ کہتے رہے اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کاکھ میں چٹکی لے رہے تھے اور مجھے ہٹنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی سوا اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کا سر میرے زانو پر تھا پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اس وقت وہاں پانی نہیں تھا پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی: ”پس تم تیمم کرو“ پھر اسید بن الحضیر نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے! حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں تھی تو ہم نے ہار کو اس کے نیچے پالیا۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۶-۳۶۴-۳۵۸۳-۳۶۰۸-۵۱۶۳-۵۲۵۰-۵۸۸۲-۶۸۳۳-۶۸۳۵] (صحیح مسلم: ۳۶۷، الرقم المسلسل: ۷۹۳، سنن نسائی: ۳۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۹۹، موطأ امام مالک: ۸۹، توہم الخواکف ص ۷۳، مصنف عبد الرزاق: ۸۸۰، صحیح ابن خزيمة: ۲۶۲، صحیح ابن حبان: ۱۳۰۰، المعجم الکبیر: ۱۲۹، ج ۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۳، شرح السنہ: ۳۰۷، مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۴۵۵-ج ۲۲ ص ۲۸۶-۲۸۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۶۳، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

البیداء اور ذات الجیش کا تعین اور غزوۃ بنوالمصطلق اور غزوۃ المریسج کی تاریخ

اس حدیث میں البیداء اور ذات الجیش کا ذکر ہے یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان دو مقام ہیں۔

کسی سفر میں علامہ ابن عبد البر نے ”التمہید“ اور ”الاستدکار“ میں لکھا ہے: یہ سفر غزوۃ بنوالمصطلق کا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اور امام ابن سعد اور امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ غزوۃ بنوالمصطلق ہی غزوۃ المریسج تھا جس میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: میرا سپیوں کا ہار ٹوٹ گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے لوگوں کو ٹھہرا لیا امام ابن سعد نے کہا: رسول اللہ ﷺ پیر کے دن ۴ رمضان ۵ھ کو غزوۃ المریسج کے لیے نکلے تھے اور امام بخاری نے امام ابن اسحاق سے ۶ھ کو نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ سے ۴ھ کو نقل کیا ہے اور تہمت لگانے کا واقعہ غزوۃ المریسج یا غزوۃ بنوالمصطلق میں ہوا تھا اور آیت تیمم کے نزول کا واقعہ اس کے بعد کسی غزوۃ کے سفر میں ہوا ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

ہار ملنے کے سلسلہ میں دو حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبداللہ بن نمیر کی ہشام سے روایت ہے: آپ نے ایک شخص کو بھیجا تو اس نے ہار کو پالیا اور امام مالک کی روایت میں ہے: ہم نے اونٹ کو اٹھایا تو ہم نے ہار کو پالیا اور ان میں تضاد ہے میں کہتا ہوں کہ المہلب نے کہا ہے کہ ان میں تناقض نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسید بن حضیر کو بھیجا ہو اور انہوں نے ہار کی تلاش سے لوٹنے کے بعد اس کو پالیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہار کی تلاش میں بھیجنے کے بعد آپ نے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا ہو پس ان میں تعارض نہیں رہے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ دو الگ الگ واقعے ہیں کیونکہ ایک روایت میں ”عَقْدٌ“ کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں ”قِلَادَةٌ“ کا لفظ ہے لہذا ان دو روایتوں میں تعارض نہیں رہا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو بھیجا پس اس نے ہار کو پالیا اس سے حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے ہار کو پالیا لہذا تعارض نہیں رہا۔

آیت تیمم کے نزول کا واقعہ منافقوں کے تہمت لگانے کے واقعہ کے بعد کسی غزوہ کا ہے

ہشام بن عروہ کی اس کے بعد جو روایت ہے اس میں مذکور ہے: پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی جس کو آپ ناپسند کرتی ہوں تو اللہ نے اس میں مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی اور ”کتاب النکاح“ میں یہ الفاظ ہیں: مگر اللہ نے اس میں آپ کے لیے نجات کی راہ اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی اور اس میں یہ خبر ہے کہ تیمم کا واقعہ تہمت لگائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے اور اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ نے کہا: جب آیت تیمم نازل ہوئی تو مجھے پتا نہیں چلا کہ میں اس کے ساتھ کیا کروں اور حضرت ابو ہریرہ غزوہ بنو المصطلق کے بعد ۷ھ میں اسلام لائے تھے اور ”کتاب المغازی“ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ کہ غزوہ ذات الرقاع حضرت ابو موسیٰ اشعری کے آنے کے بعد ہوا ہے اور وہ اس وقت آئے تھے جب حضرت ابو ہریرہ اسلام لائے تھے نیز امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ منافقوں کی تہمت لگانے کا واقعہ آیت تیمم کے نزول کے واقعہ سے پہلے کا ہے کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب میرے ہار کے واقعہ میں جو ہوا سو ہوا اور تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا پھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک اور غزوہ میں گئی اور اس میں بھی میرا ہار گر گیا حتیٰ کہ لوگ اس کو ڈھونڈنے کے لیے ٹھہر گئے اور فجر طلوع ہو گئی پھر حضرت ابو بکر سے مجھے عتاب کا سامنا ہوا اور انہوں نے کہا: اے نبی! ہر وہ سفر جس میں تم ہوتی ہو اس میں کوئی پریشانی اور مصیبت ہوتی ہے لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل فرمادی تو حضرت ابو بکر نے کہا: بے شک تمہارا عمل برکت والا تھا۔

(المجم الکبیر: ۱۵۹۔ ج ۲۳ ص ۱۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جید حسن ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶)

حدیث مذکور سے بیس مسائل کا استنباط

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

- (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ پر قیام کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو اور نہ اس وقت لوگوں کے ساتھ پانی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے پاس پینے کے لیے تو پانی ہو مگر وضوء کے لیے پانی نہ ہو۔
- (۲) اس سے معلوم ہوا کہ کسی شادی شدہ عورت کی شکایت اس کے والد سے کرنی جائز ہے کیونکہ لوگوں نے حضرت عائشہ کی شکایت

حضرت ابو بکر سے کی اور رسول اللہ ﷺ سے اس لیے شکایت نہیں کی کہ آپ سوئے ہوئے تھے یا حضرت عائشہ کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کرنا آپ کی ناراضگی کا موجب تھا۔

(۳) کسی فعل کی نسبت اس فعل کے سبب کی طرف کرنا جائز ہے لوگوں نے ایسی جگہ ٹھہرانے کی نسبت حضرت عائشہ کی طرف کی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس جگہ ٹھہرایا تھا کیونکہ ٹھہرانے کا سبب حضرت عائشہ کے ہار کو تلاش کرنا تھا۔

(۴) کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا جائز ہے خواہ اس وقت اس کا شوہر اس کے زانو پر سر رکھ کر سو رہا ہو۔

(۵) کسی شخص کا اپنی شادی شدہ بیٹی کو ڈاکھنا جائز ہے خواہ اس وقت وہ اپنے شوہر کے پاس ہو۔

(۶) حضرت ابو بکر حضرت عائشہ کی کوکھ میں چٹکیاں لے رہے تھے اس سے انسان کا جسم مضطرب ہو جاتا ہے لیکن حضرت عائشہ بلی

بھی نہیں مبادا رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل جائے اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عائشہ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا کتنا احترام تھا اور آپ سے کس قدر محبت تھی۔

(۷) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر تہجد کی نماز فرض نہیں تھی اور کبھی کبھی آپ تہجد کو ترک بھی کر دیتے تھے۔

(۸) اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ نماز کا وقت آیا تو پانی کو تلاش کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آنے سے پہلے وضوء کے لیے پانی کو تلاش کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۹) اس واقعہ کے بعد المائدہ: ۶ نازل ہوئی ہے جس میں وضوء کرنے کا حکم ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ آیت وضوء نازل ہونے سے پہلے بھی مسلمانوں پر وضوء کرنا فرض تھا یہی وجہ ہے کہ جب وہ ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پانی نہیں تھا وہ پریشان اور مضطرب ہوئے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی جگہ ٹھہرایا جہاں پانی نہیں ہے اور انہوں نے اس بات کی حضرت ابو بکر سے شکایت کی اور حضرت ابو بکر نے اس بات پر حضرت عائشہ کو ڈاکھا اور ان کی کوکھ میں چٹکیاں لیں۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ تمام اہل مغازی کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جب سے نبی ﷺ پر نماز فرض ہوئی ہے آپ نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں آیات کے نزول سے پہلے بھی وحی خفی کے ذریعہ نبی ﷺ کو احکام شرعیہ کا علم ہوتا تھا اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب آپ کو پہلے علم تھا کہ نماز کے لیے وضوء کرنا فرض ہے تو پھر بعد میں یہ آیت کس لیے نازل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تا کہ وضوء کی فرضیت کا علم وحی جلی سے بھی حاصل ہو جس طرح اس کا علم پہلے وحی خفی سے ہوا تھا اور اس میں منکرین حدیث کا بھی رد ہے جو وحی خفی اور حجیت حدیث کے قائل نہیں ہیں ورنہ وہ بتائیں کہ المائدہ: ۶ کے نزول سے پہلے وضوء کی فرضیت کس دلیل سے ثابت تھی۔

(۱۰) اس میں یہ دلیل ہے کہ تیمم میں طہارت کی نیت کرنا واجب ہے کیونکہ تیمم کا معنی قصد کرنا ہے۔

(۱۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تیمم کے حکم میں تندرست اور مریض بے وضوء اور جنبی سب مساوی ہیں حجاز عراق شام اور مشرق

اور مغرب کے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جنبی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی طہارت صرف غسل سے ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ حکم ہے:

اور اگر تم جنبی ہو تو غسل کرو۔

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَأَطْهَرُوا. (المائدہ: ۶)

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا.

اور تم حالت جنابت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ مگر راستہ عبور کرنے کے لیے حتیٰ کہ تم غسل کر لو۔ (النساء: ۴۳)

اور جمہور صحابہ فقہاء تابعین اور بعد کے علماء نے جنسی کے لیے تیمم کے جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَأِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا.

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے بیویوں سے جماع کیا ہو پھر تم کو پانی میسر نہ ہو تو پھر تم پاک مٹی سے تیمم کرو۔

(النساء: ۴۳ المائدہ: ۶)

(۱۲) اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز پر دلیل ہے اور اس پر اجماع ہے جب کہ شہر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے امام مالک اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ شہر میں اور سفر میں تیمم کرنا برابر ہے جب پانی نہ ہو یا مرض یا شدید خوف ہو یا وقت نکلنے کی وجہ سے پانی کا استعمال مشکل ہو ابو عمر نے کہا: امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی نے کہا: شہر میں تندرست آدمی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ اس کو پانی کے استعمال سے ہلاکت کا خطرہ ہو اور امام ابو یوسف اور امام زفر نے کہا: شہر میں تیمم کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے نہ مرض کی وجہ سے نہ وقت نکلنے کے خوف کی وجہ سے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور لیث اور طبری نے کہا ہے: جب شہر میں پانی نہ ہو اور وقت نکلنے کا خطرہ ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں وہ نماز پڑھ کر دہرائیں گے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقت نکلنے کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) جب امن کا زمانہ ہو تو عورتوں کے ساتھ غزوات وغیرہ کا سفر کرنا جائز ہے اور اگر ایک شخص کے نکاح میں کئی ازواج ہوں تو وہ جس کو چاہے ساتھ لے کر سفر پر جاسکتا ہے اور اگر ان کے درمیان قرعہ اندازی کر لے تو بہتر ہے اور جس کے نام قرعہ نکل آئے اس کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جائے۔

(۱۴) اس حدیث میں مال حلال کی عزت و حرمت پر دلیل ہے اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے خواہ وہ چیز کم قیمت کی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ بار بارہ درہم کا تھا۔

(۱۵) مال کی حفاظت کرنی چاہیے اور اگر وہ گم جائے تو اس کو تلاش کرنا چاہیے خواہ اس کی تلاش میں نماز کا وقت آجائے اور گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ ایک فرد کا نقصان پوری قوم کا نقصان ہے کیونکہ اس بار کو سب نے مل کر تلاش کیا تھا۔

(۱۶) اس میں کسی چیز کو عاریہ لینا اور اس کو لے کر اس کی اجازت سے سفر کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ بار حضرت اسماء سے عاریہ لیا تھا۔

(۱۷) عورتوں کے زیورات پہننے کا جواز کیونکہ بارزینت کے لیے پہنا جاتا ہے۔

(۱۸) اس میں مرد کا اپنی بیوی کے زانو پر سر رکھنے کا جواز ہے۔

(۱۹) رسول اللہ ﷺ کی محبت میں مشقت برداشت کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب حضرت ابو بکر میری چکیاں لے رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے منہ میں خلل پڑنے کی وجہ سے میں نے اپنے آپ کو ہٹنے سے بھی روکا ہوا تھا۔

(۲۰) اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ جب غزوہ بنو مصطلق کے سفر میں آپ کا ہار گم ہوا اور آپ قافلہ کے ساتھ نمل سکیں اور منافقین نے حضرت صفوان بن معطل کے ساتھ آپ پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک دامنی اور براءت میں سورہ نور کی دس آیات نازل فرمائیں اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر اتنی (۸۰) کوڑے مارنے کا

حکم نازل ہوا اور مسلمان عورتوں کی عزت کی حفاظت کا قانون نازل ہوا اور اس کے بعد اس سفر میں جب آپ کے ہار کی تلاش میں نماز کا وقت نکل گیا اور مسلمانوں نے آپ پر طعن کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں تخفیف کے لیے تیمم کا حکم نازل کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کوئی تہمت اور کوئی طعن گوارا نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس طعن سے آپ کی خلاصی کی صورت بنا دی اور مسلمانوں پر آپ کی وجہ سے احسان کر دیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت عائشہ کی وجہ سے ان کی نماز کا وقت نکل گیا بلکہ یہ کہے کہ حضرت عائشہ کی برکت کی وجہ سے قیامت تک کے مسلمانوں کو تیمم کی رخصت اور سہولت حاصل ہو گئی اور یہ وہ رخصت ہے جو اس سے پہلے کسی نبی کی امت کو حاصل نہیں ہوئی۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۱۔ ملخصاً و موضحاً و مرتباً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

النساء: ۴۳ اور المائدہ: ۶ دونوں میں آیت تیمم ہے اور ہر چند کہ سورۃ النساء سورۃ مائدہ پر مقدم ہے لیکن آیت تیمم خواہ سورۃ النساء کی ہو یا سورۃ المائدہ کی ہو اس واقعہ سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی اسی وجہ سے تیمم کے حکم کی سہولت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے حاصل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ فوراً بتا دیتے کہ فلاں جگہ ہار پڑا ہوا ہے اور جب آپ نے اس طرح نہیں بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب نہیں ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) کسی چیز کے علم کو یہ لازم نہیں ہے کہ اس کا اظہار بھی کیا جائے اللہ تعالیٰ کو قیامت کے وقوع کا علم ہے اور کفار بار بار پوچھتے تھے کہ قیامت کب آئے گی مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا۔

(۲) اگر نبی ﷺ فوراً بتا دیتے کہ ہار کہاں پڑا ہوا ہے تو ہار کو تلاش نہ کیا جاتا اس کو ڈھونڈنے میں دیر نہ ہوتی لوگ حضرت عائشہ کو ملامت نہ کرتے آیت تیمم کے نزول کا سبب متحقق نہ ہوتا حضرت عائشہ کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی اور وہ بیس مسائل معلوم نہ ہوتے جن کا علامہ یعنی نے اس حدیث سے استنباط اور استخراج کیا ہے۔

(۳) نبی ﷺ کو مستقبل میں واقع ہونے والے ہر ہر جزئی امر کا علم نہیں دیا گیا اور نہ یہ نبوت کا تقاضا ہے بلکہ آپ کو گزشتہ امور اور مستقبل میں واقع ہونے والے امور کا علم تمام مخلوق سے زیادہ دیا گیا ہے اور یہ علم بھی تدریجی ہے اور نزول قرآن کے ضمن میں مکمل ہوا ہے اسی کے اعتبار سے آپ کو عالم ماکان و مایکون کہا جاتا ہے ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آپ کو ہر وقت تمام جزئیات کا علم محیط حاصل ہوا یا علم تو اللہ عز و جل کا خاصہ ہے اللہ عز و جل کا علم غیر متناہی ہے اور آپ کا علم متناہی ہے آپ کے علم کو اللہ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ کی نسبت سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے کیونکہ قطرہ کی سمندر کے ساتھ جو نسبت ہے وہ متناہی کی متناہی کی طرف نسبت ہے اور آپ کے علم کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ہے وہ متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت ہے اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی بے عطاء غیر ہے ازلی ابدی ہے واجب ہے اس کا سلب ممکن نہیں اقصیٰ غایت کمال پر ہے معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقة ذاتیہ اضافیہ ماضیہ مستقبلہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ سے اس سے مخفی نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا علم عطائی ہے حادث ہے ممکن ہے اس کا سلب ممکن ہے اور معلوم کے تمام احوال کو محیط نہیں ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۲۰۔ ج ۱ ص ۱۰۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات ② حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل ③ حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے علم کی بحث ④ تیمم کے بعض مسائل۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) کہا: اور مجھے سعید بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صہیب الفقیر ہے انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں میری ایسے رعب سے مدد کی گئی ہے جو ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہوتا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے پس میری امت میں سے جو شخص بھی جس جگہ بھی نماز کا وقت پالے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (پہلے) نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

۳۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ (ح). قَالَ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدٌ هُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ الْفَقِيرُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتَهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصِلْ وَأُجِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يَبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً. [أطراف الحديث: ۴۳۸-۴۳۲]

(صحیح مسلم: ۵۲۱، رقم السلسل: ۱۱۳۳، سنن نسائی: ۴۳۵-۴۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۰۲، ج ۱۱ ص ۴۳۲، سنن دارمی: ۱۳۸۹، صحیح ابن حبان: ۶۳۹۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۲، ج ۲ ص ۳۲۹، دلائل البیوۃ ج ۵ ص ۴۷۳-۴۷۲، شرح السنۃ: ۳۶۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۴، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۲۶۳، ج ۲۲ ص ۱۶۶-۱۶۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۲۴، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سنان العوفی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ہشیم ابو معاویہ الواسطی ابن عون نے بیان کیا کہ ہشیم عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز دس سال تک پڑھتے رہے پھر ان کی وفات ہو گئی یہ بغداد میں ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے (۳) سعید بن النضر ابو عثمان البغدادی یہ ساحل جیحون میں فوت ہوئے (۴) سیار بن ابی سیار ابو الحکم الواسطی یہ واسط میں ۱۲۲ھ میں فوت ہوئے (۵) یزید بن صہیب الفقیر ابو عثمان الکوفی یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشائخ میں سے ایک ہیں ان کو فقیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی پشت کی فقار نامی ہڈی کی شکایت کرتے تھے ورنہ یہ مال کے اعتبار سے فقیر نہیں تھے (۶) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۱۱)

نبی ﷺ کے مزید بارہ خصائص

نبی ﷺ نے اس حدیث میں اپنے پانچ خصائص بیان فرمائے ہیں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ نے احادیث کا تتبع کر کے آپ کے مزید بارہ خصائص ذکر کیے ہیں جن کا ذکر حسب ذیل ہے:

(۱-۲) ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع الکمل دیئے گئے ہیں (یعنی ایسا کلام جس میں الفاظ کم ہوں اور معانی زیادہ ہوں) اور مجھ پر نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۲، رقم المسلسل: ۱۱۳۷)

(۳-۴) نیز ”صحیح مسلم“ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں پر تین وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کر دی گئی ہیں اور ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والا بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۲، رقم المسلسل: ۱۱۳۵)

(۵) امام نسائی کی روایت میں ان خصائص کا ذکر ہے: مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۲۲)

(۶-۷) امام عبد اللہ بن علی بن الجارود نیشاپوری متوفی ۳۰۷ھ کی حضرت انس سے روایت ہے: میرے لیے ہر پاک زمین مسجد اور طہور بنا دی گئی ہے۔ (المعجم: ۱۲۳)

اور حضرت ابو امامہ سے روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاء پر چار وجوہ سے فضیلت دی ہے: تمام روئے زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لیے مسجد اور طہور بنا دیا پس میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کو پالے تو وہیں اس کی مسجد اور طہور ہے اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے ایک ماہ کی مسافت سے میرے دشمنوں کے دلوں میں میرا رعب ڈال دیا گیا ہے۔ الحدیث (مسند احمد: ۲۲۴۰۹، ج ۵ ص ۵۶)

(۸) حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور مجھے کوثر دی گئی ہے۔ (مسند احمد: ۱۲۵۳۲، ج ۳ ص ۱۵۲)

(۹-۱۱) حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے وہ خصلتیں دی گئی ہیں جو کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مجھے تمام روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور میرا نام احمد رکھا گیا ہے اور میری امت کو خیر الامم بنایا گیا ہے۔

(مسند احمد: ۷۶۳، ج ۱ ص ۹۸)

(۱۲) حضرت السائب بن یزید روایت کرتے ہیں: مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر لیا ہے۔ (بسیار تلاش کے باوجود مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا۔ سعیدی غفرلہ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث میں تعارض ہے بعض احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے تین خصائص کا ذکر ہے بعض احادیث میں چار خصائص کا بعض میں پانچ کا اور بعض میں چھ خصائص کا ذکر ہے علامہ قرطبی نے اس کے جواب میں کہا: یہ تعارض نہیں ہے تعارض جب ہوتا جب آپ نے حصر کے ساتھ یہ خصائص بیان کیے ہوں مثلاً بعض میں فرماتے: مجھے صرف تین وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے اور بعض احادیث میں فرماتے: مجھے صرف چار وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے عدد کا ذکر حصر کو مستلزم نہیں ہوتا مثلاً کوئی شخص کہے: میرے پاس پندرہ درہم ہیں پھر کہے: میرے پاس بیس درہم ہیں تو ان میں تعارض نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے جیسے آپ کو خصائص عطا فرماتا رہا آپ ویسے ویسے اس کی خبر دیتے رہے۔

(المعجم ج ۲ ص ۱۱۶-۱۱۵، دار ابن کثیر بیروت: ۱۴۲۰ھ) (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۳-۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کے ۸۵ خصائص

امام محمد بن ابراہیم الخرقوشی نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ لکھتے ہیں:
نبی ﷺ کے کل ۸۵ خصائص ہیں جن سے آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہیں تفصیل حسب ذیل ہے:

وفات کے بعد نبی ﷺ کے دس خصائص

(۱) نبی ﷺ افضل المرسلین ہیں (۲) آپ خاتم الانبیاء ہیں (۳) آپ سب سے پہلے زمین سے اٹھیں گے (۴) قیامت کے دن آپ کی امت سب نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوگی (۵) آپ تمام نبیوں کے حق میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کر دی تھی (۶) آپ شفاعت کبریٰ کریں گے یعنی سب سے پہلے آپ سب کی شفاعت کریں گے (۷) حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا (۸) حوض مورد اور نہر کوثر آپ ہی کے لیے ہے (۹) آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (۱۰) ہر شخص سے خود اس کی ذات کے متعلق سوال ہوگا اور آپ سے آپ کی ذات کے بجائے دوسروں کے متعلق سوال ہوگا۔

باب نبوت کے ساتھ متعلق آٹھ خصائص

(۱۱) نبی ﷺ کی شریعت کا قیامت تک باقی رہنا (۱۲) آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونا (۱۳) آپ کی کتاب کا معجز ہونا اور اس کی مثل کا محال ہونا (۱۴) آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ کی طرح اہل کر نکلتا (۱۵) آپ کو لیلۃ القدر کا عطا کیا جانا (۱۶) یوم جمعہ کا آپ کے اور آپ کی امت کے لیے عید ہونا (۱۷) آپ کے حق میں شعر گوئی کا ممنوع ہونا (۱۸) آپ کا پس پشت بھی سامنے کی طرح دیکھنا۔

شریعت کے ساتھ مختص نو خصائص

(۱۹) آثار وضوء کا غر مجمل ہونا (۲۰) تیمم (۲۱) مسواک کا سنت مؤکدہ ہونا (۲۲-۲۳) تمام روئے زمین کا مسجد اور اس کی منی کا طہور ہونا (۲۴) آپ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے اور نیند سے آپ کے وضوء کا نہ ٹوٹنا (۲۵) پانی سے استنجاء کا مستحب ہونا (۲۶) کثیر پانی اور جاری پانی میں نجاست کا مؤثر نہ ہونا (۲۷) نجاست کو پانی سے دھونا یعنی طہارت کے لیے پڑے یا کھال کو نہ کاٹنا۔

نماز کے ساتھ مختص نو خصائص

(۲۸) آپ کو عشاء کی نماز دی گئی جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی (۲۹) آپ کو جمعہ کی نماز دی گئی وہ بھی آپ کا خاصہ ہے (۳۰) نماز باجماعت پڑھنا (۳۱) عیدین کی نماز (۳۲) تہجد کی نماز (۳۳) سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز (۳۴) نماز استسقاء (۳۵) اذان اور اقامت (۳۶) وتر یہ تمام امور اس امت کی خصوصیت ہیں۔

جہاد سے متعلق نو خصائص

(۳۷) آپ کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی (۳۸) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مال غنیمت سے حاصل کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا (۳۹) آپ سب سے تیز رفتار شہسوار تھے (۴۰) آپ جب جنگ کے لیے جاتے تو کبھی رجوع نہیں کرتے تھے (۴۱) آپ قتال کے بغیر ہتھیار نہیں اتارتے تھے (۴۲) خواہ دشمن کی تعداد زیادہ ہو آپ شکست نہیں کھاتے تھے (۴۳) اپنے لیے زمین رکھنا اور دوسروں کو عطاء کرنا آپ کے ساتھ مخصوص تھا (۴۴) وصال کے روز سے آپ کی خصوصیت تھی (یہ خصوصیت جہاد بالنفس کے اعتبار سے ہے۔ سعیدی غفرلہ) (۴۵) آپ آنکھ سے خفیہ اشارہ نہیں کرتے تھے۔

نکاح کے باب میں پندرہ خصائص

(۴۶) لفظ بہ سے نکاح کا جواز آپ کے ساتھ مخصوص ہے (۴۷) آپ سے مہر کو ساقط کر دیا گیا اور آپ کے لیے بغیر کسی عوض کے نکاح حلال ہے (۴۸) بغیر ولی اور بغیر گواہ کے آپ کے ساتھ نکاح کا جواز (۴۹) آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کا حرام ہونا (۵۰) آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے نفقہ کا وجوب (۵۱) ازواج میں آپ پر باریوں کی تقسیم کا واجب نہ ہونا (۵۲) جب آپ کسی باندی سے دخول کر لیں تو اس کی ماں اور بیٹی کا آپ پر حرام نہ ہونا (یہ صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) (۵۳) چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا (۵۴) کسی عورت کو طلاق مغلطہ دے کر بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح کرنا (اس کا وقوع نہیں ہوا۔ سعیدی غفرلہ) (۵۵) ازواج کے سامنے تخیر پیش کرنے کا آپ پر وجوب (۵۶) تخیر کے بعد آپ پر دوسری عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی آپ کے لیے دوسری عورتوں سے نکاح مباح تھا (۵۷) آپ ہر ایک کے کفو تھے خواہ عورت کسی قدر معزز ہو (۵۸) باندیوں کے ساتھ نکاح کا آپ پر حرام ہونا الا یہ کہ آپ ان کو آزاد کر کے نکاح کریں (۵۹) آپ پر ذمیات کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا (۶۰) اگر بہ فرض محال آپ کی کوئی زوجہ بدکاری کرے تو اس پر دگنا عذاب ہونا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس جامع خصائص

(۶۱) جب مسلمانوں کے پاس نفقہ نہ ہو تو آپ پر ان کی کفالت کا واجب ہونا (۶۲) آپ پر تہجد وتر اور مسواک کا واجب ہونا (صحیح یہ ہے کہ ابتداء میں آپ پر تہجد واجب تھی بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا اور وراست پر بھی واجب ہے لیکن شافعیہ کے نزدیک امت پر وتر واجب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) (۶۳) آپ پر زکوٰۃ اور نفلی صدقہ کا حرام ہونا (۶۴) کسی ناجائز بات کو سن کر آپ پر واجب ہے کہ اس کا رد کریں اور آپ کا کوئی کام ناجائز نہیں ہے (۶۵) تمام لوگوں کو جتنے علوم کا مکلف کیا گیا ہے آپ تنہا ان تمام علوم کے مکلف ہیں (۶۶) آپ ہر روز ستر بار استغفار کرتے ہیں (بلکہ سو بار سعیدی غفرلہ) (۶۷) آپ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے (۶۸) آپ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے (۶۹) آپ کچا لہسن پیاز اور گندنا نہیں کھاتے تھے (۷۰) آپ گوہ نہیں کھاتے تھے (۷۱) آپ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے تا وقتیکہ اس کے قرض کا کوئی کفیل نہ ہو جائے (۷۲) آپ کے لیے وصول کے روزوں کا جواب (۷۳) حالت احرام میں آپ کے لیے نکاح کرنا جائز تھا (۷۴) آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز کر دیا گیا تھا (۷۵) آپ کی وجہ سے مدینہ کو حرم بنا دیا گیا (۷۶) آپ کو تنہا تمام کفار سے قتال کا مکلف کیا گیا (۷۷) آپ سو جاتے حتیٰ کہ خرائے لیتے پھر اٹھ کر بغیر وضوء کے نماز پڑھتے (۷۸) آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے اس کا اجر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر تھا (۷۹) آپ اگر کسی نمازی کو دوران نماز بلا تے تو اس پر آپ کے بلا تے پر آنا واجب تھا (۸۰) آپ کے متعلق میت سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے (۸۱) آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا آپ کی وفات کے بعد آپ کا مال صدقہ تھا (۸۲) آپ کے لیے حالت جنابت میں مسجد میں دخول کو مباح کر دیا گیا (۸۳) آپ کے لیے یہ مباح کر دیا گیا کہ آپ اپنے حق میں فیصلہ کر دیں اسی طرح آپ کے لیے مباح کر دیا گیا کہ آپ اپنی اولاد کے حق میں فیصلہ کر دیں (۸۴) آپ کے لعاب مبارک کا موجب شفا ہونا (۸۵) آپ کے پیشاب اور خون کا ظاہر ہونا اور صحابہ کرام کا ان کو پینا پیشاب پینے والی کے لیے فرمایا: تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا اور خون پینے والے کے متعلق فرمایا: تم پر دوزخ حرام کر دی گئی۔

(شرف المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۷۷-۲۸۴ ملخصاً و موضحاً و مضیقاً دار البیضاء الاسلامیہ مکہ مکرمہ ۱۴۲۳ھ)

یہ تمام خصائص قرآن اور سنت سے ثابت ہیں ہم نے طوالت کی وجہ سے ان کے دلائل کو ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۵- ج ۲ ص ۳۸ پر مذکور ہے اور چونکہ اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے تو وہاں اس کی شرح میں شفاعت پر بحث کی گئی اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) شفاعت (۲) شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۳) اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات (۴) خوارج کے شبہ کا ازالہ (۵) معتزلہ کے شبہ کا ازالہ (۶) بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ (۷) انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت (۸) حضور ﷺ کی وجاہت احادیث سے (۹) شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل (۱۰) شفاعت پر وجاہت قرآن سے (۱۱) حضور ﷺ کی وجاہت احادیث سے (۱۲) اقسام شفاعت (۱۳) نظریہ کفارہ مسیح اور شفاعت میں فرق (۱۴) استشفاع۔

۲- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلَا تَرَابًا

جب کوئی شخص پانی پائے نہ مٹی
اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کو پانی نہ ملے جس سے وہ وضوء کر سکے اور نہ اس کو مٹی ملے جس سے وہ تیمم کر سکے اس کا جواب مقدر ہے کہ آیا وہ بغیر وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھے گا یا نہیں اور اس میں علماء کے کئی مذاہب ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ شرح میں ذکر کریں گے۔

”کتاب التیمم“ کی گزشتہ احادیث کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ پہلے امام بخاری نے وہ احادیث ذکر کیں کہ جس شخص کو پانی نہ ملے تو وہ شخص پاک مٹی سے تیمم کر لے اور اب یہ بیان کیا کہ جس شخص کو پانی نہ ملے نہ مٹی وہ کیا کرے؟

۳۳۶- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَأَذَرَ كَتِفَهُمُ الصَّلَاةَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَصَلُّوا فَشَكَرُوا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيْمُمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ تَكْرِهِيَنَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ لَكَ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرٌ.

(جامع المسند لابن الجوزی: ۷۵۶۳ مکتبۃ الرشیدیہ ض ۱۳۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریضہ بار لیا وہ (گر کر) گم ہو گیا پس رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا پھر اس نے (یا آپ نے) اس ہار کو پالیا پھر نماز کا وقت آ گیا اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا پس لوگوں نے (بغیر وضوء کے) نماز پڑھ لی پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی۔ پس حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ سے کہا: اللہ آپ کو اچھی جزاء دے پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی چیز پیش آئی جو آپ کو ناپسند ہو تو اللہ نے اس میں آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان ذکر نہیں کیا گیا تھا اور زائد امور کی شرح ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

حدیث میں اس کی تصریح کہ صحابہ نے بغیر وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھی تھی علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں مٹی کے نہ ملنے کا ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی کیونکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے تیمم کیا تھا کیونکہ اس وقت تک انہیں تیمم کرنے کا علم نہیں تھا پس گویا کہ انہوں نے نہ پانی پایا اور نہ مٹی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام طبرانی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار عاریہ لیا وہ ان کی گردن سے گر گیا حضرت عائشہ نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا آپ نے اسے ڈھونڈنے کے لیے لوگوں کو بھیجا انہوں نے اس کو تلاش کیا اور پایا پھر نماز کا وقت آ گیا تو لوگوں نے بغیر طہارت کے نماز پڑھ لی پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے اور اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل فرمادی تب حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے کہا: اللہ آپ کو جزاء خیر دے پس اللہ کی قسم جب بھی آپ پر کوئی ایسی مصیبت آئی جو آپ کو ناگوار گزری تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے اس میں خیر کر دی۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۱ - ج ۲۳ ص ۵۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

”فاقد الطہورین“ (جو شخص وضوء اور تیمم پر قادر نہ ہو) کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ محنون مالکی اور مزنی شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی ایسی جگہ قید ہو جہاں اس کو پانی میسر نہ ہو مٹی اور نماز کا وقت آ جائے تو وہ بغیر وضوء اور تیمم کے اشاروں سے نماز پڑھے جیسے وہ اشخاص نماز پڑھتے ہیں جو دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ابن قاسم مالکی امام ابو یوسف امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے: ان پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

ابن خویر منداد نے کہا ہے کہ اہل مدینہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جو لوگ پانی اور مٹی پر قادر نہ ہوں حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے وہ نماز نہ پڑھیں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے اور ان سے نماز ساقط ہے اور یہی امام مالک کا صحیح مذہب ہے۔

جن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اس نماز کی قضاء نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو صحابہ ہار ڈھونڈنے گئے تھے اور انہوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھ لی تھی نبی ﷺ نے ان کو دوبارہ تیمم کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

المہلب نے کہا ہے کہ جب بغیر وضوء کے تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے تو ہمارے لیے پانی اور مٹی نہ ملنے کی صورت میں بغیر تیمم اور بغیر وضوء کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو ثور نے کہا: اس مسئلہ کا قیاس اس شخص پر ہے جس کو کپڑے نہ ملیں تو اس کا برہنہ نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

اسی طرح جس کو پانی اور مٹی نہ ملے اس کا وضوء اور تیمم کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر اعادہ نہیں ہے وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق نماز ادا کرے گا۔

ابن القصار مالکی نے کہا: جو لوگ اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق بے وضوء نماز پڑھیں ان پر اعادہ نہیں ہے جیسے مستحاضہ اور جس کو سلس البول ہو (یعنی ہر وقت پیشاب کے قطرات گرتے رہیں) وعلیٰ ہذا القیاس اور جس مسافر کو پیاس کا خوف ہو اور وہ پانی کے

ہوتے ہوئے تیمم کر کے نماز پڑھئے یہ مسئلہ بھی اسی قیاس پر ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس کو پانی اور مٹی میسر نہ ہو وہ نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرے انہوں نے احتیاط پر عمل کیا اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہور کے نماز قبول نہیں کرتا۔

(سنن ترمذی: ۱، صحیح مسلم: ۲۲۴، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹) (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۶۶-۳۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

”فاقد الطہورین“ کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ”فاقد الطہورین“ کے اوپر نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ کر نماز پڑھی کہ ان پر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر اس حالت میں نماز پڑھنا ممنوع ہوتا تو نبی ﷺ ان پر انکار فرما دیتے، امام شافعی، امام احمد، جمہور محدثین اور اکثر اصحاب مالک کا یہی موقف ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان پر اعادہ واجب ہے یا نہیں، امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ ان پر اعادہ واجب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ عذر نادر ہے اس لیے ان سے اعادہ ساقط نہیں ہوگا، امام احمد کے قول مشہور کے مطابق، نیز سخون مالکی اور ابن المنذر کا موقف یہ ہے کہ ان پر اعادہ واجب نہیں ہے، ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے، اگر ان پر اعادہ واجب ہوتا تو نبی ﷺ اس کو بیان فرما دیتے کیونکہ وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اس دلیل کو رد کر دیا گیا ہے کہ اعادہ فوراً واجب نہیں ہے، اس لیے وجوب اعادہ کی الگ دلیل ہونی چاہیے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے اور اگر نماز پڑھ لی ہے تو ان پر اعادہ واجب ہے اور علامہ نووی نے ”شرح المہذب“ میں لکھا ہے کہ ان کا نماز پڑھنا مستحب ہے اور اعادہ واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اعادہ فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز کو فوراً قضاء کرنا واجب ہے کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد میں ان کو نماز قضاء کرنے کا حکم دیا ہو، اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں تھا۔

”فاقد الطہورین“ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

اگر کوئی شخص وضوء کے لیے پانی اور تیمم کے لیے مٹی نہ پائے تو وہ اپنے حال کے موافق نماز پڑھے، ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو آپ نے چند صحابہ کو بار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا، پھر نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھ لی، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ ماجرا بتایا تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی اور نبی ﷺ نے ان پر انکار نہیں کیا اور ان کو اعادہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۲۶) اس سے معلوم ہوا کہ اعادہ واجب نہیں ہے اور اس لیے کہ طہارت شرط ہے پس طہارت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر نہیں کیا جائے گا جیسے ستر اور استقبال قبلہ کا حکم ہے، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو جس شخص نے اپنے حال کے موافق نماز پڑھی، پھر اس کو پانی مل گیا یا مٹی مل گئی تو وہ نماز نہیں دہرائے گا اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے گا کیونکہ نماز کی ایک شرط مفقود ہو گئی اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ وہ حدیث کے موافق ہے، نیز اس لیے کہ اس کو جو حکم دیا گیا تھا، اس نے اس پر عمل کر لیا، پس وہ اپنے ذمہ سے بری ہو گیا اور اس لیے کہ یہ نماز کی ایک شرط ہے جو عجز کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی، اور اس لیے کہ اس نے اپنی طاقت کے مطابق فرض ادا کر لیا اب اس پر اعادہ نہیں ہوگا جیسے کوئی شخص ستر سے عاجز تھا، اس نے برہنہ نماز پڑھ لی یا جس شخص کو سست قبلہ کا علم نہیں تھا، اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی یا جو شخص قیام سے عاجز تھا، اس نے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو

ان سب پر نماز کا اعادہ نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے اس حال پر چھوڑ دو جس پر میں نے تم کو چھوڑ دیا ہے تم سے پہلی امتیں اپنے انبیاء سے سوال کرنے اور اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں پس جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو اس سے باز آ جاؤ اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۸، صحیح مسلم: ۱۳۳۷، مسند احمد: ۹۷۸۷، دار الفکر)

اور نماز کی باقی شرائط پر طہارت کو قیاس کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۴، دار الفکر: قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

”فاقد الطہورین“ کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے کہا: جو شخص شہر میں قید ہو جب اس کو پانی ملے نہ مٹی ملے تو وہ نماز نہ پڑھے اور جب کوئی چیز مل جائے تو وہ نماز پڑھے لے امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے: وہ نماز پڑھے اور بعد میں دہرائے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ”در مختار“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص کو پانی اور مٹی میسر نہ ہو بایں طور کہ اس کو کسی نجس جگہ میں قید کر دیا گیا ہو اور پاک مٹی کی طرف اس کا ٹکنا ممکن نہ ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ نماز کو موخر کرے گا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: بغیر طہور کے نماز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۴، سنن ابو داؤد: ۱۸۷۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲) اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ وہ وقت کے احترام میں نمازیوں کے ساتھ تہبہ کرے یہ واجب ہے اگر اس کو خشک جگہ مل جائے تو وہ رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اس میں نماز کی نیت نہ کرے کیونکہ یہ نماز کے ساتھ مشابہت ہے حقیقت میں نماز نہیں ہے جیسے جب حائض رمضان میں پاک ہو جائے تو وہ رمضان کے مہینہ کی حرمت کی وجہ سے دن میں کھانے پینے سے رکی زہے گی اور یہ روزہ کی مشابہت ہے روزہ نہیں ہے بعد میں اس کی قضاء کرے گی اسی طرح ”فاقد الطہورین“ بھی نماز کے وقت کے احترام کی وجہ سے نماز کے مشابہ رکوع اور سجود کرے گا اور وہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بعد میں اس نماز کو قضاء کرے گا۔ (رد المحتار والدر المختار ج ۱ ص ۳۷۵-۳۷۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ امام مالک اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ ”فاقد الطہورین“ نماز پڑھے گا اور اس پر اعادہ نہیں ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۳۶ میں ہے اور قوت دلیل کے اعتبار سے ان کا مذہب رائج ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب ہے اور وجوب اعادہ پر کوئی دلیل نہیں ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی مگر تحقیق یہ ہے کہ عذر کی صورت میں طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے اور جیسے مستحاضہ اور دیگر معذورین سے طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے ان کے خون کے یا پیشاب کے قطرات گرتے رہیں پھر بھی ان کی نماز صحیح ہے اور قوی ترین دلیل صحابہ کا پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز پڑھنا اور اس پر نبی ﷺ کا انکار نہ کرنا ہے اور ہمارے فقہاء احناف نے اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا اس لیے صحیح یہی ہے کہ ”فاقد الطہورین“ نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ امام اعظم فرماتے ہیں: جب کوئی حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح البخاری: ۵۱۶۳-۴۵۸۳-۳۷۷۳-۱۵۰۴-۳۳۶، صحیح مسلم: ۳۶۷، الرقم المسلسل: ۷۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۱۷، سنن نسائی: ۳۲۲، سنن ابن ماجہ: ۵۶۸، السنن الکبریٰ: ۳۱۲، مسند الحمیدی: ۱۶۵، سنن دارمی: ۵۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۰۹، المعجم الکبیر: ۱۳۱-ج ۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۳، شرح السنہ: ۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۸۷۹، مسند احمد ج ۶ ص ۵۷، طبع قدیم مسند احمد ج ۴ ص ۳۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، تحب الافکار ج ۱ ص ۶۷۹-۶۷۸-۶۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

یہ حدیث تمام کتب صحاح اور سنن میں مذکور ہے پھر اس کی صحت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

تاہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام اعظم نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا صریح قول ہے کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں صحابہ نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا یہ آپ کی تقریر ہے اور جب آپ کے صریح قول اور آپ کی تقریر میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ جواب صرف میری خصوصیت ہے کسی حنفی عالم نے امام اعظم کی طرف سے اس حدیث کا کوئی جواب نہیں دیا۔

فالحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه كما يحب ربنا ويرضى.

نوٹ: اگر کوئی شخص پانی میسر ہونے کے باوجود بے وضوء نماز پڑھے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر وضوء کو غیر ضروری سمجھ کر بے وضوء نماز پڑھے تو یہ کفر ہے۔

شہر میں تیمم کرنا جب کوئی شخص پانی نہ پائے

۳۔ بَابُ التَّيْمُمِ فِي الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ

اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو

الْمَاءَ وَخَافَ فَوَتْ الصَّلَاةِ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شہر میں تیمم کرنے کا کیا حکم ہے اور اس میں دو قیدیں ہیں: (۱) پانی نہ ملے (۲) نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہو اور پانی نہ ملنے میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ شہر میں پانی تو ہو لیکن اس کے حصول پر قدرت نہ ہو مثلاً پانی کنویں میں ہو لیکن اس کے پاس کنویں سے پانی نکالنے کا آلہ نہ ہو۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ سفر میں پانی نہ ہو اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ شہر میں پانی نہ ہو۔

نماز فوت ہونے کے خوف سے شہر میں تیمم کے جواز پر آثار صحابہ سے استدلال

اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ.

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: جب تم شہر میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور تمہارے پاس پانی نہ ہو تو تم پانی کا انتظار کرو اگر تمہیں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۱، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

شہر میں تیمم کے جواز کی تین شرطیں ہیں: (۱) اگر وہ وضوء میں مشغول ہو تو نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو (۲) نماز عید

کے فوت ہونے کا خوف ہو (۳) جنبی کو یہ خوف ہو کہ اگر اس نے غسل کیا تو وہ سخت بیمار ہو جائے گا یا مر جائے گا۔

امام ترمذی نے یہ کہا ہے کہ شہر میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بہت نادر ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۱۹، منتخب الافکار فی تنقیح مباحی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۸۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَقَالَ الْحَسَنُ 'فِي الْمَرِيضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ' وَلَا
يَجِدُ مَنْ يَتَوَلَّاهُ يَتِيمٌ.

اور حسن بھری نے اس مریض کے متعلق کہا جس کے پاس
پانی ہو اور اس کو کوئی وضوء کرانے والا نہ ہو تو وہ تیمم کر (کے نماز
پڑھ) لے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے حسن بھری اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے جس شخص کو یہ امید ہو کہ وہ وقت کے اندر پانی کے استعمال
پر قادر ہو جائے گا وہ تیمم نہ کرے۔

امام بخاری نے اس کے مفہوم مخالف سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کو یہ امید نہ ہو وہ تیمم کر سکتا ہے۔

وَأَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ
فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبِدِ النَّعْمِ فَصَلَّى ثُمَّ دَخَلَ
الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ مُوتِفَعَةٌ فَلَمْ يُعِذْ.

اور حضرت ابن عمرؓ جرف سے اپنی زمین پر آئے تو اونٹوں
کے بازوے میں عصر کا وقت آگیا پس انہوں نے نماز پڑھ لی پھر
مدینہ میں داخل ہوئے اور ابھی سورج بلند تھا تو انہوں نے نماز نہیں
دہرائی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جرف سے آئے حتیٰ کہ جب وہ اونٹوں کے بازوے پر پہنچے تو حضرت
عبداللہ بن عمرؓ نے سواری سے اتر کر پاک منی سے تیمم کیا اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

(موطأ امام مالک: ۹۰، تنویر الخواص ص ۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۸ھ)

جرف مدینہ سے تین میل شام کی جانب ایک مقام ہے۔

درج ذیل احادیث بھی اس تعلیق کی اصل ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اونٹوں کے بازوے میں تیمم کر کے نماز پڑھی اور وہ اس وقت مدینہ سے تین
میل دور تھے پھر وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو سورج بلند تھا انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔ (سنن دارقطنی: ۷۰۶، دار المعرفہ بیروت: ۱۴۲۲ھ)
نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ سے ایک میل یا دو میل پر تیمم کیا پھر عصر کی نماز پڑھی پھر وہ آئے تو سورج بلند
تھا انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔ (سنن دارقطنی: ۷۰۸، دار المعرفہ بیروت: ۱۴۲۲ھ)

شہر سے تین میل دور آنے پر انسان مسافر نہیں ہوتا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ میں تیمم کے جواز کے قائل تھے اس
لیے انہوں نے تین میل کے فاصلہ پر تیمم کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے تیمم کرنے سے پہلے با وضوء ہوں لیکن چونکہ ان کی
عادت ہر نماز سے پہلے نیا وضوء کرنے کی تھی اور وہاں پانی نہیں تھا تو انہوں نے وضوء کے قائم مقام تیمم کر لیا اس صورت میں یہ
تعلیقات اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہوں گی کیونکہ عنوان ہے: شہر میں تیمم کرنا جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء
ہونے کا خوف ہو۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق کو مختصر کر دیا ہے اور اس میں تیمم کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہ تعلیق باب

کے موافق نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے تو تیمم کا ذکر کیا تھا، لیکن جن ناقلین نے صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کیا ان سے تیمم کا لفظ چھوٹ گیا۔

۳۳۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ الْأَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جُهَيْمٍ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصَّمَةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بَنِي جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج نے کہا: میں نے عمیر سے سنا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے کہا: میں اور عبد اللہ بن یسار حضرت میمونہ زوجہ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام آئے حتیٰ کہ ہم حضرت ابو جہیم بن الحارث بن الصمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئے پس حضرت ابو جہیم نے کہا: نبی ﷺ میر جمل کی طرف سے آئے ایک شخص نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو سلام کیا نبی ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ دیوار کے پاس آئے اور آپ نے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۶۹، الرقم المسلسل: ۸۰۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۹، سنن نسائی: ۳۱۱، سنن الکبریٰ للنسائی: ۳۰۷، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۶، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۵، شرح السنہ: ۳۱۰، مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۹، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۳۱، ج ۲ ص ۲۹، ص ۸۳، خزیمہ: ۲۷۴، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۶، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۵، شرح السنہ: ۳۱۰، مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۹، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۳۱، ج ۲ ص ۲۹، ص ۸۳، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر القرشی الحزومی، ابوزکریا المصری ہیں (۲) لیث بن سعد مشہور امام ہیں (۳) جعفر بن ربیعہ بن شریل الکندی المصری ہیں یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) الاعرج یہ عبد الرحمان بن ہرمز ہیں (۵) عمیر یہ عمیر بن عبد اللہ الباشی ہیں ۱۰۴ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عبد اللہ بن یسار المدنی اھلالی ہیں (۷) حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ یہ عبد اللہ بن الحارث بن الصمہ الخزرجی صحابی ہیں امام بخاری نے ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں صحابہ میں ایک اور شخص ابو جہم نام کے ہیں وہ قرشی ہیں اور یہ انصاری ہیں۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۲)

حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے پر دلیل

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے سلام کا جواب دینے کے لیے شہر میں تیمم کیا جب کہ آپ تیمم کرنے سے پہلے بھی سلام کا جواب دے سکتے تھے اس میں یہ دلیل ہے کہ جب شہر میں نماز فوت ہونے کا خوف ہو پھر بھی تیمم کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ زیادہ مؤکد ہے کیونکہ نماز بغیر وضوء اور تیمم کے جائز نہیں اور سلام کا جواب بغیر وضوء اور تیمم کے دینا جائز ہے نیز اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے بے وضوء سلام کا جواب دینا پسند نہیں کیا کیونکہ سلام کے جواب میں لفظ سلام ذکر کیا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام بے وضوء لینا پسند نہیں کیا تو جب آپ بے وضوء اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے تو آپ حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت کیسے کر سکتے ہیں سو اس حدیث میں امام بخاری کا رد ہے جو اس کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ

بے وضوء قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

اس حدیث میں بیرجمل کا ذکر ہے یہ مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پیشاب کر رہے تھے اس وقت آپ کے پاس سے ایک شخص گزرا اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا پھر آپ نے تیمم کر کے اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۶، سنن ترمذی: ۹۰، سنن نسائی: ۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے انہوں نے آپ کو سلام کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ نے وضوء کیا پھر آپ نے اس سے اپنا عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ناپسند کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷، سنن نسائی: ۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۳۶، صحیح ابن حبان: ۸۰۳، المستدرک ج ۱ ص ۲۷۲، شرح معانی الآثار: ۱۰۲، منتخب الانکار ج ۱ ص ۱۴۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کے پاس سے گزرا اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے اس نے آپ کو سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مجھے ایسی حالت میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کیا کرو اگر تم نے سلام کیا تو میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۵۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس سے گزرا اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۶، سنن ترمذی: ۹۰، سنن نسائی: ۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس سے گزرا اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب دے دیا جب وہ گزر گیا تو آپ نے اس کو آواز دے کر بلایا اور فرمایا: میں نے تمہارے سلام کا جواب صرف اس لیے دیا ہے کہ مجھے یہ خوف تھا کہ تم جا کر دل میں سوچو گے کہ میں نے نبی ﷺ کو سلام کیا اور آپ نے جواب نہیں دیا جب تم مجھے اس حال میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کرو اگر تم نے سلام کیا تو میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔ (اس حدیث کو امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس سے گزرا اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے زمین پر ہاتھ مار کر تیمم کیا پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۵۱)

شہر میں تیمم کرنے کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن رطال مالکی قرطبی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب شہر میں کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر وہ وضوء کرنے میں مشغول ہو تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو آیا اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے امام مالک نے کہا: وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کو نہیں دہرائے گا اوزاعی، ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف کہتا ہے: امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف نماز جنازہ اور نماز عیدین کے فوت ہونے

کے خوف سے شہری کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور دیگر فرض نمازوں کے فوت ہونے کے خوف سے ان کے نزدیک تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہدایہ اولین ص ۵۴-۵۹)

امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کو دہرائے گا لیث اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک سے تیسری روایت یہ ہے کہ وہ وضوء کرے خواہ سورج طلوع ہو جائے اور یہی امام ابو یوسف اور زفر کا قول ہے انہوں نے کہا: وہ بالکل نماز نہ پڑھے اور نماز کا فرض اس کے ذمہ ہے حتیٰ کہ وہ پانی سے وضوء کرنے پر قادر ہو جائے کیونکہ ان کے نزدیک شہر میں تیمم کرنا جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت مریض اور مسافر کے لیے دی ہے اور تیمم کو صرف مرض اور سفر کی وجہ سے مباح کیا ہے اس لیے شہری اور تندرست آدمی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ (امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کی بھی یہی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہ)

المہلب نے کہا ہے: بیز جمل کی حدیث (صحیح البخاری: ۳۳۷) میں شہر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے مگر اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے اس تیمم کے ساتھ نبی ﷺ نے صرف سلام کا جواب دینے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ بغیر طہارت کے آپ اللہ کے ذکر کو ناپسند کرتے تھے۔

علامہ ابن بطلال کہتے ہیں: میں نے بعض اہل علم کو علامہ مہلب کی یہ دلیل سنائی تو انہوں نے کہا: اس حدیث سے شہر میں تیمم کرنے کا جواز مستنبط ہوتا ہے جب شہر کے پانی تک پہنچنے میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو کیونکہ جب شہر میں سلام کا جواب دینے کے لیے تیمم کرنا جائز ہے جب کہ آپ کے لیے تیمم سے پہلے بھی سلام کا جواب دینا جائز تھا تو اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ جب شہر میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے بلکہ یہ زیادہ مؤکد ہے کیونکہ نماز بغیر وضوء اور تیمم کے جائز نہیں ہے اور سلام کا جواب دینا بغیر وضوء اور تیمم کے جائز ہے اور نیز تیمم صرف بیماروں اور مسافروں کے لیے مباح کیا گیا ہے کہ جب انہیں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لیں لہذا ہر وہ شخص جس کو پانی میسر نہ ہو اور اس کو نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم کرے مسافر اور مریض کے لیے یہ نص سے ثابت ہے اور شہری اور تندرست کے لیے یہ قیاس سے ثابت ہے اور یہ دلیل قاطع ہے۔

نیز فقہاء احناف نے نماز جنازہ اور نماز عیدین کے لیے شہری اور تندرست کے لیے تیمم کرنے کو جائز قرار دیا ہے سو باقی نمازوں کے لیے بھی شہری اور تندرست کے لیے تیمم کو جائز قرار دینا چاہیے۔ (شرح ابن بطلال ج ۱ ص ۳۶۶-۳۶۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

شہری اور تندرست کے تیمم کے جواز پر علامہ ابن بطلال کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ صحیح البخاری: ۳۳۷ میں نبی ﷺ کے جس تیمم کا ذکر ہے وہ آپ نے صرف سلام کا جواب دینے کے لیے کیا تھا اور یہ تیمم شہر میں نماز کے جواز کے لیے نہیں تھا اور علامہ ابن بطلال نے دوسرے علماء سے پوچھ کر جو

۱۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وضوء یا غسل کرے گا تو نماز قضاء ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضوء یا غسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔ (بہار شریعت حصہ دوم ص ۳۴ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

صدر الشریعہ کا بیان کردہ یہ مسئلہ امام زفر کے موقف کے مطابق ہے کیونکہ دیگر ائمہ احناف کے برخلاف امام زفر اس بات کے قائل ہیں کہ وقت تنگ ہو تو تیمم کر کے نماز ادا کرنی چاہیے اور بعد میں وضوء کر کے اس کو دہرایا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی امام زفر

کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ان کی تائید میں ایک رسالہ ”الظفر لقول زفر“ تحریر فرمایا ہے جو کہ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۴۴۱ تا ۴۴۳ (مطبوعہ لاہور) میں موجود ہے۔

اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں جو مسافروں اور بیماروں کے لیے تیمم کو مباح کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ شرط بھی ملحوظ ہے کہ پانی نہ ملے اور ان کو وضوء کرنے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو انہوں نے اپنی رائے سے اس شرط کا اضافہ کیا ہے قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے پھر اس شرط پر انہوں نے شہری اور تندرست کو قیاس کیا کہ اس کو بھی اگر وضوء کرنے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ بھی تیمم کر سکتے ہیں اس طرح تیمم کی بیمار اور مسافر کے ساتھ خصوصیت نہیں رہے گی اور ہر شخص تیمم کر سکے گا علامہ ابن بطلال نے اپنی اس دلیل کو دلیل قاطع کہا ہے اور درحقیقت یہ دلیل باطل ہے اور نص قرآن کے خلاف اور اس کے مزاحم ہے۔

نیز علامہ ابن بطلال نے اس سے معارضہ کیا ہے کہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جب شہری کو وضوء کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ یا عیدین کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے لہذا دیگر فرائض کے لیے بھی شہری اس صورت میں تیمم کر سکتا ہے۔ علامہ ابن بطلال کا یہ معارضہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ اور عیدین کی نماز کی قضاء نہیں ہوتی لہذا یہ نمازیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی تلائی نہیں ہو سکتی اس وجہ سے شہری کو ان کے لیے تیمم کی اجازت دی گئی اور اگر باقی نمازیں وضوء میں اشتغال کی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضاء نماز سے تلائی ہو سکتی ہے اس لیے دیگر فرائض کو نماز جنازہ اور نماز عیدین پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

باب مذکور کی حدیث کو منسوخ قرار دینے کے جوابات

بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے لیے جو تیمم یا وضوء کیا تھا وہ المائدہ: ۶ سے منسوخ ہو گیا ہے کیونکہ اس آیت میں نماز پڑھنے کے لیے وضوء اور تیمم کا حکم دیا ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے نیند سے اٹھ کر سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں پھر وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳) اور جب بغیر وضوء کے قرآن مجید کی آیات پڑھی جاسکتی ہیں تو بغیر وضوء کے سلام کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے لیکن یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کے لیے وضوء اور تیمم کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اس میں حصر نہیں کیا جب کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے بھی وضوء کیا جاتا ہے اور طواف کعبہ کے لیے بھی وضوء کیا جاتا ہے اور نبی ﷺ نے نیند سے اٹھ کر جو قرآن مجید کی آیات پڑھیں اس کا ایک جواب یہ ہے کہ نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کے بعد جو آپ نے وضوء کیا وہ حصول فضیلت کے لیے تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ اس وقت بے وضوء تھے تو آپ نے بیان جواز کے لیے آیات پڑھیں اور باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ آپ نے تیمم کر کے سلام کا جواب دیا اور سنن ابوداؤد: ۱۶۰ میں ہے: آپ نے حضرت مہاجر بن قنفذ کو وضوء کر کے سلام کا جواب دیا تو ان دونوں صورتوں میں آپ نے مستحب پر عمل کیا لہذا صحیح البخاری کی حدیث مذکور کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۲۶۔ ج ۱ ص ۱۰۵۱ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۔ بَابُ الْمُتَيَّمِّ هَلْ يَنْفَخُ فِيهِمَا؟ کیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں پر پھونک مارے؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ آیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں میں پھونک مار سکتا ہے تاکہ اس کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی اڑ جائے۔ اس باب کے کتاب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق تیمم کے احکام سے ہے۔

۳۳۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ أَبِي أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ذر از سعید بن عبد الرحمن بن ابی ذر

أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ؟ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعَمَرَ
بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذْكُرُ أَنَا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ
فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ
فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا
فَضْرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ الْأَرْضَ
وَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ؟

[اطراف الحديث: ۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵]

[۳۳۶-۳۳۷]

از والد خود انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ
کے پاس آیا اس نے کہا: میں جنبی ہو گیا پھر مجھے پانی نہیں ملا پس
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے کہا:
کیا آپ کو یاد ہے ہم دونوں ایک سفر میں تھے رہے آپ تو آپ
نے نماز نہیں پڑھی اور رہا میں تو میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا پس
میں نے نماز پڑھ لی پھر میں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو
نبی ﷺ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی تھا پھر نبی
ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان میں پھونک
ماری پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملا۔

(صحیح مسلم: ۳۶۸، الرقم السلسل: ۷۹۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۱، سنن نسائی: ۳۲۰، سنن ابن ماجہ: ۵۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۶، سنن الکبریٰ للنسائی:

۳۰۵-۳۰۳، صحیح ابن خزیمرہ: ۲۶۸، صحیح ابن حبان: ۱۳۰۹-۱۳۰۶، مسند البیہار: ۱۳۸۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۳، سنن ابوداؤد الطیالسی: ۶۳۸، المستطی: ۱۲۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۳۲، ج ۳ ص ۲۷۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۵۶۶۳، مکتبۃ الرشید

لابن الجوزی (۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) آدم بن ابی ایس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ (۴) ذر بن عبد اللہ الہمدانی (۵) سعید بن عبد الرحمن ان سب
کا تعارف ہو چکا ہے (۶) سعید کے والد عبد الرحمن بن ابی ایس صحابی خزاعی کوفی ہیں حضرت علی رضی اللہ نے ان کو خراسان کا عامل بنایا
تھا (۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ (۸) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم کا جائز نہ ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں تھا کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ نے ان سے کہا:
رہے آپ تو آپ نے نماز نہیں پڑھی۔ یہ حدیث مختصر ہے اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد الرحمن بن ابی ایس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ کے پاس تھا پس ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس
نے کہا: ہم کسی جگہ ایک ماہ یا دو ماہ ٹھہرتے ہیں پھر حضرت عمر نے کہا: میں تو اس وقت تک نماز نہیں پڑھوں گا حتیٰ کہ میں پانی کو پا لوں
پھر حضرت عمار رضی اللہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ میں اود آپ اونٹوں پر سفر کر رہے تھے پھر ہم دونوں جنبی ہو گئے
رہا میں تو میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا پھر ہم نبی ﷺ کے پاس گئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:
تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کر لیتے آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان پر پھونک ماری پھر ان ہاتھوں سے
چہرے اور دونوں ہاتھوں پر نصف ہاتھ تک مسح کیا تب حضرت عمر نے کہا: اے عمار! اللہ سے ڈرو حضرت عمار نے کہا: اے امیر المؤمنین!
اگر آپ چاہیں تو اللہ کی قسم! میں کبھی اس کا ذکر نہیں کروں گا حضرت عمر نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس معاملہ میں تم کو تمہارے
موقف پر قائم رہنے دیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲، صحیح مسلم: ۳۶۸، الرقم السلسل: ۷۹۸، سنن نسائی: ۳۱۵)

قیاس اور اجتہاد پر دلیل

اس حدیث میں قیاس کی دلیل ہے کیونکہ حضرت عمار نے کہا: میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا انہوں نے اجتہاد کیا کہ حدیث اصغر میں تو صرف چہرے اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کیا جاتا ہے اور یہ تیمم وضوء کا قائم مقام ہوتا ہے اور حدیث اکبر یعنی جنابت میں تو پورے جسم پر مٹی سے مسح ہونا چاہیے تاکہ وہ غسل کا قائم مقام ہو کیونکہ غسل میں پورے جسم پر پانی بہایا جاتا ہے تو تیمم میں پورے جسم پر مسح ہونا چاہیے پھر جب انہوں نے نبی ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے انہیں بتایا کہ حدیث اصغر اور حدیث اکبر دونوں میں تیمم کی ایک صفت ہے یعنی مٹی یا پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ حضور کے زمانہ میں اجتہاد کرتے تھے اور کبھی صحابہ کو اجتہاد میں خطاء واقع ہو جاتی تھی نیز خطاء منکشف ہونے کے بعد اجتہاد کرنے والے پر اس تیمم سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

امام احمد کے نزدیک تیمم میں صرف ایک بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا ہے علامہ ابن عبد البر نے کہا: یہ حضرت عمار سے سب سے زیادہ ثابت روایت ہے اور حضرت عمار کی باقی روایات میں بہت اختلاف ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا وضوء میں فرض کیا ہے پھر تیمم میں فرمایا:

فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔
اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو۔

(النساء: ۴۳، المائدہ: ۶)

اور ظاہر ہے یہاں پر ہاتھوں پر وہیں تک مسح کرنے کا حکم دیا ہے جہاں تک وضوء میں ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا تھا اور وضوء میں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کا حکم دیا تھا تو تیمم میں بھی کہنیوں تک ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔

علماء کا کیفیت تیمم میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ ایک بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے پر مسح کیا جائے اور دوسری بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے البتہ امام مالک کے نزدیک پہنچوں تک مسح کرنا فرض ہے اور کہنیوں تک مسح کرنے میں اختیار ہے۔

حسن بن حی اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: تیمم میں دوبار ہاتھ مارنا ہے اور ہر بار چہرے اور ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے اور الزہری نے کہا: ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کیا جائے۔

ابن سیرین نے کہا: تیمم میں تین ضربات ہیں ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے دوسری ضرب سے ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے اور تیسری ضرب سے کلائیوں پر مسح کیا جائے۔

تیمم کی کیفیت میں حضرت عمار سے مختلف اور مضطرب روایات ہیں اور ہر روایت کے موافق کسی نہ کسی مجتہد نے اپنا مذہب بنالیا ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس میں ظاہر کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اور ظاہر کتاب سے یہ پتا چلتا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور دوسری ضرب سے ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے جیسا کہ وضوء میں ایک بار چہرے کو دھویا جاتا ہے اور دوسری بار ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا جاتا ہے اور ان احادیث کی اتباع کرتے ہوئے جن میں یہ ذکر ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دو بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں پر کہنیوں تک ہے۔ اس حدیث کے تمام رجال ثقاہت ہیں۔ (سنن دارقطنی: ۶۷۹، المستدرک ج ۱ ص ۱۸۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں جنبی ہو گیا اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا، حضرت جابر نے فرمایا: تم زمین پر ہاتھ مارو اور چہرے پر مسح کرو پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مارو اور اپنے ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن دارقطنی: ۶۸۰، ج ۱ ص ۳۲۱، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔ (سنن دارقطنی: ۶۷۳، المستدرک ج ۱ ص ۱۷۹، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۶۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں، ایک چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہتھیلیوں سے کہنیوں تک کے لیے۔ (سنن دارقطنی: ۶۷۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

سالم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ دو ضربوں سے تیمم کیا ہے، ایک ضرب چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے اور ایک ضرب کلائیوں سے کہنیوں تک کے لیے۔ (سنن دارقطنی: ۶۷۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا، آپ اس وقت بیت الخلاء سے آئے تھے اس نے آپ کو سلام کیا، آپ نے اس کو جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ قریب تھا، وہ شخص غائب ہو جاتا، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مارے اور ان کے ساتھ چہرے پر مسح کیا، پھر دوسری بار دیوار پر ہاتھ مارے اور ان کے ساتھ اپنی کلائیوں پر مسح کیا، پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اور کوئی چیز مانع نہیں تھی مگر یہ کہ میں طہر پر نہیں تھا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے، مگر یہ محمد بن ثابت العبیدی کی روایت ہے اور وہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۳۳۰، معرفۃ السنن والآثار: ۳۰۹، السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۶، تلخیص النکح ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے ہے۔ (سنن دارقطنی: ۶۸۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۲، مصنف عبدالرزاق: ۸۲۴)

حسن بصری نے کہا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸، ادرۃ القرآن، کراچی: ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تیمم میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارا جائے، پھر ان کے ساتھ چہرے پر مسح کیا جائے، پھر دوسری بار ہاتھوں کو مارا جائے اور ان کے ساتھ اپنی کلائیوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے۔

(مسند الزہار: ۳۱۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: ۱۴۰۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مسند الزہار: ۳۱۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: ۱۴۰۴ھ)

طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں

سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ الزہری نے کہا: تیمم میں دو ضربیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابو الزہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان کے ساتھ اپنے چہرے پر مسح کیا پھر دوسری بار اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان کے ساتھ کہنیوں سمیت اپنی کلائیوں پر مسح کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: تیمم میں دو ضربیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

چہرے پر مٹی کا لپ نہ کیا جائے

باب مذکور کی حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان پر پھونک ماری پھر ان کے ساتھ اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر مسح کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھونک مار کر مٹی اڑانا سنت یا مستحب ہے اور جس پتھر پر مٹی نہ ہو اس پر ہاتھ مار کر تیمم کرنا بھی صحیح ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۲۳۔ ج ۱ ص ۱۰۴۹ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۔ بَابُ التَّيْمُمِ لِلْوُجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تیمم میں ایک ضرب ہے اور اس ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس باب کی شرح میں کہا ہے کہ یہ واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴، دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس پر رد کیا ہے کہ باب کے عنوان میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس کے وجوب پر دلالت کرے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۳۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان کو جزم کے صیغہ کے ساتھ لکھا ہے حالانکہ اس میں اختلاف مشہور ہے کیونکہ ایک ضرب کے ساتھ تیمم کرنے کی دلیل قوی ہے کیونکہ اس حدیث کے علاوہ جو اور احادیث تیمم کی صفت میں وارد ہیں ان میں حضرت ابو جہیم اور حضرت عمار کی حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور ان کے علاوہ ضعیف روایات ہیں یا ان کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور رائج یہ ہے کہ وہ غیر مرفوع ہیں اور رہی حضرت ابو جہیم کی حدیث تو اس میں دو ہاتھوں کا ذکر مجمل ہے اور رہی حضرت عمار کی حدیث تو صحیحین کے مطابق اس میں ہتھیلیوں کا ذکر ہے اور کہنیوں کا ذکر سنن میں ہے اور ایک روایت میں نصف ذراع کا ذکر ہے اور ایک روایت میں بغلوں تک کا ذکر ہے اور جو کہنیوں تک کی روایت ہے اسی طرح جو نصف ذراع (ہاتھ) کی روایت ہے اس میں بحث ہے اور جو بغلوں تک کی روایت ہے اس کے متعلق امام شافعی وغیرہ نے کہا ہے: اگر یہ نبی ﷺ کے حکم سے واقع ہوا ہے تو اس کے بعد جو نبی ﷺ کا تیمم ہے وہ اس کے لیے ناسخ ہے اور اگر یہ آپ کے امر کے بغیر ہوا ہے تو حجت وہ طریقہ ہے جس کا آپ نے حکم دیا ہے اور صحیحین کی جس حدیث میں چہرے اور ہتھیلیوں پر اقتصار ہے (جو اس باب کی حدیث ہے) اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بعد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور حدیث کا راوی اس حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ جاننے والا ہے

خصوصاً وہ راوی جو صحابی اور مجتہد ہو اور غریب اس پر کلام اس باب میں آئے گا جس میں ایک ضرب پر اقتصار کو بیان کیا گیا ہے۔
(لیکن حافظ ابن حجر بھول گئے اور اس باب میں انہوں نے اس پر کلام نہیں کیا دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۶-۲۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ) (فتح الباری ج ۲ ص ۱۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابو جہیم اور حضرت عمار کی حدیثوں کے علاوہ اور کوئی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقاہت ہیں۔ (سنن دارقطنی: ۶۷۹) اور حاکم نے کہا: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور ذہبی نے بھی کہا: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۱۸۰) اور جس نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے تو میں کہوں گا کہ اس کا مرفوع ہونا زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے کیونکہ وہ دو وجہوں سے مستند ہے اور اس قائل کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حضرت ابو جہیم کی حدیث میں دو ہاتھوں کا ذکر مجمل ہے کیونکہ اس پر اجمال کی تعریف صادق نہیں آتی بلکہ وہ مطلق ہے اور ہتھیلیوں اور کہنیوں اور اس سے آگے تک ہاتھ کے حصہ کو شامل ہے اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۷) اگرچہ ”صحیح بخاری“ کی روایت میں ہاتھوں کا ذکر مطلق اور عام ہے لیکن امام دارقطنی نے ہاتھوں کی تخصیص کلائیوں کے ساتھ کر دی ہے انہوں نے حضرت ابو جہیم کی روایت میں ذکر کیا:

پس نبی ﷺ نے اپنے چہرے اور کلائیوں پر مسح کیا۔ (سنن دارقطنی: ۶۶۰) دار المعرفۃ ۱۴۲۲ھ) لہذا یہ روایت امام بخاری کی روایت کی تفسیر ہے پس امام دارقطنی کی روایت زیادہ واضح اور زیادہ کاشف ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)
میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی ساری بحث کی بنیاد یہ تھی کہ دو ضربوں کے ساتھ تیمم صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور جب علامہ عینی نے یہ ثابت کر دیا کہ دو ضربوں کے ساتھ تیمم صحیح حدیث سے ثابت ہے تو حافظ ابن حجر کی پوری عبارت ساقط ہو گئی۔

۳۳۹۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَمَّا بِهِذَا، وَضَرَبَ شُعْبَةُ يَدَيْهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيهِ، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. وَقَالَ النَّضَرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا يَقُولُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي، قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَمَّا الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ.
(جامع المسانيد لابن الجوزي: ۵۶۶۳ مکتبۃ الرشیدیہ ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے خبر دی از ذر از سعید بن عبد الرحمن بن ابی زید از والد خود کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا اور شعبہ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر اپنے چہرے پر مسح کیا اور اپنی ہتھیلیوں پر مسح کیا اور نضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے از الحکم خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ذر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے از عبد الرحمن بن ابی زید حکم نے کہا: میں نے ابن عبد الرحمن از والد خود سنا ہے کہ حضرت عمار نے کہا: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے وہ اس کو پانی سے کافی ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح گزشتہ حدیث: ۳۳۸ کے تحت گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب

۳۴۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ
فَاجْتَنَبْنَا وَقَالَ تَقُلْ فِيهِمَا.

(جامع المسانيد ابن الجوزي: ۵۶۶۳)

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از احکم از ابن عبد الرحمان بن ابی زلی از والد خود کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم دونوں ایک لشکر میں تھے پس ہم دونوں جنبی ہو گئے اور انہوں نے پھونک ماری جس میں تھوک کی چھینٹیں تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۳۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ
الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ تَمَعَّكَتُ
فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيكَ
الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ. (جامع المسانيد ابن الجوزي: ۵۶۶۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از احکم از ابن عبد الرحمن بن ابی زلی از عبد الرحمان کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں (زمین پر) لوٹ پوٹ ہو گیا تھا پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں (تیمم میں) چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی صحیح البخاری: ۳۳۸ میں گزر چکی ہے اور مزید شرح ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں صرف چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا ہوتا ہے اور کسی چیز پر مسح نہیں کیا جاتا اور امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (مدونة القاري ج ۴ ص ۳۴۲ دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نوینی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تیمم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے ہمارا اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ضروری ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے حضرت علی بن ابی طالب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حسن بصری شعبی سالم بن عبد اللہ بن عمر سفیان ثوری امام مالک امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں صرف ایک ضرب واجب ہے جس سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے یہ مذہب ان فقہاء کا ہے: عطاء مکحول الاوزاعی امام احمد اسحاق ابن المنذر اور عام محدثین۔ زہری سے منقول ہے کہ ہاتھوں سے بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے اسی طرح ہمارے اصحاب نے کتب مذہب میں بیان کیا ہے اور امام ابوسلیمان الخطابی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء میں سے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے آگے ہاتھ پر تیمم میں مسح کرنا لازم نہیں ہے نیز ہمارے اصحاب نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تیمم میں تین ضربات سے کم جائز نہیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لیے تیمم کا جواز

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر (بے وضوء ہونا) کے لیے تیمم جائز ہے اسی طرح تمام زمانوں کے فقہاء اور ان سے

پہلے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی حائض اور نفاس والی کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے، سو حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے۔ اسی کی مثل امام ابراہیم نخعی تابعی سے منقول ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا اور جنبی کے لیے تیمم کے جواز میں احادیث صحیحہ مشہورہ وارد ہیں۔

جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز کے اعادہ کی تفصیل

جب جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے پھر اس کو پانی مل جائے تو علماء کا اجماع ہے کہ اس پر غسل کرنا واجب ہے، سو اس کے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان امام تابعی نے کہا ہے کہ اس پر غسل لازم نہیں ہے اور اس مذہب کے متروک ہونے پر متقدمین اور متاخرین کا اجماع ہے اور احادیث مشہورہ میں نبی ﷺ نے جنبی کو حکم دیا ہے کہ جب اسے پانی مل جائے تو وہ غسل کرے واللہ اعلم۔ مسافر اور شہری کو جب پانی نہ ملے تو اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے، وہ اپنی شرم گاہوں کو دھو لیں اور نماز پڑھیں اور ان کے لیے تیمم کرنا کافی ہے اور جب انہوں نے اپنی شرم گاہوں کو دھو لیا ہے تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے اپنی شرم گاہوں کو نہیں دھو لیا ہے تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے بشرطیکہ ہم یہ کہیں کہ رطوبت فرج نجس ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ رطوبت فرج نجس نہیں ہے تو پھر ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ جماع کے بعد جو فرج سے رطوبت نکلتی ہے وہ قطعی طور پر نجس ہے اس لیے ان پر مطلقاً نماز کا اعادہ واجب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

محدث کے اعضاء یا کپڑوں پر نجاست ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تفصیل

جب محدث کے بعض اعضاء پر نجاست ہو اور وہ وضوء کے بدلے تیمم کا ارادہ کرے تو ہمارے اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس کا تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ جب اس کے بدن پر نجاست ہو اور اس کے کپڑوں پر نجاست نہ ہو تو اس کا تیمم کرنا جائز ہے اور اگر اس کے کپڑوں پر نجاست ہو تو پھر اس کا تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور نماز کا اعادہ کرنے میں امام احمد کے اصحاب کا اختلاف ہے۔ ابن المنذر نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص نجاست کی جگہ پر مٹی سے مسح کر لے اور نماز پڑھ لے یہ ثوری اور اعلیٰ راویوں کا مذہب ہے۔

اس کی تفصیل کہ کسی عذر کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ نہیں ہے

جس شخص نے مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھی ہے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس شخص نے پانی سے عاجز ہونے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھی ہے تو اگر وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں غالباً پانی نہیں ملتا مثلاً سفر میں تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں نادر پانی نہیں ملتا مثلاً شہر میں تو مذہب صحیح کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

زمین کی جنس سے تیمم کرنے کے جواز میں مذاہب ائمہ

جس چیز کی جنس سے تیمم کیا جائے اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے امام شافعی، امام احمد ابن المنذر، داؤد و طاہری کے نزدیک صرف اس مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے جس کا غبار ہو اور اس سے جسم آلودہ ہو جائے اور امام ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک زمین کی تمام چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے (میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل صحیح البخاری: ۳۳۸ ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان میں پھونک ماری تاکہ خاک یا غبار اٹھ جائے اس سے معلوم ہوا کہ صاف پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور بعض اصحاب مالک کا یہ مذہب ہے کہ جو چیز زمین سے متصل

ہو مثلاً لکڑی وغیرہ اس سے بھی تیمم کرنا جائز ہے اور برف سے تیمم کرنے میں امام مالک سے دو روایتیں ہیں اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ برف سے اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کر کے فرض نماز، نوافل اور نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

رہا تیمم کا حکم تو ہمارا اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدث کو زائل نہیں کرتا بلکہ نماز کو مباح کرتا ہے پس اس سے فرض نماز اور جس قدر نوافل پڑھنا چاہے وہ مباح ہیں اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرضوں کو جمع نہ کرے اور اگر اس نے تیمم سے فرض کی نیت کی ہے تو اس سے فرض اور نفل دونوں پڑھنا جائز ہیں اور اگر اس نے تیمم سے نفل کی نیت کی ہے تو اس سے فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس کے لیے ایک تیمم کر کے کئی جنازوں پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے لیے ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور وقت سے پہلے وہ تیمم نہ کرے اور جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا پھر اس نے حالت نماز میں پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی بلکہ اس کے لیے نماز کو مکمل کرنا جائز ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۶ مکتبہ زار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک ایک تیمم سے دو فرض نمازوں کے پڑھنے کا جواز اور اس پر دلائل

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۹۷ھ لکھتے ہیں:

وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے اور دو فرضوں کے لیے بھی تیمم کرنا جائز ہے کیونکہ جب پانی نہ ہو تو ہمارے نزدیک تیمم وضوء کا بدل مطلق ہے اور جب تک پانی نہ ملے اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ یہ نماز کو مباح کرتا ہو اور حدث قائم رہتا ہو جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ تیمم وضوء کا بدل ضروری ہے اور اس کے باوجود حدث قائم رہتا ہے پس وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ایک تیمم سے ایک سے زیادہ فرض پڑھنے جائز ہیں ہمارے نزدیک تیمم حدث کو اٹھانے والا ہے ان کے نزدیک تیمم حدث کو نہیں اٹھاتا صرف نماز کو مباح کر دیتا ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اس سے اپنے جسم کو گھس کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۲، سنن ترمذی: ۱۲۴، سنن نسائی: ۳۲۱، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۶، المستدرک ج ۱ ص ۱۸۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۳۰-۲۳۱-۲۱۲، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰-۱۵۵)

نیز حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ذر! پاک مٹی پاک کرنے والی ہے خواہ تم دس سال تک پانی نہ پاؤ پس جب تم پانی کو پاؤ تو اس سے اپنی جلد کو مس کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳)

امام ترمذی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: پاک مٹی مسلمان کا طہور ہے خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اپنی کھال کو پانی سے مس کرنے بے شک یہ خیر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۴)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب جنبی اور حائض کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھیں حضرت ابن مسعود جنبی کے لیے تیمم کو جائز نہیں کہتے تھے خواہ اس کو پانی نہ ملے اور انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا: جب جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لے۔ (سنن ترمذی ص ۷۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہور بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۲، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۳)

طہور کا معنی مطہر ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام زمین کو آپ کے لیے مطہر بنا دیا گیا ان احادیث سے

واضح ہو گیا کہ جب تک پانی نہ ملے تیمم طہارت مطلقہ ہے اور طہارت ضروریہ نہیں ہے اس سے دو فرض بھی پڑھے جاسکتے ہیں اور وقت سے پہلے تیمم بھی کیا جاسکتا ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۵۶ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کا فقہاء شافعیہ کے برعکس تیمم میں -----
کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کو صحیح قرار دینا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تمہارے لیے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے اس حدیث کی توجیہ میں لکھا ہے: اس حدیث سے ضرب کی صورت کی تعلیم دینا مراد ہے یعنی کس طرح زمین پر ہاتھ مارا جائے اور پورا تیمم کس کیفیت سے کیا جائے یہ مراد نہیں ہے لیکن اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ پورا تیمم کس طرح کیا جائے کیونکہ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ تم چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کر دو اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جس طرح وضوء میں پوری کلائیوں کو دھونا فرض ہے اسی طرح تیمم میں پوری کلائیوں پر مسح کرنا فرض ہے تو یہ نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا ہے اور یہ فاسد الاعتبار ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۶ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام ترمذی کا کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو بعض اہل علم کے حوالے سے ضعیف قرار دینا

حافظ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد تیمم میں ضرب کی صورت کی تعلیم دینا ہے نہ کہ اس حدیث میں پورے تیمم کی تعلیم دینا مراد ہے کیونکہ امام طحاوی اور دوسرے ائمہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمار کی حدیث تیمم میں حجت کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ تیمم صرف ہتھیلیوں پر مسح ہے یا صرف پہنچوں تک ہے یا صرف کہنیوں تک ہے یا صرف کندھوں تک ہے یا صرف بغلوں تک ہے جیسا کہ اہل علم کی ایک جماعت ان میں سے ہر ایک احتمال کی طرف گئی ہے اسی وجہ سے امام ترمذی نے کہا ہے کہ حضرت عمار کی جس حدیث میں ہے: تیمم چہرے اور ہتھیلیوں پر ہے اس کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمار سے تیمم میں کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنے کی بھی روایت ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: صحیح بخاری کی حدیث مذکور سنن ترمذی: ۱۳۴ پر ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس پر

حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

بعض اہل علم نے کہا ہے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت جابر، ابراہیم نخعی اور حسن بصری ہیں کہ تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے ہے سفیان ثوری، امام مالک، ابن المبارک، امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور حضرت عمار سے یہ حدیث: تیمم چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے ہے دیگر اسانید سے بھی مروی ہے اور حضرت عمار سے تیمم میں کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنے کی بھی حدیث مروی ہے پس بعض اہل علم نے حضرت عمار کی اس حدیث کہ تیمم چہرے اور ہتھیلیوں پر ہے کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمار سے کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنا بھی مروی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۸۱ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی حدیث اس لیے بھی ضعیف اور مرجوح ہے کہ یہ اس صحیح حدیث کے

الْحَكَمِ ' عَنْ ذَرٍّ ' عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ شَهِدْتُ عُمَرَ ' فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ ' وَسَاقُ الْحَدِيثِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۳)

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ذرار ابن عبد الرحمان از عبد الرحمن انہوں نے کہا: میں حضرت عمر کے پاس تھا کہ عمار نے ان سے کہا اور پھر حدیث بیان کی۔

اس حدیث پر مفصل بحث گزشتہ حدیث: ۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ الْحَكَمِ ' عَنْ ذَرٍّ ' عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ أَبِي ' قَالَ قَالَ عَمَّارٌ فَضْرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ ' فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ذرار ابن عبد الرحمان ابن ابی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا پھر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔

اس حدیث پر بھی مبسوط بحث صحیح البخاری: ۳۴۱ میں گزر چکی ہے تاہم حضرت عمار کی تیمم کے متعلق ہم دیگر روایات بھی بیان کر رہے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ تیمم کے متعلق حضرت عمار کی روایات مضطرب ہیں۔

تیمم کے متعلق حضرت عمار کی مضطرب روایات

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے سفر میں تیمم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرے۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۵: السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۰: سنن ابوداؤد: ۳۲۸: المعجم الزخار مسند البزار: ۱۳۹۰: ج ۳ ص ۲۲۸)

عبید اللہ بن عبد اللہ از والد خود از حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۳۱۷: السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۳: سنن ابن ماجہ: ۵۵۶: سنن ابوداؤد: ۳۲۰: شرح السنن ج ۲ ص ۱۰۴)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل کی تو مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر کندھوں تک مسح کیا اور ہاتھوں کے باطن سے بغلوں تک مسح کیا۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۰: السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۹: سنن ابوداؤد: ۳۲۰)

ابوموسیٰ اور ابن الزبیر نے حضرت عمار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ان کو چہرے اور کلائیوں تک لونا دیا۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۳۳۷)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اور اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں

ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۳: سنن ابوداؤد: ۳۲۶: صحیح ابن خزمہ: ۲۷۰: السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت عمار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی تھا پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین

پر مارے پھر ان پر پھونک ماری پھر ان کے ساتھ اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں پر نصف کلائیوں تک مسح کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۳-۳۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۹۱۵)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۵)

حضرت عمار بیان کرتے ہیں کہ میں مسلمانوں کے ساتھ تھا، حتیٰ کہ یہ رخصت نازل ہو گئی کہ جب ہمیں پانی نہ ملے تو ہم مٹی سے تیمم کر لیں، پس ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم ایک بار چہرے کے لیے زمین پر ہاتھ ماریں اور دوسری بار کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے زمین پر ہاتھ ماریں۔ (البحر الزخار مسند البزار: ۱۳۸۴-ج ۳ ص ۲۲۱، مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ: ۱۴۲۳ھ، سنن ابوداؤد: ۳۲۵، مسند ابویعلیٰ: ۱۶۳۰)

حضرت عمار کی یہی وہ حدیث ہے جو قابل عمل ہے اور دوسری احادیث صحیحہ کے موافق ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور اگر یہ حدیث امام بخاری کے معیار پر پوری نہیں تو کوئی حرج نہیں، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے معیار پر پوری ہے اور انہوں نے اس سے اس وقت استدلال کیا جب امام بخاری پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس کی سند میں کوئی ایسا راوی آ گیا ہو جس کی وجہ سے یہ حدیث امام بخاری کے معیار سے گر گئی ہو لیکن امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی، امام بخاری پر مقدم ہیں سو جس سند سے ان کو یہ حدیث پہنچی اس میں وہ راوی نہ تھا لہذا امام بخاری کے معیار پر پوری نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث فی نفسہ صحیح نہ ہو حافظ ابن حجر عسقلانی اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے امام بخاری کی تائید میں اس حدیث کو فاسد الاعتبار قرار دے دیا۔

حضرت عمار سے تیمم کے متعلق جو احادیث مروی ہیں ان میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہتھیلیوں پر مسح کے لیے فرمایا اور ہاتھوں کے جوڑ یعنی پہنچوں تک مسح کے لیے فرمایا اور نصف کلائیوں تک مسح کے لیے فرمایا اور آپ نے اور مسلمانوں نے کندھوں تک مسح کیا اور بغلوں تک مسح کیا اور دوضربوں کے ساتھ چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا سو حضرت عمار کی حدیث میں اتنا شدید اضطراب ہے اور جو حدیث مضطرب ہو وہ لائق استدلال نہیں ہوتی، پھر حافظ ابن حجر کا اس مضطرب حدیث کی صحت پر اصرار کرنا اور اس کو ترجیح دینا سخت باعث حیرت ہے جب کہ جمہور فقہاء نے اس مضطرب روایت کو مسترد کر دیا ہے۔

۶۔ بَابُ الصَّعِيدِ الطَّيِّبِ وَضُوءِ الْمُسْلِمِ، يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ
پاک مٹی مسلمان کے لیے آلہ طہارت ہے
اور اس کو پانی سے کافی ہے

اس عنوان کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابودریش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا طہور ہے، خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اپنی کھال کو پانی سے مس کرنے بے شک یہ خیر ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۴، سنن ابوداؤد: ۳۲۲، سنن نسائی: ۳۲۱، مصنف عبدالرزاق: ۹۱۳)

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِيهِ التِّيمُّ مَا لَمْ يُحْدِثْ. اور حسن بصری نے کہا: جب تک کوئی آدمی بے وضوء نہ ہو اس کو تیمم کافی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

از حسن بصری انہوں نے کہا: ایک تیمم کافی ہے جب تک کوئی شخص بے وضوء نہ ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۳۶)

اور حضرت ابن عباس نے امامت کی اور وہ اس وقت متیمم تھے۔

وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتِمِّمٌ.

اس تعلق کی اصل ”مصنف ابن ابی شیبہ“ اور ”سنن بیہقی“ میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۶)

اور یحییٰ بن سعید نے کہا: تمکین اور تہجر زمین پر نماز پڑھنے میں اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى

السَّبْخَةِ، وَالتِّمِّمِ بِهَا.

۳۴۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ

قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ

قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَأَنَا أَسْرَيْنَا حَتَّى كُنَّا فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً

وَلَا وَقْعَةً أَحْلَى عِنْدَ الْمَسَافِرِ مِنْهَا فَمَا أَبْقَطْنَا إِلَّا

حَرَّ الشَّمْسِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ اسْتَبَقَطَ فُلَانٌ ثُمَّ

فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ. يُسَمِّيهِمْ أَبُو رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ

ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ لَمْ يُوقِظْ حَتَّى يَكُونَ هُوَ يَسْتَبِقِظُ

لَأَنَّا لَا نَدْرِي مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ فَلَمَّا اسْتَبَقِظَ

عُمَرُ وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيدًا

فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ فَمَا زَالَ يَكْبُرُ وَيَرْفَعُ

صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى اسْتَبَقِظَ بِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَبَقِظَ شَكُّوا إِلَيْهِ الَّذِي

أَصَابَهُمْ قَالَ لَا ضَيْرَ أَوْ لَا يَضِيرُ إِنْ تَحَلَّوْا

فَارْتَحَلْ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوءِ

فَتَوَضَّأَ وَتَوَدَّى بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْقَلَبَ

مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ

الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟

قَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ

فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَاسْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَتَزَلَّ فَدَعَا

فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُو رَجَاءٍ نِسِيَةً عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا

فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقِيَا امْرَأَةً بَيْنَ

مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيعَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا فَقَالَ لَهَا

لَهَا آيِنَ الْمَاءِ؟ قَالَتْ عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسَ هَلِ هُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از عمران انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے بے شک ہم رات میں سفر کر رہے تھے حتیٰ کہ ہم رات کے آخری حصہ میں پہنچے اور لیٹ کر سو گئے اور مسافر کے لیے رات کے آخری حصے میں سونے سے زیادہ اور کوئی میٹھی چیز نہیں ہوتی پھر ہم کو صرف سورج کی گرمی نے بیدار کیا سب سے پہلے فلاں شخص بیدار ہوا پھر فلاں شخص بیدار ہوا پھر فلاں شخص بیدار ہوا لیکن عوف بھول گئے پھر چوتھے حضرت عمر بن الخطاب بیدار ہوئے اور نبی ﷺ جب سوئے ہوئے تھے تو ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ خود بیدار ہوں کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند میں آپ پر کیا کیفیات طاری ہیں پس جب حضرت عمر بیدار ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگوں پر کیا مصیبت آچکی ہے اور وہ بہت ہمت والے مرد تھے انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا پھر وہ مسلسل بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے رہے حتیٰ کہ نبی ﷺ آپ کی آواز سے بیدار ہو گئے جب آپ بیدار ہوئے تو لوگوں نے آپ سے اس مصیبت کی شکایت کی جو انہیں پہنچی تھی آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یا فرمایا: کوئی نقصان نہیں یہاں سے روانہ ہو پس آپ چلے ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ آپ سواری سے اترے اور وضوء کے لیے پانی منگایا پھر آپ نے وضوء کیا اور نماز کے لیے اذان دی گئی پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دیکھا ایک شخص الگ کھڑا تھا اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی آپ نے فرمایا: اے فلاں! تم کو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے منع کیا؟ اس نے

السَّاعَةِ، وَنَفَرْنَا خُلُوفًا، قَالَا لَهَا إِنِّطَلِقِي إِذَا، قَالَتْ
إِلَى أَيْنَ؟ قَالَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
قَالَتْ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيُّ؟ قَالَا هُوَ الَّذِي تَعْنِينَ،
فَانْطَلِقِي، فَجَاءَا بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيثَ، قَالَ فَاسْتَنْزَلُوَهَا عَنْ
بَعِيرِهَا، وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ،
فَفَرَّغَ فِيهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ، أَوِ الشَّطِيطَتَيْنِ،
وَأَوْكَا أَفْوَاهَهُمَا، وَأَطْلَقَ الْعِزَالِي، وَنَوْدَى فِي النَّاسِ
اسْقُوا وَاسْتَقُوا، فَسَقَى مَنْ سَقَى، وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ،
وَكَانَ آخِرُ ذَلِكَ أَنْ أُعْطِيَ الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً
مِنْ مَاءٍ، قَالَ إِذْهَبْ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ، وَهِيَ قَائِمَةٌ
تَنْظُرُ إِلَى مَا يَفْعَلُ بِمَائِهَا، وَآيَمَ اللَّهِ، لَقَدْ أَقْلَعَ عَنْهَا،
وَأَنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلَاةً مِنْهَا حِينَ ابْتَدَأَ
فِيهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوا لَهَا،
فَجَمَعُوا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيقَةٍ وَسَوِيقَةٍ، حَتَّى
جَمَعُوا لَهَا طَعَامًا، فَجَعَلُوهُ فِي ثَوْبٍ، وَحَمَلُوَهَا عَلَى
بَعِيرِهَا، وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا، قَالَ لَهَا تَعْلَمِينَ،
مَا رَزَقْنَا مِنْ مَائِكَ شَيْئًا، وَلَكِنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي أَسْقَانَا،
فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدْ اخْتَبَسَتْ عَنْهُمْ، قَالُوا مَا حَبَسَكَ
يَا فُلَانَةُ؟ قَالَتْ الْعَجَبُ لِقَيْنِي رَجُلَانِ، فَذَهَبَا بِي
إِلَى هَذَا الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيُّ، فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا،
قَالَ اللَّهُ، إِنَّهُ لَا سِحْرَ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ،
وَقَالَتْ يَا صَبَّغِيهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَابِيَّةَ، فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى
السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ، أَوْ إِنَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ
حَقًّا، فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ ذَلِكَ، يُغَيِّرُونَ عَلَى مَنْ
حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، وَلَا يُصَيِّونَ الصِّرْمَ الَّذِي
هِيَ مِنْهُ، فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أُرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ
يَدْعُونَكُمْ عَمْدًا، فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَأَطَاعُوهَا
فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَبَّأَ خَرَجَ

کہا: میں جنبی ہو گیا ہوں اور (غسل کے لیے) پانی نہیں ہے آپ
نے فرمایا: تم پاک منی کا قصد کرلو (تیمم کرو) وہ (تمہاری طہارت
کے لیے) کافی ہے پھر نبی ﷺ روانہ ہوئے پھر لوگوں نے آپ
سے پیاس کی شکایت کی آپ سواری سے اترے اور آپ نے
فلاں کو بلایا ابورجاء نے اس کا نام لیا تھا اور عوف بھول گئے اور
حضرت علی کو بلایا اور فرمایا: تم دونوں جاؤ اور پانی کی تلاش کرؤ پس وہ
دونوں گئے ان کو ایک عورت ملی جس کے اونٹ پر پانی کی دو بڑی
مشکیں رکھی ہوئی تھیں ان دونوں نے اُس سے کہا: پانی کہاں ہے؟
اس نے کہا: میں کل سے اس وقت تک اس پانی کی حفاظت کر رہی
ہوں اور ہمارے گھر والے پیچھے ہیں ان دونوں نے کہا: تب تم
ہمارے ساتھ چلو اس نے کہا: کہاں تک؟ ان دونوں نے کہا: رسول
اللہ ﷺ کے پاس اس نے کہا: ان کے پاس جن کے متعلق کہا
جاتا ہے انہوں نے اپنا دین بدل لیا ہے انہوں نے کہا: ہاں! وہی
جن کا تم ارادہ کر رہی ہو پس روانہ ہو پھر وہ اس کو لے کر نبی ﷺ
کے پاس آئے اور آپ کو سارا واقعہ سنایا پھر مسلمانوں نے اس
عورت کو اس کے اونٹ سے اتارا اور نبی ﷺ نے برتن منگایا اور
ان بڑی مشکوں میں سے ایک کا منہ کھول کر برتن میں پانی اندر لیا
پھر ان مشکوں کا منہ باندھ دیا پھر اس بڑی مشک کے نچلے حصہ کا منہ
کھول دیا اور لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ خوب پانی پیو اور پلاؤ پھر
جس نے جتنا چاہا پیا اور جتنا چاہا پلایا اور آخر میں اس شخص کو برتن
سے پانی دیا گیا جو جنبی تھا آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنے اوپر پانی
بہاؤ اور وہ عورت کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ
کیا کیا جا رہا ہے اور اللہ کی قسم! ان بڑی مشکوں سے پانی نکالا گیا
اور ہمیں معلوم ہو رہا تھا کہ جب ان مشکوں سے پانی نکالنے کی
ابتداء کی گئی تھی ان میں اس سے بھی زیادہ پانی بھرا ہوا ہے تب
نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے (کھانے کی چیزوں کو) جمع کرو
پھر اس کے لیے عجمہ کھجوریں گندم جو اور سٹو وغیرہ جمع کر کے ان کو
ایک پوٹلی میں باندھ دیا گیا اور اس کو اس کے اونٹ پر سوار کر دیا گیا
اور اس پوٹلی کو اس کے سامنے رکھ دیا آپ نے اس عورت سے

مِنْ دِينِ إِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الصَّائِبِينَ فِرْقَةً
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ الزُّبُورَ.

اطراف الحديث: ۴۳۸-۴۵۱ (صحیح مسلم: ۶۸۲) رقم
السلسل: ۱۵۳۵ دلائل النبوة للبيهقي ج ۲ ص ۲۷۹-۲۷۷ دلائل النبوة
الابی نعیم: ۳۲۰ مسند البزار: ۳۵۸۳ صحیح ابن خزيمة: ۹۹۷-۹۸۷-۲۷۱-
۱۱۳ صحیح ابن حبان: ۱۳۰۲-۱۳۰۱ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۳ مصنف
ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۱۵۶ ج ۲ ص ۶۷ سنن دارمی: ۷۳۳ المعجم الكبير:
۲۷۷-۲۷۶ ج ۱۸ سنن البيهقي ج ۱ ص ۳۲ شرح المنة: ۳۷۱ مسند
ابوداؤد الطيالسي: ۸۵۷ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵-۴۳۴ طبع قدیم مسند
احمد: ۱۹۸۹۸ ج ۳ ص ۱۳۱-۱۲۹ مؤسسه الرسالة بيروت جامع
السانيد لابن الجوزي: ۵۸۳۸ مکتبه الرشدي رياض (۱۳۲۶ھ)

فرمایا: تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کم نہیں کیا، لیکن
اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی پلایا ہے پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے
پاس پہنچی اور وہ اتنی دیر ان سے غائب رہی تھی اس کے گھر والوں
نے کہا: اے فلانہ! تم اتنی دیر کہاں رکی رہی تھیں؟ اس نے کہا: بہت
تعجب خیز بات ہے مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس
لے گئے جس کو صاعی (دین بدلنے والا) کہا جاتا ہے اس نے اس
طرح اور اس طرح کیا اور اس نے اپنی درمیان والی انگلی اور
شہادت کی انگلی سے زمین اور آسمان کی طرف اشارہ کرتے کہا: وہ
اس کے اور اس کے درمیان لوگوں میں سب سے بڑا جادوگر ہے
یا پھر وہ ضرور اللہ کا برحق رسول ہے اس کے بعد مسلمان اس کے
ارد گرد مشرکین پر حملے کرتے تھے لیکن اس ہستی پر حملہ نہیں کرتے
تھے جس میں وہ عورت رہتی تھی ایک دن اس عورت نے اپنے
لوگوں سے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ مسلمان تم لوگوں کو دانستہ چھوڑ
رہے ہیں تو کیا تمہیں اسلام قبول کرنے میں کوئی رغبت ہے؟ تو ان
لوگوں نے اس عورت کی اطاعت کی اور اسلام میں داخل ہو
گئے۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: ”صبا“ کا معنی ہے: ایک
دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونا اور ابو العالیہ نے کہا:
الصائبین اہل کتاب کا فرقہ ہے جو زبور کی تلاوت کرتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم پاک مٹی کا قصد کر لو وہ (تمہاری) طہارت کے لیے کافی
ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے اس کو پانی سے کافی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسد: بن مسرہ حدان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یحییٰ بن سعد القطان بن دار نے کہا: میرا گمان ہے انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی
معصیت نہیں کی (۳) عوف الاعرابی ان کو عوف الصدوق کہا جاتا ہے (۴) ابورجاء العطار دی ان کا نام عمران بن ملحان ہے امام
بخاری نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن تیم ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ کی زیارت نہیں کی یہ فتح مکہ کے بعد
اسلام لائے تھے انہوں نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی اور ۱۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے (۵) حضرت عمران بن حصین یہ غزوہ خیبر کے بعد
اسلام لائے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۸۰ احادیث روایت کی ہیں صحیح بخاری میں ان کی ۱۱۲ احادیث ہیں حضرت عمر
نے ان کو بصرہ میں فقہ کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا فرشتے ان کو سلام کرتے تھے یہ بصرہ میں قاضی تھے اور ۵۲ھ میں فوت ہو گئے
تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۸)

حدیث مذکور میں جس سفر کا ذکر ہے اس کی تعیین

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اس سفر کی تعیین میں اختلاف ہے امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ (صحیح مسلم: ۶۸۰) اور امام ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس رات نبی ﷺ حدیبیہ سے آئے پس آپ ایک جگہ ٹھہرے تو آپ نے فرمایا: ہماری (نماز کی) حفاظت کون کرے گا؟ تو حضرت بلال نے کہا: میں۔ (سنن ابو داؤد: ۳۳۵) اور امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات مکہ کے راستے سے آرہے تھے تو آپ نے حضرت بلال کو مقرر کیا کہ وہ ان کو نماز کے لیے بیدار کر دیں پھر حضرت بلال سو گئے اور سب مسلمان سو گئے حتیٰ کہ سب اس وقت بیدار ہوئے جب ان پر سورج طلوع ہو چکا تھا۔

(موطأ امام مالک: ۲۶)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا ہے تو آپ کو سورج کے طلوع کا پتا کیوں نہیں چلا

اس حدیث میں ہے: جب نبی ﷺ سوئے ہوئے ہوتے تھے تو ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے! اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا تو اس وادی میں آپ کی نیند کی کیا توجیہ کی جائے گی حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا اور نماز کا وقت گزر گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کی نیند اور قلب کی بیداری غالب اوقات میں ہے اور کبھی کبھی اس کے خلاف ہو جاتا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے آخر میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اور اگر اللہ چاہتا تو ہماری روحوں کو اس وقت کے علاوہ لوٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک: ۲۶) اور ”مسند احمد“ میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے: اگر اللہ ارادہ فرماتا کہ تم نہ سوؤ تو تم نہ سوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا یہ تمہارے بعد والوں کے لیے نمونہ ہو جائے (کہ قضاء نماز کو کس طرح ادا کیا جاتا ہے) پس اسی طرح جو شخص سو جائے یا بھول جائے وہ بعد میں نماز پڑھ لے۔ ”مسند احمد“ میں حضرت ابن عباس سے موقوف روایت ہے کہ مجھے اس قضاء نماز کی رخصت کے بدلہ میں دنیا اور مافیہا مل جائے تو میں اس سے خوش نہیں ہوں اور امام ابن ابی شیبہ نے مسروق سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سورج طلوع ہونے کے بعد جو قضاء نماز پڑھی مجھے اس رخصت کے مقابلہ میں دنیا اور مافیہا مل جائے تو وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ (تویر الحوالک ص ۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی نیند ایسی نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے قلب پر محیط اور مستغرق ہو جائے اور آپ کو وضوء ٹوٹنے کا ادراک نہ ہو یعنی آپ کے قلب کو نیند کی حالت میں آپ کے جسم کا ادراک ہوتا تھا نہ کہ گرد و پیش کا لہذا طلوع شمس کا ادراک نہ ہونا آپ کے قلب کے بیدار رہنے کے منافی نہیں کیونکہ جس رات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر آپ کے رات کے احوال کا مشاہدہ کر رہے تھے اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت ابن عباس نے کہا: آپ سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا۔

اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس وادی کی نیند میں صرف آپ کی آنکھوں کے سونے کا ذکر ہے اور سورج کے طلوع کا ادراک آنکھوں سے ہوتا ہے اور وہ سوئی ہوئی تھیں اس لیے آپ کو سورج کے طلوع کا ادراک نہیں ہوا اور یہ دل کا فعل نہیں ہے دل تو یادِ الہی میں بیدار تھا۔

ابو عمر نے کہا: وادی میں نیند کا واقعہ ایک بار ہوا تھا قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دوبار ہوا تھا اور قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے

کہ یہ واقعہ تین بار ہوا تھا۔

اگر انسان کی تقصیر کے بغیر نماز قضاء ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوگی

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں نبی ﷺ نے یہ صحابہ کی تالیف قلب اور دل جوئی کے لیے فرمایا تھا کیونکہ صحابہ کو اس پر افسوس ہو رہا تھا کہ وہ نماز فجر کو اس کے وقت پر نہیں پڑھ سکے آپ نے ان کو تسلی دی کہ انہوں نے عدا نماز کو قضاء نہیں کیا اور نیند سے وقت پر آنکھ نہ کھلنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے پس اگر کسی غیر اختیاری سبب سے انسان کی نماز قضاء ہو جائے تو اس سے اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

حدیث مذکور سے تیس سے زیادہ مسائل کا استنباط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

- (۱) حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو جگایا اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کو ادب سے جگانا چاہیے۔
- (۲) صحابہ کرام کو صبح کی نماز کے قضاء ہونے پر افسوس ہوا اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کے فوت ہونے پر افسوس ہونا چاہیے۔
- (۳) نبی ﷺ نے صحابہ کی دل جوئی کے لیے فرمایا: کوئی حرج نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے قضاء ہونے میں انسان کی تقصیر نہ ہو تو پھر اس پر گرفت نہیں ہوگی۔

- (۴) ایک شخص جنبی تھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس نے غسل نہیں کیا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم پاک مٹی سے تیمم کر لو اس سے معلوم ہوا کہ جنبی بھی طہارت کے لیے تیمم کر سکتا ہے اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے لیکن وہ اس کو اسی طرح بھول گئے جس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھول گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر ایسے عظیم صحابی بھی بعض واقعات اور مسائل کو بھول جاتے تھے۔

- (۵) نبی ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی اس نے بتایا کہ میں جنبی ہوں اور غسل کے لیے پانی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب عالم اور حاکم کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اس کا سبب معلوم کرنے پھر اس کا حکم اور حل بیان کرے۔

- (۶) نبی ﷺ نے اس شخص کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر سرزنش اور ملامت نہیں کی بلکہ اس کو نرمی سے اس مسئلہ کا حل بتایا اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس کو ملامت نہیں کرنی چاہیے۔
- (۷) اس واقعہ میں باجماعت نماز پڑھنے کی ترغیب اور تاکید ہے اور جو شخص جماعت سے نماز نہ پڑھے حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کا سبب معلوم کرے۔

- (۸) جو شخص بغیر عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے اس پر انکار اور ملامت کرنی چاہیے۔
- (۹) اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز فوت ہو جائے اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس میں تاخیر کرنا گناہ ہے کیونکہ آپ نے اس شخص کو فوراً تیمم کرنے کا حکم دیا۔

- (۱۰) اس وادی میں جس جگہ نماز فجر قضاء ہوئی تھی آپ نے فرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے اور فوراً وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ جس شہر میں کوئی فتنہ ہو جس سے دین اور عبادت میں خلل ہو تو اپنے دین کو بچانے کے لیے اور خود کو معصیت سے محفوظ رکھنے کے لیے اس جگہ سے نکلنا واجب ہے جیسے نبی ﷺ نے اس وادی سے نکلنے کا حکم دیا اور یہ بھی معلوم

ہوا کہ جس کوئی معصیت ہوئی ہو خواہ وہ معصیت غیر اختیاری ہو وہاں عبادت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ نبی ﷺ نے اس واوی سے نکلنے کے بعد نماز قضا کی۔

(۱۱) جس شخص کو یاد آ جائے کہ اس کی نماز قضا ہو گئی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی اصلاح کے لیے طہارت اور وضوء کرے اور اس جگہ کو تلاش کرے جہاں نماز پڑھنے کے لیے اس کا دل مطمئن ہو جیسا کہ شارع علیہ السلام کو جب قضا نماز یاد آئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور آپ نے بھی وضوء کیا اور مسلمانوں نے بھی وضوء کیا۔

(۱۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس واوی سے روانہ ہونے کے بعد نماز کے لیے اذان دی گئی اس سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کے لیے اذان دینا مستحب ہے لیکن اس کا مورد یہ ہے کہ کسی جنگل یا واوی میں نماز قضا ہوئی ہو اگر شہر میں نماز قضا ہو جیسے عموماً بعض لوگوں کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور وہ شہر میں اپنی قضا نمازوں کے لیے اذان دیں گے تو خلاف معمول کام دیکھ کر لوگ اس کے متعلق سوال کریں گے اور وہ بتائیں گے کہ ہماری نماز قضا ہو گئی ہے تو اس سے معصیت کا اعلان ہوگا کیونکہ عموماً لوگوں کی اپنی تقصیر کی وجہ سے نماز قضا ہوتی ہے اور معصیت کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) چونکہ نبی ﷺ نے اس قضا نماز کی جماعت کرائی اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو وہ اس کو باجماعت ادا کریں۔

(۱۴) جب اس سفر میں لوگوں کے لیے پینے اور وضوء کے لیے پانی نہ رہا تو انہوں نے نبی ﷺ سے اس کی شکایت کی اس سے معلوم ہوا کہ اگر قوم کو اس طرح کی کوئی مصیبت پہنچے تو اپنے امیر سے اس کی شکایت کرنی چاہیے اور امیر کو اس کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہیے جس طرح آپ نے پانی کو تلاش کرنے کے لیے حضرت علی اور ایک اور شخص کو بھیجا۔

(۱۵) جو پانی ایک عورت کی ملکیت میں تھا نبی ﷺ نے مسلمانوں کو پانی پلانے کے لیے اور ان کے موشیوں کو پانی پلانے کے لیے اور مسلمانوں کے وضوء اور غسل کے لیے اس پانی کو لے لیا اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ تمام کائنات کے مالک ہیں جو چیز چاہیں جس سے چاہیں بغیر کسی ظاہری عوض کے لے سکتے ہیں۔

(۱۶) نبی ﷺ نے اس عورت کو عجوہ کھجوریں گندم جو اور سٹو وغیرہ دیئے اس وقت وہ عورت مشرک تھی اس میں مشرک کو بیہ کرنے کے جواز کی دلیل ہے اور چونکہ اس عورت نے پانی لینے پر کوئی انکار یا مزاحمت نہیں کی تھی اور یہ اس کی طرف سے نیکی تھی تو آپ نے اس کی نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا اور اس آیت پر عمل کیا:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الرحمن: ۶۰) نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے O

(۱۷) نبی ﷺ نے مسلمانوں کے پانی کی ضرورت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی کو بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ پیاس کا ازالہ بھی وضوء اور طہارت کی طرح اہم ہے۔

(۱۸) حضرت علی اور دوسرے صحابی رضی اللہ عنہاں میں اس عورت سے ملے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت شرعیہ کی وجہ سے تنہائی میں اجنبی عورت سے ملنا جائز ہے جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۱۹) آپ نے اس مشرک کی مشکوں سے طہارت اور پینے کے لیے پانی لیا اس سے پتا چلا کہ مشرکوں کے برتنوں کو استعمال کرنا جائز ہے جب کہ برتنوں میں کوئی ظاہری نجاست نہ ہو۔

(۲۰) ضرورت شرعیہ کے وقت معاوضہ دے کر حربی مشرکوں کا مال لینا جائز ہے کیونکہ آپ نے پانی کے معاوضہ میں اس عورت کو عجوہ

بھجوریں اور گندم وغیرہ دے دیئے تھے۔

(۲۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا جائز ہے۔

(۲۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس وادی سے روانہ ہونے کے بعد فجر کی قضاء نماز ادا کی اس سے پتا چلا کہ کسی شرعی وجہ سے قضاء نماز کو تاخیر سے ادا کرنا جائز ہے جب کہ یہ تاخیر سستی، غفلت اور فوت شدہ نماز کی ادائیگی کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے نہ ہو۔

(۲۳) جن مشرکین سے کوئی نیکی یا کوئی فائدہ حاصل ہوا ہوان کی رعایت اور ان کی حفاظت کرنے کا جواز کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اس عورت کے پاس کی بستیوں پر حملہ کرتے اور اس بستی کو چھوڑ دیتے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ از خود مسلمان ہو گئے۔

(۲۴) اس حدیث کے راوی نے کہا: اللہ کی قسم! ان بڑی مشکوں سے پانی نکالا گیا اور ہمیں لگ رہا تھا کہ اس میں پہلے سے بھی زیادہ پانی ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر قسم طلب کرنے کے بھی قسم کھانا جائز ہے اور کسی اہم اور غیر معمولی واقعہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے اس کو قسم کھا کر بیان کرنا جائز ہے۔

(۲۵) مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی اس میں یہ دلیل ہے کہ جب عوام پر کوئی آفت نازل ہو تو وہ حکام سے اس کے ازالہ کے لیے کہیں۔

(۲۶) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آخری حصہ میں سونے سے پہلے نماز کے وقت جگانے کے لیے حضرت بلال کو مقرر کیا تھا اس میں یہ دلیل ہے کہ جب نماز کے وقت آنکھ نہ کھلنے کا خطرہ ہو تو ایسا انتظام کر لیا جائے جس سے آنکھ کھل جائے۔ (مثلاً ٹائم پیس یا موبائل فون میں الارم سیٹ کر دیا جائے۔ سعیدی غفرلہ)

(۲۷) اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور تاخیر سے قضاء ساقط نہیں ہوتی۔

(۲۸) اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ ضرورت مند اپنی ضرورت کی چیز کسی سے لے سکتا ہے خواہ وہ دینے پر راضی ہو یا نہ ہو بے شرطیکہ اس کو اس کا معاوضہ ادا کر دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اگر اس کو عام قرار دیا جائے تو پھر یہ اس صورت پر محمول ہے جب ضرورت اضطرار کے درجہ میں ہو اور پھر معاوضہ دینا بھی ضروری نہیں ہے۔

(۲۹) علامہ عینی نے کہا ہے: بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عام لوگوں کی طرح غلبہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اس میں یہ حکمت تھی کہ مسلمانوں کو قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے اور میں یہ کہتا ہوں کہ دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ خواب میں اللہ تعالیٰ کے حسن کے جلووں میں محو اور مستغرق تھے اس لیے آپ کو سورج کے طلوع ہونے اور نماز کے قضاء ہونے کا پتا نہیں چل سکا اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی یہ نماز صورتہ قضاء تھی حقیقتہً ادا تھی کیونکہ آپ کو اس دن کی نماز اسی وقت میں ادا کرنے کا حکم تھا قرآن مجید میں ہے:

إِنْ أَتَبِعْ إِلَّا مَا يُؤْتِي إِلَيْهِ. (پس: ۱۵)

میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی

جاتی ہے۔

سو آپ کا کوئی فعل اتباع وحی کے بغیر نہیں ہوتا اور اس دن آپ کا نماز فجر کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھنا یہ بھی وحی کے مطابق

تھا سو آپ نے اس دن نماز فجر اپنے وقت میں پڑھی تھی یہ ادا تھی قضاء نہیں تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

(۳۰) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دنوں کا تعین کیے بغیر بھی سفر کرنا جائز ہے۔

(۳۱) اس حدیث میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر عظیم معجزہ اور دلیل ہے کیونکہ ان مشکوں سے مسلمانوں نے پانی لے کر اپنے برتنوں میں بھر لیا، وضوء کیا اور جنبی نے غسل کیا، مسلمانوں نے خود پانی پیا اور اپنے مویشیوں کو پانی پلایا اور وہ مشکیں پانی سے اسی طرح بھری رہیں، جس طرح پہلے بھری ہوئی تھیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ ان مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی، اس عورت کے پانی میں کسی چیز کو ملایا نہیں گیا، پھر ان مشکوں سے اتنا پانی نکالنے کے باوجود اس پانی کا پہلے سے زیادہ ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا فعل تھا اور رسول اللہ ﷺ کا بہت حیرت انگیز معجزہ تھا۔

(اکمال المعلم بعلوم مسلم ج ۲ ص ۶۷۷)

(۳۲) اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام پر عمل کرنے میں سب مسلمانوں سے زیادہ سخت اور قوی تھے۔

(۳۳) جب مسلمان کفار پر غلبہ پالیں تو صرف غلبہ پانے سے ہی کفار کے مرد مسلمانوں کے غلام اور ان کی عورتیں مسلمانوں کی باندیاں ہو جاتی ہیں، سودہ عورت بھی مسلمانوں کی باندی ہو گئی تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور کھانا وغیرہ دے کر رخصت کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ساتھ آپ کا یہ حسن سلوک اس کے اور اس کے گھر کے دیگر افراد کے بہ طیب خاطر اسلام قبول کرنے کا باعث بنا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس عورت کو اس سے پہلے امان دے دی ہو یا وہ عورت ان لوگوں میں سے ہو، جن سے آپ نے اس سے پہلے معاہدہ کر لیا تھا۔

(۳۴) جب وہ عورت امان یا معاہدہ امن میں تھی تو پھر آپ نے اس کے پانی میں تصرف کر کے اس کا پانی کیوں لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو پانی کی ضرورت تھی اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع کام مباح ہو جاتے ہیں۔

(۳۵) نبی ﷺ نے اس وادی سے بدشگونی لی کہ وہاں شیطان کا اثر ہے اور اس وادی سے نکلنے کا حکم دیا، حالانکہ آپ نے بدقالی لینے سے منع فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بدقالی یا بدشگونی نہیں تھی، بلکہ آپ نے نور نبوت سے جان لیا تھا کہ اس وادی میں شیطان کا اثر ہے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ جس جگہ کوئی معصیت ہوئی ہو، خواہ غیر ارادی ہو، اس جگہ عبادت نہیں کرنی چاہیے، اس لیے اگر کسی وادی میں مسلمانوں سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو وہ اس وادی سے نکلنے کے بعد اس نماز کو قضاء کریں اور ایک قول یہ ہے کہ اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنا صرف نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا۔

الصائبین کے معنی میں اختلاف اور البقرہ: ۶۲ کی تفسیر

امام بخاری نے کہا ہے کہ صابی اس کو کہتے ہیں جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے اور ابو العالیہ نے کہا: الصائبین اہل کتاب کا فرقہ ہے جو زبور کی تلاوت کرتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: صائبین کی تفسیر میں اختلاف ہے مجاہد نے کہا: وہ یہودی ہیں نہ نصرانی ہیں، ان کا کوئی دین نہیں ہے، ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے، گانہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا اور ابن زید نے کہا: الصائبون کا اہل ادیان میں سے ایک دین ہے، وہ جزیرہ الموصل کے رہنے والے ہیں اور لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں، ان کا کوئی عمل نہیں ہے، ان کے پاس کتاب ہے نہ نبوت ہے اور وہ نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ زیاد نے خبر دی کہ الصائبون قبلہ کی طرف منہ کر کے پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، انہوں نے ان پر جزیہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا، پھر ان کو خبر دی گئی کہ وہ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ البقرہ: ۶۲ میں ان کا ذکر ہے ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے جو ایمان لائے وہ منافق تھے، انہوں نے ایمان کو ظاہر کیا اور ان کے دل میں کفر تھا، اور جو یہودی ہیں، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کو تبدیل کر لیا، اور نصاریٰ کافر ہیں، انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا اور الصائبون بھی کافر ہیں، وہ حق کے مخالف ہیں اور البقرہ: ۶۲

کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”ان الذین امنوا“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو برحق مؤمن ہیں ”والذین ہادوا“ سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے دین میں تغیر کرنے سے توبہ کر لی یا تغیر نہیں کیا اور ”والنصارى“ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار ہیں اور ”الصابئون“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو باطل سے نکل کر حق کی طرف آ گئے اور ”من امن باللہ“ کا معنی ہے: جو ان میں سے اللہ پر ایمان رکھنے میں دائم رہے پس ان ہی کے لیے اجر ہے اور پوری آیت کا معنی اس طرح ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصْرَى
وَالصَّبِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ○ (البقرہ: ۶۲)

اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

علامہ نسفی نے ”الصابین“ کے متعلق کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں: وہ نبی پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے پاس کتاب ہے ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کا ذبیحہ حلال ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے: وہ ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۳۹-۴۰ ملخصاً مزیداً و مخرجاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۱۳۶۰-۱۳۶۱ ج ۲ ص ۳۳۶-۳۴۰ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

- ۱) قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق ۲) واقعہ تعزیر کی تعداد ۳) آثار شر اور خیر کے ثمرات اور اوقات منہیہ میں مذاہب
- ۴) احادیث میں تطبیق ۵) قضاء نمازوں کی اذان میں مذاہب ۶) حضور سے نماز فجر قضاء ہونے کی وجوہات ۷) مقام مصطفیٰ ۸) سنتوں کی قضاء میں مذاہب ائمہ ۹) ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب ۱۰) احناف کی دلیل ۱۱) علم رسالت ۱۲) دلائل الوہیت و نبوت ۱۳) بعض شارحین کا تسامح ۱۴) کثیر نمازوں کی قضاء کا طریقہ ۱۵) قضاء عمری ۱۶) مزید مسائل۔

نوٹ: یہ شرح ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷- بَابُ إِذَا خَافَ الْجُنْبُ عَلَى نَفْسِهِ
الْمَرَضِ أَوْ الْمَوْتِ أَوْ خَافَ
الْعَطَشَ، تَيَمَّمَ

جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض یا موت کا خطرہ ہو
یا انسان کو پیاس کا خوف ہو تو
وہ تیمم کر لے

اس عنوان کے تحت تین مسائل ہیں:

(۱) جب جنبی کو اپنے نفس کے اوپر غسل سے مرض کا خوف ہو تو پانی حاصل ہونے کے باوجود اس کے لیے تیمم کرنا مباح ہے امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اگر مرض کے زیادہ ہونے کا خوف ہو تب بھی وہ تیمم کر سکتا ہے اور امام مالک سے ایک روایت ممانعت کی ہے۔ عطاء اور حسن بھری نے کہا ہے: اس کے لیے تیمم کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور طاؤس نے اس کو مکروہ کہا ہے جب پانی نہ ہو تو پھر وہ تیمم کر سکتا ہے اور جب پانی موجود ہو تو پھر تیمم نہیں کر سکتا امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی

یہی قول ہے۔

(۲) جب جنبی کو اپنے نفس پر غسل کرنے سے موت کا خطرہ ہو تو پھر اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے "فتاویٰ قاضی خاں" میں مذکور ہے کہ جب جنبی شہر میں ہو اور تندرست ہو اور سردی کی وجہ سے غسل کرنے سے اس کو ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور مسافر کو جب غسل کرنے سے ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا بالاتفاق جائز ہے اور جو شخص شہر میں بے وضوء ہو تو امام ابوحنیفہ کے قول کی تخریج میں اختلاف ہے۔ شیخ الاسلام سرخسی نے اس کو جائز کہا ہے اور اہلوائی نے ناجائز کہا ہے۔

(۳) جب کسی شخص کو اپنے نفس پر پیاس کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے یا اس کو اپنے ساتھی یا اپنی سواری پر پیاس کا خوف ہو پھر بھی اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور "شرح الوجیز" میں مذکور ہے: اگر کسی شخص کو اپنی جان یا مال پر دردندے یا چور کا خطرہ ہو وہ بھی تیمم کر سکتا ہے اگر اس کو اس وقت پیاس لگی ہو یا پیاس کی توقع ہو خواہ اپنے لیے یا اپنے رفیق کے لیے یا کسی ایسے جانور کے لیے جس کی شرعاً مذمت نہیں ہے پھر بھی وہ تیمم کر سکتا ہے اور "معنی ابن قدامہ" میں مذکور ہے کہ اگر پانی فساد (غٹو) کے پاس ہو اور عورت کو خطرہ ہو کہ اگر وہ پانی لینے گئی تو وہ اس کی آبروریزی کریں گے تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ تمام ابواب تیمم کے احکام سے متعلق ہیں۔

وَيُذَكِّرُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَجَنَّبَ فِي لَيْلَةٍ
بَارِدَةٍ، فَتَيَّمَمَ وَتَلَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ (النساء: ۲۹)، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعْفِفْهُ.
اور ذکر کیا جاتا ہے کہ سردی کی ایک رات میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جنبی ہو گئے انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت پڑھی: "اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے" (النساء: ۲۹)۔ پھر نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔

حضرت عمرو بن العاص کے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی تفصیل اور اس حدیث کی تشریح

حضرت عمرو بن العاص القریشی اسلمی ابو عبد اللہ نبی ﷺ کی خدمت میں فتح مکہ سے آٹھ سال پہلے حاضر ہوئے تھے وہ قریش کے زاہدین میں سے تھے نبی ﷺ نے ان کو عمان کا حاکم بنایا وہ وہاں حکومت کرتے رہے حتیٰ کہ نبی ﷺ کا وصال ہو گیا ان سے ۳۷ احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری نے ۳ احادیث روایت کی ہیں یہ ۴۳ھ میں عید الفطر کے دن مصر میں فوت ہوئے اور یہ اس وقت وہیں پر حکمران تھے ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی پھر انہوں نے لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی اس حدیث کو امام ابوداؤد نے موصولاً روایت کیا ہے:

عبد الرحمن بن جبیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: غزوہ ذات السلاسل میں سردی کی ایک رات میں میں جنبی ہو گیا مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا پس میں نے تیمم کر لیا پھر میں نے اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھائی پھر لوگوں نے اس واقعہ کا نبی ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے اصحاب کو اس حال میں نماز پڑھا دی کہ تم جنبی تھے پھر میں نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ کس چیز نے مجھے غسل سے روک دیا تھا اور میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

(النساء: ۲۹)

تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے

(سنن ابوداؤد: ۳۳۳)

امام ابوداؤد اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

ذات السلاسل وادی القرئی کے پیچھے ہے اور یہ مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر ہے، سلسل کا معنی جذام ہے اور یہ جگہ جذام کی سرزمین ہے اس لیے اس کو ذات السلاسل کہتے ہیں یہ غزوہ جمادی الاول ۸ ہجری میں ہوا تھا۔

نبی ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سردی کی وجہ سے حالت جنابت میں تیمم کرنے پر ملامت نہیں کی اور آپ نے ان کے اس عمل کو مقرر اور ثابت رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس تیمم کے ساتھ جو نماز پڑھائی تھی اس کا اعادہ نہیں ہوگا اور یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو اس تیمم کے ساتھ نماز کو واجب الاعادہ قرار دیتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو وضوء کرنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو وہ تیمم کر سکتا ہے خواہ سخت سردی کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی اور وجہ سے خواہ وہ سفر میں ہو یا شہر میں ہو خواہ وہ جنبی ہو یا بے وضوء ہو اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اجتہاد کرتے تھے اس کی تائید میں درج ذیل حدیث ہے:

باب کے عنوان کی تائید میں ایک اور حدیث اور اس کی تشریح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے ایک شخص ہمارے ساتھ تھا اس کے سر پر پتھر آ کر لگا جس نے اس کا سر پھاڑ دیا پھر اس کو احتلام ہو گیا اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تم میرے لیے تیمم کرنے کی رخصت پاتے ہو انہوں نے کہا: ہم تمہارے لیے تیمم کی رخصت نہیں پاتے تم پانی کے استعمال پر قادر ہو اس نے غسل کیا پس وہ فوت ہو گیا پھر جب ہم نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ کو اس حادثہ کی خبر دی گئی آپ نے فرمایا: انہوں نے اس کو قتل کر دیا اللہ ان کو قتل کرے ان کو جب اس مسئلہ کا علم نہیں تھا تو انہوں نے کسی سے سوال کیوں نہیں کیا کیونکہ لاعلمی کی شفاء سوال کرنا ہے اس کے لیے تیمم کرنا کافی تھا یا وہ اپنے زخم پر کوئی کپڑا رکھ کر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی جسم پر پانی بہا لیتا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۶)

امام ابوداؤد اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں۔

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے زمانہ میں اجتہاد پر دلیل ہے اور یہ کہ صحابہ کرام کو بعض اوقات اجتہاد میں خطاء ہو جاتی تھی اور یہ کہ مفتی اپنے اجتہاد سے فتویٰ دے اور اس پر عمل کر کے کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو مفتی پر اس کی دیت یا قصاص نہیں ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مختلف امراض میں پرہیز کرنا واجب ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب جنبی کو غسل کرنے سے جان کا خطرہ ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے اور یہ امام بخاری کے عنوان پر دوسری حدیث سے استدلال ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی وہ غندر ہیں از شعبہ از سلیمان از ابی وائل انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: جب کوئی شخص پانی نہ پائے تو وہ نماز نہ پڑھے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: اگر

۳۴۵- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غَنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يُصَلِّي؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رَخِصْتُ لَهُمْ فِي هَذَا كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُهُمُ الْهَرْدَ قَالَ هَكَذَا يَعْنِي

تَيْمَمٌ، وَصَلَّى. قَالَ قُلْتُ فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ؟ قَالَ
إِنِّي لَمْ أَرَ عُمَرَ قَنَعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

(جامع المسانيد لابن الجوزي: ۵۶۶۳)

میں ان کو اس کی اجازت دوں تو جس کو ذرا سی بھی سردی لگے گی وہ
اس طرح کرے گا یعنی تیمم کرے گا اور نماز پڑھ لے گا۔ حضرت
ابوموسیٰ کہتے ہیں: میں نے کہا: پھر حضرت عمار نے جو حضرت عمر سے
کہا تھا اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے نہیں
دیکھا کہ حضرت عمر حضرت عمار کے قول سے مطمئن ہوئے ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: آیا تیمم میں ہاتھوں پر پھونک ماری جائے گی؟
اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب جنبی کو اپنے آپ پر مرض یا ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی شخص کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے۔
اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: یعنی وہ تیمم کرے گا اور نماز پڑھے گا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

۳۴۶- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ
الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ
عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مُوسَى، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى
أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجَنَّبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً
كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ
الْمَاءَ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ
قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِكَفَيْكَ؟ قَالَ
أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعْنَا مِنْ
قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الْآيَةِ؟ فَمَا دَرَى عَبْدُ
اللَّهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوِ رَخَصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا
لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدْعَهُ وَيَتَيْمَمَ.
فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا؟ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان
کی ازلاعمش انہوں نے کہا: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا انہوں
نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ
کے پاس تھا حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابن مسعود سے کہا: اے
ابو عبدالرحمن! جب ایک آدمی جنبی ہو جائے اور وہ پانی نہ پائے تو وہ
کیا کرے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: وہ نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ وہ
پانی پالے حضرت ابوموسیٰ نے کہا: پھر آپ حضرت عمار کی اس
حدیث کی کیا توجیہ کریں گے جب ان سے نبی ﷺ نے فرمایا:
تمہارے لیے یہ کافی تھا؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: کیا آپ نے
نہیں دیکھا کہ حضرت عمر اس حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔
حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اچھا! حضرت عمار کی حدیث کو چھوڑیں یہ
بتائیں کہ آپ اس آیت تیمم کا کیا جواب دیں گے؟ پھر حضرت
عبداللہ بن مسعود کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا جواب دیں۔ تب انہوں
نے کہا: بے شک اگر ہم اس صورت میں لوگوں کو تیمم کی اجازت
دے دیں تو قریب ہے کہ ان لوگوں میں سے کسی کو پانی ٹھنڈا لگے گا
تو وہ پانی کو چھوڑ کر تیمم کرے گا۔ اعمش کہتے ہیں: میں نے شقیق
سے کہا: کیا حضرت ابن مسعود صرف اس وجہ سے جنبی کے لیے تیمم
کو مکروہ کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

تیمم میں ایک ضرب ہے

۸۔ بَابُ التَّيْمَمِ ضَرْبَةً

۳۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَآبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى لَوْ أَنَّ رَجُلًا اجْتَنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتِيمٌ وَيُصَلِّي؟ فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (المائدة: ۶)؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هَذَا لَا وَشَكُّوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا الصَّعِيدَ. قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا لِذَا؟ قَالَ نَعَمْ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عُمَارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجَنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا. فَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِبِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِبِهَا وَجْهَهُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عُمَارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا؟

وَرَأَى يَعْلَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَآبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عُمَارٍ لِعُمَرَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي أَنَا وَأَنْتَ فَأَجَنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيدِ فَاتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا. وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّهُ وَاحِدَةً؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں، ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از الاعمش از شقیق انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا پس حضرت عبداللہ سے حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے تو کیا وہ تیمم کر کے نماز پڑھے؟ پس آپ سورہ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے: ”پس تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو“ (المائدہ: ۶) حضرت عبداللہ نے کہا: اگر ان کے لیے اس صورت میں تیمم کی اجازت دے دی جائے تو عنقریب جن کو پانی ٹھنڈا لگے گا وہ (پاک) مٹی سے تیمم کر لیں گے میں نے کہا: آپ اس وجہ سے تیمم کو ناپسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں پھر حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لیے بھیجا سو میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں ملا تو میں مٹی میں اس طرح لوٹ پوٹ ہو گیا جس طرح چوپایہ لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے پھر میں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے آپ نے اپنی ہتھیلی کو ایک بار زمین پر مارا پھر اس کو جھاڑا پھر بائیں ہاتھ سے ہتھیلی کی پشت پر مسح کیا یا فرمایا: بائیں ہاتھ کی پشت پر ہتھیلی سے مسح کیا پھر دونوں ہتھیلیوں سے چہرے پر مسح کیا حضرت عبداللہ نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر حضرت عمار کے قول سے مطمئن نہیں ہوئے تھے رضی اللہ عنہما؟

یعنی نے از الاعمش از شقیق یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ تھا حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا حضرت عمار نے حضرت عمر سے کہا تھا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور آپ کو بھیجا پس میں جنبی ہو گیا تو میں نے زمین میں پاک مٹی پر لوٹ لگائی پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: تمہیں اس طرح کافی تھا اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں پر

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۳، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۳۲۶ھ) ایک بار مسح کیا۔

صحابہ کرام کا مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود باہمی تعظیم و تکریم کو قائم رکھنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں بھی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا اور وہ اس پر بحث بھی کرتے تھے لیکن باہمی ادب و احترام میں فرق نہیں آنے دیتے تھے اور ذاتیات پر نہیں اتر آتے تھے اگر آج یہ اختلاف ہوتا ایک عالم کہتا: جنبی کے لیے تیمم جائز ہے اور دوسرا منع کرتا تو مجوز فوراً مانع پر فتویٰ لگا دیتا کہ یہ شخص قرآن مجید کی اس آیت کا منکر ہے:

أَوَلَمْ تَسْتَمِعُوا لِلنِّسَاءِ فَلَمَّا تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا. (المائدہ: ۶)

یا تم عورتوں سے جماع کر لو پس تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے سو یہ شخص کافر ہے۔

اور مانع مجوز پر یہ فتویٰ لگا تا کہ یہ شخص درج ذیل آیت کا منکر ہے:

إِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَأَطَهَّرُوا. (المائدہ: ۶)

اگر تم جنبی ہو تو غسل کرو۔

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے سو یہ شخص کافر ہے۔

یوں ایک دوسرے کی تکفیر کی جاتی اور دونوں طرف سے رسالے لکھے جاتے اور خوب ایک دوسرے پر تہرا بازی کی جاتی۔ اس کے برخلاف صحابہ کرام کی وسعت ظرف اور باہمی احترام کا حال یہ تھا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تو حضرت عمر نے حضرت عمار سے کہا: اے عمار! آپ اللہ سے ڈریں! حضرت عمار نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ چاہیں تو اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس حدیث کا ذکر نہیں کروں گا! حضرت عمر نے فرمایا: ہرگز نہیں! ہم ضرور آپ کو آپ کے موقف پر قائم رکھیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲، سنن نسائی: ۳۱۱)

اس حدیث سے مناظرہ کا طریقہ معلوم ہوا کہ مناظرہ میں ایک فریق جب ایک دلیل سے دوسرے کے موقف کو تسلیم نہ کرے تو دوسرا فریق اس سے قوی دلیل پیش کرے پس جب حضرت ابن مسعود نے حضرت عمار کی حدیث کو مسترد کر دیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے قرآن مجید کی آیت تیمم سے استدلال کیا اور حضرت ابن مسعود لا جواب ہو گئے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ ہوا تو انہوں نے توحید پر دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:

رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ. (البقرہ: ۲۵۸)

میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

نمرود نے زندہ کرنے اور مارنے کا معنی نہیں سمجھا اور قید خانے سے اس شخص کو رہا کر دیا جسے پھانسی دینی تھی اور ایک بے قصور شخص کو پھانسی دے دی پھر کہا:

أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ. (البقرہ: ۲۵۸)

میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص زندہ کرنے اور مارنے کے معنی کو نہیں سمجھا تو آپ نے دوسری دلیل پیش کی:

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ. (البقرہ: ۲۵۸)

پس بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال دے۔

یعنی اللہ تعالیٰ سورج کو جس معروف جانب سے طلوع کرتا ہے تو سورج کو اس کی مخالف جانب سے طلوع کر کے دکھا! نمرود سے

اس کا کوئی جواب نہیں پڑا اور وہ حیران اور ششدر ہو کر ساکت ہو گیا! اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جب آیت تیمم سے

استدلال کیا تو حضرت ابن مسعود لا جواب ہو گئے۔

امام ترمذی اور امام ابن ابی شیبہ نے تصریح کی ہے کہ بعد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ (سنن ترمذی ص ۷۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۳ھ، معنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۹) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق علامہ نووی اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۳۶۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور اہل حق کی یہی شان ہے کہ جب ان پر حق واضح ہو جائے تو وہ رجوع کر لیتے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کا رہ کو بھی چند عبارات کو تبدیل کرنے کی توفیق دی ہے۔

الحمد لله على ذلك حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه كما يحب ربنا ويرضى.

۹۔ باب

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور جس باب کا کوئی عنوان نہ ہو وہ گزشتہ ابواب کے ساتھ لاحق ہوتا ہے سو یہ باب بھی گزشتہ ابواب کے ساتھ لاحق ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از ابی رجاء انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن الحصین الخزاعی نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ الگ کھڑا ہوا تھا اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے منع کیا؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں جنبی ہو چکا ہوں اور پانی نہیں ہے آپ نے فرمایا: تم پاک مٹی کو لازم کر لو (اس سے تیمم کرو) وہ تمہیں کافی ہے۔

۳۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا مُعْتَزِلًا، لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ، فَقَالَ يَا فُلَانُ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ؟ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ، قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ، فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ.

(جامع المسند لابن الجوزی: ۵۸۳۸، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۴۲۶ھ)

یہ حدیث اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے جس کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۳۴۳ میں روایت کیا ہے اس کی مفصل شرح وہاں گزر چکی ہے۔ یہ ”کتاب التیمم“ کی آخری حدیث ہے اور ہم ”نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری“ کی جلد اول میں یہیں تک احادیث لانا چاہتے تھے اب نعمۃ الباری کی جلد ثانی ان شاء اللہ ”کتاب الصلوۃ“ سے شروع ہوگی۔

”کتاب التیمم“ کی تکمیل اور ”نعمۃ الباری“ کی جلد اول کا اختتام

الحمد لله رب العالمین! آج ۵ رجب ۱۴۲۷ھ / یکم اگست ۲۰۰۶ء بہ روز منگل بعد نماز فجر ”کتاب التیمم“ کی تکمیل ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ”نعمۃ الباری“ کی جلد اول کی تکمیل بھی ہو گئی۔ الہ العظیم! جس طرح آپ نے اس جلد کی تکمیل کرا دی ہے اس کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرا دیں (آمین)۔ ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ بہ روز جمعہ ”نعمۃ الباری“ کی تصنیف کا آغاز کیا تھا اس طرح تقریباً سات ماہ اور بیس دنوں میں یہ جلد مکمل ہو گئی میں جب سے لکھ رہا ہوں یہ جلد سب سے کم عرصہ میں مکمل ہوئی ہے کیونکہ میں نے اس کو بہت سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اب میرے پاس زندگی کا بہت کم وقت رہ گیا ہے

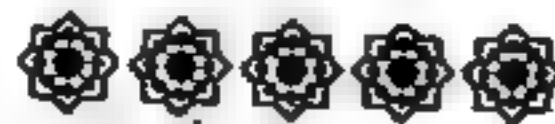
اب میری عمر چاند کے حساب سے ۷۱ سال ہو چکی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جتنی بھی عمر باقی ہے اس میں زیادہ سے زیادہ اس شرح پر کام کر لوں اور اللہ کے فضل سے کوئی بعید نہیں کہ وہ اس شرح کو مکمل کر دے اللہ تعالیٰ اس شرح کو قبول فرمائے اور اس کو تمام مسلمانوں کے نزدیک مقبول اور مفید بنادے میری میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب کی اس کتاب کے ناشر کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین
قائد المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجه وذریاتہ وامتہ اجمعین۔



نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد اول کی ڈائری

| تقدیم میلادی | تقدیم ہجری | دن | ایک ماہ کے صفحات | کل صفحات | تعداد حدیث |
|------------------|-----------------------|----------------------|------------------|----------|------------|
| ۱۸ جنوری ۲۰۰۶ء | ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ | جمعہ | | | |
| یکم فروری ۲۰۰۶ء | ۲ محرم ۱۴۲۷ھ | بدھ | ۲۸ | ۲۸ | ۴ |
| یکم مارچ ۲۰۰۶ء | ۳۰ محرم ۱۴۲۷ھ | بدھ | ۹۰ | ۱۱۸ | ۴۱ |
| یکم اپریل ۲۰۰۶ء | ۲ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ | ہفتہ | ۱۱۰ | ۲۱۸ | ۸۶ |
| یکم مئی ۲۰۰۶ء | ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ | پیر | ۱۰۷ | ۳۲۵ | ۱۲۴ |
| یکم جون ۲۰۰۶ء | ۳ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ | جمعرات | ۹۳ | ۴۱۸ | ۱۶۶ |
| یکم جولائی ۲۰۰۶ء | ۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ | ہفتہ | ۱۰۹ | ۵۲۷ | ۲۳۷ |
| یکم اگست ۲۰۰۶ء | ۵ رجب ۱۴۲۷ھ | منگل | ۱۶۳ | ۶۹۰ | ۳۴۸ |
| ۱۹ اگست ۲۰۰۶ء | ۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ | مقدمہ نعمۃ الباری | ۶۴ | ۷۵۴ | ۷ |



ماخذ و مراجع

کتب الہیہ

- ۱- قرآن مجید
- ۲- تورات
- ۳- انجیل

کتب احادیث

- ۴- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ مسند امام اعظم مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
- ۵- امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ موطا امام مالک مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۹ھ
- ۶- امام عبد اللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ کتاب الزہد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کتاب الآثار مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
- ۸- امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ موطا امام محمد مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۹- امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کتاب الآثار مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ھ
- ۱۰- امام محمد بن ادريس شافعی متوفی ۲۰۴ھ المسند مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۰ھ
- ۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود المتوفی ۲۰۴ھ مسند ابو داؤد الطیالسی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
- ۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۰۴ھ
- ۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ مصنف عبد الرزاق مطبوعہ کتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ المسند مطبوعہ عالم الکتب بیروت
- ۱۵- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۶- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ مصنف ابن ابی شیبہ مطبوعہ دار الوطن بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۷- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ مصنف ابن ابی شیبہ مطبوعہ مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ
- ۱۸- امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ المسند مطبوعہ کتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ عالم الکتب بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۱۹- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی مطبوعہ دار الکتب العربی ۱۴۰۷ھ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ

- ۲۰- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ دار ارقم بیروت
- ۲۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ الادب المفرد مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۲ھ
- ۲۲- امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ
- ۲۳- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ دار الجلیل بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۲۴- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
- ۲۵- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ مراسیل ابو داؤد مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۲۶- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ سنن ترمذی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ دار الجلیل بیروت ۱۹۹۸ء
- ۲۷- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ شمائل محمدیہ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۵ھ
- ۲۸- امام علی بن عمرو دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی مطبوعہ نشر السنۃ لمان دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۲۹- امام ابن ابی عامر متوفی ۲۸۷ھ الاحادیث الثانی مطبوعہ دار الراۃ ریاض ۱۴۱۱ھ
- ۳۰- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار مطبوعہ مؤسسۃ القرآن بیروت
- ۳۱- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۲ھ
- ۳۲- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ عمل الیوم واللیلہ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۱۴۰۸ھ
- ۳۳- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن کبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ
- ۳۴- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی متوفی ۳۰۷ھ مسند الصحابہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۳۵- امام احمد بن علی الشیبی المتوفی ۳۰۷ھ مسند ابو یعلیٰ موصلی مطبوعہ دار المامون التراث بیروت ۱۴۰۴ھ
- ۳۶- امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری متوفی ۳۰۷ھ المنتقی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۳۷- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ
- ۳۸- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق متوفی ۳۱۶ھ مسند ابو عوانہ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
- ۳۹- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ تحفۃ الاخیار مطبوعہ دار بلنسیہ ریاض ۱۴۲۰ھ
- ۴۰- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار مطبوعہ مطبع مجتہائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ
- ۴۱- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ مسند الامام الطحاوی مطبوعہ مکتبۃ الحرمین الدینی ۱۴۲۶ھ
- ۴۲- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقلمی متوفی ۳۲۲ھ کتاب الضعفاء الکبیر دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۴۳- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۷ھ
- ۴۴- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم صغیر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ مکتب اسلامی بیروت
- ۴۵- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۴۶- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۴۷- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ اکامل فی ضعفاء الرجال مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۴۱۲ھ

۴۸- امام ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاپين المتوفى ۳۸۵ھ النسخ والمنسوخ من الحديث مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت

۱۴۱۲ھ

۴۹- امام عبد الله بن محمد بن جعفر المعروف بابي الشيخ متوفى ۳۹۶ھ كتاب العظمه مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت
۵۰- امام ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاكم نيشاپوري متوفى ۴۰۵ھ المستدرک مطبوعه دار الباز مکه مکرمه مطبوعه دار المعرفه بيروت

۱۴۱۸ھ المکتبه العصریه بیروت ۱۴۲۰ھ

۵۱- امام ابو نعیم احمد بن عبد الله اصهباني متوفى ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت ۱۴۱۸ھ

۵۲- امام ابو نعیم احمد بن عبد الله اصهباني متوفى ۴۳۰ھ دلائل النبوة مطبوعه دار النفائس بيروت

۵۳- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ سنن کبریٰ مطبوعه نشر السنه لمتان

۵۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ كتاب الاسماء والصفات مطبوعه دار احیاء التراث العربی بيروت

۵۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ معرفة السنن والآثار مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت

۵۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ دلائل النبوة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت ۱۴۲۳ھ

۵۷- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ كتاب الآداب مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت ۱۴۰۶ھ

۵۸- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ كتاب فضائل الاوقات مطبوعه مکتبه المنارة مکه مکرمه ۱۴۱۰ھ

۵۹- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ شعب الایمان مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت ۱۴۰۱ھ

۶۰- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ الجامع لشعب الایمان مطبوعه مکتبه الرشد ریاض ۱۴۲۳ھ

۶۱- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفى ۴۵۸ھ البعث والنشور مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ

۶۲- امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر قرطبی متوفى ۴۶۳ھ جامع بیان العلم وفضله مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت

۶۳- امام ابو شجاع شیردیه بن شہر دار بن شیردیه الدیلمی المتوفى ۵۰۹ھ الفردوس بما ثور الخطاب مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت

۱۴۰۶ھ

۶۴- امام حسین بن مسعود بغوی متوفى ۵۱۶ھ شرح السنه مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت ۱۴۱۴ھ

۶۵- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفى ۵۷۱ھ تاریخ دمشق الکبیر مطبوعه دار احیاء التراث العربی بيروت ۱۴۲۱ھ

۶۶- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفى ۵۷۱ھ تهذیب تاریخ دمشق مطبوعه دار احیاء التراث العربی بيروت ۱۴۰۷ھ

۶۷- امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفى ۵۹۷ھ جامع المسانید مکتبه الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ

۶۸- امام محمد الدین المبارک بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری متوفى ۶۰۶ھ جامع الاصول مطبوعه دار الكتب العلميه

بیروت ۱۴۱۸ھ

۶۹- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفى ۶۵۶ھ الترغیب والترہیب مطبوعه دار الحدیث قاہرہ ۱۴۰۷ھ دار

ابن کثیر بیروت ۱۴۱۴ھ

۷۰- امام ابو عبد الله محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفى ۶۶۸ھ التذکرۃ فی امور الآخرة مطبوعه دار البخاری مدینہ منورہ

۷۱- امام ولی الدین تہریزی متوفى ۷۴۲ھ مشکوٰۃ مطبوعه اصح المطابع دہلی دار ارقم بیروت

- ۷۲- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زلیعی، متوفی ۷۶۲ھ، نصب الراية، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند، ۱۳۵۷ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
- ۷۳- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی، المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی، المتوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ
- ۷۵- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بصری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ
- ۷۶- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان مارونی، ترکمان، متوفی ۸۴۵ھ، الجواهر النقی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
- ۷۷- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک، مطبوعہ مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
- ۷۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ، مطبوعہ مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
- ۷۹- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار، مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۰ھ
- ۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع الاحادیث الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، البدور السافرة، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۱۳ھ
- ۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
- ۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۸۴- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی، برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

کتاب تفاسیر

- ۸۵- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۱ھ، جامع البیان، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ، دارالفکر، بیروت
- ۸۶- امام عبدالرحمن بن محمد بن ادريس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار، مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
- ۸۷- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی ۳۳۳ھ، تأویلات اہل السنۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ
- ۸۸- علامہ ابوالحسن علی بن احمد دہلوی، نیشاپوری، متوفی ۳۶۸ھ، الوسیط، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۸۹- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۹۰- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۹۱- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع، مصر
- ۹۲- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، پشاور
- ۹۳- علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، داراحیاء التراث العربیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
- ۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربیہ، بیروت، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۳ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور

۹۶۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیہ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

کتب شروح حدیث

- ۹۷۔ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ
- ۹۸۔ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ، اعلام السنن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ
- ۹۹۔ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطل مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ
- ۱۰۰۔ حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۱۳ھ
- ۱۰۱۔ حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
- ۱۰۲۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم، فوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ
- ۱۰۳۔ علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
- ۱۰۴۔ امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
- ۱۰۵۔ علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن النور پشٹی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب السیر فی شرح مصابح السنۃ، مکتبہ زار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ
- ۱۰۶۔ علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۱۰۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۰۸۔ علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیسی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیسی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
- ۱۰۹۔ علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی ریاض، ۱۴۱۷ھ
- ۱۱۰۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دستانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۱۱۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
- ۱۱۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
- ۱۱۳۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعة الخمیر، مصر، ۱۳۳۸ھ، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ
- ۱۱۴۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۴۲۰ھ
- ۱۱۵۔ علامہ محمد بن محمد سنوی مالکی، متوفی ۸۹۵ھ، کمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۱۱۶۔ علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ مینہ، مصر، ۱۳۰۶ھ
- ۱۱۷۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
- ۱۱۸۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الدیاج علی صحیح مسلم بن حجاج، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۲ھ
- ۱۱۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، تہذیب الحوائک، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

- ۱۲۰ - علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ 'تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۵ھ
- ۱۲۱ - علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ 'فیض القدر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

- ۱۲۲ - علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ 'شرح الشماک' مطبوعہ نور محمد صبح المطابع کراچی
- ۱۲۳ - علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ 'جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد صبح المطابع کراچی
- ۱۲۴ - علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ 'شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
- ۱۲۵ - علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ 'مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور
- ۱۲۶ - علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ 'الاسرار المرفوعة' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
- ۱۲۷ - شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ 'اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تاج کمار لکھنؤ
- ۱۲۸ - علامہ محمد التاؤدی المتوفی ۱۲۰۹ھ 'حاشیۃ التاؤدی علی صحیح البخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ
- ۱۲۹ - شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ 'تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی داوودہ مصر ۱۳۵۰ھ
- ۱۳۰ - نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ 'عون الباری' مطبوعہ دارالرشید حلب سوریا
- ۱۳۱ - شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ 'لامع الدراری علی جامع البخاری' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی
- ۱۳۲ - شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ 'تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۱۳۳ - شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ 'تیسیر الباری' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور
- ۱۳۴ - شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ 'فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۷۵ھ
- ۱۳۵ - شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ 'فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
- ۱۳۶ - شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی 'اوجز المسالک الی موطا مالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۱۳۷ - شیخ محمد تقی عثمانی 'انعام الباری' مطبوعہ مکتبۃ الحراء کراچی
- ۱۳۸ - شیخ سلیم اللہ خاں 'کشف الباری' مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ کراچی
- ۱۳۹ - نبیل بن منصور (ابھی حیات ہیں) 'انیس الساری' مطبوعہ مؤسسۃ الریان کویت

کتب اسماء الرجال

- ۱۴۰ - امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ 'التاریخ الکبیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
- ۱۴۱ - امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ 'صحیح الامام النسائی فی الجرح والتعديل' دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ
- ۱۴۲ - امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ 'تاریخ بغداد' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۱۴۳ - حافظ جمال الدین ابوالنجاہ یوسف حزی متوفی ۷۴۲ھ 'تہذیب الکمال' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۳ھ
- ۱۴۴ - حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ 'میزال الاعتدال' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۴۵ - حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ 'انکاشف' مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ

- ۱۴۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی 'متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت'
- ۱۴۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی 'متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت'
- ۱۴۸- حافظ جلال الدین سیوطی 'متوفی ۹۱۱ھ' الآلی المصنوعہ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
- ۱۴۹- حافظ جلال الدین سیوطی 'متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
- ۱۵۰- علامہ محمد بن طولون 'متوفی ۹۵۳ھ' الشذیرۃ فی الاحادیث الشترہ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۳ھ
- ۱۵۱- علامہ محمد طاہر ثنی 'متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ
- ۱۵۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری 'متوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر 'مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی'
- ۱۵۳- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی 'متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء و مزیل الالباس 'مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق'

کتاب لغت

- ۱۵۴- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی 'متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین 'مطبوعہ انتشارات اسوۃ ایران' ۱۴۱۳ھ
- ۱۵۵- علامہ اسماعیل بن حماد الجوبیری 'متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح 'مطبوعہ دارالعلم بیروت' ۱۴۰۴ھ
- ۱۵۶- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی 'متوفی ۵۰۲ھ' المفردات 'مطبوعہ مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
- ۱۵۷- علامہ محمود بن عمر زمخشری 'متوفی ۵۸۳ھ' القاموس 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ
- ۱۵۸- علامہ محمد بن اشیر الجزری 'متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
- ۱۵۹- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی 'متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ
- ۱۶۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی 'متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت'
- ۱۶۱- علامہ جمال الدین محمد بن محمد بن مکرم بن منظور افریقی 'متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب 'مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران'
- ۱۶۲- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی 'متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت'
- ۱۶۳- علامہ محمد طاہر ثنی 'متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار 'مطبوعہ مکتبۃ دارالایمان المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
- ۱۶۴- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی 'متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس 'مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر'
- ۱۶۵- لوئیس معلوف الیسوی 'متوفی ۱۸۶۷ھ' المجید 'مطبوعہ المطبعۃ القاثولیکہ بیروت' ۱۹۲۷ھ
- ۱۶۶- ابو نعیم عبدالحکیم خان تشر جالندھری 'قائد اللغات' 'مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور'
- ۱۶۷- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگر 'دستور العلماء' 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتاب تاریخ، سیرت و فضائل

- ۱۶۸- امام محمد بن سعد 'متوفی ۲۴۰ھ' الطبقات الکبریٰ 'مطبوعہ دارصادر بیروت' ۱۳۸۸ھ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ
- ۱۶۹- امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان نیشاپوری 'متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ 'مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
- ۱۷۰- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری 'متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک 'مطبوعہ دارالقلم بیروت'

- ۱۷۱- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۱۷۲- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ الشفاء مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۱۷۳- علامہ عبد الرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ الوفاء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۱۷۴- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکریم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ

بیروت

- ۱۷۵- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکریم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ الکامل فی التاریخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۱۷۶- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ وفیات الاعیان مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
- ۱۷۷- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۷ھ
- ۱۷۸- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۹ھ
- ۱۷۹- علامہ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ طبقات الشافعیہ الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۰ھ
- ۱۸۰- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۸ھ
- ۱۸۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۱۸۲- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ وفاء الوفاء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۰۱ھ
- ۱۸۳- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ
- ۱۸۴- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۳۲ھ سبل الہدیٰ والرشاد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۳ھ
- ۱۸۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ شرح الشفاء مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ
- ۱۸۶- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ
- ۱۸۷- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۴ھ شرح المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

- ۱۸۸- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ
- ۱۸۹- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ شرح سیر کبیر مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۳۰۵ھ
- ۱۹۰- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی ۱۳۰۰ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ

بیروت ۱۳۱۸ھ

- ۱۹۱- علامہ حسین بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ فتاویٰ قاضی خاں مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ
- ۱۹۲- علامہ حسین بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ شرح الزیادات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۲۶ھ
- ۱۹۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اولین و آخرین مطبوعہ شرکت علیہ ملتان
- ۱۹۴- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ الحیط البرہانی مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۲۳ھ
- ۱۹۵- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ تیسیمین الحقائق مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی ۱۳۲۱ھ

- ۱۹۶- علامہ محمد بن محمود بارتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۱۹۷- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۱ھ
- ۱۹۸- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۱۹۹- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۴۱۲ھ
- ۲۰۰- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر ۱۳۱۱ھ
- ۲۰۱- ملا ابن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۳ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۶ھ
- ۲۰۲- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد صکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
- ۲۰۳- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۰۴- علامہ احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منہ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر ۱۳۱۱ھ
- ۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعت العربی، کوئٹہ
- ۲۰۷- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۳۹۶ھ
- ۲۰۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ، ۱۴۱۹ھ
- ۲۰۹- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی، متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ قدیم، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی
- ۲۱۰- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی، متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ جدید، مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
- ۲۱۱- صدر الشریعہ علامہ امجد علی، متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۱۶ھ

کتب فقہ شافعی

- ۲۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
- ۲۱۳- علامہ ابوالحسن علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحادی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
- ۲۱۴- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت ۱۳۹۳ھ
- ۲۱۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

- ۲۱۶- امام یحییٰ بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
- ۲۱۷- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دارالفکر، بیروت
- ۲۱۸- علامہ ابوالبرکات احمد درودیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت
- ۲۱۹- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ سوتی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوتی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت

کتاب فقہ حنبلی

- ۲۲۰- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۳۲۵ھ
- ۲۲۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۳ھ
- ۲۲۲- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجلیل بیروت ۱۳۱۸ھ
- ۲۲۳- علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن قحاح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
- ۲۲۴- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ



